

۱۸۲۱۵

۱۸۲۱۵

۱۸۸۹

جلد ۲

۱۹/۵۴۳۰۵

حسن - حسن

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. — حسن / ۸۹۱۵۴۰.۵ Accession No. ۱۸۲۱۵

Author: حسن عبد ۸۸۹ / ۱۸۲۱۵
Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

التماس

جن حضرات نے ازراہ عنایت و قدرتانی زچندہ حسن سے اعانت فرمائی ہے انکا
شکر و تحسین کی یاد کیا جاتا ہے۔

جن عنایت گسترہوں نے ہنوز شکر گزار نہیں فرمایا امید ہے کہ ایام گذشتہ سال
کے رسم و رواج سے مرہون منت فرمایا گیا۔

سالہ کو زیادہ مجرب و قابل قدر بنا سکے لئے اندرون ریاست و بیرونجات کے
اعلیٰ افسانہ دار اور مشہور ذی فہم حضرات نے اعانت کا وعدہ فرمایا ہے جسکو کلام
تکونیت رسالہ کو سرخروئی اور ناظرین کو مسرت ہوگی۔

طہرین پر تلین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو سرور فرماتے رہیں۔ ب
اور عدم وفقیات سے رسالہ دہرین پہونچتا ہے یا واپس آتا ہے اور ہم ناکردہ
گناہ و شکایت دوستانہ ہوتے ہیں۔

مینجر رسالہ حسن

شہار باغستان

ہمارے باغ میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور درواز مقامات آئے ہوں۔

میوؤں کے پودے موجود ہیں۔ جہکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں چھ پود ہوں کے نام مع تعداد اقامت لکھے جاتے ہیں جو متعلق خواہش کریں طلب فرمائیں۔

(۱) قلمی (پیوندی) آم ۴۴	اقسام فی ۸	(۲) سیب ۳۳	اقسام فی ۴۴
(۳) شفتالو ۱۵	" " " ۸	(۴) آلو بخارا ۹	اقسام " ۴۴
(۵) انار ۵	" " " ۴	(۶) شہتوت ۲	" " " ۴
(۷) بیر ۶	" " " ۴	(۸) زرد آلو ۵	" " " ۴
(۹) جام (امروہ) ۷	" " " ۴	(۱۰) سنتر ۱۲	" " " ۴
(۱۱) چکوترا ۵	" " " ۴	(۱۲) انجیر ۵	" " " ۴
(۱۳) انگور ۵۲	" " " ۸	(۱۴) دامبی (چین کامیو) ۲	" " " ۴
(۱۵) لکٹ ۵	" " " ۴		

جو درخت فی الحال تیار نہ ہوں تاریخ درخواست سے ایک مہینے کی مہلت میں بھیج دیا جائے گا۔

المشتمر
محمد عبدالصمد خان منیجر مالک حسن

دنیا کی ممکن الوقوع آئندہ حالت



اس امر کا قطعی فیصلہ کرنا کہ آئینہ کل جہان و مافیہا کی کیا کیفیت ہوگی آسان نہایت
مگر اس صدی میں کئی جھوٹے دعویٰ کر کے واپس پیشین گوئیوں نے دنیا و مافیہا کی
حالت آئندہ کے مشکل عقدہ کو حل کرنے کی جبروت کی چنانچہ چند برس گزرے کہ گوثر
گذر ہو کہ دنیا کا خاتمہ لاشعاع میں ہو جائیگا۔ بہت سے جاہل مسلمانوں نے یقین کیا
کہ ستلہ ہجری میں بڑے زبردست واقعات برسرِ رو کار آئینگے۔ اور حضرت امام مہدی
کا ظہور ہوگا اندون بھی اکثر مسموع ہوتا ہے کہ یہ آخری زمانہ کالج کا ہے اور دہریج
کہ اسی دور آخر میں دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ گزشتہ صدی کے وسط میں علی العموم
لوگوں کا خیال تھا کہ آفتاب کی جانب یادہ کیج جائے یہ سیاروں کا نظم بالآخر
ضائع ہو جائیگا۔ ایسا خیال لاگ انجمن فیلسوف کی تحقیقات کا نتیجہ تھا جسے ظاہر کیا
کہ دائرہ سیارگان کے قطر کا طول ایک چارہ مقرر نہیں یعنی گھٹتا بڑھتا ہے اور سیارے
بعد مریام کافی یعنی بقدر اضمحلاج غیر محدود اور بے انتہا فاصلوں پر پہنچ جائینگے
اور بے شمار زمانہ کے بعد یہ سیارے آفتاب میں جذب ہو جائینگے بعد اسکے ایک
دوسرے ریاضی دان مسمی لپپلیس نے ثابت کیا کہ نظام سیاروں کے قطر
لاگ انجمن کے مقولہ کے بموجب گھٹتے بڑھتے نہیں اور انکی پائنداری کو کسی قسم کا
صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ یہ لپپلیس ہی تھا جس نے پہلے نظام سیاروں کی
صحیح حقیقت دریافت کی اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ غالباً ہوائے شمسی ایک دفعہ
کل نظم شمسی میں بھگتی تھی اور نظم شمسی کی بیرونی گیس مائع جز اپنے اپنے مرکز

کشش کی طرف کھینچ کئے اور گویا جگر بڑے اور چھوٹے دور سیارے رفتہ رفتہ بن گئے۔
 سرولیم ہر شل نے جو کہکشان کا مشاہدہ کیا اس سے اس سلسلہ کی عام طور پر تصدیق
 ہوتی ہو (یعنی اس مشاہدہ سے نہ صرف نظم شمسی کی ترکیب معلوم ہوتی ہے بلکہ
 نظم ستارگان کی بناوٹ بھی ظاہر ہوتی ہے) اس سلسلہ کی رو سے کل کائنات
 کبھی ایک روشن گیس نما مادہ سے بھری ہوئی تھی جو رفتہ رفتہ منجمد ہوتا گیا اور
 اب بھی مرکز کشش کی جانب کی مقدار کم و بیش فاصلہ پر منجمد ہو رہا ہے۔ وہ
 گیس نما مادہ اب بھی انجماد کی مختلف حالتوں میں پایا جاتا ہے جسکی حد ستار
 کی پوری ساخت لیکر گیس نما مادہ کے نہایت رقیق حالت تک ہے۔ سرولیم ہر
 شل نے کہکشان کے چہ درجوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) ستاروں کی فگچھے جنہیں ستارے صاف صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ
 خاص کہکشان میں چھوٹے ستارے یکجا ہوتے رہتے اور دوسرے ستاروں سے
 قابل امتیاز فرق رکھتے ہیں۔

(۲) قابل تفریق کہکشان یعنی وہ ستارے جو دیکھنے سے بالکل ملے ہوئے نہیں
 معلوم ہوتے جسکی تفریق اور تشریح کرنے کے لئے ناگہ ستاروں میں باہمی
 امتیاز نہ ہو زیادہ قوی دور میں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لارڈ اس نے بذریعہ
 اپنے چہ فہمی آفتابی دوربین کے دریافت کیا کہ بہت سے کہکشان جو پہلے ناقابل

نوٹ (۱) کہکشان کی چہ قسم میں ان میں ایک ہے جو عام طور سے صاف صاف دکھائی دیتی
 ہے اور سب لوگ کہکشان کہتے ہیں بقیہ محض آنکھ سے بہت صاف نہیں معلوم ہوتی۔

تفریق سمجھ جاتے تھے فی الحقیقت ستاروں کے مجموعہ ہیں۔ اور اس سے آئینہ نتیجہ نکالا کہ کل کہکشان بجز اسکے کہ خوشہ انجم ہوں اور کچھ نہیں ہیں جنہیں وہ کسی طاقتور (ذو زمین) کے ذریعہ سے تفریق کئے جاسکتے ہیں مگر اس خیال کی لطالت اسپیکر اسٹو کے دیکھنے سے ثابت ہو گئی کہ واقعہ میں کہکشان ضرور ہیں جو نہ منجمد ہیں اور نہ رقیق اور بہمین روشن گیاس بظاہر ناظر و جن اور ہیڈروجن کے ہیں۔

(۲) کہکشان جواز روئے صحیح تعریف کے اس نام کے مستحق ہیں یعنی وہ جس کے حدود غیر مقرر ہیں اور ستاروں میں تفریق نہیں کئے جاسکتے۔
(۴) سیاروں کا کہکشان یعنی وہ کہکشان جو ہمارے ستاروں کے مثلاً ہیں اور بہت دہندگی روشنی کے ساتھ چمکتے ہیں۔

(۵) چھوٹے ستاروں کا کہکشان یعنی وہ کہکشان جو ستاروں کے ہیں اور باہم اس قدر فاصلہ پر ہیں کہ نہایت چھوٹے چھوٹے چمکیلے نقطے معلوم ہو ہیں
(۶) کہکشان کے ستارے یعنی وہ ستارے جن کے گرد کہکشان کا مادہ یا ہوا جمع مثلاً آٹھویں درجہ کی روشنی کا ستارہ جو سپرس کے مجموعہ کے بائیں پریر ہے اس کے گرد کہکشان کی ہوا جمع ہے یہ اجرام مکمل بنے ہوئے ستارے اور اصلی یعنی گیاس نا کہکشان کی درمیانی حالت رکھتی ہیں ان کہکشان کی روشنی نہایت دہندگی ہوتی ہے اور کہیں کہیں ایک دوسرے سے زیادہ روشن و کھلائی دیتی ہے کیونکہ انجماد کی مختلف حالتوں میں رہتے ہیں۔

کھکشان کے مسائل سے صرف ستاروں اور سیاروں کی بناوٹ ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ علم ہیئت کے بہتے مسائل حل ہوتے ہیں جبکی ایک تشریح نہیں ہوئی مثلاً سیاروں کی آفتاب کے گرد ایک ہی جانب گردش - اور اسی جانب ان کے افتار کا دورہ از روئے علم طبعیات کل کائنات نظام شمسی ستاروں اور کھکشان سے بنی ہو جو ایک بڑی کل کے مشابہ ہے اور جو قدرتی قوت کے قانون پر چلتی ہے اور کیمیا کی طور سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا نہایت چھوٹے چھوٹے ناقابل تقسیم ذروں سے بنی ہے اور ان میں باہمی بقدر تفاوت بھی رہتا ہے یہ درجے مثل بڑے اجرام کے قانون کشش و قوت کیمیا کی وغیرہ کے تابع ہیں ایک اور قوت ہے جس کو ہٹن کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کے ذروں کے باہمی کشش سے ہوتی ہے ذرہ ان مادوں میں سب سے چھوٹی چیز ہے جو کیمیا ترکیب میں کام دیتا ہے اور ایک ایک ایسی ذروں میں کئی کئی اور چھوٹے ذرے ہوتے ہیں - گو کتنی ہی قوت وار خور وین ہو دونوں قسم کے ذروں میں کسی کا دیکھنا ممکن نہیں - مگر اس کا وجود ضرور ہے چنانچہ سرولیم ٹامسن جو منجملہ نہایت مشہور عالم طبعیات میں سے ہیں اپنی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک قطرہ آب کو بذریعہ تصور کے زمین کی جہاں کے برابر بڑا کریں اور قطرہ اوس میں ذرے ہیں اوسے مناسبت سے جیم کریں اور وقت ہر ذرہ قطرہ آب بندوق کی گولی سے بڑا معلوم ہو گا اگر چہ کریکٹ کے گیند کے برابر نہ ہوں سمجھنا چاہئے کہ ایک قطرہ پانی میں ۱۰ لاکھ مہا سنکھ ذریعہ کم نہیں ہے

ایک خاص خاصیت ان تمام مادوں میں ہے جن میں کل چھوٹے بڑے اجرام داخل ہیں گو وہ سیارے
ہوں یا ستارے یا افتاب یا کہکشان یعنی کہ وہ مادی گردش میں رہتی ہیں کبھی سکون نہیں جھٹکتی
تغیرات میں وہ حرکت اظہار کرتا یا تاباؤ میں مثلاً جب کسی جرم میں حرارت بڑھانی یا کمائی ہو تو
اُس ترقی سے اس جرم کے کل ذروں میں غلطی کی اور انکی حرکت میں زیادہ تیزی ہو جاتی ہے
جب خاص درجہ تک ذروں میں حرکت کی تیزی ہوتی ہے تب روشنی پیدا ہوتی ہے یہ حرکتیں
گرد کے جوہر رقیق تک پہنچتی ہیں جس گرمی اور روشنی باہر سے مل جاتی ہے یہی حرکت جو اس
پچھلی اور ناقابل وزن رقیق جوہر میں پہنچتی ہے جو تمام باہر سے ملتی ہے (الکٹریسیٹک
(قوت برقی مقناطیسی) کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ سونے کے ثابت کیا ہے۔ جس طرح جوہر رقیق
حرکت ہو کر گرمی و روشنی اور قوت برقی و مقناطیسی پیدا ہوتی ہے اس طرح وہاں حرکت دیو
آواز پیدا ہوتی ہے پس جب قدر طبعی تغیرات میں سب ایک ہی سبب واقع ہوتی ہے یہی حرکت
اور کل طبعی قوتیں (گرمی و روشنی آواز وغیرہ) حرکت میں تبدیل ہو جاتی ہیں لیکن مقدار
قوت جو دنیا میں ساری ہے ہمیشہ ایک ہی حال پر رہتی ہے نہ کمی ہوتی ہے اور نہ بیشی اور نہ از
سر نو پیدا ہوتی ہے اور نہ موجودہ غالب ہو جاتی ہے۔ کبھی کسی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی
کسی میں مگر مجموعی مقدار جس قدر ہے اُس میں فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً اگر کسی کا پنجہ کو چھڑ کو ایک خاص
مقدار قوت سے ریشم سے گر کر میں تو گرمی آواز اور برقی قوت پیدا ہو گا اگر ان سبکو حرکت میں تبدیل
کیں تو جس قوت سے ریشم نے چھڑ کو گر کر اتنا وہی قوت پیدا ہو۔ دوسرے طریقہ یہ ہے کہ اگر پانی کو
ایک خاص مقدار تک گرم کریں اور اُسکی حالت بدل کر پانی سے بخار لائیں جس سے بخار نکلتا ہے
تو اُس حالت میں گرمی کی قوت کو حرکت کی قوت میں تبدیل کرتے ہیں اور اگر حرکت کو گرمی

تو پہلے کہ طرح انہیں اوس مقدار گرمی پانی یا ہلکی اس تجربہ سے ظاہر ہو کہ ایک قسم کی قوت دوسری قسم کی قوت میں تبدیل ہو جاسکتی ہے لیکن یہ بھی ہر کہ مجموعی مقدار قوت میں کبھی فرق نہیں آتا۔ ڈاکٹر جول اور سر ولیم ٹامسن و دیگر عالم طبیعیات کی تحقیقات سے ہم یہ بات صداقت کو اچھی طرح پہنچ گیا ہر کہ قوت میں کبھی گھٹا و بڑھاؤ نہیں ہوتا اور اس کا کلیہ یہ گیا ہے سائنس پر ڈاکٹر جول کا بڑا احسان ہوا جس سے اس اصول کی صداقت مضبوط بنیاد پر قائم ہو گئی جسے حرارت اور حرکت کی باہمی نسبت کو مقرر کر دیا سر ولیم ٹامسن اپنی تحقیقات سے قوت میں تبدیلی کی نہایت عمدہ عمدہ متوجہ کالے ہیں۔ انہوں نے قطع طور سے ثابت کر دیا ہے کہ اگرچہ کس جسم کی اشکار حرکت کی پوری قوت گرمی کی قوت میں تبدیل ہو جاوے اور کوئی نقصان قوت میں نہ آئے تاہم کوئی طریقہ ایسا دریافت نہیں ہوا جس سے ہم کل گرمی کی قوت کو بحال سابق اشکار حرکت کی پوری قوت میں پھر لاوین۔ مثلاً کل گرمی جو پانی کو بخار میں تبدیل کر دینا استعمال کی جائے وہ سب کی سب حرکت میں تبدیل نہیں ہو سکتی بلکہ کچھ نکل بھاگتا پس کوئی طریقہ اب تک معلوم نہیں جس سے یہ خفیف حرارت باہر پھیلی رہتی ہو حرکت میں تبدیل ہو جائے جسے گرمی اوس قوت ایسی حرکت میں تبدیل ہو سکتی ہو جسکے وہ اجسام گرم کر دے اور زیادہ گرم ہوا جو بیک حرارت حرکت میں تبدیل ہوتی ہو اوس قوت بہت ساجز و حرارت گرم اجسام سرد اجسام میں گزرتے ہیں اور حرکت یا کسی قسم کی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی یہ صدقہ امر صرف حرارت کے متعلق نہیں بلکہ اوس طرح دوسری قوتوں کی نسبت جیسے جیسے اعلیٰ و ادنیٰ سطح کیجا رہے ہوں گے ہیں اور حرکت کی ہلکی کم مفید ہوتی ہیں اگر کوئی قوت ادنیٰ سطح میں کبھی حرکت میں تبدیل ہو سکتی ہے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ چند دوسری قوتیں جو اعلیٰ سطح پر ہیں نیچی سطح پر آگئی ہے پس اگرچہ قوت کی مقدار ہمیشہ یکساں قائم رہتی ہے لیکن کام کی قوت

رفتہ رفتہ زائل ہوتی جاتی ہے۔ قوت کے زوال کو بربادی قوت نام رکھا ہے۔ پس جس آسانی سے فعل کو حرارت میں تبدیل کر سکتے ہیں اگر اسی آسانی سے حرارت کو فعل میں کرتے تو ہمارے لئے یہ امر کوئی مشکل نہ ہو تاکہ کوئی کل ایسی بناتے جو ہمیشہ برابر چلا کرتی۔ کیونکہ اگر ایسا کرنا چاہیں تو ہم کو لازم ہوگا کہ اپنے گرد اگر دکی تمام خفیف حرارتوں کو جمع کر کے قوت فعلیہ میں تبدیل کریں یہ قوت پھر حرارت میں تبدیل ہو سکتی ہے اور اگر ممکن ہو کہ پھر اس کو پلٹ کر قوت فعلیہ میں منتقل کر سکیں مگر چونکہ یہ دور ممکن نہیں اس لئے کوئی کل بھی دوامی نہیں چل سکتی۔ قدیم فلسفین بہت کوششیں کیں کہ کوئی کل ایسی تیار ہو جو ہمیشہ چلتی رہے۔ اگر ایک پہاڑ یا صاف دھری پر ایسے طرف کے اندر رکھی جائے جہاں سے ہوا بالکل نکال لیکھی اور پھر ہوائے پائے تو بغیر اسکے کہ کوئی دوسرا اوزار اس کے آئندہ حرکت دہی کا لگایا جائے وہ ہمیشہ ایک حالت پر گھومتی رہے گی۔ لیکن دقت یہی ہے کہ نہ حسب خواہش ہموار دھری ہو سکتی ہے اور نہ بالکل ہوا سے خالی طرف ہو سکتا، جب تک کوئی ایسی تدبیر نہ نکلتے جس سے موجودہ رگڑ اور رکاوٹ جاتی رہی اور قوت تک کوئی کل دائمی چلنے والی نہیں مل سکتی۔ چنانچہ زمین اور سیارے کے نسبت بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ان کا دور دائمی نہیں ہے کیونکہ انکی رفتار میں بھی وہی رگڑ اور رکاوٹ مائل ہے۔ دائمی کل سے یہ مراد ہے جو پوری قوت کے ساتھ بغیر منتہی اوقات تک برابر چلتی رہے اور کوئی شے قوت لگائی نہ ضرورت نہ پڑے۔ ایسے کلون میں قوت فعلیہ بلا مدافعت جاری رہے گی جو حرکت کے

تیسرے قانون کے برعکس ہے۔ سرولیم ٹامسن کے قانون متعلقہ ریادی قوت کی روستے ایسی وائلی کلون کا ہونا نامکن ہی نہیں ہے بلکہ اوس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ رفتہ رفتہ اس دنیا کی حالت ایسی ہو جائیگی جس میں کوئی ذیروہ مثل موجودہ ساخت کے بسیر نہیں کر سکیگا کیونکہ اوسکی کل قوت دوسری شکل میں تبدیل ہو کر تمام دنیا میں گرمی پھیلائیگی۔ ہمارے سیارے (زمین) پر کے تقریباً کل امور فعلیہ شعاع آفتاب کے نتائج میں۔ پروفیسر ٹیٹ نے مفصلہ ذیل قوتوں کو ساکت لکھا ہے

(۱) قوت ایندھن۔ (۲) قوت غذا۔ (۳) قوت ذخیرہ آب۔ (۴) قوت امیج (د) قوت کیمیاوی جو اصلی گندہک اور لوہی زمین کے اندر علیحدہ علیحدہ رہنے سے ہوتی ہے جو قوت ایسی اشیاء میں جیسے ایندھن میں بھری رہتی ہیں وہ کلہم اجمیع آفتاب کی شعاع سے پہنچتی ہیں۔ جو پودہ ہون کی مادہ سبزی سے ہوا کے کاربونک ایسڈ گیس کی غذا کو جذب کر سکتا ہے۔ کاربن اور آکسیجن کے علیحدہ اجزاء کی کیمیاوی قوت لکڑی اور کوئلہ کی ساکت قوت ہے جو جاتے وقت حدارت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ شعاع آفتاب کاربونک ایسڈ گیس کو جذب کر دینے میں اس قدر طاقت خرچ کر دیتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پودے کی پتی کا ٹوٹو لینا چاہے تو اس میں کافی قوت باقی نہیں رہ جاتی اس ثابت ہوا کہ جو کچھ ایندھن میں قوت ہے وہ آفتاب کی کرن کا نتیجہ ہے۔ علی ہذا غذا کی قوت کا بھی وہی مبداء ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ پودہ ہون کی قوت آفتاب پر منحصر ہے جو جانوروں کی غذا ہے اور اگرچہ ان چھوٹے جانوروں کو اُسے بر جانور

کما جائیں لیکن بالآخر جانورون کی قوت کی ابتدا وہی شعل آفتاب ہے جو انات کے گوشت جبکو ہمیشہ خوراک دیجاتی ہے اوسکے خارج شدہ کاربن ہوا کے اکسیجن کے ساتھ کیمیاوی امتزاج پاتے ہیں۔ یہ تبدیل و امتزاج اجرام کو حرارت میں تبدیلی پہنچ پیدا کر سنے دیتو اور قوت کی ایک بنیاد سمجھی جاسکتی ہے جس سے کام نکال سکتے ہیں جب کوئی جانور سکتا رہتا ہے تو جو گرمی کاربن۔ ہڈی راجن۔ اور اکسیجن کی کیمیائی امتزاج سے پیدا ہوتی ہے وہ اوس حرارت کی مساوی المقدار ہوتی ہے جو اس کے جسم سے نکل گئی ہو اور جب کوئی جانور مصروف کار ہوتا ہے تو لمبا طو کی بیشی افعال اوسکی مقدار حرارت نکلتی ہے۔ بادی النظر میں یہ امر بعید القیاس معلوم ہوتا ہو کہ کوئی جانور کام کجالت میں بہت سکوت کے زیادہ محو رہ جاتا ہے۔ لیکن واقعات سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسی حالت میں کاربن اور ہڈی راجن کی زیادہ مقدار خارج ہو جاتی ہے یا یوں سمجھو کہ غذا ایہہ قوت حیوانی حرارت و حرکت کی قوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پانی کی قوت بھی شعل آفتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ شعل آفتاب کی حرارت سے جو ہمیشہ سطح آب سے بخار اُرتا ہو اور اس طرح سے بخارات کچھ کچھ جمع ہو کر گاڑی ہو جاتے ہیں اون سے ابر بنتا ہو اور جب یہ ابر اور بھی منجمد ہونے میں تو مینہ برستا ہے اور یہ مینہ کھانا پانی ہے جو مفع مقامون میں جمع کیا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے پتھیاں چلتی ہیں۔ لہر و لہو میں جو قوت ہوتی ہے بخلاف اُس قوت کے جبکہ اوپر بیان ہوا ہے زمین کی گردش اور مابنا ہے۔ زمین اور آفتاب کی باہمی کشش پر منحصر ہے مابنا ہے

جو بہ نسبت دوسرے ملکی اجرام کے زمین سے زیادہ قریب ہے پانی پر زیادہ موثر ہے زمین اپنی معمولی حرکت کے ساتھ پانی کو جو ہمیشہ چاند کی جانب کھینچتا رہتا ہے کسی قدر روکتی ہے اس رکاوٹ سے جو پانی اور زمین کے درمیان زمین کی گردش قوت میں نقص آجاتا ہے۔ علاوہ برین زمین کی گردش اور اس کے متعلق قطبوں کے روزانہ گردش سے تھوڑی سی رکجائی ہے۔ اور یہ بات دوسرے امور متعلقہ ثابت سے ثابت ہو گئی ہے جس قدر زمانہ گزشتہ میں گریں پڑے ہیں اگر انکا انداز زمین کی موجودہ اور مقررہ دورہ سے لگایا جائے تو جس قدر حقیقت میں گریں گزشتہ زمانہ میں ہوئے ہیں۔ انکی تطبیق پوری طور سے نہیں ہوتی ناموافقیت کا باعث یہ ہے کہ زمین کی قوت گردش میں رفتہ رفتہ تنزل ہوتا گیا۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کی یومیہ گردش میں قوت کم ہوتی جس سے زمانہ گردش یومیہ طول ہو جائیگا یہاں تک کہ جس قدر زمانہ میں زمین کے گرد ماہتاب دورہ کرتا ہے اوس قدر عرصہ میں زمین اپنے گرد دورہ کر لگی جس سے ایک دن ایک ماہ کے برابر ہو جائیگا۔

جب یہ ثابت ہو چکا ہو جائیگی اس وقت زمین اور پانی میں مثل حال کے کوئی مزاحمت باقی نہ رہ جائیگی اور اسلئے کسی قسم کی گردش قوت کو زوال نہوگا بلکہ لوگوں کو معلوم ہے کہ چاند کا چہرہ ہمیشہ زمین ہی کی طرف رہتا ہے اور اس کا سبب بدرجہ غالب یہی ہے کہ چاند کے رقیق حصہ پر زمین کی قوت کشش عرصہ دراز سے پوری پوری ہے۔

عطار اور زہرہ و دیگر سیاروں کے اتمار بھی اپنے اپنے مقدم سیاروں کی گنجائش
 ہمیشہ نمایاں رہتے ہیں یعنی جو حال ہمارے چاند کا ہے وہی ان اتمار کا۔ اس سے
 ظاہر ہے کہ ہمارے زمین کا آخر کو یہی حال ہو گا کہ اُس کا چہرہ ہمیشہ چاند کی جانب سے
 ہم اور پر بیان کر چکے ہیں کہ لہریں جو اکثر پتھلیوں کے چلانے میں کام آتی ہیں نیز
 کی گردش اور چاند کی کشش پر منحصر ہیں بمثلہ اقسام قوت کے اب اس سے
 آخری قوت سکون کا ذکر باقی ہے جو ہمارے سیارے یعنی زمین پر کے مختلف
 عنصروں کے کیمیائی علیحدہ اجزائیں پائی جاتی ہے۔ مگر اس گہی کام کی
 قوت نہیں پیدا ہوتی۔ ابتدائیں زمین کے اجسام اکثر مرکب نہیں تھے رفتہ
 رفتہ انکی کیمیائی اتصال سے حرارت پیدا ہوئی۔ لیکن یہاں پر اس قوت کا
 ذکر کوئی نمائندہ بخش ہو گا۔ قوت محرکہ کی خاص کلاماً اقسام یہ ہیں۔ ہوا۔
 اور پانی جبکہ دونوں حرکت میں ہوں۔ ہوا۔ جو اکثر ہوا چکیوں کو چلاتی ہے
 اور جہازوں کو سمندر میں بہاتی ہے اور اسکی قوت آفتاب کے شعاع اور زیریں
 حرکت پر منحصر ہے۔ خط استوا پر کی ہوا بوجہ حرارت کے پھیل جاتی ہے
 اور گرد کی ہوا سے ہلکی ہونے سے بہت بلند ہو کر قطبین کی جانب بہتی ہے۔
 اوسط طرح قطبین کی ہوا بہت نیچی ہو کر خط استوا کی جانب اس خالی جگہ کو
 پُر کرنے کیلئے آتی ہے جو قطبین میں جانے سے ہوئی ہے۔ اس سے ثابت
 ہوتا ہے کہ قوت ہوا محرکہ بہت کچھ شعاع آفتاب پر منحصر ہے اور اوپر بیان چکا
 کہ آب محرکہ کی قوت کا بھی وہی ماخذ ہے۔ ہوا سے زیادہ پانی کی قوت کا

استعمال فائدہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس موجو اور گندہک ولوہا و دیگر فلزات کے علمیہ علیہہ اجزاء کی کیمیاوی قوتیں بمقابلہ دیگر قسم کی قوتوں کے بہت خفیف ہیں۔ پس اس سے باسانی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین پر کی تقریباً کل کارآمد قوتیں آفتاب سے تعلق ہیں۔ آفتاب زمین سے دس لاکھ مرتبہ سے بھی زیادہ پرا ہے اسی لحاظ سے یہ روشنی اور حرارت کا بہت بڑا مخزن ہے۔ آفتاب کی کل حرارت میں سے زمین پر صرف ۲ ارب دس کروڑ ان حصہ پہنچتی ہے۔ جو حرارت آفتاب سے نکلتی ہے اس کے نسبت بہت عقلمیں اڑائی گئی ہیں ایک بیان یہ ہے کہ آفتاب ابتدا میں گرم پیدا کیا گیا اور اب وہ رفتہ رفتہ سرد ہو جاتا ہے۔ اس قیاس کے لحاظ سے صرف پروفیسر مالفور اسٹیورٹ کی تحریر کا اقتباس بیان پر کافی ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ علوم و فنون کے جاننے والے اس قیاس پر متوجہ نہیں ہوتے۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ آفتاب کی حرارت بوجہ کسی مادہ کی سطح سے ہوتی ہے۔ لیکن دما کی حرارت کے قیام رکھنے کیلئے صرف کیمیاوی افعال کافی نہیں ہو سکتے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حرارت آفتابی برقی قوت کے بکثرت موجود رہنے سے قیام ہے۔ اس اصول سے بھی کافی اطمینان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قوت کی ابتدا کا پتہ بالکل نہیں لگتا۔ بہر حال سب سے زیادہ قابل اعتماد جو کہ حرارت آفتابی کیلئے ہے وہ بکثرت کے قیاسات پر مبنی ہے اور اس اصول کے موافق آفتاب کی حرارت اس کے مادوں کے انجماد و بالکلیہ بوجہ سے ہے اور انکی تصدیق ہیموٹنر اور ٹامسن کے تجزیروں سے ہوتی ہے۔

آفتاب میں مادہ منجمد کی قلت جو بمقابلہ زمین کے مادوں کے چارم حصہ ہو اسکی وسعت کیوجہ سے ہے مگر آفتاب کی جانب دسکے اجزا رفتہ رفتہ کھینچے جاتے ہیں اور اسکی گرمی کو بدستور قائم رکھتے ہیں۔ نیوٹن اور بزن نے قیاس کیا کہ مدار ستار آفتاب کی خوراک ہو سکتی ہیں اور عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شہاب ثاقب یا اس مادہ کو خیرین جو آفتاب کے گرد گھوم کر رہتی ہیں ہمیشہ آفتاب میں پڑ کر ایندھن کا کام دیتی ہیں۔ لیکن جسطرح کثرت حرارت آفتاب پیدا ہوتی ہے اس لحاظ سے یہ خوراک نہایت نحیف معلوم ہوتی ہیں اسلئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر حرارت منحصر ہے آفتاب کے انجمادی مادوں پر یہ رفتار انجماد غیر محدود طریقہ سے نہیں جاری ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ جب آفتاب کے اجزا کی کل قوت کشش جو مرکز کی جانب رجوع ہے حرارت میں تبدیل ہو کر نکلی گئی تو آفتاب میں تنازت رہیگی اور نہ روشنی اسوقت زمین پر کوئی فیروج زندہ نہ رہیگا کیونکہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہوا اور پانی کی زندگی کا ماخذ و مبداء توسط یا بلا توسط آفتاب ہی ہے۔ اور زمین کا رفتہ رفتہ سرد ہونا تو علم طبقات الارض سے ثابت ہو گیا اور علم ہجرات الارض سے یہ بھی پایہ صداقت کو پہونچ گیا کہ زمین کے طبقہ محرقہ کے رفتہ رفتہ سرد ہونے سے وہاں طبقہ معتدل کے اشجار اگنے لگے اور طبقہ معتدل میں طبقہ بارہ کے۔ اور اس امر کا پوری طور سے یقین ہو گیا اور یقین ہونے کے کل دلائل ہم پہونچ گئے ہیں کہ جو باتیں۔ زمین۔ آفتاب اور دوسرے نظام شمسی کے متعلق صحیح ہیں وہ غالباً کل کائنات کیلئے بھی صحیح ہو گئی ہیں ستار اور کہکشان داخل ہیں کیونکہ قانون قدرت تمام اور بلا تفریق حکومت کرتا ہے۔

اور وہی اصول جو کمکشان کے متعلق قائم کئے گئے ہیں وہی اصول کل کائنات کی بنیاد کے لئے جلتے ہیں۔ اسلئے خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آخر کو کل اجسام کی حرارت و برودت ایک ہی درجہ پر آجائیگی اور قوت حرارت کا قوت فعلیہ میں متشکل ہونا ناممکن ہو جائیگا کیونکہ افعال کا سرزد ہونا امرِ محال سے ممکن ہے۔ کل کائنات کی قوت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے کیونکہ قدرتی میلان امرِ محال سے ممکن ہے۔ کوہِ ابراہر کر دینے کی جانب رجوع ہے جسکا نتیجہ آخر میں یہ ہوگا کہ اگرچہ مقدارِ قوتِ کمال سابقِ قائم رہیگی مگر کوئی ذی روح زندہ نہ رہیگا۔ حیوانات یا نباتات میں تخلیقِ قوت کی طاقت نہیں ہے وہ صرف رہنمائی کر کے یعنی قوت کا استعمال کرتے ہیں مگر قوت کی پیدائش اور نئے اختیارات میں نہیں ہے۔ نباتات صرف کارِ بونک ایڈ گیاہ کو جو حیوانات سے نکلتا ہے آفتاب کے شعاع سے کاربن اور آکسیجن بناتا ہے۔ اور یہ قوت کیمیاوی اجزاء کے علیحدگی کی اسوجہ ہے کہ حرارت آفتاب زمین پر تبدیل ہو جاتی ہے۔ آفتاب میں بھی کوئی قوت طاقت پیدا کرنے کی نہیں ہے کیونکہ قوت حرارت آفتاب اور کواکب کا کیوجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس امر کا جواب کہ آفتاب اور ستاروں اور کمکشان میں ابتدا سے قوت کثرت کہاں سے آئی کسی سائنٹفک آدمی کے پاس نہیں ہے۔ علیٰ ہذا یہ بھی وہ نہیں بتلا سکتے کہ جب کل قوتوں کی تبدیلی یکساں حرارت میں ہو جائیگی تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا اگرچہ یہ امر بدرجہ یقین معلوم ہے کہ دنیا کے قوتوں کی مقدار میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ ذیروح اور غیر ذیروح خلقت میں جیسی مادہ کی مقدار یکساں پر

رہتی ہے ویسی قوت کی مقدار بھی ایک ہی حال پر رہتی ہے۔ ایسے گھٹاؤ بڑا نہیں ہوتا اگر غیر ذیروح خلقت میں کچھ قوتوں کا گھٹاؤ ہوتا ہے تو اسے قدر ذیروح خلقت میں بڑاؤ ہوتا ہے اور اوسط طرح اس کا عکس سمجھ لینا چاہئے۔ بعض عالموں نے جو لکھا ہے کہ زندگی کی ترقی کا کوئی واقعی سدرہ نہیں ہے صاف صاف اصول قوت و مادہ قیامی کی مخالفت کی ہے اور جو مولیٰ تجربہ دونوں سے غلط ثابت ہو گیا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ذیروح کے تغیرات مثلاً پیداوار، ترقی، شادابی، اور موروثی اثر غیر ذیروح (یعنی خلقت میں متبادل ذیروح (نیاتی و حیوانی) خلقت کے نہیں پائے جاتے لیکن اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ کیمیاوی قانون جو غیر ذیروح خلقت پر حاوی ہے ذیروح حسام کیلئے بالکل بیکار ہے۔

ہموگون کو خوب معلوم ہے کہ بہت سی حالتوں میں ایک ہی قانون کیمیاوی مرکبات بنانے کے لئے دونوں غیر ذیروح اور ذیروح خلقت میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی کی اصلیت ہنوز سمجھ میں نہیں آئی لیکن اس قدر تو قطعی طور سے تسلیم کیا گیا ہے کہ بالآخر اس کا دار مدار آفتاب پر ہے۔ کیونکہ اس کی آئندہ ترقی و کثرت کیلئے اس کو خوراک ملنا ضروری ہے۔ زندگی کے قیام کیلئے حرارت اور روشنی کی ضرورت ہے۔ کسی ذیروح کی زندگی خاص کردار کے اعضا کے کامل درستگی پر منحصر ہے اور جب اس میں انحطاط ہوتا ہے تو زندگی کا اکثر خاتمہ ہو جاتا ہے پس زندگی کی قوت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ حرارت، آفتاب، ایک دوسری قوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ قوت کیمیاوی نسبت کرتی ہے پس زندگی ایک نازک اور ناپائدار کیمیاوی قوت والی مل (میزن) کے ساتھ چل رہی ہے

اور قوت زندگی کو فی ثنی روح یعنی قوت نہیں ہے بلکہ ایک حالت تبدیل شدہ
 اس قوت کی ہے جسکا ابھی ذکر ہوا۔ چونکہ دنیا کی مقدار قوت محدود اور ناقابل تغیر ہے
 اسلئے زندگی کی بھی حد ہے اس تحیر میں ہم نے بطور احسن ظاہر کر دیا ہے کہ قوت کس کس
 طرح سے ظاہر ہوا کی کبھی کسی حالت میں اور کبھی کسی میں اگرچہ مقدار قوت ہمیشہ ایک ٹاپر
 قائم رہتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا گیا کہ تقریباً زمین کی کل قوتیں آفتاب سے مستخرج
 ہوتی ہیں۔ اور پر بیان ہوا یہ قوت گشتی جاتی ہے۔ یعنی اعلیٰ سطح سے ادنیٰ سطح کی
 اخراج ہو رہا ہے اور رفتہ رفتہ بیکار ہو رہا ہے۔ آفتاب سے بہت بڑی مقدار حرارت
 کل کائنات میں یکساں طور سے پھیل رہی ہے اور اگرچہ آفتاب کی حرارت اسکے مادوں
 کے انجماد سے اعتدال پر رہتی ہے لیکن طبعی رجحان ایسا پایا جاتا ہے کہ کل مادی اجسام
 کی حرارت رفتہ رفتہ ایک حالت پر ہو جائیگی اور اس وقت پورا یقین ہے کہ دنیا کی
 ایسی حالت ہو جائیگی جس میں کوئی ذی روح کا زندہ رہنا محال ہو جائیگا۔ اور یہ اُپر
 ثابت کیا گیا ہے کہ چاند اور دیگر اقمار سیارگان اپنے مقدم سیاروں کی جانب ایک
 ہی رخ رکھتے ہیں کیونکہ اقمار میں جو حصے رقیق اور منجمد مادوں کے ہوتے ہیں ان میں
 بوجہ رقیق مادوں کے سیاروں کے جانب کشش ہونے سے رکاوٹ پیدا ہوتی
 ہو۔ اس وجہ سے زمین بالآخر اپنا رخ چاند کی جانب کر لیگی۔ کیونکہ بلا ازل قوی
 ثابت ہو گیا ہے کہ زمین کی قوت گردش پر رفتہ رفتہ گھٹ رہی ہے۔ اسکی کافی
 شہادتیں مل گئی ہیں کہ زمین ابتدا میں رقیق تھی اور اصول کہکشان کے موافق
 اس حالت کے پہلے زمین بھاپ کی شکل میں رہی ہوگی آفتاب کے مادی رفتہ رفتہ

جتنے جاتے ہیں جس سے حرارت نکلتی ہے اور انسانوں و دیگر ذیروح کے بقا کا باعث ہوتی ہے جیسے کہ اسی دنیا میں موجود مین زمین کی تہ کی نہایت قدیم شیشہ متحجر کیمبرین چٹانوں میں پائی جاتی ہیں جو پلایزواک طبقہ کا اول حصہ ہے۔ مگر اس زمانہ میں ان کی قدامت معلوم کرینکا کوئی ذریعہ نہیں بلکہ کسی واقعات طبقات الارض کے صحیح ایام نہیں جان سکتے۔ کہ کب سے کب تک قیام ریگیا آدمی کی پیدائش یورپ اور ہندوستان میں پلیس ٹوسین کے زمانہ میں ہوئی اور اگرچہ یہ زمانہ بہ نسبت اور مانوں بہت دور کا نہیں ہے بلکہ نہایت قریب کا ہے تاہم کوئی تاریخ یا وقت ان کی پیدائش کا مقررہ نہیں ہو سکا جبکہ پہلے آدمی کی پیدائش کو پلیس ٹوسین زمانہ میں ہو ہزاروں برس گذرے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کتنی کروڑوں برس پہلے ذیروح کو کیمبرین ایج میں پیدا ہوئے کڈ پینکے اوسط طرح کہ اس دنیا پر ذیروح کتنے برس تک رہینگے ہم نہیں کہہ سکتے بلکہ ان کثرت مقدار حرارت جو آفتاب سے نکلتی ہے اور تقریباً اسی مقدار کی حرارت جو مادون کے انجماد سے بھرتی ہے پروفیسر ہلمہوٹنر ذیل کا یارک کرتے ہیں۔

اگر قطر آفتاب سالانہ ۲۵۰ فٹ یا تقریباً بیس برس میں ایک میل منجمد ہو تو اس حساب سے ۲۵۰ میل منجمد ہونے کیلئے ۹۵۰ برس کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ایسی مقدار ہے جو فاصلہ آفتاب کے لحاظ سے نہایت خفیف ہے اور کی طرح گو کتنی ہی بڑی قوی دور بین ہونا قابل دریافت ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو حرارت آفتاب سے ہر سال نکلے تمام دنیا میں ساری ہوتی ہے وہ پھر بحال باقی پوری ہو جایا کرتی ہے یہ سچ ہے کہ نظام شمسی بمثلہ ابلعل کائنات کی نہایت

تہذیب میں لیکن جو کچھ میں وہ ایک چھوٹی حیثیت میں دنیا کے بہت بڑے قدرتی
 کاموں کے نمونہ ہیں۔ سرولیم ہرشل کے قیاسات کے موافق بعض کمکشان جسکو انہوں نے
 سیاروں کا کمکشان نام رکھا ہے ہمارے سیاروں (عطارد۔ زہرہ۔ زمین) سے
 مماثل ہیں۔ اور جیون جیون ہماری علم مہیت کو ترقی بخوگی ہمکو معلوم ہوگا کہ
 ستاروں کا سلسلہ نظام شمسی کے سلسلہ سے ملتا ہے

بابی مسئلہ نم

ہندوستان میں بہت کم مہاجن اور اہل دول ہیں جو ملائی اور نقرنی سکون کے موجودہ اور آئندہ حالت پر غور کرتے ہوں یا اوسکی ماہیت کا حقدہ و قفیت رکھتے ہوں۔
ذیل میں ہم بابی مسئلہ نم کی کچھ کیفیت درج کرتے ہیں جسکے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ دول یورپ میں اس مسئلہ کے حل کرنے کے جانب ارباب دانش کے کدرجہ اپنی توجہ مبذول کی ہے۔

یہ مسئلہ عموماً ہندوستان کے واسطے نہایت ضروری ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ بہت جلد اہل ہند کو بھی اس جانب توجہ کرنی پڑے۔
الغرض اس بارہ میں ہم اپنی رائے تو بالفعل نہیں لکھتے ہیں بلکہ اس مسئلہ ہم کو اہل الرائے کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں۔
اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں وہ کتنے لوگ ہیں جو ایسے ایسے امور معظّم میں عمدہ رائے دین۔

اگر اس بارہ میں کوئی صاحب کچھ تحریر فرمائیں تو ہم بخوشی تمام اس سخن میں درج کریں گے بشرطیکہ مضمون قابل اندراج ہو

بانی مسئلہ کم سکوکہتے ہن

۱۷۹۱ء میں فرانس بلجیم اٹلی اور سوئٹزرلینڈ نے آپس میں ایک عہد کیا جسکی رو سے متفرق پایا کہ دارالضرب میں طلا اور نقرہ دونوں قسم کی سکون کا مسکوک ہونا بلا روک ٹوک جاری رہے۔ اور اگر کسی شخص نے طلائی سکون میں کوئی رقم قرض لی ہو وہ اسکو تقریبی سکون میں ادا کر سکے۔ اس عہد نامہ سے عرض یہ تھی کہ چاندی یا سونے کی قیمت بڑھ نہ پائے کیونکہ جس صورت میں دارالضرب کے لئے سونے ہی کی خواہش ہوتی تھی اُس صورت میں سونے کا بھاؤ اکثر زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اس عہد نامہ کی رو سے یہ بات قانوناً قرار پائی کہ ایک اولن سونے کی قیمت ۱۱۱/۱۰ اولن چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔ بالعکس۔ اس عہد نامہ کا نام لیٹن یونین ہے۔

جنگ فرانس و جرمنی کے بعد اس عہد نامہ میں کئی قدر فتور ہوا کیونکہ جرمنی والوں نے فرانس سے جنگ کا ہر جانہ طلائی سکون میں طلب کیا۔ اس ہر جانہ کی مقدار دو سو میلین پونڈ یعنی ۲۴ ارب سکے کمپنی یا ۳۰ ارب روپیہ جا سکتی۔ اس ہر جانہ کی رقم بچانے جرمنی نے انگلستان کی طرح سو نو مسئلہ کم کا طریقہ جاری کیا یعنی صرف سونے کو اسٹانڈرڈ رکھ کر دیا۔ جرمنی کی اس کارروائی سے دو نتیجے پیدا ہوئے۔ اول یہ کہ سونے کی (مانگ) خواہش زیادہ ہوئی اور دوم یہ کہ وہ چاندی جو تقریبی سکے جات کیلئے ہر سال جرمنی میں خریدی جاتی تھی وہ سیکار یونین پڑی رہی اور اس سبب چاندی روز بروز ازان ہوئی گئی۔ چاندی کے بستے بچانے سے دولت اربعہ کو سخت وقت پیش آئی کیونکہ انہیں

چاندی اور سونے میں ۱۵:۱ کی نسبت قرار دی تھی مالاکنکہ اب وہ نسبت دونوں سکون میں باقی نہ رہی۔ اس وقت کے رفع کرنیکے واسطے لیٹن یونین والون نے اپنے دول اربعہ مذکورہ بالا سے آپس میں یہ قرار کیا کہ آئندہ سے تقریبی سکے مسکوک ہونا ملتوی کیا جائے اور صرف بوقت اشد ضرورت نہایت تھوڑی مقدار کے چاندی کے سکے مسکوک ہو کرین۔ مگر انہوں نے عہد نامہ کی پہلی شرط کو بحال رکھا یعنی یہ کہ قرضدار اپنے قرضہ کو مختلف جنس کے سکون سے ادا کر سکتا ہے۔

امریکہ والون نے جنگ کے دوران میں سکجات کو کیا بی کیوجہ سے تھوڑی تھوڑی مقدار کے نوٹ اپنے ملک میں جاری کوئے تھے۔ ان نوٹوں کو گین بیگ کھتر تھے۔ ۱۸۶۲ء میں امریکہ والون نے اعلان کر دیا کہ جسکے پاس وہ نوٹ موجود ہوں وہ انکو سرکار میں داخل کرے اور ان کا غنہ ان کو رقوم کے عوض میں نقد ملائی سکے سرکار سے لیجاوے۔ چنانچہ ۱۸۶۲ء میں امریکہ والون نے ۳۰ ارب روپیہ سکے مالی کے ملائی سکے ان نوٹوں کے معاوضہ میں لوگوں کو دے۔ اسی سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سونا روز بروز کس قدر کمیاب ہوتا جاتا ہے۔ علاوہ مسکوک ہونے کے اب سونے کا زیور اور دستکاریاں بھی بکثرت بنائی جاتی ہیں۔ چنانچہ قیاس کیا گیا ہے کہ تمام روئے زمین پر دیڑھ کروڑ پونڈ اسٹرلنگ کا سونا یعنی ۲۲ کروڑ روپیہ سکے مالی کا سونا ہر سال زیور وغیرہ میں کام لایا جاتا ہے۔

علاوہ ان اسباب کے سونے کے گران ہونے کا ایک سبب یہ بھی کہ ۱۸۶۲ء سے اس طرح سونا کم مقداروں میں معادن سے دستیاب ہوتا ہوا اور اسکے برخلاف چاندی سونا سے روز بروز بکثرت ملتی چلی جاتی ہے۔ ۱۸۶۲ء میں ایک کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ کا سونا یعنی ۲۴ کروڑ روپیہ مالی کا طلا دستیاب ہوا اور گزشتہ سال ۳۲ کروڑ روپیہ

کی چاندی دستیاب ہوئی اور لطف یہ کہ دنیا بھر میں اب چاندی کے ظروف اور زیور بنانے کی رسم کم ہوتی جاتی ہے امور مذکورہ بالا سے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ چاندی کی ارزانی اور سونے کے گرانے کی کیا اسباب فراہم ہو چکے ہیں جو سونا زیور اور تکیلے خریدنا جانتا ہے وہ بہت کم مسکوک ہو چکے ہیں دار الضرب بیجا جاتا ہے کیونکہ زیور بنانے میں لچھہ صدی قیمت اسکی بڑھ جاتی ہے یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دار الضرب کو بہترین سواشریفون میں ایک اشرفی سالانہ نقصان ہو کر رہی ہے۔ یعنی سکون گھس جاتے تھے تین سو ایک کا نقصان ہوتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ لیٹن یونین کی رو سے سونا اور چاندی میں جو ایک اور عالمی نسبت قرار پائی تھی اسے باقی رکھنا محال تھا ان اگر دونوں خلزات میں ایک اور عالمی نسبت قائم کی جائے تو قرین قیاس ہو سکتا ہے۔

محققان بائی مشلزم کا مدعا یہ ہے کہ دنیا میں اقوام اور دول کے باہمی اتفاق سے سونا اور چاندی میں ایک نسبت قرار پا جاوے اور دونوں قسم کے دنیا میں رائج ہوں اگر ایسا ہو تو ہندوستان میں جہاں چاندی رائج ہی تمام اشیاء کی قیمت ارزانی ہو جائیگی اور آخر کو کچھ تعجب نہیں کہ ایک ہنگامہ ہو جائے۔ مانو مشلزم والے۔ (یعنی وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ فقط سکھ رائج کیا جائے) یہ کہتے ہیں کہ شاید آئندہ سونا بکثرت پیدا ہوا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ چاندی کا استعمال زیورات وغیرہ کیلئے روز بروز گھٹتا جاتا ہے اسلئے اب چاندی کو سکھ جاتے طور سے استعمال کرنا خلاف مصلحت ہے۔ مضمون نویس کا قول ہے کہ جب رو زمین کی تمام دولتیں بال اتفاق

باہمی سونے اور چاندی میں ایک نسبت قرار دیو لیون تو خود بخود چاندی کی قیمت گراں ہوتی جائیگی۔ اور یہ بات بھی بہت آسان ہے کہ چند سال تک مختلف اقوام دونوں فلزات کیلئے ایک نرخ ٹھہرائیں اور اگر اس مابین میں قیمت میں کچھ فرق آجائے تو میعاد کے ختم ہونے کے بعد دوسرا نرخ ٹھہرائیں اسان ہوگا۔

جرمنی خود اپنے کئے ہوئے پافوس کرتی ہے اور فقط طمانی سک کو جاری کر دینے پر کف حسرت مٹی ہو اور تمام دول اس بات کو بخوبی مانتے ہیں کہ باقی مٹلزم کا تمام دنیا میں جاری ہونا ضروریات سے ہے۔ مگر سب انگلستان کا انتظار کر رہے ہیں انگلستان میں محققین کی دورائے ہیں بعض مانو مٹلزم چاہتے ہیں اور بعض باقی مٹلزم کو مفید خیال کرتے ہیں مگر عوام کو اس مسئلہ پر بالکل توجہ نہیں ہے فقط

نوٹ چند روز گزرے کہ انگلستان میں جو کچھ غیر مکمل تصفیہ ہوا وہ باقی مٹلزم کے حق میں ہے لیکن بنور یہ مفید ہند مسئلہ قطعی طور سے فیصل نہیں کیا گیا۔

امریکہ

ریاستہائے متحدہ جمہوریہ

تمہید

رسالہ حسن میں جہان اور تاریخی و تمدنی مضامین عالی فہم حضرات کے قلم سے نکلے ہوئے درج ہوتے ہیں وہاں ایک صفحہ البیابھی رکھا گیا ہے جو عموماً ہر دماغ کیلئے دلچسپ ہے یعنی مشہور ممالک ایشیا و یورپ کی موجودہ پالیٹکل حالت۔ دینی و دنیوی تعلیم۔ بری و بحری قوت۔ حکمران عناصر کی کیفیت وغیرہ جو معمولی جغرافیوں یا سفرناموں میں بالتشریح نہیں پائی جاتیں۔ قبل اسکے سلطنت اسٹریما اور روم وائر کا مفصل حال درج ہو چکا ہے ان واقعات کے ملاحظہ سے واضح ہوا ہوگا کہ تغیرات عالم کیسے کیسے ہوئے۔ قوتوں میں کہاں تک تغیر آیا ترقی ہوئی۔ اسباب عزت و شوکت کیسے کیسے پیدا ہوئے یا خاتمہ اور باضابطہ حکومت اور بالعکس طریقہ والی میں کیا فرق ہے اور اسکے کیا نتائج ہیں۔ ایک ملک کو دیگر ممالک سے کہاں تک مفید یا مضر واسطہ رکھنا ہوتا ہو۔ انٹرنیشنل لاکو سکندر وحت ہو متذکرہ بالا ممالک کی موجودہ کیفیت لکھنے کے بعد اس دنیا کے دو مشہور اور قدیم براعظم سے منہ بہ منظر کر آج نئی دنیا میں قدم کتنے ہیں اور الواعزم ناظرین کے روبرو ایک ایسا ازمینہ پیش کرتے ہیں جو آج دنیا بھر میں با عظمت تصور کیا جاتا ہے اور اسکی قدیم اور موجودہ حالت کا جو موازنہ کریگا خدا جانے اسکی آنکھوں کے روبرو کیسے کیسے جلوہ گذر جائیگا اور کیسے کیسے حوصلہ مند انگلین سیمون میں بھر جائیگی اس سے زیادہ ہلکو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ضابطہ و طرز حکومت

ضابطہ حکومت کی بنیاد ۱۷ اکتوبر ۱۷۸۷ء کے مجموعی قوانین پر ہے جن میں ۱۵ دسمبر ۱۷۸۷ء کو دس ترمیمیں

اور شامل لیگٹین اسکے بعد پھر حسب اتفاقاً وقت اور بھی ترمیمیں ہو لیں چنانچہ گیارہویں ترمیم جنوری ۱۹۷۷ء کو بارہویں ۲۵ ستمبر ۱۹۷۷ء کو تیرہویں ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو چودھویں ۲۸ جولائی ۱۹۷۷ء کو اور پندرہویں ۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو۔

امریکہ کے مذکورہ بالا ضابطہ کی رو سے حکومت تین صیغوں میں منقسم ہو گئی ہے جو ڈیشل (دیوانی) اکثر کیٹو (عالمی) لیجسلیٹو (واضع بین وقوانین) - امریکہ میں انتظامی صیغہ میر مجلس سٹیج ہے جو چار برس تک اس عہدہ جلیلہ پر ممتاز رہتا ہے اور بعد ازاں انحصاراً یام مقررہ پھر میر مجلس معاون نائب میر مجلس کا مفصلہ ذیل طور پر منتخب ہوتا ہے

اس بیان میں جہاں لفظ امریکہ کا لگایا ہے وہاں امریکہ کی جمہوریہ ریاست کا متحدہ سے مراد ہے جسکو انگریزی میں یونائٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کہتے ہیں چونکہ یہ سلطنت بہت چوڑے بڑے صوبوں پر جسکو ریاست کہتے ہیں منقسم ہے اسلئے ہر صوبہ کو ان کے اعضاء میر مجلس کے ووٹ میں حق دیا جاتا ہے۔ پس وہاں کے قاعدوں کے موافق کانگریس کیلئے ہر ریاست بجا ملاؤ کو

لوٹ چونکہ قانون ملک کے لوگوں اور ان کی ضرورتوں کے موافق تیار ہوتا ہے اور ضرورتوں میں حسب اقتضا زمانہ تبدیلیاں بھی ہوتی رہتی ہیں اسلئے عمدہ و درمست کا اصول ہمیشہ سے ہی رہا ہے کہ

کہ بلحاظ ضروریات رعایا قانون میں تبدیلیاں کرتی رہیں لہذا امریکہ کی مذکورہ بالا قانونی ضرورتیں جو محض عام اہل ملک امریکہ کیلئے لیگٹیم عمده خیال کے نتائج کہو جا سکتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی شریعت میں تبدیلی یا کچھ ترمیم ممکن نہیں لیکن یہ خیال واقف کاروں کا نہیں ہے بلکہ جہاں تک شریعت کا رخ عام معاملات دنیوی سے ہے اوس میں جب ضروریات وقتہ قیاسات کو ضرور دخل دیا گیا ہے اور یہی مذہب زماہہ تر مسلمانوں کا ہے۔

رقبہ اور آبادی کے منتخب کنندوں کی ایک جماعت جو واضعاً قانون اور وکلاء ریاست ہائے مختلفہ کے مجموعہ کے مساوی ہوں مقرر کئے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص جو اس سلطنت کی ماتحتی میں اختیاری یا سود مند عہدہ دار ہو یا واقع افسان و قوانین یا وکیل ریاست ہو وہ منتخب کنندہ نہیں تسلیم کیا جائیگا۔ اکثر کامیج مفہوم اردو منتخب کنندہ ٹیکہ طور سے نہیں ہے۔ کیونکہ رعایا سے انتخاب کرنے کا طریقہ ان ممالک میں کبھی نہ تھا جس کے لئے کوئی لفظ وضع ہوتا۔ گورنمنٹ امریکہ کا یہ بھی ضابطہ ہے کہ کانگریس کے اختیاری منتخب کنندوں کا انتخاب کیا جانا اور پھر ان کا ووٹ رکھنا ہر ووٹ کا دن تمام ملک میں ایک ہی ہوتا ہے۔ ضابطہ حکومت میں یہ بھی ذکر ہے کہ کوئی شخص بحیرہ اوسکے جو وہاں پیدا ہوا ہو یا اس ضابطہ کی اشاعت کے وقت ماہو میر جلیبر نہیں ہو سکتا اور نیز اس کے لئے بھی ناممکن ہے جو ۲ برس کی عمر سے کم ہو یا ۴۴ برس سے کم او اس حصہ امریکہ میں رہا ہو۔

میر مجلس افواج بری و بحری اور نیز فوج ملیشیا کا جو مصروف خدمت یونین رہتی ہے کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ کل قوانین نافذ شدہ۔ کانگریس کو منسوخ کر دے لیکن باوجود اس کے امتناع کے ہر بل قانون ہو سکتا ہے بشرطیکہ بعد امتناع کے کانگریس کے دو تہاں ہو سوں نے ۲ ریون سے منظور کر لیا ہو۔ نائب میر مجلس بلحاظ اپنے سلسلہ عہدہ کے مجلس واضعاً قوانین کا سرگروہ یعنی میر مجلس ہوتا ہے اور اگر میر مجلس قبل از وقت اشتغال کرا یا استعفا پیش کرے تو نائب بقیہ ایام کیلئے میر مجلس ہو جاتا ہے اور مجلس واضعاً قوانین اپنے یہاں کے صدر نشینی کیلئے اسی اوقات کے واسطے نائب میر مجلس مقرر کر لیتی ہے۔ میر مجلس اور نائب میر مجلس کا انتخاب ہر چوتھ سال بروز شنبہ جو نومبر کے پہلے دو شنبہ کے بعد

اتاہے ہوا کرتا ہے جو قومی مارچ کو منتخب شدہ جدید میر مجلس باگ نظام اپنے ماتون میں
بہ معمولی ادائے مراسم کے لیتا ہے۔ سب سے اول میر مجلس میں رفع اٹان سلطنت کا خارج
داشکلن ہر چند انگلستان کی حکومت سے اس حوالہ میں کہ کو متواتر جنگوں کو بعد فوری دلائل اور ہی
پرسدنت ہوا۔ میر مجلس کے انتخاب کا وقت مقررہ گذر گیا اور جب ستوا انتخاب بھی ہو گیا
اسی گذشتہ ماہ نومبر میں مشیر میر مجلس اور دیگر مدام سے مقابلہ سابق میر مجلس کلیو لینڈ کے
پرسدنت ریاست انڈیا کے ایک نائب نے انتخابی بنایا گیا۔ واقف کاروں کو معلوم ہو گا
کہ گورنمنٹ برطانیہ کے سفیر بارون ڈسکول بتعین دار الحکومت نیویارک نے بذریعہ
نخبر کے کلیو لینڈ کے انتخاب کے نسبت اپنی خواہش ظاہر کی تھی حالانکہ از رو قانون کسی
سلطنت کے سفیر کو اجازت نہیں ہے کہ وہ انتخاب میر مجلس سلطنت میں اپنی مرضی کا اظہار کرے
اور یہی وجہ ہے کہ مدران سلطنت متحدہ کو نہایت ناگوار گذرا اور سفیر انگلشیہ کو یہ روانہ نہ ہدای
کا دیکر کہہ دیا کہ اس اب آپ کا سفارتی تعلق سلطنت متحدہ سے نہیں ہے۔

جارج واشنگٹن اول پرسدنت (میر مجلس) انگلستان میں پیدا ہوا اور ۱۷۷۷ء میں مر گیا
میر مجلس ۱۷۷۷ء سے ۱۷۷۸ء تک کی اس وقت کی گذشتہ نومبر ۱۷۷۸ء تک بائیس میر مجلس ہو چکے
جس میں اولی ہی داخل ہے۔ ان میر مجلسوں میں چھ ایسے ہیں جو درجہ نیابت اس عہدہ
جلیلہ تک اپنی خوش قسمتی لیاقت اور ہر دل عزیز سے پہونچی۔

اگر قبل انصاف ایام نائب میر مجلس انصاف ہی مر گیا تو سکرٹری آف اسٹیٹ کو وہ جگہ ملتی
اور اس کے بعد اسی سلسلہ سے کیبنٹ کے دیگر سکرنوں کو قائم مقامی (منصری) دی جاتی ہے
انتظامی امور کی نگہداشت کیبنٹ سے ہوتی ہے جس میں سات ممبر ہوتے ہیں اور ہر ممبر

ایک خاص صیغہ کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے۔ ان ممبروں کا انتخاب پریسبیڈ وقت کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ مجلس واضعان آئین کی منظوری ہو جائے۔ ہر افسر کا محکمہ رہتا ہے اور بحیرہ میر مجلس کے اور کسی ماتحتی نہیں ہوتی صیغہ جات مذکورہ بالا حسب فقیر ذیل ہیں

۱۔ سکریٹری آف اسٹیٹ - بے آرڈر ۲۔ سکریٹری آف ٹریژنری - فیچر ماکڈ (مقتدر سلطنت) (مقتدر خزانہ)

۳۔ سکریٹری آف وار - انڈی کاٹ ۴۔ سکریٹری آف دی نیوی - ڈینی (مقتدر جنگ) (مقتدر بحری)

۵۔ سکریٹری آف دی انٹیرینز - لیمر ۶۔ پوسٹ مارٹر جنرل - ویکس (مقتدر داخلہ) (مہتمم صدر پٹہ خانہ)

۷۔ امٹرنی جنرل - گار لینڈ (وکیل سرکار)

میر مجلس کی سالانہ تنخواہ پچاس ہزار ڈالر یا دس ہزار پونڈ اور نائب میر مجلس کی سالانہ تنخواہ آٹھ ہزار ڈالر یا سولہ سو پونڈ ہوتی ہے اور یہی ماہوار لینے آٹھ ہزار ڈالر ان ساتوں وزیروں کو ملتی ہے جو اپنے اپنے صیغوں کے افسر اعلیٰ ہیں۔

آج کل کے نرخ کی رو سے اگر ایک شلنگ ۶ پنس کا روپیہ مان لیا جائے تو میر مجلس سلطنت متحدہ کو ماہوار ۱۲ ہزار روپیہ سے کہیں قدر زائد ملتا ہے۔ جو ۳۵ لاکھ سیل مربع پر حکومت کرتا ہے اور کل افواج بحری و بری کا کمانڈر انچیف ہے حالانکہ ہمارے گورنر جنرل کی ماٹانہ تنخواہ قریب ۲۸ ہزار روپیہ کے ہے۔ جو دیسی ریٹوں کو

بھی ملا کر پونے سولہ لاکھ میل مربع کا حاکم ہے اور جبکہ کمائڈر انچیف جدا اور ڈیڑہ لاکھ پونے
زائد سالانہ بہتہ پاتا ہے۔ یاوین سمجھو کہ امریکہ کا چار سالہ پادشاہ دس ہزار پونڈ سالانہ
پاتا ہے بمقابلہ ہندوستان کے عارضی پادشاہ کے جو ۳۷ ہزار پونڈ سالانہ مع بہتہ کے
لیتا ہے اگر ٹرون کی بڑی بات چھوڑ کر چھوٹے عہدہ داروں کا موازنہ کریں تو معلوم
ہوتا ہے کہ سلطنت متحدہ کا کوئی ایک وزیر جسکی تنخواہ انگریزی روپیوں میں پونے
تیرہ سو ماہوار ہے۔ ہندوستان کے کسی اعلیٰ عہدہ دار کا پاسنگ بھی نہیں ٹھرتا
جبکہ نامعلوم ٹون کے کچھون کو پونے چار ہزار روپیہ کے قریب تنخواہ ملتی ہے
شاید وہاں اعلیٰ عہدوں پر تقریر لایق افراد کا ہونا ہے۔

ممالک متحدہ امریکہ کی آئین سازی ایک کانگریس سے متعلق ہے جیہیں سنت
مدبہ ان ملک اور وکلاء دستہ اکثر مختلفہ شامل ہیں سنت میں ہر ریاست دو دو
ممبر ہوتے ہیں جو چہ برس کے لئے شاہی مجلس قانونی کیپرٹ چن جاتے ہیں شرکاؤ
مجلس قانونی کی عمر تیس برس کم نہ ہونی چاہئے اور مالک متحدہ کے وہ کم از کم نو برس
کے باشندہ ہوں۔ اور جس صوبہ منتخب ہوں وہیں کے باشندہ بھی ہوں۔
علاوہ اس اختیار قانون سازی کے اس جماعت سنت کو بھی اختیار کلی ہے کہ میزنگر
مقرر کردہ عہدوں کو قائم رکھو یا منسوخ کر دے۔ علاوہ برین اس مجلس کے
اراکین کسی عہدہ دار سرکاری کی بدانتظامی یا ظلم و ستم و بدچلنی کی تحقیقات کرتے
اور اس پر آخری اور قطعی حکم لگا سکتے ہیں اور وکلاء ان کو صرف بدچلن عہدہ دار
کے جرموں کی تحقیقات کرنے کا منصب ہے۔

پس سینٹر اور وکلاء و مین وہی فرق ہے جو انگلستان کے ہوس آف لارڈز اور ہوس آف
 کا منسٹرین وکلاء کے طبقہ میں جو سینٹرون سے ادنیٰ اور انگلستان کے ہوس آف کا منسٹر کے برابر
 وہ اراکین جمع ہوتے ہیں جنکو کسی ایک یا سٹ کے ۲۱ برس کے اوپر کے مرد منتخب کریں جواز کو قانون
 متعلقہ ریاست قابل سمجھے گئے اور درج رجسٹر ہوئوں۔ ضابطہ حکومت کی پندرہویں ترمیم سے
 استحقاق ہمشہری اختلاف قومیت اور رنگت سے ایل نہیں ہو سکتا۔ مگر ہر مقام میں استحقاق
 رعایا بجنہ ایک نہیں ہے۔ کم سے کم ایک برس کا باشندہ بہت سی ریاستوں میں قابل رکا دینی کے
 سمجھا جاتا ہے۔ دور ریاستوں میں صرف تین ہی ماہ کافی ہے۔ اور بعض ریاستوں میں میگر کا
 ادانی اور بعضوں میں صرف چھتر میں مندرج ہونا کفنی سمجھا جاتا ہے۔ عرض یہ صوبہ کے موافق قانونی
 سہولتیں دیکھی ہیں جو ان میں قابل ادا سے محصل نہیں ہیں وہ حق ہمشہر لیے خارج ہیں
 بہت سی ریاستوں میں مجرم۔ بعضوں میں جنگجو اور بعضوں میں فریبی و دہشت نہیں بیٹے
 پائے۔ جریرہ روڈ میں وہ شخص خارج از دہشت سمجھا جاتا ہے جو ۱۳۱۴ء کی ملکیت نہ کہتا ہو
 اور ریاست کنٹیکٹ میں جو پڑھ نہیں سکتا اور سکا نہیں پوچھی جاتی۔ ظاہر ہے کہ ایسے
 قواعد سے رعایا کے سلطنت کو کس قدر آسانیاں ہوئیں اور عزت ماحصل کر سکے کیلئے کیسے کیسے
 ضروری سامان یکم رسانی کی فکر ہوئی۔ ہر دسویں سال صوبوں کی بنیے ہمارا مطلب یا ہو
 مردم شماری ہوتی ہے اور اسی لحاظ سے را دینے والوں کی تعداد مقرر کی جاتی ہے۔
 اس قانون کے بموجب جب شہاء میں مردم شماری کیلگی تو حساب معلوم ہوا کہ اس طبقہ
 وکلاء میں ۲۹۳ اراکین کا مجموعہ ہونا چاہیے لیکن جب شہاء میں مردم شماری ہوئی تو
 اوسط کے حساب سے ۳۲۵ وکلاء لگے۔

اغری مردم شماری کی رو سے ۱۵۴۰۰۰ باشندوں میں ایک شخص نیابتاً کانگریس میں بدرجہ اولیٰ بھیجا گیا۔ سولہ سالہ میں جب میر مجلس کے لئے ووٹ لیا گیا تو ایک کروڑ پانچ لاکھ آدمیوں نے ووٹ دیا یعنی کل آبادی میں پانچواں حصہ۔ سولہ سالہ میں ۲۱ برس سے زائد مردوں کی تعداد ۱۲۸۲۰۲۴۹ تھی۔

شرائط ضوابط حکومت کے موافق ناٹوں کی عمر ۲۵ برس گم نہ ہونی چاہئے۔ اور سات برس مالک منحدہ میں رہتے ہوں۔ اور جس عورت پر چنے گئے ہوں وہیں کے باشندے ہوں۔ علاوہ ان ناٹوں (ری پریزینٹٹو) کے ہر ریاست کے ایک ایک کیل (ڈیپٹی) اور لیٹننٹ ناٹ جو معاملہ اس کی ریاست کے متعلق ہو یا کسی مباحثہ میں اس کا فائدہ یا ضرر سمجھا جانا ہو وہ گفتگو کر کے ایسے ویل کو ووٹ دینے کا استحقاق نہیں ہوتا۔ وکیلوں اور ناٹوں کا انتخاب ایک ہی ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ دو ریاستوں میں عورتوں کو بھی ووٹ دینے کا استحقاق ہے۔

ہر بل قبل اسکے کہ قانون کی حیثیت میں لایا جا بعد اعلیٰ اور ادنیٰ طبقوں سے گزرنے کو ضرور کہ میر مجلس سلطنت متحدہ کی نظر سے گزارا جا کر اس نے نام منظور کیا تو مع اپنے وجہ نام منظوری کے اسی طبقہ میں بھیجا جائے گا جہاں اس کی بنیاد ہوئی تھی۔ بعد اُس بل پر اس طبقہ میں پہونچ کر دوبارہ غور ہوتا ہے اور پھر معہ اعتراضات کے دوسرے طبقہ میں اسی طرح بھیجا جاتا جہاں دوبارہ غور ہوتا ہے اور اگر دو تہائی ممبروں نے منظور کر لیا تو قانون بن جاتا ہے لیکن ایسے کل معاملوں میں دونوں طبقوں کے رایوں کا اندازہ بذریعہ نان اور پنس کے کیا جاتا ہے اور دونوں طبقوں کے لوگوں کے نام جو نان یا پنس میں شریک ہوجائیں

مندرجہ ذیل راجسٹریٹ میں اگر کسی ممبر سے کوئی ایسی بات ہو جسے شکت کے قابل نہ سمجھا جائے تو جس طبقہ کا وہ ممبر ہوگا وہاں کے دو تہائی رائے سے وہ شخص نکال دیا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی دفعہ پنجم ضابطہ حکومت کی ترمیم کا اختیار کانگریس کو ہے۔ دفعہ مذکور کا بیان ہے کہ جب ضرورت ہوگی تو دونوں طبقوں کی دو تہائی رائے سے ضابطہ میں ترمیم ممکن ہے یا کل ریاست کے دو تہائی ممبران مجلس اضع امین و قوانین کی استدعا ترمیم ضابطہ پائی جائے۔

کانگریس کی ایک ایکٹ کے موافق جو ۲۰ جنوری ۱۸۵۷ء کو منظور ہوا سینٹری پریزیڈنٹ اور

ڈیلیگیٹ کی تنخواہ سالانہ پانچ پانچ ہزار ڈالر یعنی ایک ہزار پونڈ مدعہ اخراجات سفر مقرر ہے۔ خرچ سفر وہی جو ادیا جاتا ہے جو جائز طور سے مجرا دیا گیا ہو یعنی معمولی طور سے اپنے مقام سے سیدانا اور سال بھر میں ایک مرتبہ واپس جانا۔ زیادہ اخراجات بذمہ مسافر۔ اسی ایکٹ کے تحت وہیں آف ری پریسینٹیشن یعنی طبقہ ادنیٰ کے ہیکٹر کو آٹھ ہزار ڈالر یعنی سولہ سو پونڈ دئے جاتے ہیں۔

(ہیکٹر کسی مجلس مذکورہ ملک کے مدشنین کو کہتے ہیں جو اتنا گفتگو میں ترتیب و تہذیب کلام کرتا ہے اور لوگوں کی سنتا ہے۔)

سینٹرون اور نائبوں کے انتخاب کے لئے اوقات و مقامات و طریقہ اور ضابطہ سلطنت مقرر ہیں کہ اپنے اپنی صوبوں کے قواعد کے موافق جن لئے ہایکریں مگر باستثناء مقامات انتخاب و دوسری کارروائیوں کو تبدیل کر دینے کا کانگریس کو پورا اختیار ہے۔ اور اس وجہ سے ایک قانون نافذ ہوا ہے جس میں طریق انتخاب کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس میں ہیکٹر کیلئے کسی شریک کانگریس کا اعلیٰ خواہ ادنیٰ طبقہ میں تعلق ہے اس کو عہدہ تک وہ شخص ملے متعہ میں کوئی اصول ملازمت نہیں کر سکتا گواو کی سابق کی تنخواہ میں کچھ اضافہ ہوا ہو

یائے سر سے کوئی ملازمت اور سکے واسطے تجویز نہ ہو۔ علی بذکوئی شخص جو سرکاری ملازمت متعلق ہو و فقید او کی علمی گئی ہو جائے شرکت کانگریس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور ممالک متحدہ میں سرکاری ملازمت کی لیاقت یا کسی اعتبار کے ثبوت کیلئے کوئی مذہبی شہادت نہیں لیجاتی یعنی ہر مذہب یا ہر فریق مذہب کے بار در رعایت عہد تقسیم کئے جاتے ہیں۔

کانگریس کا قیام صرف دو ہی برس رہتا ہے یعنی اگر ایک کانگریس کا وجود ۴ مارچ ۱۸۸۵ء کو بوقت دوپہر ہو تو اس کا قیام ۴ مارچ ۱۸۸۶ء کے دوپہر تک رہیگا۔ اس وقت طبقہ ادنیٰ (ری پریزینٹو) کی کارروائی کا خاتمہ ہو جائیگا اور وہ اس وقت انچائون کانگریس کو ختم کر کے دوسرے دو سالہ کو شروع کرے گا۔ کانگریس کی ابتدا اور انتہا ان سالوں میں ہوتی ہے جو تعداد میں طاق ہوتے ہیں جن قوانین کا تعلق براہ راست گورنمنٹ ہوتا ہے مثلاً شہر و کچے قوانین وہ منجملہ محفوظ حقوق سلطنت سمجھے جاتے ہیں۔ اور صرف شاہی مجلس امین و قوانین مرتب کرتی ہے۔

صوبہ کے قوانین سب باہم متفق ہیں گو فروعات میں کچھ اختلاف ہو علیٰ ہذا انتظامی امور بھی سب جگہ ایک ہی ہیں مگر حکومت اور سبھوں کی بنیاد سب جگہ ایک ہے۔ عالی اختیارات ہر صوبہ گورنر کے ماتحت ہیں رہتے ہیں جو مناسبت صوبوں کو پوری سلطنت متحدہ ہے وہی گورنروں کے احکامات کو میر مجلس سلطنت چند صوبوں میں گورنر اپنی جانب سے گوگوں کو منتخب کئے تھے ہیں اور اصلاح مجلس واضع امین اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرتے ہیں۔ مگر زیادہ تر صوبوں میں گورنروں کے ذریعہ سے اعلیٰ عہدوں پر تقرری غیر مقتدر جنرل کیجاتی ہے۔

چنانچہ نیویارک میں فریب قریب کل عہدہ دار اور سب عام رعایا کے ووٹ سے چنے جاتے ہیں۔ میر مجلس کی طرح گورنران صوبہ جات مجلس واضع امین میں سفارش

کر سکتے ہیں اور اس امر کے جو بیان رہتے ہیں کہ آیا پوری طور سے قانون کے موافق کارروائی ہوئی یا نہیں۔ اور میرے مضمون کی طرح انکی سرزنش بھی ہو سکتی ہے عہدہ کے خارج ہونے کے باوجود کہ میں اگر انہوں کو کوئی ملکی سازش کی ہویا رشوت لی ہو یا اور کوئی جرم کیا ہو۔

جو ترمیم ۱۸ دسمبر ۱۹۰۱ء کو پیش ہو کر منظور ہوئی اس کے بموجب تمام ممالک متحدہ سے غلامی کا رواج اٹھ گیا۔ جو ملکی اور ترقی بڑی تبدیلیاں اس قانون سے ہوئیں اسکی تعمیل ہو چکی ہے اور پندرہویں ترمیم کے جو ضمیمہ ۱۸ دسمبر ۱۹۰۱ء میں منظور کیے گئے ہیں جس کے تحت غلامیوں کو ہمیشہ کی حق عطا ہوئے۔

تعم سلطنت کیلئے جو ضوابط و طریق سلطنت متحدہ امریکہ کے ہیں جوہ بینک جمہوریت میں جس ملک کی سربراہی اور عام صیغوں میں ترقی کی امید ہے۔ رعایا کے خواہشات اور حقوق کا لحاظ رکھنا اور انکی مالی و ملکی بہبودیوں کی اعلیٰ کوشش کرنا رعایا کو امور مملکت میں جس انگوٹھ پر وقت تعلق ہے شریک کرنا عہدہ اور لبرل گورنمنٹ اور بینکا ثبوت ہے۔ مگر انصاف و عقل و ہوش یہ بھی ہے کہ کسی ملک کی تقلید ملکی دوسرے ملک میں بیکسہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اقوام رعایا میں اختلاف فوائد اور افراط لابی ہے۔ جب کل ملکی و مذہبی تعلقات رعایا یکساں ہوں اور کسی غیرت کی دشمنی اور حق تلفی متصور نہ ہو تو رعایا کو آزادی رسا و شرکت امور سلطنت کی عزت مدینا افسوس ناک ہے۔ باوجودیکہ ہندوستان میں مختلف الاقوام رعایا ہے جسکی وضع و قطع مذہب و زبان و طرز تمدن وغیرہ باہم متفاوت ہیں تاہم جہاں تک حسب اقتضا کے زمانہ مناسب سمجھا گیا گورنمنٹ برطانیہ نے رعایا کے منتخب لوگوں کو ملکی انتظامات میں ذخیل کیا ہے اور یقیناً آئندہ اس اعزاز کو ترقی ہوتی رہے گی۔

غلاموں کی آزادی (اگر آزادی کہی جائے) قابل تعریف ہو خاص کر جبکہ انکو حقوق ہم شہری عطا ہو کر یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسلمانوں نے اپنے غلاموں کی اس سے بھی زیادہ قدر شناسی کی حتیٰ کہ غلامی کو ذلیل حالت سے نکال کر رتبہ اعلیٰ شاہی تک پہنچا دیا جیسا کہ گذشتہ نمبر میں واکٹر لٹرنر صاحب نے ارر کو واقعہ ثابت کیا اگرچہ موجودہ افریقی بردہ فروشی اور تکلیف غلامان اس مصیبت تک غلاموں کی حالت بد جہانم ہے جو یہ تھالی دو دیگر عیسائی پادشاہوں کے ماتحتوں (قبل تنبیخ بردہ فروشی) پہنچا کرتی تھی لیکن تاہم ارر کو شریعت اسلامی موجودہ طریقہ بردہ فروشی بالکل ناجائز ہے پس جو شخص مذہب اسلام کا تعلق ظاہر کرے وہ اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔

مذہب اور تعلیم

ممالک متحدہ امریکہ کے ضوابط تمام مذاہب کو پوری پوری آزادی دیتے ہیں۔ قریباً تمام یورپ کے مذاہب اور فریق اس ریاست میں پوری آزادی کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ سوشلہ کی مردم شماری میں ۸۶۱۳۳ پروٹسٹنٹ اور ۵۹۷۵۷ رومن کیتھولک کے گرجے تھے۔ ۸۰۶۴ پروٹسٹنٹ اور ۶۳۶۶ رومن کیتھولک پادری تھے۔ ۳۷۰۰ پروٹسٹنٹ اور ۳۳۵۰ رومن کیتھولک بھکشو تھے۔ ۶۸۲۹۵۴۴ تھے۔ سوشلہ میں ۵۴ مذہبی مجالس کا وجود اس ملک میں جدا جدا تھا چنانچہ پروٹسٹنٹ میں سے زیادہ متعادل فرقتہا جبکہ تابعین سوشلہ میں ۱۶۰۰۰ تھے۔ ۳۷۰۰ تھے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ پپسٹ کوئیرین۔ پریسبیٹیرین۔ گن گری گیشنلٹ۔ ڈیپل آف کرایسٹ۔ اپس کوپل۔ یونائٹڈ برورن۔ رفرمڈ چرچ۔ مارننس۔ اور فرینڈز۔ فرقتے ہیں۔ آخری فرقتہ کی تعداد سوشلہ میں ایک لاکھ تھی۔

ممالک متحدہ امریکہ میں تعلیم عام طور سے مروج ہو اور کوئی دقیقہ اسکی ترقی کا اٹھا نہیں

کہا گیا۔ لیکن باوجود اس کوشش کے کہ وہ گروہ گروہ ہنوز ایسے ہیں جو حرف تہی سے بھی نا آشنا ہیں اور کی وجہ صرف یہی ہے کہ غلاموں کا وجود بہت دنوں تک رہا انکا پہلا اثر اب تک باقی ہے علاوہ برین کثیر النفع اوجاہل جلاوطن دوسرے ممالک یورپ و ایشیا برابر چلا آتے ہیں۔

شعاع کی مردم شماری سے تمام ملک میں منجملہ کل ۳,۶۷,۶۱,۶۰۰ لڑکوں کے جنکی عمر دس برس زیادہ تھی ۳,۶۲,۳۱,۶۰۰ پڑھنے کے قابل اور ۲,۳۵,۹۵۰ لکھنے کے قابل نہ تھی۔ اول الذکر فیصدی ۱۳.۶ اور مؤخر الذکر فیصدی ۱۷.۷ ہوتے ہیں۔ ۱۳۵ میں یہ نسبت ۱۶ اور ۲۱ کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ یورپین لڑکوں میں جو دس برس زیادہ ہیں اور حوائث یعنی سفید چمڑے والے کہلاتے ہیں فیصدی نہ لکھ سکتے والے ۴.۴ تھی اور نیٹو وائٹ لڑکے یعنی وہ جو یورپین باپ اور دیسی ملک ہوں انکا اوسط فیصدی ۸.۷ تھا۔ اور بیرونی یورپین (یعنی جنگلوں نے توطن نہیں اختیار کیا) لڑکوں کا اوسط فیصد ۱۲ تھا۔ ملک میں زیادہ تر بیعلی خاصکر جنوب کے کالے لوگوں میں یہ جہان نا آشنا یا ناخیر کی تعداد اوسطاً کل دس برس اونچے لڑکوں میں فیصدی ۷ ہے۔

چونکہ مشرقی صوبوں میں بہ نسبت شمال کے درمیانی صوبوں کی صنعت و حرفت کا بازار زیادہ گرم رہتا ہے اسلئے وہاں علم کی جانب کھینچا جاتا ہے اور امریکنڈ۔ فرانس اور اورکنڈا کے لوگوں نے وہیں توطن اختیار کر لیا۔ صرف جرمنی اور اسکیٹنڈینیویا کے لوگ شمالی درمیانی صوبوں میں چلے گئے۔ صوبہ کیرولینا کے جنوب میں سب سے زیادہ بیعلی ہے جہاں دس برس اونچے لڑکوں میں تقریباً نصف کے حرف شناسی سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

۸۹۔ مہینہ میں طالب علموں کی تعداد چار سو سیس لیکر ۲۱ برس تک عمر کے مین ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰ ایسے تھے جو روزانہ عام مدرسوں میں زیر تعلیم تھے۔

گورنمنٹ ممالک متحدہ کا دستور نہیں ہے کہ شاہی خزانہ سے براہ راست تعلیم میں روپیہ خرچ کر بلکہ ہر صوبہ کے تعلیمی اخراجات کیلئے اوس مقام کی عام ملکیت سے ایک جزو وقف کر دیتی ہے۔ جسکی آمدنی حسب ضابطہ صوبہ متعلقہ دوامی قیام مدائس کیلئے کافی ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ ہر صوبہ سے محصول بلا توسط، لیا جاتا ہے اور میں نے تعلیمی وقف آمدنی کو مضبوطی ہوتی ہے۔ اسی سال ۱۹۰۵ء میں کل اخراجات جو عام مدارس کے متعلق ہوئے ۲۲۹، ۲۳۸، ۲۴۰ پونڈ تھے خانگی۔

مثلاً کلاس مدرسے جنکو اس سلطنت میں ٹیچرنری اور کڈمی کہتے ہیں بہت اچھے علم بیان کئے گئے ہیں چنانچہ اس سہ زیر بحث میں انکی تعداد ۶۳۷۷ اتنی جنہیں ۲۰۸۱ طالب علم مدرسہ رجسٹرڈ ہزار معلمین کی ماتحتی میں تھے۔

درس گاہوں کی تعداد جنکو یونیورسٹی اور کالج میں تقسیم کیا ہے ۳۴۵ ہیں جنہیں ۲۰۷۲ معلمین اور ۶۴۴۲۲ متعلمین تھے۔ اور جنہیں اراضیات ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ پونڈ اور مدرسوں کی فیس سے ۲۳، ۲۴، ۲۵ پونڈ آمدنی تھی۔ مگر تعلیمی کورس (اضاب) مجاہدہ مدارس ایسا نہیں ہے، جو بڑے نام یونیورسٹی اور کالج کیلئے موزوں ہو۔

ان علمی مدارس کے علاوہ بہت سے زراعتی، قانونی، دینی، طبی، علم صنعت و حرفت، علم جراحات الاسنان، علم الادویہ کے مدارس بھی ہیں۔

۹۰۔ مہینہ کے رپورٹ تعلیمی میں جو شائع میں مطبوع ہوئی اس سے اسکے جمع کئے ہوئے کیفیتیں۔

عام کتب خانوں کی ہیں۔ یہ وہ کتب خانے ہیں جو خانگی نہیں ہیں کل کتب خانہ ۳۳۵ ہیں جنہیں مجموعی تعداد کتاہون کی ۲۰۶۲۲۰۷۶ ہے کتب خانوں کی کیفیت تفصیل حسب ذیل ہے۔
 ۲۲۵۷ کتب خانوں میں سے ہر ایک میں ایک ہزار جلد کتاہون سے کچھ کم ہیں۔
 ۲۱۳۹ کتب خانوں میں سے ہر ایک میں ایک ہزار سے پانچ ہزار تک کتاہون ہیں
 ۴۴۰ کتب خانوں میں سے ہر ایک میں پانچ ہزار سے دس ہزار تک کتاہون ہیں
 ۲۵۵ کتب خانوں میں سے ہر ایک میں دس ہزار سے پچاس ہزار تک کتاہون ہیں
 ۴۷ کتب خانوں میں سے ہر ایک میں پچاس ہزار کتاہون سے زیادہ ہیں^(۱)

آمد و خرچ

سلطنت متحدہ امریکہ کی آمدنی خاص کرد و بنیاد پر ہے یعنی محصول کرو گیری۔ (جو مال کرد و ملکوں سے وٹان پہنچتا ہے) اور اندرونی محصولات یعنی مقطر شراب۔ معطر عقیات تاکو بنک۔ اور مہاجنوں سے جو محصول ملتا ہے۔ ملکی اخراجات بھی خاص کرد و بنیاد جنگ انتظامات بحری۔ پیشن۔ ادائی سود اور رسول رسوس کے ہوتا ہے۔ سود و بوجہ اس قرض کہ ہے جو رسول وارفانہ جنگی) مسئلہ کیلئے لیا گیا تھا۔ اخراجات متعلقہ پیشن سب مدون ہو زیادہ ہیں۔ بعد اس کے عام انتظامات میں حسین اخراجات عالمی اور وضع آئینی جو دیوا

نوٹ (۱) واضح ہو کہ تمام سلطنت متحدہ میں پچاس صوبہ بھی نہیں ہیں اور صوبہ کی آبادی زیادہ سے زیادہ پچاس لاکھ یا سی ہزار ہے جو نیویارک کی ہے۔ لیکن امریکہ والوں کے شوق سلم کو دیکھنا چاہئے کہ باوجود اس قدر پیسے کے کہ پانچ ہزار سے زیادہ کتب خانے ہیں جس میں ایک صوبہ میں سو کتب خانے سے زیادہ ہوتے ہیں۔

خرچون میں داخل ہوں۔ چند سال کے آمد و خرچ کی کیفیت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ آمد ہمیشہ خرچ سے زیادہ رہی اس آمد و خرچ کی رقم سے رقوم قرض و ادائیہ خارج ہے مان قسط یا سود جو دیا گیا وہ البتہ اخراجات میں شامل ہے۔

سال	آمد	خرچ
۱۹۷۹ء	۲۵۷,۷۴۳,۸۷۸	۲۳۶,۹۶۴,۳۲۷
۱۹۸۰ء	۴۰۳,۵۲۵,۲۵۰	۲۵۷,۹۸۱,۴۴۰
۱۹۸۱ء	۲۲۳,۶۹۰,۷۰۶	۲۶۰,۲۲۶,۹۳۵
۱۹۸۲ء	۳۷۱,۴۰۳,۲۷۷	۲۶۷,۹۳۲,۱۸۰

۱۹۷۹ء کیلئے تخمینہ کیا گیا تھا کہ آمد ۳۸ کروڑ ۳۰ لاکھ اور خرچ ۳۱,۶۸,۷۸۵ ڈالر ہوگا۔ اس آمد میں ۶,۶۱,۸۲,۲۱۵ ڈالر کی اور امید کی گئی تھی۔ اور ۱۹۸۰ء کے لئے بھی جو تخمینہ تیار کیا گیا اور میں رقم آمد تو یہی دی گئی مگر اخراجات کی مدد ۳,۶۵,۳۰,۷۹۳ ڈالر جبکہ زیادہ خرچ ہوتا ہے وہ سب عام قرضہ کی ادائیہ میں جاتا ہے چنانچہ ۱۹۷۹ء میں (۳۰ جون کو سال حسابی ختم ہوا کرتا ہے) ۱۲,۷۹,۶۸,۸۱۲ ڈالر قرض میں دیا گیا۔

سلطنت متحدہ نے جو قومی قرض مختلف اوقات میں لیا اس کی مختصر کیفیت نقشہ ذیل سے واضح ہوگی

سال	رقم قرضہ	سال	رقم قرضہ
۱۹۷۹ء	۶۴۸,۴۲۲,۸۷۷	۱۹۷۹ء	۱۶۷,۵۸۱,۶۶۰
۱۹۸۰ء	۲۷۷,۳۲۳,۶۱۷		
۱۹۸۱ء	۲۱۲,۰۴۱,۵۳۷		
۱۹۸۲ء	۱,۵۸,۳۱,۷۱۲		

یکم دسمبر ۱۸۵۷ء کو اصل قرض بعد منہائی رقوم موجودہ خزانہ کے ۱۸۳,۰۵۲,۱۲۰ ڈالر تھا
منجملہ کل کے ۷۱,۹۴,۷۰۱ ڈالر پر کچھ سود نہیں ہے۔

ان رقوم کے سوا محاکم متحدہ کے متعلق ۶۲۳,۵۱۲ ڈالر کی ۶ فیصدی ٹیکس پر
چیٹسٹاک ریلوے کیلئے جاری ہوئی ذمہ داری ہے جو ۶ فیصدی خالص آمدنی سے ادا کرتی
رہتی ہے شروع شروع میں زیادہ تر قرضہ ۶ اور ۶ فیصدی سود پر ملا لیکن سودی بنیوں
میں نصف سے زیادہ ۴ فیصدی پر ہیں اور بقیہ رقوم قرضہ ۴ فیصدی پر اس نقشہ
میں یہ نہیں دکھایا گیا کہ مختلف حالتوں میں قرضہ کیسے دیتے وقت اس سلطنت کا مہاجنوں
نظروں میں کیا اعتبار تھا۔ اور یہ کہ نرخ ٹیکس فیصدی کیا شاہر حال نرخ سودی ظاہر
ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا اعتبار کسی طرح اور کیسے وقت زوال میں نہ تھا بلکہ
میں فیصدی کمی ترقی اعتبار کی کافی دلیل ہے۔

علاوہ رقوم قرضہ مذکورہ بالا کے ہر صوبہ جو از نام ریاست موسوم ہیں علی علیہ قرضہ ارتقا
چنانچہ سلسلہ میں مجموعی تعداد ۲۳,۰۲,۷۰۰ ڈالر کی تھی۔ اگر اس میں وہ قرضوں کا جائز
جو ضلعوں، شہروں اور قصبوں وغیرہ نے لئے تو کوکل قرضہ کو مجموعی تعداد ۲۲ کروڑ
پونڈ ہوئی ہے جس قدر محاکم منتخب امریکہ نے قومی قرضہ لیا ہے وہی تعداد اور طانی شہر
ہ پونڈ پڑتی ہے اور سالانہ سود کی رقمیں ۳ لاکھ ۲۰ ہنس ہی اگرچہ کئی صوبوں میں
ذاتی اور اصلی ملکیت پر محصول لگایا جاتا ہے مگر قومی کام کیلئے کوئی محصول بلا واسطہ نہیں
نہیں ہے۔ (محصول بلا واسطہ سے مراد محصول مکانات اور آمدنی وغیرہ سے ہیں جس میں محصول
اسباب تجارت جنگی یا آبکاری داخل نہیں ہے)۔

۱۸۹۸ء میں جس قدر مال باہر گیا اس کی مجموعی قیمت کل اصل قرضہ کے نصف برابر ہے۔
 مالک متحدہ کی اصلی جائداد کی تشخیصی قیمت ۱۸۹۸ء میں ۳,۵۳,۳۸۵ روپے ۶۰ پونڈ تھی اور
 شخص جائداد ۳,۳۲,۴۵۷ کی پونڈ یعنی کل قیمت ۶,۸۵,۸۴۲ روپے ۶۰ پونڈ تھی
 تھی اُن میں سے قابل حصول جائداد کی قیمت ۱۸۹۸ء میں ۴,۵۶,۵۷۷ روپے ۶۰ پونڈ تھی

افواج بری و بحری

۱۔ بری

سابقہ سلطنت مالک متحدہ کے پہلی دفعہ کے اٹھویں مہینے کانگریس کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ
 فوج قائم کرے اس کے قیام کا بندوبست کری اور دوسری دفعہ کے دوسرے مہینے میں فوج
 بری و بحری کا کمانڈر انچیف ہو اور جب فوج پیشیا خدمت سلطنت کے معروف کی جائے تو اس کی
 سرداری بھی میرٹس کری۔ اگست ۱۸۹۸ء کو کانگریس نے محکمہ جنگ قائم کیا تاکہ اس کے ذریعہ میرٹس
 کے احکام متعلقہ جنگ نافذ ہو کرین۔ کانگریس نے اُن ایکٹوں سے جو ۲۸ جولائی ۱۸۹۸ء سے ۳ مارچ ۱۸۹۹ء
 اور ۲۸ جولائی ۱۸۹۸ء کو منظور ہوئے یہ تجویز بھی ہوئی کہ متعدد کافوج بری کی جہاننگ ممکن ہو
 تحقیق کر دیا جائے اور بعد یہ تجویز ہوئی کہ ۱۸۹۸ء سے ۲۵ مارچ ۱۸۹۹ء تک جانیں حسین
 وہ فوج داخل نہیں ہے جو سکاٹلینڈ کے نام سے مشہور ہے اور حسین ۴۷۰ سپاہ
 ۱۲۵ محرم اور ۴۵ سپاہ عام کاموں کیلئے ہیں۔

نوٹ (۱) اصلی جائداد سے مراد جائداد غیر منقولہ اور شخص سے منقولہ جائداد منقولہ ہے۔

پس اصلی تعداد دست درج رجمنٹ ۳۰ چون ششہ کو حسب ذیل تھی

اسب	اسب	اسب
۱۰ رجمنٹ سواران	۴۳۲	۷۹۷۰
۵ توپخانہ	۲۸۰	۲۶۵۰
۲۵ رجمنٹ پیدل	۸۷۷	۱۲۶۲۰

اسکے سوا جنرل - عہدہ داران ہمسایہ

بیکریشن یافتہ انجمن گولنداز - وغیرہ وغیرہ ۵۸۷
 میزبان ۲۱۷۶
 منجہ باقاعدہ فوج کے افسروں کے ۲۰ جنرل افسر ۶۰ کرنل ۸۹ لفٹنٹ کرنل ۲۳۳ میجر اور
 ۴۱ کپتان ہیں۔

سواروں میں ۱۹ اور ۱۰ رجمنٹ اور پیادوں میں ۲۴ اور ۲۵ رجمنٹ جشی سپاہ کی زیرت
 یورپین افسروں کے ہے۔

(۱) باقاعدہ فوج کے سوا ہر صوبہ میں ملیشیا بھی ہے جہیں ہر شخص ۱۸ سے ۴۵ برس عمر کا ہوتا ہے
 انھوں نے کے قابل ہے تربیت پاتا ہے لیکن کئی صوبوں میں یہ طریقہ غیر مکمل ہے۔ فوج
 ملیشیا میں ۷۸۲۹ افسر اور ۷۲۶۷ سپاہین۔ اہل شہر جو بوقت ضرورت خدمت جنگی
 کے جا سکتے ہیں۔ انکی تعداد ساڑھے ساڑھے لاکھ سے زیادہ ہے ششہ میں جملہ طبقہ کے مردوں کی
 تعداد ۱۸- اور ۴۴ سال عمر کے درمیان والے ۲۳۹، ۳۱، ۱۰۲- انہیں سے ۷۰ لاکھ
 نوٹ (۱) فوج ملیشیا وہ ہر جسکی تربیت فوجی خدمات کیلئے لگائی ہو کر جب ضرورت ہو اسوقت
 کیلئے یا حفاظت شہر کیلئے کارآمد ہوتی ہے بخلاف فوج باقاعدہ جو ہمیشہ جنگ کے جہاز کیلئے تیار رہتی ہے۔

یورپین مین پیدا ہوئے اور ۱۲۲۲۵-۱۲۲۲۶ دو غلے تھے۔ ممالک متحدہ کی تقسیم فوجی آئٹھ حصوں میں
 ہوئی ہے اور یہ آئٹھ حصے پچھتر مین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک مین ایک۔ دوسرے مین تین اور
 تیسرے مین چار مین۔ ممالک متحدہ مین ایک فوجی بیٹ کا دارالعلوم بمقام وِسٹ پوائنٹ قائم ہے

۲- افواج بحری

ممالک متحدہ مین جہازوں کی وقعت و وزن کے لحاظ سے ہوتی ہے چنانچہ درجہ اول کے
 وہ مین جنکے وزن ... ۴۰۰ ٹن سے زیادہ ہوں درجہ دوم کے ... ۲ لیکر ... ۴۰۰ ٹن درجہ سوم
 ... ۱۰۰ سے لیکر ... ۲۰۰ ٹن اور درجہ چہارم مین ... ۱۰۰ ٹن سے کم والے۔

ششہ مین ۷ جہاز ناقابل سمجھ کر فروخت کر دی گئے۔ پس اس سال کے آخر مین علاوہ ۱۲ آباد
 اور ۱۲ کینیڈیجے والے جہازوں کے ۶۶ وغالی جہاز کارآمد تھے۔ ان مین سے بجز دو کے
 سبہوں کے ساز و سامان غافل و غیرہ اتار لئے گئے چار پورائے قسم کے فیکٹری مین جو
 بحری خدمتوں کیلئے نہیں مین بلکہ اسباب وغیرہ اتارنے چڑھانے کیلئے جو دوسرے
 جہازوں سے پہونچے۔

منجملہ ان ۶۶ کارآمد جہازوں کے دس کئی خانگی گودیوں مین تیار رہو رہی مین۔ ۴ اولہ
 کروزر درجہ ۳ سیوم درجہ اور دو چہارم درجہ کے کروزر مین۔ آخری دو
 کروزر مین ایک ڈنامٹ ٹوپ کا کروزر ہے۔ اس فہرست مین ۵ جنوبی دہر
 حیات کے جہاز جو ہنوز زیر تعمیر مین شامل مین۔ بقیہ جہازات جن سبکو
 ملا کر اس سلطنت کی بحری قوت معلوم ہوئی ایک درجہ اول کا جو کیتھ
 محفوظ، ۲ کروزر، ۲ دوم درجہ کے جن مین دو کیتھ محفوظ، ۱۲ مانیٹر ایک ہی آہنی

۲۲ کروڑ تیسرے درجہ کے اور پانچ چوتھے درجہ کے گنبدٹ ان میں سے ایک تار پید و کی کل سے مسلح ہے۔

دس نئے فولادی جہازین رہے ہیں۔ ان دو ہری ڈبیر پرت کے محفوظ کروڑ ۱۰۰ میں کے بین کل پانچ جہاز ششہ عین تیار ہوئے منجملہ بقیہ ۵ جہازوں کے جو تیار ہوئے ہیں چار جہازوں کا وزن ۲۸۱۵ ٹن ہے اور ایک کا ۶۰۰۰ ٹن۔ ان سب آہن پڑے جہازوں پر توپیں لگی رہیں گی جسکی تعداد اور مقدار مختلف ہے آہنی دہازت بھی انہیں درجہ ساڑھے بارہ انچہ ہے۔

ان کے سوا دو مسلح آہن پوش جنگی جہازوں کے تیار ہوئے ہیں کا کمر سے مارچ ششہ میں حکم ہوا ہے ایک کی دہازت آہنی بارہ انچہ دوسرے کی ۱۴ انچہ۔ پہلے کلوزن ۴۳۰۰ ٹن اور دوسرے کا ۶۶۰۰ ٹن جولائی ششہ عین ممالک متحدہ کی افواج بحری میں مفصلیہ نوٹ ٹن سے مطلب وزن بار برداری جہاز ایک ٹن ۲۲۴۰ پوند کا ہوتا ہے۔ فیکٹ جنگی

چھوٹا جہاز جو کاروٹ بڑا ہوتا ہے جس میں عموماً ۲ تختوں پر دو جانبی پیرنگ رہتی ہیں ۲۸ توپوں سے لیکر ۴۷ توپوں تک ایسے جہازوں پر وسعت ہوتی ہے۔ کروڑ ۲۰ مسلح جہاز جو ادھر ادھر سمندر میں پھرا کرتے ہیں دناٹ ایک قسم کی نہایت قوی باروت ہوتی ہے۔ محفوظ سے مراد وہ تختہ جہاز ہے جس پر پورا پورا فولاد کا پتھر چڑھا ہوا جو جنگی دہازت ایک انچہ سے زیادہ یعنی ۱۶ انچہ سے لیکر ۴۸ انچہ تک ہوتی ہے اور کثرت محفوظ سے یہ مطلب ہے کہ فولادی سپر سٹندر جہاز کی لمبائی میں انجن بچا لیتے رہتا ہے۔

مانیٹر چھوٹا جنگی جہاز۔ گنبدٹ چھوٹا جنگی جہاز سے کم ایک توپ لگی ہو۔

تار پید و کل جہاز شکن۔

عہدہ دار تھے۔ ایک امیر البحر۔ ایک مقدم امیر البحر۔ موخر امیر البحر۔ اکوڑہ ۵۴ کپتان۔
 ۵۸ کانڈر۔ ۴۷ نائب کانڈر اسکے سوا کمیشن یافتہ گاگر وہ حسب تعداد ذیل تھا۔ ۲۵۰ انفنٹ
 ۷۵۰ اوئی انفنٹ۔ ۱۸۳ علم بردار۔ ۲۴۳ کڈیٹ۔ ارٹو بھری قانون کشہ کے ۷۵۰
 مردند سرج رجسٹر اور ۷۵۰ لڑکے تھے علاوہ بھری فوج تعداد ۲۰۸۰ عہدہ دار
 اور سپاہیوں کے۔

رقبہ اور آبادی۔ تجارت۔ صنعت و حرفت، وغیرہ کی دلچسپ کیفیت بار دیگر نذر
 شایقین ہوگی فقط

پاکھال کا تالاب

یہ ایک نہایت قدیم تاریخی تالاب درنگل سے جانب شرق فاصلہ (۳۰) میل پر واقع اور یہ تالاب سولہ سو برس پہلے راجہ خلدیا کا بنایا ہوا ہے حسن اتفاق سے ہفتہ کے روز ۲۹ محرم سنہ ۱۲۸۷ ہجری کو میں نے اس تالاب کو دیکھا۔

تاریخ دکن مولفہ مولوی سید حسین صاحب میں اس تالاب یا جمیل کا دور (۱۳۱) میل مربع لکھا ہوا ہے۔ (مگر اس تالاب کو جمیل نہیں کہہ سکتے کیونکہ جمیل غیر مصنوعی ہوتی ہے اور یہ تالاب مصنوعی ہے)۔ اس تالاب کے درمیان ایک بڑا پھل (چلیکا گٹو نامی) واقع ہے اسکی معنی (ٹوٹی کا پھاڑ) ہے اس تالاب کے چار قوم (مخرج) ہیں۔ مولا قوم۔ سنگم قوم۔ کنڈک قوم۔ نخل قوم۔ اور نیز اس تالاب کے ہر چار قوم سے چار نہریں نکلتی ہیں جو ہر ایک نہریں آگے چل کر کئی کئی مالہ اور نکٹ ہو گئے ہیں۔ اس تالاب کے کنارے بند کا عرض پچاس گز ہے اور نہایت مستحکم ہے۔

اس تالاب کی چاروں طرف زمین تو مومن کا پانی بھی سیقدر شریک ہو جاتا ہے ایک نڈی نکلتی ہے جو کہ ہم سے گذر کر موضع ابراہیم پٹن علاقہ سرکار انگریزی کے محاذی دریا آشتیاں شریک ہو جاتی ہے اور گے چل کے اس نڈی کا نام منیار ہو جاتا ہے۔ مگر حال ہی میں سینے دیکھا کہ زمانہ سابق میں اسی نڈی سے ایک تالاب جسکا نام کٹ کالوا ہے کہم میں نکلا گیا ہے جسکے نیچے بہت کچھ زراعت ہوتی ہے۔

پاکھال کے تالاب میں تین ندیاں (چلیکا وگو۔ وونڈرلا وگو اور ایک مجموعی الاسم) ۷۴

گنگی ہین انہی ندیوں کے پانی کی آمدنی کے سبب سے اور صرف پندرہ
انچہ برسات کے ہونے سے یہ تالاب لبریز ہو جاتا ہے۔

اسوقت تمام ضلع میں خشک سالی کا وادیلا مچا ہوا تھا اور غیر بنگامی کی رپورٹیں ملنا
مال سے برابر دیجا رہی تھیں اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے تالابوں میں کہیں برع سے زیادہ
پانی نظر ہی نہیں آتا تھا مگر یہ تالاب پانی سے نہ صرف لبریز تھا بلکہ برابر اس تالاب کی
چار اسوقت چل رہی تھی۔

تالاب کے کٹے پر بہت بڑے بڑے درخت ہیں جہاں سے تالاب کی مدد میں بہت کچھ
تفرقہ واقع ہوتا ہے اور اس کٹہر تک گھاس کا یہ عالم ہے کہ سوار اور گھوڑے تک مشکل
نظر آتا ہے۔ الغرض ہم رفتہ رفتہ اس کٹہر پر آگے بڑھنے لگے راستہ میں ایک پتھر
پڑا ہوا نظر آیا جو دو گز لانا اور ایک فیٹ چڑھنا اور اس پتھر تک کتبہ تھا جو زمانہ حال کے
اس ملک کے گنگی خوان اسکے پڑنے سے عاجز ہیں۔ غالباً اس کتبہ میں تالاب کے بانی دیبا
کا ذکر ہوگا میں بالضرور اس کتبہ کی نقل حاصل کرنے کے واسطے دوبارہ کوشش کروں گا
اس سے آگے بڑھ کر جو دیکھا گیا تو ایک سو گز تک کٹہر قدیم شگتہ اور ترمیم شدہ نظر آیا
جو دوبارہ استحکام کے ساتھ مرمت کر دیا گیا ہے یہ شباب خان کی گندھی مشہور
گندھی اس موقع کو کہتے ہیں جو تالاب کے کٹہر کے شگتہ ہونے کے بعد دوبارہ بنائی جاتی
ہے یہ گندھی نہایت مضبوط پتھروں سے بنائی گئی جو بتبادلہ اصل کٹہر کے مستحکم ہے
اس گندھی کے نسبت ایک عجیب حکایت یہاں مشہور ہے کہ شباب خان کو
معلوم ہوا تھا کہ اس تالاب کی گندھی میں خزانہ یا کوئی سونے کی دیول مدفون ہے۔

چنانچہ اس دھیندہ کے حامل کرنے کے غرض سے اس کے ٹوکھود وادیا کو کوئی شے نظر نہیں آئی جس وقت شتاب خان اپنے اس فعل سے نادم ہوا تو۔ راجہ پرتاب رو در خواب بین دیکھا راجہ نے اس سمجھا کہ کوئی شے اس تالاب کے کٹے کے نیچے مدفون نہیں ہے بلکہ کسی اور مقام کا پتہ بتلایا اور کہا کہ جو خزانہ ومان مدفون ہے اسکو نکال کر اس ٹوٹی ہوئی گندی کی دوبارہ مرمت کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خزانہ ومان سے برآمد کیا گیا اور اس گندی کی مرمت صرف ہو اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ خزانہ صرف استدر برآمد ہوا کہ جعفر مرمت گندے واسطے مطلوب تھا۔

الغرض ہم یہاں آگے بڑھ کر بادشاہی چوترو پر پونچے کٹے کے اس سر پر یہ نہایت بلند مقام ہے مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ بادشاہی چوترو کیوں مشہور ہے اس چوترو کو شتاب خان کا چوترا بھی کہتے ہیں۔

مگر یہاں سے تمام تالاب اور اسکی سیریحی طرح ہوتی ہے اس موقع سے دور بین لگا دیکھا جائے تو نہایت خوشنما منظر نظر آتا ہے یہ تالاب سو مغرب کی آدینون سمت سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے سلسلہ سے گھیرا ہوا، اور مغربی حصے کی طرف تالاب کا ایک بڑا مضبوط بند بندھا ہوا ہے سال کے چہرہ مہینے اس تالاب کے قرب وجوار میں بہت کم لوگ بود و باش رکھ سکتے ہیں کیونکہ جائزے اور برسات کے موسم میں یہاں کی آب و ہوا نہایت مضر ہوتی ہے اور اندھی بھی کثرت سے ہوتی ہے جسکے کاٹنے سے جانور و آدمیوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے اسی لئے یہاں فصل آبی میں بہت کم زراعت کئی جاتی ہے اور تالاب کے اطراف و اکناف جہاں تک نظر جاتی رہے

وہاں تک سبزہ زار بکھل گیا یاں نظر آتا ہے اور اس تالاب کا کٹھ یعنی بند (۲۰۰۰) گزہ
 لمبا ہے اور تالاب کے پانی کی گہرائی (۳۰ سے ۴۰) فٹ تک ہر مٹر ویٹھکتے تھے کہ
 جب وہ کپٹن کلارک کے ساتھ گئے تھے تو اس تالاب کے پانی کی پیمائش ہوئی تھی جو
 سات ہاونٹاؤں ہومگرمی کا تھا جبکہ اکثر ایک ہاونٹاؤں پانی رشتا ہے۔ اور تارہ پنج
 فوق الذکر میں اس پانی کے نسبت لکھا ہے کہ پانی گہرا اور اعلیٰ ہے اور غیر صحت بخش
 مگر میری رائے میں خاص تالاب کا پانی نہایت شیرین اور صحت بخش ہے مصنف موصوفہ
 چشم دید حالات نہیں لکھتے ہیں اور میں انکھوس دیکھا اور پانی کو چکھا ہوا اور میری
 اس رائے کی تائید مٹر ویٹھ کے بیان سے بھی ہوئی ہے جو مجھ سے بمقام ہنگڑہ بیان
 کئے ہیں۔ اور اچھے اجارہ کے دیہات خود اس تالاب کے نیچے واقع ہیں۔ البتہ اس کے
 قرب وجوار کا پانی صحت بخش نہیں جسکو تالاب سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔

اس تالاب کے بنانے کی حکایت جو ہندو کی کتابوں میں درج ہے اسکا بیان بھی خالی
 از لطف نہیں۔ کہتے ہیں کہ راجہ پرتاب رورڈر گئی ہو شیار منجم سے تالاب بنائی گئی
 ساعت دریافت کی منجم نے کہا کہ پاکمال میں ایک نہایت عظیم الشان تالاب بنایا
 ہوگا۔ بشرطیکہ میرے کہنے کے بموجب عمل کریں راجہ نے وعدہ کیا کہ جو کچھ نجومی کہے
 اس پر عمل کریگا منجم نے کہا کہ فلاں شب اور فلاں ساعت کو میں آتا ہوں اسوقت
 ایک ایسا آدمی میرے ساتھ کر دین کہ نہ شیر سے نہ راکس سے نہ کسی مصیبت ڈرے
 بلکہ اپنی جان کی بھی پروا نہ کرے اور اس آدمی سے کہیلا جائے کہ جو کچھ میں کہوں
 اس پر عمل کرے راجہ نے اس بات کو قبول کیا مگر راجہ اس سوچ و فکر میں رہا کہ

ایسا آدمی کون ہوگا جو اس قسم آفات اور مصائب میں ثابت قدم رہے جب وہ عات
 قریب آئی اور کوئی آدمی اس ہمت اور جرأت کا نظریہ آیا تو راجہ نے خود آپ سات چلنے کا
 قصد کر لیا اور تبدیل لباس کر کے اس موقع پر جا حاضر ہو گیا جو موقع نجومی نے پہلے ہی
 بتا کر کہا تھا ٹھیک وقت پر نجومی آیا اور کچھ نہ سمجھا کہ یہ راجہ ہی یا کوئی اور شخص ہے جسکو
 راجہ اپنے ساتھ کر دینے کا اقرار کیا تھا غرض شب کی تاریکی اوانام کام کار کے خیال اور
 پریشانی میں فی الفور راجہ کے ماتھے میں کدالی دی اور آپ ایک ٹوکرا اٹھا کر بولا کہ
 اسی شخص چل آگے کھودتا ہوا اور نشان کرتا ہوا برابر چلا جا چاہے آسمان ٹوٹ پڑے
 مگر تو منہ پیر کر پیچھے مت دیکھنا چنانچہ بموجب اسکے کہنے کے اس شب دیہور اور صحرا
 لق و دق میں راجہ اپنی کدالی سے نشان کرتا ہوا چلا اور نجومی ٹوکرے سے اسپر
 مٹی ڈال رہا تھا مگر وہ بینک ساعت ایسی تھی کہ تمام پہاڑ اس تالاب کے کٹے پر کے
 قباہم ٹھونکی غرض سے برابر راجہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور ان پہاڑوں کی
 چلنے کی آواز سے استدر شور بپا تھا کہ عین قیامت کا سامنا نظر آتا تھا بڑی دو کو
 فاصلہ کھے کر نیکے بعد آخر کار اس شور و غل جو جکی آواز سے آسمان و زمین زلزلہ
 ہو رہا تھا راجہ نے پریشان ہو کے پیچھے پلٹ کر دیکھا راجہ کا پیچھے پلٹنا تھا کہ تمام پہاڑ جو
 ساتھ ساتھ چل رہے تھے ٹھہر گئے چنانچہ جو پہاڑ تالاب کے درمیان میں واقع ہے
 وہ بھی چلتے چلتے عین تالاب کے بیچ میں ٹھہر گیا اسوقت نجومی کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ
 اسی شخص میرے کہنے کے خلاف تو کیوں پلٹا میں تو بہت کچھ فاصلہ دور و درازت
 اس تالاب کو پہونچانا چاہتا تھا مگر تیری کم ہمتی سے یہ تالاب بس یہیں تک محدود ہو گیا

اب میں راجہ سے جا کر عرض کرونگا اور جھکوں نہ لائونگا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اسے
 نجومی میں تو خود راجہ پر تاب رو دیوں بھلا تو خود غور تو کر کہ الہی مصیبت اور آفت
 عظیم میں کوئی دوسرا آدمی ایسا ہوتا جو اپنی جان کی پروا نہ کر کے تیرا ساتھ دینا۔ دیکھ تو
 میں ہی تھا کہ اس قدر صبر اور برداشت کر کے تیرا ساتھ دیا اس وقت نجومی راجہ قدوس
 گرہ پڑا اور راجہ گوگر لاسکے پوچھا یا اور تالاب اس قدر تیار ہوا جس قدر راجہ نے
 کہو دا تھا اور وہی اس وقت موجود ہے۔ مگر افسوس کہ ایسا کوئی راجہ اور نجومی
 اس زمانہ میں موجود نہیں ہے ورنہ آبپاشی کے کاموں میں مسٹر ڈنلا کے ان سے
 بہت بڑی مدد ملتی۔

اور نیز اس تالاب کے بہت سے روایات مشہور ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اس تالاب
 میں جل مانس رہا کرتے ہیں اور اس پہاڑ پر جو عین تالاب میں واقع ہے
 سر یا گانی اور بن مانس سے خیر جو کچھ یہ تالاب ہر طرح عمدہ اور کارآمد ہے اگر
 سیر پنچار کی نظر سے دیکھا جائے تو ایسا پر فر اور روح افزا تالاب پر پہاڑ اور
 جنگل کہیں نظر نہیں آتا ہے اگر محاصل کے لحاظ سے غور کیا جائے تو بلاشبہ دولت
 پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے حال میں یہ مقام حضرت بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ
 کا شکار گاہ قرار پایا تھا چنانچہ بہت سی فغان شکار نواب ہنس جنگ بہادر حکم سے
 یہاں معین تھے اور عوام کو شکار کیلئے کی قطعی ممانعت تھی مگر ماہ صفر میں میری
 والیسی کے بعد حاکمان مال کی متواتر رپورٹوں پر محافضان شکار درخواست کر دی
 گئی اور عوام کو درندہ چرند کے شکار کرنے کی اور ایک سال تک اجازت مل گئی

اور فرار عین کو شیر اور سور و کئی اذیت سے فی الجملہ نجات ملی۔

اگر اس نالاب میں چھوٹے چھوٹے دو مرکب دخانی (اسٹیم) رکھے جاویں اور چمکا گٹھو بہاڑ کی چوٹی پر ایک بنگلہ تعمیر کیا جائے اور پادشاہی چوہترے پر ایک نشست گاہ بنا دی جائے تو بلاشبہ یہ مقام گرمی کے موسم میں نہایت دلکشا و فرحت افزا ہو جائیگا۔

اور جو شخص یہاں ایک دفعہ شکار کرے تو پھر اسے شکار کرنے کی تمنا باقی نہیں رہے گی اس بیابان میں شیر و بوریچہ اور ریچہ اور ماتی اور سور اور ارنہا پینسہ اور ہر قسم کے درند و چرند و پرند کثرت سے ہیں۔

سولہ سال سے پہلے جب میں یہاں آیا ہوا تھا تو مشہور تھا کہ بارہ جنگلی ماتی اس صحرائے رہتے ہیں مگر اب دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسی سنار نے زہر دیکر یہ باتوں کو مار ڈالا (جو بمشکل قابلِ پذیرائی ہے) اور ایک زمیندار نے دو ماتی مارے اور ایک ماتی خود جنگل میں مر گیا اسوقت صرف دو ماتی باقی ہیں اور ان ماتیوں کے مختلف روایات مشہور ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ بھاگے ہوئے ماتی اس جنگل میں اپنا بسیرا کرتے ہوئے ہیں۔ کسی کا بیان ہے کہ خاص یہ ماتی اس جنگل کے باشندہ ہیں اور کسی کا مقولہ ہے کہ زمانہ سابق میں جب ماتی پورے اور نکلے ہو جاتا تھا تو جنگل میں چھوڑ دیا جاتا تھا کسی کا خیال ہے کہ ایک مرتبہ جب کسی جنگل سے ماتی پکڑا آئے تھے تو قبل اسکے کہ انکی وحشت دور ہو ایک جوڑا اس جنگل میں بھاگ کر آگیا تھا انکے نسل سے یہ ماتی میں عرض کچھ ہو یہ جنگل تو ماتیوں کے بسیرے کے قابل ہے اگر سرکاری بوڑھو اور ناکارہ ماتی بھی اس جنگل میں چھوڑ دئے جائیں تو بہتر ہے اور اس تجویز کے ساتھ ساتھ ایک مشکل بھی ہے کہ اکثر

ہاتھوں سے زراعت کا نقصان ہوتا ہے اور قرب وجوار کے قریلوں کو نہایت سبب و گزند پہنچتا ہے۔ اس تالاب میں مچھلی کثرت سے ہے اور یہاں کی مچھلی جو میرے استعمال میں آچکی ہے بڑی مزیدار ہوتی ہے۔ اگر مچھلی کا شکار اس تالاب میں کیا جائے تو مچھلی نہایت کثرت سے ملے گی میری رائے یہ ہے کہ اگر شیشہ طرلقہ سے مچھلی کا شکار ہو اور انکی تجارت کی جائے تو غالباً قرب وجوار کے رعایا مقبول ہو جائیں گی اس تالاب میں من سوا من کی مچھلی کثرت سے مل سکتی ہے اور چٹنل پٹی اسٹیشن یہاں سے ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے پس ممکن ہو کہ اس اسٹیشن سے ترو خشک بڑی بڑی مچھلیاں حیدر آباد کے بازاروں تک پہنچے اور تجارت مابہی وغیرہ قائم ہو جائے اس تالاب میں مگر اور ادبلاؤ جو کھلایا (پانی کا کتا) یا گکابی بھی کہتے ہیں کثرت سے ہیں جو اکثر پانی پر نظر آ جاتے ہیں۔ فقط

حسن

معادہ برلن پر پرنس ہسٹارک کی شرح

ان دنوں کی جنگی تحریک کے چند باہمی مشوروں سے روس کو اضطراب میں ڈالنا ہے۔
ان ارادوں کی تشریح کوئی امر مشکل نہیں ہے بلغاریہ (بلغیریا) میں روس کو زک ملی حکو
اوسنے شہنشاہ کے جنگ میں سلطان روم سے آزاد کر لیا تھا بشیر لیکہ اس آزادی کا کچھ مفہوم ہو
بلغاریہ کی یہ مخالفت ایسی بردست ہوئی جس سے روسی پیش قدمی جانب قسطنطنیہ میں بڑی روک
ہوئی یہ نمایان فراحت جبر شرکی کے ایک صوبے نہایت دلیری اور بہادری سے دوبر
نہیں گذرے کہ اپنا خود مختار وجود بمقابلہ ایک حملہ آور کے قائم رکھا زیادہ قوی سلطنتوں کیلئے
بدشگون ہے۔ لیکن ہنگو اس وقت روسی پالیسی پر غور کرنا نہیں ہے بلکہ حال میں جو اس پر
پرنس ہسٹارک نے برلن میں دی اور جس سے روس میں اطمینان اور جرمنی میں خوش
خوش پیدا ہوا ہے اس کے اصلی مقاصد کو غور سے دیکھنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بلغاریہ کے معاملہ میں روس اور آسٹریا کے مابین اتفاق نہیں
اور سلطنت آسٹریا کا جزو اعظم بننے ہنگری روس کا دشمن ہے جسکی وجہ ظاہر ہے۔
روس اپنی فوج کو سرحد جرمنی اور آسٹریا پر جمع کر رہا ہے۔ اسلئے ان دونوں سلطنتوں
نے بھی اپنی اپنی فوجیں ومان پیچیدین۔ جرمنی نے ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ زائد
اخراجات فوجی کیلئے سالانہ منظور کیا اور لاکھ زائد سپاہ کا بھی حکم ہو گیا۔ اس طرح
جب ہدایت جرمنی آسٹریا بھی تیاری کر رہی ہے پرنس ہسٹارک روس کے صلح آمیز
ارادوں پر اپنی تسلی ظاہر کئے جاتے ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ پھر اس قدر فوج اور روپیہ کی

بہر سائی کا کیا مقصد ہے۔

بہر حال جو کچھ منصوبہ پرنس ہمارک کا دیگر اقوام قریبہ کے نسبت ہو گا اس میں تو جائے شک
ہنیں کہ اہل جرمنی بمقابلہ فرانسیسیوں۔ روسیوں یا قطبیک کے لوگوں کے زیادہ مزاحمتی
میل جول کرنے پر مائل ہونگے۔ اسلئے یہ امر کوئی تعجب انگیز نہیں اگر پرنس ہمارک اس کے ساتھ نہ
و پیام کر کے مجاہدین۔

آسٹریا میں مثل اٹلی کے حقوق چاہئے وہ بہت ہیں جو ہمارک کی خاطر آسٹریا
ہیں کہ روسی سازش مخالفت ٹرکی میں وہ شرکت سے برابر نکال کر تے ہیں اور مملکت
ٹرکی کی لوٹ کھسوٹ میں کسی بزدل مدبر کا ساتھ نہ دیں۔

عہدہ ۱۶ میں روس کی یہ پالیسی قرار پائی اور اس وقت سے برابر قائم رہی کہ سلطنت
روم کی تقسیم میں آسٹریا اور انگلستان شریک کئے جائیں بغیر اسکے نہ کوئی معاون ہوگا
اور نہ کار بر آری ہوگی۔ اسلئے امید کیا کہ اس را کی موافقت عملی آسٹریا میں سمجھ اور
اور انگلستان میں مسٹر کیننگ سے ہوگی۔ لیکن عہدہ ۱۷ میں اسکی یہ امید پوری ہوئی
جبکہ لارڈ کینسفیلڈ انگلستان سے اور کوئیٹ اٹلی سے آسٹریا سے روسی تجاویز قدیمہ
معاون ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ منصوبہ ہنری گوینا کی تاک میں مدتوں سے آسٹریا تھا
لیکن یہ بات چند ہی روز پہلے معلوم ہوئی کہ تقدس باب پرنس ہمارک منصوبہ ہونیگا
آسٹریا کو حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے خفیہ بندوبست کیا ہے۔ پس قبل اسکے کہ
برلن میں کانگریس (معادہ صلح روم روس) منعقد ہو ہمارک نے آسٹریا کیلئے
ایک معقول حتمہ سلطنت پیش کیا اور روس کے ان تجاویز کو عمل میں لایا جو برسوں

معروض خیال میں تین۔ پس ہکو پرس بھارک کے خیالات پر جڑا ہوا ہے اپنی ہی کارروائی کے نسبت ظاہر کئے دیکھنا چاہئے ۶ فروری کو پرس مذکور نے بیان کیا کہ میں تقریباً کلام ایسے کئے گا کہ روس کا چوتھا سفیر تھا۔ ان کا بیان یہ ہے۔

دو بجکر صرف چوتھا سفیر روس نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ تیسرا کیونکہ روسی پالیسی کا وکیل میں پرس کو چگاف کو نہیں قرار دیکھنا چاہئے کہ اوقت واقعی طور سے کونٹ شویلاف تھا۔ کانگریس ایام میں کوئی روسی خواہش ایسی نہ تھی جسکے لئے میں نہ لڑا ہوں اور پورا کیا ہو صرف اسلئے کہ لارڈ بکنسفیڈ جبکہ اب انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے پورا بھر دوسرے ہوئے تھے ایک وقت کانگریس پر نہایت سخت اور زبانی کشاکش کا تھا اسوقت میں بکنسفیڈ کے پاس جبکہ وہ آرام کر رہے تھے ادھی رات کو گیا۔ کانگریس کا یہ حال تھا کہ درخواست کردہ نیکی دیکھی دیا تھی۔ میں گیا اور اپنے منصوبوں کی لئے منظوری کرا لی۔

فی الحقیقت میری کارگزاریاں کانگریس میں ایسی تھیں کہ جب وہ بند ہونیکو قریب ہو تو میں اپنے دل میں خیال کیا کہ اب تو میں بہت بڑی روسی عنایت کا مستحق ہوا اور اگر نہیں تو اب بڑا چاہتا ہوں۔ غرض مجھکو پوری امید تھی کہ میں نے ایک بیرونی غلطی کے ساتھ وہ کام کئے ہیں جو کسی دوسری سلطنت کے وزیر کے ہاتھوں شاؤدنا دہوتا ہے۔ لیکن حیف۔ مجھکو سخت تعجب اور غایت دہشہ

ناامیدی ہوئی جبکہ مین سٹے دیکھا کہ دارالسلطنت روس میں رفتہ رفتہ اخباروں نے جرمن پالیسی پر حرف زنی شروع کر دی اور مجھ پر ذاتی حملہ کرنے لگے۔ ان حملوں کی انتہا دوسرے سال یعنی ۱۹۱۷ء میں ہو گئی جبکہ اخبارات روسی نے اس بات پر زور دیا کہ گورنمنٹ جرمنی پر اس کو ان معاملوں میں دباؤ جمینا بہت اسکے استحقاق کے نسبت زبان نہیں ہلائی گئی۔ مینے اس سے انحراف کیا کیونکہ اگر آسٹریا سے ہم علیحدگی اختیار کر گئے تو لامحالہ ہنگو پوری طور سے اس وقت تک روس پر بہرہ و سائر ناپڑیگا جب تک کہ یورپ میں سب علیحدہ دہڑ کی کوششیں نہ کریں لیکن کیا ایسا بہرہ و عرصہ تک قائم ہو سکتا ہے پہلے تو مینے بطور خود ہیہ خیال کیا کہ بیشک ہنگو کیونکہ جرمنی اور روسی حقوق متضاد نہیں ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ روسی ہماری دوستی سے دست بردار ہو۔ لیکن کانگریس کے واقعہ سے میری آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہو گیا کہ اگرچہ جرمنی کی پولیس فوج ایک خاص ایام تک روسی خدمت پر مصروف رہتی تھی مگر بخلاف اسپینہ مرضی اور کوششیں کہ روس کی مخالفت سے ہم محفوظ نہ رہ سکی۔

اس مخالفت سے جبکہ ہدایت ہماری جانب سے سفیرون کو جو جنوبی یورپ کے معاملات کو سمجھاتے تھے ہوئی یا نہیں ہوئی

لیکن اس قدر نتیجہ ضرور ہو کہ ایک نہایت مضبوط سلطنت جنگ کا خوف دلانے لگی۔ (یہ فقرہ نہایت مبہم ہے) اور یہی وجہ معاہدہ اسٹریما کی ہے۔ ان خطرات جنگ سے مجبوراً ہملکو وہ کارروائی کرنی پڑی جس کے کرنے سے عرصہ دراز سے پرہیز کر رہے تھے اور جو اب تک دوست تھے ان میں کشمکش پیدا ہوئی۔ ساتھی منتخب کیے گئے۔ اور وقت میں نے گامچل میں اور وائس میں کارروائی کی جس کا نتیجہ یہی معاہدہ ہے جو مطبوع ہوا اور جو اب تک ہملکو گون میں پوری طور پر نافذ ہو رہا ہے۔

اس بیان سے مطلب معاہدہ آسٹریا کے لئے ہے۔ اس معاہدہ کا اثر کہاں تک ہوا بعد کو معلوم ہو گا۔ لیکن دو دوستوں میں انتخاب کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جرمنی کی اسٹریما کے ساتھ دوستی کا یہ نتیجہ تو ہوا نہیں کہ وہ اپنی محافظت کیلئے بمقابلہ روس کے دست بٹھائی ہو گیا ہو اور نہ اپنی قوت سے جرمنی معاہدہ نکلیا نیکی اور سکو خواہش ہوئی۔ پس جب روس کے ساتھ ایک جانب ارتباط رکھا ہو اور اپنی خلاف مرضی آسٹریا سے بھی معاہدہ کیا ہو تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پرنس اسمارک روس اور آسٹریا کے متنازعہ خفیہ مسئلہ میں کہ روس کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کا موقع دیا جائے گا یا نہیں اس معاہدہ کے تحت پرنس اسمارک فرما رہے ہیں

”جب (وسعت ملک) کیلئے ہم فرانس یا روس سے اپنے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں اپنی قدیم ارتباط کو اور سر تقایم کر سکی کوشش کی ہے مگر سہزہ کیسکی پیروی منظور نہیں۔ اس سے جو کچھ روس سے معاہدہ ہوا اس میں فرقہ بندی لازم آتا بلکہ ایک گوند مدد ملتی ہے۔“ مان آکر

”سینٹ پیٹرزبرگ کے معاہدہ سے جدید ریاست بلغاریہ روسی ماتحتی میں
 نہیں آگئی۔ جو چند روزہ حکومتی انتظام روس نے اپنے ذمہ لیا
 وہ اس خیال سے کہیں دور ہی صیحا کہ بیان کیا گیا ہے کہ بلغاریہ
 آئندہ روس کے ملکی سلسلہ میں مسلسل ہو جائیگی۔“

ماٹرین نے پرنس ہمارک کی تقریر میں شروع میں پڑھا ہو گا کہ انہوں نے پرنس رچگاف
 سچا اور اصلی روسی وکیل قرار دینا نہیں چاہا۔ پس ہمارا سوال ہے کہ کیا پرنس ہمارک
 اوکو روسی پالیسی کا سرگرم وکیل صرف اس غرض سے قرار نہیں دیا کہ انہوں نے مذکورہ
 بالا جواب ایسا دیا جس سے روسی حد اختیار سے بلغاریہ نکلی جاتی ہے یا یہ کوئی معمولی
 حکمت عملی ہے۔

پرنس ہمارک کی پہلے رائے کہ کانگریس میں پہلے بحث تھی اگرچہ معاہدہ میں نہیں درج
 ہوئی کہ بلغاریہ روس کو دیدی جائے ثابت کرتی ہے کہ کانگریس فی الحقیقت قواعد
 منضبط کرینکی آرٹ میں ٹرکی کو پارہ پارہ کر دینے کی سازش کرتی تھی۔

اور جنگ سے جو مشرقی یورپ میں شدت واقع ہوا تھا اس سے قیام امن یورپ نظر تھا
 بیشک پرنس ہمارک اس معاملہ میں ہم سے زیادہ واقف کار ہیں اور اس لئے ہمارا سوال
 بھی انہیں سے ہے اور انہیں کہتے ہیں کہ آیا اول کے دو اور تیسرے روسی سفیروں میں
 واقعی کوئی فرق ہے یا نہیں اور کیا انگریزی پالیسی کے سفیر خائن فریق میں تھو
 جکا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو پرنس ہمارک کا جہاننگ تعلق ہر
 اپنی تقریر کے وہی ذمہ دار ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ وہ روس کی اعانت میں سلطان روم کو ترغیب دینگے کہ معاملات بلغاریہ میں مداخلت کریں جبکہ حاصل یہ ہے کہ سلطانی مداخلت سے اہل بلغاریہ ناراض ہو کر روس کی حمایت میں چلے جائیں اور اسکی حمایت اور پرستی میں مضطرب نہ ہوں۔ اور اسکیونکہ انکو خوب معلوم ہے کہ اگر ترک اور اہل بلغاریہ ایک جان و دقالب ہو جائیں گے تو روس کا قسطنطنیہ لینا محال ہو جائیگا۔

لیکن روس کی مخالفت میں جو آئینے معاہدے کئے ہیں اسکی اطلاع حکو گون کو مل چکی ہے نیز براعظم یورپ سے بھی برابر خبر چلی آتی ہے کہ لارڈ سالسبری اور پرنس ہسٹنگز روسی مخالفت میں معاہدہ کئے ہیں۔ لیکن حکو اسکا پورا یقین ہے کہ جب روس کے مقابلہ میں معاہدہ کیا جائیگا تو او میں زیادہ تر دورخی معنی کے الفاظ کا ختم ہو گا۔ حال ہو کہ دیکھنا چاہئے کہ روس کے مقابلہ میں آسٹریا اور اٹالین اور انگریزی شرط عہد نامہ مباحث کیا ہیں

معاہدہ آسٹریا

شرط اول۔ اگر بادشاہ روس آسٹریا یا جرمنی سلطنت پر حملہ آور ہو تو ایک دوسریکی اعانت پوری فوجی قوت سے کرنی چاہئے اور باہمی رضا مندی سے صلح ہونی چاہئے۔ شرط دوم۔ اگر روس کی سو اکوئی دوسری سلطنت آسٹریا یا جرمنی پر حملہ آور ہو تو ان میں سے کوئی کسی جانب اعانت نہ کرے۔ اگر حملہ آور کا روس معاہدہ ہو تو شرط اول کے موافق عمل کیا جائے۔

شرط سیوم مخصوص حالتوں میں مضامین معاہدہ سے بطور تفسیر اسکی اطلاع دی جائیگی

لیکن بلحاظ مضامیر معاہدہ سب سے اہم معاملہ ذیل کا مضمون ہے جو معاہدہ کی تہذیب میں درج
دونوں سلطنتوں کا باہمی اقرار و معاہدہ ہے کہ خالص ملکی حفاظت کی حالت میں کسی
جانب کو کوئی مداخلت نہ کرے۔ لیکن کیونکہ مداخلت نہیں ہو سکتی۔ فرض کرو کہ روس
نے اپنے حقوق معاہدہ کے قیام و برقرار رکھنے کیلئے بلغاریہ میں فوج بھیج دی چونکہ
روسی مداخلت فوجی اسٹرکٹور گوارا اور اسکے لئے مقرر ہے اسلئے وہ اپنی فوج روس
مقابلہ میں ضرور بھیجے گی۔ معاوضے میں روس کو لازم ہوگا کہ آسٹریا پر وہ چڑھائی کرے
پس ایسی حالت میں جرمنی مجبور ہوگا کہ آسٹریا کی محافظت کیلئے چارہ جوئی کرے
لو کیا ایسی حالت میں خالص محافظت میں مداخلت نہ ہوئی۔

معاہدہ ۱۸۷۸ء کیلئے آسٹریا کی جانب سے مجاز دستخط گونٹانڈریسی تھا۔ انڈریسی نوٹ
شرکی کے مخالفت میں پہلے سے جاری تھا جس کا اختتام جنگ ششہ ۱۸۷۸ء میں ہو گیا۔

معاہدہ اٹلی

اگرچہ یہ معاہدہ شائع نہیں ہوا تاہم جو کچھ غالب درجہ یقین کے ساتھ معلوم
ہوا وہ حسب ذیل ہے۔

درجہ غالب ان معاہدوں سے بطور اجمال یہ معلوم ہوا ہے کہ اگر فرانس تنہا
جرمنی یا اٹلی پر حملہ آور ہو تو دونوں ملکیوں کے ملکہ کرینگے اور اگر اس طرح روس۔ جرمنی
یا آسٹریا پر حملہ آور ہو تو یہ دونوں سلطنتیں ہر مجموعی مقابل ہونگی اور اگر روس
و فرانس ملکر ان تینوں سلطنتوں میں سے کسی پر حملہ کریں تو ہر سہ بقوت
مجموعی میدان کارزار میں معرکہ آرا ہونگی امید کی جاتی ہے کہ اس زیر دست
محافظت اور معاہدات سے عرصہ دراز تک کوئی وقوعہ جنگ نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ اگر ان معاہدوں پر پوری طور سے پابندی ہوئی تو ایک زیر دست حصہ یورپ اس جنگ کے فائدہ انگیز شر سے محفوظ رہے گا لیکن اگر روس بلغاریہ پر حملہ کیا جس سے آسٹریا کی حقوق کی پامالی متصور ہے تو جرمنی کیلئے یہ حملہ باعث جنگ متصور نہ ہوگا۔ اخبار ماٹمن لندن مطبوعہ دسویں فروری میں حسب ذیل تاریخ ہے۔

رومیہ ۹ فروری۔ لندن کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ اگر بلغاریہ بین آسٹریا کو فوج بھیجی پڑی تو اٹلی کی اوس میں اعانت ہوگی کیونکہ فی الحال آسٹریا جرمنی اور اٹلی میں باہمی اعانت کا معاہدہ ہوا ہے اس بیان کی یہاں (رومیہ دار السلطنت اٹلی) بالکل تردید کی گئی ہے۔

معاہدہ انگلیزی

جزیرہ سیدیس (قبرس) کا معاہدہ اوس وقت شائع ہوا جب اوپر دستخطیں ہو گئیں یعنی ۴ جون ۱۸۷۸ء کو شرط اول انگلستان اس شرط سے مجبور ہے کہ اگر روس سلطانی مقبوضات ایشیا پر آئندہ حملہ آور ہو تو بذریعہ فوج کے سلطان کا ساتھ دے۔ شہ ۱۸۷۸ء میں جو معاہدہ یکم جولائی ۱۸۷۸ء میں ہو کر ہے کہ اگر روس مقام قرض دیگر مفتوحہ مقامات آرمینیا کو جو گذشتہ جنگ میں روسیوں نے سلطان کو واپس کر دیا انگلستان جزیرہ سائپرس کو خالی کر دیا اور ۴ جون کا معاہدہ متعلقہ جزیرہ مذکور منسوخ ہو جائیگا۔

ان ہر معاہدوں میں ایک عجیبہ بر غریب بات ہے کہ جو باتیں روس نہیں کرنا چاہتا اوسیکی روک تھام بھی کی گئی ہے یہ کہیں نہیں ہے کہ اگر روس یورپی روم پر حملہ کرے تو اس کے مزاحمت کے اسباب بہم پہنچائے جائیں گے۔

معاهدوں کی قوت اسی سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ بالعالی بارہویں شرط معاہدہ برلن کے روئے کاظم بے کو بطور کوشش کے صومہ سمجھا جا رہی تھی۔ روس نے دیکھا کہ اگر ایک لگا گیا تو سفارتی تعلق محدود ہو جائیگا لہذا اثر کی نے ماتہ اٹھایا۔ روس چاہتا ہے کہ روم کی اعانت سے بلغاریہ کو دبا دے یعنی ترکی اپنا نقصان اپنے ہی ماتھون کرے۔ اس معاملہ پر بس بسا کر روس کی یشتی بائی کرنا جسکی تائید معاہدہ برلن کے ناپید لفظ معنی سے چاہتے ہیں جو مشہور مثل زبردست کا ٹھینکا سر پر کے سوا اور کچھ نہیں۔

بلغاریہ کے نسبت جو پرنس ہمارے معاہدہ برلن کی معنی لکھے ہیں اور اور جسکے نسبت یہ بیان ہے کہ ان کے مصفیہ تمام ارباب کا گھر بلا استثنا خود یہ مصفیہ بخند ایسی ہے جیسا کہ چند چور البین ایک دوسرے کے مصفیہ اور ہمارے ہو کر رہے ہیں اور ایک فرقہ اور رہنمائی کے کاموں کیلئے ایسی ہی اتفاق اور جمع کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا واقعی برلن میں کوئی شخص پرنس ہمارے کی ہمارائی سے علیحدہ نہ تھا۔ کیا لارڈ سائیری کو لوگ بھول جائینگے فقط

شہادات نسبت اسلام

مذہب اسلام کے نسبت غیر متعصب فقہیہ اشخاص نسبت کچھ
 مدح سرائی کی ہے دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنی
 زیادہ دوسرے مذہب کو افضل سمجھتا ہو خاصکہ جب دوشہور
 مذہبوں میں زمانہ دراز سے تاریخی مذہبی جنگ و جدال ہی ہو چکا ہو
 کشش اور طال خاطر کا بڑا سبب ہوتا ہے اسوقت اگر کسی
 سے دوسرے کے نسبت الفاظ مدح کے نکلین تو اسکی وقعت
 بہ نسبت اہل مذہب کے جملہات ضخیم کے زیادہ سمجھی جاتی ہے۔
 نیز واقف کاروں کی تہواری سی تعریف نا واقفوں کی بہت
 طومار سے بدرجہا افضل مانی گئی۔ اس موقع پر منجملہ ہارون
 نامی گرامی علمائے عیسویہ کے چند واقف کاروں کا کلام جو
 بطور شہادت کے پیش کیا جاتا ہے۔ (الفاظ تعلیمی کار
 جانب سے برائے گئے ہیں)۔

از کتاب ہیر و ورشپ مطبوعہ ۱۸۴۲ء
 (مصنفہ ٹامس کارلائل)

محمد : اسلام
 ہر لوگ برابر کہتے چلے آتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنوعی پیغمبر
 ۶۹

اور جھوٹے اوتار ہیں اور کلام مذہب لاف گزاف اور حماقت کا مخزن ہے لیکن یہ بیان اب واقعی اس قابل بھی نہیں رہا کہ کوئی شخص ذرا بھی تسلیم کرے۔ وہ غلط بیانیان جو آنحضرتؐ کے نسبت بڑے زور و شور سے کئی کئی ہین فی الحقیقت اس سے ہماری ہی ذلت متصور ہے۔ ایک مرتبہ پوکوک نے گروٹیس پوچھا کہ اس قصہ کا کوئی ثبوت ہے کہ ایک کموترا ایسا پالا اور کھلایا گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان سے دانہ نکال لیا کرتا تھا اور وہی مثل ایک فرشتہ کے تھا جو انکو تعلیم دیا کرتا تھا گروٹیس نے جواب دیا کہ اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایسی باتوں کا ترک کرنا لازم ہے (جس سے اپنی ہی حماقت و جہل ثابت ہوتی ہے) جو الفاظ آنحضرتؐ کے زبان سے نکلے آج باوجود بارہ سو برس گزرنے کے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے رہنمائے زندگی ہیں۔ ان اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو مثل ہمار خدا ہی نے بنایا ہے۔ خدا کی خلقت اسوقت زیادہ تر آنحضرتؐ ہی کا کلمہ شہیدی ہے دوسرے کسی کی پیروی اسقدر کثرت سے نہیں ہوتی۔ پس کیا ہلوگون کا یہہ فرض کر لینا کہ وہ کلام روحانی شعبہ بازی کا ایک ذلیل حصہ تھا صحیح ہو سکتا ہے۔ جس سے اسقدر مخلوق خدا و وابستہ رہی اور مر گئی۔ میرا ذاتی عقیدہ تو یہہ ہے کہ میں اس کے کلام کو کبھی ایسا قیام نہیں کر سکتا۔ میں تو بہ نسبت کلام آنحضرتؐ کے اور انکی دوسری بہت سے باتوں پر جلد ایمان لاؤنگا۔ اگر لاف گزاف ہی کہا جائے تو ایک شخص جب یہہ سوچا کہ لاف گزاف نے اسقدر ترقی پائی اور یہاں (یورپ) پہنچ گیا تو تمام دنیا کے تصور میں بالکل

موشیال ہو جائیگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دستور تھا کہ رمضان کے مہینے میں ہر سال ایک سنسلا اور خاموش جگہ چلے جایا کرتے تھے۔ یہ عرب کا دستور قابل تعریف ہے جسکو قطع نظر اور باتوں کے مفید اور مرغوب کہہ سکتے ہیں۔ بیشک اس دستور کے دلچسپی میں کیا شک ہے جہاں وہ جاتے تھے خود خاموش کوہ و صحرا خاموش۔ اپنی دلیں آپ ہی ہوتے تھے اور کان اُن باتوں کو جو تکلم میں نہیں آتی تھیں سنتے تھے۔ محمد (صلعم) اپنے چالیسویں برس میں مکہ شریف کے پاس غار حرا تشریف لے گئے تاکہ ماہ رمضان وہیں کاٹیں اور اہم مسائل کے حل کرنے میں بیدار تصور عرق خیال ہوں ایک روز انہوں نے اپنی بیوی حضرت خدیجہ سے جو اس سال سو اسی گھبراہ کے موجود تھیں فرمایا کہ خدا کے لیے انتہا اذنا قابل بیان نعمتا سے میرا غور طلب مسائل حل ہو گئے اور اب کوئی شعبہ یا کسی قسم کا پردہ باقی نہیں رہا۔ چشم روشن سے سب کچھ دیکھ لیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ یہ بات اور علامات عقائد بالکل فضول ہیں۔ کلڑی کے ذلیل ٹکڑے ہیں۔ صرف ایک خدا ہے جو سب بڑا اور حکیم ہے۔ ہموگوں کو بتوں سے کنہا رکھتی کر کے صرف خدا ہی سے لو لگانا چاہئے۔ خدا بڑا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری شے بڑی نہیں۔ وہی صداقت اور اصلیت ہے۔ چونی دیتا کوئی چیز نہیں۔ اسنے ہموگو پہلے مخلوق کیا اور اب تک قائم رکھا۔ ہم اور کل مخلوق پر تو ہمیں صرف چند روزہ جامہ ہستی (بدن) غیر فانی چمک و دمک (روح کو ڈالو) ہے۔ خدا اور دین اسلام بڑا ہے۔ ہم سب کو خدا کی عبادت کرنی چاہئے ہماری کل طاقت اور سبکے تابع ہے جو چاہے سو کرے۔ اس دنیا میں یا عقبی میں۔ جو کام ہمارے لئے ہوئے ہیں چاہے وہ موت ہو یا موت سے بھی بدتر لیکن وہ سب سے

اور بہت بہتر ہوئے ہیں بکلوپوری طور سے اپنی تین اوسیکو سپر دکر دینا چاہئے۔
گو تھکھتا ہے کہ اگر اسلام اسیکو کہتے ہیں تو کیا ہم سب لوگ اسلام پر نہیں چلتے۔ بینک
ہم میں سے سب لوگ جنہیں کچھ دینی عنصر ہے۔ اس طرح رہتے ہیں۔
انہوں نے اپنی نیک بیوی حضرت خدیجہ کو کبھی قراہوش نہیں کیا۔ بہت زمانہ کے
بعد حضرت عائشہؓ انکی نوجوان بیوی جو مسلمانوں میں جلا و صاف سے متصف ہونے
سے بہت مشہور ہیں ایک روز آپ سے پوچھا کہ کیا میں حضرت خدیجہ سے
اچھی نہیں ہوں۔ وہ بیوہ۔ سن رسیدہ تھیں اور حسن بھی زائل ہو گیا تھا۔ کیا آپ مجھ پر
بہشت اسکے زیادہ مہربان نہیں ہیں۔ آنحضرت نے جواب دیا نہیں واللہ نہیں۔
حضرت خدیجہ نے مجھ پر اسوقت ایمان لالین جب کوئی بھی ایماندار نہ تھا۔ تمام دنیا نے
میری محبوبہ سے بڑھ کر صرف وہی ایک تھیں۔

.....

مذہب عیسوی کی بھی یہی تعلیم ہے کہ خدا پر اپنے تین چھوڑ دو۔ ہکو آدمیوں کی سلام
و مشورہ پر نہیں چلنا چاہئے۔ کسی مصنوعی شاندار عیب جوئی۔ خواہشات یا خسو
پر خیال رجوع نہ کرنا چاہئے۔ ایسا باننا چاہئے کہ گویا کچھ نہیں مانو جو باتیں سب سے بری
یا مضر نظر ہر معلوم ہوں وہ اصل میں ایسے نہیں ہیں۔ ہمارے واسطے وہی مناسب
ہے جو ہکو خدا سے لایا ہے اور کہنا چاہئے کہ یہی اچھا اور مفید ہے۔ کیونکہ خدا
بڑا ہے۔ اگر وہ مجھ کو قتل بھی کر ڈالے تاہم مجھ کو اوس پر بہرہ رسہ کرنا چاہئے
اسلام نہایت خود بخود فیصلہ اور خود کو متابعت اور نصورات الہی میں معلوم

سمجھنے والا ہے۔ یہ سب بڑی دانائی ہے جو اب تک دنیا میں ظاہر ہوئی ہے۔
ملت محمدی کو ایک قسم کی ملت عیسوی کہنا چاہئے۔ فی الحقیقت اگر ہم غور سے دیکھیں گے گسر
عجالت اور کثرت سے اس مذہب کی اشاعت ہوئی اور لوگوں کے دل و نیر کا اثر پڑا تو
ہم ضرور کہیں گے کہ یہ ملت مذہب عیسوی کے ادنیٰ قسم میں نہیں بلکہ اعلیٰ قسم میں ہے اور
شام کے فرقہ عیسویہ بدرجہا افضل ہے جو مہل جہگڑے کیا کرتے تھے اور جسکے دماغ یہود
شور و شب سے لرزتا اور دل خالی و مردہ تھی۔

مذہب صلیبی کے نسبت جو کچھ کہا جائے لیکن کس صورت شہوت پرست کہنا جائز نہیں۔ اگر
ہم انکو عیاش کہیں یا کسی کینہ صفت سے منسوب کریں بلکہ کسی قسم کی خواہش کا اطلاق
انپر کریں تو ہماری سخت غلطی متصور ہوگی۔ انکا خاکنی سامان نہایت ہی مختصر اور خوراک
میں جو کی روٹی اور پانی تھا۔ بعض اوقات مہینوں چولہا گرم نہوتا۔ نہایت پیچھے
کے ساتھ مسلمان لکھتے ہیں کہ آنحضرت اپنے مانتوں سے جوتے اور پوشاک درست کر لیا
کرتے تھے۔ آنحضرت جانفشان تھے۔ مختصر سامان رکھتے اور غریبانہ گذارتے تھے سال
جمع کر نیکی جو عام لوگوں کے محنت کا صلہ ہوتا ہے بالکل فکر نہ تھی مین تو انکو کبھی خراب آدمی
نہ کہو گا۔ انہیں بجائے کسی قسم کی خواہش کے دوسری حقیر نہایت اچھی تھیں۔ روزہ
یہ جنگلی عرب جو انکے زیر نظر ۲۳ برس تک لڑتے جھگڑتے رہے اور انکے ساتھ عینہ رعب
ایسی عزت کبھی نہ کرتے۔ وہ جنگلی تھے جو گاہ گاہ جہگڑے کیا کرتے اور راستی و صداقت
کیلئے وحشیانہ حرکت کرتے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی رہنمائی بغیر واجب التسلیم لیاقت
اور بہادری رکھنے کے کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ انکو نبی کہتے تھے وہ ان لوگوں کے

ساتھ ساتھ رہتے۔ کبھی خفیہ ہو کر نہیں بلکہ بالکل آشکارا طور سے۔ سب لوگوں کے مدبر و اپنے لباس میں پیوند لگاتے تھے۔ اپنی جوئے ٹانگتے تھے لڑتے۔ مغمورہ دیتے اور اپنے لوگوں کو حکم احکام کرتے تھے۔ ان لوگوں کو خوب معلوم تھا کہ کس قسم کے آدمی آنحضرتؐ پس جو تمہارا بی چاہے وہ انہیں کہو۔ کوئی شہنشاہ جسکے سر پر تاج زرین ہو یا مہنبلہ حاکم نہیں ہوا جسکا محمدؐ اپنے گدڑیوں میں۔ ۲۳ برس تک سخت آزمائش کرتے رہے ایسے سخت کام انجام دینے کیلئے میری رے میں ایسے ہی سچ بہادر (نبی) کی ضرورت ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کے آخری کلمات دعا ہیں وہ دعا کیا ہے ایک متوش دلسے شکستہ دعا یہ تقریر جو لرزتی ہوئی امید کے ساتھ خالق کے خیال میں نکلتی ہے۔

تعلقہ سپاہیہ ماہان

کیسا سپاہیہ سیکڑوں برس تک عربوں کی زیر حکومت سرسبز شاہ داب رہا کیسی کیسی سرت انگیز باتیں رہیں اور خلق و مردت کا ڈنکا بجاتا رہا۔ بہادری اور الوافری کا شہرہ ایک تھا۔ اور منظومات کا دور دوزد و سرسبز طرف۔ علوم مختلفہ کی بہار کس پایہ پہنچی اور فنون کا ملکہ کا رتبہ کہاں تک پہنچی کیسے کیسے عمارات اسپین اور جاپان تعمیر کر آئے گئے اور کیسی کیسی عظیم الشان پل بند ہوئے۔ چشمے اور قوارے جاری ہوئے آبیہ پاشی کس امیج کو پہنچی۔ اور اب آنکیز عبرت کی انکھوں سے دیکھو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

ڈاکٹر سیوج لینڈر (ایجنزی کنوینشن ۱۸۴۲ء)

W. S. Lander's "Imaginary Conversation" 1824-29.

معلقہ مسلمانان

کھ اسپین کی تاریخ عجیب انوسن ملک و حسرت آمیز تقریرات کا مخزن ہے۔ بارہ سو برس گزرے کہ طارق نے اسپین کو فہرست ممالک مقبوضہ عرب میں داخل کیا آٹھ سو برس تک مسلمان حکمرانوں کی تخت میں اسپین مہذب اور ثنائیہ سلطنت تمام یورپ میں تھی۔ وہاں کی شہزادانی حکمران کی جانفشانی اور اعلیٰ فن انجیری کی ماہیت سے صد چاند بڑھ گئی۔ وادی الکبیر اور گوادیا میں سیکڑوں شہر آباد ہو جو اب صرف پچھلے غوتوں کے یادگار ہیں۔ علم و فن و صنعت کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ تمام یورپ میں بی نظیر تھی ان شہروں میں جو چشمہ علوم مسلمانوں نے جاری کئے تھے اوس سے مستفید ہو کر لکھنؤ ملک جرمنی فرانس و انگلستان جو قوت جو پہنچتے تھے۔ جراح و حکم اندلوسیہ کو یا علمی فوج کے ہر اول تھے۔ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کا چرچا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر قرطبہ میں موجود تھیں علوم ریاضی بہت۔ نباتات۔ تاریخ۔ فلسفہ۔ فقہ اسپین اور صرف اسپین ہی میں بکثرت شایع تھے کاشتکاری۔ آب پاشی۔ قلعہ بندی۔ جہاز سازی۔ پارچہ بافی کی اعلیٰ ہنرمندی حکاک۔ بخاری۔ ظروف سازی۔ معماری۔ کالعلی و علی کمال صرف مسلمانان اسپین کے کردے کھلایا۔ جس طرح علوم و فنون جنگ میں یہ لوگ کامل تھے اسی طرح روزمرہ کے علوم و فنون مایحتاج میں بھی طاق تھے۔ اور عرصہ دراز تک ہم عصر وہ ہوں گویا سبقت لے گئے تھے۔ بحیرہ روم میں ان کے بیڑ جہازات شاہان بنی فاطمہ کے ہمسر تھے اور افواج بری ممالک عیسویہ میں خاک سبز گز رہی تھیں۔ خود سدا

جو قومی بہادر تمام دونوں تک عربوں کے طرف سے مصروف جنگ رہا اور پستنا
تعلیم وہ آداب عرب تمام غرض جو کچھ کسی سلطنت کیلئے سامان عزت و عظمت ہو سکتے
ہیں۔ اور جو مصالح تہذیب و ثنائیت کی کئے جاسکتے ہیں وہ سب پہنچیں مسلمانان
بین موجود تھے۔

۱۲۰۰ء میں فردوسی نیشادائیز اہلک کے مجموعی حملہ کے روبرو عربوں نے شکست پائی
اور غرناطہ کے ساتھ اسپین کی ساری عزت پامال توں حوادث ہوئی۔ تھوڑے
دنوں تک عربوں کی گذشتہ کچھ تک پہنچی روشنی میں اس سرزمین پر قائم رہی
جہاں افتاب علوم و فنون سے دنیا کی آنکھوں میں خیرگی ہوتی تھی۔ بعد ازاں بلا
چارلس پنجم اور فلپ تین وغیرہ کے عمو و سلطنت تک کچھ دھندلی چمک رہی
پھر تو پائالی اور بربادی کی نفرت انگیز حالت اور تعصب امیز غیر مذہب کی جگر خراش
تحقیقات کا دور دورہ اور اس جہالت تاریکی کی حکومت ہوئی جس میں اسپین گر کر
اجتنکٹ سنبلا۔ جس سرزمین میں صداقت اور راستی سب سے افضل سمجھی جاتی
تھی وہاں حکماء اسپین جہالت اور بدلیاقتی کے تمغہ سے سرفراز کئے گئے اور
نیوٹن اور ناروی کی علمی تحقیقات میں خلافت مذہب سمجھ کر مرد و کی گئیں جہاں
ایک دن ستر عام کتب خانے دماغی قوت طلبا کیلئے بے بہا نعمت تھی اور صرف
قرطبہ میں پانچ لاکھ کتابیں جمع تھیں۔ جس سے ایک دنیا کا عام فائدہ ہوتا تھا اگر
کچھ تعلیمی کی ایسی ہوا جلی اور اس قدر علمی کوشش اور شوق میں بنسبت سابق کے
فرق بین کیا گیا کہ جدید اور سلطنت مژدین ایک عام کتب خانہ بھی ہوا اتحاد وین

صدی میں نہیں ہے اگرچہ کتابیں نہایت ارزان اور سب علوم کی کثرت سے مطلوبہ علمی
ہیں اور مسلمانوں کے زمانہ میں جبکہ صرف ایک شہر قرطبہ میں پانچ لاکھ کتابیں مختلف علوم و فنون
کی جمع تین سب قلمی تھیں) حیرت تو یہ ہے کہ اسکو ریل جو خود اسپین کا رہنے والا تھا
اوسکی قلمی تصانیف کا آج انکار کیا جائے مقام سیول میں سولہ ہزار پارچہ باقی کے کاغذات
تھے اب اوسکے پانچویں حصے میں بھی شک ہے۔ صنعت و حرفت جو مقامات ٹولڈو۔

اور المیرا۔ میں تھی آج نہایت ہی حقیر حالت میں پائی جاتی ہے۔ عام حمام منجدہ دوسری
عام عمارتوں کے جو نہایت خوبصورت اور کارآمد تھیں اسلئے برباد کر دیئے گئے کہ منقاری بہت
کچھ غیر مذہب (مسلمانوں) کا پتہ دیتی ہے۔ جب عربوں کی ہنرمندی و جانفشانی متعلقہ
آبپاشی سے چشم پوشی کی گئی تو اراضی رفتہ رفتہ بیکار و بنجر ہو گئی۔ نہایت ہی سرسبز
و شاداب وادیوں میں آج گھاس پھوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جس متعدد گنجان
شہروں سے اندلوسید کی رونق تھی وہ ویران پڑے ہوئے ہیں۔ اور بکا طلب
تجار۔ اور جنگ جو بہادر رہن کے آج کہ اگر۔ فقیر اور رہزنوں کا مخزن ہے۔ پس
جب سے عربوں کا اسپین سے اخراج ہوا اس ملک کی یہ ذلیل حالت ہو گئی ہے اوپر
عبرت ناک تاریخ بھی واقعہ صرف اسپین ہی میں پایا گیا

ایشیائی لین پول (مورس ان اسپین ۱۸۸۵ء)

"The Moors in Spain" by

اشتمار
دوار کا ماتھے اینٹ کی پٹی لاہور

یہ اپنی دیسی کمپنی عرض پر داز کہ ہمارے پاس عمدہ عمدہ می گھڑیاں آئی ہیں جنکی بابت صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ اگر عدلی کے طرف خیال کیا جاوے تو ان دامن نہایت ہی ارزان ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آپسند ہوں تو بلا جیب میں ڈالنے کے ایک ہفتہ کے اندر واپس کر دیں۔ محصول ڈاک معاف:-

کار انشی ۵ سال خالص چاندی

گھراؤنی ۴۴ سال نکل گئیں

۱) اوپن فیس بلا چابی پن والی شیئر ۲) نقش دار لیورڈ بل کمپنی چابی دار... شیئر

(۲) // قسم اعلیٰ ... عطا (۱) //

(۳) نیویری کو بیٹھ

(۴) " کلان لیونجی علیہ " (۱) " حسین تاریخ اورون بھی علیہ "

(۵) نامہ شنگ چابی موقوفہ حضرت امام علیہ السلام (۱۱) " حسین تاریخ دن و رات بھی کھتا لکھ

(۶) اسکول کے لڑکوں کو دیکھ جا چاہی کھڑی مشیل

سوا اسیے کھانا کھا کر نیم پینس بنجیر نکلی و خالص چاندی کے موجود ہیں اور عمدہ اہتمام سے گھڑیاں منی

کیجائی ہیں؟

دو اسکا ناطقہ ایسڈ کمپنی سوداگران واج وکلاک انارکلی لاہور۔

تدبیر نوجوانی یعنی

سیر کو کرتا ہے یہ روعن جوان

یہہ روغن قوۃ باہکما کر اعظم کا کرکتا ہے جس پیران بختا و سالہ تک کو یکساں نفع ہوا، اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ کابلہ وغیرہ کا کوئی خطر رک و پشہ کو حیرت بخش اسحکام بخشتا ہے اور ہر قسم

ایک حیرت انگیز مشاہدہ

رسالہ بلٹین جو کالیفورنیا کے اسٹیٹ مائننگ بیوریہ سے شائع ہوتا ہے اس میں مئی ۱۹۰۷ء میں
 ایک ڈی۔ بی۔ ایم لاشون کی نسبت ذکر کیا ہے جو غیر کسی کیمیا کی ترکیب کے قدرتی طور پر
 صحیح و سالم برآمد ہوئی تھیں۔ یہ لاشون جنکا ذکر کیا گیا سیرامائٹس کے پٹار سے نکالی
 گئیں تھیں اور اب بیوریہ میں موجود ہیں۔ رسالہ بلٹین نمبر ۱۸۱ لاشون کا فوٹو
 بھی دیا گیا ہے۔

مسٹر جے۔ زیو۔ ڈیوہن پریٹ بورڈ آف ٹریڈنگ آف دی اسٹیٹ مائننگ بیوریہ کی
 خاص توجہ اور فیاضانہ کوششوں سے اس اسٹیٹوشن میں آرچیا لاجیکل کے متعلق بہت
 انسانی ڈیمانچے جمع کئے گئے ہیں۔

مکسکو کے آرچیا لوچٹ (ماہر علم قدامت) سکندر۔ یس۔ مارگریٹ مکسکو کے بارہویں
 جو سیرامائٹس کے نام سے مشہور ہیں اپنی آرائش میں مصروف تھے ڈینک کے دھن
 قریب دو سو میل کے فاصلہ پر کورائٹوز۔ کاسس گرینڈیز کے دریاں سات ہزار
 فیٹ کی بلندی پر ایک تاریک غار چٹائی سے بالکل بند پایا گیا جب وہ مجھ سے
 کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی زمین بالکل مسطح اور نرم ہے۔ دونوں پہلو نامور
 اور سخت تھے۔ چہت برف کے قلموں سے جو لٹک رہی تھیں بالکل جھٹی تھی۔ یہ چھڑ
 طول و عرض میں قریب قریب برابر تھے دوسرے ستر پر آدمی کی چار لاشیں
 بغیر اس کے کہ امتداد زمانہ کا ان پر کچھ اثر پڑے معمولی طریق پر موجود تھیں۔

اُس ملک کے قدیم دستور کے مطابق مشہور مردوں کی لاشیں اکثر سیڑھی سے دریا کے کنارے یا پہاڑ کی اونچی چوٹیوں پر جہاں مشکل سے انسان کا گذر ہو سکتا ہے دفن کیجاتی تھیں۔ اس سے گویا اُن کی تکریم اور حفاظت مقصود ہوتی تھی۔ ان لاشوں کی نشست کی کچھ عجیب قطع تھی۔ دونوں ہاتھ سینے پر آڑے دہرے تھے۔ گھٹنے ہڈی سے ملے تھے اور سر سامنے کو جھکے ہوئے تھے۔ اُن گویوں کی تکفین بہت خوش اسلوبی سے عمل میں آتی تھی۔ اور سہوں کا رخ آفتاب کی جانب تھا۔

ایک مرد اور ایک عورت (شاید میان بی بی سہے ہوئی) زانو پٹیر اکٹھا ہوئے تھے۔ ہڈیوں کا بائیں دائیں طرف اور چھوٹی لڑکی مان کے بائیں طرف تھی۔ کفن کے علاوہ لڑکی کی کسی جانور کا چمڑا لٹایا ہوا تھا جیسا کہ جزیرہ فیویریٹ پر موجود کئی تکفین کا طریقہ تھا۔ بہر حال وہی حفاظت کے لئے بہت کچھ احتیاط کی گئی تھی۔ اُس مقبرہ کی زمین اور لاشیں بہت باریک و نرم دھول سے اٹکی تھیں۔ وہ گرد و اسفند باریک تھی کہ چھوٹے سے مطلق تمیز نہیں ہوتی تھی۔ اور شاید مدت دراز کی وجہ سے اُن رفته رفته جمع ہو گئی تھی۔ باوجودیکہ اس وقت سے پہلے وہاں کسی آدمی یا جانور کا گذر نہ ہوا تھا مگر ایک طرف ایک آدمی کے پانوں کا نشان موجود تھا۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ شاید وہ غار کا منہ بند کر لے آیا ہو۔ اُس مقبرہ کی چوڑائی اس ہوشیاری اور صنعت سے کی گئی تھی کہ بہت غور سے دیکھ کر تمیز ہوتی تھی۔ باوجودیکہ وہیں دھوپ سے خشک کی ہوئی اینٹ اور چٹان اور گامے کے سوا کوئی اور چیز نہ تھی۔

پروفیسر مارگریٹ اور اُن کے ہمراہیوں نے لاشوں کو زائسکوپین لیجا کے ارادہ کیا

یہ کام انکو کمال احتیاط اور چالاک سے کرنا پڑا اسلئے کہ اگر وہ ان والوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ ان کے بزرگروں کی متبرک لاشیں دفن سے نکالی گئی ہیں اور اب منظر عام میں نظر آگئے کیلئے جاہلیگی تو پرویدر اور ان کے ساتھیوں کی حالت بہت خطرناک ہو جاتی۔ وناڈر باشندہ محل اپنے مردہ بزرگواروں کی غایت درجہ مبالغہ سے تعظیم کرتے ہیں۔ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور عقیدہ طور پر یہ یقین کرتے ہیں کہ مردہ کی روح ہمیشہ لاش پر اوڑھ کر قی ہے اور اپنے پس ماندوں کو ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر لاشیں اوشالی جائیں تو گویا وہ اپنے روحانی محافظوں سے محروم ہو جائیں گے۔ ان میں سے بعض فرشتے والے اس امر کو اپنی خاندانی افتخار کا باعث سمجھتے ہیں کہ ہم اون مقدس بزرگروں کی نسل سے ہیں جنکی روحیں پہاڑوں اور غاروں میں بھری ہوئی ہیں۔ یہ خیال اور بے اصل قصے ان کے مذہبی عقاید میں داخل ہیں۔

غصہ کہ وہ لوگ لاشوں کو بہت احتیاط سے کپڑوں میں جو انہیں مل سکے لپیٹ کر خچروں پر لا کر ایک ریلوے اسٹیشن پر جو سب سے قریب اور دو سو میل فاصلے پر تھا لائے۔ وہاں سے صندوقوں میں بند کر کے سان فرانسسکو میں لیکئے۔

مشرعے۔ زڈ۔ دیوس نے اس خبر کے سنتی ہی کمال شتیا سے ان چاروں لاشوں کو خرید لیا اور اسٹیت ماننگ بیوریا کی نذر کیا جہاں اب وہ بہت سے مشہور اور عجیب و غریب اشیاء کے ساتھ رکھی ہیں۔ ان دیوے ساحل پر پہلے پہل یہ لاشیں نمودار کی گئی ہیں جو قدرتی طور پر ہلاک ہوئی اور وجہ کے

صحیح و سالم موجود ہیں۔ یہ لاشیں اور مصالحہ دار لاشوں سے ایک خاص طرح کا فرق رکھتی ہیں عوام اور واقف کار اشخاص نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ کسی مصالحہ کی وجہ سے نہیں قائم ہیں جہاں تک غور کیا گیا اب تک کوئی ایسا طریقہ دریافت نہیں ہوا ہے کہ اتنی مدت تک لاشیں قائم رہ سکیں۔

وہ لاشیں قدرتی اجزا کی خاص ترکیب سے جو انسانی فہم سے باہر ہے خشک ہو گئی تھیں گرم اور خشک ہوا ان کی رطوبت جذب کر لیا تھا۔ اس طور پر جیسے کہ جلور روز مرہ کے کھانے کا گوشت آئندہ موسم کیلئے خشک کر لیتے ہیں۔ یا قوم بڑن افریقہ کے جنگلی مار سنیں کا گوشت سکھاتے ہیں۔

مغسّر دل۔ پیڑہ۔ پیٹ کے متعلق جوارح اور انتین خشک اور تھیں مرد کی لاش اور بہن سے بڑی تھی۔ ڈوبانچہ بھی مضبوط تھا۔ اونچائی میں نوٹ۔ جسم کی ساخت باقاعدہ ہے۔ ہڈیاں مضبوط اور لمبی ہیں۔ تخمیناً اس کا وزن ۱۸۰ اور ۲۰۰ پونڈ کے درمیان رہا ہو گا مگر اب کل ۱۴ پونڈ ہے۔ جلد کے اوپر کا حصہ سبب داغ ہو۔ اس کی حالت خشک چمڑہ یا چرمی کاغذ کی سی ہو گئی ہے۔ رنگت سفید سیاہی مائل خاکی ہے۔ جلد اور ہڈیوں کے درمیان خشک گوشت۔ اعصاب۔ رگین۔ اور ہڈیوں کے جوڑ میں اون کا مجمع۔ اور پتلی جھلی جو گوشت کے اوپر ہوا کرتی ہے دستور موجود ہیں۔ شانوں کے بعد ایک برس سے دوسرے تک ۱۵-۱۰ انچ (یعنی ۳۹۰ میلیمٹر) کا فصل ہے۔ ماتھے چوڑے اور انگلیاں کا کوٹم ہیں۔ پیر بھی چوڑے ہیں ۲۴۰ میلیمٹر (یعنی ۹ ۱/۲ انچ کا پیمانہ ہے۔)

انگلین کی ہڈیاں بدستور ہیں۔ تعداد معمولی ہے۔ رگین جنگلی وجہ سے انگلیوں کا سلسلہ اور قطار ہوتی ہے موجود ہیں۔ بائیں طرف اور لیون پر پھوٹ نکلنے کے نشان ہیں۔ یہہ شاید خشک ہوتے وقت ہوا ہے۔ حوالی دماغ کی رطوبت اس ہڈی میں سے ہو کر جو ششک ہے اور جس میں سے شامہ کی حس کرنیوالی رگین ناک میں آتی ہیں جو کھوپڑی کے اگلے حصہ میں واقع ہوا و جسم میں ایک سو بائیس ناک کے نیچے طرف کو ہے۔ ان میں سے رطوبت جاری ہو کر بالین طرف کے گال سے بہہ لگتی ہیں۔ چونکہ سر بائیں جانب کو جھکا ہوا تھا اسلئے اوسط طرف کو رطوبت رجوع ہو گئی جسکے بہہ نکلنے کا نشان موجود ہے۔

سر کے بال چھوٹے اور کرخت ہیں۔ ابرو اوپر لکین ویسی ہی ہیں۔ مچھین کم کم ہیز مگر ڈاری قریب قریب صاف ہو گئی ہے۔ دو وزن کان سر میں چپک گئے ہیں۔ کڑی کے نشان باقی ہیں۔ انگلیں پھری ہوئی ہیں۔ ناک چونکہ پہلے ہی سے چھٹی تھی ہڈی کے مینہ جانے سے اور دب گئی ہے۔ لب سخت اور ٹھوس ہیں۔ زبان شکر بوتل کے کارک کی طرح ہو گئی ہے۔ دانتوں کی تعداد بتیس ہے۔ جڑیں کی مقدار گھسی ہوئی ہیں۔ انہیں اور عضو تناسل بدستور ہیں۔ معلوم ہوا کہ سر پر بال ہیز چہرے پر کم۔ اور مقامات پر کچھ بھی نہیں۔

کھوپڑی کی جھلی اور چمڑہ خشک ہو جانے سے سر کی ٹیک ٹھیک پیا لٹر میں دقت ہوئی اور اس کا کوئی صیج اندازہ نہیں کیا جاسکا۔ پیر پر ہی بہت کھوٹ سے جہاں تک دریافت کرنا ممکن ہوا وہ درج ذیل ہے۔

سر کا دور ۳۰- لمبائی کا پچھلا اور اگلا حصہ ۸، ۷ (اچھڑائی) ۱۲۰- اگلے حصے کی چوڑائی ۱۰۸
اونچائی ۱۲- زاویہ چہرہ ۷۰ میلیمٹر ہے۔

کمر پٹری کے جوڑ وغیرہ کی نسبت جنکے لئے بہت زیادہ ڈاکٹری تجربہ کی ضرورت
ہے کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکی۔ رخساروں کی ہڈیاں ادھیری ہوئی ہیں۔

بینچے کے جڑوں کی ہڈیاں بلکہ قریب قریب چہرہ کی تمام ہڈیاں موجود ہیں۔ دماغ کے
طبقات اور اعضا ریمیکس کا ملاحظہ کرنے سے یہ دریافت ہوا کہ یہ آدمی اوسط درجہ سے
زیادہ سمجھ بوجھ والا رہا ہوگا۔ آلات جس مشترک اچھی طرح ظاہر ہیں۔

دوسری لاش میں وہ سب باتیں موجود پائی گئیں جو ایک عورت یا مان ہیز
ہونی چاہئیں۔ بہ نسبت پہلی لاش کے یہ سیکند نہ زیادہ محفوظ ہے۔ ہڈیوں کے ناپ سے

علوم ہوتا ہے کہ وہ ۵ فٹ ۵ انچ سہی ہوگی۔ اور وزن میں ۱۵۰ سے ۱۶۰ پونڈ تک
اس وقت صرف ۱۲ پونڈ کی ہے۔ صورت پردہ جسم۔ اور اوکلی ساخت اور ترکیب ستور

ہے۔ دہائی پہلو کی جانب پردہ نہ ہونے سے اندرونی اعضا کے نمایاں کا عمدہ موقع

ملا۔ پیپیرہ ایک خشک اسٹیج کی صورت میں ہے۔ دل خشک گوشت کے گڈی کی طرح

خون کی بڑی رگیں اور آنتیں وغیرہ اوپر پٹرو کے طبقات بہ استثناء ان کے جو چیزیں مٹ

گئی ہیں بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ رحم اور آلات جنین بہت درست ہیں۔ ماتہ پاؤں

چھوٹے اور عمدہ ساخت کے ہیں۔ پیر عرف ۲۱۵ میلیمٹر ہیں۔ جنا ۱۶ انچ ہوتا ہے

سپر بہت گنواں ہیں۔ زمانہ نے ابھی تک ان پر ایسا اثر نہیں ڈالا ہے۔ بالوں کا

نوٹ (۱۱)۔ میلیمٹر۔ ایک انچ کا ۲۵.۴ حصہ ہوتا ہے۔

رنگ ہموں ہے۔ لیکن اس زمانہ کے آدمی کے بالوں سے ایک خاص طرح کا فرق رکھتا ہے۔
 کان چھوٹے اور باقاعدہ ہیں اور اون میں بالوں کے قسم سے کسی چیز کا ٹکڑا پہنا یا ٹکڑا
 جسکی درازی ۴۰ سینٹی میٹر اور دوڑا سینٹی میٹر ہے۔ شاید اس عورت کے زمانہ میں بھی
 زیور سمجھا جاتا تھا۔ آجکل کی عورتیں اور مردکان کے حاشیہ میں سوراخ کر کے مختلف
 قسموں کے زیورات لٹکاتے ہیں مگر اس عورت کی کان کی لوہ میں صرف ایک سوراخ
 ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی تہذیب پھیلی ہوئی تھی۔ اس
 زمانہ کے شایستہ ملکوں میں بھی یہی رواج ہے۔ آنگلیں باوجود یکہ یکا تیز
 مگر عجیب طور پر نگران ہیں۔ اور اوپر کو تیز چمکی ہیں۔ ناک موجود ہے مگر بجائے پتلی اور
 نوکدار ہونے کے چپٹی ہے۔ خساروں کی بُدیان بہت او بھری ہیں۔ لب پتلے اور
 سخت زبان خشک اور ٹھوس ہے۔ آگے کے دو چار دانت نہیں ہیں۔ کھوپڑی
 کا میچ ناپ اسے نہیں ہو سکا کہ پہلی لاش کے شکلات کے علاوہ بالوں کا جھنڈ بھی ہو جائے۔
 سر کا دور ۵۰۔۵۱۔۵۲ انچ اور پچھلے حصوں کا طول ۱۶۔۱۷۔۱۸ انچ اور چھلے کی چوڑائی
 ۱۰۔۱۱۔۱۲ انچ ہے۔ ۱۳۔۱۴۔۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ زراویہ چہرہ ۶۹۔۷۰۔۷۱۔ اس کا شادہ پیشانی سر سے
 کمال عقلمندی کا ثبوت ہے اس عورت میں اعلیٰ مادری محبت اور نیک نیتی بھی
 رہی ہوگی۔ آجکل کی عورتوں میں تو اس قسم کا سر شاید ہی ہوتا ہو۔

اس مرد کے داہنی طرف جو ٹکڑا ہے وہ بھی اور لاشوں کی طرح کھنایا ہوا ہے۔
 اوکے ماتھے بھی سینے پر آٹھے دہر ہوئی ہیں۔ دونوں گٹھے چھاتی پر لگے ہوئے ہیں
 اور سر سامنے گھومکا ہوا ہے۔ اس کا جسم ۳ فٹ اونچا ہے اور وزن میں ۲ پونڈ ہے۔

چھڑا۔ جلی۔ رگین۔ ہڈیاں۔ ویسی ہی جیسا کہ اور لاشوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔
 سر میچ حالت میں ہے جیسا کہ اس سن کے لڑکوں کا ہونا چاہئے۔ چاندی پر کے
 بال اور گئے ہیں۔ کان صرف جفتہ رکڑی کے قسم سے ہوتا ہے اور تنہا ہی باقی ہے۔ چہرہ
 بدستور ہرناک چھٹی خسر کی ہڈیاں اونچی۔ آنکھیں تریچی جیسا پہلی لاشوں میں ہے،
 ویسا ہی اس میں بھی۔ آگے کے دو ایک دانت نیچے اوپر کے نہیں ہیں۔ جھڑون تیز
 نئی نکلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ۲ ڈاڑھ اوپر کی ہڈی کی سوراخ سے نکلی ہوئی نظر آتے ہیں۔ سر کا تیز اور
 گیسر کا دور ۴۰ میل میٹر۔ طول لگے اور پچھلے حصہ کا ۱۲۶ میل میٹر۔ چوڑائی ۱۲۰۔ اگلے
 حصے کی چوڑائی ۶۰۔ اونچائی ۱۱۴ میل میٹر ہے۔ زراویہ چہرہ ۷۱ ڈگری۔
 کفن کا کپڑا ابھی تک بہت کچھ باقی ہے۔ زیادہ تر سوت ہے۔ جسم پر چت پہنا یا ہوتا
 بال کی ایک رستی سے کچھ بندھا ہوا بھی ہے۔

چھوٹی لڑکی میں جو عورت کے بائیں طرف ہر سب باتیں جیسا کہ ہونا چاہئے
 موجود ہے اوس کا سن ۱۲-۱۸ مہینے تک کا ہوگا۔ وزن ۱۶ پونڈ ہے
 یہ لڑکی کسی جانور کے کمال میں پلٹی ہوئی ہے۔ اوس نرم اور ناقابل بردت
 جسم کو اس طریقہ سے بہت اچھی طرح محفوظ کیا گیا تھا۔ اوس کے دونوں پاؤں
 نہیں ہیں۔ ساق کی تلیاں چمڑے سے نکلی ہوئی ہیں۔ اوپر اور نیچے کے چارہ
 دانت نکل رہے تھے جس سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ اوسکی دنیاوی عمر اٹھارہ مہینے
 سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔

یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ چاروں لاشیں ایک ہی خاندان کی ہیں۔ اور ان کی پیمائش

کو اسم اون کے دوستوں اور باقی ماندہ آغزہ کی ماتحتوں سے ادا ہو کر ہونگو خیال کیا جاتا کہ یہ اوس زمانہ کے ہونگو جب اسپین نے یہاں چڑائی کی تھی۔ یا اُس زمانہ سے بھی پیشتر جب آرمک لوگ جمع ہو کر ٹالٹک قوم پر حملہ کرتے تھے اور اون کے درمیان جنگ اور خونریزی ہو کر تھی۔

لاشوں کے چہرہ کا نقشہ آجکل کے لوگوں سے بہت کم مشابہت رکھتا ہے۔ گھوڑی کی ترکیب اور طبعی ساخت آرمک کی نسل سے ملتی جلتی ہے۔ گھوڑے رنگ کے بال آجکل کے باشندوں میں نہیں پائے جاتے۔ چھوٹے چھوٹے ماتھے پاؤں ہندوستان کے ایسے ہیں اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ قیاس کوئی قوم قرار دیجائے۔ بلکہ اس پیمانے سے یہ مراد ہے کہ خاص خاص قوموں میں کون کون خاص باتیں ہوتی ہیں جن سے ایک دوسرے میں تمیز ہو سکے۔ البتہ ہم اس بات پر توجہ دلاستے ہیں کہ یہ لاشیں ایشیا تک قطع کی ہیں۔ اس سے ہم اون میں کوئی رشتہ نہیں ٹھہراتے مگر اوپر کے بیان کئے ہوئے وجوہ کے اعتبار پر یقیناً ہمارا یہ خیال ہے کہ یہ لاشیں ٹالٹک یا آرمک لوگوں کی ہیں۔ جو کپڑوں لاشوں پر بطور کفن کے پایا جاتا ہے وہ سوت۔ بال۔ چمڑہ۔ گھاس۔ اور پوتونا میوخت کی چھال سے بنا ہوا ہے۔ لکڑی کا قطر جس سے اوس کپڑے کی بناوٹ ہے۔ پامیل میوخت کا ہے۔ کنارے پر چمڑی کی پٹی پر دیو کی چھال لپیٹ کر گوٹ کے طور پر لگایا ہوا ہے یا جو دیکھ ان کپڑوں کی بناوٹ بہت سادی سمجھی گئی ہے لیکن اس کے سوت ٹالٹک کے اوپر سے جو کپڑے ہیں ان جالی کے ایسے خاصے پڑے ہیں پھر بھی

بلاکٹ چٹائی۔ اور آرائش کے کپڑوں سے بہت بڑی صفت اور دستکاری ظاہر ہوتی ہے جن پر رنگین سوت سے بیل بوسٹے بنائے گئے ہیں۔ گھاس وغیرہ کی چٹایاں بہت نکالدار ہیں۔ جانوروں کے چمڑے کی کپڑوں کی طرح کام میں لائے گئے ہیں۔

انسان کی اصل ہیئت سے ایک عجیب راز کے طور پر مخفی رہی ہے۔ بد و فطرت کو اب تک انسانی آفرینش کی نسبت علامتوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے مگر شکل یہ ہے کہ وہ اپنے بیان میں ایک دوسرے سے اکثر مخالف ہیں۔ اسلئے ایک ایسے شخص کو جو فضا و قلوب کے معانی میں دلچسپی رکھتا ہے بہت دقت ہوتی ہے کہ وہ اپنی رائے میں صحت اور یکسوئی پیدا کر سکے۔ کیمپ اور بلو سن باچ کے وقت سے اب تک تین طرح کا خیال ہم زمانہ درج کرتے ہیں جو ہر ایک نے بہت اعلیٰ قابلیت سے ظاہر کیا ہے ان کی وجہ ثبوت میں دفتر کے دفتر موجود ہیں۔

مولوچٹس۔ بیان کرتے ہیں کہ آدم اور حوا۔ ایشیا کے درون میں جہاں پانی کے سیلاب وغیرہ سے کنارے پر کی زمین۔ کنکر۔ تیمر اور معدنی چیزیں بنتی جاتی ہیں۔ اس مقام پر پیدا کئے گئے۔ اور اس قدر بیان کو انہوں نے آسمانی کتب سے مطابق کر لیا ہے۔ قدیم ماہران بیان انسان اس اندازہ خیال کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اناتومی (تشریح الاعضاء) کی رد سے کاکیشین (کوہ قاف کے باشندے) اور آتھنی آپیڈیا کاکیشین اور ہندوستان کے باشندوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلحاظ کمپوٹری اور بشرہ کے۔ بہر کیف اناتومی کے رد سے دونوں میں سب باتیں یکساں ہیں۔

نزدیکی کا بیان

یہ معلوم ہے کہ بال اور چہرہ کی رنگت آب و ہوا اور طرز معاشرت پر موقوف ہے۔ صرف رنگت پر قومیت منحصر نہیں ہے۔ اگر انگور کی بیل انداز سے بین لگائی جائے تو اوکھن کوئی رنگ نہ دیکھا۔ اسی طرح بھالو (ریچہ) شمالی ملکوں میں سفید ہوتا ہے۔ معتدل اطراف میں بنورا۔ اور خط استوا کے قریب سیاہ۔ باوجودیکہ اناٹومی کی سبب یکساں ہیں۔

بہر حال سونو جنس کا یہ خیال ہے کہ انسان برعکس جانور کے خدا کی خاص اولاد ہے۔ پولی جنس۔ یہ کہتے ہیں کہ انسان کی پیدائش کے خاص خاص اقسام ہیں۔ آبی اور انسان کی نسل کے اختلاف کو اوس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ انسانی بیان متعلق اور رابین پولی جنس خیال کی وکالت کرتے ہیں۔ اس سے گویا موسیٰ کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ رائے باوجودیکہ ایک دوسرے سے باہم متفق نہیں ہیں تاہم ان کو عزت کے ساتھ مان لینا چاہیے اسلئے کہ زیادہ تر اس بارہ میں ان لوگوں نے عبرانی کلام الہی سے مطابقت کرنے میں کوشش کی ہے۔

ایویکوشن۔ یہ گویا بالکل الزکا خیال ہے۔ اس سے ان دونوں کو مطلق لچھی ہنوگی جو علوم سے بے بہرہ ہیں۔ مگر یہ ایک سچا علم ہے جس سے انسانی تاریخ مرتب ہو سکتی ہے ہلگو کم و بیش زندگی اور تبادلہ صورت سے واقف ہو چکے ہیں جیسا کہ پانی میں حشرات الارض ماکرہس کو پ سے دکھلائی دیتے ہیں وہ کئی صورتوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ سیپرنٹ اگر گوشت کا ٹکڑا کھدیا جائے تو وہ بہ اعتبار سردی۔ اور حرارت کے تھوڑے عرصہ میں ایک نئی زندگی سے معمور ہو گا۔

یہہ مراد نہیں ہے کہ ایو لکیشن خیال کی زیادہ تر تائید کی گئی ہے۔ کیونکہ کاخانہ قدرت
بین صورت قبول کرنا آؤیشن۔ ساخت۔ جان۔ کی پیدائش غیر خلقی اشیاء سے بالکل
ناممکن ہے۔ ایسے اندے سے جس کا لطفہ نرسے نہ نکلا ہو بچہ پیدا ہونا غیر ممکن ہے۔ بطور
پر غیر طبعی ذرات کی ترکیب سے جان نہیں پیدا ہو سکتی ہے۔

امتداد زمانہ مدامی ترقی۔ اور مختلف قدرتی وجوہ سے انسان حالت موجودہ کو
پہونچا ہے۔ انسانی حالت طبعی کمال یا درستی کے آخری درجہ کو پہونچی ہے۔ انسان
کی غیر مکمل صورت پر موجودہ حیثیت اوس وقت قائم ہوئی ہے جو اب خود انسان
بھی نہیں معلوم ہے۔ ماہران علم خواص الاشیاء اس امر کو پیش کرتے ہیں کہ انسان
کی غیر مکمل حالت اور بیڑے یا گھوڑے میں کوئی فرق نہیں ہے جو کہ میکس کوپ
یا بہت باریک بینی کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ لطفہ کی شکل مندرجہ ذیل طوڑ
کیساں ہوا کرتی ہے۔ کچھ۔ ۴ ہفتہ۔ مرغ۔ ۴ روز۔ کتا۔ ۴ ہفتہ۔ انسان ۴ ہفتہ
علم موجودات اور کیمیا سے اون کی تشخیص اور شناخت ہوتی ہے۔ و حقیقت
اس زمانہ کے حکماء اس امر کو بہت دعویٰ سے کہتے ہیں کہ انسان دو پایہ نہیں ہے
بلکہ اس کی قدرتی رفتار کی قوت کا طریفہ بجائے دو کے چار عضو پر ہے۔

فورامن میگنم کے رو سے یہہ دریافت ہوا کہ انسان کا سر پہلے ریڑہ کی
جوڑ سے ہموار تھا یعنی ہا نوون کے موافق تھا پشت کے نیچے کے حصہ حالی
بڑی اور جانوروں کی دُمجی میں بہت زیادہ مطابقت ہے۔

اتھنا لوجی جس سے انسانی نسل کے درجے قائم ہوتے ہیں مونو جنٹس۔

پولی جنٹس۔ ایویوشنٹس۔ ان تینوں کے اصول کو ایک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
 اس سے اون سبھوں کی قوت تقسیم اور درجہ کی ترتیب ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل فلاسفوں
 نے انسانی اقسام سطح پر لکھا ہے۔ وائری۔ ۲۔ کیور۔ ۳۔ لنایس۔ ۴۔ بلومین بلک۔ ۵۔
 یٹن۔ ۶۔ پاسکیل۔ ۷۔ آگاسین۔ ۸۔ یکرنک۔ ۱۱۔ فریڈرک مئیر۔ ۱۲۔ نورمی ڈی سینٹ
 نیسینٹ۔ ۱۵۔ آنتھروپولی جسٹ مشن۔ ۲۲۔ کرافورڈ۔ ۴۰۔ برک۔ ۴۳۔ اسپیرج ہیر
 نے انسان کی مختلف اقسام بتلائی ہیں جیسا کہ اوپر ان کے نام کے مقابل اون کی مجوزہ
 انسانی تعداد اقسام لکھی گئی ہیں۔ ان لوگوں کا بیان اس امر کی بہت اعلیٰ درجہ کی سند
 جبر دنیا فرم کرتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکی شبانہ روز کی جانگاہ محنت اور اعلیٰ قوت
 وماغی اس پیچیدہ مسئلہ کے حل کرنے کیلئے مخصوص تھی۔ ممکن ہے کہ وہ سب اپنے
 اصول میں متفق ہو جائیں اگر متقابل اور مثال کا ایک ہی طریقہ اختیار کرتے مگر شکل
 یہ ہے کہ ایک شخص جغرافیہ کی رو سے کسی نسل کو ٹھہراتا ہے دوسرے طرز معاشرت
 وماغی حالت کے اعتبار پر تمیز۔ قد۔ کمپری۔ بشرہ۔ سے۔ چوتھا رنگت کے اعتبار
 پر۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے بال کی گونداد و طہی پر قومیت اور نسل کا امتیاز منحصر
 کر دیا ہے۔ باوجودیکہ بہت غور سے ان لوگوں نے جو اسکی پیچیدگی رفع کرنا چاہتے
 ہیں اپنے اپنے فرق۔ علامات جمع کئے ہیں تاہم ان کی مختلف اقسام کی تعداد
 سے ۶۰ تک بتلاتے ہیں۔

اگر کوئی تاہم کیا ہوا درجہ مان لیا جائے تو بڑے سے بڑے

ایپ (بندر) (۱) اور چھوٹے سے چھوٹے جنگلی آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے انسان کی موجودہ نسل جو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگرچہ ذلیل جنگلی انسان جانوروں سے زیادہ مروج نہیں ہیں تاہم وہ ان سے فائق تر بھی نہیں ہیں۔ مثل ایک فیوض (باشندہ ٹیڑا ذیل ٹیگوس) کے جو غار کے اندر ایک جانور کی طرح تر زمین پر پڑا رہتا ہے اور جب بھوک معلوم ہوتی ہے تب باہر آتا ہے۔ سینگ کے اندر کے کیڑی اور بھون پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی غذا بدلتے ہیں۔ اپنی بوڑھی عورتوں کو کھاتے ہیں۔ انکی زبان بالکل محل ہے۔

نیو جینیا کے حبشی درختوں پر رہتے ہیں اور بندوں کی طرح شاخ شاخ پر کودتے پھرتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ اور چلا تے ہیں۔ اور پھل پھول پر ایپ کی طرح زندگی کے دن کاٹتے ہیں۔

آفوریئر۔ باشندہ۔ سیرام۔ بھی درختوں پر پرندوں کی طرح رہتے ہیں ہر ایک خاندان خواہ وہ حیوانی ہو یا انسانی آپس میں عداوت رکھتے ہیں۔ ملاکا۔ کے جنگلی باشندے ایک ایسی قسم کی آواز سے گفتگو کرتے ہیں جو چڑیوں سے مشابہ ہو۔

ڈیکس۔ (جو ایک جنگلی باشندہ ہیں) بو رینور کے جنگلی آدمیوں کو بند بچھ کر مار ڈالتے ہیں۔ فیان۔ جو خط استوا کے قریب رہتے ہیں۔ مردوں کی لاشوں کو گاڑ دیاتے ہیں اور لگو

نوٹ (۱) ایپ دراصل بندر نہیں ہے۔ مگر بالکل مشابہ ہے۔ اس کی دم نہیں ہوتی۔ دانت آدمی کی طرح ہوتے ہیں۔ بندر کی طرح کھانے پینے ہوتے۔ اور انسان کے ہر حرکتوں کی نقل کرتا ہے۔

کئی روز بعد کھاتے ہیں۔

چین کے شہروں میں جو ہے میز پر چنے کیلئے فی درجن پچاس سینٹ (کو فروخت ہوتے ہیں۔
برازیل میں زندہ چیونٹیاں دال اور چاشنی کے ساتھ مصالحہ دار بنا کے کھاتے ہیں۔

اور افریقہ میں چیونٹیوں کو چربی میں شوربہ دار (اسٹو) بٹکتے ہیں۔

ایسٹ انڈین چیونٹیوں کو مٹی میں بھر کے دھوئے ہیں اور نوش جان فرماتے ہیں۔

سینڈوچ کے لوگ زندہ چیونٹیاں کھاتے ہیں۔ بلکہ شہد کی مکیاں بھی سیام میں

چیونٹیوں کے انڈوں کا سالنی بہت قیمتی و سترخوان سمجھا جاتا ہے۔

ولیسٹ انڈین کے کبھی او بالے ہوئے سانپ اور چربی میں تلو ہوئی کڑے کھاتے ہیں۔

باشندگان بحر الکاہل (یعنی بحر الکاہل کے کنارے کے باشندے) چھپکلی اور اس کے

انڈوں کو خوشگوار سمجھتے ہیں۔

نیو کالیدونیا۔ او بالے ہوئے مکڑیوں کو تغنن طبع کے طور پر کھاتے ہیں۔

او بی شینیا جو ایک بہت پست قد قوم ہے اور ڈوکوز کہلاتی ہے اپنے ناخن

گرگس کے چنگال کی طرح بڑھاتے ہیں۔ اوس سے وہ چیونٹیاں کھو کر نکالتے ہیں۔

اور سانپ کا گوشت پارچہ پارچہ کرتے ہیں۔ اور مزایہ پہنچے کہ یہ دونوں غذا داد

نعمتیں کبھی کھاتے ہیں۔

بوسجیس میں۔ قریب قریب کوئی قوم اس خونخوار اور دشت ناک قوم کی

نوٹ (۱) سینٹ ایک قسم کا سکھ ہوتا ہے جو مرگتا نہ یا مانہ اور چاندی سے مرکب

ہوتا ہوا اس کی قیمت بحساب ایک سینٹ برابر ملے ڈالر۔

برا بری نہیں کر سکتی ہے۔ جو اپنی اعلیٰ درجہ کی لذیذ غذا۔ کیرے۔ گوشت اور چھوٹی
کو سمجھتے ہیں۔ اُن کو ہرگز تسکین نہیں ہوتی جب تک وحشی جانوروں کے
ساتھ ہرن یا مینس کے ہڑے ہوئے گوشت کو نہ کھائیں۔

یا مپاریکو۔ قوم کی زبان انتہا درجہ کو مہل اور بے ترتیب ہوتی ہے۔ جڑ و سب۔
جھنگ اور کھٹلون پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ ۱۵۔ وکٹوریہ۔ کے اصلی باشندے
درختوں کی جڑ۔ قند۔ قدرتی۔ اور سینڈ کون پر۔ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ لوگ
کبھی کبھی تغوار بھی کرتے ہیں۔ جسمہ وز پہلا بچہ پیدا ہوتا ہے اسے ہلاک کر کے ہموٹر
ہیں۔ والدین اور احباب جمع ہو کر بہت محشی سے کھاتے ہیں۔ ۱۷۔ ٹیڈیوں
کا مڈیون کی ویاجر الکمارل کے ساحل پر مہوئی تھی۔ عبادت کے ساتھ شکر گزاری کا
موقع ڈگر اندیا ڈوم کو ملا۔ جنہوں نے بڑے بڑے گڑھ کھودے اور اُن ٹیڈیوں
اُن کو بھرا۔ جب وہ مر گئیں تو ماون دستہ سے اُن کو سفوف کر کے آئندہ موسم گرم
غذا کا ذخیرہ جمع کیا۔ جو اُن کی کئی برس تک کام آیا۔

رشتین (یعنی روسی) گوہی کا عرق خمیر دیکر بجائے شربت کے استعمال کرتے
ہیں۔ اوس کو۔ کو اس کہتے ہیں۔ اُس کا ذائقہ اوس کمپچر کی طرح ہوتا ہے جو
مچھلی اور صابن کے دھونے سے پیدا ہوتا ہے۔

سیر شراب سے دوم درجہ کا ہوتا ہے۔ وہاں کے زیادہ مہذب لوگ
اس عرق کو بہ نسبت اور شہوت کے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔
چین کے لوگ ریشمی کیرے کے گمر کو کھاتے ہیں۔
مکسکو میں طوطے کھائے جاتے ہیں۔

آجٹائن۔ چان پرسلگ گوٹٹ جراسکٹنگ (۱) نامی جانور نیز کھیلے بہت تلاش کئے جاتے ہیں۔

افریقہ کے جھاڑوں میں رہنے والے۔ مکیوں کو بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ انڈیم۔ نہایت ہولناک یا مڈوار زیورات جو انسانوں میں بہ اعتبار تہذیب کے اعلیٰ درجہ کے سامان آرائش سمجھے جاتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر اور کسی میں نہ دیکھے گئے ہونگے۔ یہ لوگ کوٹریوں کے مارگلے میں پختے ہیں۔ یہ انسانی نسل ہے جو تنگی گردن کو اپنے بھائیوں کو سرون سے زیب و زینت دیتے ہیں۔

بانگس۔ فربہ گوشت کے چمچے بہت زیادہ صنعت سے ناک میں لٹکاتے ہیں۔ درحقیقت ہم اپنے ابا و اجداد پر بہت ذلت کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں جو خوشخوار اور آدم خور تھے۔ پچھلے قوتوں کے علاوہ حقیر طور پر جانفشانی کا طریقہ قائم رکھتے۔ برہنہ بدنوں سے جنگلی جانوروں کا مقابلہ کرتے تھے۔

ٹائنٹاٹ^(۲)۔ یہ قوم بھی قابل توجہ ہے جسکے بدن پر بال کے جھنڈ ہوا کرتے ہیں اور بیچ میں جگہ خالی رہتی ہے۔ یہ لوگ بھوکہ کے پتے ہیں۔ تورینو کے جنگلی آرمیکا کے یگرو۔ سومناز کے ہلیاز۔ جیسو کے وحشی۔ وٹائنٹ یابل کے ہائیکس

نوٹ (۱) یہ جانور اوان جانوروں سے مشابہ ہے جو ویزل کے نام سے مشہور ہیں اس جانور کے پاخانہ کے مقام پر دو غدد ہوتے ہیں جنہیں بدبودار شراب ہوتی ہے۔

نوٹ (۲) باشندہ جنوبی افریقہ کی زبان پر باٹ اور ٹائنٹ کے الفاظ بہت آتے ہیں اس مقام کا نام وٹائن کی زبان میں کوکراس ہے۔

ایٹ انڈیا کے قدیم باشندے۔ فرانس اور اسپین کے لیکٹس۔ یہ لوگ باوجود کھٹ اور دشت مابی کی مدت دید تک زندہ رہتے ہیں۔ اور غائب کاکیشین سے بھی زیادہ ان کی عمر ہوتی ہے ڈارون کا بیان ہے کہ وہ آرام اور خوشی کا پورا حصہ حاصل کرتے ہیں (خواہ وہ کسی قسم کا ہوم جن پر زندگی کا دار و مدار ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں پر انسان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ وہ اپنی جیسا ویاصلت کی نسبت یا تو توجہ نہیں کرتے یا اون کو اس کا علم صحیح نہیں ہے۔

سکا ہور۔ یہ یقین کرتے ہیں کہ شیر بر کی وجہ سے انسانی خلقت قائم ہے۔
 ڈیگاکیز۔ یہ یقین کرتے ہیں کہ چاند و سورج کی وجہ سے دنیا کا وجود ہوا ہے۔ بحر الکاہل کے ساحل پر
 باشندے یہ یقین کرتے ہیں کہ ایک نامی جانور جس کا پہلے ذکر ہوا ان کی پہلی پشت ہے۔
 میانسی (مینی) اس بات کو ایک زمانہ دراز سے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ وہ چھ
 جاپنی پیدائش کی تاریخ پر فخر کرتا ہے اور وہ تاریخ بہ نسبت ہمارے کئی ہزار
 برس پیشتر سے ہے۔

ارل تیت۔ اور افریقہ کے لوگ بھی ایسے کو اپنی اصل بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اب ہم
 پھر ایو کیوش کے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں اس درجہ تک جہاں بیان کیا گیا ہے
 کہ انسان زمانہ دراز کے گزرنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ مدورت موجودہ تک ترقی
 کر گیا ہے۔ پرفیسر لی کوٹھ کہتے ہیں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ آدمی کی روح چوہوں
 کی عمدہ روح سے پیدا ہوئی ہے اور زندگی کی قوتوں سے ملکر کترین صورتوں میں
 ظاہر ہوئی ہے۔ ہمعظمت کی کیمیائی اور طبعی خاصیتوں سے بتدریج اس صورت میں

آئی ہے۔ یعنی اب روح نے انسان کے ساتھ حیات ابدی کی حالت قبول کیا ہے جو ہر ایک کی شخصی تاریخ میں کسی عمر کی قابلیت پیدا کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل ایک عجیب مثال ہے۔

سالامندر (۱) کا بچہ انڈے سے نکال کر پانی میں رکھا جائے جو نہ بہت سرد ہو نہ بہت گرم۔ اوس میں اکسجن پوری طور پر پہنچائی جائے اور غذا چھوٹے چھوٹے پانی کے جانوروں کی طرح ہم پہنچائی جائے۔ تو اوسکی ذاتی حالت اور اعضا، مین ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوگی۔ وہ بچہ اوس اکسجن کو جو پانی میں بندہ جاتی ہے سانس کے ساتھ کھینچے گا چونکہ وہ اپنے مان باپ کی طرح پیٹھ سے سانس کھینچ سکتا۔ اسلئے اوس بچہ کے نامکمل پیٹھ منہ ز کوئی تبدیلی اختیار نہیں کرتے۔ مگر اوس کے سر کے دونوں پہلو میں چھوٹے چھوٹے گلہڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سانس لینے کی وجہ سے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں اسلئے اوسکی ضرورت واقع ہوتی ہے برعکس اپنے مان باپ کے جو خشکی میں رہتے پھرتے ہیں۔

اوسکے پاؤں کے چاروں سرے ویسی ہی رہ جاتے ہیں جیسا ان کا آغا ہوتا ہے پھر اوس کو ایک مضبوط سکان کی ضرورت پیش ہوتی ہے۔ یہہ ترسے کا نیا ذریعہ

نوٹ (۱) سائنٹفک امریکن میں اس جانور کے نسبت ایک آرٹیکل ہو تقویر کے چھپا تھا

یہہ جانور چھپکلی کے مشابہہ مگر اوس سے بڑا ہوتا ہے۔ اسکے نسبت یہہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کو آگ سے بہت غیبت ہوتی ہو اور آگ میں کود پڑتا ہے جس کے اعضا جلنے لگتے ہیں اور اگر آگ الگ کر دیا جائے تو چند روز میں اوس کے اعضا پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایک اور ضرورت پیدا کرتا ہے۔ غرض کہ اس طرح اس جانور میں پورے طور پر نئے
 نئے اعضا پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے مان باپ میں نہیں ہوتے۔
 یہہ ایک آسان آزمائش ہے جسکو ہر شخص تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر کر سکتا ہے۔ آسان
 یہہ کہنا چاہئے کہ فی الحقیقت ایک نیا جانور پیدا ہوا۔ یہہ اور اس سے ثابت ہوتا ہے
 کہ ایک نیا جاندار غیر معمولی اعضا کا پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس کا خلاصہ دوسرے
 لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ ایولوشن (تبادلہ صورت) بہت
 صاف اور آسان ہے۔

سیچرائن (یا) شکر کا قایم مقام

اجل خانگی کا مون بین بجائے شکر کے سیچرائن کا استعمال آزمائش کے طور پر کیا جاتا ہے یہ شے گرم پانی میں بھی نہیں گھلی ہے۔ ایسے نسخجات سے بھی مدد لی گئی جو اور چیزوں کو گلا دیتی ہیں مگر مشکل پایا گیا یہی وقت ان سب کو مکوش مولیٰ جنہوں نے اس کے استعمال کی کوشش کی تھی۔ اس چیز میں مطلق بو نہیں ہے۔ اور بہرہ وجہ شکر کے طور پر مٹھاس موجود ہے یہہ مناسب سمجھا گیا کہ اس کا شربت اس مقدار میں بنایا جائے کہ ایک چمچہ شربت ایک پیالی کو کافی ہو۔ یہہ چیز کل نباتات میں اور چند جانوروں میں جو ہر کے طور پر سفید دانے دار ہوتی ہے اس میں گوند بھی مرکب ہو اس کا کئی طرح پر استعمال کیا گیا۔ لیمنیڈ اور مختلف طرح کی مٹھائیوں میں اسکی آزمائش کی گئی۔ سب حالتوں میں مٹھاس موجود تھی۔ مگر تجربہ سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ترشی پر یہہ زیادہ موثر تھی۔

اب اس امر کی اور زیادہ تصدیق ہوئی کہ شکر میں صرف مٹھاس ہی نہیں ہے بلکہ اوسین ایسی قوت بھی ہے کہ جس چیز کو وہ مٹھا کرتی ہے اس کی خوشبو کو بھی پھلاتی برعکس اس کے سیچرائن جس چیز میں شامل کیجاتی ہے اس کی بو باس نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ جو غذا کھائے بہت مضر ہے۔ اس باب پر بھی ترجمہ دلائی گئی کہ شکر میں غذا ثبت ہو اور اس میں نہیں۔ سیچرائن ان کے جسم سے بغیر انہم ہو کر کسی تبدیلی کے بغیر خارج ہو جاتی ہے۔ اس سے بدن کی پرورش نہیں ہو سکتی کتنی ہی اذیت کیون نہ ہو جو بجائے شکر کے غذا میں اس کا استعمال نامناسب ہے البتہ یہہ شے

ان لوگوں کیلئے کارآمد ہو سکتی ہے جو امراض بول میں مبتلا ہیں یا جنکے مثانہ اور گردہ میں کوئی نقص ہوا اور ارجا نے شکر سے مانعیت کی ہو۔ وہ بھی کم مقدار میں۔ بالخصوص اون کیلئے نعمت ہی جتنکے دانت کٹتے ہوئے ہیں۔ کثرت استعمال بالکل نامناسب ہے۔ اس کی اندرونی غامضیت سے ابھی تک بہت زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنتوں میں تشنہ پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک جوش خون نہیں دیکھا گیا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کثرت استعمال سے یہ بھی ممکن ہے۔

میٹھی غذا صرف ذائقہ کیلئے اختیار کی گئی ہے۔ معمولی جانچ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زبان میں کئے علاوہ اور طرح کے ذائقوں کی بہت جلد عادی ہو جاتی ہے۔ ہم سپچرائز کو بہت کم مقدار میں استعمال کی اجازت دینگے بالخصوص جب کسی چیز کی ترشی کم کرنا ہو۔

اہم یقین کرتے ہیں کہ وہ دن بہت قریب ہے سپچرائز بہت کم قیمت پر فروخت کیا جائیگا اور عوام سے دغا بازی کر کے دوکان دار شکر میں ایسے شامل کرینگے جو صحت کیلئے بہت زیادہ مضر ہے۔ شکوے تفریق کرنے کا نتیجہ

بھی دریافت ہو گیا ہے

ستاروں کی ترتیب ماہ دسمبر ۱۹۸۱ء

وینس (زہرہ)

یہ ایک شام کا ستارہ ہے جب یہ مشرق کو چلتا رہتا ہے تو اس کی روشنی اور جسم میں افراط ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح کہ اگر کچھ اوسے دیکھو اور تھوڑی دیر کے بعد پھر دیکھو تو بہ نسبت پہلے مرتبہ کے روشنی اور جسامت میں بڑا پاؤ گے جیسا کہ وہ اپنے نام سے موسوم ہے۔ نسبت اور ستاروں کے اویں زیادہ چمک دمک ہوتی ہے۔ مہتابیج کو یہ شام کی وقت مانتا ہے قریب تھا۔ نئے چاند اور ستارہ سے جنوب و مغرب کا گوشہ ایک دلچسپ آسمانی مرتع تھا۔ آخر ماہ میں یہ ستارہ بہ نسبت آفتاب کے ۳ گھنٹہ سے زیادہ غروب رہا۔ زہرہ پہلی تاریخ کی شام ۶ بجے ۶ منٹ پر۔ اور ۳ تاریخ کی ۷ بجے ۵ منٹ پر غروب ہوا۔ پہلی تاریخ کو اس کا قطر ۱۳ انچ ۱۳ میل تھا۔ مقام برج قوس ہے۔

سیٹرن (زحل)

یہ صبح کا ستارہ ہے۔ ماہواری تواریخ میں اس کا درجہ دوسرا ہے۔ اسلے کہ آخر ماہ میں وینس کے مغرب میں غروب ہونے کے پاؤ گھنٹہ عیشتہ تو رب میں آگت ہے یعنی طلوع ہوتا ہے پہلی تاریخ کو یہ ستارہ ریگوس سے شمال و مغرب کے گوشہ پر ۷ گری کے فصل پر ہوتا ہے ریگوس کے قربت سے اس کی شناخت ہوتی ہے۔ پہلی تاریخ شام کو ۷ بجے ۳ منٹ پر طلوع ہوتا ہے اور میرا ۳ تاریخ شام کو ۷ بجے ۱۱ منٹ پر طلوع ہوتا ہے۔

پہلی تاریخ کو اس کا قطر ۱۱ انچ ۱۱ میل تھا۔ مقام برج اسد ہے

مارس (مرتخ)

یہ شام کا ستارہ وینس اور اس کے درمیان کا فصل کم ہوتا جاتا ہے۔ مینے مین اس کی ترقی کی بہت چھپ علاستہ ہو۔ ان دونوں میں پہلی تاریخ ۵ دگر می کا بعد تھا۔ اور اس کو صرف ایک دگر می۔ اس کی روشنی خنجر اور تاریک ہوتی ہو۔ وینس سے شمال و مغرب کی جانب ہوتا ہے۔ تاریخ کی شام کو چاند سے بہت قریب تھا۔ پہلی تاریخ کی شام کو ۷ بجے ۹ منٹ پر غروب ہوتا ہے اور اس تاریخ کی شام کو ۸ بجے ایک منٹ پر غروب ہوتا ہے۔ پہلی تاریخ کو اس کا قطر ۵ انچ ۲ ڈیسل تھا۔ مقام برج جدی سے۔

نپچون (ماہتاب)

یہ شام کا ستارہ ہوا اور ایسے موقع پر ہو کہ دو بین سے بخوبی نظر آتا ہے۔ ثریا کے جنوں و مغرب کے محو شب پر پایا جاتا ہے۔ یہ ستارہ پہلی تاریخ کی صبح کو ۶ بجکر ۱۰ منٹ پر غروب ہوتا ہے اور اس کو ۸ بجے ۵ منٹ پر غروب ہوتا ہے۔ اس کا قطر پہلی تاریخ کو ۲ انچ ۲ ڈیسل تھا۔ مقام برج ثورین سے۔

یورانس (آفتاب)

یہ ایک صبح کا تارہ ہو۔ دو بین کے ذریعہ سے اس کا کے اوتار دگر می کے فاصلے پر پایا جاتا ہے۔ پہلی کی صبح کو ۲ بجے ۴ منٹ پر طلوع ہوتا ہو۔ اور اس کو ایک بجے ۲ منٹ پر طلوع ہوتا ہے۔ پہلی کو اس کا قطر ۳ انچ ۴ ڈیسل تھا۔ مقام برج سنبلہ میں ہے۔

مرکیوری (غلارہ)

یہ ایک صبح کا ستارہ ہے۔ ۲۸ تاریخ کے بعد آفتاب کے قریب تھا۔ اور اپنا درجہ شام

ستاروں میں قایم کر لیا ہے۔ پہلی تاریخ صبح کو ۵ بجے ۵۵ منٹ پر طلوع ہوا تھا۔
۳۱ کی شام کو ۴ بجے ۳۱ منٹ پر غروب ہوا تھا۔ پہلی کو اس کا قطر ۵ لچ ۲ ڈیول تھا
مقام برج میزان ہے۔

جوپیٹر (مشتری)

۴ تاریخ تک شام کا ستارہ ہے اور اس کے بعد صبح میں حصہ لیتا ہے۔ ۴ تاریخ کو
آفتاب سے اس قدر قریب ہو جاتا ہے اور اس کی شعلے میں اس قدر چمپ جاتا ہے
کہ اس کی نسبت کوئی احساب نہیں لگایا جاسکتا۔ پہلی کی شام کو ۴ بجے ۵۵ منٹ
پر غروب ہوتا ہے اور ۳۱ کی صبح کو ۵ بجے ۵۵ منٹ پر طلوع ہوتا ہے۔ پہلی کو اس کا
قطر ۳-۱ لچ ہے۔ مقام برج عقرب تھا۔

آخر ماہ میں عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ ماہتاب۔ شام کے سیارے تھے۔ مشتری
آفتاب اور زحل۔ صبح کے ستارے تھے۔

حسن

بارتھیلیمی تھیما نیو

موجد سیدنگ میٹن

یہ عجیب بات ہے کہ آج کل جو لوگ سینے والی کل استعمال کرتے ہیں اون سے اس سوال کے ٹیکس جواب ملنے کی امید نہیں کیجا سکتی کہ وہ کسکی ایجاد ہے۔ البتہ وہ یہہ ناکافی جواب دیکھتے ہیں کہ امریکہ کے باشندوں اس کے موجدین اسلئے کہ ان لوگوں کو ایک طور پر الیا زما کی تصویر اور ٹرائس (جے) جو سینگر سیدنگ مشن کمپنی کا نشان ہے دیکھنے سے یہہ یقین کرنے کی وجہہ ہے کہ امریکہ والوں نے ایسی ایجاد کیا ہے۔

لیکن دراصل یہہ جواب صحیح نہیں ہے۔ بیشک امریکہ کے لوگوں نے ۳ برس سے اس آلہ میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ اور اب آپ جو اس سے بہہ وجہہ مکمل دیکھتے ہیں یہہ اونہیں کیوجہہ سے ہے۔ مگر وہ اس کے موجد نہیں ہیں۔

ابھی ٹھوڑا زمانہ گزرا ہے مسئلہء بین ایک آدمی جو معمولی درزی تھا اور جس نے اس آلہ کو ایجاد کیا پایا گیا۔ جس نے اپنے پیشہ کا کام مسلسل دماغ سے شروع کیا جس سے سوئی کپڑے کے آ رہی نہیں ہوتی تھی۔

یہہ شخص نہ امریکن تھا نہ انگلش میں بلکہ فریچ تھا جس کا نام زیرب عنوان ہے اس میں شک نہیں کہ انگلستان اور امریکہ کے باشندوں نے ہزاروں بکاؤں کی ہیں جنکی تسلیم کرتے ہیں بمقابلہ اس سادہ فریچ موجد کے ہلکو کوئی تامل نہیں ہے جس نے اپنی کوزندگی بھر اسی میں مصروف رکھا اس آلہ کے ایجاد کی مسرت

اور اُس کی طبیعت اور اُس کی غایت یعنی روزمرہ کے کام میں تسہیل بہت سے کارخانہ والوں مثلاً الیازاؤ سینگر، ویلر ولسن کے فائدہ کثیر کا باعث ہوا۔
یہ شخص لیانٹس کے ایک رنگ ساز کا لڑکا تھا اور سولہ مہینے آبریزیل (ریون) میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے کچھ دنوں سینٹ جین کے مدرسہ میں تعلیم پائی اُس کے بعد اپنے ذاتی کاروبار میں مشغول ہوا۔ اس نے اپنی پیشی کا کام اپنی پائس میں شروع کیا جہاں اوس نے پرورش بھی پائی تھی۔ اُس کو عورتوں کا موزون پرچکن سازی کرتے ہوئے دیکھنے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا جو ٹرائی کے سوداگروں کے لئے طیار رکھے جاتے تھے۔

اس طور پر اس شخص کا خیال اس طرف رجوع ہوا کہ ایسا لڑکا بنایا جائے جس سے سلائی اور چکن دوزی کے کام میں آسانی پیدا ہو۔
۱۹۲۵ء میں یہ شخص سینٹ این کو چلا گیا اور کچھ دنوں تک اپنے ہمیشہ کو چھوڑا جو اوس کی معاش کا ذریعہ تھا اور جس سے اوس کے بال بچوں کی پرورش ہوتی تھی اس عرصہ میں وہ ایک خاموش کوٹھری میں بیٹھا رہا اور مختلف علوم و فنون کی آزمائش جاری رکھی جس پر اوس کے دوست جو اُس کی اصلی غرض سے ناواقف تھے اوسے بیوقوف اور مجنوں سمجھتے تھے۔

آخر کار سولہ مہینے چار برس کی سخت اور متواتر جانفشانی کے بعد اوس نے اپنا آزمائشی کام تمام کیا۔
اُس نے اپنا قصد مصمم کیا اور سولہ مہینے ایک درخواست اعرض قبول اجازت

جاری کرنے زنجیرے دار تھا سنے والی مشن کے گزرائی۔

اس کو مسٹر بیونیر جوکان کے سپروائزر تھے اپنے ہمراہ پیرس لینگے جس کو اس
میشن قیمت ایجاد سے خاص طرح کی دلچسپی تھی۔

اسلام میں جرمن پٹینٹ کمپنی نے اسے اپنا شریک کر کے کارخانے کا
مینجر مقرر کیا۔ اسنے پیرس کی سیورس انٹرپرائز پر ایک دوکان کمولی جیمین میشن
سے کام ہوتا تھا۔ اور فوجی کپڑے سے جاتے تھے۔ اس کے ماتحت کاریگر
اس غیر قانونی طریقہ کار رومانی اور اس انوکھی مشن کے گویا دشمن تھے۔ کبھی بھی
دیدہ ہوا اسٹیم مشن کو توڑ ڈالتے تھے جس طرح سو نندی پر خلاصیوں نے
مارکویس ڈی بفرائز کی اسٹیم بوٹ کو توڑ ڈالا تھا۔ اسی طرح ہمارے ٹیمپائر کی
مشن بھی اور نئی مشنون کی طرح خرابی میں پڑ گئی۔ اسلئے اس کو وہاں سے
بھاگنا پڑا۔ شوٹری ہی دنوں کے بعد مسٹر بیونیر کے انتقال کی وجہ سے جو اس کے
سپرینٹنڈنٹ تھے جرمن پٹینٹ کمپنی سے بھی اس کی شرکت ختم ہو گئی۔

اسلام میں یہ شخص اپیلی پالیس کو واپس آیا۔

اسلام میں پھر پیرس گیا اور معمولی مسافروں کی طرح اپنی مشن کو بھی
اپنے ساتھ رکھتا تھا اور کچھ نہ کچھ اس میں ترقی کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

اسلام میں یہ شخص تنگدستی اور افلاس سے بہت مجبور ہوا اور ایک

مرتبہ پھر اپیلی پالز جانا پانا۔ یہ سفر میری سے اسے بدل ملے کرنا پڑا۔ اس پر
مصیبت کہ مشن بھی بیٹھ پر لا دے رہنا پڑتا تھا۔ زاد سفر گویا اس مشن کی ٹانگوں

بہم پہنچتا تھا۔ اس نے اپنی پائس مین کئی ایک میٹن ملیار کئے جو بہت مشکل سے اس طرح فروخت ہو سکتے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں اس شخص کی میٹن ایک میٹ مین دو سو ٹانکے نکالتی تھی۔ بعد ازاں اس کے میٹ میکن سے شرکت کی اور وافر پیچ مین کئی میٹن ملیار کئے جسکو سمروانہ نرخ سے بی میٹن بحساب ۵۰ فرینک فروخت کیا۔ ۱۹۵۱ء کو میٹ میکن کے ہمراہ کچھ اور ترقی کے ساتھ اجازت (پٹنٹ) کی درخواست دی۔ اور میٹن کا نام کو سو بیرو ڈیویر رکھا۔ انگریزی اجازت (پٹنٹ) کی درخواست و فروری ۱۹۵۲ء کو گزاری تھی۔

اس میٹن کو اس نے بجائے کڑی کے دھات کا بنایا۔ ۱۹۵۲ء میں سلطنت کے انقلاب نے تیمانیہ کے کاروبار کو بند کر دیا۔ وہ انگلینڈ کو روانہ ہوا اور اپنا حق ایجاد میٹن کی ایک کمپنی کے ماتھے پیچھا لایا۔

۱۹۵۴ء کے لندن انٹرنیشنل نمائش (نمایش) میں بد قسمتی سے تیمانیہ کی میٹن کمشنرون کے ملاحظہ کو ملیار نہ تھی۔ امریکن لوگوں نے اپنی ترقی دی ہوئی اور الیاز ماؤ کو دو ٹانکی میٹن کی پیشتر سے ۱۹۵۲ء میں تیمانیہ نے اس قسم کی میٹن بنائی تھی جو امریکن لوگوں نے نمائش پر پیش کی تھی۔ ۱۹۵۶ء تک وہ برابر اس میں کچھ نہ کچھ ترقی ہی کرتا رہا۔

۲۰ برس کے سخت اخلاص اور محنت کی تکلیف سے وہ بد نصیب موجد ۱۹۵۶ء

میں مر گیا۔ اور اپنی مغربی کامرشیہ پڑھنے کو ایک بیوہ اور کئی بچے چھوڑ گیا۔

۱۹۶۶ء ۱۹۵۴ء میں فریج گورنمنٹ کے انڈسٹریل سائنس کمیٹی کی سفارش پر اس غریب بیوہ کی نقد زندگی کے لئے روپیہ سے مدد کی جہاں ۱۹۵۴ء میں

میں مختص کر گئی۔

۱۹۵۷ء میں جو پیرس میں نمائش ہوئی اوس کے بورڈ آف مئنجرز نے تیمانیہ کی مشن کے نسبت یہ لکھا۔

تیمانیہ کی مشن صریحاً پہلے بنی ہے اور حال کی کل مشن اوسے دیکھ کر بنائی گئی ہیں چونکہ تھوڑے وقت میں تیمانیہ سیکشن کا شریک تھا اسلئے وہ پینٹ دوڑوں کے نام رہا۔ بورڈ آف مئنجرز نے تیمانیہ سیکشن کے کو سو برڈ کو اول درجہ کا تمغہ عطا کیا جیسا کہ مشن اس انعام کا مستحق تھا۔ اسلئے کہ ۱۹۵۷ء والی مشن (کو سو برڈ میں) ۱۹۵۷ء والی مشن سے زیادہ ترقی پر پہنچی تھی۔ جو کلڈی کی بھی ہوئی تھی۔ اور ایک رستی کے ذریعہ سے جیلانی جاتی تھی۔ اور جس کی ایک گردش میں ایک ٹانگا بٹھکتا تھا۔

ایشیائے کوچک

(متعلقہ مذہب حکومت اور اخلاق از لندن میمنر)

جہاں کین حکومت استنبول کو براہ راست تعلق ہے وہاں کے نسبت یہ کہنا کہ رشوت - قریب اور ہر ایک برے کام کا وجود ہے مشکل سے مبالغہ کہا جائیگا اور اناطولیہ کی عمدہ طرز حکومت بادی النظرین ناقابل فہم ہوگی۔

تاہم واقعات ظاہر طور سے بیان کر رہے ہیں کہ اس وسیع ملک میں جہاں مختلف اقوام کثیر آبادی ہے جان اور مال محفوظ ہیں۔ جہاں برائے نام کبھی کبھی کاشتکاروں پر زیادہ محصول ہے اور نہ کسی طرح مظلوم سچے جاسکتے ہیں۔ بلکہ بغا ہر سب کے سب نہایت خوش ہیں۔ اور بادشاہ پر جان مال فدا کرنے کو تیار۔ اگرچہ انہوں نے کبھی اپنے پاؤں کو اٹھائے ہی نہیں دیکھا جسکے لئے بلا اجرت یکمہ بیٹوں جنگ کھاتے اور خون کی ندیاں بہاتے رہے۔ پولیس مستعد اور کارگذار ہے اور مذہبی مصیبتیں خواب ہیں ہی نہیں نظر آتیں۔ اندرونی انتظام ہر ایک منسلح اور قوم کا مکمل ہے۔ عدالتی انصاف بھی ایسا گران قیمت نہیں ہے جس طرح بہت سے مغربی ملکوں میں۔ بلکہ گورنمنٹ عثمانیہ جس طرح استنبول کی بدعنوانیوں کی جواب دہی اسی طرح اناطولیہ کی خوش اسلوبی و خوش انتظامی کی تعریف کی مستحق ہے۔ کل باتوں کا انحصار پاشا پر ہے اور اگر پاشا خراب ہے جیسا کہ اکثر

فرض کیا جاتا ہے حالانکہ اتفاقہ کوئی ایسا ہوتا ہے تب ہی بجز فائدہ کے
مروجہ طریقہ حکومت سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ کاشتکاروں پر محصول کی
زیادتی نہیں ہوتی مدبوں کی شکایتوں کی استبنوں میں سماعت ہوتی ہے
پاشا کے پاس کوئی مسلح دستہ فوج وغیرہ کا نہیں رہتا صرف چند ضابطہ
رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر کسی قسم کا فساد یا کوئی امر محل امن
واقع ہوا تو جو حقوق اور بالائی آمدنی سرکاری محکمہ ملتی ہے وہ جاتی رہتی
اور دوسروں کو بہت فائدہ ہوگا چنانچہ بجز قسطنطنیہ اور سمرنا کے ترکی سپاہی
مشکل نہ نظر آتے ہیں پاشا کا ذالی خرچ بھی بہت کم ہوتا ہے چنانچہ صرف قہرستان کا خرچ محرم کی ضرورت
ہوتی ہے۔ یہہ خفیف محصول جو پاشا اور سنٹرل گورنمنٹ اور چند اویسٹین
کیلے کا کافی ہوتا ہے صرف اسلے ہے کہ گورنمنٹ ترکی شاہی مالی ذمہ داران
کو پوری نہیں کرتی اور قرض نہیں ادا کرتی اگر وہ کفالت خرچ متوسطین سے
دست بردار ہو تو کل کام پورے طور سے ہوں۔ اگر خود پاشا منصف مزاج
اور روشن خیال آدمی ہے جس طرح سعید متعینہ صوبہ کو نیہ یا سخت پابند ضابطہ
مثیل متصرف صوبہ ادالیان کے جو باشندہ کوہ خاف ہے تو کوئی شخص رومی ہاتھی
سے زیادہ خوشش دوسری جگہ نہیں رہ سکتا۔ گورنر کی نظر چاروں طرف
رتی سے وہ اپنے ملازموں پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ متصرف۔ قایم مقام۔ مدبر
اور کل روٹکا دینی عہدہ دہر اپنے افسروں کے ارشادات و ہدایت کے موافق
چلتے ہیں اور ماسلمی و خرتشی و دونوں کو سخت سزا دی جاتی ہے جو فائدہ

سلطنت ہے بالکل خود مختاری سمرو کی نواس نے بین انہیں کاشت کاروں کے آبا و اجداد پر ہوتی تھی آج بھی اوسی طریقہ سے جاری ہے۔ قدیم رومیوں اور ترکیوں کے طریقہ میں قود بہت ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی قسم کی خود مختاری۔ ایک ہی قسم کا مرکزی روک تمام اونی عہدہ داروں پر۔ اندرونی انتظامات اضلاع میں ایک ہی طرح فوجی سپاہیوں کی عدم موجودگی۔ جزئیات زندگی پر ایک ہی طرح والدین کی رہنمائی اور قبصر (یعنی بادشاہ) سے ایک ہی طریقہ پر مرافعہ (اپیل) لیکن ترک بخلاف اپنے پیشروں کے صوبہ سے قرض ادا نہیں کرتے اور جس طرح اضلاع کا آمدنی اہل اہالیہ اپنی دار السلطنت میں خرچ کرتے ہیں اس طرح ترک بیرونی محاصلات کو قسطنطنیہ میں خرچ کر نیکی بہت خواہش نہیں کرتے۔ اگر سعید کو قدیم بادشاہ رومیہ مارکس سمرو مشابہت دین تو کوہ قافی والی اوالیا کو کونٹسک مناسبت ہے۔ جس کے بیرو عایت انصاف سے اوس کا مدبر بجائی مجبور ہوا تھا کہ نرم الفاظ میں اوس کو ملا مت کرے۔

اس جو انرد اور پہلوان کے نسبت بہت سے قصے بیان کیے گئے ہیں جو رہزنوں کو اپنے ماتحت اضلاع سے قلع قمع کرتا ہے۔ مجرموں کو اپنے ماتحت سے سزا دیتا ہے ایتھ اوس کے نسبت نہایت پر لطف ہو جسکو میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔ قزاقوں سے ایک بڑی جنگ کے

تھوڑے دنوں بعد ایک روز ادالیا کے قریب گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔
 کہ تین دیہاتی عورتیں ایک چشمہ پر ملین جو شہر کو جا رہی تھیں اوسٹے اپنی
 عادت کے موافق کُٹے گفتگو کر رہی تھیں۔ وع کر دی۔ اور اپنے وسیع معلومات
 سے جانگیا کہ وہ عورتیں اُن دو مفید قزاقوں کی رشتہ داری ہیں جو اسکے پاس
 گرفتار ہیں۔ یہہ بھی معلوم ہوا کہ ادالیا کے کسی معزز شخص نے وعدہ کیا تھا کہ اگر
 اس قدر رقم ہم پہنچ جائیگی تو گورنر کو دیکر اُن گرفتار شدہ قزاقوں کی رہائی
 ہو جائیگی چنانچہ ایک ہفتہ گزرا کہ یہہ عورتیں رقم مطلوبہ لیکر پہنچی تھیں مگر
 وہی حضرت نے فرمایا کہ گورنر اس قدر رستم میں راضی نہیں ہوتا اور مانگتا
 ہے۔ چنانچہ اب وہ زیادہ بقیہ رقمیں لیکر آئی ہیں تاکہ اپنے عزیز قزاقوں کو
 رہائی دلا دیں گورنر نے کچھ نہ کہا بلکہ عورتوں سے رخصت ہو کر گھوڑے پر
 سوار ہوا اور ان پیدل چلنے والی عورتوں سے بہت پہلے شہر میں داخل
 ہوا اور آئے ہی ایک تاکید دہی خط اُن معزز شخص زیر بحث کو لکھ کر
 بلوایا چنانچہ بہت جلد سے آئے اور بخوبی خاطر و مدارات و توافقات
 کو یکسر کم ہوئی۔ لیکن یہہ حالت دوستانہ بہت قلیل عرصہ تک رہی
 گورنر کے ضابطے یعنی اہلکاران و فرائض عورتوں کو ملے اور
 انہیں ہر روز لائے عین آگے آگے چل کر کرہ کے اندر خوف زدہ
 معززین کے سامنے اکٹھے اور گورنر کو یہ بیان کرانہوں نے
 اپنا قصہ پھر دہرایا چاہا اس وقت گورنر نہایت وجہ خشم گین

ہو کر ان معزین سے جو مثل بید کے لرزان تھے خطاب کیا کہ رہنری و قزاقی تم لوگوں نے اپنی ہی ملک محدود کیا اور ضرورت ہوئی کہ محکوم ہی اسی فہرست میں داخل کرو۔ بعد اس نے اپنے ہی ماتحتوں سے سہی جسمانی سزا ان معزین اہل شہر کو دی جسکو انہوں نے جلد فراموش کیا ہوگا۔ اور ان رئیسوں کو نکلوا کر عورتوں کی جانب مخاطب ہوا کہ تم اپنا روپیہ واپس لو مگر تمہارے عزیز جو رہنری اور قزاق ہیں قید ہا میں رہیں گے۔

جبکہ یہ علی العموم سب لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ اناطولیہ کے کاشتکار دنیا بھر سے زیادہ پابند قانون ہیں تو یہ وہ وصف اکثر برعکس معنی میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ سخت خوف زدہ رہتے ہیں۔ مدتوں تو ظلم و ستم ادا تھا رہے ہیں اور مشرقی خاصیت (فساد انگیزی ہنگامہ پردازی وغیرہ) میں خوب رنگے ہوئے ہیں۔ میں نے اس امر کا اظہار کر دیا ہے کہ ظلم کا وجود مشکل سے کہیں ہے اور یہہہ اتہام کہ ایشیا کو چمک کے مزارعین نہایت کمزور اور غریب ہیں سراسر باغلط ہے بوڑے جنگلی لمبی اور سیدھی ڈاڑھی میں ایک بال سیاہ بنیر ہیں گھوڑوں کے آگے آگے سیلون دھرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پہاڑوں میں بیٹریوں سے لڑتے ہیں اور اگر ان کا کوئی لائق رہنما ہو تو مثل آخری جنگ کے جو چند روز گذرے کہ ہولی اپنے مقابل دشمنوں کو

بہت کامیابی سے نقصان پہنچاتے ہیں۔ اگر بہت ہی خراب طور سے
 ان کا انتظام کیا جائے اور نہایت ادنیٰ طریقہ سے ان کو نسبت دیکھائے
 تب بھی وہ اہل شام کی طرح دنیا کے نہایت بہادر فوجوں میں ان کا نام
 ہو سکتا ہے اگرچہ وہ اپنے تین عثمانی بھلائے اور یقین کرتے ہیں کہ ^{حقیقت} ان
 وہ عثمانی نہیں ہیں بلکہ غالباً وہ فرقہ فیرحین۔ کیا دوسین اور اسی طرح
 کے اور فرقوں کی اولاد ہیں جو قدیم رومیوں کے وقت میں تھے اور اب
 اپنے محل آوروں کے مذہب اور زبان میں داخل ہو گئے ہیں۔ مسلمان
 ہو جائے اسے ان کے اخلاق وغیرہ میں عجیب تغیر ہو گیا ہے۔ کہ گورنٹ
 ٹرکی کو وسط اناطولیہ میں سپاہیوں کی تعیناتی کی بالکل ضرورت نہیں
 بہت کم ایسے لوگ ہیں جنکو مذہب اسلام کی خاصیت اور تاثیر ایسے معمول
 معلوم کرنے کا اتفاق ہوا جہاں مغربی اثروں سے محافظت رہی اور
 ناصب سے خرابی نہ پڑی ہو جیسا کہ ان دور دراز دیہاتوں میں۔
 جس شخص نے صرف بڑے بڑے شہروں کو دیکھا ہے یعنی قاہرہ
 قسطنطنیہ۔ سمیرنا وغیرہ۔ جہاں کے نصف اعلیٰ درجہ کے حضرات اسلام
 کی مسائل کو اپنے دلوں میں جگہ ہی نہیں دیتے۔ اور بقیہ نصف
 حسب خواہش عمل کرتے ہیں۔ جہاں کے رسمی کاموں میں صرف
 قرآن کی سہمائی رہ گئی ہے اور جہاں دولت کے ہونے سے اور زیادہ
 تر قابل اعتراض امور کا شیوع ہو گیا ہے وہ نہیں جان سکتا کہ اناطولیہ

مین اسلام کیونکہ اودن کا جزو زندگی ہو گیا ہے اور ان کے ہر کام کی ہدایت کیونکہ کرتا ہے۔ اسلام کے اثر سے دامن کا ہر شخص نہایت سچی نفس کشی کرتا ہے جبکہ وہ رمضان مین چودہ گھنٹہ تک ہر روز روزہ رکھتا ہے اور تب بھی اس اثنا مین کل کام کرتا ہے حالانکہ ترکی سویا کرتے مین یا چمپ کر کچھ کھا لیا کرتے مین۔ وہ اپنے گھر مین نہایت خوشی سے مسافروں کی دعوت کرتا ہے اگرچہ وہ مسافر کسی قوم اور مذہب کا ہو اور گو وہ کتنا ہی مفلس ہو مگر ادا خدمت کیلئے مفلسی کو کبھی معقول عذر نہیں سمجھتا۔ نماز سچی ایاذ ارمی سے ادا کرتا تمام عمر اشیائے منستی استعمال نہیں کرتا اور اگر وہ اپنی اہلخانہ سے کوئی کام لیتا ہے جو مشرق مین بلا کئے ہوئے کرنے کا دستور ہے تو اس کی نہایت توقیر کرتا ہے اور اپنی اہلخانہ کو بہ نسبت زیادہ متمولین اہل شہر کی بہت کم سختگی سے پردہ مین رکھتا ہے۔ اور عام امن قائم رکھنے کیلئے یہ دستور کس قدر مفید ہے کہ ہر گائون مین خواجہ اور دیگر بزرگوں کی نہایت ادب و تعظیم ہوتی ہے گویا ہر گائون بجائے ایک ریاست کے ہے اگرچہ وہ اس قدر وسیع نہ ہو جس مین مدیر کی تعیناتی کی ضرورت ہو۔ خاندان کا ایک اعلیٰ رکن اپنی مہربان خاندان پر پوری علی حکومت رکھتا ہے گھاس کے لئے باضابطہ کارروائی نہیں کی جاتی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کس کو کس کا فرایض مین مسافروں کی خاطر مدد دلاتا تو اضع و تکریم کس کو کرنا چاہئے۔ تصفیہ معاملات کا حق کس کو ہے۔ ہدایت نشست برخواست کسے متعلق ہے کس کو کس پر حقیقت دینی چاہئے اور اس طبع بہت سی

باتین جو طرز معاشرت سے وابستہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمدنی طریقہ کی تہذیب
 ان کو قرآن سے ہوتی ہے۔ صرف سچ بولنے کی عادت البتہ چوٹ گئی ہے یہاں تک
 کہ اگر کوئی سبب ہی جوٹ ہوئے گا نہوتا ہم ایک مسافر کو سچ سننے کی توقع نہ کرنا
 چاہئے۔ ان کی اس اخلاقی خرابی کی وجہ وہ مروجہ جھوٹے کہانیاں ہیں جن کا کوئی
 ثبوت نہیں ہے۔ ان سادہ لوح فرار عین کو افتاق حق و ابطال باطل میں نہ
 باقی نہ رہی بہر حال اسلام جنگلی اور بالکل جاہل اور پٹھان لوگوں کی دہی اعلیٰ تسلیم
 دیکھتا ہے جو دنیا میں کوئی دوسرا مذہب بھی دیکھتا ہے۔ فقط

حسن

سیچ کو فتح ہے

اسلام کی استبدازی پہلے پہل ڈیٹل یقین اہل یورپ کو ایک ایسے شخص کے ذریعہ معلوم ہوئی جو خود اسپرٹ آف دی ایٹھائیس مشرقی (ایشیا) کی روح کہلاتا تھا اور جو راستی اوس کے بعد پھر رفتہ رفتہ بڑھتی ہی رہی اسلام کی استبدازی کا علم اب اس طرح سے علی الاعلان ہوا ہے جس کی ہر جگہ آئندہ اسلام کے نسبتاً بہتان و غلط بیانی نہیں چل سکتی۔ ہمارا مطلب کینن ایٹرک ٹیلر کے اس بیچ سے ہے جو کہ ریکارڈ نے اپنی کتاب ”اسپرٹ آف دی ایٹھ“ میں لکھا ہے اوس کو بتوں نے سمجھ مان لیا ہے چنانچہ بالگریو دیویمبر سی۔ رائسن۔ لیارڈ۔ رولینڈ۔ اسٹینلی آف آڈری۔ وی کاسلی وغیرہ وغیرہ نے اس کی باتوں کو تسلیم کیا اور کامل طور سے تصدیق کیا۔ ہر مافوجکو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رہنے کا اتفاق ہو ہی ضرور انکی اچھائی بیان کرے گا۔

تاہم انگلستان کے اکثر لوگ ناواقف اسلام کی راستبازی عالموں سے انگلستان میں اسلئے اشاعت نہیں پائی کہ ملک کے باشندے عیسوی مذہب سے ہونے سے میراثی مذہبی تعصب میں ایسا غرق رہتے ہیں جو جزو مذہب معلوم ہو تاہم مگر اب چونکہ انگلستان کے ایک مشہور مذہبی عہدہ دار شخص نے علی الاعلان بیان کیا اسلئے لاکھوں آدمی جنہوں نے سیاہوں اور عقلاؤں کی باتیں نہیں سنی تھیں اب اچھی طرح سیکھ گئے۔

واقعہات کا انکار محال ہے۔ صرف وقت ہی نہیں کہ کیوں کر لوگوں کو ان واقعات

کی طرف متوجہ کریں مگر اب چونکہ ایک معزز اور بلند نام پاڈر سی ٹی پردہ
اٹھا دیا ہے اسلئے اوس کے بدیہی نتائج بھی جلد پیدا ہونگے جیسا کہ۔
ڈیوٹو آرکمرٹ نے بیان کیا ہے اسلام میں صرف دوسرے مذہبوں
کی مراعت ہی نہیں ہے بلکہ وہ غیر مذہب کی عزت بھی کرتا ہے۔ اور
بعد مدت کے ہمارا یہ دعویٰ پورا ہونیکا یقین ہے۔

یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ ہمارا اسلامی دعویٰ عیسوی دعاوی کے برخلاف
ہے یعنی اسلام کی حنبیان بیان کر کے عیسوی اچائیوں کو برباد نہیں
کرنا چاہتے۔ بلکہ اس قسم کا گمان ہی نہیں ہے۔ چونکہ ہمارا دعایہ وہ یہ ہے
کہ کل مذہبوں کا نتیجہ چال چلن درست کرتا ہے۔ انسان کی حال چلن سے
اوس کے مذہبی تقاضوں و اوصاف کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ
درخت کا حال پھولوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مصدقہ مثل کی رو سے آج
اس زمانہ میں ہم یہ ہر ملا کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی کی صورت سے مسلمانوں پر
ترجیح نہیں دے سکتے اور ہمارا یہ بیان کامل طور سے واقعات پر مبنی ہے
اور ہم اپنے اہل مذہب یعنی عیسائیوں سے تاکید کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے
حالات از روئے واقعات کے بیان کریں۔ اگر وہ لوگ میرے بیانات کو
از روئے واقعہ غلط ثابت کریں اسکی کچھ پروا نہیں لیکن اگر اب نہیں کہہ سکیں
تو ان کو لازم ہے کہ اپنے چال چلن کو اپنے بیانات کے موافق سدا رہیں۔
انکو چاہئے کہ اسلام کے نسبت انصاف سے کام لیں جو انسان کے ایک بہتر

قابل قدر اور روز افزون گروہ کا رہنما ہے۔

اہل انگلستان کیلئے یہ سب ضروری بات ہے کہ وہ اپنے آپ کو تعصب دور کریں کیونکہ تعصب ان کے لئے صرف بے اعتباری کا سبب نہیں ہے بلکہ خطرناک ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کے ماتحتی میں کروڑوں مسلمان ہیں اور انگلستان روس و روم کے درمیان میں ہے پس جو کچھ نتیجہ ان دونوں سلطنتوں کی جنگ و جدال کا ہو جو سیوقت ملوثی نہیں ہے اس سے انگلستان کا جدا ہونا ناممکن ہوگا۔ روس ہمیشہ جنگ پر تلا تو رہتا نہیں لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ وہ معاہدہ کا پابند رہنا بھی پسند نہیں کرتا اس کے جاسوس برابر کام کیا کرتے ہیں اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ روسی مخالفت میں روم ہر ہوشیار رہتا ہو اور کوئی موقع اتحادِ سلاطین کا ایسا نہیں ہوتا جس میں انگلستان کیلئے یہ سوال ہر وقت پیش نظر نہ رہتا ہو کہ حکمرانوں کی مخالفت کرنا چاہئے یا نہیں۔

سلطنتِ انگلشیہ کے قیام اور یہودی کیلئے جس پہلو سے دیکھا جاتا ہو تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حکمرانوں کی سلطنت سے ارتباط پیدا کرنا لازم ہے جس پر ہمارا کبھی نقصان نہ کیا ہو اپنے بندر گاہوں کو ہر تجارت کیلئے کھول دیا ہو اور اپنے ملک میں سوداگری کی اجازت ہو لیکن صرف اس شور و سہا ہنگام سے کہ روس عیسائی بادشاہ اور روم مسلمان بادشاہ سے ایک دوسرے کے مابین کافی بد اثر موجود ہے اور ہماری دماغی قوتوں اور

ملکی مصلحتوں کو بیکار کئے ہوئے ہے۔
 اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ صرف شخص واحد نہیں بلکہ توہین اور
 حکومتیں اپنے افعال سے اچھی یا بُری مانی جائیگی نہ کہ از روئے ذہنیہ
 عیسائی سلطنت روس اور اسلامی سلطنت روم میں مقابلہ کیا جائے تو آئندہ
 اصلاحات نہیں کہ سلطنت عثمانیہ سے دوستی کا عمدہ نتیجہ تمام صحیح الحیال
 لوگوں پر اچھی طرح کھلبلیا گیا۔

اور جب ہماری زبان سے سلطنت عثمانیہ کے اتحاد کا ذکر ہوتا تو اسکو
 ڈپلومیٹک چال نہ سمجھنی چاہئے جس اتحاد کی ہلوک برسوں سے ترقی چاہتے
 ہیں وہ ایسی ہے جس میں مساوات کا لحاظ رہے اور ایک دوسرے
 کا اعزاز برابر قائم رکھے۔ اس کی تکمیل ناممکن سمجھی گئی تھی لیکن اس وقت
 ممکن ہی نہیں معلوم ہوتا بلکہ غالب یقین ہے کہ جلد ایسا ہو۔ لیکن ٹیلر نے جو
 بحث چھیڑی اس سے کل مسئلہ حل ہو گیا لوگوں دلجمعی ہوئی اور یہی کافی سمجھا
 گیا ہے۔ یہ تبدیلی عرصہ دراز سے ہونے والی تھی۔ آخر کار ہوئی گئی۔

بارج کریشے

و مدار سیارے

اگرچہ رات کے وقت جبکہ پردہ ابراس قصیر نیلگون کا حجاب نہ ہو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرتِ ریشمار ثوابت و سیاروں کی قذیلین فصحاء آسمان کو روشن کرتی ہیں اور

لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ كِي تَصْدِقُ هُوْتِیْ لٰكِنْ بَوَّهْلَیْكَ اَلْاِنْسَانِیُّ لَیْسَ بِمُسْتَقِلٍّ مِّنْظَرُوْنَ كِیْ عَادِیْ بَوَّهْلَیْكَ اَیْمِنْ كُوْنِیْ زَیَادَہٗ تَعْبِیْ اَنكَلِیْزَاتِ نَمِیْنِ مَعْلُوْمِ هُوْتِیْ

ہماری دنیا نظام شمسی کی ایک ادنیٰ رکن ہے اور بعض حکما کا قیاس ہے کہ یہ لاکھوں اور کروڑوں ثوابت جو آسمان پر نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے عالم کا آفتاب ہے جسکو متعلقیت سے سیارے اور اقمار ہیں جو بوجہ بے انتہا بعد کے دور میں سے ہی نظر نہیں آ سکتے۔ انہیں سے بعض ثوابت کا جو بمقابلہ اوروں کے اس دنیا سے زیادہ قریب ہیں علم ہیئت کے قواعد سے بعد دریافت بھی ہو گیا ہے۔ مگر اوروں کا بعد دریافت کر نیکی واسطے علم ریاضی کے قواعد سے بھی کام نہیں چلتا۔ انکی دوری کا اندازہ سید قدس اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اگر زمین کے کچھ دھوکے (جوائنٹ) کے گرد ایک بیضوی شکل کا ہی سب سے لمبی قطر کے انتہاؤں سے کسی ایسے ستارہ کو دیکھا جائے تو یہ دونوں خطوط جو مد نظر سے پیدا ہینگے آپس میں متوازی ہونگے یعنی ستارہ کی سمت میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوگا۔ غرض کہ علم ہیئت بھی سنجیدہ علم کے ہی جس سے اس کا لائق خالق کی عظمت و شان کا پختہ اندازہ انسان ضعیف البیان کو ہو سکتا ہے اور ماہر فنکار حق سرفراز کے معنی مل رہے ہیں۔

اس مغرب کے عنوان سے معلوم ہوگا کہ ان معمولی ثواب و سیاروں سے بالفعل ملکو بحث نہیں ہو سکتا ایسے اجرام فلکی کے کچھ حالات لکنا چاہتے ہیں جنکو دُمدار سبب کہتے ہیں اور جو اپنی شکل سے ایک دوسرے نوع کے افراد معلوم ہوتے ہیں اور کبھی کسی بطور سیاحوں کے اس فضا کے آسمانی پروان کا گذر ہوتا رہی اور ہیوجہ سے انہیں لوگوں کو ہمیشہ زیادہ دلچسپی رہتی ہے اگر دُمداروں صاحب کے تیا سات کو کسی قدر مبالغہ کے ساتھ بیان کیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ نوع کسی زمانہ شائستگی کی طرف ترقی کر کے دُمدار کے بارے سے بھی سبکدوش ہو جائے اور دیگر سیاروں میں جا ملے۔ اب تک علم ہیئت نے استفادہ ترقی نہیں کی ہے کہ ان اجرام فلکی کی پوری ماہیت دریافت ہو۔ شاید کسی آئندہ زمانہ میں ان سوالات کا جواب ثانی دیا جاسکے کہ دُمدار سیارہ کہاں سے آئے ہیں اور انکی ترکیب کس مادہ سے ہے اور کون سے عام قوانین کے مطابق انکی گردش ہو رہی ہیں دنیا میں ہمیشہ اور ہر قوم میں ان سیاروں کی نسبت یہ خیال رہا ہے کہ معاملات انسانی پر ان کا اثر پڑتا ہے گو اس تعلق کا سبب نہیں دریافت ہوا ہے یہ خیال ہے کہ آئندہ واقعات عظیم کی یہ خبر دیتے ہیں جس زمانہ میں کہ یونانیوں نے شہر طرائی کا محاصرہ کیا تھا اور وقت ایک دُمدار سیارہ نمودار ہوا تھا جو پھر شہر میں ظاہر ہوا۔ ارسطو نے ایک نہایت روشن سیارہ کو ذکر کیا ہے جو ۲۰ سال قبل حضرت عیسیٰ کے نمودار ہوا تھا۔ حکیم سید کا خیال ہے کہ اس سیارہ کے اثر سے ایک عظیم زلزلہ واقع ہوا جس سے یونان کے صوبہ اکیلیہ میں دو شہر تباہ ہو گئے۔ ایک اور سیارہ کے نمودار ہونے سے ملوکیوں حاکم کا رتبہ فی یہ شکون لیا کہ اسکو صحت دینا چاہیے

مہم میں کامیابی ہوگی۔ پادشاہ مطراویطین کی ولادت اور تخت نشینی اور قیصر جولیس کے قتل کی خبر اس زمانہ کے لوگوں کے خیال میں دُمدار سیاروں کے پہلے سے دیدی تھی۔ بلنیار کا قول ہے کہ دُمدار سیارہ ایک نہایت خوفناک چیئر ہر امد وہ ایک بڑی خونریزی کی خبر دیتا ہے۔ درجہ شاعر نے بھی لکھا ہے کہ یہ عقیدہ عام ہے کہ دنیوی مصائب کی خبر علامت آسمانی سے ہوجاتی ہے۔ رومی کے ظالم پادشاہ نیر وئی ایک دُمدار سیارہ کے ظاہر ہو سکو صد ہا لیگنا ہمارا شرق کی خونریزی کا حیلہ قرار دیتا تھا تاکہ اس حدیث سے دیوتاؤں کا غصہ فرو ہو۔ سلطنت عین بیت المقدس کی تباہی سلاطین و ظالم مثل و سپاہین قسطنطنیہ کی وفات ستلک عین شہر قسطنطنیہ کی مصیبت۔ اقوام وحشی کے ماتم سے سلطنت و مملکت بربادی۔ ان سب واقعات کے نسبت یہ خیال تھا کہ انارکلی سے اٹکی خیر ہو گئی تھی ازمنہ متوسطہ میں دُمدار سیاروں کے آثار بدشگون ہو سکتا عقیدہ یورپ میں عالمگیر تنازعوں پر کہ جنگہائے عظیم و با اور نامور سلاطین کی وفات کے واقعات کا ظہور پہلے کر آسان ہو جاتا ہے۔ قدیمی کتبوں سے جو بعض مقامات پر کھلے ہیں انکو معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اس دہم نے یہاں تک ترقی کی تھی کہ ان اجرام فلکی میں انکو بعض خوفناک چیزوں کی صورتیں نظر آتی تھیں۔ سب زیادہ مشہور دُمدار سیارہ وہ ہے جو پہلی صاب کے نام سے منسوب ہے۔ سب سے پہلے جو اس کا ظہور تاریخ سے پایا جاتا ہے وہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے بارہ سال پیشتر تھا۔ اسوقت تک ابنگ وہ چوبیس مرتبہ ظاہر ہو چکا ہے جس زمانہ میں کہ سلطان محمد شہر بلگراد کا محاصرہ کر رہا تھا تو اسی سیارہ کے ظہور نے محاصرین و محصورین دونوں کو خوف میں مبتلا کیا تھا۔ رومن کیتھولک عیسائیوں کے

جس قدر آفتاب کے قریب پہنچتا جاتا ہے اس کی دُم زیادہ مرتب اور روشن ہوتی جاتی ہے۔
یہہ دُین کسی بے انتہا ہلکی اور باریک مادہ سے بنی ہوئی ہیں کیونکہ گواہی مومانی
بعض اوقات پچاس ہزار میل کی ہوئی ہے مگر اور کو اکب جو اس کے حجاب میں آجاتے
برابر نظر آتے رہتے ہیں۔ بعض ذوزنب بہت زیادہ روشن ہوتے ہیں لکشمۃ
کا سیارہ اس قدر روشن تھا کہ دن کو نظر آتا تھا اور لکشمۃ کا سیارہ چمک دیکھ میں
اعلیٰ درجہ ستاروں سے گونہ سبقت لگیا تھا۔ یہہ سیارہ جس قدر دور آفتاب سے
ہوتے جاتے ہیں اس کا قطر اسی مناسبت بڑھتا جاتا ہے۔ ذوزنب کا سرسی ثقیل مادہ
بنا ہوا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اسکی دلیل یہہ ہے کہ اس میں کوئی استعداد کشش کی بخیر
دوسرے جسم کو اپنے طرف کھینچ کر کی مثل دیگر اجرام فلکی کے نہیں معلوم ہوتی۔
لکشمۃ میں ایک ذوزنب مشتری کے اقمار کے نظام کی وسط میں ہو کر
گدڑا اگر اون اجرام میں سے کسی پر اس کا ذرا ہی اثر نہیں معلوم ہوا۔ ذوزنب
کی ضخامت کی کمی بیشی آفتاب کے بعد اور حرارت کی کمی بیشی سے ہوتی ہے قطع نظر اس
سے کہ اس کے جسم کی ترکیب بخارات یا گیس یا کسی منتشر اجزائے مائوسی سے ہو۔
بہمبھی کبھی سیاروں کے سر سے روشن بخارات اڑتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں وہ
بخارات پھر اسی سر میں جذب ہو جاتے ہیں یا دُم کی طرف منتشر ہو جاتے ہیں
اس طرح سیلہ کی ذوزنب کے لکشمۃ میں دو حصے ہو گئے اور دونوں ساتھ
ساتھ دورہ کرتے رہے۔ یو فورس ایک یونانی مورخ نے بھی لکشمۃ میں
قبل حضرت مسیح کے ایک ذوزنب کا دو حصوں میں منقسم ہو جانا بیان کیا ہے

کیلپر کو بھی شعلہء مین اسی قسم کے ایک شاہدہ کا گمان ہوا تھا۔ شعلہء کے قوام ذو ذنب
 موسوم بہ اولٹڈ امین ایک تیسرے قطعہ کا ظاہر ہونا اور پھر غائب ہو جانا مشہور ہے۔
 ایڈورڈ راک کی راکر پلانٹ دیگر منجمین کے یہ ہے کہ دمدار سیاروں کے اجسام ثقیل مادہ
 بخوبی اور انہیں شش کی قوت ہو۔ اسی بنا پر اوس نے تھیاس کیا ہے کہ دو نامی کے
 ذو ذنب کا ثقل ایک ایسے کرہ آبی کے ثقل کے مساوی ہو جس کا قطر بالانوسیل کا ہو۔
 یہ تو خدا کا بھی خیال تھا۔ سیاروں کی زمین ایسی ہوتی ہیں جن کے پار نظریار روشنی
 جاسکتی ہے۔ مگر ان کے جرم کی نسبت ابھی کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی
 بعض قرائن سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ان سیاروں کی روشنی کلا یا جزاً مثلاً دیکھ
 سیاروں کے سورج کے انعکاس کے سبب ہے۔ ذو ذنب کی ماہیت کا بیان کرنا
 آسان نہیں ہے۔ کارڈن کا خیال تھا کہ ان سیاروں کی زمین شعاعوں کی نظر
 سے پیدا ہو جاتی ہیں کیلپر کا یہ عقیدہ تھا کہ ذو ذنب کے سر پر شعاع آفتاب کا
 انعکاس اس کا باعث ہوتا ہے۔ نیوٹن نے یہ توہم کی کہ حرارت اور کشش
 اثر سے زمین پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض ہیئت والوں نے مثل سرجان ہرشل کے
 قوت برقی کو ان کا سبب خیال کیا ہے۔ پروفیسر ہندال نے دمدار سیاروں کی
 خواص کو عمل کیما کی کیطرت منسوب کیا ہے۔ ان مختلف تھیاسات سے یہ توہم
 ثابت ہوتا ہے کہ ان سیاروں کا علم ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔ اس سوال
 عارض ہوتا ہے کہ آیا کہیں ہماری اس دنیا سے بھی کسی ذو ذنب سے مگر ہوگی
 یا نہیں؟ عوام کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ایسا حادثہ ضرور

ہونیوالا ہے جس سے دنیا کا نام نہ ہوگا۔ صدی گذشتہ میں اس امر کا ایک بڑا تھک گیا تھا کہ ایک ذوزنب زمین کے استدر قریب آگیا ہو کہ دونوں کے لڑ جائیگا اندیشہ ہے۔ اگر ذوزنب کا جرم مثل اس کہہ زمین کے ایک ثقل ماوہ سے بنا ہوا فرض کیا جائے تو ایسے اندیشہ کی گنجائش ہے۔ سلسلہء ابن و سمن صاحب ایک رسالہ چماپا جنہیں انہوں نے اون واقعات متعلق جیالوجی کی تاویل جو توریث کی کتاب پیدائش میں بیان ہوئی تھی بذریعہ ایک ذوزنب کے کی ہے لیکن ظن غالب یہ ہے کہ سلسلہء ابن و سمن زمین ایک ذوزنب کی دُم کے اندر و حقیقت داخل ہو گئی مگر اس کے باشندوں کو اس امر کی خبر تک بھی نہیں ہوئی۔ آسمان پر جو کبھی کبھی ستار چھوٹے نظر آتے ہیں اون کی نسبت یہ خیال ہے کہ تباہ شدہ و مدار سیاروں کی منتشر اجزاء ہیں جو ہمارے کرہ ہوائی بین زمین کی کشش سے پہلے آتے ہیں۔ کسی ذوزنب کے دُم میں کسی دوسرے سیارہ کا داخل ہو کر صحیح سالم نکل آنا اور بات ہے اور اس کے جرم ٹکڑے لکڑا اور بات ہے۔ بعض اوقات کسی ذوزنب کے اجزاء کے ہمارے کرہ ہوائی میں داخل ہو چکا کچھ شے بھی پایا گیا ہے۔ سلسلہء کے ذوزنب کی نسبت یہ خیال ہے کہ اوس سے اوس سال انگور کی فصل زیادہ ہوتی۔ مگر و مدار سیاروں کا اثر موسم یا فصل پر کچھ ثابت نہیں ہوا ہے۔ امریکہ کے شاعر ایڈگر پونسے ایک فرضی حال زمین کی تباہی کا ایک ذوزنب کی تصادم سے لکھا ہے۔ مگر علوم جدیدہ کے واقعات سے ان تخیلات کی کچھ تائید نہیں ہوتی۔ باعتبار ہمارے موجودہ علم کے یہ بات قیاس میں نہیں آتی کہ و مدار سیاروں میں بھی

مثل اُس دنیا کے انسانوں کی آبادی ہو۔ اگر کوئی اس امر کی نسبت ایک خیال
 باندھا ہو کہ اگر کوئی بڑا سیارہ ہماری زمین کو اپنی کشش سے کھینچ لے اور
 مثل اپنے اقمار کے اوکو بھی اپنے جلو میں لے لے پھرے تو اس کو زہ ارض کا
 کیا حال ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ مثل انسانی سے دیگر
 حیوانات و نباتات کے اُس سیارہ کے ایک ہی دورہ کے اندر نسبت
 و نابود ہو جائے۔ مگر ایسے حادثہ کا اس قدر کم احتمال ہے کہ ایسے تخیلات کو
 دماغ میں جگہ دینا بھی فضول ہے جس خلاق مطلق نے اتنا بڑا کارخانہ بنایا
 ہے اوس سے توقع نہیں ہو سکتی کہ اُس کو اس طرح تباہ ہونے دے
 کیونکہ کل کائنات کا مالک وہی ہے اور ہر سیارہ کی زمام اوستیکے قبضہ
 میں ہے فلسفیانہ نظر سے تو اس کارخانہ کی نہ کوئی ابتدا معلوم ہوتی ہے نہ انتہا

الغیب اللہ

آئکہ بر نقش ز دین و ائرو مینائی
 کس ندانت کہ و گردش پر کار چہ کرد

اسلام افریقہ میں (چمپی بنام اڈیئر لنڈن ٹیمس)

جناب مکیمنٹیلر نے جس برادری اور قابل تعریف جبریت افریقہ میں مذہبی اشاعت کے نسبت بیان کیا ہے اس کے پڑھنے سے میری دلین اتقد جوش اور ولولہ پیدا ہو آج کے اظہار کی میں اجازت چاہ کر مفصل ذیل تحریر سے انکی تائید کرنے پر مجبور ہوں

تجربہ سے یہ بات معلوم ہے کہ کسی زندہ مذہب کی (بائستثنائی مذہب و نبی کے) جیسا بیان کرنا پڑیوں کے طریق ہدایت و اشاعت مذہب پر جرح کرنا کقدر خطرناک ہے کوئی شک نہیں کہ مشرک کے وجوہات و دلائل الفاظ غیر میں ٹپکنے جائینگے اور کل واقعات پیش کرنے سے انکار کیا جائیگا۔ اور فوراً معلوم ہو جائیگا کہ مذہب اور اس کے مویدینے پاؤرمی صحیح خیالات کے شائق نہیں ہیں کہ آئینہ کی طرح کوئی بیان کر دے بلکہ چاہتے ہیں کہ اگر اظہار کی ضرورت شدید ہو تو اسپر سیاہ رنگ چڑھا دیا جائے یعنی بالکل کچھ کا کچھ بیان ہو۔

چونکہ مجھکو مدتوں سے مشرقی مغربی اور وسط افریقہ میں تجربہ حاصل ہے جہاں مجھکو عیسوی اور اسلام دونوں دیکھنے اور پرکھنے کا اتفاق ہوا ہے اسلئے انصاف میری خیالات قابل سماعت ضرور ہیں۔ آپ کے بعض نامہ نگار بیان کرتے ہیں کہ مشرقی افریقہ اور جوار دریائے نیل میں اسلام اپنی حالت اور پوری حیثیت میں پایا جائیگا کہ غلامی کا دور دورہ ہی ظلم و ستم جاری ہے اور ستم کی ذلیل حالتیں پیدا ہیں۔ اس سے زیادہ بے بنیاد حملہ کسی کے گمان میں بھی نہ آئیگا۔ چونکہ مجھکو مشرقی وسط افریقہ میں بہ نسبت آپ کی کسی نامہ نگار کے بد جہاز زیادہ تجربہ ہے اسلئے میں بلا پس و پیش

میان کر سکتا ہوں کہ اگر بڑے فروشی عروج پر ہر قوم سے ملے ہو کہ وہ ان مذہب اسلام کا
وغل نہیں ہوتا یہی کہ یہ سطر حکایتیں نہیں ہو کہ اگر وہ ان اسلام کی اشاعت ہو تو بڑے
فروشی کا استیصال کلی ہو جائے اسلام کا وغل وہ ان کیوں نہیں ہونے پاتا اسکی
وجہ صرف یہی ہے کہ سطر کے عرب اس مقام کو تجارت غلامان کیلئے محفوظ رکھنا
چاہتے ہیں۔ اگر وہ غلامی کیا جائے تو جہان سے انکو غلام بنائیکے لئے ملتے ہیں وہ جگہ
سب مسلمانوں سے سبھاگیلی اور کل وہ ان کے باشندے ایک سلسلہ مذہب میں انکو دینی
برآورد ہو جائینگے۔ آپ یقین فرمائیں اس سطر ہمارے عیالی تا جہاں تجارت گاہوں میں
پاڈیوں کو نہیں آتے دیتے بشرطیکہ انکو معلوم ہو جائے کہ عیالی مذہب کے اشاعت
شراب موسومہ جن کثیر القدر خریج میں مخالفت ہوگی گاہگاہ یہ امر با موقع سمجھا
جاتا ہے کہ کسی قوم کو اس کے مذہب کی رو سے بدنام کریں لیکن یہ اس وقت تک
ممکن ہے کہ جتنک اس کا اثر اپنے اوپر نہ پڑتا ہو۔

ہمارے مذہبی (عیسوی) نامہ نگار و سیاحین بڑی خوشی اور نشان فخر مند

کہا کرتے ہیں کہ دین عہدی مشرقی ممالک افریقہ میں نہیں پھیلتا۔ اس بیان میں مطلق
غلطی نہیں ہے۔ اس کا معقول اور زبردست سبب اوپر بیان کر دیا گیا ہے
اب دوسرا باعث بھی لکھا جاتا ہے جو مثل پہلے کے مسکت ہو۔ اسلام کی اشاعت
مثل عیسوی کے ان دیسی فرقوں میں اجنبی لوگوں سے ہوتی ہے یہ وہ اجنبی لوگ
نہیں جو ہر صفت میں دیسیوں کے برابر جہاں افضل ہیں اور جو شیرازی کے نام سے
مشہور ہیں جس کا ترجمہ جنگلی آدمی ہے۔ مگر دینے جہشیدوں سے سطر کے عرب

ایک وسیع خلیج پنج پین پیربلنس سے بہت دور ہو جائے ہیں۔ وہ لوگ اسکے عبور کی حیرت نہیں کرتے۔ جب نگر و کا اس طرح مستطی عربوں کے قطع تعلق ہو جاتا ہے تو وہ لوگ سیطرح عربوں کی پال چلن اور نہ سب جاننے کی فکر نہیں کرتے لیکن جب میں یہ امر مایس پیش بیان کر رہا ہوں کہ مشرقی وسطا افریقہ میں بروہ فروٹی اچھی طرح جاری ہو گیا۔ کیونکہ وہاں اسلام کی اشاعت نہیں ہو صرف مسلمان ہیں اس وقت یہ ہمیں ملحوظ خاطر رہے کہ اسی بدنام مذہب (اسلام) کی وجہ سے ایک بہت بڑی نیت پوری ہوئی ہے یعنی شرب کی تجارت کلیتاً سد و م ہو گئی۔ خاص پنجبار میں سلطان اپنی ضعف کی وجہ سے سپر قابو نہ پاسکے کیونکہ عیسائی قوموں کی تجارت کے کسی جزا کو پسند نہیں کیا اور غرض میں کیا کہ یہ بات خوشی کی ہے کہ اندرون ملک انہوں نے اپنے مذہب کی پابندی کی یعنی اب تک از رو شیع اسلام تجارت شیاؤ فرشی سے انہوں نے باز رکھا ہو اور اس طرح سے انہوں نے بہت بڑی خدمت ادا کی کہ ایک بڑے فرشتے کو شرب نوشی سے بچا لیا جو بہت آسانی سے جسم شیون میں بھیل جاتی ہے اب چونکہ جرمنی کی مہذب آموز فوج نازل ہو رہی ہے پس دیکھا جائے کہ کب تک اس پالیسی کی قوت قائم رہتی ہے۔ اب میں مغربی افریقہ اور وسط سودا کیچا نب متہ جہ ہوتا ہوں جہاں کے تجزیہ بھی مجھ کو ماحصل ہیں میں نے وہاں بالکل مختلف کیفیت معاینہ کی۔ یہاں اسلام زندہ اور پوری قوت کے ساتھ ہے اوسیں وہی آتشیں مادہ پایا جاتا ہے جو اس مذہب کے زمانہ اوائل میں تھا مسلمان ہر دامن اس اعجاز نما طریقہ سے کرتے ہیں جس سے اسلام کا مہلا

زمانہ یاد پڑہ جاتا ہے۔ یہاں جس طرح سیرالیان کے گلی کو چون مین و غط ہوتا ہے
 اسی طرح وریا نیکی کے آدم خور ذلیل اقوام مین جو کامیابی اسلام کو مغربی وسط
 افریقہ مین حاصل ہوا کو دیکھ کر حامیان مذہب عیسوی واقعات پر خاک ڈال رہے ہیں
 اور نہایت چالاکی اور مکاری سے واقعات کو الٹ پھیر کر کے اپنی پوری قوت کے
 ساتھ مذہب اسلام کو بردہ فروشی کے اتہام سے ملزم قرار دیتے ہیں۔ جو دلیل غبر
 ہے۔ بجز مذہب عیسوی کے اور کبھی اچھا فی نہ اقبال کر سکتے کیوجہ سے اسلام کی ترقی
 کو ایک خوفناک بلا اور خالص مصیبت افریقہ مین کیلئے بیان کر نیکی کو شش کر لے ہر
 جس طرح اون کو لڑکپن سے عادت اور تعلیم دی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام
 کی اشاعت صرف تلوار اور رگ سے ہو سکتی ہے۔ ان کو اس قسم کی تفسیر کیونچہ ہر
 بڑی خوشی ہوتی ہے کہ غیب خون زدہ جلشی کو گھٹنوں کے بل کھڑا کیا اور سکتے
 جمو پڑے مین جو سچے ہے اک لگا دی گئی ہے اسکی جو روپے نہایت سختی
 ساتھ لوٹدی غلام بنا نیکیلئے باندھے گئے ہیں سبھوں کے گلے مین رسی پڑی ہوئی
 ہے اور ایک دیونا مسلمان اس کے قریب تلوار کیونچہ ہوئے کھڑے ہے اور کھڑا
 ہے کہ تلوار یا قرآن قبول کر۔ (جو بے بنیاد خیال ہے)۔

یہی نقش کا البحر خیال نسبت اشاعت اسلام علیائیوں کے دلون مین ہے اور یہ
 وہ خیال ہے جو میرے دانت مین نسل بعد نسل چلا آتا ہے۔ یہ امر خوشی کا ہے
 کہ جمکو اپنے آنکھوں سے کئی بار کئی طرح سے دیکھے کا اتفاق ہوا۔ مغربی سودان
 اور وسط افریقہ مین اسلام کی سب سے بڑی فتح مندی غاموش اور نہایت سادہ

آہستہ سے ہوئی ہے لیکن گذشتہ ایام میں غلامی گوالے اور زمانہ حال میں الوغرم اور عالمی حوصلہ ہونہ آیا تو پی تاجر سے - تقریباً بارہویں صدی عیسوی سے وہ گوالے اپنی مذہب کی اشاعت میں مقام چمپک جمیل سے سحر اٹک تک کو شش کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ گذشتہ صدی تک تمام ملک کے آدمی مسلمان ہو گئے ان کو صرف ایک رہنما کی ضرورت تھی جس کی ہدایت و ہمت پرستی چھوڑ کر خدا سے واحد کے ماننے والے ہوں چنانچہ اس صدی کے شروع میں نووی نامی ایک شخص رہنما پیدا ہوا۔ اور تعجب انگیز قلیل وقت میں مذہب اسلام بے اعظم کثیر حصہ میں حکومتی مذہب ہو گیا۔ اور جنگلی اقوام کو وہ اثر پہنچا جس کا نتیجہ نہایت ہی تعجب انگیز ہوا ان آخری ایام میں اسلام کی اشاعت جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ہو رہا یا تو پی تاجرون سے ہوئی ہے چونکہ اپنے کام میں وہ بہت محتاط اور منضبط تھا اسلئے سیکڑوں ہزاروں میل کے فاصلہ پر ان جہتی سودا گردن کا دوسرے قوموں میں جانے سے کچھ باک نہیں تھا یہ لوگ جنگلی اقوام میں اس طرح پھیل جاتے ہیں گویا کہ بیہ بھی اسی قوم سے ہوں اسی مکان میں سونا اور انہیں کے ہمراہ کھانا کھانا۔ جہاں وہ جاتے ہیں مذہبی جوش ہمارہ لئے جاتے ہیں جس کی ناقابل بحث اور آسان اصول اس کے عہدگی کے شاہد ہیں۔ وہ بت پرستوں کو اس قدر آسانی سے تعلیم دیتے ہیں جبکہ ان میں سمجھنے کی قوت ہے۔ سوداگر اس طرح ایک ماہ خواہ چھ ماہ یا سال بھر تک مقیم رہتے ہیں جیسا کہ موقع سمجھا جاتا ہے جب تک وہ مقیم رہتے ہیں لوگ اس کے عہدہ اور خوش وضع لباس

کی تفریف کیا کرتے ہیں اور گرد کے لوگ اونکی نقل اتارتے ہیں۔ انکے نظروں پر کوئی ایسی شئی نہیں ہوتی جسکے جانبان کا رجحان نہوتا ہو۔ اور مذہب میں کوئی بات ایسی نہیں جو عام طور سے سمجھ میں نہ آتی ہو۔ پس اس طرح سے تہذیب و اسلام کا بیج اس وسیع قطع اور کثیر التعداد اقوام میں بویا گیا یہاں تک کہ تمام ملک میں مختلف محنتوں کے نتائج پیدا میں۔ اور صبح و شام اور دن کو اسلامی آواز (اذان) کی جھنکار گونجتی ہے اور جو رات کو کہ پہلے لکڑی اور پتھر کے تبنوں کے روبرو جھکتے تھے اب خدا سے واحد کی سائج جھکتے ہیں اور جو زبان بھنسنے والی کے کھائے اور مزہ چکھنے میں کام آتی تھی اب خدا کی عظمت اور عنایت کے بیان میں مصروف ہے۔

اب میں اپنی ذاتی رائے اور موقع بیان کرتا ہوں۔ بیان بالاسے واضح ہوا ہو گا کہ اہل فریقہ کیلئے اسلام بہ نسبت عیسوی زیادہ موزوں ہے۔ مگر میرا یہ خیال نہیں ہے بلکہ میں اس بیان کیلئے بھی تیار ہوں کہ اہل فریقہ کیلئے اسلام بہ نسبت عیسوی مذہب کے جیسا کہ اس کی تعلیم ہوتی ہے زیادہ مناسب و مشتمل مشہور ہے کہ پہل سے درخت کا معلوم ہوتا ہے اگر یہ مصداق حالات فریقہ سے منطبق کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ فریقہ میں اسلام بے انتہا مرتبہ افضل ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ مغربی سواحل فریقہ پر تین سو برس سے زائد عیسوی مشن اور نصرانی مذہب کی اشاعتوں کا کیا خفیف نتیجہ ہے اور بدنام مذہب اسلام کے بے انتہا مذہب کام کے عرصے وسط اور مغربی سودان میں کیا ہے

صرف اسی موازنہ و مقابلہ سے ہمارے عیسوی پادری سرور گریبان ہونگے یہ
لوگ بہت ہی کم مصلحتوں پر نظر رکھتے ہیں اور بہت ہی کم ضروریات و قتیہ کا
محاط کرتے ہیں مشیروں کی ناکامی کی وجہ نہایت آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے
ان لوگوں نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ اپنی تعلیمات میں عام خیالات
اہل ملک کو داخل کرین عجیب انداز ہیں اور ہٹ دھرمی سے غیر دلچسپ اور ناقابل
عمل طریقوں کے چلائیا اصرار کرتے ہیں جو باتیں مذہب عیسوی میں نہایت
نازک اور بعید الخیال ہیں اور سکو ایسے تاثریست یافتہ ادنی خیال لوگوں کو سمجھایا
جاتا ہے جو انکی سمجھ میں آئے گا نہیں لیکن وہ اپنے اصرار سے اپنی بات کو
باتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جو بیچ اس پنجرہ میں ایسے حبثت و کج دل میں
بویا گیا ہے اور سکی ایسا عیسیٰ سیح کی طر سے ہوگی اور وہ ترقی کرے گا
رفتہ رفتہ پادری صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مذہبی تعلیم اپنی حیثیت سے
نہیں دینی چاہئے بلکہ سامعین کی حیثیت سے وہ مذہبی نہ بنائے بلکہ
ایک تختہ ہی کا فی سمجھیں گے۔ میں پادریوں کی سمجھ نہیں کرتا بلکہ ان کا مداح
ہوں انہوں نے اس تاریک براعظم میں میری ساتھ برادرانہ سلوک کیا
لیکن جو کچھ اعراض ہے وہ ان کے لہر قہ تعلیم پر ہے مجھے امید ہے کہ ہمارے
پادری صرف مسلمانوں کی کامیابی ہی کا مقابلہ

نکریں گے بلکہ اُن سے بڑھ جائیں گے

جوزف ٹامسن

درس دار الفنون اسلامیہ

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ دولت کی وجہ زیادہ تر حرفت و صنعت ہی سرسبز ہو
اور قوت اسی ملک کو ہوتی ہے جہاں علمی تحقیقاتوں کے ساتھ علمی تجربات ہوں
اور فنون مختلفہ کی عام طور سے اشاعت ہو جو شخص ان مقبول ذریعوں سے دولت
اکٹھا کرے تاہی قابل ہزار تعریف ہو اور جمع کی ہوئی دولت کو ایسے ہی کاموں میں لگانا
صرف بہادری ہی نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوش فہمی اور نڈا پرستی ہے۔
یورپ کی مختلف سلطنتیں جہاں آدمی اور وسعت میں بدرجہا ایشیاء و مالک کم ہیں
لیکن صنعت و حرفت کی عام اشاعت دولت و قوت میں بے انتہا زیادہ ہیں۔
پس مبارک ہو وہ حکومت جہاں علوم و فنون کی اشاعت آفتاب نصف النہار ہو
اور وہ مرد میدان جسکو ایسے امور خیر میں پیش قدمی کا شوق ہو۔

دنیا میں رائے دینے والے اور فطنوں میں کسی فعل کو سراہنے والا اور
فلے ہیں مگر اجر اسے کار میں مالی اعانت دینا ہے محب قوم اور واقعی غایق علوم
و فنون کا کام ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ وہی عند الناس و عند اللہ ماجور ہو سکتا ہے
عرب کی جو آج حالت ہے وہ کیا بلحاظ علوم و کیا بلحاظ فنون ہزاروں سو کے قابل ہے
جسٹے آبا و اجداد نے ایشیاء و یورپ کے دور دراز ملکوں میں علم و فن کا چرچا پھیلایا
آج انہیں کی اولاد جہالت کی تاریک گڑھ میں پڑی ہے اگرچہ دنیا کا بہت
بڑا حصہ فنون جدیدہ سے بے بہرہ پڑا ہے لیکن جو بری کیفیت خاص عرب کی ہے

اور جیسی عبرت انگیز و ان کی حالت ہے شاید دنیا میں کوئی ایسا طبقہ نہ ہوگا۔ اس حالت میں جو مرد میدان کمر بستہ کمر زور سے قوت سے بدنام طبقہ عرب کو دنیا کے کار آمد علوم و فنون سکھایا گیا اور انکی پچھلی گم گشتہ علمی و علمی عزتوں کی از سر نو بنیاد قائم کر گیا اور انکے اخلاق جو بہت کچھ برعکس حالت میں آج پائے جاتے ہیں درست کر گیا تمام دنیا کے نظروں میں گوئی سبقت لی جا گیا۔

الحمد للہ کہ اس قسم کی تخریک فی الحال زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے اور ہم نہایت خوشی سے مدرسہ دار الفنون اسلامیہ عمومیہ کی تجویز کا اعلان کرتے ہیں۔ روئے زمین کے باشندے جبکہ عربوں کی پچھلی حالات سے نجومی اطلاع ہے اس قسم کے تجویزوں سے صرت ہمدردی ہی نہ ظاہر کریں بلکہ ازراہ حب انسانیت ایسے طبقہ کو جو آج کس سہری اور معطلی میں پڑا ہے بڑی مہین مہینہ ہو گئے اور جبکہ قابلیت و عزت حاصل کرنا بقول لارڈ کینسٹون موجودہ گورنر جنرل کے حق موروثی ہے۔

ملک شام کے ایک نامی گرامی غیر متذتاجر نے مصمم قصد کیا ہے کہ اس نام کا ایک عالی شان حوالہ العلوم شہر طائف میں بنایا جائے۔ اس قابل رشک غیر متذتاجر کا قصد محض نقول میں محدود نہیں ہے بلکہ ساتھ ہزار لیر عثمانیہ جو انگریزی روپیوں کے حساب سے ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب ہوں گے آغاز کار میں اپنے مدتوں کی کمائی سے بطور سرمایہ دیتا ہے

اعلام کارروائی کیلئے ایک انجمن ترتیب دی جائیگی جسکی دو تین ہونگی۔ شاخ اول میں زمانہ موجودہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے عام اسلام میں علوم و فنون کا رواج دیا جائیگا شاخ دوم میں ممالک خلاء و سودان و افریقہ و حبشہ وین نہیب اسلام میلانگی

تعلیم ہوگی۔ نہایت عمدہ اصول جو اس مدرسے متفرکے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) کہ تمام ممالک اسلام اس مدرسہ میں بحیثیت طالب علم مسلمان قبول کئے جائیں گے اور بعد تحصیل علوم کے وہ اپنی اپنے وطن کو رجعت کرے وہاں لوگوں میں اشاعت علوم کی کوشش کریں گے۔ (۲) اس مدرسہ کی شاخیں دو دراز ممالک اسلامیہ یا سکونہ مسلمانین متفرق ہوگی مثلاً کاشغر مصر ہندوستان وغیرہ تاکہ اطلاق کی تہذیب اور دین کی توسیع ہو وہ ممالک چین کے اہل اسلام کو علوم اسلامی اور تعلیم مذہبی کی ترقی و بجا لگی جسکی وہاں زیادہ ضرورت ہے۔ (۳) اس کار خیر کیلئے تمام مسلمان دنیا سے رخصتہ کی خواہش کیجا لگی (۴) چونکہ خاص کہ اہل عرب اس کا تعلق ہو گا جس ملک اور جس آبادی تمام دنیا کے مسلمان ایک خاص محبت اور دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسلئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ حاشیوں جو صاحب اقتدار ہوں نصف لیر عثمانی یعنی لاجہ کہ قیصری فرداً فرداً عطیہ لیں۔ امید کی جاتی ہے کہ بشرط معقول فراہمی چندہ کم سے کم حضرت سلطان المعظم جیب خاص سپاس نذر لیر جو سارہی چار لاکھ روپیہ ہوتا ہے عنایت فرمائیں۔ بادی النظرین مقاصد بخمن بہت وسیع اور خواہشیں اہم معلوم ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو دیکھتے ہوئے اور انکی رغبت تحصیل علوم و فنون کیجا نب معدوم یا بیکے مشکل سے قابل عمل پائیں مگر استعجال اور پامردی سے اکثر دشوار گزار رہتے سبک روشی سے طے ہوئے ہیں۔ ہماری یہاں ایک زندہ مثال موجود ہے جو آئینہ بل سر سید احمد خان بہادر خرم البند مدرسۃ العلوم علیگندہ کیلئے مفلس ہندوستان کے مفلوک الحال مسلمانوں سے نو دس لاکھ روپیہ بہت تنوعی و عمدین جمع کر لئے۔ اگرچہ ایک جانب مخالفت کا درپوش زن تھا تو جانب نہ زیادہ ذاتی اقتدار تھا اور نہ مالدار تھے۔ مگر اسلامی غیرت مندی اور مستقل مزاجی ایک ایسا نمونہ قائم کر دیا جس سے یہہ امر ناممکن نہیں سمجھا جاتا کہ لاکھ لاکھ مدرسہ فنون

باوجود صاحب حکومت اہل دول اور بلا اختلاف کوششوں کے (اگر کجائین) یوں ہی چکا۔ اگرچہ ابھی تک ہماری پاس صرف تجویز قیام مدرسہ پہنچی لیکن تاہم ایسی تجویزوں کو ہم دوسرے مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ایک دن بلکہ بہت جلد حسب اعلان علی کارروائی شروع ہوگی۔ نچو یک تعمیل کی پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سسٹیم ہکو و توف کے ساتھ امید کرنی چاہئے اور سب لوگوں کو امداد کیلئے تیار رہنا چاہئے کہ یہ خیال ذہن سے نکلے۔
غفل تک پہنچ گیا۔

اس موقع پر اس بات کا ذکر کرنا شاید سہل نہ ہو گا کہ یٹناریہ کی ایک چھوٹی سی ریاست جو ۱۹۱۸ء میں سلطنت روم سے جدا ہو گئی جسکی ۲۰۰۰۰ آبادی اور ۲۴۲۰ میل مربع رقبہ ہے اس میں ۱۹۱۸ء میں تقریباً دو ہزار مدرسہ ابتدائی موجود تھے اور ہر ایک مدرسہ کا خرچ ایک ہزار فرانک (ایک فرانک ۱۰۰ کراہوتا ہے) مقرر تھا۔ ایک دار الفنون بننا کیلئے اسی علاقہ میں حکمران حال پرنس فرڈی نینڈ نے بیس لاکھ فرانک عطا فرمایا ہے۔ کیا مسلمان جنگلی آج سرسری تعداد میں کروڑوں کم نہیں۔ جنکا ایک خدا ایک رسول ایک قرآن ایک قبلہ ہے متفقہ کوشش سے بھی ایک دار الفنون ایسی جگہ جہاں تمام مسلمانوں کا مرکز بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَائِرِ رُسُلِ الْاٰلَمِیْنَ (حسن)

سلطان روم اور ہندی سووانی باہمی تعلقات

بعض انگریز اکثر ان کارروائیوں کے سوچ بچار میں اپنا دماغ خراب کرتے ہیں جو چار سمندرون کے پاروں کے نام سے ہوتی ہیں ان لوگوں کے دلوں میں ایسا کچھ خیال جنتا جاتا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی سو اکھم پر قبضہ رکھنے کی وجہ سے چاہو اسکو کیسی ہی فوجی کامیابی ہو کسی نہ کسی روز مصیبت میں پڑے گی۔

وہ یہ سمجھتے جلتے ہیں کہ چونکہ اٹھ ۶۰ میں مالک دریائے نیل خلو م کے اوپر حصہ سے لیکر اسکندریہ تک مصری سلطنت کے قبضہ میں تھا اور اٹھ ۱۸۷۱ سے اب تک مصری سلطنت حسب ہدایت گورنمنٹ انگلستان کا رروائی کر رہی ہے اور گورنمنٹ مذکور کی حکومت دریائے نیل پر صرف وادی حلفہ تک اور بحر قزحہ میں صرف سو اکھم تک باقی رہ گئی ہے لیکن یہ قبضہ اس گورنمنٹ کے شایان نہیں ہے جسکو قلمرو میں آفتاب نہیں ڈوبتا اس موقع پر چند سوالات حسب ذیل کرنے شاید بے موقع نہ ہوں گے۔

(۱) انگریزی گورنمنٹ نے جو یہ قبضہ کر رکھا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

(۲) انگریزوں نے اس قبضہ کے پائیز ہو نیکی کیا وجہ سمجھ رکھی ہے۔

(۳) کیا یہ قبضہ اخلاق کے خلاف ہے اور اگر اخلاق کے خلاف ہو تو خطرناک ہے۔

(۴) اگر خطرناک ہے تو ہم کس طرح اس معاملہ سے باہر نکل سکتے ہیں۔

یکم و سہم کو ہوس آف کانٹنرین ایک بحث ہوئی سیریمس فرگسن اٹنا سے اسپرچ میں بیان کیا کہ ہمارے وزیر اعظم نے اس چودہویں سی جنگ کی نسبت یوں

تو کیون ہم اس کو تسلیم کر لیا اور اگر واقعی ہے تو پھر کیوں فوجی کارروائی کو ترک کر دیا۔
صلح کی پالیسی اختیار نہیں کر لیتے ہیں اور ہنسنے اپنی اس پالیسی کو کس وجہ سے جائز سمجھ کر کہا ہے۔

ہم دسمبر کو مسٹر اسپین ہوپ وزیر جنگ وزیر خزانہ کے ساتھ گذشتہ حالی تقریر کو دہرایا اور کہا یہ پالیسی جو اختیار کی گئی ہے بذات گورنمنٹ کی پالیسی نہیں ہے بلکہ ایک ایسا امر ہے جسے اس وقت ہماری پابندی کے قابل ہے جو گورنمنٹ سابق سے اخذ کیا گیا تھا اور نیز معاہدہ ٹرکی میں صریح طور پر مندرج ہوا تھا جبکہ ہنسنے اب تک ترک نہیں کیا ہے اور وہ شرط یہ تھی کہ جب ہم اپنے فرانس مصر میں چورس کر لینے اس وقت ملک مصر کو چھوڑ دیں گے۔

مسٹر موصوف نے لارڈ کرینول کے دو اشتہاروں کو پڑھ کر سنایا ان میں آخر اشتہار جو ہم جنوری ۱۹۱۷ء میں دیا گیا تھا وہ حسب مندرجہ ذیل ہے گورنمنٹ برطانیہ خاص ملک مصر میں بندوبست رکھنے کے واسطے تیار ہے اور نیز بحر قلمرو کی بندرگاہوں کو محفوظ رکھی گئی۔ لیکن ہم ابھی ۱۹۱۷ء میں لارڈ موصوف نے سلطان روم کو یہ کہہ بھیجا کہ گورنمنٹ انگریزی آئینہ معاہدہ ٹرکی کی پابندی کرنا نہیں چاہتی ہے اور لارڈ ورن سے کہا کہ سلطان یہہ درخواست پیش کرو کہ سلطان روم بحیثیت سلطان مصری ساحل اور بحر قلمرو کے بندرگاہوں کی حکومت بلا دخلت غیر اختیار کر لیں اور اپنا فوجی قبضہ وہاں رکھیں۔ پھر لارڈ کرینول نے اس معاہدہ کی ایسی قسم کی تالیف والوں کو بلایا کہ

اور مکے حوالہ کر دیا اور سلطان سے کھلا پیچھا کر چمکہ میری نصیحت کو اپنی نہیں سنا لئے
 جو کچھ اس معاملہ میں ہو جائے میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ مشرمتہ
 اور اسٹن ہوپ کا خیال تھا کہ ان کو سو اکم کی حفاظت رکھتی ہو مگر پوری طور سے
 خود ادا کو یہ معلوم نہ تھا کہ کیوں حفاظت رکھتی ہو اگر وہ معاہدہ کے دلائل کو دیکھتے تو
 انکو پٹر کمریت خوش ہوتے اور اس کی پابندی انپر لازم آتی۔ وہ یہ بات بھول
 گئے کہ ان کے متقدمین نے معاہدہ مذکور کو پھاڑ کر کاغذات روی میں ڈال دیا تھا
 اور اس کے شرائط کا ان کے دلوں پر کچھ بھی اثر باقی نہ رہا تھا۔ جب لارڈ
 مذکور نے اس معاہدہ کو فسخ کر دیا اس وقت سے افریقہ کے کئیوں پر بہت کچھ کارروائی
 ہوئی ہیں۔ مصریوں کی بابت اٹلی اور اسی سینہ والوں میں لڑائی ہوئی۔ جرمنوں
 نے اپنی حکمت عملی سے مدد دیکر پنجاب کے کنارہ پر حملہ کر دیا مگر اس کا نتیجہ کیا
 ہوا کہ عربوں نے قریب کل جرمن کو دمان سے نکال دیا۔ لارڈ سالبری نے جو
 دسمبر ۱۸۸۲ء کو پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر باوازی بلند کہا کہ افریقہ میں تہذیب کی
 سوجین تلاطم میں ہیں۔ وہ تلاطم امواج تہذیب اب کہاں ہے افریقہ کی زمین
 پر تو اس وقت کوئی تہذیب کی ترقی نظر نہیں آتی ہے مان مہدی جو کس کروا
 اپنی فوج کے آزادی کی وجہ سے حق پر جدوجہد کر رہا ہے وہ تو آگے بڑھتا ہوا
 نظر آتا ہے اور مہدی کی طاقت صرف اس وقت تک رہیگی جب تک کہ سودانی
 مصری حکومت کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں سودانیوں کو یقین ہو گیا ہے
 کہ انگریز اس بات کو کٹے کر چکے ہیں کہ مصری گورنمنٹ کا جو اپراؤنگی گرویلوں پر

رکھا جائیگا۔ انگریزوں سے ان کو اسلئے نفرت ہو گئی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہی لوگ مصری گورنمنٹ کو ورغلان کر سودانیوں پر ظلم کرواتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ ستر سال قبل محمد علی نے نیوبیہ کو فتح کیا لیکن بڑے انقلابات اس وقت تک نہیں ہوئے جب تک کہ خدیو اسماعیل نے سمرمل بیکر کو خرطوم کے اس طرف جا کر وریانیل کی پین کی فتح اور اس پر حکمرانی کرنے کا حکم نہ دیا تھا آخر کار اس فتح کے بعد ظلم و تعدی ملک میں پھیل گئی اور رعایا کے دلوں میں بڑے خیالات حاکم کی طرح سے پیدا ہوئے گئے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ سودان میں مہدی اوٹھ کھڑا ہوا۔

اب چونکہ سلطان مصر کا ملک ہے مصری گورنمنٹ کے خلاف ہیں جو بلوہ ہوا مہدیوں نے کیا وہ گویا سلطان روم کے خلاف ہیں ہوا جیسے سلطانوں کا خلیفہ ہو کر انگریزوں کے مجبور کرنے سے اپنی رعایا کو ایسی تباہی اور مظلومیت کی حالت میں ڈال رکھا ہے۔ انگریز سبابت کا اقبال (مصری گورنمنٹ کی طرف سے) کرتے ہیں کہ سودان چھوڑ دیا گیا۔ مگر حقیقت میں انہوں نے سودان کو نہیں چھوڑا بلکہ سودانیوں نے ان کو سودان سے نکال دیا ہے۔ باوجود اسکے طرف یہ ہے کہ انگریز لوگ مہدی سے صلح کرنیکی کوشش نہیں کرتے۔ یہہ حالت واقعی نازک ہے۔ مگر انگلستان بحر قزیم کی بندرگاہوں کے مستحکم کرنے کا اس طرح بندوبست کر رہا ہے کہ فرانس بندر ادبوک۔ پراٹلی۔ بندر بیکول سے مصر اور اس قعر تک اور انگلستان۔ راس قعر سے سو اکھم اور سوئیز تک اپنا اپنا پورا استحکام کر لیں۔ جدہ پر کاروائی کرنے کی تجویز تو اول ہی ہو چکی تھی مگر سیرجیس فرگسن نے

یک دم سبکی تعمیر میں اس تجویز پر اعتراض کیا اور اس ارادہ باز رکھا۔ بحر قزحہ کے مغربی کے سمندرون میں جہان نہر سوینرگی راہ سے جہاز جا سکتے ہیں بادشاہان یورپ کے جنگی جہازیں پہنچنے لگے تاکہ بروقت موقع سلطان کو قتل و پربردہ فروشی کے دفع کر نیکی جملہ مملکت اور ہون۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مہمدی اور صحراؤں کے دریا کی نیل کی طرف اور سلاطین یورپ کے ہاتھوں سے ساحل کی طرف جسے وسط سودان کی غریب قومیں حیران اور پریشان پہنچی کیا خوب یہ تھوڑا سا قطور راضی جو مولج تہذیب کے تلاطم سے اب تک بچا ہوا تھا اور کچھ نظر آ رہا تھا اب تہذیب کے موجیں اسے بھی لوٹ پلٹ لیتی ہیں اور یہ کوئی دم میں ہماری آنکھوں سے غائب ہو جائیگا۔ ہم یہاں کہتے ہیں کہ اگر ہم مصر اور سودان کو چھوڑ دیں اور سلطان روم جو مسلمانوں کے خلیفہ ہیں انکو اپنی رعایا کی پوری پوری نگرانی کرنے دیں تو ممکن ہے کہ یہ بہتری اور خیریزی کا زمانہ مل جائے۔ اگر انگریزی گورنمنٹ مصر کو صرف سلطان کے بعد دوسرے پر چھوڑ دیتی تو ان کو ایک نہایت عمدہ موقع دنیا کی نظروں میں سفارتی کامیابی کا حاصل ہونا ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس ملک میں انیسویں صدی کے روم کو کب تک جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سلطان کو ان کے چھوڑ دیا جائے تو دنیا کو اس کا وہ امن بڑھ ہی قابل قدر ہوگا۔ جو وقت سلطان روم اور مہمدی کی اسپین صلاح ہو جائیگی تو یقیناً اس وقت یہ جنگ ملتوی ہو جائیگی مگر ان اتنا تو ضرور ہوگا کہ فرقہ بین عیسائیوں کی بادشاہت باقی نہ رہے گی۔ ان صاحبوں کے واسطے جو ہماری اس تجویز کو بدل چاہتے ہیں اس امر کی بھی اجازت حاصل کہ ان کی ہر کہہ ڈاکٹر لائسنس کے اس ارجل کو ہمیں پانچ سال قبل سلطان روم خلیفہ مسلمانوں کے اقتدار اور اصل حالت مہمدی کو نشہ عجیبان کیا گیا تھا پہلے یہ نامہ دین کی واسطے شائع کر دیں فقط (ڈاکٹر لائسنس کا ارجل متعلقہ مہمدی اور خلیفہ پرچہ آئندہ میں مطبع ہوگا)

ضمیمہ سن

اشہار

دوار کا نام تھائیڈ کمپنی لاہور

یہ آپکی دیسی کمپنی عرض پر دلا ہو کہ ہمارے پاس عہدہ عمدہ جیپی گھڑیاں آئی ہیں۔ جنگلی بابت صرف اتنا ہی کہنا کافی ہو گا کہ اگر عہدگی کے طرف خیال کیا جائے تو ان داموں نہایت ہی ارزان ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ گونا پسند ہون بلا حیب میں دلانے کے ایک ہفتہ کے اندر واپس کر دیں۔ محصول ڈاک معاف۔

گاراٹھی ہم سال نکل کیس گاراٹھی ہ سال خالص چاندی

- | | |
|---|--|
| (۱) اوپن فیس بلا چابی پن والی شیٹ | (۱) نقش دار لیور ڈبل کیس چابی دار شیٹ |
| (۲) " " قسم اعلیٰ شیٹ | (۲) " " ہاف ہینٹنگ شیٹ |
| (۳) " " " لیور ریو شیٹ | (۳) (۱) خالص چاندی ڈبل کیس آٹھ روز کی چابی دار شیٹ |
| (۴) " " " کلان لیور ریو شیٹ | (۴) " " " جمین تاریخ اور دن بھی شیٹ |
| (۵) " " " ہاف ہینٹنگ بلا چابی معروف بہ مفت بالا شیٹ | (۵) " " " جمین تاریخ اور دن اور چاندی کٹا لٹ شیٹ |
| (۶) " " " اسکول کے لڑکوں کو دینے بلا چابی گھڑی شیٹ | (۶) (۱۲) خالص چاندی اوپن جیس کو کبھی کی گھڑی شیٹ |

سب آٹھ کلک ٹائم میں زیر نکل و خالص چاندی کے موجود ہیں اور عمدہ اہتمام گھڑیاں مست بھی بجاتی ہیں

المشہر

دوار کا نام تھائیڈ کمپنی سوہ گران ملحق و کلک لٹا کر کل لاہور۔

تبیر نوجوانی یعنی :

پیر کو کرتا ہے یہہ روغن جوان

یہہ روغن توبہ بالکل کمال کیر علم کار کتنا جس پیران ہفتا و ساتہ تک کویساں نفع ہوا اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ ابلہ و غیرہ کا کچھ خطر گ و پٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشا ہوا و ہر قسم کے امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب عارض ہوں بخیر خلقی وادرا و نامردی اپنی ہونے کا تاثیر سے رفع دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے قیمت فی شیشی پانچ روپیہ محصول ۴ روپیہ ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے

دوا عجیبہ ششہ زمرہ

زمرہ کا شتہ جو بزرگے مناسب کر لیا گیا ہے چار حصہ پاؤں کے برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک ایک روپیہ پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص ان براۓ توبہ باہ اور تمام امراض متعلقہ اسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہنہ ہو خواہ جدید و طاعن جریان مقوی و طاعن و اعصاب کیسہ دار و راح و ضیق النفس و سہ کہنہ خواہ جدید شک ہو یا تیز اور لاغری بدن اور دفع حوائج ہضمینہ میں تو حکم کیر علم کار کتنا ہے یعنی کسی ہی مرض کی حالت زری ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔ (اکسہیات) یعنی عرق منجاہ امراض ضعف و درد و طاعن و صفائی اخون و انواع درد و اقسام تپ جڑ یا چوتھیا تپ و ق استسقا طحال۔ شک سوزاک۔ جریان سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی و بادی اور شراب خواری اور پائہ و نوٹی سے جو خشکی لاغری اور ضعف بگڑ و غیرہ لاحق ہوتے ہیں سب کو بغیر پرہیز دفع کر لے ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہوگی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ محصول ایک روپیہ ع۔ (عجب حشر) تحلیل بواسیر خونی و بادی و تحلیل درد و کھلنے جیسے چیزیں پہلے ہی روز ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بفضلہ مدد و سہ بالکل دفع ہو جاتا ہے تین اور

پچھلے عود نہیں کرتے وزن عرق ہر ماہ تہ قیمت با پنج روپیہ محصول ہر جہان نما اس عرق کے گناستے
 آگھون کی روشنی تیز ہوتی ہی ہولی و ہند۔ درود سحری چشم بلیہ مار یونکو دفع کرتا ہر قیمت با پنج روپیہ
 محصول ہر وزن عرق ہر ماہ تہ۔

خضاب نایاب

ایمٹل رنگ ڈھنگ کے نام اور خضاب ہے

گویا کہ آدما بد فصل شباب ہے

جیسی کہ عوام میں خضاب دقتین واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی جو تھوڑے آدمین روز مہندی
 لگا کر باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر سہ لگا کر باندھنا انہیں قریب آگھنٹہ کے وقت مناع ہوتا ہے اور
 بالوں کی سیاہی دھونیکے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور دوسرے کا پانی
 جب مانع میں جذب ہوگا تو اس سے نقصان اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ امام سرامن مثل سرکا
 وغیرہ کے جسد کہہ رہے ہیں۔ بجا ہی انہیں قنون کے سبب یہ خضاب یا تبا کر گیا جس قدر تعریف کیے جاتے ہیں تاہن
 سو امید ہو کہ قیمت بیکر طلب کریں۔ ان کوئی مبالغہ نہیں۔ تھوڑی تیور سے اسکے اجزاء کی ظاہر کرنا ہوں
 داغ بال جوہرہ خارش رشت رشت داغ علاوہ برین خشبو میں بیضی شکل کیوڑہ باعث وراثی موافق
 ہوں بالوں میں سختی نہیں آئے دیتا بلکہ بلایم کتھا ہوتا ہے میں بالوں کو مقابل اصلی بالوں کو کرنا ہوں دوسرے
 بطور وغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے سے روز لگا کر تو بال
 مثل اصلی بالوں کو سیاہ ہونے کوئی تمیز نہ کر سکیگا کہ یہ خضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۳۰ روپیہ بھر بیٹھ
 ڈبرہ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل عطا علاوہ محصول نصف شیشی عطا چار شیشی عطا اس کے کم ہو کر
 ہے۔ میرے شفا خانہ میں علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری۔ واضح ہو کہ بہت سی خطویہ عنو شہر ملک جو صاحبان پر ہیں بہاد

نے پیر مدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائی ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو
 موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہوں گے چاہے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میرا ادویہ سے
 ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکوں کے شہر ملک موجود ہیں آؤہ آنکٹ بیکر

ضمیمہ حسن

طلب کریں کہ جو کچھ کھیں پوچھنے اپنی شہر کے میسور کے خوشامد کے شیفٹ بنا لیں پس میری شیفٹ
اور ان حکیموں کے شیفٹوں میں بڑا فرق ہو لازم ہو کہ پہلے شیفٹ سنگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا
نہ ہو ایک طویل فہرست بہت ادویہ کی جو اختیار میں گنجائش طبع نہیں رکھتی اور جس تکلف
زندگی تا دم مرگ انسان قائم رہتا ہو قابل ملاحظہ ہو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب کریں
مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المستہم

حکیم ابو الحسن شفا خانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ المندھی

حجرب آزمودہ شرطیہ ووائین

امراض ذیل کی ادویہ شفا خانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر علامہ بی او بیڑ سالہ حافظ صحت لاہور میں
جوشندہ سے جاری ہے مٹی میں مفصل فہرست و سار شیفٹ ٹکٹ آدہ آنہ سے مل سکتی ہیں۔
(طلما) مورستمال بچہ بن کے نقص رگون کی رطوبت و بگاڑ دو کرتا ہے فی تولد لائے
(سرب) دافع نامردی رقت منی جریان سرعت انزال خلام دائمی قبض ضعف اعتکاس
معدہ تازیکی چشم درد سر وغیرہ جگر تھکات و اقسام فواحش سے کمی اشتہا ضعف جگر و سستی
لاحق ہو دو کرتا ہے۔ فی بوتل لائے۔ (سوراک و قرحہ) نیابہ یا پیرانا علی العموم ۴۴
گھنٹہ میں اپنا اثر سرٹن ریم وغیرہ کو زائل کرتا ہے فی تولد ۵۵ ہیرا نیل خوشبو دار بابون کو
سیاہ رنگتائی نزلہ زکام ریزش درد سر ضعف دماغ و بصر کو مٹاتا ہے فی شیشی ۵۶۔

(حب تشک) بلامنتہ فی دوت دو کرتا ہے پیر پوٹا نہیں دو ہفتہ لائے (کحل الجواہر)
سرمد قوی بصر حافظ بینائی دافع نزول درد ہند جلا خارش پانی جانا ۵۷ ماشہ ۵۸۔

(عجیب الاثر سنون) دانت کا ہلکا کر الگنا بد بو سیل خون جانا مسور و کی خرابیاں ہم تولد ۵۹

(حب ابو اسیر) بادی خونی مسور و کی شین قبض کو مفید و ہفتہ ۶۰۔

(حب ذیابیطس) بار بار آنا پیشاب کی ویاس نکر وری دلا غری کو دافع ہے فی تولد ۶۱

(حب قائم مقام) بیون دچاند و بلا غر و جج نشہ چورٹہ جاسے فی تولد ۶۲

منہ بکسہ حسن

(عرق ماء اللحم انگوری) مفرح - مولد خون - معنی بقوی دماغ ضعف جگر و دل دماغ و
معدہ - درد سترپاٹ کلی وجہ مفاصل - لاغری ضیق النفس سترقہ کہنہ یقاعہ گی ایام حیض نقودہ
فلانچ رعشہ فی بوتل عظام بوتل سے کم (روغن اعجاز) ناسور - بگندر - بالو کا سونخ
خنا زیر بند کیر خون کے کالی کالسی - قیام حمل خسرو چچک کو جلد دفع کرتا ہے - ۲ تولہ عطا
رسالہ دافع الکلیک و سوزاک - رسالہ ہیضہ - رسالہ بواسیر - سفرات مسکرات - رسالہ حافظہ صحت
۱۰ ۹ ۱۳

ASHU'S POWDER

سفوف اشش

اسکے استعمال سے شراب خواری کی عادت اور اس سے جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اس کو بالکل
دفع کر دیتا ہے۔ سوکے ہضمی اور قصور باضمہ کو بھی بہت مفید ہے قیمت فی شیشہ ہے
درخواست بنام - ای۔ ٹی۔ کرجی مقام بار ناگور کلکتہ آنا چاہئے۔

The Great Oriental Medicine- mentum

بڑی مجرب و آزمودہ مشرقی دوا

ڈاکٹر جی بی جیٹاہ کا سمارٹین ڈپاس

اس دوا کے استعمال سے اعضائیں قوت پیدا ہوتی ہے اور حسب ذیل بیماریوں کو معیث
امراض بلکہ شائدہ گردہ - پیپٹر اور دل کو۔
اور بیت لوگن نے اس کو کھانا اور تیریف کیا ہے اور بہت ساری شگفتہ موجود ہیں۔
در حسب ذیل امراض کیلئے بہت مفید اور مجرب ہے۔

ضمیمہ حسن

دما۔ کھانسی۔ استسقا۔ کرم شکم۔ سنگ شنانہ۔ تپ کہنہ۔ مرض دل۔ احتلاج القلب جگر۔
عصبی۔ سر۔ ناسورات اندرونی۔ سوزاک کہنہ۔ الشک سوزش کہنہ شنانہ۔ زکام وغیرہ
اور اسکے جسم پر لگانے سے سوزش زخم دات۔ فالج برص وجع مفاصل۔ نقرص قرحہ شک
امراض ہر قسم جسم کو فائدہ بخشتا ہے۔ اور ترکیب استعمال کی ہمراہ دوا ملتی ہے۔
یہ مختلف قسم کی قیمت پر بکتا ہے۔ عسل۔ عسل۔ عسل۔ اور ایکشت دس شیشیوں کی
قیمت دس روپیہ۔ محصول ڈاک ۴۔

المشہ
ای۔ می۔ مکہ جی۔ بار ناگور کلکتہ

اتماس

جن حضرات نے ازراہ عنایت و قدردانی زرچندہ حسن آعانت فرمائی ہے اُن کا تہہ
دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

جن عنایت گستر و نچ ہنوز شکر گزار نہیں فرمایا امید ہے کہ ایام گذشتہ و سال حال کے
زرچندہ سے مرہون منت فرمائیں گے۔

رسالہ ہذا کو زیادہ محبوب و قابل قدر بنا سکیں گے اندرون ریاست و بیرونجا کے اعلیٰ افسرین
اور شہور ذی فہم حضرات نے اعانت کا وعدہ فرمایا ہے جبکہ کلام سے حکومت رسالہ کو
سرخرودی اور ناظرین کو مسرت ہوگی۔

ناظرین پر تمکین اپنے تبادلہ مقامات سے دُور کو سرفراز فرماتے رہیں۔ بسا اوقات
عدم وقفیت رسالہ دیرین پہونچتا ہے یا واپس آتا ہے اور ہم ناکر وہ گناہ مورد
شکایت دوستانہ ہوتے ہیں۔

مینچور رسالہ حسن

اشتمار باغستان

جہاں سے ملے ہیں ایشیا اور یورپ کے شہر شہور اور دور دراز مقامات اسے بہت مختلف قسم کے میوؤں کی پودہ ہے موجود ہیں جسکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودہ ہوں گے نام سے تعداد اقسام لکے جاتے ہیں جو صاحب شوق خواہش کریں طلب مالیز۔

۱۰	قلی (پونیک) آم	۴	اقسام فی	۸	(۳) سیب	۳۳	اقسام فی	عم
(۳)	شقالو	۴	"	۸	(۴) آلو بخارا	۴	"	۸
(۵)	انار	۵	"	۴	(۶) شہتوت	۲	"	۴
(۶)	بیر	۶	"	عم	(۸) نرد آلو	۵	"	عم
(۹)	جام (امروہ)	۷	"	۴	(۱۰) سنقرا	۱۲	"	عم
(۱۱)	پکوترا	۵	"	عم	(۱۲) انجیر	۵	"	۴
(۱۳)	انگور	۵۲	"	۸	(۱۴) واسی (پیکین مین)	۲	"	عم
(۱۵)	لکھاٹ	۵	"	عم				

جو درخت فی الحال تیار ہوں تاریخ درخواست ایک ہفتے کی مہلت میں سمجھائی جائیگے۔

المشتر
مرد عبد الصمد خان مینجر ساگھن

رسید زر چند رساله حسن

- | | |
|--|---|
| <p>(۱۲) عالیجناب نواب نظام ایجنک حاکم الملک</p> <p>ص ۱۰۰ خاننمان ببادر معین المہام متفرقات</p> <p>ص ۱۰۱ عالیجناب نواب بہرام الدولہ بہادر</p> <p>ص ۱۰۲ عالیجناب مولوی سیدین الدین صاحب</p> <p>ص ۱۰۳ سیوم تعلقدار ناندر</p> <p>ص ۱۰۴ عالیجناب ڈاکٹر محمد حفیظ الدین صاحب</p> <p>ص ۱۰۵ دوکار کرد و گبری</p> <p>ص ۱۰۶ عالیجناب جمراد جیو صاحب</p> <p>ص ۱۰۷ عالیجناب سید اسد اللہ صاحب</p> <p>ص ۱۰۸ اول تعلقدار میدک</p> <p>ص ۱۰۹ عالیجناب میرزا کاظم علیہ صاحب</p> <p>ص ۱۱۰ دوکار محاسب صاحب سرکار کا</p> <p>ص ۱۱۱ عالیجناب میرزا فیاض علیہ صاحب</p> <p>ص ۱۱۲ عالیجناب میر امیر علیہ صاحب اول تعلقدار</p> <p>ص ۱۱۳ عالیجناب راجا راجا صاحب</p> <p>ص ۱۱۴ اول تعلقدار گلبرگر</p> | <p>(۱) عالیجناب نواب سر لار جنگ ممتاز الملک</p> <p>ص ۱۰۱ عماد السلطنت بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ دام اقبال</p> <p>(۲) عالیجناب شجاع الدولہ ملک بہادر معین المہام</p> <p>ص ۱۰۲ سرکار کا علاقہ مال دام اقبال</p> <p>(۳) عالیجناب نواب آصف نواز جنگ بہادر متفرقات</p> <p>ص ۱۰۳ عالیجناب نواب عمار جنگ بہادر متفرقات کوٹوالی</p> <p>(۵) عالیجناب نواب مقتدر جنگ بہادر صوبہ دار صاحب</p> <p>ص ۱۰۴ صوبہ غرنے</p> <p>(۶) عالیجناب مولوی سید محمد حسین صاحب</p> <p>ص ۱۰۵ اول تعلقدار لنگسگور</p> <p>(۷) عالیجناب خان بہادر محمد سلام اللہ خالصا ناگیر</p> <p>ص ۱۰۶ و آندیری مجاہد دیول گھاٹ صوبہ دار</p> <p>(۸) عالیجناب مولوی سید علیہ صاحب بگڑی بی۔ ای۔</p> <p>ص ۱۰۷ منظم ہوم سکوتری سرکار کا</p> <p>(۹) عالیجناب نواب متفرق جنگ بہادر صدر صاحب</p> <p>ص ۱۰۸ سرکار عالی</p> <p>(۱۰) عالیجناب مولوی غلام علیہ صاحب قیرشی</p> <p>ص ۱۰۹ صدر دودگاری مال صوبہ شمالی</p> <p>(۱۱) عالیجناب نواب رفعت یار جنگ بہادر کشتہ نعام</p> |
|--|---|

(۲۲) عالیجناب مولوی شیخ مجاہد علی صاحب

صدر مددگار مال موچیو بی

(۲۶) عالیجناب بہرام جی مانگ جی اول تعلقہ

(۲۸) عالیجناب مولوی عصفہ علی صاحب

(۲۹) عالیجناب مولوی محمد ابرہیم خان صاحب

وکیل درجہ اول

(۳۱) عالیجناب کی رام چندر راو چیو صاحب

(۳۲) عالیجناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب

مددگار فرج بیقا عہدہ

(۳۴) عالیجناب میرزا مہدی خان صاحب

جیالو جٹ

(۲۵) عالیجناب مولوی سید علی حسن صاحب

منصرم معتمد ناگہاری

(۲۷) عالیجناب ڈاکٹر محمد عباس صاحب

جی - ایچ - ایم - ایس - اسسٹنٹ سبر

دواخانہ افضل گنج

(۳۰) عالیجناب مولوی یکم سید علی صاحب

سررشتہ دار محکمہ جہاز

(۳۳) عالیجناب میر کاظم علی صاحب

مددگار معافی بلدہ

مارچ ۱۹۱۹ء عیسوی

مضامین

صفحہ

آئین قیسری از شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب سابق پروفیسر
میسور کالج الہ آباد (اس مضمون کے صلیب میں ایک شریفی نذر دی گئی) ۱

جذبیہ - از مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرسہ العلوم مسلمان علی گڑھ ۲۹

اسلام کی اشاعت یورپ میں از نواب غلام نواز جنگ بہادر ۲۵

یورپ اور ہندوستان کی تلوار ۴۰

برٹش ہندوستان ۴۳

انداد و اسلامی ۴۷

قلعہ گوالبیار ۶۳

حیدر آباد دکن

مطبع حسن مین چھپا

حسن

آئین قیصری

حیدرآباد وکن میں جناب نواب عابد نواز جنگ بہادر حسن بن عبداللہ نے ایک رسالہ حسن مامور جاری کیا ہے۔ اسکے واسطے جمعہ خاکسار سے بھی مضمون نگاری کی فرمائش کی اسلئے میں اس سوج پچار میں تمنا کہ کوئے مضامین لکھنے اس رسالہ کے واسطے موزوں و مناسب ہوں گی۔ سو میرے خیال میں آیا کہ آجکل کے زمانہ میں برٹش گورنمنٹ کے افعال و اعمال معرض بحث میں آرہے ہیں۔ اور انپرتخیر یرون کے طومار کے طومار بندہ رہے ہیں بہتر ہوگا کہ میں ویسے مضامین لکھوں کہ جن سے میرے ہموطنوں کے ذہن میں ہو جائے کہ اس دشمنند فراخ حوصلہ آزاد منش برگزیدہ کردار سلطنت کی بدولت سیکڑوں منفعتیں۔ برکتیں نعمتیں ہم کو ایسی حاصل ہوئی ہیں کہ دل سے اعلیٰ سپاس گزاری ہم پر لازم ہے۔ جو طعن و طنز اس پر ہوتی ہیں وہ محض ہمتیں و ہتھان ہیں۔ فورین گورنمنٹ (یعنی غیر قوم کی سلطنت) اس سے بہتر کبھی دنیا میں نہیں ہوئی جیسی کہ اس زمانہ میں ہم پر ہو۔ دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر مشکل سے نظر آئیگی۔ یہ سب مضامین ملکہ ایک مہسولہ کتاب ہوگی۔ ہر ایک باب اس کا مملوہ رسالہ حسن میں شائع ہوگا جس میں گورنمنٹ ہند کے ایک مہسولہ کا بیان مختصر ہوگا۔ اس کتاب کا نام آئین قیصری ہوگا۔

کوئی اس نام آئین قیصری سے یہ نہ سمجھے کہ میں نے آئین اکبری کا مہسولہ لکھا ہے اور اس کا ہم قافیہ بنایا ہے بلکہ کہان میں کہان ابو الفضل جواہر نے

وقت میں پرسہ، سہارک اور زیر کلیڈ سلون کا سا عالی دماغ تھا جیسا میرا علم و فضل
 اب الفضل کی علم و فضل کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا ایسی ہی سلطنت قیصری کے
 آگے سلطنت اکبری کی کچھ حقیقت نہیں۔ اگر صرف ہندوستان کی شہنشاہ تھا قیصر
 ہند دنیا کے ساتویں حصہ پر فرمانروا ہیں جس میں تیس کروڑ آدمی رہتے ہیں۔
 ان میں سے کچھ میں اپنی کفری سے نہیں کہتا کہ مجھ میں ایسی کتاب لکھنے کی قیادت
 و قابلیت نہیں ہے مگر میں نے تو اپنا حال اس مفلس کا سامنا کرکھا ہے کہ جس کے
 پاس دو چار سو گز زمین ہو۔ اس میں وہ اپنا کچا مکان دو کوٹھری ایک لان
 کا بنائے۔ آگے ساٹھان ڈالے۔ تنگ صحن میں ایک چھوٹی کیاری لگائے
 پھر اس کے دماغ میں یہ ہوس سمائے کہ جس باغ میں جو پھول خوشبودار
 خوش نما نظر آئے۔ اس کو اپنی کیاری میں لگا تا پلا جائے۔ اس کے سرسبز و شاداب
 کرنے میں اپنی ساری کمائی اور اوقات بسر کرے۔ اور کچھ یہ فکر نہ کرے کہ
 یہ مختلف طرح کے پھول کیسی ایک تھگی برابر زمین میں نشوونما پاسکتے ہیں۔
 بہت سے سوکھ کر کھلا جائینگے بدنام معلوم ہونگے۔ فقط اس دہن میں اپنی مست
 ہو کر اگر ایک پھول ہی کھل جائیگا تو میرا دل باغ باغ ہو جائیگا۔ پس میں نے
 ہی مختلف علموں میں بائیس تیس ہزار صفحے لکھ ڈالے اور چھاپے کے پتھروں
 کے سفید منہ کا لے کر دئے اور اب بھی لکھ جاتا ہوں۔ قلم کے بوستان و سر
 کے گلستان میں جو پھول مجھ کو خوش نظر آتا ہے۔ اس کو اپنی زبان کے خیابان
 میں لگا دیتا ہوں۔ کچھ نہیں سوچتا کہ اس کی باغبانی اور آبیاری کی قابلیت

مجھ میں ہے یہ نہیں۔ اپنے اس خیال کا دیوانہ ہون کہ اگر ان میں سے ایک پھول ہی اپنی بہار دکھلائیگا تو میری ساری ریاضت کا پھل مل جائیگا۔
 اصل وجہ اس نام رکھنے کی یہ ہے کہ میں جنوری ۱۹۳۷ء میں پٹیا لے گیا تھا۔ وہاں کے ایک مشہور خاندان خٹا کا دور روزمہان رہا۔ خدا تعالیٰ اس خاندان کو علم و عقل و حسن سیرت و صورت و دولت سب عطا فرمائی ہو۔ جب ان سے میں نے اس کتاب کے مضامین کا ذکر کیا تو جناب بشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین انصاحب بہادر نے فرمایا کہ اس کتاب کا نام آپ کین قیسری رکھیں کہ جس سے کتاب ہم بامسمی ہو جائے۔ مجھے یہ ارشاد ان کا پسند آیا۔ اور آئین قیسری نام رکھا۔

باب اول

(آئین گورنمنٹ قیسری)

ہندوستان کا فرمانروا انگلستان ہے جہاں کی برابر تدا بیر ملکی کا ایجاد و دنیا میں کہیں نہیں ہوا خوش انتظامی کا قانون جہاں میں اچھے باری کیا ہے۔ ہمارے ملک کی گورنمنٹ ایک فرع انگلستان کی اصل گورنمنٹ کی ہے۔ اصل کا بیان قرعہ مقدم ہونا چاہئے۔ اس لئے ہم انگلستان کی گورنمنٹ کا حال پہلے بالاجال بیان کر کے پھر اپنے ملکی گورنمنٹ کا ذکر کریں گے۔

گورنمنٹ ایک انگریزی لفظ ہے جو ہماری زبان میں مروج ہو گیا ہے اس کی جگہ یہ الفاظ ہم بولا کرتے ہیں۔ سرکار۔ حکومت۔ عہد۔ عہداری۔ سلطنت۔ کبھی

کسی صوبہ اعظم کے حاکم اعلیٰ پر ہی اطلاق کرتے ہیں سلطنت اور گورنمنٹ کے مفوقِ قریب قریب ہیں دونوں کے لغوی معنی غلبہ کے ہیں اور اصطلاحی معنی اس قوتِ عظمیٰ کے ہیں کہ گرواگر وہ آدمیوں کو تابع بناتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ روئین و طرین و وسیلے و طریقے بھی شامل ہیں جسکے موافق وہ اپنا عمل کرتی ہے۔ غرض گورنمنٹ قوتِ عظمیٰ اور اس کے اشمال کے قاعدوں کا نام ہے۔ وہ ایک قوتِ غالبہ اور قدرتِ فایقہ ہوتی ہے کہ گرواگر وہ آدمیوں میں سے ہر فرد کی اور ہر گروہ کی مرضی کو اپنی مرضی کا تابع بناتی ہے۔ وہ خود مختار بقا قید ہوتی ہے۔ انسانیت۔ مذہب۔ دانائی اس کی کار فرمائی کیلئے ایسی ہی رکاوٹ ہوتے ہیں خبر سے ایک فزیشنر کیلئے ٹھیک ٹھیک گورنمنٹ کا اطلاق اسی قوتِ غالبہ پر ہوتا ہے جسکو کوئی رسم و قاعدہ خواہ وہ پہلے سے ہو یا انہیں کا خود بنایا ہوا ہو اسکی چال کو رد نہ سکے اور کوئی شخص اس سے یہ جواب نہ طلب کر سکے کہ تو نے یہ کام کیوں کیا ہے۔ جو گورنمنٹ قائم ہوتی ہے اسکے لئے ضرور ہے کہ یا تو لوگوں نے اپنے لئے آپ اس کو رضامندی سے بخوشی خاطر قبول کیا ہو یا انکو اس کے قبول کرنے میں ایسی نارضا مندی نہ ہو کہ وہ اس کی بیخ کنی و بربادی کے واسطے منقلب پر آمادہ ہوں۔ پہلی صورت انگلستان کی دورِ ماضی صورتِ ہندوستان کی ہے۔ پہلی صورت رعایا کی مرضی سے اور دوسری صورت فتح اور اس کے سپاہ کی مرضی سے پیدا ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کیلئے یہ بھی ضرور ہے کہ جن لوگوں کے لئے وہ بنی ہو وہ اس سے راضی ہی ہوں

اور اس کے ساتھ اس میں یہ قابلیت واستعداد بھی ہو کہ اس کو مستحکم اور
برقرار رکھ سکے اور وہ گورنمنٹ کے مقاصد کے پورا کرنے کی قابلیت بھی رکھتے
ہوں اور پنجوشی خاطر ان کے سرانجام دینے کو آمادہ ہوں۔ جب تک یہ اوپر کی تین
بائین موجود نہیں ہوتیں کوئی گورنمنٹ استحکام نہیں پاسکتی اور نہ وہ برقرار
رہ سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ وہ قوت عظمیٰ ہے کہ جو سوا اپنی مرضی کے
رعایا کو کسی اور کی مرضی کا تابع نہیں ہونے دیتی اور کوئی کام اپنی مرضی کے خلاف
رعایا کو کرنے نہیں دیتی اس کو یہ استحقاق بھی حاصل ہے کہ وہ رعایا کے باقی
تعلقات کی تحقیقات کرے۔ جیسے کوئی اس کے احکام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی
کوئی اس تحقیقات میں اس کا ماتمہ نہیں روک سکتا۔

گورنمنٹ پر یہ خدمات رعایا فرض ہیں تنظیم و تنسیق و توسیع قوانین اور پھر
ان قوانین کی پابندی کے ساتھ حفظ حقوق رعایا جس جان و مال و عزت و اہرہ
رعایا کی سلامت رہے و اصلاح معاش کی ترقی ہو۔ انہیں خدمات کا نام
انگریزی میں انگریجوٹو یعنی سٹو۔ جو ڈیکل ہے۔ لیجسٹو یعنی توسیع قانون ہے
یعنی کسی خاص باب میں گورنمنٹ اپنی مرضی شانہ کا اظہار کرتی ہے۔ جس میں
وہ شخصی اغراض سے قطع نظر کرتی ہے اور یہ نہیں خیال کرتی کہ انگریجوٹو
ہوگا۔ جو ڈیکل خدمت یہ ہے کہ عام قوانین جو اقسام مقدمات کیلئے وضع
کئے گئے ہیں ان کے موافق جو رعایا میں خاصیت پیدا ہو اسے فہم کر دے
انگریجوٹو خدمت تنظیم و تنسیق ہے جو اوپر کی دونوں خدمتوں کی تمہیں تکمیل

کے ساتھ کرے

اب گورنٹ کپو یا سلطنت وہ زمانہ قدیم سے تین قسم کی چلی آتی ہیں۔ شخصی۔ نوعی۔ جمہوری۔ شخصی کے لغوی معنی وجود بدن کے ہیں خواہ انسان کا ہو یا کسی اور کا۔ شخصی سلطنت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ افراد انسانی میں سے ایک فرد اپنی بھنبر پر بلا قید حکمرانی کرے۔ نوع کے لغوی معنی ہر گونہ چیز اور اخس ^{الحسن} کے ہیں حکومت نوعی کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایک جماعت سادات قوم میں سے عقلاً و امراً اتقیا کی حکمرانی کرے اور کوئی پادشاہ نہ ہو۔ جمہور کے معنی لغت میں تو وہ خاک کہ میں اور سلطنت جمہوری کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ رعایا خود اپنی آپ حکمران ہو اور خود اپنے لئے انتظام ملکی اور تصویع قوانین کرے۔ زمانہ کی تاریخ کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک دو راویسلس چلا آتا ہے ایک بکڑتی ہے دوسری اسکی جگہ پکڑتی ہے۔ ایک جاتی ہے دوسری آتی ہے جمہوری سلطنت بکڑتی نوعی یا شخصی سلطنت قائم ہوئی۔ شخصی سلطنت بکڑتی عوایف الملوکی یا سلطنت نوعی قائم ہوئی۔ بعض اوقات کسی قسم کی ہی سلطنت بنیں رہتی۔ یہ تینوں صورتیں ایسی ہیں کہ دیر پا کم اور زور دار نہ ہوں۔ شخصی کا میلان ہمیشہ جو روستم ہوتا ہے۔ ناممکن سا ہی کہ متواتر بعد یکدیگر ایسے سلاطین عادل ہوں کہ ظلم و ستم کے مٹانے میں۔ استعداد رعایا کے بروئے کار لانے میں امن عافیت کے قائم کرنے میں عفت عدالت کے برپا رکھنے میں لطف و خاکے اختیار کرنے میں رعایا کے ساتھ اخلاص برپا کرنے میں سعی ہوں۔ ایسے

چند ہی گنتی کے پادشاہوں سے بین نہیں آکر ایسے ہوئے ہیں کہ خوشن پروری اور تن آسانی پر ستاری مردم میں مصروف ہوئی ہیں۔ جس سے رعایا میں خوف۔ بی آرامی۔ ستمگاری۔ بیوفائی پیدا ہوتی ہے جس سے سلطنت کو زوال آ جاتا ہے عرض سلطنت شخصی کی کم عمر ہوتی ہے۔ جب تک پادشاہ کو انسانیت۔ مذہب۔ رسم رواج کی پابندی روکے رکھتی ہے اور عاقل وزیرون اور نیک صلاح مشیروں کے صوابدید سے وہ کام کئے جاتے ہیں۔ سلطنت کا کام چلا جاتا ہے۔ جہاں وہ شہر ہی بنا اس کا ملک دوسرے کے ماتھے میں گیا۔ ایشیا میں اکثر اس قسم کی سلطنتیں ہر عمر اور اب بھی بعض ملکوں میں ہیں۔ ہندوستان میں پادشاہ کو ہندو اور مارا اور ایشو سمان مانتے ہیں مسلمان اس کو ظل اللہ کہتے ہیں۔ رعایا اپنی صلاح اور غلامی کی مرضی پر موقوف رکھتی ہے۔ اسکے احکام کی بجا آوری کو اپنی سعادت جانتی ہے اسکے زبان ہلانے پر ہزاروں جان دینے کو موجود ہوتے ہیں۔ دنیا میں یہاں کی رعایا کے برابر اپنے پادشاہ کی اطاعت کرنے والی نہیں اور بہت صبر سے اپنی فرمانروائیوں کے جو دستور مستحکم کو سہی ہے۔

حکومت نوعی کبھی اس ملک میں نہیں ہوتی۔ مگر طوائف الملوک کی بہت دفعہ چھوٹی مان یہ بھی ہوا ہے کہ ایک جماعت کو پادشاہ کے غفلت سے اور عیش و عشرت میں ڈوب جانے سے بالکل اختیار سلطنت ماتھے میں آگئی ہیں پادشاہ برا نام لگ گیا ہے حکومت نوعی میں ہمیشہ فساد کا اندیشہ رہتا ہے۔ جو گردہ مکران ہوتا ہے وہی پادشاہوں کی طرح جو دستور مستحکم کر لے لگتا ہے۔

حکومت جمہوری میں عوام ان اس جو اکثر وحشی اور جاہل ہوتے ہیں وہ ان خواص پر حکمران ہو جاتے ہیں جنکو خدا نے عقل و دانش سے بہرہ مند کیا ہے۔ غرض یہ سلطنت کی سب صورتیں الگ الگ ایسی ہیں کہ جن میں خرابیاں بہ نسبت خوبوں کے زیادہ ہیں اسلئے ہمیشہ ایسی سلطنتیں معرضِ زوال میں رہتی ہیں مگر ہماری یہ خوش اقبالی ہے کہ ہم جس سلطنت کے سایہ حمایت اور کنف عاطفت میں رہتے ہیں وہ منحصر اوپر کی تینوں قسم کی سلطنتوں کا ہے اور اس میں سب شامل ہیں شخصی سلطنت کا اطلاق تو اس پر اس سبب سے ہوتا ہے کہ فی الحال جہاں واقعہ ہندوستان میں پادشاہ اور پادشاہی کے باب میں یہ قوانین انگلستان میں۔

(۱) سلطنت موروثی ہوتی ہے۔ وارثوں میں جو زیادہ اقرب اور برابر ہو اسے اسکو ملتی ہے مگر عورت پر ترجیح ہوتی ہے۔ اگر کسی بادشاہ کی بیٹی بڑی اور بیٹا چھوٹا ہو تو بیٹے کو سلطنت ملے گی۔

(۲) پادشاہی کیلئے ضرور ہے کہ پادشاہ کا مذہب پرنسپلٹ ہو اگر وہ شادی کسی کینہ لوگ مذہب سے کرے گا تو سلطنت سے معزول ہو جائیگا۔

(۳) پادشاہ کا جسم مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اس کی نہایت تعظیم ہوتی ہے۔

(۴) کوئی قانون یا پرنسپلٹ کا اہم موثر نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ کسی اکیٹ میں اسکی تشریح ہو۔

(۵) ہم بھی ایک قانونی مسئلہ ہے کہ پادشاہ کی ذات سے کوئی بغیر واجب امر صادر نہیں ہو سکتا وہ اپنے کسی فعل کے ارتکاب کا ذمہ دار نہیں اور نہ کسی

سہو و خطا کا اس سے مواخذہ ہو سکتا ہے۔

(۷) عفو جہاں کا اختیار سوار پادشاہ کے کسی اور کو نہیں ہوتا۔

(۸) آشتی و جنگ پادشاہ کی ذات سے متعلق ہیں۔ دول خارجہ میں سفیرونِ ایلچیوں کے بھیجے اور ان کے ایلچیوں اور سفیرون کو اپنے دربار میں رکھنے کا اختیار کسٹا (۸) گلیڈشیا اور بحرئی اور بری فوج کا افسر علی ہوتا ہے۔

(۹) حسن خدمات کے صلہ میں عطا مناصب و خطاب کا اختیار پادشاہ ہی کو ہوتا ہے اور کسی غیر ملک کے پادشاہ سے بغیر اسکی اجازت کے اسکی رعایا میں سے کوئی خطاب نہیں لے سکتا۔

(۱۰) کوئی سکے بغیر حکم پادشاہ کے نہیں دہل سکتا۔

(۱۱) پارلیمنٹ کا طلب اور درخواست کرنا اور اس کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اقتدار کامل پادشاہ کو ہوتا ہے۔

(۱۲) کوئی قانون اس کے دستخط بغیر نافذ نہیں ہو سکتا اور اسکو اختیار ہے کہ کسی قانون پر دستخط نہ کرے یا نامنظور کر دے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے بلکہ نہیں ہوتا۔ (۱۳) قوانین برطانیہ کے موافق پادشاہ پر واجب ہے کہ اپنے وزراء کے دستخط حکمرانی کرے اور یہ امر مسلمات سے ہو کہ انتظام ملک میں پادشاہ سے کوئی فعل بغیر مشورہ وزراء کے صادر نہیں ہو سکتا۔ پادشاہ کے افعال کا ذمہ دار وزراء کو پارلیمنٹ اور رعایا سمجھتی ہے۔ اگر وزراء کی کارروائی پارلیمنٹ کو پسند نہ آئے تو چند روز سے زیادہ وزیر اپنے کام پر نہیں رہ سکتے۔ مجبوری مستغنی

میں پڑتا ہے۔ اُن وزراء کا تقرر براے نام پادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے مگر حقیقت وہ بھی رعایا ہی کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔

(۱۴) انجمنستان کا ہر ایک پادشاہ لین کیسٹر کا ڈویک (سب سے اول درجہ کا امیر مورتا)

یہ علاقہ قبادشاہ کی ملکیت خاص سمجھا جاتا ہے۔ اس کی آمدنی کا وہ مالک ہوتا ہے۔

(۱۵) باب القانون اول وکٹوریہ ملکہ معظمہ کے مصارف خانگی اور تھل خانہ کے

واسطے ساری تر تیس لاکھ روپیہ سالانہ دیا جاتا ہے جسکی تفصیل یوں ہے۔

۶۰۰۰۰ ————— ملکہ معظمہ کی جیب خاص کیلئے

۲۳۱۲۶۰۰ — — — — — ٹکڑوں کی تنخواہ

خیرات و خدمات خاص — — — — — ۱۲۲۰۰۰

لو کر ذکی پشت و غیره — — — — — ۴۴۴۰۰

در باره استغرق خرج — — — — —
 $\frac{۲۶۳۰۰۰}{۳۸۵۰۰۰۰}$

۳۸۵۰۰۰

جناب ملکہ معظمہ کی اولاد کو گیارہ لاکھ دس ہزار روپیہ ملتا ہے اس روپیہ کے سوا

سواچار لاکھ روپیہ ہے کچھ زاید ملکہ منظم کو علاقہ بین کیمبرے وصول ہوتا ہے

شاہزادہ ولیعہد کو سوا چار لاکھ سالانہ پیار لینٹ کے طرف سے دیا جاتا ہے اور

یہ لاکھ روپے کے قریب کارنول کے علاقہ سے ماتھے آتے ہیں۔

اب آپ سنو چنگی کہ یہ شہنشاہ اس قسم کا نہیں ہے جیسے کہ ہمارے مان ہندو

میں ہوئے کہ اسکے مصارف ذاتی کی کوئی حد نہیں تھی۔ اسکو اختیار تھا کہ چاہتا

روپیہ جا ہے اپنی ذاتی عیش و عشرت و یہودہ اپنے شوق کے ہولعب میں اڑا

ہندوستان میں اب تک ایسے راجہ و نواب ہونگے جنکے جیب خاص کا خرچ جناب ملکہ سے زیادہ ہوگا۔ یہ خرچ جو جناب ملکہ معظمہ کا ہے اس میں ہندوستان کی آمدنی میں سے پھوٹی ٹوڑی نہیں دیجاتی۔ گو وہ ہماری شہنشاہ ہو مگر اپنے ذاتی خرچ کے واسطے ایک دمڑی بھی نہیں لیتیں کیا تعجب کی بات ہے کہ ہمارا شہنشاہ ہمارا ایک پیسہ اپنی مصارف ذاتی میں نہیں صرف کرتا۔ یہ صورت انگلستان کی حکومت شخص کی ہر کہ باوصف اسقدر اقتدار کے قانون کی پابندی پادشاہ پر اسقدر لازم ہے جیسے اسکی رعایا میں سے کسی شخص پر۔ انگلستان میں اول خدا دوم قانون سوم بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ اب سلطنت نوعی کا حال سنو پادشاہ کے بعد اراک سلطنت میں ہوس آف لارڈ یعنی دیوان امر اکا مرتبہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لارڈ اجلاس کرتے ہیں ایک مذہبی لارڈ دوسری ملکی لارڈ۔ مذہبی اور ملکی عقید سے دونوں لارڈ (خداوند) کا خطاب دیا جاتا ہے۔ مذہبی لارڈ تعداد تین تیس ہوتے ہیں یعنی دو اسقف اعظم اور چوبیس اسقف کلیسائے انگلستان کے اور ایک اسقف اعظم اور تین اسقف کلیسائے امر لینڈ کے ملکی لارڈ یعنی امر کی تعداد غیر معین ہے اور پادشاہ کو اس کے ٹرانا دینے کا اختیار ہے امیروں کے پانچ درجے ہیں۔

اول ڈیوک لغوی معنی سردار اور سرگروہ کے ہیں۔ سب سے اول ڈیوک کے امیر کہتے ہیں۔

دوم مارکوئیس لغوی معنی سرد کے ہیں پہلے انہیں سرداروں کو کہتے تھے

جو انگلستان اور ویلنز اور سکوٹ لینڈ کے فسادوں کے سبب سے سرحد پر
مقرر کئے جاتے تھے مگر اب درجہ دوم کے امیرون کا خطاب ہے
سوم لالہ معویٰ نے امیر کے ہین درجہ سوم کا خطاب ہے سابق میں ایک شہر
حاکم کو کہتے تھے۔ ولیم منصور کے وقت میں یہ خطاب کاؤنٹ سے بلایا گیا
چہارم وائر کاؤنٹ۔ جو نائب کاؤنٹ کا ہو۔

پنجم بیرن سب سے چھوٹے درجہ کا خطاب ہے۔ لیکن سب سے قدیم
یہی خطاب ہے۔ یہہ ان جاگیرداروں کو ملتا تھا جو حاض بادشاہ کی طرف
سے خطاب پاتے تھے

سکوٹ لینڈ سے سولہ امیر اور اسٹر لینڈ سے اٹھائیس امیر تھے ہین اور وہ وائر
کے کل امرا کے اتفاق سے منتخب کئے جاتے ہیں۔

یہہ دیوان امرا کے اغیار سے موروثی ہے۔ سلطنت انگلشیہ میں

بھی سب سے برمی عدالت ہے۔ پارلیمنٹ کا دیوان اعلیٰ کہلاتا ہے۔

دیوان امرا میں لارڈ چین سلر میر مجلس ہوتا ہے۔ جب امرا کسی امر میں اپنی

رائے دیتے ہیں تو منظوری کے واسطے لفظ راضی کا اور نا منظوری کیلئے

ناراضی کا پوسلے ہیں۔ امرا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بروقت کہنے کو

کا اختیار رکھتے ہیں۔ جنہو قوانین حقوق امرا سے متعلق ہوتے ہیں ان کی

تجویز اسی دیوان میں شروع ہوتی ہے۔ قرض کی دگری میں امیر

گرفتار نہیں ہو سکتا۔ امرا کے تمام الزامات اور جرائم کی تحقیقات ایسی دیوان

ہوتی ہے۔ یہ انگلستان کی سلطنت نوعی ہے۔ اب سلطنت جمہوری کی کیفیت سنو کہ پارلیمنٹ مین دیوان و کلا رعایا کا ہوتا ہے۔ جسکو دیوان ادنیٰ کہتے ہیں۔ اس کے ممبر وہ لوگ ہوتے ہیں جسکو رعایا انتخاب کر کے اپنا وکیل مقرر کرتی ہے۔ ہر صوبہ کیلئے ایک تعداد معین ہے۔ رعایا میں سے جو لوگ اُن وکیلوں کو منتخب کرتے ہیں ان کے واسطے ایک حیثیت تعلیمی دالی مقرر ہے۔ ان کی ایک فہرست مرتب ہوتی ہے۔ اس دیوان کے اختیارات یہ ہوتے ہیں کہ رعایا پر محصول لگانا سرکاری کاموں کے واسطے خرچ کی مقدار مقرر کرنی بالکل انہیں کے اختیار میں ہوتی ہے اور اس سبب بادشاہ پر ان کا دباؤ رہتا ہے کوئی پارلیمنٹ سات برس سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی ہر ایک نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر نئی پارلیمنٹ کا طلب ہونا لازم ہے۔

بادشاہ اپنی وزلی و سلطنت سے حکمرانی کرتا ہے اور ان میں سے بڑے وزیروں کی ایک کمیٹی کو جو بادشاہ کو مشیر خاص ہوتی ہے کینٹ کہتے ہیں (اس لفظ کے لغوی معنی چوٹے سے کمرہ کے ہیں چونکہ سابقین بادشاہ کے خاص مشیروں کے واسطے ایسا تخلیہ کا ایک کمرہ ہونا تھا اسلئے اب اس کا اطلاق مکان سے کہیں پر ہونے لگا ہے) اس کینٹ کے عہدہ داروں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) خزانہ کا افسر اعلیٰ اکثر بعضی وزیر اعظم ہوتا ہے (فرسٹ لارڈ آف دی ٹریزری)

- (۲) وزیر جس پاس سلطنت کی بڑی مہر رہتی ہے اور وہ پادشاہ اور فریقو مشورہ قانونی دیتا ہے (لارڈ چنسلر)
- (۳) وزیر جو کاغذوں پر پادشاہ کی مہر لگاتا ہے (لارڈ چیرلوی سیل)
- (۴) صدر کونسل (پریسڈنٹ آف دی کونسل)
- (۵) وزیر صیغہ داخلی (ہوم سکریٹری)
- (۶) وزیر صیغہ خارجی (فورن سکریٹری)
- (۷) شاہی آدایون کے صیغہ کا وزیر (کولونیل سکریٹری)
- (۸) وزیر ہند (انڈین سکریٹری یا سکریٹری آف سٹیٹ فار انڈیا)
- (۹) وزیر صیغہ جنگ (وار سکریٹری)
- (۱۰) وزیر مال جس کا کام یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی تجویز کے خلاف خرچہ نہ نکالے۔
- (۱۱) عدالت بحری کا افسر علی (فرسٹ لارڈ آف دی ایڈ میرالٹی)
- (۱۲) تجارت کی کمیٹی کا صدر
- (۱۳) پورٹس وغیرہ کی کمیٹی کا صدر
- (۱۴) عبداللہ لین کیسٹر کا وزیر
- (۱۵) وزیر امرا لینڈ
- (۱۶) پوسٹما سٹریجنل ایجنٹ ڈاکخانہ کا حاکم اعلیٰ
- ایک عہدہ داروں کے سوا بعض اوقات بڑے بڑے نامور مدبر جو گورنمنٹ کے نوکر نہیں ہوتے اس کمیٹی کو نسل کے ممبر مقرر ہوتے ہیں۔

یہہ امر ضروری کہ ان ذرا کو دیوان امرا اور دیوان وکلاء میں نشست نہ ملے۔
 ملکہ منظمہ کا قانونی معاملات میں مشیر اعظم لارڈ چانسلر ہوتا ہے اور اسکے ساتھی تین
 وکیل ہوتے ہیں جو اپنی قابلیت اور لیاقت کے استحقاق سے منتخب کیے جاتے ہیں۔
 انگلستان میں دو ملکی جمعی یا فرقی ہیں جن کے نام لبرل اور کنسرویٹو ہیں لبرل
 فرقہ کا دیوتا آزادی ہے۔ وہ اسکے بچے بچاری ہیں۔ آزادی کا دیوتا براغیور
 وہ اپنے بچاریوں کو پوری پرستاری کرتا ہے۔ دوسرے کی پرستش سے
 جلتا ہے۔ اسلئے یہہ فرقہ تمام قوانین اور تدابیر ملکی میں آزادی کا خواہاں
 ہوتا ہے۔ کنسرویٹو دوسرا فرقہ معاملات دائمی ملکی میں کسی تغیر و تبدل کو
 پسند نہیں کرتا جتنک اس کو یہہ یقین نہ ہو کہ تبدیلی سے فائدہ ہو گا۔ جب
 معاملات ملکی پیش ہوتے ہیں تو ان فرقوں میں سے ایک فرقہ کے وزیر
 گورنمنٹ کے خاص منشاء و تدبیر کے کیفل ہو کر وزارت قبول کرتے ہیں۔
 جس منشاء سے وزیر کا تقرر ہوتا ہے جب وہ پارلیمنٹ میں پیش ہوتا ہے
 بحث کے اندر وہ گروہ شکست پاتا ہے یعنی ان کے معین کم اور مخالف
 زیادہ مہیہ ہوتے ہیں اور طلبہ آراء ان کی طرف نہیں ہوتا تو وزیر
 مستعفی ہو جاتا ہے اور اکثر بادشاہ فریق مخالف کے سرگروہ کو بلا کر
 نئے وزیروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیدیتا ہے۔

نئے قانون کی تجویز دیوان امرا میں بھی اور دیوان وکلاء میں بھی
 ہو سکتی ہے کسی قانون کا مسودہ جتنک ہر ایک دیوان میں تین بار

نہ پڑنا جائے اور کثرت رائے سے منظور نہ ہو گیا ہو پادشاہ کے سامنے دستخط کیلئے نہیں پیش ہو سکتا۔ جب تک یہ سب مراتب طے نہ ہو لیں وہ قانون شمار نہیں ہو سکتا۔ جو قوانین روپے سے متعلق ہیں ان کی تجویز ضرور دیوان وکلاء میں سے شروع ہونی چاہئے۔ دیوان امر کو ایسے قوانین کے منظور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ مگر ان کے مضامین کچھ تغیر و تبدل کا اختیار نہیں۔ قانون کو پادشاہ یوں منظور کرتا ہے کہ وہ خود دیوان امر میں رونق افروز ہوتا ہے۔ سب ممبران پارلیمنٹ حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت منشی پارلیمنٹ بل کا نام اور خلاصہ مضمون پڑھتا ہے۔ پادشاہ سر ہلا دیتا ہے۔ اگر بل اخراجات سلطنت کی نسبت ہوتا ہے تو پارلیمنٹ کا منشی جیسے پہلے قانون کے منظوری کی اطلاع ہوتی ہے پکار کر کہتا ہے کہ پادشاہ اپنی نیک رعایا کی تندر قبول فرمائے اور خاص بلوں کی منظوری کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ درخواست کے موافق عمل میں آئے۔ اور جب پادشاہ کسی بل کو نا منظور کرتا ہے تو منشی کہتا ہے کہ پادشاہ اس پر غور فرمائے۔ مگر یہ الفاظ سننے سے اس نے سننے میں نہیں آئے۔

ان شیروں اور وزیروں کی کونسل کا نام پریوی کونسل ہے۔ اس میں وہ لوگ داخل کئے جاتے ہیں جو سلطنت میں لیاقت و تدابیر ملکی میں مشہور اور ممتاز ہوتے ہیں کینٹ جس کا ذکر اوپر آیا اس کونسل کا ایک جزو ہے۔ اس پریوی کونسل کے ممبروں کی تعداد معین نہیں ہے پادشاہ کو

ان کے گھٹانے بڑھانے کا اور ان کے عزل و نصب کا اختیار ہے اس کونسل میں جو شخص داخل ہوتا ہے اس سے ان باتوں کا حلف لیا جاتا ہے۔

(۱) جہاں تک میری ادراک اور علم کو رسائی ہوگی پادشاہ کو مشورہ دینے میں کوتاہی نہ کرنا

(۲) مشورہ دینے میں پادشاہ کی عزت و شان اور رعایا کی بہبودی مد نظر

رکھو گا۔ شفقت یا محبت کے سبب خوف یا اندیشہ کے باعث یا انجام کی طمع سے

کچھ پاسداری نہ کرو گا۔

(۳) پادشاہ کی تدبیروں کو ٹھہر نہ کرو گا۔

(۴) رشوت نہ لو گا۔

(۵) جو باتیں مشورہ میں قرار پائیں انکی تعمیل میں ساعی اور مددگار نہ ہو گا۔

(۶) جو باتیں نیک اور سچی تھیں اپنے پادشاہ کے ساتھ کرنی چاہئیں ان کا پابند نہ ہو گا

اسی پریومی کونسل کی ایک خاص کمیٹی ہوتی ہے جس میں بڑے بڑے

مج اور مشہور معروف قانون دان ممبر ہوتے ہیں کہ جنکے روبرو ہندوستان

اور ممالک مقبوضہ اور آبادیوں اور بحری اور پادریوں کے عدالتوں کے دیوانی

فیصلوں کا اپیل دائر ہوتا ہے۔

آپ اس تمام مختصر بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ جو انگلستان کے تدبیروں نے

سلطنت کی صورت بنائی ہے جو سلطنت جمہوری و نوعی و شخصی کا لب لباب ہے

اسی بہتر آجنگ انیسان کو کوئی سلطنت کی صورت نہیں سوچھی ارکان ثلاثہ

یعنی پادشاہ و امراء و وکلاء رعایا کے زور و بک کے تلے رہنے پر سلطنت کا مادہ

نہ نظم جمہوری کی بدنامی پھیل سکتی ہے نہ حکومت شخصی کا جو رستم برپا ہو سکتا ہے نہ حکومت نوعی کا غنا و فساد پاؤں پھیلا سکتا ہو۔ ان تینوں عضروں نے شخصی سلطنت میں ایسی اندازہ سے آئینہ نش پائی ہے کہ ہمیشہ ان میں اعتدال رہیگا اور اسکی صحت کو کبھی زوال نہ ہوگا۔ سلطنت کی جو تمثیل عمارت سے یا آدمی سے دیا کرتے ہیں کہ کوئی مکان نہ بنا ہوگا جو گر نہ ہوگا کوئی آدمی پیدا نہ ہوگا جو موانہ ہوگا ایسی ہی کسی سلطنت کا کمال نہ ہوا ہوگا جس کا زوال نہ آیا ہوگا بہتہ تمثیل و تشبیہ اس سلطنت پر صادق نہیں آسکتی ہے۔ اس لئے کہ مکان اور آدمی کی صورت میں ہمیشہ اجزا زائل ہوتے رہتے ہیں اور ایک مدت کے بعد مایہ تلخ کا بدل نہیں ہوتا۔

یہاں سلطنت کے اجزا ایسی نہیں ہیں کہ وہ زائل ہوں اور ان کی جگہ اور نہ قائم ہوں اسلئے ہمیشہ سلطنت کی جواما نہ صورت بنی رہیگی مرگ دپیری نہیں آئیگی پادشاہ کے حقوق آسمانی قائم۔ مگر طرز حکومت اس بڑے اصول پر قائم جس کی رو سے پادشاہ بغیر پارلیمنٹ کے رضا مندی کے کوئی قانون جاری اور منسوخ نہیں کر سکتا۔ رعایا کی بغیر منظوری کے رعایا پر کسی قسم کا محصول نہیں لگا سکتا۔ اس کو یہ بھی اختیار نہیں کہ رعایا میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کو بھی روکاری ہو پہلے میعاد معین سے زیادہ قید کر سکے۔ اس کو حکم رانی میں قانون کی اطاعت لازم ہے۔ خلاف قانون عمل کرنے پر اسکے دزیروں اور مشیروں سے باز پرس ہوگی۔ آپ سمجھ لو کہ ہمارے ملک کی فرمانرواؤں و شہنشاہاندار حضور ملک معظّمہ قیصر ہند میں جو بہ توسط پارلیمنٹ حکمرانی کرتی ہیں اور جسکو اختیار اور اقتدار کی

کیفیت پہنے اور بیان کی ہے ہندوستان سے انگلستان ہزاروں کوں ہی اسلئے ہکواپنے شہنشاہ سے اقرب ظاہری نہیں حاصل ہے۔ شاید ہم میں لاکھ پینے سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے اپنی شہنشاہ کی قدسی پیکر کے آگے سر جکایا ہمارا ملک کچھ اور ہی انگلستان کچھ اور ہے گو شہنشاہ دونوں کا ایک ہو جو گورنمنٹ کا آفتاب و مان چمک رہا ہے اور سارے ملک کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے وہ بیان اپنی جھلک کبھی کبھی بادلوں کی اوٹ میں دکھاتا ہے مگر اپنے چہرہ نورانی کو بالکل بے نقاب نہیں کرتا اگر وہ اپنا سارا چہرہ روشن دکھائے تو ہمارا ایسی چکا چوندہ لگے کہ ہم اندھ ہو جائیں۔ غرض وہ صورت گورنمنٹ کی جو انگلستان میں ہے اور جبکا بیان ہم نے کیا اس کو کانسٹیبل گورنمنٹ کہتے ہیں جبکا اصول اعظم یہ ہے کہ ذمہ داری اور اختیار ایک ہی شخص کو حاصل ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ یہاں کے مناسب حال نہیں۔

جب مسلمانوں کی سلطنت کا جہاز پاش پاش ہوا۔ اور اس کے شکتہ تختہ پتہ تخت نشین ہو کر لوائف الملوکی قائم ہوئی۔ سارے ملک میں بد نظمی اور بتری نے پاؤں پھلایا اور پھر اس بد نظمی کو مٹا کر تاجروں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سلطنت قائم ہوئی تو یہ امر ضروری اور لازمی تھا کہ ایک زبردست اور سخت خود مختار حکومت کا عمل یہاں ہو۔ اور جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے سلطنت کا رپر دازان شاہی کے پاس گئی تو ایک ایسی بنگالہ کے بعد کہ جس کے سبب سے اور زیادہ ضرور ہو کہ سخت تر خود مختار حکومت کا

ہل ہو ہمارا ملک اور اسکی سلطنت ایک عجیب و غریب طلسم ہے۔ وسعت اسکی پندرہ
 لاکھ مربع میل جو براعظم یورپ کی برابر ہے اگر اس میں سے کروڑوں اور خاص ٹرکی
 کو نکال ڈالو۔ آبادی چالیس کروڑ تیس لاکھ کی جو فی مربع میل بجا اوسط ۷۰ میل ہے
 حوالہ پانچواں حصہ کل بنی نوع انسان کا ہے۔ پھر اس میں مختلف مذہب
 ان میں دو بڑے مذہب ہیں ایک ہندو کا جو انیس کروڑ ہیں دوسرے
 مسلمانوں کا جو پانچ کروڑ ہیں مگر ان دو فریق ان دو متضاد مذہبوں میں
 سیکڑوں فریق لاکھوں آدمیوں کے مختلف الاعتقاد۔ مختلف العادات۔
 مختلف المراسم ایک سو چھ مختلف زبانیں ہیں جن میں سے اٹھارہ زبانیں ایسے
 ہیں کہ دس لاکھ سے زیادہ آدمی بولتے ہیں۔ کیسے کیسے مختلف عادات اور فرجون
 کی توین رہتی ہیں۔ سک۔ روہیلہ۔ چٹھان۔ آسامی۔ بلوچی اور سرحدی دلیر
 توین۔ پہاڑی جو ہمالیہ کے گھاٹیوں میں رہتی ہیں برہما کی قومیں مانگول جو یہ
 مذہب رکھتی ہیں گھوٹ۔ میر بھیل اور دوسری اناری قومیں جو ہندوستان
 کے وسط و جنوب میں رہتی ہیں۔ الو العزم پارسی جنکے کارخانے اور تجارتی
 کاروبار روز بروز ترقی پ رہیں۔ پھر قوموں کے ناشائستگ اور شائستگی کے
 اتنی مختلف درجے ہیں کہ کوئی درجہ ایسا نہ ہوگا جو ہندوستان کسی کسی فریق کو
 پایا جاتا ہوگا۔ گو مارہ جمع تمام دنیا کی شائستگی اور ناشائستگی کا ہر ایک طرف
 برہمن و ششی پہاڑی جنکے پاس پتھر کے ہتھیار اور عادات ہنگامہ تو جات ان کے
 چونکے دوسرے طرف وہ ہندوستانی جنگلیں جنہوں نے انگریزوں کی اعجاز

کی تعلیم پائی ہے۔ تمام وہ فزغی طریقے برستے ہیں نہایت مہذب و نشا پستہ ہیں۔
 علمی یافتہ رکھتے ہیں پولیٹیکل خیالات اعلیٰ درجہ کے۔ پھران دو اہم ہا کی
 اطراف میں بیچ میں بہت سے خانہ بدوش صحراؤں و قومیں جنگلی قومیں۔ غیر
 تربیت یافتہ قومیں جھکا اپنا انتظام قومی اتر و پریشان۔ غرض اور سیکڑوں
 طرح کے فرقے۔ پس ایسے اجزاء متضادہ کو یکجا جمع کر کے سمجھنا مفرح بنا ناپہ
 اسی برٹش گورنمنٹ کا اعجاز ہی کہ اسنے اپنی قومی بیدار مغزی جفاکشی قیادت
 انصاف رعایا پروری بہادری دلیری سے وہ انتظام بندوبست کیا ہر کہ سب
 طرح آدمی ہائیش امن عافیت سے بہتر ہیں۔ گو مذہب مختلف ہیں مگر ایک مذہب
 دوسرے مذہب پر دست اندازی نہیں کر سکتا۔ آپس میں اسطرح بظاہر
 رہتے ہیں کہ گویا ان میں اختلاف مذہب نہیں ہے غرض ملک میں سب
 طرح سے امن ہے نہ باہر سے کسی فساد کا خوف ہے نہ اندر کسی غنا کا ڈر
 اب ہم خاص ہندوستان کی گورنمنٹ کا ذکر کر کے کہ کوئی کراں گورنمنٹ
 انگلینڈ نے مقرر کیا ہے۔

ہوم گورنمنٹ

ہندوستان کی گورنمنٹ کا وہ حصہ جو انگلستان میں رہتا ہے اسکو ہوم گورنمنٹ
 کہتے ہیں۔ اس کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے سکریٹری آف سٹیٹ جسکو وزیر ہند کہتے
 ہیں۔ ہم پہلے بیان کر دے ہیں کہ مجلس وزراء کا ایک ممبر وزیر ہند ہوتا ہے
 ضرور ہے کہ یہ وزیر اسی فرقہ امریکل یا کنسر وٹو کا ہو جسکی ماتہ میں حاکم

وزارت شاہی ہو۔ اسلئے جب ان فرقوں کی وزارت بدلتی ہے تو یہ وزیر ہند بھی اسکے ساتھ بدل جاتا ہے۔ بعض اصحاب الراے کی یہ رائے ہو کہ وزیر ہند کا بدلنا ہمارے ملک کیلئے نافع نہیں ہوتا بہت سے معاملات ناتمام رہ جاتے ہیں اور وہ پورے نہیں ہونے پاتے کہ صورت ان کی پلٹ جاتی ہے۔ اس ملک کے اکثر کام ناتمام ہیں اور وہ ابھی مستحکم مستقل نہیں ہیں۔ ان کے واسطے ایک حاکم مستقل چاہئے۔ اس وزیر ہند کی ایک کونسل ہے جسکی بندرہ ممبر ہیں۔ اور وہ اپنے عہدہ پر قائم رہتے ہیں۔ جب تک نیک چلن رہیں سخواہ ان کی بارہ سو پونڈ سالانہ یعنی ہزار روپیہ مانا نہ ہوتی ہے۔ اس محکمہ کا صدر مقام ایسٹ منڈی ہے۔ اس کے کام میں ہندوستان میں عہدہ داران انتظامی کا بچھونا اور ان سے معاہدہ کرنا۔ ہندوستان کی ملازمت سے جو لوگ پنشن پائیں ان کی پنشن کا دینا ولایت کے بڑے بڑے تجارتی مطالب کی نگرانی جب سے ریلوے کمپنیوں کے معاہدے ان کی سرمایہ کی کفالتیں جو کروڑوں روپیوں سے بڑھ گیا ہے اور وہ ہندوستان میں صرف ہو گیا ہے۔ انکسٹریز جو مندارت کیلئے ہندوستان سے روپے جاتے ہیں اس کا انتظام۔ ہندوستان کے کارخانوں اور سررشتوں کے مصارف کے واسطے اسباب کے ذخیروں کی خرید و اور اسی قسم کے اور کام۔

وزیر ہند کو یہ اختیار ہے کہ ولید اس کے مع کونسل جو انتظام ملکی کے لئے قانون وضع کریں ان کو نامطور کر دے بلکہ ضرورت کی صورت میں

اس کو بہہ اختیار بھی ہے کہ وہ اپنی کونسل کے قبضہ میں اپنی رائے کو غلبہ
غرض میان وہی تعلق اس کو اپنی کونسل کے ساتھ ہے جو یاد شاہ انگلینڈ کو
پارلیمنٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر ان اختیارات میں اس کی یاد شاہ اور
بادشاہی مشیروں کی صلاح کی شرکت ضرور ہوتی ہے۔ البتہ جو انڈین
کونسل ایکٹ پاس ہوا ہے اس میں پارلیمنٹ ہی بلا تو وسط غیبی
خود حکمرانی کرتی ہے۔

ہندوستانی سپریم کورٹ

ابن کورٹ میں والیس اس کے گورنر جنرل اور اس کی کونسل شامل ہوتی ہے
جب ہندوستان میں والیس اس کے نائب سلطنت کا عہدہ خالی ہوتا ہے
تو بادشاہ اپنے مشیروں سے صلاح لیکر اس کو مقرر کرتا ہے۔ بہرہ والیس
اسی فرقہ برسرل یا کنسروٹیو کا ہوتا ہے جسکی وزارت اس وقت ہوتی ہے
مگر اسکے واسطے وزیر ہند کی طرح ضرور نہیں ہے کہ اگر فرقہ وزارت تبدیل
ہو تو وہ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو جائے۔ اس عہدہ پر رہنے کی مدت
پانچ سال مقرر ہے۔ بعد اس کے والیس اس کے اپنے عہدہ سے دست بردار
ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس نائب سلطنت کا والیس سلطنت کلکتہ مقرر ہے۔ مگر
وہ ان قیام مقام سرما میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر سال میں قیام شملین رہتا
ہے کارروائی اسکے معاملات میں والیس اس کے گورنر جنرل کہلاتا ہے۔
اب اس کی دو کونسلیں رہتی ہیں ایک انگریز (انتظامی) دوسری

یہی شیوہ قانونی) پہلی کونسل میں چھ ممبر ہوتے ہیں۔ ان کو گورنر جنرل خود بخود یا
پادشاہی مقرر کرتا ہے۔ ان کی مدت ملازمت پانچ سال ہے۔ تنخواہ بھی انکی پیش
قرار ہوتی ہے۔ اس کونسل کے ممبر کمانڈر انچیف اور انٹنٹ گورنر بنگال بھی ہوتے ہیں۔ دوسری
کونسل میں ممبر اس کونسل کے کام ممبر ہوتے ہیں اور نو اور ممبر ہوتے ہیں جو گورنمنٹ کے
ملازم نہیں ہوتے ہیں۔ دو ممبر یورپ کے تاجروں کے کارخانے کی طرف سے ہوتے
ہیں جو ہندوستان میں جاری ہیں کچھ ان ممبروں کو سرکار کی طرف سے وظیفہ بہ
ملتا۔ سفر خرچ و سہرا اور پیسہ سالانہ کے حساب سے ملتا ہے۔ دو برس اس عہدہ کی
مدت ملازمت ہوتی ہے۔

سپریم کورٹ اپنی ماتحت پر وونشل کورٹوں پر اختیار کامل رکھتی ہے۔ روپیہ
اور نظام کے معاملات عظیمین اس کو اختیار حاصل ہے۔ اسی کا حکم نافذ ہوتا ہے
وہ اپنے ماتحت کورٹوں کے احکام کی تنسیخ و ترمیم و اصلاح کر سکتی ہے۔
جو قوانین عام سارے ملک کیلئے ہوتے ہیں ان کی ترمیم یہ خود سپریم کورٹ
کرتی ہے اور جو خاص قوانین خاص ملک کے صدر ہوں کے لئے ہوتی ہیں ان کے
نافذ کرنے کا اختیار پر وونشل کورٹ کو دیدیتی ہے۔

پر وونشل کورٹ

یہ کورٹیں بڑی بڑی پانچ ہیں۔ مدراس۔ بمبئی۔ بنگال۔ مالک مغربی شمالی وادہ
پنجاب۔ اور ان سے اور چھوٹے مالک متوسط۔ برہما۔ آسام۔ ہیں۔
یہ تمام پر وونشل کورٹیں سپریم کورٹ کے ماتحت ہیں مگر وہ اپنی اپنی

علاقوں میں وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ ان کے انتظام ملک کے جاہلی سرشت
و جینے ہر شہر میں۔ ان کا خزانہ جدا۔ دیوانی۔ فوجیاری۔ مال کے محکمہ جدا
جدا۔ بہمی اور مدراس میں تو فوجی محکمے بھی جدا ہیں۔ مگر بنگال و مالک مغربی
و پنجاب ایک ہی محکمہ فوج رکھتا ہے۔

گورنمنٹ مدراس

یہاں کیلئے گورنر کا تقرر بنگال گورنر جنرل کے انگلستان میں پادشاہ کرتا ہے
اس کی مدت ملازمت پانچ سال ہوتی ہے۔ اس کا صدر مقام مدراس ہے مگر
موسم گرم اس کا نیلگیری پیاروان پر بس رہتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی دو
کونسلین ہوتی ہیں ایک انگریز کیوٹیو دوسرے پیمس لیٹیو۔ پہلی کونسل کے
تین ممبر ہوتے ہیں ایک کمانڈر انچیف اور دو ریل انفر جنکشن و خود بخود تلوی
پادشاہی مقرر کرتا ہے۔ کمانڈر انچیف جنگ اس پنے عہدہ پر قائم رہتا
ہے کونسل کا بھی ممبر رہتا ہے۔ سوا فوجی معاملہ اس کے وہاں اور
ملکی معاملات میں کمتر دخل دیتا ہے۔ جو ممبر سر ملین ہو سکتے ہیں ان کی
ملازمت کی مدت پانچ سال مقرر ہے۔ دوسری کونسل میں ممبر پہلی ریل
کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کے سوا اعلیٰ اور ممبر ہوتے ہیں جس میں ہر
کہ چند ممبر ایسے ہوں کہ وہ سرکاری ملازم نہ ہوں۔ کسی قانون کا مسودہ
کونسل میں نہیں پیش ہو سکتا جب تک گورنر جنرل نے اسے منظور کر لیا ہو
کوئی ایکٹ پاس ہو کر مجموعہ قوانین ہند میں نہیں داخل ہو سکتا جب تک

کہ گورنر جنرل مع کونسل نے اسے منظور نہ کر لیا ہو۔ جو غیر ملازم ممبر کو کونسل ہونے
 ہیں وہ دو برس تک ممبر نہ ہتھ میں۔ پھر موقوف ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ دوبارہ
 پھر مقرر ہو سکتے ہیں۔ ان کو کچھ وظیفہ نہیں ملتا۔

گورنمنٹ بھٹی

اس گورنمنٹ کا حال مدراس کی گورنمنٹ سا بعینہ ہے۔ صدر مقام اس کا بھٹی ہے
 مگر موسم گرما اس کا مغربی گھاٹوں کے پہاڑوں بستر ہوتا ہے۔

گورنمنٹ بنگال

مسلم سے یہاں لفٹنٹ گورنر مقرر ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کو گورنر جنرل
 بمبھوری شاہی مقرر کرتا ہے۔ وہ پانچ برس تک اپنے عہدہ پر رہتا ہے۔
 بعد اس کے درخواست ہو جاتا ہے۔ صدر مقام اس کا کلکتہ ہے۔ مگر موسم گرما
 دارجلنگ کے پہاڑوں پر گذرتا ہے۔ اسکے ساتھ کونسل لیجنس لٹیو ہے جسکو
 بارہ ممبر ہوتے ہیں اور ان میں چھ غیر ملازم۔ توضیع قوانین اور انتظام ملکی کے
 باب میں اختیارات کی وہی کیفیت ہے جو مدراس اور بھٹی کی ہے۔

گورنمنٹ مالاک مغربی شکالی

مسلم میں یہاں لفٹنٹ گورنر مقرر ہونا شروع ہوا ہے۔ اسکے ساتھ لیجنس
 کونسل کا تقرر مسلمان میں جناب سر آفرڈ لائل لفٹنٹ گورنر کے عہد میں ہوا۔
 توضیع قوانین اور اختیارات انتظام ملکی مثل مدراس و بھٹی وغیرہ ہیں۔
 صدر مقام الہ آباد ہے۔ مگر موسم گرما یعنی مال پر گذرتا ہے۔ چونکہ یہاں کا

لفٹنٹ گورنر اودہ کا چیف کمشنر بھی ہوتا ہے اس لئے ایک دو مہینے لکھنؤ میں بھی قیام رہتا ہے۔

گورنمنٹ پنجاب

شعبہ ۱ کے بعد یہاں لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا ہے۔ صدر مقام لاہور ہے مگر موسم گرما شملہ پر بسر ہوتا ہے۔ تمام لفٹنٹ گورنر گورنر جنرل بمبٹوری پادشاہی مقرر ہوتے ہیں ان کی مدت ملازمت پانچ سال کی ہوتی ہے اور تنخواہ سبکی یکساں ہے۔

چیف کمشنر یان

جو ملک دولت آبادی علم و تہذیب وغیرہ میں پیچھے ہیں ان کے واسطے چیف کمشنر مقرر کئے جاتے ہیں کہ وہ ملک اور اہل ملک کی قابلیت کو بروئے کار لائیں ممالک متوسطہ بہرہ آسام میں چیف کمشنر مقرر ہیں۔ اس قسم کے افسر علی ان چھوٹے اضلاع میں ہیں۔ اجمیر کو گوانڈا، جہانپور کو بارہ، برار کی یہ کیفیت ہے کہ اس کے محاصل کے بعد اخراجات کی جو توفیر ہوتی ہے وہ سرکار نظام کو دی جاتی ہے۔

محمد ذکاؤ اللہ

(باقی آئندہ)

بنزیہ

غیر مذہب والوں نے ہمیشہ اس لفظ کو نہایت ناگواری سے سنا ہے۔ اور کاجیال ہی کہ اسلام اس لفظ کا موجب ہے اسلام ہی نے یہ اصول پیدا کیا جس سے اون کا مقصد مسلمانوں اور غیر مذہب والوں میں ایک نہایت متعصبانہ اور نامناسب تفرقہ قائم کرنا تھا۔ اور انکا یہ بھی خیال ہے کہ جزیہ ایک ایسا جبر تھا جس سے بچنے کیلئے اسلام کا قبول کر لینا ہی گوارا کیا جاتا تھا اور اس وجہ سے وہ جبراً مسلمان کر لیا گیا ایک قومی ذریعہ تھا۔

لیکن یہ تمام غلط خیالات انہیں غلط فہمیدوں سے پیدا ہوئے ہیں جو غیر قوموں کو اسلام کی نسبت میں ہم اس موقع پر تین جہتوں سے جزیہ پر بحث کرنی چاہتی ہیں۔ جزیہ اس میں کس زبان کا لفظ ہے اور کس معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

ایران اور عرب میں بنزیہ کی جہتوں کا کب سے قائم ہوئی اسلام نے اس کو کس مقصد سے اختیار کیا۔

جزیہ

جزیہ گویا مصطلح معنی میں خاص ہو گیا ہے لیکن لغت کی رو سے وہ خراج اور جزیہ کیلئے یکساں موصوفہ ہے۔ قاموس میں ہے ”الجزیہ خراج الارض و ما یؤخذ من الذمی“ جو ہماری صاحب قاموس نے اس لفظ کے اصل و اشتقاق سے کچھ تعریف نہیں کیا لیکن صاحب اپنی کتاب ”دال القاموس“ میں جو نہایت جامعیت اور تحقیق سے لکھی ہے اس کے نسبت دو احتمال قرار دیے ہیں۔ (۱) جزیہ سے مشتق ہو۔ (۲) گزنیہ کا موصوفہ ہے جس صاحب نے کتاب ”محیط المحيط“ میں یہ دو سرائے نقل کیا ہے لیکن اس کو

سند نہیں سمجھو فارسی لغت نویسوں نے گزیت کی لغت میں تصحیح کی ہو کہ جزیرہ
اسی کا معرب ہے۔

برآں قاطع میں ہو گزیت بفتح اول و کسر ثانی زری باشد کہ حکام ہر سالہ از رعایا
گیرند و آنرا خراج ہم گویند و زری را نیز گویند کہ از کفار ذمی ستانند نظامی گوید۔
جو گشت خاقان خراج چین کوستند بہ گشت قصبہ گزیت دین و مستند
و اخیر نہایت وارد و کسر اول و فتح ثالث است و معرب آن جزیرہ باشد و فرنگ
چون مغربی کے معنی ہے و زری یعنی کی سند میں حکیم سوزنی کا یہ شعر سند الفلکیا
جو کہ بخریش بخور ہم دروعل نکلم : کہ اگر گزیت ستانند بخور اہل کتاب ہو
اور یہ بھی لکھا ہے کہ جزیرہ اسی کا معرب ہے۔

محمداہمیں و ابی شمیم نہیں کہ جزیرہ اصل میں فارسی کا لفظ ہے۔ تصحیحات لغت علماؤ
تاریخی قرینہ بھی نہایت قوی موجود ہے۔ یہ یہ تو یہ کہ اسلام سے پہلے عرب میں جزیرہ
کا لفظ مستعمل ہو چکا تھا۔ یہ بھی مسلم کہ فارسی میں گزیت کا لغت اسی معنی میں قدیم
شائع ہے۔ تاریخی شہادتوں سے (جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے) یہ بھی ثابت ہے
کہ نوشیروان نے جزیرہ کے قواعد مقرر کر رکھے اور اس زمانہ میں نوشیروان کے
عہد میں اور مصنفات یمن پر منصوب تھی۔ اس طرح گزیت کا لفظ قانونی طور پر
عرب میں پھیلا اور معرب ہو کر جزیرہ ہو گیا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ محکوم ملک میں
مہب فرمانروا زبان کے الفاظ دخل پانے لگتے ہیں تو سب سے پہلے وہ الفاظ آتے
ہیں۔ سلطنت کے قانونی الفاظ ہونے نہیں۔ زبان عرب میں جس قدر فارسی

الفاظ معرب ہو کر شایع ہو گئے ہیں۔ کسی اور زبان کے نہیں ہوئے۔ ماہر طرہ یہ کہ جزیرہ کا لفظ معرب ہو سیکے لئے گویا پہلے ہی آمادہ تھا۔ صرف ایک حرف کی تبدیلی اور ایک حرکت کے تغیر سے وہ عربی قالب میں پورا اوتر گیا۔

روسی

جہاں تک معلوم ہے ایران و عرب میں خراج و جزیہ کے وہ قواعد و بادئی اخیر اسلام میں رائج ہیں۔ نو شیردان کے عہد میں مرتب ہوئے۔ علامہ بن الاثیر جزیری تاریخ الکامل کے پہلے حصہ میں ایک مضمون اس عنوان سے لکھا ہے۔ ذکر بالفعل کسری فی امر الخراج والجنہ جبکہ حلامہ یہ ہے کہ نو شیردان نے زمین کی پیمائش کرانی۔ اور مختلف شرحوں کی جمع مقرر کی۔ اور تمام لوگوں پر باستثنائاً اہل فوج و رؤسا و ارکان و دولت جزیہ مقرر کیا (علامہ بن الاثیر نے جزیہ ہی کا خاص لفظ استعمال کیا ہے) جسکی تعداد بارہ درہم آٹھ درہم چھ درہم چار درہم تک تھی۔ خراج کے ذکر کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے کہ وہی الوصایع اللہی ائمہ بنی ہاشم علیہم السلام نے سنیے حضرت عمرؓ نے انہیں قاعدوں کی تقلید کی، اور جزیہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے جزیہ سے معاف کیا جس غرض سے نو شیردان نے جزیہ کا قاعدہ جاری کیا۔ اور سبکی وجہ علامہ مذکور نو شیردان کے اقوال سے یہ نقل کی ہے کہ اہل فوج ملک کے محافظ ہیں اور ملک کیلئے اپنی جانیں خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اسلئے لوگوں کی آمدنی سے ان کی بھی ایک رقم خاص مقرر کی گئی کہ ان کی محنتوں کا معاوضہ ہوئے۔

خراج و جزیہ کے متعلق جو کچھ ابن الاثیر نے لکھا اس کی تائید فردوسی کے شعاری

ہوتی تو اگرچہ بعض امویین دونوں کا بیان کیا تھا تھا مخافہ ہم ان اشعار کو اس موقع پر نقل کر لیں کیونکہ نو شیروان کے متعلق فردوسی کی روایت بہر حال زیادہ اعتبار کے لائق ہے

ہمہ پادشاهان شدند انجمن زمین را بہ بخشید و برزدرسن
گزشتی نہاوند بر یکد رم گزایدن کہ دہقان بودی درم
گزشت رزبار و رشتش درم بخرماستان بر زمین زد درم
کسی کش درم بود و دہقان نبود بودی غم و رنج گشت و درود
گذارندہ از دہ درم تا چہسار بسالی از دہ بستد کار دار
ویر و پرستندہ شصت و یار بنودے دیوان کسی را شمار

دونوں روایتوں کے فرق کو ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔

میں بھی

اسیام جو انتظام قائم کیا اس کے رومی ہر مسلمان فوجی خدمت کیلئے مجبور کیا جاسکتا تھا۔ یہ قاعدہ کچھ آسان فائدہ تھا اور لوگ اگر ذرا بھی اوس بچہ کا حیدہ پا جاتے تو اس کا مادہ ادا کرنا پڑتا تھے چنانچہ ایک بار جب جزیرہ سسل میں کتب کے معلم اس چیز سے بری کر سکا گئے تو سیکڑوں امویین نے اور کام چھوڑ کر یہی پیشہ اختیار کر لیا (دیکھئے معجم البلدان ذکر صقلیہ)

اس لحاظ سے کل مسلمان فوجی خدمت رکھتے تھے اور ضرورت تھا کہ وہ جزیرہ و اسی طرح برقیہ میں جس طرح نو شیروان عادی نے عموماً اہل فوج کو اس کس (جنمہ) سے بری رکھا تھا لیکن غیر اہل فوج اسلامی حکومت کی ماتحت تھے اور جنگی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی۔ فوجی خدمت پر راضی نہیں ہوتے تھے یا مسلمانوں کو فوجی نسبت پر اعماد نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے فردوس تھا کہ وہ اپنے محافل کیلئے کوئی کس ادا کریں۔ اسی کس کا نام جزیرہ تھا جو فارسی خدمت کے معرب کیا گیا تھا لیکن اگر کسی موقع پر غیر قوموں نے فوج میں شریک ہونا یا شرکت کیلئے آمادہ ہونا

گو اراکیا تو وہ جزیرہ سیریری کر دی گئی۔ جیسا کہ ہم آئندہ مابین شہادت ثابت کر سکیں گے۔

جزیرہ کا معاوضہ حفاظت ہونا مسلمانوں میں علمی و عملی طور پر پیشہ مسلم رہا اور سچ یہ کہ اسی خیال اکثر اہل اہل سنت کو اس طرف متوجہ ہوا کہ جزیرہ فارسی زبان کا لفظ ہے وہ سمجھ کر یہ لفظ جزیرہ سے نکالا گیا جس کی بدلہ کے ہیں اور چونکہ یہ مکس بھی ایک معاوضہ اور بدلہ ہے لہذا اس مناسبتاً اس کا نام جزیرہ رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہیں کہ جو معاہدہ تاریخوں میں منقول ہیں ان میں سے جو لکھا گیا ہے کہ جزیرہ ان لوگوں کی حفاظت کا معاوضہ تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی ایتہ کو جو فرمان جزیرہ کا تحریر فرمایا وہ میں یہ الفاظ مندرج فرمائے ”یَحْفَظُوا وَيُحْفَظُوا“ یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جاوے اور دشمنوں سے بچائی جائیں۔ (دیکھو فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۵۹) حضرت عمرؓ نے وفات کی قریب جو نہایت ضروری وصیتیں کیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ ”غیر مذہب و اکوہمارے رعایا ہیں وہ خدا اور رسول کی ذمہ داری میں ہیں اور مسلمانوں کا ان کی طرف سے مقابلہ کرنا چاہیے“

مگر کبھی ایسا ہوا کہ مسلمان ادھر اس کے ذمہ دار نہ ہو سکے تو خراج و جزیرہ کی رقم بھی ادا نہ ہو سکی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ابو عبیدہؓ نے اہل عساکر کے جب حصے پر چڑھائی کی تو عیسائی چند روز روکر عساکر کے اور آخر صلح کر لی اور ایک لاکھ شتر ہزار دینار خراج و جزیرہ میں دئے۔ اس کے علاوہ دینوں کے بعد یہ سب کی جنگ پیش آئی اور اسی خطر معرکہ میں بائیسویں وجہ مسلمانوں کی یہ طمانیت نہیں رہی کہ وہ حصے کے لوگوں کی بیرونی و اندرونی حفاظت کر سکیں گے۔ اس لئے وہ تمام رقم جو حصے کے لوگوں کو وصول ہو تو ان لوگوں کو پیشہ دے دی کہ اب ہم تمہاری حفاظت کا ذمہ نہیں ادا کئے اس لئے تمہاری رقم واپس دیتی ہیں (دیکھو فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱) کیا کوئی شخص سچائی اور انصاف کی خاطر عہدہ شہنشاہ کر سکتا ہے اگر کسی قوم نے فوجی فرد تو نہیں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہا تو وہ مطلقاً جزیرہ سیریری پر چلا پختہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب حبیب بن اسوطؓ نے قوم جراحہ پر ایک عیسائی قوم سے اتحاد شہر جوڑا تو اس کی مصافحہ میں آبادی اس کو کیا تو ان لوگوں نے یہ بات

پسند کی کہ ضرورت کی وقت لڑائی میں مسلمانوں کا ساتھ دینگو اسی بنا پر وہ جزیرہ سلفا بری رہی (دیکھو فتح البلدان صفحہ ۱۵۹) و فتح البلدان ذکر جزیہ و رسم نہ صرف جزیہ بلکہ بہت سی آبنائے وغیرہ اور اسکے متصل کی آبادیوں پر یہ امر اختیار کیا اور سب کے سب جزیہ کی بری رہی اگرچہ ان قوموں پر یہ عہد کیا لیکن اکثر دشمنوں نے ملجا تو تھو اور ان کو مسلمانوں پر چڑھا لائی تھی تاہم ان پر جزیہ پھر نہ لگایا گیا بلکہ خلیفہ واثق باللہ عباسی کے زمانہ میں ایک مال غلٹی سے ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا تو ان کو ان خلیفہ کے پاس عرض کیا جزیہ کی کوئی گنجائی (دیکھو فتح البلدان صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۱)۔

استبانات سے قطع نظر اگر کے ہم معرعات ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جیسا کہ انہا حضرت خالد بن الولید نے صلوا کو (ایک جیسا ہی امیر تھاجو فرات کی متصل آبادیوں پر قابض تھا اور بہت جیسا ہی توین اسکی زیر فرمان تھیں) سب جزیہ میں عائدہ لکھ دیا اور اسکی آخری الفاظ یہ ہیں یا منعمناکم فلنا البحر والافلا یلحقکم منہاری حفاظت کریں تو ہمکو جزیہ کا حق ہی ورنہ نہیں۔ اعلان ابو جعفر جریطری اپنی تاریخ کہیں اس عہدہ کو پورا نقل کیا ہے اس پر یادہ کیا تصحیح ہوگی کہ جزیہ صرف انکی حفاظت کا معاوضہ تھا کیونکہ وہ خود والیہ میں تھے اول اپنی و ملک کی حفاظت میں کوئی فوجی حصہ نہیں لیتو تھے۔ جزیہ مصارف یہ تھی سب اول لشکر کی آراستہ ساری مقامات کی حفاظت تھو انکی تعمیر ہوا اور انکی طیاری پل وغیرہ کی تعمیر شدت تعلیم و عبادت بی شہید اعظم اس قسم کی مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچتا تھا لیکن اس کے مقابلہ میں اور یہ قاعدہ تھا کہ مسلمانوں کا حصہ جو صدقوں کے رقم وصول کیا جاتی تھی اور بیت المال میں جمع رہتی تھی اس میں غریب و لون کو ملتا تھا خود حضرت عمر نے بیت المال کو اور وضع کو کھینچا تھا کہ خدا کی اس قول میں انما الصدقات للفقراء والمساکین مساکین سے عیسائی اور یہودی و ادھین کے دیکھو انشاء اللہ جلد دوم صفحہ ۷۷۔ و کتاب الخراج جزیہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ رویت سالانہ تھی۔ کوئی شخص لاکھ روپیہ سے لے کر ہوتو ہی تعداد اسکو اور کرنی پڑتی تھی اور کم سے کم تین روپیہ میں برس کم اور پچاس برس زیادہ عمر والی اور عورتیں عمائد و معلوج و معطل العضو و امیاء و معلج کے پاس دو سو درہم کم ہو جزیہ سے و الملک و عات تھی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا ہلکا گس جسکی وجہ جنگ کی خطر موقوف نہ جائے نجات ملجاتی تھی جسکے ادا کرنے سے ہر ایک قسم کی حفاظت کی قطعی ذمہ داری برہماتی تھی جسکی بنیاد و تیرا عا دل ڈالی تھی کیا ایسی نوا چھڑ سکتی جیسی کہ یورپ والوں نے خیال کیا ہے کیا دنیا میں کسی شخص نے اس سے بچے کیلئے اپنا مذہب چھوڑا ہوگا۔ ہرگز نہیں ہوگی حقیقت جزیہ کی جسکو ایسا کردہ اور مجیب لفظ خیال کیا گیا ہے محمد شبلی نعمانی

اسلام کی اشاعت یورپ میں

خط بنام

ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو۔ لائٹنر۔ ایڈیٹل انسٹیٹیوشن ونگ (لگنڈ)
 آپ کا خط وصول ہوا میں آپ کی توجہ اور بالتخصیص آپ کی اسلامی ہمدردیکہ بہت مشکور ہوں
 اس زمانہ میں اسلامی عام تعلیم بہت پست حالت میں ہے کیونکہ مسلمانوں
 کے کل علوم اس وقت تک بالکل عربی زبان میں ہی ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا
 بڑا گروہ اُردو فارسی ترکی زبان بولتا ہے اور اسی زبان کا علم جانتا ہے حسین
 سو علم ادب اور دینیات کے کوئی دوسرا کامل علم ہنوز موجود نہیں ہے
 اور نیز اُردو فارسی ترکی زبان میں نہ تو علوم عربیہ کا ترجمہ اب تک کامل ہوا ہے
 اور نہ ان عجیب زبانوں میں ایسے الفاظ موجود کئے گئے ہیں جس سے آسانی
 عربی کا ترجمہ ہو سکے۔ اور علم عربی کی ترقی میں یہی شے ہجری کے بعد خاندان
 خلفائی بنی عباس کے زوال کے ساتھ ساتھ انحطاط پیدا ہو گیا۔

پانچ کروڑ مسلمان جو ہندوستان میں بستے ہیں ان میں اس وقت ایک نہ
 آدمی بھی ایسے ہونگے جو عربی قرآن کو صحیح معنی جانتے ہوں باقی کل مسلمان
 قرآن کو بے معنی عبادت کے وقت ایسا پڑھتے ہیں جیسا کہ طوطا میں سنا ہے
 سمجھ بوجھ باتیں کرتا ہے عربی لکھنا یا زبان عربی میں گفتگو کرنا اکثر مسلمان
 کے علما کو نہیں سکھایا جاتا ہے جو علمی کتابیں اُردو فارسی ترکی میں کثرت سے

مشہور ہو گئی ہیں اگر ان کا عربی کتب کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو ان میں اکثر باتیں ایسے نکلیں گی جو بہت کچھ خلاف پائی جائیگی اگر ہم اپنے عجمی علماء پر اس قسم کا الزام دین کہ وہ علم عربی کا ترجمہ عجمی زبان میں اب تک نہیں کئے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی الزام دینا ہو گا کہ وہ عجمی زبان کی وسعت میں بھی منور کوشش نہیں کئے اگر عربی زبان کو معجم کیا جائے تو ہر قسم کے ترجمے ان زبانوں میں ہونگے اور ایسا ہی بخیر چند شہروں کے باقی ازیقہ کے مکمل مسلمان ہر قسم کے علم و ہنر سے بے بہرہ ہیں مگر مذہب اسلام کو طریقہ عقائد و عبادات تو بجا جو بہت سیدھا سادہ ہے ہر ایک مسلمانوں کو گروہ میں برابر رائج ہے۔

جو مسلمان کہ عربی جانتا ہو وہ بھی قرآن کے اکثر مقامات کو بغیر تفسیر کے نہیں سمجھ سکتا اور کوئی نیک مسلمان بغیر فقہ جاننے کے نہ تو خدا کو لاشریک کی عبادت کر سکتا ہے اور نہ کسی مذہبی رسوم کو ادا کر سکتا ہے۔

پس یہ کہہ دینا کہ کل مسلمانوں کا عمل بالکل فقہ پر ہے یہی نہ ہو گا فقہ میں ہر ہر قسم امر و نہی کے نسبت مختلف مسئلہ لکھی ہوئے ہیں۔

مگر عمل صرف ان مسائل پر کیا جاتا ہے جو معنی بہ ہیں۔

باوجودیکہ اس قسم کی سیکڑوں باتیں اس وسیع مذہب میں جو دنیا سے بڑے حصہ میں پھیلا ہوا ہے موجود ہیں اور بدون اس مذہب کے دقیق مسائل کے سمجھنے کے مذہب اسلام کے نسبت کوئی رائے قائم کرنی حقیقتاً بے معنی ہے۔

مگر ہم یورپ کے مختلف دانشمند گروہ کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو صرف قرآن کے غلط ترجمہ کو جسکو سیلے کیا ہے دیکھ کر یا کسی مذہبی کتاب کے کسی حصہ کو اخبار کے کسی ارٹیکل کے مانند پڑھ کر یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم گویا مذہب اسلام کے کل کلیات سے واقف ہو گئے بعض وہ لوگ ہیں جو نثری بے علم اور ایڑھ لوگوں سے گفتگو کر کے اسلام پر رائے قائم کر لے ہیں بعض وہ ہیں کہ کسی پادشاہ یا حاکم کمالا نہ طریقہ عمل کو دیکھ کر یا تاریخ میں پڑھ کر سمجھ چکے ہیں کہ شرع اسلام کے یہی اصول ہیں یا کسی متعصب عیسوی کی کتاب جمہن انہوں نے صرف اسلام کے برائیاں بیان کی ہو دیکھ لیا ہو یا شرع خدا کے منسوخ اور غیر مفتی بہ مسائل کو دیکھ لیکر کوئی رائے قائم کر لی ہو میں خیال کرتا ہوں کہ اکثر لوگ اس قسم کے غلطیوں کو نہ سمجھ کر خود غلطی میں پڑ کر ہو رہے ہیں مگر وہ عیسوی جو حقیقت خود علم عربی سے پر ہیں اور ان کے لئے کوئی نیک سائنس اور اچھے نسخے ہیں اور ان کے مغنی اور غیر مغنی ہیں تمیز کر سکتے ہیں (بشرطیکہ نصف مزاج اور غیر متعصب ہی ہوں) ہمیشہ مذہب اسلام کا ادب کرتے ہیں۔

ہم ان آخر الذکر بہت سے عیسائیوں کے نام خود انہی زیادہ شہرت کے لحاظ سے پیش کرنا میسر ہو رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس قدر ترقی دانش و پیش کے کہیں اہل یورپ نے ایک دفعہ اسلام کی نامیت کو اچھی طرح سمجھنے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا کے تمام مسائل میں یہ سلسلہ ہی ایک امر اہم ہے سمجھ نہیں سنا کہ محققین کی کوئی ایسی جماعت اس قدر

مسئلہ کے حل کرنیکی غرض سے یورپ کے کسی مقام پر جمع کی گئی ہو جس میں وہ غیر متعصب لوگ شامل کئے گئے ہوں جو درحقیقت علوم عربی سے ماہر اور قرآن کو وہ تفسیر کے سمجھنے اور فقہ کے فتویٰ بہ مسائل کو جانتے ہوں اور جن میں مزید اطمینان کی واسطہ علماء اسلام بھی جو علوم انگریزی اور مذہب عیسوی کی ماہیت سے واقف ہوں شامل رہتے ہوں۔

البتہ اس قدر دیکھا گیا ہے کہ منفرد عیسائی ہمیشہ مذہب اسلام کے نسبت انکار رائے قایم کی ہے پھر ان اشخاص میں بھی دو گروہ ہیں کیسے تو خود اسلام کی تائید میں اپنی رائے پیش کی ہے اور کس انخلافت ہیں۔

پیرے اس مختصر خط میں اس قدر گنجائش نہیں کہ میں ہر مسئلہ پر بحث کر سکوں یا مذہب اسلام کے اطلاقی بھلائیوں کا بیان کروں یا معترضین کا جواب دوں اگر بالفرض ایسا کیا بھی جائے تو عوام پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا میں چاہتا ہوں کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہو کہ درحقیقت اس مذہب کی تفتیح کیواسطے محققین کی متعدد جماعتیں قایم ہوں جن میں خود عوام کی توجہ مائل رہے اور ہر ایک شخص کو اپنی اپنی رائے زنی کا حق ملے اور یہ جماعتیں ایشیا اور یورپ میں جا بجا دیگر یک قایم رہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر یہ امر کبھی متفق ہوں آئے تو اسلامی معاملات میں یہ پہلی تحریک ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ اس کی ابتدا لندن سے ہو جو درحقیقت اس ایک ہی مقام کے باشندے کم متعصب اور منصف مزاج ہیں اور مجاہد تو کچھ شک نہیں کہ اس تحریک سے جو کچھ اسلام اور عیسوی میں دشمنی ہے بہت جلد رفع دفع ہو جائیگی اور سجدہ جائیگا کہ

ایک دوسرے کا طریقہ نہایت نیکی اور بھلائی کا ہے اور اگر ان طریقہ کی تحریر عمدہ اصول
 سے کی جائیگی تو بلاشبہ بہت سے مسلمان اور عیسائی جنہی طبیعتوں میں حق بات
 کی تلاش کرنی ہے بہت غرضی سے اس کا رخیہ میں شرکت اختیار کریں گے۔ اور ان
 مجالس اور تحقیقات کی مصارف کے نسبت ایک مختصر چندہ تجویز ہو تو عوام الناس
 بھی اس چندہ میں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ اس کا رخیہ کی تکمیل کیلئے چند لاکھ
 کو چار ہجاسے سفر کر کے تجربہ اور تقریر اس کے عمدہ نتائج ذہن نشین کر دینی ہوں
 اور بڑے شہروں میں سب کمیٹیاں اور اس کی شاخیں قائم کر دینا ہوگا اگرچہ
 مادی النظر میں یہ ایک بڑا معاملہ نظر آتا ہے مگر جب ایک دفعہ یہ مسئلہ حل ہو
 تو پھر اس کی تکمیل میں کوئی دشواری نہوگی بلکہ تھوڑے سو فیصلے سہائی وغیرہ اور
 چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں جو اس وقت قائم ہیں وہ کل اس میں بتدریج شامل کی جائیں
 تو اس غرض خاص کی تکمیل حسب احوال ہو جائیگی۔

حسن

یورپ اور ہندوستان کی تلوار

یہیں آٹھ اگست ۱۸۵۷ء سے لگا ہوا تھا کہ جنگ سواکرم واقع ملک سودان کے پہلے حملہ میں رسالہ ہوزار کے تین چار سواروں کی تلواریں عرب لوگوں کے بھالوں سے ٹوٹ گئیں اور نیزہ مارے ایک سوار کی تلوار بیلے درپے تین بار کے چلانے سے ٹوٹ گئی جب یہ سوار بھتیار اور بھالے روکنے کے قابل نہ رہا تو اسی عرب نے جسکو یہ مار رہا تھا بھاگ سے اس بیچارے کو بھوک دیا۔

دوسرا ایک سوار جسکی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی عرب کی تلوار سے کانڈھ سے کمر تک کاٹ دیا گیا۔

ان تلواروں کے ٹوٹنے سے کل آدمیوں کا اعتبار جاتا رہا۔ ایک ٹوڑے کے سار جھٹ میجر نے اپنی تلوار کو میان کر کے (روالور) یا بچ فنی تفتیہ لٹخہ میں لیا اور عربوں پر چلایا مگر روالور بند ہو گئی اور آواز تک نہیں نکلی ایسا ہی بہت سے روالور بند ہو گئے جب تک رسالہ ہوزار کے سوار عربوں کی جانب چلنا چاہتے تھے یہ تلوار اور روالور کل نئے دھڑے ہوئے تھے۔

مخبر خود جنگ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک عرب کچے پر تلوار ماری مگر سپر بالکل اثر نہیں ہوا۔

حصہ ۴ میں بہت تلوار جرمی کے کارخانہ (سالنجن) سے آئی ہوئی تھیں جب
تیسار بنائے کا اجارہ خود انگلستان میں مسٹر وکنسن انڈیکینی کو دیا گیا تو
اٹھنے یا تو بہت تیسار جرمی کے کاری گروں سے تیار کرایا یا خود سالنجن کے کارخانے
سے خرید کر کے سرکار میں داخل کیا سارا سبب یہ ہے کہ انگلستان سے
تلوار بنانے کا ہنر معدوم ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو ایک عظیم الشان سلطنت
جنگی کا رخا نہ پر فی الحقیقت ایک بڑا الزام عائد ہو سکتا ہے کیا وجہ ہے کہ
ایسے ضروری ولادی ہنر ایک سلطنت سے ضائع کر دیا گیا۔

سب جانتے ہیں کہ مشرقی زمین (حاکم اسلام) زمانہ قدیم سے تلواروں
کا معدن رہا ہے۔

شہر دمشق پائے تخت شام کی تلوار سلطان صلاح الدین سے پہلو تار
جہان میں مشہور تھی۔ اور پہلے پہل عرب لوگ تلوار بنانے کا ہنر اپنی
فتوحات کے ساتھ ساتھ اندلس یعنی اسپین میں لے گئے۔

اور ٹالیڈ کا شہر تلوار بنانے کا مرکز ہی کارخانہ قرار پایا۔

ہندوستان بھی تلوار بنانے میں کچھ کم نہ تھا پنجاب میں شہر گجرات

کی تلواریں نہایت مشہور تھیں۔

جو تلواریں عموماً تیمور لنگ اور چنگیز خان اور پادشاہان دہلی کے زمانہ میں
فوجوں کو دی جاتی تھیں وہ کبھی دشمن کی تلوار کے مقابلہ میں یا دشمن
کی گڑھی پر پہلے ضرب میں نہیں ٹوٹ جاتی تھیں چونکہ اس زمانہ میں

بہت سے دشمن سوز آتشیں ہتھیار ایجاد ہو گئے ہیں اسلئے تلوار کی وقعت بھی
عزت باقی نہیں رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مشرق (ممالک اسلام) میں بھی اب
بہت ہی کم تلواریں تیار ہوتی ہیں۔

جو تلواریں میونڈ واقع افغانستان کے جنگ میں استعمال کی گئیں یا غازیان
افغانستان بالخصوص جن تلواروں سے مسلح تھے تو وہ بے فائدہ استعمال
کی گئیں اور نہ تو وہ جنگ میں لڑے گئے ہیں اس صورت یہ بات دریافت کرنی چاہیے
کہ ایسے مضبوط ہتھیار کہاں بنائے گئے تھے۔

اور نیز اس بات کا دریافت کرنا بھی لازم ہے کہ کیا ہندوستان تلوار بنانے
کا علم بالکل نیست نابود ہو گیا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو کیا یہ صنعت پھر زندہ
ہو سکتی ہے۔ پس گورنمنٹ آف انڈیا کا پہلا فرض ہوگا کہ قدیمی تلوار بنانے والوں کو
خاندان تلاش کر کے از سر نو اس مردہ صنعت کو پھر ہندوستان میں زندہ کرے۔
اور خود اہل ہند کو بھی لازم ہے کہ اپنے ہموطن بھائیوں کے فائدہ پہنچانے
کی غرض سے جن قدیم تلوار بنانے والوں کے خاندان سے جو لوگ واقف ہوں
اس گورنمنٹ قیصری کو آگاہ کریں بلاشبہ ہندوستان کو فخر ہوگا اگر یہاں
کی تلواریں یورپ میں مستعمل ہوں۔

چونکہ اس وقت گورنمنٹ قیصری کی توجہ اس جانب مائل ہے لہذا اہل ہند
(جنکو اپنے ہنر دکھانے کا موقع ہے) وقت ضائع نہ کریں گے۔

برٹش بلوچستان کے کیا معنی ہیں

۴ نومبر کے اخبار لندن ٹیمس میں ہندوستان کا سب ذیل تار تھا۔
 ”سٹریمبوڈور ہوپ وزیر تعمیرات ہرنائی ہون ریلوے گذشتہ مہینے میں معاہدہ کرتے رہے۔ وہ ماہ آئندہ میں ہندوستان سے رخصت ہو سکتے۔ اٹالی دوہا میں صاحب مدوح نے حکم دیدیا کہ ان کل امدادی تعمیرات کو بہت جلد اس طرح تکمیل کرنا چاہئے کہ بلوچستان ریلوے پوری قوت کے ساتھ کام دے بنطیکہ کوئی مسئلہ واقع ہو۔“

سٹریمبوڈور ہوپ نے باوجود انجینئر ہونے کے ہرنائی ریلوے پر توجہ سے بنیاد ۱۵۰ روپیہ فی صدی خرچ کی اجازت دی اور اب اس کی کیا فی ہر کہ دس لاکھ روپیہ اور مزید چاہئے گا۔ یہ جہاز ایشیاٹک انجینئرنگ کمپنی سے لے جائیگا۔

اضلاع پشین، قلعہ سیال، اور سیبی جو ہمارے زیر انتظام مشرق وسطیٰ میں اب باضابطہ انگریزی عہداری ہندوستان میں ملحق کر دیئے گئے ہیں اور ایک چیف کمشنر کی ماتحتی میں بنام برٹش بلوچستان سپر کے گئے ہیں۔ جنت گورنر جنرل تعینہ قطع ومان کا چیف کمشنر قرار دیا گیا ہے۔“

ان اضلاع کا انتظام جو ہندوستان کے حدود باہر ہیں بلوچستان کے حقیقی وارث اور مالک یعنی خان قلات کے نام سے انگریزوں نے کیا پس

کی ہر شخص کو جاننے کی خواہش ہوگی کہ ان اضلاع کو احاق کر چکے کیا اسباب میں
کیا صرف گزٹ آف انڈیا میں اعلان ہو جائے سے احاق ہو جاتا ہے۔ کیا احاق کیلئے
لندن گزٹ میں خط کتابت مطبوع ہوئی تھیں یا صرف عالمی یادداشت کارروائی کا پیوڈ
غیر سلطنت کے احاق کیلئے کیا حق ہے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ خان غلام
کو ان اضلاع سے دیدینے کا کیا حق تھا بعدہ انگریزی حکومت کہانے لینے کی مجاز
ہوئی کہ ایسے دوست اور رفیق سے ایام صلح میں اضلاع چھین لے۔ پس کیا
اس قسم کا حق ایکٹ ۱۸۵۷ء سے حاصل ہوا یا انہیں کونسل ایکٹ ۱۸۵۷ء نے مجاز
کیا یا اسی ایکٹ ۱۸۵۷ء سے موقع حکومت ملا۔

ان سوالوں کا جواب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ انڈیا کونسل ایکٹ
۱۸۵۷ء ۳۰-۳۱ وکٹوریا باب ۹۱ میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ ۱۸۵۷ء میں
چونکہ معاملات ہندوستان کی کارروائی اور اس کی روک تھام بہت بھاری
تھی اسلئے ایٹ انڈیا کمپنی کو موقوف کر دیا اور حکم ہوا کہ جو احکام اب تک بذریعہ
خفیہ کیٹی متعلقہ کورٹ آف ڈائریکٹر ویسٹ اسٹس ہند کو ہو کر تھے تھے وہ آئندہ
بذریعہ مفتہ سب (سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا) بغیر علم ممبران کونسل مفتہ
ہند ہو کر چلیں۔ جب خفیہ احکام کورٹ آف ڈائریکٹر عام طور سے قانون کی
جیت میں لایا جاتے تھے اسوقت ایٹ انڈیا کا کوئی ڈائریکٹر (ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت
میں بورڈ آف کنٹرول کی کارروائیوں کی مخالفت کر سکتا تھا۔ اس وقت کونسل مفتہ ہند کا
کوئی شخص پارلیمنٹ کا ممبر نہیں کیا جاتا خفیہ احکام معاہدہ بین ہندوین کس لگانہ صحیح یا جگ کرنا

ہندوستانی دیسی رئیسوں یا ریاستوں سے معاملہ کرنا۔ یا کسی دوسرے رئیس
یا ریاست سے خط کتابت کرنا۔

ایکٹ ۱۸۵۷ء کو آف آرگائل کو گوارینڈ ریلوے کمپنیاں (ضابطہ ریلوے کمپنی)
کی طرف داری بین گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے کا موقع ملا۔ اور انڈین کونسل کی جو طرفداران
زمینداران بنگال کے حق میں تھے ان اوس سے انکار کیا۔ اسی سے لارڈ سالسبری
کو قوت ہو گئی اور انہوں نے لارڈ لٹن کو گورنر جنرل ہند بنا کر بھیجا جس نے سپریم کورٹ
(مجلس عالیہ گورنر جنرل) کو بالائے طاق رکھ کر ۱۸۵۷ء میں امیر افغانستان کو
تباہ کن اور ظلمناک جنگیں کیں اور اسی سے لارڈ رٹنڈلف چریل پٹر یا ملک ایکٹ
نے لارڈ ڈفرن کو برہادر دست و رازمی کا موقع دیا گورنمنٹ انگلشیہ ہندوستان
وسط ایشیا میں روس کو سبھا دھکی دینے کیلئے ٹیکس لگاتی ہے اور حسب خیال فرانس
اپنی قوت بحری سے دست کش ہوتی ہے گویا کہ وہ چاہتی ہے کہ روس کے
کل مطالب پوری طور سے حاصل ہو جائیں

انسداد علامی کے بہانہ سے مذہبی حملہ

اگرچہ جرمنی کو بعض خصوص مقامات افریقہ میں وسعت حکومت کیلئے کمینیاں مقرر کئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ گزرا ہے دیگر جو کچھ نتیجے پیدا ہوئے اور ان پر جو کر دہنگ سے بار دیگر غور کر کے پرنس بسمارک نے کارروائی شروع کی ہے وہ حکومت کی ترقی بجیلہ انسداد بردہ فروشی ہے۔ پرنس بسمارک نے اپنے رعب داب سے بہت سی اعلیٰ یورپی قوتوں کو اس حکمت عملی کیلئے اپنا جاب داور کر لیا ہے چنانچہ انگلستان کو خوف دایا گیا کہ اگر جرمنی کا افریقہ میں ساتھ نڈوگے تو اس سے بھی یورپ کے کسی جنگ میں جسمیں انگلستان کو براہ راست تعلق ہوگا امید نہ رکھنی چاہئے اس تحریف سے وہ بھی شامل ہوا ماحصل اس کوشش کا یہ ہے کہ اسلام کی روز افزون افریقہ میں ترقی کو روکا جائے اور اور عیسوی مذہب کی اشاعت ہو اور جرمنی کو وسعت حکومت کا موقع دیا جائے اسلام کی جو کچھ افریقہ میں حالت ہے اور جس بد نظریہ قریبی اس میں ڈال جاتی ہیں اسکی مشن کیفیتیں کئی نامی انگریزی سیاہون اور واقف کاروں کی تحریروں سے اس رسالہ میں لکھ گئی ہیں اور آئندہ مندرج ہو کر ہنگامہ۔

عیسائی مذہب اور انگریزی ضابطہ حکومت

ادویم تقیو لوجیکم (تنازع اہل مذہب) اس قدر عام ہو گیا ہے اور اس کے پیروکاروں میں دلیوں کی تحقیر اس قدر کثرت سے ہے کہ ہم کارڈنیل لیوگری کے حملہ ملاحظہ

کبھی قابل وقعت نہ سمجھتے اگر ان حملوں کی مقبولیت اسی گروہ میں محدود ہو جاتی جو ضعف قوت کی بیماری میں مبتلا ہے۔

مسلمان خیال کر سکتے ہیں کہ عسائیوں میں بڑا قابل قدر اتفاق و اتحاد ہے کیونکہ ان کے مذہب پر اس مذہب کے دو بڑے گروہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک متحدہ و متفقہ کوشش سے حملہ کر رہے ہیں لیکن لارڈ گریونل کو تو کوئی شخص سرگرم مذہبی آدمی نہ خیال کریگا۔ پس ہکوویہ نتیجہ نکالنا چاہئے۔ کیا یہ کٹا اقتضائے طبعی ہے جس سے انہوں نے بے بنیاد اصولوں پر نہر سویرے حقوق سلطانی صلب کر لئے۔ گورنمنٹ اٹالیہ کو اجماع کہ مصروع پر قبضہ کر جسکا اسے کوئی حق نہیں۔ اسی طبیعت کا یہ بھی اقتضا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی دشمنی اس پیرایہ میں ادائیجا ئے۔ سلطنت انگلستان کے ایک معزول وزیر خارجہ کی یہ حرکت کہ وہ ایک ایسی تحریک کی پیشوائی کرے جو اس مذہب کے مخالفت میں ہو جسکا سرگروہ انگریزی سلطنت کا رفیق یعنی سلطان روم ہے ایسی کارروائی ہے جسکا کوئی شخص پہلے سے گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ہکو تعجب ہو کہ لارڈ گریونل نے اس مجمع میں اپنی موجودگی کے نسبت عذریوں میں پیش کیا۔ جبکہ کارڈنیل کو گری نے بغالفت مسلمانان پرنس ہال میں اسپینج دی تھی جسکا ذکر رسالہ حسن نمبر ۱۱ جلد اول میں ہوا ہے پس ہکو فرض کر لینا چاہئے کہ وہ ایسے سادہ لوح بزرگ ہیں

کہ اپنی سادگی مزاج سے اُن موقعوں پر بے تکلف چلے جایا کرتے ہیں جسکے نقصانات اُن کو پہلے سے نہیں معلوم ہوتے۔

ہمکو اس بات سے مسرت حاصل ہوئی کہ کارڈنیل لوگیمری کے جواب میں جو تحریر ڈاکٹر لٹنر کی ہینے درج صحیفہ کی تھی وہ بکاآمد ہوئی کارڈنیل صاحب لندن سے برودسل دارالسلطنت ملک بلجیم روانہ ہوئے جہاں کا پادشاہ لیوپولڈ دوم افریقہ کی تہذیب کیلئے کوشش کر رہا ہے۔ افریقہ کی تہذیب لینے پادشاہ کی خواہش پوری طور سے اسی وقت ہو سکتی ہے جب اسلام اور مذہب عیسوی میں سچا اور قلبی اتحاد ہو۔ برودسل کے بڑے گرجوں میں کارڈنیل نے اپنی تہمت انگیز تقریر کا اعادہ کیا۔ لیکن سفیر دولت عثمانیہ نے نہایت لیاقت سے اس کا جواب دیا اور ڈاکٹر لٹنر کے خط سے معقول انتقاد کیا اور اخبار انڈپنڈنس بلجیم میں سب کیفیتیں درج ہوئیں اخبار مذکور میں پھر السداد بردہ فروشی کی معقول تفسیریں بتلائیں جسکے لئے وہ کوچہ کوچہ پھر پھر ہیں بعد ہ سفیر عثمانیہ کے موافقت میں بالکل بے طرفدارانہ مضامین کالم کے کالم لکھے ہوئے ہیں۔ اسی بیان میں اُن خطوط کا خلاصہ دیا جائیگا ڈاکٹر لٹنر کا خط اسلئے نظر انداز کیا جاتا ہے کہ اس میں وہی عبارت جو رسالہ حسن نمبر ۶ جلد اول میں مندرج ہے ان ہمکو افسوس ہے کہ سفیر عثمانیہ کے دوسرے خط کا خلاصہ بوجہ عدم گنجائش نہیں دے سکتے اگر کارڈنیل مذکور نے اپنے بیان میں کوئی ایک بات بھی نئی کہی ہوگی

تو ہم دوبارہ چھاپ دیتے۔ بہر حال ان کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اب
خاصیت مذہب اسلام کے متعلق کوئی مباحثہ کارڈینل صاحب سے ہوگا کیونکہ
سب وہ اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے کبھی کبھار طرح سے مسلمانوں کے مذہب
پر حملہ نہیں کیا۔ پس اب ہم کو دیکھنا اور دیکھنا ناچاہیگی کہ یہ ان کا کس قدر قیمت کا ہر
تیسری اکڑ بک کے لندن پمپ میں ایک مسٹر آلن سکرٹری اینٹی سلیوری سٹی
(معتد مجلس خالصت برودہ فروشی) کا مطبوع ہوا ہے جس میں سو یہ خلاصہ کر لیا گیا
دو عاید ناب کارڈینل لیوگری اس امر کے سنگرمین کہ
انہوں نے کبھی کبھار سے مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے
پہلے سے مسلمانان افریقہ کی اعلیٰ بڑی دوستی ہے۔
اب کارڈینل صاحب کی اسپینچ جو سنٹ گوڈول میں ہوئی اور جو باضابطہ
دوبارہ مشہر کی گئی ملاحظہ ہو جن میں مفصلہ ذیل مقتبسہ مضمون
مشہر ہے۔

اگرچہ میں اس بیان کو ایک مرتبہ کہیں دیکھ چکا ہوں
مگر قبلہ وانگی ازیوپ اس کا اعادہ مناسب سمجھتا ہوں
مسلمانوں کا دستور ہے کہ جہشیوں کو غلامی کی حالت
میں رکھنا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں نہیں نہیں بلکہ
وہ اپنا مذہبی حق سمجھتے ہیں کیونکہ انکی ایسی مذہبی تعلیم
اہل اسلام بامداد مفسرین قرآن تعلیم دیتے ہیں کہ جہشی

مردانہائی خارج ہیں ان کی خلقت انسان اور حیوان مطلق
بیچ میں ہے بلکہ بعض مناسبتوں سے وہ حیوانوں سے
بھی بدتر ہیں۔“

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ کارڈنیل نے اپنی اتنی بیان سابقہ پر اوٹیل جوڑ
سہے باوجود اس کے ہکومان لینا چاہئے کہ انہوں نے اسلام پر کیس طرح حملہ نہیں کیا۔
مسٹر المین نے جہان کارڈنیل کا انکار لکھا ہے اس مضمون میں یہ عبارت اور ساتھ
”کارڈنیل لیوگری کو اس بات کے سننے سے سخت قلق ہوا

کہ بس خدمت میں انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ صرف
کیا اس خدمت کو اخبارات بلجیم و فرانس مختلف نظر سے
دیکھتی ہیں جنہیں بیان کیا گیا ہے کہ کارڈنیل کی عرض
شور شعبہ سے تمام عیسائیوں کو برا لگتی ہے کہ اس کے بذریعہ
جنگ صلیبی اسلام مٹا دینے کا ہر اور کوششیں نسبت
مجلس مخالف بردہ فروشی محض اسی عرض کی تکمیل کیلئے ہیں۔“

ہماری نظر سے فرانسیسی اخبارات نہیں گزرے لیکن بلجیم کا اخبار موسومہ
”انڈپنڈنس بلج“ میں اس قسم کا حملہ نہیں ہے جس میں کل خط و کتابت چھپی ہے
اور بھی دامن کے اخبارات اس قسم کے تذکروں سے خالی پائے گئے۔

علی ہذا سفیر دولت عثمانیہ نے بھی ایسی تحریر نہیں لکھی۔ اور اگرچہ ہمارے قطعی
پورے لکھنا کہ مالک اسلامیہ پر حملہ کی نیت ہوئی لیکن اس کا اظہار نہیں کیا گیا

کہ آیا کارڈنیل صاحب اس گروہ میں داخل ہیں یا نہیں اس کے بعد مشراہلین فرماتے ہیں۔
 • کارڈنیل کیوگری کی رائے ہے کہ اگر ان مملوں کا سراغ لگایا جائے تو
 آسانی سے معلوم ہو جائیگا کہ اسکی بنیاد ان لوگوں کی طرف سے
 ہے جو مشرقی افریقہ کے فرانسیسی نوآبادیوں میں بحیرہ ریزویشکر
 باغات تیار کرانے میں بہت فائدہ اٹھاتے ہیں جس سے
 مشرقی اور وسطی افریقہ میں بردہ فروشی بے روک روگ جاری
 ہے اور یہ بہت کچھ اس مذہب تجارت کی جواب دہ ہو سکتی ہے۔

ہم دعوے کرتے ہیں کہ کارڈنیل کے اتہام پر پہلے پہل اس رسالہ میں نکتہ
 چینی ہوئی ہے اور کچھ براہ کینجنگلی اس وقت اور زیادہ ہوئی ہے کہ ایک معزول وزیر
 خارجہ اس قسم کے اتہام کو جائز رکھا اور خود جلسے میں موجود رہا پس کیا مشراہلین
 کہہ سکتے ہیں کہ ہر کوئی تعلق فرانسیسی نوآبادیوں میں نیٹسکر کے باغات لگانے
 سے ہو۔ مشراہلین کا بیان ہے۔

• کارڈنیل کیوگری نے مجھ کو مطلع کیا ہے کہ ان کی یہ مذہبی
 کوششیں خوب بار آور ہو رہی ہے ایک ہزار سے زائد مجاہدین
 (والفیر) نے درخواست کی ہے کہ انسداد بردہ فروشی کمیٹی
 جس قسم کی خدمت درکار ہو ہمیں بھیجے اور کئی لاکھ سکے جات
 فرانکس کا بھی وعدہ کیا گیا ہے لیکن ابھی صاحب مدوح
 اور انکو ماتحت مجلسوں نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ان امداد

فوجی و مالی کس طریقہ سے استعمال میں لائیں لیکن انہوں نے

مجھ کو مطلع کیا ہے کہ ان کا ارادہ عربوں سے جنگ کرنا نہیں ہے۔“

مسٹر ایلیں نے اپنی تحریر میں کارڈویل صاحب کو بتلایا ہے کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں اس موقع پر حکومت بھی کارڈویل صاحب کی خدمت میں صلاح دینے کی جرت ہوتی ہے اور وہ یہہ ہے۔

کہ افریقہ میں آدمیوں کے بھیجے کیلئے اس وقت تک چند ہزار چار ہجڑا یہہ معلوم نہ ہوئے کہ وہ وہاں جا کر کیا کریں گے اور جب تک یہہ معلوم نہ ہو کہ وہ اپنا کام بغیر ان لوگوں کے ذیل کئے ہوئے شروع کرینگے جنکی امداد میں اغراض کیلئے ضروری ہے۔

اسناد و غلامی کیلئے جو کوشش کی جا رہی ہے وہ تعجب انگیز ہے چونکہ اہل ہند نے گزشتہ نصف صدی میں نہایت سخت بردہ فروشی کو جو ان ممالک میں رائج تھی بند کر دیا ہے اسلئے اسی فرضی خیال سے اسناد و غلامی کیلئے اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے جو جسے بارہ سو برس ہو کہ عالمگیر بردہ فروشی میں بہت تبدیلیاں کر کے گھٹا دیا اور اس کے قواعد مقرر کر دئے انکھتان میں بردہ فروشی کے نسبت جو پہلے خیال تھا وہ پارلیمنٹ کے کاغذات میں مندرج ہے جو چنانچہ لارڈ چینسلر الڈن ناظم دفترا شاہی نے جو ایسیج بوقت منظوری اس میں رزلویوشن پیش کردہ آرل بائیسٹھ کے دسی ہتی کہ ونسٹ انڈیز میں غلامی کی موجودہ حالت میں اس نظر سے ترقی دیکھائے کہ بالآخر ان کو آزادی

حاصل ہو۔ بیان ہم درج کرتے ہیں۔

ہوس آف لارڈز

سہ شنبہ ۷ مارچ ۱۸۷۷ء

رزولیوشن متعلقہ انسداد غلامی پر ناظم دفاتر شاہی لندن کی اسپیشل
 د غلامی کے بارہ بین بہت سے باتیں بیفائدہ کہی گئی ہیں کہ اول
 وہ انگریزی ضابطہ حکومت کی ناموری میں بیٹہ لگاتا ہے اور بالکل
 خلاف ہر دیکم یہ کہ مذہب عیسوی کے منافی ہے جسکو وہ جائز
 نہیں سمجھ سکتا۔ پس اول الذکر کے بارہ میں کہ برودہ فروشی
 خلاف ضابطہ حکومت انگلشیہ میں بالضرور یہ کہوں گا کہ اس
 سلسلہ برودہ فروشی کو انگریزی ہی ضابطہ نے پروش کیا
 بیٹہ یا اور قریباً بھی بانی مبنی ہوا اور لارڈ سومرس ایسے
 نامی گرامی کے زیر صدارت اس بیان کو بہت تامل و توجہ
 کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ برودہ فروشی خاصہ حکومت انگیزی
 کے مخالف ہے اب رہا دوسرا امر کہ برودہ فروشی عیسوی مذہب
 کے برخلاف ہے (عام اس سے کہ میری رائے جوٹ انڈیرک
 برودہ فروشی کے نسبت کیسی ہی ہو) جب یہ بیانات یاد کرنا
 ہوں کہ برودہ فروشی سیکڑوں برس جاری رہی اور اس
 ملک (انگلستان) کے ضوابط نے اس کو ترقی دیا اور بہتر

صرف نامی گرامی اہل معاملہ لوگوں کی طرف سے نہیں تھی جنہوں نے
تاریخ بن اپنا نام پیدا کیا بلکہ مشہور معروف پاڈیوں اور بڑی محنت
اہل مذہب عالموں اور معزز واعظوں کی کچا نینب سے تھی جس طرح کہ
آج واجب الکیریم پاڈیوں کا گروہ روبرو موجود ہے یہ لوگ
بجوبی جانتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے کیا مخالف ہوا کر کیا پڑ
بین اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ جو طریقہ حسب اجازت انسانی مذہب
اس طرح اتنے مدتوں سے جاری ہو اس کو بین ایکبارگی اب
مخالف مذہب نہیں قرار دیکھتا جیسا کہ بعض حضرات سمجھتے ہیں
پس میری رائے یہ ہے کہ ان سب باتوں میں ہلوگوں کو فرض ہے کہ
اپنے پیش روں کی راہوں پر چلیں ۷۷

اس وقت ہم اس امر کا فیصلہ نہیں کرنا چاہتے کہ برودہ فروشی کا زیادہ مخالف مذہب
اسلام ہے یا عیسوی۔ لیکن اگر مذہب عیسوی کے حق میں ڈگری دیکھا جائے تو
یورپ علی العموم اور انگلستان علی الخصوص ۱۸۷۲ء سے پہلے یہ مذہب عیسوی نہیں

برودہ فروشی اور اسلام

از اخبار انڈینہ لنسٹریج

مورخہ ۲۶ اگست

سفیر دولت عثمانیہ تنینہ دربار بادشاہ علیجہ کا خط بجا اب اسپیج کا رٹنیل ایوگری
جنہوں نے افریقہ کی برودہ فروشی کو صرف سکا تو پرتختا نہیں بلکہ مذہب اسلام

کی تیار کیا نتیجہ بتلایا ہے۔ سفیر صاحب کا خط کسی قدر دلچسپی سے پڑھنے کے قابل ہے۔
 کہ قدر اسلئے کہا گیا کہ یہ سفیر مسلمان نہیں ہیں انکی معلومات اور عبور و بین تک تسلیم
 کیجا سکتا ہے جہاں تک کسی محقق مذہب اسلام کو ہو سکتا ہے۔ یہ خط بلعیم کے روزانہ
 اخبار و سوسائٹیز انڈیپنڈنس بلج، مورخہ ۲۷ اگست میں پایا گیا۔

چھٹی بنام

ایڈیٹر صاحب اخبار انڈیپنڈنس بلج جناب میں کارڈنیل لیوگری کی اسپچ جو آپ کے
 اخبار مورخہ ۲۷ اگست میں چھپی ہے اس میں ذیل کا فقرہ دیکھا گیا ”مسلمانوں کو
 غلامی کیلئے جنہوں کا شکار کرنا مذہبی فرض ہے ان کا عقیدہ اور انکی تعلیم ہے کہ
 جلتی زمرہ انسانی سے خارج ہیں۔ ان کی حیثیت انسان اور حیوان کے درمیان
 ہے بلکہ بعض حالتوں میں حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔“ یہہ اسپچ بطور مفلت
 کے علیحدہ چھپی ہے جس میں انہیں مطالب کو زیادہ وضاحت سے لکھا ہے جسکے
 اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کارڈنیل نے اپنے تقریر میں یہہ بھی بیان کیا کہ
 جو تاجر غلامی کیلئے حبشیوں کو پکڑ رہے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنے وطن ہندوستان
 یا ترکی میں واپس جائیں جملہ حاضرین نے یہہ تقریر سنی آپ کے اخبار میں بھی مندرجہ
 ہوئے اور مفلت میں بھی پائیگئی۔ کارڈنیل صاحب نے شاید بعد کو یاد کیا ہوگا
 کہ بہت زمانہ گزرا کہ سلطنت عثمانیہ نے قانوناً بردہ فروشی کو منسوخ کر دیا ہے۔
 اور وہ قانون عام قوانین کے ساتھ رواج پذیر ہے۔

یقیناً یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایسا مشہور اور با وقعت مذہبی

سردار غلط بیانات کا اپنے آپ کو مرکز بنائے اور منبر پر چڑھ کر ایسے ہی اتہام تمام مذہب کے لوگوں پر لگائے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ اصول مذہب اسلام بردہ فروشی کا حامی ہے جس کا تماشہ گاہ بالائی کا ٹکڑا قرار دیا گیا ہے

اسلام کسی جنس انسان کو برباد نہیں کرتا خواہ وہ سیاہ عیسیٰ ہو یا سفید یوہنی اس قسم کے حملوں کا ایک برجستہ جواب لندن کے انٹینم اخبار میں اس وقت مطبوع ہو چکا ہے جس کے خبر ل کارڈن نے غلامی کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ اس تحریر کو ابی کو لندن کے عمدہ ماہوار رسالہ موسومہ ”ڈبلیو مینک فلائی شیٹ“ مورخہ ۱۴ اگست میں دوبارہ مطبوع کیا ہے۔ وہ تحریر جو اب اسٹیج کا بیڑا ہے کے ہر جوانوں نے لندن کے پرنس ہال میں دی می می مصنف اس تحریر کا پروفیسر ڈاکٹر لینئر ممبر رائل او نیٹل اسٹیویشن ہے جو انگلستان میں اسلامی مذہبی تعلیمات کے متعلق مفید علیہ قرار دیا جاسکتا ہے اور علاوہ اس کے اس نے مدتوں تک ممالک اسلامیہ میں سہ ہر مسلمانوں کے خیالات اور تعلیمات کا علم حاصل کیا ہے۔

اس تحریر کا ترجمہ بنظر اندراج اخبار رسالہ خدمت کرتا ہوں امید ہے کہ اس خیال سے کہ وہ بالکل اگلی بخش ہے زیب صحیفہ کچھیکا کارڈ نیل صاحب کے فصیح اور ختم الود بحث میں نہیں بنایا گیا آیا افریقہ میں بردہ فروش مسلمان ہیں یا اور کوئی مو۔ ممکن ہے کہ سب سب مسلمان ہوں مگر اس خصوص میں انہوں نے کچھ تصریح نہیں کی۔ کل مذہبوں میں مجرم اور خراب آدمی ہوتے ہیں

کیا افریقہ کے عیسائی تاجر غلامان اسطرح بدنام نہیں ہو سکتے جسطرح وہاں کے مسلمان کیا ان لوگوں کو اپنے مذہبی اصول کے خلاف کارروائی کرنی اور اسکو بدنام کرنا جائز ہے۔ لیکن ان ملحدین کی آزمائش کیلئے عیسائی مذہب خواہ انجیل کیا ننگ جوابدہ ہو سکتی ہے۔

اگر کارڈنیل لیوگری نے سچ مسلمانوں کے روبرو وعظ کیا ہوتا ان مسلمانوں میں سے جنگا باپ اور پاسترا پنچر آپ کو کیا تھا کوئی مسلمان بھی ایسا نہ پایا جاتا جو بردہ فروشان سے جنگ کو برا سمجھتا کیونکہ لکھا ہے کہ ”بے بڑا آدمی ہے جو آدمیوں کو بیچتا ہے“ مسائل اسلام اسکے سوا اور کسی دوسری راہ کو مود نہیں ہیں۔

کارڈنیل لیوگری کا جواب

علامہ میری دانست ہیں تو کوئی بھی مسلمانوں کی چھوٹی بڑی خود سلطنت افریقہ میں ایسی نہیں ہے جو نہایت وحشت آمیز حرکت سے شکار غلامان کی اپنے ملک محروسہ میں اجازت نہ دیتی ہو یا بعض اوقات خود نکرتی ہو۔ مجھکو ذاتی علم ہے کہ ایشیا روم اور افریقہ ماتحت روم کے بعض مقاموں میں بردہ فروشی اور اس بد نصیب کاروان کی روانگی ترکی افسروں کی اجازت سے ہوتی ہے پس افریقہ کے کل خود مختار اسلامی سلطنتوں میں بردہ فروشی جاری ہے اور ایشیا میں بردہ فروش مسلمان ہیں۔ جب تک کوئی غلامان مل مسلمان خرید فروخت غلامان کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ترکی خود بواسطہ قانق

مانع ہوتی ہو لیکن اپنے افریقی صوبوں میں غیر مکمل طریقہ سے مخالفت کرتی ہے قرآن
تفسیر بردہ فروشی نہیں ہوتی مسلمان مفتی جو قرآن پر چلتی ہیں اسکی مخالفت نہیں کرتے
قرآن کی تفسیر عیسائیوں کی لکھی ہوئی کو میں مدعی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ لوگ کافی
طور سے اس کے مطالب نہیں سمجھتے۔ اور وہ اس پر وہ عمل کرتے ہیں۔ لیکن سیف عثمانیہ
متغیہ بلوچ ازراہ غنایت کسی دوسرے اسلامی ملک کے شیخ الاسلام سے فتویٰ
منکارین کہ بیدینوں کا زبردستی پکڑنا اور فروخت کرنا خلق اور خدائی قانون
خلاف ہے جیسا کہ ہلوگ یورپ میں سمجھتے ہیں۔

وہ بیشک آخرین مذہب اسلام کی حمایت کریں گے جس کے مخالفت میں الزامات لگائے
ہیں اور بردہ فروشی کو جو اہل دین و دنیا مسلمانوں نے قبول کیا ہے اسے قبول کیا ہے
سیف عثمانیہ کا جواب الجواب

(خاصہ) بعد متعدد عیسائی اور مسلمان معتد میں بھی تجویز میں کسی چیز کی کفریت
ساختہ سوال پیش کرنا ہے کہ کیا یہ مخصوص نشانات ایک ایسے مذہب میں
جو بے انصاف اور وحشی کہا جاتا ہے اور جس میں یہ عقیدے ہیں کہ کافران پانی باقی
ہیں کسی قوم یا جنس انسان کو پاہل کر سکتے ہیں۔

کارڈنیل صاحب شری فصاحت سے یورپ میں قابل تفریق ہر دو فرقوں
کے مخالفت میں جو افریقہ میں ہو رہی ہے وہ عظمیٰ کوستے ہیں۔

انکی یہ کوشش حق بجانب ہے اور یہی بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے
اپنے ذمہ لیا ہے۔ لیکن تعجب ہے کارڈنیل صاحب نے ایک ایسے مذہب میں

پھر اس وقت تک اس کا راز پرست نہ رہے یہی ہے اور سب کو قیام بہت ہی کم دن ہو کر
سب اعلیٰ نہیں کر رہا ہے کہ تہن جنگا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلامی تعلیم وہی ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور اسپرین اب تک قیام اور عامی
ہوں اور اسی پرین اپنے بیانات کو ختم کرتا ہوں لیکن یہاں پر ایک ایسے
شخص کی رائے لکھتا ہوں جو کارڈنیل صاحب کا رفیق اور فرانس کی سوتہ ہر
باب بار تعلیمی سندت میرا پی مشہور کتاب محمد و قرآن میں اس طرح لکھتا ہے۔

”لوگو! ہم اس کے اصول و قوانین پر لیا کریں تو ہم خود بخود
یہ سوال کر سکتے کہ اصل میں مذہب کماکان کیا چیز ہے؟
زبان سے بھر تقریر کے تو اور کچھ نہ نکلیگا۔ محمد (صلعم) نے
جو کچھ ساتویں صدی کے وسط میں مذہبی تبدیلیاں کیں انکی
واقفیت پر لیا کرنا چاہئے۔ مجموعی لحاظ سے تو وہ بہت
شکل پیدا ہوا ہے۔ عام لوگوں کے اعتقاد کیلئے جنگو جنت
اور یہود و نصیب مذہبی وراثت ہو چکا تھا۔ محمد (صلعم) نے
ایس برس کی بالفشائون کے بعد ایک خدا کا قائل کر لیا
جو رحیم اور امر زگارنا لقا آسمان دیزین ہے۔ انسانوں کا
باب جنگی ہر وقت محافظت کرتا ہے اور خیر نیکیوں کا
بار ڈالتا ہے۔ ابد الموت سزا اور جزا دیتا ہے جہاں
خدا ہلوگوں کو منتظر رہتا ہے کہ ہم اپنے اعمال دنیاوی کے

موافق سزا یا جزا پائیں۔ قادر مطلق۔ قائم الدائم از اسرار مابعد
 ہر جگہ موجود ہر کام کو دیکھنے والا گو کیسا ہی خفیہ کہیں۔ اور
 حقوق پر پورا اختیار۔ جنسی ایک لمحہ بھی غلط نہ ہوتا۔
 خواہ وہ دنیا میں ہو یا عاقبت میں۔ اسلام بے زیادہ نرو
 اور بے زیادہ معتقد پاک مرضی کا ہے اس کے طاعت میں کوئی
 مضبوط دلیل نہیں ہے بجز اس کے کہ اس کے کہنے میں
 ناکامی ہوتی ہے۔ سچے مسلمان کا دل نہایت مطمئن اور
 ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اس کا قبل ولادت کے تھا
 اور سبکی بقا بدستور مصلحت کے تحمل مزاجی اور بے لوث
 منصفی قابلِ لحاظ ہے۔ اسلام اپنی اصلی حالت اور اس کی
 بین ایسا ہی ہے۔ اور محمد مصلح کی بھی اصلی اور سچی تعلیم تھی
 جس کے سکھانے کے لئے عرب میں آنحضرت تشریف لائے اور
 جس کے ذریعہ سے عربوں کی حالت کہاں سے کہاں ہوئی تھی
 سوائے مذہب عیسوی کے جو انجیل پر چلتا ہے دنیا میں
 کوئی مذہب ایسا نہیں ہے کہ اسلام کے مقابل میں ٹھہر سکے

قلعہ گوالیار

گوالیار جو بذریعہ ریل کے اگر وہ سے پانچ گھنٹے کا راستہ ہندوستان کے نہایت دلچسپ مقامات میں شمار کیا جاتا ہے ایک سنسن پھاری کمیٹی پر جو سطح آب سے تین سو فٹ بلند ہے اور جہان سے خشاب میدان پر حکومت ہوتی ہے گوالیار نامی قلعہ موجود ہے جو مدتوں تک ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ اور جسکی دلچسپ قدیم تاریخ تاریخانہ مذاق سے بوجہ قدامت متجاوز ہو کر قصہ کہانیوں میں پائی جاتی ہے۔ اسکی حوالہ بہر تقدیم آبادی لشکر ہے جو انگلہ ہندوستان کے شہروں میں نہایت پرانا اور آباد گنا جاتا ہے۔ تھوڑی دور پر خوشنما چمکیلے سفید ستون کا عالیشان مہاراجہ سندھیا کا محل ہے۔ یہ وہ وفادار رئیس ہے جو حکومت انگلشیہ کا بڑی کارڈ ہے وقت میں بھی پکا دوست رہا ہے۔ بائیں جانب مارچیاؤنی زیر قبضہ افواج انگریزی کر جہیں عمدہ اور آرام دہ بنگلہ ریڈنٹ بہادر کا ہے جسکا کام امور مملکت میں مہاراجہ کو رائے دینا ہے۔ انگریزی مسافر کیلئے یہ چھاؤنی عجیب اور مخصوص ماتم کردہ ہے۔ یہاں شہنشاہ کی چودھویں جون کے واقعات انگریزی تاریخ میں اب اسٹیک سے لکھنے کے ہیں انگریزوں کی برسر موقع بی لوث کارگزار اور غیر مغلوب بہادری سے اس حادثہ جاگاہ پر ایک رینج دہ سیہ تابہ رنگ چڑھ گیا ہے۔ مزار کے عکدہ چیمپ یارڈ (مقبرہ) میں ان نام اور

نام لکے ہوئے ہیں جو جوش زورہ سپاہیوں کی تیغ و تبر سے کشتہ ہوئے۔ اس میں
 ان لوگوں کے بھی تذکرے ہیں جو باغیوں سے قلعہ لینے میں کام آئے۔ افسوس
 ہزار افسوس کہ بہت سے ناموروں کے انشانات زمانہ کے ماتھوں تلخ ہو
 اور جو باقی ہیں وہ بھی اسی گنہگار کے شاہراہ پر تیزی سے جا رہے ہیں کیونکہ
 مقبرہ جلد تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ بہت سے شکستہ ہیں چند ننگوں ہو
 ہیں اور کوئی جگہ سے پائش پائش ہیں غرض تباہی کا ایک افسوسناک نوہ ہے
 جب شہر کے آتشناک غدر کا بلا انگریزوں کا بلند ہوا تو ہمارا جہ سینہ سپا
 پاس علاوہ اپنے خاص فوج کے جسکی تعداد دس ہزار تھی وہ دو پلٹن سوار
 بیقاعده کا جہن سب درجے کے آدمی ۱۱۵۶ تھے اور سات پلٹن پیدل
 کا جہن مجموعہ ۶۴۰۰ سپاہی اور چار توپخانے میدانی اور ایک توپخانہ
 قلعہ بندی کا قابض تھا۔ جملہ ۱۶ توپیں اور ۷۰ گولندار تھے۔ اس فوج پر
 انگریز نامور تھے اور یہ لوگ پوری طور سے قواعد دان تربیت یافتہ اور
 عمدہ سپاہی تھے۔ اسوقت ہمارا جہ سینہ سپا نوجوان اور چالاک اور پیداشی
 سپاہی، اول نمبر کا شہسوار اور سپاہی لار فوج تھا۔ اگر وہ ایسے وقت میں باغیوں
 کے ساتھ ملجائے تو ۶۵ میل تھیں جو گوالیار اور اگرہ کے بیچ ہیں آسانی سے
 لینڈ مارش مشہور و معروف شہر کو قبضہ اقتدار میں لاکر اور بھی ہمارے
 (انگریزوں کے) طاقت کا باعث ہوتا۔ اگر وہ اپنی فوج کے ساتھ دہلی کی طرف
 کوچ کرتا تو بہت بد نتیجہ ہمارے حق میں ہوتا اور خونریزی بلوہ کو کامل

طور سے فرو کرنے میں ہوتی اس سے بدرجہا زیادہ نامی لوگوں کے خون سے
 نہیں پہلے ہی رنگ جانی لیکن سینہ بیاہنے وقت میں بہت ہوشیار اور
 مروانجام میں تھا۔ اسنے کلکتہ میں جا کر انگریزی قوت و شہمت کا موازنہ کر لیا تھا
 پس وہ اپنے خوفناک جنگی ہتھیاروں کو نہایت ہوشیاری سے کام میں لایا
 اور تعویق و تسہیل سے اپنی فوج کو چھاؤنی کے باہر نکلنے اور باغیوں کو بے ہمتا
 اور ناقابل برداشت امداد پہنچانے سے روکا۔ لیکن باوجود ان کوششوں کے
 یہہ ممکن نہ ہوا کہ اسکی فوج کے ماتھے خون میں رنگے نہ جاتے یا انگریزی افسروں
 کی ہلاکت نہ ہوتی جو باسنتھابھض کے پر جوش بلوہ اور بلا تخصیص و تشخیص دار دیگر
 میں پناہ گیرین آغوش لحد ہوئے۔ اتوار کی شام کو کٹنجنٹ کے سپاہی پوچٹر
 بلوہ کر لے پڑا مارا دھو گئے۔ وہ افسر جسکے ایام زندگی قریب الاختتام و مردیمان
 پہنکر لائن میں پہنچے جاتے ہی نشانہ اجل ہوئے۔ ہر کامیاب جنگ و فتنہ کی گیتا
 یہاں تک میجر بلیک کے جو بلوائیوں کے نظروں میں غیبتیہ وہ بھی قتل عام سے
 نہ بچے یہاں سپاہیوں کی روش مثل دو سر مقامات کے سخت بیرحم پر
 خون کے ایسے پیا سے تھے کہ بلا تشخیص عورت ضعیف بیکناہ بیمار زخمی لوگوں
 اور دودھ پیتے بچوں کو بیدردی سے کاٹا صرف سات مرد اور چند عورتیں گولیوں
 کے بارش سے بمشکل جان بچا کر فرار ہوئیں اور محل میں پناہ لی۔ یہہ لوگ
 نہایت خفیہ طور سے تاریک شب کو اگر پہنچائے گئے جہاں خود مہاراجہ سہیل
 دینے پر مجبور ہوئے۔ سال بھر تک یہہ پہاڑی قلعہ بلوائیوں کے ماتھے میں

جس سے انکو جرت اور قوت حکومت حاصل تھی جب دہلی اٹرا دی گئی اور کانپور
 تباہ کر دیا گیا اس کے بہت دنوں کے بعد لغٹنٹ روز اور لفٹنٹ والٹر نے
 اس قلعہ کی جانب عثمان توجہ پھیر دی۔ گھاس کی جوتیاں پہنکر وہ آہستہ آہستہ
 مع فوج کے پہاڑی پر چڑھ گئے اور صدر پہاٹک کو اڑا دیا چونکہ دشمنوں کو ناگہانی
 اور یکبارگی حملہ کر کے مضطرب الحال کر لیا تھا اس لئے وہ لوگ ایک ایسے پہاٹک
 پر قابض ہو سکے جہاں سے تنگ تاریک گلی کے ذریعہ سے نہایت اندرونی
 محافظت گاہ کا راستہ تھا اور وہی پہاٹک گویا ہوا کی آمد و رفت کا دروازہ تھا
 یہاں حملہ آور اور محصورین کے دست بدست جنگ ہوئی موخر الذکر نے بہم
 سمجھکر کہ میان سے بھاگنا محال ہے اور کسی قسم کی رحم کی امید کرنی بھی فضول
 ہے جان توڑ کر بقدر شخصہ کہ مرنے کا کیا نہ کرنا آخری جوش جرات سے اڑنے
 پر آمادہ ہوئے چنانچہ لغٹنٹ روز جو حملہ آور فوج کا بہادر رہنما تھا نہایت دلیری
 سے مارا گیا لیکن اس کی موت کی تلافی بخوبی ہو گئی کیونکہ اچا سخت متدائد
 و جادہ کی پہاڑی پر قبضہ ہو گیا اور بلوایوں کے ماتھے ان کے اعمال کے
 موافق پورا ہوتا و گیا گیا۔ گویا رگی اشد ای تاریخ ایک طویل خونریزی
 ہے جس میں کبھی ایک حریف کو کامیاب قبضہ قلعہ حاصل ہوئی اور کبھی دوسرے
 کو اور یہ جتنی کامیابیاں ہوئیں فریب چالاک کی خونریزی خفیہ قتل و غرہ سے
 ہوا کہیں کبھی قابض قادیان شامان دہلی کو خداج دیتا اور کبھی مغرورانہ سرکشی
 پر آمادہ ہو جاتا۔ سو لہذا صدی میں ایک کمانڈر تھا جسکی پگڑی میں ایک ہیرا

۳۰۔ گرین کا چمک رہا تھا جو غالب درجہ کوہ نور سجھا جاتا ہے اور جو بعد اکر کے استعمال میں رہا اور اوسیکے ساتھ دفن ہو گیا۔^(۱) تھوڑے دنوں کے بعد پھر ہن قومی راجپوت نے اس مغل و رہاڑی کی جانب بڑی ٹکڑی ٹکڑی نظر سے دیکھا اور نہایت ہی قابل قدر سمجھا۔ ششہ عین ٹانڈان سیندھیا کو یہ قلعہ لغویض کر دیا گیا جس سے انگریزوں نے تین مرتبہ چین چین لیا اور بالآخر ہمارا جہ سیندھیا کو وہ برتن گذرے کہ واپس کر دیا گیا۔

پہاڑی یا چٹان بلند اور سطحی ہے چوڑائی کم طول میں بہت ہے اور اکل جدا ہوئے سے خواصورت اور حکومت گاہ کیلئے موزوں ہے۔ انتہائی طول قریب دو میل اور اوسط درجہ عرض تقریباً سو فٹ ہے۔ تین طرف تک ناممکن ہے کہ نیچے سے رسائی ہو۔ چوتھے جانب اوس کی پھاٹک تک چڑھاؤ اور گردشی راستہ ہے کہیں کہیں پتھروں میں کاکڑ یا لاخانہ بنا دیا ہے جس پر ایک سافز بغیر ڈولی یا ہاتھی کے نہیں جاسکتا۔ لمبی فصیل جو اس ڈولوان پہاڑی پر ہے وہ کہیں کہیں اونچی مناروں اور عقب کی دیواران مگر غالبان محل کی دندانہ دار برجیوں سے چھپ گئی ہے۔ یہ محل اس قلعہ کے عقب میں ہے جسکی دیواروں میں برجیاں اور ترچھے شبکے واقع ہیں۔ شمال کی جانب ہوا پتھر اوس چٹان سے برسوں کو دگیا جو شہر کی جانب

نوٹ (۱) شاید مصنف کو سہوا ہے کوہ نور میران اکر کے وقت میں تھا اور نہ اوس کے ساتھ دفن ہوا وہ البتہ ٹکڑے ٹکڑے کی زینت ہو جن

اس طرح اویزان معلوم ہوتا ہے جھگو بکھر کر پڑنے کو تیار ہے۔ درمیان میں ایک مندر بڑا عالیشان بنا ہوا ہے جو خدا کی وجہ سے کافی سے ڈھکا ہوا ہے اور جسکی گنبد برفلک ہے۔ بعد غروب آفتاب سیاہ اور رنگ یزنگ کے جو نظیر دار پتھر دکھائی دیتے ہیں وہ ایسے دلچپ اور ایسا خوش کن منظر پیدا کرتے ہیں جیسا کہ شہابی صوبوں میں ملتے ہیں۔

اوپر سے رنگ مختلف قسم کا اور دور تک لیکن سرسری نگاہ سے بھی براہِ جلا ہوا معلوم ہوتا ہے ان موسم برسات میں سبزی پھر جاتی ہے اور چندے فضا خوشما ہو جاتی ہے سطح زمین کا زیادہ حصہ شکاف اور دراوون سے پارہ پارہ ہو گیا ہے گویا کہ کسی زمانہ میں جو تاریخی زمانہ سے بہت دور ہی طوفان اور سیلاب سے پامال ہو گیا ہو۔ آخر میں دور پر ایک طبقہ پہاڑیوں کے گرد ہستہ جو دہندلی ہو نیکی وجہ سے اصلیت بہت دور معلوم ہوتا ہے

جب تم دو سزار فیت نامہ وار پہاڑی پر چڑھو گے تو اثر بہت کچھ چٹان ہوگا ماسی کی حرکت باعث انتشار ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت تم ایک ۵۵۰ فٹ قد والے زعفرین پر ہو گے اور جب ماسی آہستہ آہستہ ہر قدم کو دیکھ کر حلیکا اور گاہ گاہ پہاڑی انا چڑھاؤ گے موقوفوں پر خطرناک طریقہ سے جھومنے لگیگا اور موقوفہ کو بجز اپنے حفظ و حیرت کے اور کوئی بات محسوس نہوگی۔ اور اسکے لئے بلکہ قدم انسان کی پشت کو صدمہ پہونچا دے گا اور جب وہ چلتے چلتے ٹھہرتا ہے تو عجیب بد مزگی اور تکلیف ہوتی ہے

کیونکہ وہ اپنے طور سے نکلتا ہوتا ہے اور کبھی سکر جاتا ہے گو یا کہ سوچتا ہے کہ سوار کو زمین پر ٹپک دینا چاہئے یا نہیں۔ لیکن گوسواری کیلئے تکلیف دہ ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ میدان میں دور سے خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا خالی رنگ کا فیلبان برت کے مانند سفید پگڑی باندھتا ہے۔ اور خود اسی کا چہرہ اور سوٹ پیچیدہ خطوں میں رنگا جاتا ہے اور نیلا پیلا نشان دیا جاتا ہے۔

اگر تم اوپر دیکھو تو قلعہ کی عظیم الشان عمارت اور اسکی خوبصورتی سے بہت بلند پاکر متعجب ہو گے کیونکہ بے انتہا اقسام وضع میں اردو دیوار قلعہ پیش نظر ہوگی جو مٹی کی شان ہے اسکا خوشنما سایہ اور دلچسپ نقش رنگ۔ دیوار جسمیں زرد اور نیلے جوڑ لگے ہوئے ہیں عجب مسرت پیدا کرتے ہیں جب آفتاب جیسا کہ منہ کا نہایت روشن ہوتا ہے اپنی پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہے تو عظیم الشان سلسلے کے گول ستون میں مصنوعی زرد لبطع اور منسراج نیلی زمین پر عجب ناز سے خرامان خرامان جاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ زندہ سبز سبز مثل زمرہ کے طوطی ہویری رنگ کی پہاڑیوں پر اڑتے اور چھپاتے ہیں۔

صدر دروازہ کے اوپر بدناما نقش و نگا ہیں اور بڑے بڑی خوبصورت مشبک بنے ہوئے ہیں۔ مہا دیوار یا ربتی کی بہت جسم مورت ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ اسطرح ایک عورت اور ایک بچہ (شاید مایا اور بودہ ہو) ایک بہت عظیم الشان ماتھی پر بنے ہوئے ہیں ایسے ماتھی ممکن ہے کہ قبل طوفان نوح کے یہاں ہوتے رہے ہوں۔

اندر دن پار دیواری چیمہ محل میں جنہیں فی الحال لاکھوں چمکا ڈر ہو رہا تھا کہتے
ہیں۔ یہ چمکا در تاریکی میں سر کے بل پیروں سے آویزاں رہتی ہیں اور اگر
اُن کو ستایا جاتا ہے تو مثل چوہوں کے چون چون کرتے ہیں۔ ان مخلوق میں
کوئی دلچسپی ہوئی ناممکن ہے کیونکہ وہ تنگ اور بد حیثیت ہیں جنہیں چھوٹے
چوہے کی کمزوریوں کے سوا بلخ ہیں جہاں کسی زمانہ نے میں شیشے کے گڑے
پاروں طرف جڑے تھے جیسا کہ ہندوستانیوں کا کہ قدر اور ہمت ناک خبر
بتائے ہیں مذاق ہے۔ ان بخاؤں میں چھوٹے چھوٹے کوٹھریاں ہیں جو کسی
وقت میں قد خانہ کا کام دیتی تھیں۔ اسکے سوا گیارہ چھوٹے مندر بھی ہیں
جو انہیں پہاڑیوں سے کہو د کہو د بتائے گئے ہیں یا کہو د کہو د کہلی ہوئی پاروں
مربع بنائی ہے اور اس کے اوپر سے بذریعہ ستون گنبد بنا لئے ہیں آئین
صرف ایک دی ہی بڑا ہے جسکی حیثیت دور سے عمدہ نظر آتی ہے۔ اور اس میں
عمدہ پھل بوٹے چھوٹی سپورٹس موتیں اور ناقص بنے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہندو
و فح کی عمارتوں کے نمایاں کئے ہیں کہ یہ نمبر بہترین عمارت ہے مگر
راستی و خلوص دلی اقرار کرتی ہو کہ نقش و نگار سیدھا اور مصنوعات غیر متون
ہیں اور سہ تاپا ان دلچسپ اور خوشنما بیل بوٹے اور لطیف تحریریں بالکل
نہیں ہیں جو اگرہ کے تاج محل اور دہلی کے شہر بھانی محل میں موجود ہیں
اور جو دیکھنے والوں کو فوراً متحیر و متعجب کر دیتی ہیں۔ ان ہر دو بہترین عمارتوں
میں سنگ مرمر سفید اور نہایت چمکا استعمال کیا گیا ہے۔ جسپر خوشنما بیل بوٹے

رہبر جدا و رقیق کے جڑے گئے ہیں اور رنگ برنگ پٹیکے اور دلغزب آراستگی سے مرتب کئے گئے ہیں۔ یہاں گوالیار میں بیل بوٹے وغیرہ پلٹے پھرتے ہیں۔ جو پتھر فی نفسہ ایسا ہی حسین عمدہ کام کی قافیہ منہ ہی نہیں ہے۔ علاوہ بریں مصنوعی ماتیوں کے جو یہاں قطار کی قطار کھڑی ہے اور سپاہیوں کی ٹینٹ بنائی گئی ہے اس میں از سر تا پا ایک ہی وضع اور ایک ہی چال ہونے سے آنکھوں کو دیکھو دیکھو تکلیف ہونے لگتی ہے کیونکہ اس میں تبدیل خیال و نظر کا بوجھ اس کے کہ بنائے ان کو وسعت نظر بھی ہی نہیں موقع ہی نہیں ملتا۔

قلعہ گوالیار کے ”شیر بیت شہور“ اور قابل تعریف ہیں جو پتھر کے چٹانوں سے کاٹ کاٹ کر بنائے گئے ہیں ان کی تعداد اور ہر ایک کی جسامت ایسی عظیم الشان ہے جس کے دیکھنے سے سپاہیوں کو لنگھانے کی ہودہ کی جیسے تصویریں اور چٹانوں میں تانبی کی وہ صورتیں جنکو دمان۔ دائمی آب و ہوا سے کھینچے ہیں۔ یاد پر جاتی ہیں۔ یہ صورتیں چٹانوں سے سرے سرے کو کاٹی گئی ہیں۔ اور بہت سی انسانی صورتیں بالکل برہنہ بنائی گئی ہیں ان میں سے چند چالیس فیٹ تک اور بعض اس سے بھی اونچی ہیں۔ بد قسمتی سے ان صورتوں پر صد مات بہت گزرے اور وقتاً فوقتاً چونہ ریت وغیرہ سے درست کیا گیا ہے ان صورتوں کو ساٹھ برس بنے ہوئے نہیں گزرے تھے کہ شہنشاہ بابر نے اراد کیا تھا کہ میں ترواڈالا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ بابر ان صورتوں کو دیکھ کر اظہار شد مند ہوا جس طرح آج کوئی برٹش میٹرن (انگریزی عورت)

کسی برہمنہ کے روپر شرمندہ ہوتی ہے وہ خود اپنی کتاب (شکر یا برہم) میں لکھا
 جس میں اپنی سوانح اور واقعات اپنے ماتحتوں سے لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ انہوں
 (ہندوؤں کے پاروں میں کہو کہ یورپین بنائی ہیں یہہ یورپین بالکل برہمنہ
 ہیں ایک جیٹرا کتب پوشش کیلئے نہیں ہے یہہ دلیل مقام نہیں ہے بلکہ
 خوشنما کہا جاتا ہے۔ جو کچھ ہے انہیں سورتوں میں سے برا عیب ہے
 پس یورپین نے حکم دیا کہ وہ یورپین تباہ کر دیجائیں۔ علم قداس کے محققوں
 کیلئے یہہ خوشنما قسمتی کی بات ہے کہ شہنشاہ کا حکم لفظ بلفظ تعمیل نہیں کیا
 گیا۔ سر اور ماتحت سورتوں کے توڑوا دئے گئے لیکن جیسندرا اب موجود ہے
 وہ اس امر کے بیان کیلئے کافی ہے کہ سولہویں صدی کے ہندوستانی
 ہنرمند یورپین کا اندازہ کر لیا جائے۔

سب سے زیادہ چپٹے اور سیکے زیادہ عمودی مقامات بلا لحاظ موٹم
 زمیں پر پخت کیلئے چنے گئے ہیں اسلئے سورتین تین چٹانوں پر جو مختلف
 بلندوں کے ہیں جا بجا رکھی ہوئی ہیں۔ ایک پر کم از کم ۲۲ سورتین ہیں
 درمیانی سورت ۷ فٹ کی ہے۔ ان سورتوں میں جو صنعت خرج
 کی گئی ہے وہ اکثر شام کی سورتوں سے جو یرٹش میوزیم (لندن) میں موجود
 ہیں ملتی ہیں بعضو پر بہت عمدہ پالش کیا ہوا ہے اور بعضوں اصلی رنگ دکھائی دیتے ہیں
 ان سورتوں سے تصویر کشی کا علم مصوروں بن نہیں سکتا ہے اور بلحاظ
 تشریح بالکل ناواقفیت دکھائی ہے۔

باقی آئندہ

اتماس

جن حضرات آرزاء عنایت و قدر دانی زریچندہ جن سے اعانت فرمائی ان کا کاندھ دلہ شکر پہ ادا کیا جاتا ہے۔
جن عنایت گستر و نیک ہنوز شکر گذار نہیں فرمایا امید ہے کہ ایام گذشتہ و سال حال کے زریچندہ
مربون منت فرما لینگے۔

رسالہ ہذا کو زیادہ محبوب و قابل قدر بنا لینگے اندرون ریاست و بیرون ریاست کے اعلیٰ افسانہ پرداز
اور مشہور ذی فہم حضرات نے اعانت کا وعدہ فرمایا ہے جن کے کلام سے ہر کوئی عزت رسا کہ کو خوش خردی
اور ناظرین کو مسرت ہوگی۔

ناظرین پر شکمیں اپنی تبادلہ مقامات سے دفتر کو سرفراز فرماتے ہیں۔ بسا اوقات عدم وقت
رسالہ دیرین پہونچتا ہے یا واپس آتا ہے اور ہم ناکردہ گناہ مور و شکایت دوستانہ نہیں۔

اشتہار

بہت سے حضرات جنکی آمدنی کم ہے رسالہ حسن کی قیمت کی تخفیف کرنے کے بارہ بین
درخواست کرتے ہیں۔

ماہ مارچ سے کاغذ قسم دوم پر جو رسالہ طبع ہوگا اس کی قیمت سالانہ نو روپیہ لی جائیگی۔
اور نیز اندون پچھلے رسالوں کی خریداری کی درخواست ہر طرف سے آ رہی ہے۔
یہ تو علم نہ تھا کہ ہمارے اس رسالہ کی اس درجہ ملک بین قدر دانی ہوگی۔
اس وقت ہمارے پاس پچھلے رسالے بہت کم موجود ہیں اگر سو درخواستیں زیادہ
وصول ہوں تو ہم پچھلے پرچے دوبارہ چھاپ دیں گے۔

المنشور
مینبر حسن

اعلان

اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاوضہ میں بیعید یا جاتا ہی گریہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے۔

مگر اکثر صاحبان مطالع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں ہم ان حضرات کا معاوضہ بھی قبول کرینگے۔

جو صاحب اپنی اخباریں ماہواری ایک بار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب علی و مرسل ہوگا طبع فرمائیں۔

اشتہار باغستان

ہمارے باغ میں ایشیا اور یورپ کے مشہور شہر اور دروازے مختلف قسم کے میوؤں کے پودے موجود ہیں جسکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی جیہاں پر چند پودے ہوں گے نام سے تعداد اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں۔

(۱) قلمی (یونی) آم	۴۴	اقسام فی	۱۲	(۲) سیب	۳۲	اقسام فی	عم
(۳) شفتالو	۱۶	"	۱۸	(۴) آلو بخارا	۹	"	۸
(۵) انار	۵	"	۴	(۶) شہتوت	۲	"	۴
(۷) پیر (انگریزی میوہ)	۶	"	عم	(۸) زرد آلو	۵	"	عم
(۹) جام (امروہ)	۷	"	۴	(۱۰) سنتر	۱۲	"	عم
(۱۱) جکونڈ	۵	"	عم	(۱۲) انجیر	۵	"	۴
(۱۳) انگور	۵۲	"	۸	(۱۴) داسی (پینک میوہ)	۲	"	عم
(۱۵) لکٹ	۵	"	عم				

جو درخت فی الحال تیار نہوں تاریخ درخواست سے ایک مہینے کی مہلت میں بھیج دی جائینگے۔

المشتر
منیجر حسن

ضمیمہ

(عرق مارالحم انگوری) منفح سولہ خون مقوی دماغ ضنف جگر و دل دماغ
و معدہ دروسہ پانی و جمع منافع لا غریضیق النفس سرقہ کہنہ بقاعدگی ایام
نقودہ فالج رعشہ فی قولی علامہ قولہ ہے کم (دروغن ایسی پانی) اسور ہنگن برتارکا
سورخ خباریرہ بدلیہ ریشون کا لی کا لشی۔ تی ایام عمل خمسہ ہنگن جلد رنج کرنا
۲ قولہ جمعہ رسالہ دافع الشک و سوراک برہالہ بیعدہ رسالہ ایسیر سقرات مسکرات
رسالہ حافظہ صحت سالانہ
نزدہ الشکلاؤڈاکٹر غلام نبی ایڈیٹر سالانہ خانہ صنعت لکھنؤ

Ashul's Powder.

آشوکا سفوف

آشوکا بنایا ہوا سفوف کامل طور سے مختلف قسم کی شراب پینے کی عادت کا جو چیز اذیتناہ
تعبور ماضیہ اور بدہضمیہ وغیرہ کو دور کرکے اور جسمہ وایت مدد دے کہ شہارہ و بدہضمیہ
مسکری استعمال کرنا چاہیے۔ قیمت فی شیشی سیدہ
اسے بی۔ مگر جی مقام برناگور براہ کلکتہ سے ملے گا۔

The Great Oriental Medicamentum

مشرقی اکسیر اعظم

ڈاکٹر جی۔ بی شا کا تسمین ڈرائس

وقت باہ کو تقویت اور ترقی دیتا ہے۔ معدہ۔ مثانہ۔ گردہ پھینکا۔ جگر کو مضبوط اور

اشہار

- ۱۔ اس رسالہ کی قیمت معہ محمولہ اک سالانہ ع
- ۲۔ جو صاحب سب اعلیٰ مضمون یا ترجمہ عنایت فرمائیں گے ان کو ایک اشرفی نذر دی جائیگی
- ۳۔ دفتین مضامین ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہئے۔
- ۴۔ ناپسند مضمون نہ طبع ہو گا نہ واپس۔

شرح دستخط

حسن بن عبداللہ النخاطب نواب عماد نواز جنگ بہادر۔
ذیل کی ہکا و کتابین ہماری دفتین موجود ہیں۔

- ۱۔ ترجمہ تاریخ افغانستان مصنفہ بی۔ اے۔ واکر بیرسٹریٹ لا قیمت ... ع
- ۲۔ بچوں کی پرورش کے طور و طریقہ ڈاکٹر اردی صاحب کی کتاب کا ترجمہ جسکو مس ایڈیٹور بورڈین صاحب نے لیا ہے اور انعام حاصل ہے۔ ۸
- ۳۔ زراعت و کھن مصنفہ حسن بن عبداللہ النخاطب نواب عماد نواز جنگ بہادر

المستہر

محمد عبدالصمد خان مینجر
توپ کا سا نیچہ حیدر آباد دکن

(کاتب الحرمین محمد شریف الدین)

اپریل ۱۹۱۹ء عیسوی

مضامین

صفحہ

اہرام مصری از مولوی محمد ابوالحسن ضاعبدہ دار سرکار نظام

(اس مضمون کے حوالہ میں ایک اشرفی مذکور گئی) ۱

جہاز غواص ۱۱

اصول قانون از مولوی محمد عبدالکریم خاٹھا آزاد گورکھپور ۳۵

عیسائیت اور اسلام از ایشیاٹک کوارٹری ریویو لندن ترجمہ

انٹیلیٹ گزٹ علیگڑہ ۵۵



حیدرآباد دکن

مطبع حسن مین چھپا

التاس

جن حضرات نے ازراہ عنایت و قدرتِ دانی زچندہ حسنِ امانت فرمائی ہیں انکا تہدیسو
شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

جن عنایت گستروں نے ہنوز شکر گزار نہیں فرمایا امید ہے کہ ایامِ گرامی سالِ جاگ
زچندہ سے مرہونِ منت فرمائیگی۔

رسالہ ہذا کو زیادہ محبوب و قابلِ قدر بنا سکیجے۔ لئے اللہ و ان ریاست و بیرونِ نجات کے
اعلیٰ الشاہد اور مشہور رذیٰ فہم حضرات نے امانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جسکے کلام سے
ہم کو عزت رسالہ کو سرخروئی اور ناظرین کو مسرت ہوگی۔

ناظرین پر تمکین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو سرفراز فرماتے رہیں۔ بسا اوقات
عدمِ وقیفیت سے رسالہ دیرین پہنچتا ہے یا واپس آتا ہے اور ہم ناکردہ گناہ موردِ شکست
دوستانہ ہوسکتے ہیں۔

مینجر رسالہ حسن

استہار باغستان

ہمارے باغ بین ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دراز مقامات سے آئے ہوئے مختلف قسم کے میوؤں کے پودے موجود ہیں جسکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی یہاں پر چند پودہ ہونگے نام مع تعداد اقسام لکھتے ہیں۔ جو صاحب شوق خواہش کریں طلب فرمائیں

(۱) قلبی (پیوندی) آم	۴۴	اقسام فی	۱۸	(۲) سیب	۴۴	اقسام فی	۴۴
(۳) شقائق	۱۷	" "	۱۸	(۴) آلو بخارا	۹	" "	۱۸
(۵) انار	۵	" "	۴	(۶) شہتوت	۲	" "	۴
(۷) بیر	۶	" "	۴	(۸) زرد آلو	۵	" "	۴
(۹) جام (امروہ)	۷	" "	۴	(۱۰) سنتر	۱۲	" "	۴
(۱۱) پکوترا	۵	" "	۴	(۱۲) انجیر	۵	" "	۴
(۱۳) انگور	۵۲	" "	۱۸	(۱۴) دامبی (چین کا میوہ)	۲	" "	۴
(۱۵) لکھاٹ	۵	" "	۴				

جو درخت فی الحال تیار نہوں تاریخ درخواست سے ایک مہینہ کی مہلت میں سمجھو جائیگے۔

المشتر
محمد عبدالصمد خان مینویر صاحب

ابو امام مسی

اہل یورپ کے نزدیک ہے جو دنیا میں ساتھ عجیب و غریب اور متغیر چیزیں قدیم سے مشہور ہیں مگر ان کے وہ عظیم الشان عمارتیں جو یہ بھی ہیں جو مصری پہاڑوں کی صورت جو بہتھر بعض مقامات پر پانی جاتی ہیں اور بہتکراہم یا خراہیم مصری کہتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو ہزار ہا برس کا زمانہ گذر گیا ہے اور زمانہ دور سے ان کی ہیئت و شکل میں کچھ فرق بھی آگیا ہے مگر تاہم وہ انسانی عہد تھا اور ان کے قد بھی تو ان کے ایک عبرت خیز یادگار اور خطاب علم تھا اور ان کی ان کے سر اور ہرین اور نقش و نگار و دیوار کے آثار پر دیدار است و یہ عجیب و غریب آثار و عہد اور سخت کے ان اہرام کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مصریوں نے منجھ دیگر قوم کے فن انجینیئری میں بھی کس قدر ترقی کی ہوگی کہ اتنے بڑی بڑے پہاڑوں کو جو ان میں سے ہر ایک کی چوٹیوں تک پہنچنے کے لیے اس قدر بلندی تک پہنچنا چاہیے دیکھتے سے اس زمانہ کے لائق اور انسانی انجینیئر کی بھی عقل و نگاہی اور وہ معترف ہیں کہ موجودہ قواعد جو نقل کے بموجب ایسی بڑی چٹانوں کو کسی دور و دراز پہاڑ سے کانکر لانا اور اس قدر بلندی تک پہنچانا قریب محال ہے معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ عمارتیں چٹا یا دیو یا کسی اور فرضی مخلوقات کی بنائی ہوئی ہیں جو انسان سے زیادہ قوت

قدرت رکھتے ہو گئے۔ بعض کا یہ خیال ہو کہ فرعون نے مصر کے مظلوم بنی اسرائیل سے
 یہ کام لیا تھا جنکو انہوں نے غلامی کی حالت میں کر رکھا تھا۔ انہیں سے یہ پتھر
 پہاڑوں سے کٹوا کر منگوائے گئے تھے اور انسان و حیوانات و جو تھیل تینوں کی
 مشترک امداد سے اور ایسے پہاڑوں کے ذریعہ سے جنگی لمبائی کئی میل کی تھی
 اور اسی وجہ سے اونکا ڈنٹاں بہت کم ہو گیا تھا ایسی بلندی پر وہ پہنچ گئے تھے۔
 مصر میں ان اہرام کی کل تعداد قریب ستر کے ہو گئی مگر اکثر ان میں سے
 چھوٹے چھوٹے ہیں۔ یہ سب دریا سے نیل کے کنارہ غزنی پر قاہرہ سے قریب
 دس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ ان سے قریب کی طرف بہت مقام آیا ہے
 اور اہرام واقع ہیں اور ان سے تھوڑی ہی دور ستھارہ کا عظیم الشان مینار
 پایا جاتا ہے۔ اور ان سے کچھ فاصلہ پر دوسرے کے دو بڑے مینار واقع ہیں۔
 مگر وہ الفزہ کے تین اہرام ہیں جن کے دیکھنے کے واسطے اکثر اشخاص جایا کرتے
 ہیں اور ان تینوں میں جو سب سے بڑا مینار ہے اس کے بانی کے نام کی
 نسبت مورخان قدیم ہیں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر قدیم مصری کتبہ میں
 اس کا نام خنوف یا شوفو پایا جاتا ہے جو مصر کا ایک بادشاہ تھا اور غالب
 اسی مینارہ میں وہ دفن ہوا تھا۔ اس مینارہ کی کرسی کی سطح سابقہ
 ۶۴ فٹ مربع تھی (یعنی اس قدر طول اور اس قدر عرض میں) لیکن چونکہ
 شہر قاہرہ کی عمارت کے بنائیکے واسطے اس کا بہت سا مصالحہ کھود لیا
 تھا اسلئے اب اس کی سطح ۴۵ فٹ مربع رہ گئی ہے۔ بلندی اس مینارہ کی

۴۸۰ فٹ تھی مگر بوجہ مذکور الصدر کے اب صرف ۴۵۰ فٹ کی بلندی رہ گئی تھی۔
 دریائے نیل کی طغیانی کی سطح سے اس کی کرسی ۱۲۷ فٹ بلند ہے۔ از روئے
 تخمینہ اس کا کل حجم آجکل آٹھ کروڑ مکعب فٹ کا ہو گا مگر سابق میں اس میں ستر
 لاکھ مکعب فٹ اور زیادہ ہونگے۔ کل مسپناہ کا وزن تخمیناً ۱۲۷۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰
 اور اس کی کرسی کا رقبہ بارہ ایکڑ سے زیادہ ہو گا۔ ہیراؤس مورخ یونانی
 کا بیان ہے کہ اس عمارت پر ایک لاکھ آدمی برابر کام کیا کرتے تھے اور ہر تین
 عینے کے بعد ان مزدوروں کی تبدیلی ہو کرتی تھی اور نئے مزدور کام پر
 لگائے جاتے تھے۔ اس کے پاڑیا ڈیوان شرک کے بننے میں دس سال
 لگے تھے اور اس کے بعد اصل عمارت کے بننے میں بیس برس اور لگے۔
 اور مزدوروں اور معماروں کو انکی محنت کی اجرت میں صرف گھون روٹی
 پکانیکے واسطے اور پیاز و لہسن چٹنی کے واسطے ملا کرتا تھا۔ عمارت کی موجود
 حالت میں بھی نیچے سے اوپر تک دو سو چھ روئے پتھروں کے ہیں یہ
 پتھر نو فٹ لمبے اور ساڑھے چھ فٹ چوڑے ہیں اور قد بچوں کی بلندی
 سنیچے بائچ فٹ ہے اور بتدریج کھٹے کھٹے چوٹی پر سواد و فٹ رہ گئی ہے۔
 نیچے سے اوپر جڑھتے ہیں آدمی ٹھک تو بہت جانتے مگر کچھ بہت غور سے
 اس امر کی نسبت کہ یہ اہرام کس غرض سے بنائے گئے تھے تو کوئی
 مختلف قیاسات دوڑائے ہیں اور اس بات کو ثابت کرنا چاہیے کہ
 اس غرض و غایت کی تکمیل کے واسطے ان میں ہر قسم کی موزونیت

پائی جاتی ہے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ مینارِ اعظم کے گرد ارض کے قطر محیط۔
 و دیگرہ نصف النہار کے قوس اور ایک عام اور معین پیمانہ طول کے حالات
 اور ریاضیات و علمِ ہیئت و دیگر علوم کے حقائق کا (جسے اہل مصر ہی واقف تھے
 اور جو اس پر وہ عالم سے مفقود ہو گئے ہیں) انکشاف ہونا ہے۔ بعض کا قیاس
 ہے کہ یہ ایک رصد گاہ تھی اور اس کے امتلاع اور مختلف راستے اس قسم کے
 زاویے بنائے تھے جنہے بعض ستاروں کے مقامات بعض معین اوقات
 میں ظاہر ہوتے تھے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ان اہرام کے اندر کیچھے طلسمات
 کا کارخانہ تھا اور اس خیال کی تائید میں بعض روایتیں بھی گڑھ لگی ہیں۔
 لیکن بات یہ ہے کہ ان اہرام کے بانیوں کے ذہن میں ان میں سے کوئی
 بات بھی نہ تھی۔ تعمیر کی موزونیت کے واسطے انہوں نے ذہنی پیمانے
 استعمال کئے تھے جو اوہین مروج تھے اور راستوں کا ڈال ایسے زاویوں
 پر مقرر کیا تھا جہیں اون کو سب سے زیادہ آسانی معلوم ہوئی نہ یہ کہ
 کسی معینہ نقطہ آسانی کے لحاظ سے اون کو بنایا تھا۔ سب سے زیادہ معقول اور
 قرین قیاس یہی بات ہے کہ مصر کے بادشاہوں اور عاید کے مقبروں کا
 طور پر یہ مینار کے بنائے گئے تھے۔ مصریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مرنے
 بعد روح کو اس وقت تک فنا نہیں ہوتی جسے جب تک کہ اس کا جسد قائم رہا
 اور سیدلہ وہ نعشوں پر ایک شمع کا حنوط یعنی خوشبودار مصالحہ لگا دیا کرتے
 تھے جس سے وہ واقف تھے اور جسکی تاثیر سے وہ جسم کہی سڑنے لگتی نہیں تھی

جھون کے قایم رہنے کا بندوبست تو وہ اس طرح پر کرتے تھے اور بیہوشان
مدفن اس واسطے بناتے تھے کہ کسی دشمن وغیرہ کے ہاتھ سے تباہ ہونے سے وہی
جسم محفوظ رہیں۔ اسی نظر سے وہ ان کو ایسے حجرون میں رکھتے تھے جو پہاڑ
کی چٹان کو کھود کر بنائے جاتے تھے یا بڑی بڑے اور بیماری بیماری
پتھروں سے بنائے جاتے تھے ان حجرون میں نقشیں سنگین تابوتوں یا
صندوقوں میں رکھ کر دروازہ اور راستہ کو نہایت مضبوطی اور استحکام سے
بند کر دیتے تھے تاکہ کسی شخص کا ومان گذر نہ ہو سکے اور صد ہا برس تک وہ
دروازے ویسے ہی بند رہے۔ ان دروازوں کے سامنے بعد بند کر نیکی
بھی بڑی بڑی چٹانیں اور تودے پتھروں کے بطور راک کے لگا دئے
جاتے تھے حتیٰ کہ اس زمانہ میں بھی بعض مقامات میں اس راستہ کو
کھولنا غیر ممکن معلوم ہوا اور ناچار ان پتھروں کو بطور سڑک کے کاٹ کر
راستہ بنایا گیا۔ بعض اہرام جنکے دروازے کھلے ہوئے ہیں اونکی
وجہ یہ ہے کہ اونکے اختتام سے پہلے اس خاندان کی سلطنت کسی
دوسرے اور مخالف خاندان کے پاس منتقل ہو گئی ہوگی۔ اب بہت کم
اہرام ایسے ملتے ہیں جنکے دروازے کھول کر اندر کی نقشیں نہ نکال لی گئی ہوں
چونکہ یہ عمارتیں پادشاہوں کے مقبرہ کے واسطے بنائی گئی تھیں اسلئے
ہر مینارہ بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت سے بنا شروع ہوتا تھا
اور اس کی حکومت کے اختتام تک بتا رہتا تھا اور اسلئے اسکو

اس طرز پر بناتا مشدوع کرتے تھے کہ جب قدر عرصہ تک چامین اوس میں اضافہ کرتے رہیں اور جب اوس پادشاہ کی وفات واقع ہو تو بے عت تمام اوس کو ختم کر دیں۔ اولاً اوس مسطح پیاپان میں جو شہر مخمس کے عقب میں واقع ہے ایک موزون مقام اس کام کے واسطے منتخب کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ایک چٹان پہاڑی کی تلاش کی جاتی تھی جسکے گرد یہ عمارت بنائی جائے اس چٹان کے اندر شمالی جانب سے ایک ڈھوان راستہ پتھر کو کاٹ کر بنایا جاتا تھا اس قدر چوڑا کہ تابوت سنگین اس حجرہ تک جہاں وہ راستہ ختم ہوتا تھا اور جو دفن کا کام دیتا تھا باسانی پہونچ سکے۔ اس ڈھال کا زاویہ ایسا ہوتا تھا جسکے اوپر جاری تابوت کو سرکلے یا رکھنے میں سب سے کم طاقت درکار ہو۔ اس چٹان کے گرد ایک کعبہ شکل کی عمارت جسکے اضلاع اوپر کی طرف کو ڈھوان ہونے سے بنائی جاتی تھی۔ اور اس عمارت میں حجرہ دفن کا راستہ قائم رکھا جاتا تھا۔ جب پادشاہ مرتا تھا تو اوسکا جانشین اضلاع کے جوہ کو بند کر کے اوسکی چوٹی پر ایک پتھر بطور قہ کے رکھوا دیتا تھا اور عمارت مکمل ہوتی تھی۔ لیکن اگر خود پادشاہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہتا تھا تو عمارت کو تکمیل کو پہونچا کر دو تین یا زیادہ درجن کے میڈل کی شکل میں اوسکو ہوا لیتا تھا اور آخر کار اس کے زاویوں کو بند کر دیا اور اوپر قہ بھی مرتب کر دیتا تھا۔ اس شکل و ہیئت کی عمارت بنائے اوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ مستحکم و دیریا ہو اور ان کے نزدیک یہ غرض

اس مخروطی شکل سے ہی بوجہ احسن حاصل ہو سکتی تھی مینارہ اعظم میں ہوا کی آمد رفت کیلئے بھی دو سوراخ شمال اور جنوب کی طرف ہیں۔ یہ سوراخ احساہ سے قائم کئے گئے ہونگے کہ حجرہ وسطی سے سطح بیرونی تک سب سے چھوٹے خط مستقیم میں یہ راستہ قائم ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ معارون کی غلطی سے شمال کی طرف پندرہ فٹ نیچے اور جنوب کی طرف اسی قدر اونچے ایک مقام سے یہ سوراخ قائم ہو گئے۔ ان پادشاہوں کے مقبروں کے متعلق ایک عہد بھی رسوم مذہبی ادا کرینیک واسطے اس سے ذرا فاصلہ پر موتا تھا مگر رعایا کے مقبروں میں یہ فرق تھا کہ یہ بعد اسی عمارت کا ایک جزو ہوتا تھا یا اوس پہاڑی میں کاٹ کر بنایا جاتا تھا۔

خونو کا سب سے بڑا مینارہ جو اوپر مذکور ہوا ہے بالکل تعمیر کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندر کی چٹان کو جبین حجرہ اور راستے میں اس کے کل حجم کے مقابلہ میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اس عمارت کی نیچے کا حصہ بنو کر سی کنکر کی بنی ہوئی ہے مگر اوپر تعمیر جو باہر کی طرف لگے ہوئے ہیں اعلیٰ قسم کے ہندوستانی کی کان سے لائے گئے تھے جو دریا کے راستے سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر مصر کے مشہور جنوب میں واقع ہے۔ واضح ہو کہ تیسرے مینارہ کا جو ۲۰۳ فٹ بلند ہے بیرونی حصہ جزایا کا ساکین کے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ مگر حیرت یہ ہے کہ اس قدر بڑی بڑی چٹانوں کو مصریوں نے اتنی دور کس ذریعہ سے پہنچایا۔ اول تو بارش و دریا بہانہ کی

عدم موجودگی کی وجہ سے اتنے بڑی بڑے پتھروں کو کان مین سے کھودنا ہی بے انتہا مشکل کام تھا اعلیٰ الخصوص جب یہ خیال کیا جائے کہ یہ سخت سنگ سرخ جیسے ہمارے فولادی اوزار بھی کارگر نہیں ہوتے صرف بٹنی اوزار سے کاسٹنگ کرتے اور پھر تراش خراش کر کے موزوں سڈول بنائے گئے تھے کان سے دریا کے کنارہ تک لانا اور پھر وہاں سے لٹھوں کے بیڑہ پر لیجا نا بھی آسان کام نہ تھا۔ یہ کام ایسے ہی وقت میں ہو سکتا تھا جبکہ دریائے نیل مغربی پر ہوتا ہو گا اور اسٹین سے ایک ہر خاص اسی کام کے واسطے کاٹ کر مینارہ کے نہایت قریب تک لائی گئی ہوگی اور پھر اس نہر کے کنارہ سے مینارہ تک ایک بلندہ اور ڈھلوان شل مثل پاڑ کے بنائی گئی ہوگی جسکے اناراب بھی کچھ پائے جائے زین اور جیسپر گاڑیوں میں ان پتھروں کو آدمی یا سیل کی بجائے لیجا سہرے ہو گئے۔ اس سے کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کام میں کس قدر محنت اور روپیہ صرف ہوا ہو گا۔ ایسے بڑے کام کا تخمینہ اور اندازہ کرنے سے ہماری قوت و اہمہ بھی قاصر رہتی ہے جبکہ یہ خیال ہو رہا ہے کہ زمانہ حال کے سامان اور قوتیں جو علمی پیم سے حاصل ہوئی ہیں اس زمانہ میں مفقود تھیں۔

اس سب تمہیدی محنت کے بعد اصل کام عمارت کا شروع ہوتا تھا یہ مینارہ اعظم پتھروں کا ایک محض تودہ ہی نہیں بلکہ لگی

ترکیب میں ہر قسم کی خوش اسلوبی پائی جاتی ہے۔ باہر کے رخ پر جو پتھر لگے ہیں وہ بغیر کسی کارے یا مصالحہ کے ایک دوسرے سے وصل کر دئے گئے ہیں حتیٰ کہ ان کے درمیان میں ایک کاغذ کے جانیکی جگہ بھی نہیں ہے۔ راستے ایسے ہموار اور چکنے ہیں کہ تابوت سنگین ان کے اوپر نہایت آسانی سے پھسلتا چلا گیا ہوگا۔ ہر چیز نہایت خوبصورتی اور موزونیت سے بنی ہے۔ حجرہ زیرین پر ایسے عالیشان عمارت کے بوجہ اور باؤ کا بھی کافی بندوبست کیا گیا ہے۔ لینے تابوت سنگین کے حجرہ کمان کے اوپر پانچ چھوٹے چھوٹے ٹھجرے اور بنائے گئے ہیں تاکہ اوپر کی عمارت کا بوجہ اوپر سے ہلکا ہو جائے۔ اسی غرض سے اول راستہ کے دروازے پر دو بڑے بڑے پتھر شکل خراب کے قائم کئے گئے ہیں جسکی وجہ سے وہ عمارت اب تک قائم ہے۔

بے زیادہ حیرت انگیز سوال جہاں عقل بالکل قاصر ہو رہے ہو اسے ایسے بڑے اور بھاری پتھر ان مختلف درجات بلندی پر پہنچا کر سطح نصب کئے گئے ہوں گے بالخصوص وہ پتھر جو چوٹی پر رکھا گیا تھا۔ ایک طریقہ قیاس میں آسکتا ہے مگر اس کے اختیار کرے ہیں کل عمارت کی تعمیر سے زیادہ محنت و کار ہوئی۔ لیکن زیادہ تر قریب قیاس یہ تاویل ہے کہ ان قدموں سے لیکر جو مثل زینہ کے مینارہ کے چاروں طرف نیچے سے اوپر تک چلے گئے ہیں زمین تک ڈھلوان سطحیں قائم کی گئی تھیں

جنگے اوپر ان پتھروں کو مزدور کینچ کینچ کر چٹا کر دیتے۔

اگرچہ یہ امر بھی فی نفسہ نہایت عجیب و غریب ہے کہ انسان کی بنیادی ہونی کوئی چیز یا پانچ چھ ہزار برس تک قائم ہو (اور نہ معلوم کہ ہزار برس تک اور قائم ہو سکے گی) اور زمانہ کے حادثات و انقلابات سے جسے اس عرصہ اندر سیکڑوں لاکھوں کو تہ و بالا اور حکومتوں کو زیر و زبر کر دیا۔ پُرانی قوموں کو نیست و نابود کر کے نئی قوموں کو پیدا کر دیا۔ زبانوں اور مہیوں اور رسم و رواج کو بدل دیا۔ اوپر اس قدر کم اثر پہنچے مگر پھر بھی اس قدر عرصہ میں ان شہید عمارات میں جو تغیرات و زوالات واقع ہوئی ہیں انکو دیکھ کر یہ کیا کہنا پڑتا ہے کہ کسی مصنوعی شے کو گولڈیسی ہی مستحکم و دیر پا ہو دیا ہی بقا نہیں۔ قانون قدرت کے عمل اثر سے وہ کبھی بری نہیں ہو سکتی کبھی نہ کبھی اور قانون کے آگے اس کو سر جھکانا پڑیگا۔ انہیں عمارات کا ایک جز و قلیل شہر ہر کی تعمیر و آراستگی کے کام میں آہی چکا ہے۔ جن لوگوں نے اہتمام بلیغ صرف اس بات کے واسطے کیا تھا کہ ان کے کالبد تک کسی شخص کی دسترس نہ ہو اب وہی نقشین لندن اور پیرس کے عجائب خانوں میں ایک منظر عالم پر رکھ دیئے ہیں۔ گو حکمتا رین کے پردہ پر کسی شے کو مجروح و فنا نہیں ہو اور مرادہ کی اجزا کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتے ہیں مگر بحث یہ ہے کہ سطح زمین پر جتنی مصنوعی چیزیں ہیں وہ انقلابات و حادثات کی ضرورت تھیں مشق ہیں۔

کَلِّمْهُمْ عَلَىٰ مَا هُمْ بِمُعْتَقِدِينَ ۚ وَتَبٰی حُجُبُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ ۚ وَاِلَّا لَكُمۡ هٗ

جہاز غواص

(پانی میں ڈوب کر چلنے والے جہاز)

اول تو ہمارے ملک کے لوگ عموماً اقسام جہاز اور جہاز رانی اور مرکب و خانی اور اون کے انواع و اقسام سے بہت کم واقف ہیں دوسرے یہ کہ بد قسمتی سے ایسے عجیب اور مفید امور کی جانب دلچسپی سے نظر کرنا بھی باہر گراں سمجھتے ہیں۔ جسکا افسوس ہو یورپ و امریکہ کے صنایع بدائع کے حالات غور سے پڑھو سے دلی امنگوں میں عجیب افسردگی اور سکون ہوتا جاتا ہے۔ جو جہالت کی دست کا اور بھی معاون ہے۔ برخلاف اس کے اہل امریکہ و یورپ نے اپنی سیم علمی لیاقت سے یہاں تک فن جہاز رانی میں ترقی کی ہو کہ اس وقت جو جہاز پانی میں ڈوب کر چلتے ہیں ہنگام جنگ غنیمت کو سخت نقصان پہنچا سکتے ہیں ہمیشہ سے ترقی صنعت و توسیع فنون کا ذریعہ علم رہا اگر ہمارے اہل ملک جدید اور عجیب صنعتوں کی جانب پہلے پہل صرف اس بقدر متوجہ ہوں کہ اپنی زبان میں ان کے مفصل حالات غور سے پڑھیں تو یقیناً رفتہ رفتہ ان کو علم اُثر نے اور دیکھنے کا شوق پیدا ہو جو بالآخر بہت بڑی کامیابی کا شاہراہ ہی جہاز غواص یا دشان یورپ کے بیڑہ جہازات میں شامل کئے گئے ہیں جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔ اس قسم کے جہازوں کی تاریخی دلچسپ کیفیت غور سے پڑھنے کے قابل ہے جو بدینہ ناظرین کیجاتی ہے۔ خدا ہمارے اہل ملک کو مفید کاموں کے دیکھنے سیکھنے اور کرنے کی توفیق عطا کرے۔

جہاز غواص

علی العموم رابرٹ فلٹن کو یہ عہدہ دیا جاتا ہے کہ پہلی پہل پانی کے اندر جہاز رانی کا عملی طریقہ انہیں سے ایجاد ہو۔ لیکن فی الواقع وہ اس عہدہ کے مستحق نہیں ہیں۔ جہت سب سے ایک ثبوت اس قسم کا ملتا ہے کہ سکندر اعظم اندرون آب جہاز پر روانہ ہوا ہے اور اسی جہاز کے موجد نے سکندر اعظم کی سرپرستی کی اجرائی کا روبرو کیلئے خواہش کی تھی۔ لیکن اسپین تو کوئی شک نہیں کہ اگر اور آگے نہیں تو سولہویں صدی میں جہاز غواصی محدود اور قلیل وسعت تک مکمل ہو گئے تھے جن لوگوں نے پہلے پہل اس کا استعمال کی قدر سختی سے کیا وہ باشندگان دریائے آفریقہ تھے یہ لوگ ترکی قید خانہ سے خفیہ فرار ہو جانا چاہتے تھے اسلئے بڑے بڑے ڈونگو بنائے اور معلوم نہیں کس طریقہ سے جسکی تفصیل اب تک دریافت نہیں ہوئی وہ ڈونگو ایسے تیار کئے کہ عرصہ تک اس میں بیٹھ کر پانی میں غرق ہو سکتے تھے۔

سترہویں صدی کے شروع میں کارنلیس وین ڈریل ساکن الکمار لندن پہونچا اور ایک غواصی کشتی بنائی جس میں علاوہ بارہ مہجمیوں کے بہت سے مسافروں کی جگہ تھی۔ لکھا ہے کہ جیمس اول جس میں گوکیسا عیب رہا ہونے کی ایجادات سے غافل نہ تھا۔ اس نے جہاز مذکور میں بیٹھ کر دریائے ٹیمس میں غوطہ لگایا۔ وین ڈریل کا طریقہ یہاں تک معلوم ہے نہایت قابل تعریف ہے۔ کیونکہ کشتی کی ہوا میں آگے بھی پہونچا نیک طریقہ ایجاد کیا موجد نے اپنے ان اغراض کی تکمیل ایک کیمیا فی عرق سے کی جسکی ترکیب

و نام سے لوگوں کو مطلع نہیں کیا۔ وین ڈربل کے بعد ایک فرانسیسی سسٹم ۶۵۳ ایئر ایک غواص جہاز ۲۷ فٹ کا لمبا مقام اسٹرڈم (واقع مالٹہ) میں کیا یہ شخص بھی ایسا ضابطہ اور خفیہ کار تھا کہ اس وقت جو کچھ اس کشتی کے نسبت معلوم ہوا اور اس زمانہ میں اس کے نسبت جو کچھ رائج زنی کر سکتے ہیں صرف اسے قدر ہے کہ آسانی سے اسکا انتظام ہو سکتا تھا اور رفتار معقول درجہ تک تیز تھی۔

سب پہلا غواصی جہاز جس کے مفصل حالات ہلوگوں کو معلوم ہوئے ہیں ڈیوڈ بشل ساکن کینٹ کا بنایا ہوا ہے جو جنگ خود مختاری امریکہ کے اوائل ایام میں تیار ہوا تھا۔ یہ جہاز کچھ زیرین حصہ کے اندر (ہولڈ) میں پانی لا کر اور کچھ بالائی اسکیرلو سے غرق کیا گیا۔ لیکن اسکیرلو ہل بیٹھنے کوں کے اوپر رکھا گیا تھا نہ کہ نیچے اور مغروق جہاز عمق میں چلائیکے لئے مستعمل ہوتا تھا۔ اور حرکت اس اسکیرلو کے ذریعہ سے ہوتی تھی جو جہاز کے آخری زیرین حصہ میں ہوتا ہے۔ ابتدا میں مانتہ سے حرکت دی جاتی تھی پشنل لے ارادہ کیا تھا کہ اس کی یہ کشتی جنگ کے کاموں میں مستعمل ہوا اور ایک تار پیڈو (آلہ جہاز شکن) سے لگا دیا جائے کہ جب کسی دشمن کا سامنا ہو تو اس چھوٹی کشتی کے اندر سے اسکیرلو گھما کر مخالف جہاز کے تہہ میں پہنچ جائے۔

اسکر دگھمانے سے تار پیڈو کے اندر چند کلین جیسے کہ دہرم گمری میز ہوتے ہیں گھومنے لگتی تھیں اور بعد تھوڑے وقفہ کے ایک پستول چھوٹتا تھا اور اس کے بعد ہی دہماکے کی آواز ہوتی تھی۔ پشنل کی کشتیوں کو

”اگر مکن ٹر ٹر“ کہتے تھے ہر شتی پر ایک آدمی رہتا تھا اور تیس منٹ تک غوطہ لگاتا تھا۔ اگر بڑی جہازوں کو اس سے خفیف صدمہ پہونچا چنانچہ دہمہ ششہ بہت تھک سکتا ہے۔ اسی طرح شتیوں پر ہمارے جنگی کشتیوں کے مقابلہ میں دیر کا دیر پہونچا بھی گئی تھی۔ لیکن بظاہر بد انتظامی سے ان میں سے ایک نے بھی اسپتال میں لے کر نہیں لے گئی۔

اس میں تھوڑا سا کٹ سے کہ رابرٹ فلٹن نے خاص خاص اصول نشل کے اخذ کئے۔ پھر اسے سولہ من ایک جہاز بنایا جس کا نام ”ٹائی لس“ رکھا۔ اسی آزمائش کے بعد کاسیائی کے ساتھ دریائے راون۔ ماور۔ اور برسٹین کی لگی اوس کشتی میں تین چار آدمی بیٹھے تھے اور ستول اور بادبان بھی لگے ہوئے تھے۔ غوطہ لگاتا ہوتا تھا تو ستول اور بادبان نیچے کر دیے جاتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ غوطہ اوس وقت ہوتا تھا جبکہ بائی کی مقدار کل کے ذریعہ سے گنا دیکھائی جاتی تھی۔ اسی جہاز کو تانبے کے ایک گولے کے ذریعہ سے اندھ ہوا پہونچائی جاتی تھی۔ اس گولے کے ایک خالی مقام میں ہوا بھری رہتی تھی اور چاروں اطراف بہت مضبوطی سے بندش تھی۔ فلٹن نے کئی پرانی کوٹھڑوں سے لے کر کے ڈھانچوں میں تار پیڈولگا کر اسے لیگز گورنمنٹ فرانس نے اس کی زیادہ قدر دانی نہ کی جس سے اسکی ہمت بڑھتی اگرچہ اوسنے اپنی اول کی کشتیوں میں بہت ترقی کی اور ایک ایسی کشتی تیار کی جس میں آٹھ آدمی معدا سباب ضروری کے جو میں روزنٹ

کام دے بیٹھ سکین اور جو بھالہ سوٹ پانی کے زور کے ٹھکے سنٹ
 آبن جسے اس کشتی کو دیکھا ہے بیان کرتا ہے کہ کیسی ہی گھرائی ہو اس کشتی
 کو ایسے طور سے اندرون آب رکھ سکتے ہیں کہ سطح آب کے موافق ہو اور
 اندر ہی اندر فی گھنٹہ ڈیڑھ میل چلا سکے تین سگنڈا مین فلٹن نے عرفاً
 اپنا نام نر انسر رکھا اور انگلستان پہونچا۔ یہاں وہ پہرا اپنے تجربات
 میں نوکامیاب ہوا مگر گورنمنٹ اس کے ایجا کردہ طریقہ پر عمل اور
 نہونی سگنڈا مین اس کی ایک کشتی کے جزیرہ کی لفٹنٹ ولیمر بائسن
 آر ایم۔ اے تھی ایک دوستوں جہاز کو قریب مقام ڈاکٹر کے سربراہی آ
 اور مسٹر پٹ کے روبرو ڈاڑیا۔ لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ کیا صرف اسقدر
 کہ اس تجربہ میں جسقدر خرچ ہوا تھا اس کی ذمہ داری خود کی جس میں ضر
 گھڑی کے مانند جو کل لگی ہوئی تھی اس کی قیمت ۵۳۳ پونڈ ۱۳ شلنگ
 ۶ پینس ہوئے جو حساب پندرہ روپیہ فی پونڈ کے تقریباً ۲۲۹ روپیہ ہوئی
 ہیں اس بل پر جو جبکہ محض اس کی تسلی و اطمینان کیلئے ۶۵۳ پونڈ۔
 ۱۸ شلنگ ۶ پینس کی زائد رقم دی گئی۔ سگنڈا مین فلٹن بہت مایوس ہو کر
 امریکہ واپس گیا۔ لیکن اپنی موت تک برابر بھی خیال اس کے دلمین تسلی
 بخش رنار بالاغ اس کا ایجا کردہ جہازنگلی کاموں میں استعمال ہوگا
 سگنڈا مین جو اس کے مرنیکے دن تھے وہ ایک کلاں جہاز غواصی
 کے بنائے میں مصروف تھا جس کا نام میوٹ رکھا تھا۔ اس جہاز کے

بناتے وقت فلٹن نے تار پید و مین لگانیکا خیال ترک کر دیا تھا۔ بلکہ بجائے اسکے صرف ایک سو گھوڑی کے قوت دی تھی جس سے اندرون آب آسانی سے چل سکتا تھا۔ اس جہاز کی کلائی کا کیتھڈر اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسکو صرف ڈیکیلین مین سو آدمیوں کی ضرورت ہوئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نیولین نے مسر کو سین کو ایک جہاز نامی ٹالس نمونہ کا مگر اس سے عمدہ اور بڑا بنا نیکو مامور کیا۔

فلٹن کے انتقال کے تھوڑی دنوں بعد انگریزی بحری فوج کے ایک افسر نے ایک کشتی بنائی جو بحفاظت تمام میس فٹ نیچے اندرون آب جاتی تھی لیکن فنڈ کے نہونے سے وہ اپنے تجربہ کو بڑا نہ سکا۔ اس کے بعد اورو سلسلہ اوقات جالس نے اپنی تعجب انگیز کشتی بنائی۔ جالس ایک مشہور چور ہے جسے تجویز کیا تھا کہ سنٹ ہلنا سے نیولین کو جہاز غواصی مین بٹھلا کر بھگا لیجنا چاہئے یہ جہاز بشل اور فلٹن کے نمونہ پر سو فیٹ لمبا تھا۔ اس نے اپنی الو العزمی اور دانائی کا پہلے ہی ثبوت پہنچا دیا تھا۔ اور شہنشاہ کے بہت سے لواحقین اور اعزائے اس امر کی کوشش کی تھی کہ کبھی طرح اوس کی محنت و کوشش سر نہ ہو۔ ایک مرتبہ جب وہ حسب ہدایت انگریزی افسران بحری کچھ اپنا تجربہ دکھلا رہا تھا تو اسکی ایک چھوٹی مفروق کشتی کسی دوسرے جہازی لشکر کے رسون مین بطرح پھنس گئی۔ جالس نے آہستہ اور اطمینان سے جب سے گھڑی نکالی اور اپنے مددگار سے

کہ اگر رسیوں سے کشتی کو نجات نہیں ملتی تو ڈامائی منٹ بین ہم سب فنا ہو جائیگی
چنانچہ جالسٹن کے دلی اطمینان اور جمعیت خاطر کے بدولت ڈامائی کشتی کے رسوں سے
نجات پائی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس دل چالاک الوالعزم نے نیپولین کی
رہائی کا پورا اور معقول بندوبست کر لیا۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر پوری طور سے
کامیابی ہو گئی تو بے انتہا رقم انعام دی جائیگی۔ چنانچہ آئیے اس موجب کو
چالیس ہزار پونڈ اس روز ملنے کو تھے جبکہ وہ سمندر پر آمادہ کار روانہ
پایا جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے جس روز اس کشتی میں تیار یان ہو رہی تھیں اور
تا بنے کا گولہ یعنی ہوا خانہ لگایا جا رہا تھا اوسے روز نیپولین کے موت کی خبر
آئی اور یہ واقعہ جو آئندہ ایک زبردست تاریخی معاملہ ہوتا اس حسرت کی
سے ختم ہو گیا۔ بعد اس کے جالسٹن نے ایک دوسرے خواص کشتی دریافت
ٹیمس میں دکھائی۔ یہ کشتی کمیٹی سپانڈ کی طرف سے بمقابلہ بیڑہ جہازات
فرانسیسی جنس کیڈز کی ناکہ بندی کر دی تھی تیار ہوئی تھی۔ لیکن تجویز ہی
محدود رہی کارروائی میں ناکامی ہوئی۔

تقریباً سالہ میں ایک فرانسیسی بحری افسر مہر بی بہ مانٹ گیری نے
بشنل اور فلٹن کے نمونہ پر ایک جہاز بنایا جس کا نام "اویسز" رکھا گیا
یعنی ناپید جہاز رکھا۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے اس جہاز کا نام ناپید رکھا
کیونکہ جب ضرورت ہوتی ہے تو ناپید کیا جاسکتا ہے باقی اور وقت میں
یہ جہاز مثل دوسرے جہازوں کے بذریعہ کل یا بادبان سطح آب پر

کام کرتا ہے۔ اس کی تیز رفتاری دھانی کشتی سے بھی زیادہ ہو جائیگی۔ آخری نمونہ جو مین نے پیش کیا وہ ۸۶ فٹ لمبا ۲۳ فٹ چوڑا اور ۱۴ فٹ گہرا تھا۔ علی العموم یہ خیال ہے کہ جہاز غواضی کیلئے لکڑی سے زیادہ لوہا کا آمادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں پانی نفوذ نہیں کرتا ہے اور اسی جسامت کے ساتھ اندرونی وسعت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ میرے اس نمونے کا بالائی حصہ زیرین حصہ کے مانند ہی صرف کیتھڈر زیادہ چھٹا ہی۔ اس میں دو دروازے منزل میں جلنیکے لئے ہیں اور دستول و بادبان ہیں آگے کی طرف بادبان لگانیکا ایک ڈنڈا دو چھوٹے بڑے دستول ہیں جس پر چب یعنی بڑا بادبان اور چھوٹے بڑے دو بادبان اور چار چھوٹے بادبان ہیں بادبان کا بڑا ڈنڈا جہاز میں اندر کی طرف ہیں اور دستول چولون پر لگائے گئے ہیں جب جہاز کو غرق کرنا ہوا تو یہ سب وسط تختہ پر گرا دی جاتی ہیں۔ اس جہاز میں صرف ایک ہی تختہ (صحن) تھا اور کول کے کئی حصے اس کے دیکھتے تھے تاکہ گولہ بارود وغیرہ ایک حصہ میں اور غرق کرنے کے لئے پانی دوسرے حصہ میں جمع رکھیں یہاں تک تخریر ہو جاتا کی ہے۔ اس جہاز کو بذریعہ بخارات کے پانی میں ڈھکیلا تھا۔ مانٹ گیر لیمبا کو تو دعویٰ تھا کہ جب جہاز بالکل غرق ہو جائیگا تب اسکو وہ آسانی سے چلا سکیں گے۔ مگر مجتمع بخارات کے استعمال میں جو اسکو وقت واقع ہوئی اگر سے اگلی کوششیں بیکار ہو گئیں۔ اسے نہ اسکو استعمال کیا اور نہ پتواری کام لیا بلکہ ایک اختراع جدید سے کام لیا جس کے نسبت ۱۸۶۰ میں ایک شخص

مارٹن وڈ نامی نے کچھ لکھا تھا۔ یہ ایک محرومی کی جہاز کے آخری دن بال میں لگا ہوا تھا۔ اس آلہ کے پہلو جہازی دن بال کے پاس سے گول ہو جائے ہیں اور بال کا پہلو دو سطحوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور گویا ایک زاویہ متفرجہ بن جاتا ہے۔ جب ان سطحوں سے پانی نکلتا ہے تو جہاز کے بڑھتا ہے۔ ٹانٹا گیری میں اوپر کے سکان کے استعمال کی تجویز کی تاکہ غرق ہونیکے حالات میں اس سے جہاز رانی میں مدد لیجائے۔ اس کے سوا ایک ہوا کا ذخیرہ بنایا جیسوں سولہ گیسٹ کیلئے ہوا موجود رہے اور ایک گنبد بھی تھا جیسوں جابجا اس الزام کے طاقتور بنے ہوئے تھے کہ دو بے وقت اسکو بند کر لیتے تھے اور نکلنے دھت کھول دیتے تھے۔ جہاز میں مجموعاً ۱۱۹۷ افراد مع ملازم تھے اور جنگی اسکو میں چار کولمبیا و ۱۰۰ اراکٹ اور ۱۰۰ اسمال مائن۔ اور ایک کل اسٹیم انجن کے پینٹکے کیلئے تھی اس قسم کا ایک خفیف و ضعیف ثبوت ملتا ہے کہ اسی جہاز کے چند خصوصیات سے ایم جیلوس وارن کو پہلے پہل خیال ہوا کہ اپنا دماغی جوہر دکھلاوین جسکو انہوں نے زیر عنوان "تیس ہزار میل انڈر آب" بہت زور شور سے لکھا ہے۔ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو یہ بات بے تحلف کہی جاسکتی ہے کہ ایم وارن کا پاکٹ خود کپتان مانٹ گیری کے پاکٹ سے بہت زیادہ روپوں پر کیا گیا۔

مانٹ گیری کے بعد بیس برس تک غواصی جہاز کے متعلق بہت کم لکھا پڑا گیا۔ اس کے بعد جیسے کی قدر شہرت کے سات اس کا تجزیہ کیا

وہ مشہور اسکاٹ رسل متوفی میں جنھوں نے جنگ کیریمیا میں آزمائش کی تھی۔ انھوں نے ایک غواصی کشتی بنائی جسکے اخراجات کیلئے گورنمنٹ وقت کے سات ہزار پونڈ دئے مگر اس خرچ سے کوئی اعلیٰ نتیجہ ظہور پذیر نہوا۔ مگر امریکہ کے جنگ وراثت صرف تجویز ہی نہیں ہونی بلکہ کشتیاں بنانی لگیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں مستعمل ہوئیں۔ چنانچہ ایک مغربی کشتی نے ایک جنگی جہاز قدر ل کو اڑا دیا لیکن اس اڑانے سے وہ خود بھی اڑ گئی۔ اس واقعہ کے بعد برسوں اس فن کے موجدوں میں سکوت رہا اور آزمائش نہ کی گئی۔ بعد درسیوں نے اسکو پھر از سر نو شروع کیا۔ انھوں نے بہت سے کشتیوں کی آزمائش کی اور بالآخر اس فن خاص کی بہت سی کشتیاں تیار کیں مگر تخمینہ اخراجات بہت ہی مشکوک بلکہ سراسر غلط ہے۔ غالباً ان میں سے اس وقت اب بہت کم باقی و صحیح عالم ہونگی حال میں غواصی کشتیاں مفصلہ ذیل لوگوں نے بنالیں۔

نارٹون گوہرٹ۔ گیرٹ۔ ویڈنگٹن۔ کیمل۔ والیش۔ ملک۔ زیدی۔ ہوگاڈ وغیرہ۔ یقین ہے کہ اگر بحری لڑائی کہیں جلد چھڑ گئی تو ان میں سے کئی قسم کی کشتیاں موقع جنگ میں پہنچیں گی۔

فرانس۔ روس۔ ترکی۔ یونان اسپین اور دو ایک اور بادشاہوں کے پاس اس قسم کی کشتیاں موجود ہیں یا تیار ہونیکو حکم ہوا ہے۔ اور اگرچہ جو تجربہ اس ملک (انگلینڈ) میں دکھلایا گیا اس سے بمشکل یہ نتیجہ

کہ اگر رسیوں سے کشتی کو نجات نہیں ملتی تو ڈامائی منٹ میں ہم سب فنا ہو جائیگی
چنانچہ جالسن کے ملی اطمینان اور جمعیت خاطر کے بدولت اٹالی کشتی کے رسوں سے
نجات پائی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس دل چالاک والاعزم نے پیولین کی
رہائی کا پورا اور معقول بندوبست کر لیا۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر پوری طور سے
کامیابی ہو گئی تو بے انتہا رقم انعام دی جائیگی۔ چنانچہ آٹالی اس موجب کو
چالیس ہزار پونڈ اس روز ملنے کو تھے جبکہ وہ سمندر پر آمادہ کار روانہ
پایا جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے جس روز اس کشتی میں تیاریاں ہو رہی تھیں اور
تانے کا گولہ یعنی ہواخانہ لگایا جا رہا تھا اوسے روز پیولین کے موت کی خبر
آئی اور یہ واقعہ جو آئندہ ایک زبردست تاریخی معاملہ ہوتا اس حسرتناکی
سے ختم ہو گیا۔ بعد اس کے جالسن نے ایک دوسرے کشتی وریائے
ٹیمس میں دکھلائی۔ یہ کشتی کمیٹی سپانیہ کی طرف سے بمقابلہ بیڑہ جہازات
فرانسیسی جنس کیڈز کی ناکہ بندی کر دی تھی تیار ہوئی تھی۔ لیکن تجربہ ہی
محدود رہی کارروائی میں ناکامی ہوئی۔

تقریباً ۱۸۷۷ء میں ایک فرانسیسی بحری افسر نے بی بی مانت گیری نے
بشنل اور فلن کے نمونہ پر ایک جہاز بنایا جس کا نام "آویز نیل شپ" ہے
یعنی تاپید جہاز رکھا۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے اس جہاز کا نام تاپید رکھا
کیونکہ جب ضرورت ہوتی ہے تو تاپید کیا جاسکتا ہے۔ باقی اور وقت و تہیز
یہ جہاز مثل دوسرے جہازوں کے بذریعہ کل یا بادبان سطح آب پر

کام کرتا ہے۔ اس کی تیز رفتاری دکانی کشتی سے بھی زیادہ ہو جائیگی۔ آخری نمونہ جو مین نے پیش کیا وہ ۸۶ فٹ لمبا ۲۳ فٹ چوڑا اور ۱۴ فٹ گہرا تھا۔ علی العموم یہ خیال ہے کہ جہاز غواضی کیلئے لکڑی سے زیادہ لوہا کا رآمد ہوتا ہے کیونکہ اس میں پانی نفوذ نہیں کرتا ہے اور اسی جسامت کے ساتھ اندرونی وسعت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ میرے اس نمونے کا بالائی حصہ زیرین حصہ کے مانند ہی صرف کی قدر زیادہ چپٹا ہی۔ اس میں دو دروازے منزل میں جانیکے لئے ہیں اور دو مستول و بادبان ہیں آگے کی طرف بادبان لگانیکا ایک وڈا دو چھوٹے بڑے مستول ہیں جس پر رجب یعنی بڑا بادبان اور چھوٹے بڑے دو بادبان اور چار چھوٹے بادبان ہیں بادبان کا بڑا ڈنڈا جہاز میں اندر کی طرف ہیں اور مستول چولون پر لگائے گئے ہیں جب جہاز کو غرق کرنا ہوا تو یہ سب وسط تختہ پر گرا دیجاتی ہیں۔ اس جہاز میں صرف ایک ہی تختہ (صحن) تھا اور کول کے کئی حصے اس لئے کر دیئے تھے تاکہ گولہ بارود وغیرہ ایک حصہ میں اور غرق کر نیچے لئے پانی دوسرے حصہ میں جمع رکھیں یہاں تک تھوڑا سا موجود تھا کی ہے۔ اس جہاز کو ہذریعہ بخارات کے پانی میں ڈبکیلا تھا۔ ماٹ گیر لیباب کو تو دعوی تھا کہ جب جہاز بالکل غرق ہو جائیگا تب اسکو وہ آسانی سے چلا سکیں گے۔ مگر مجتمع بخارات کے استعمال میں جو اسکو وقت واقع ہوئی اگر سے انکی کوششیں بیکار ہو گئیں۔ اس نے نہ اسکو استعمال کیا اور نہ پتواریہ کام لیا بلکہ ایک اختراع جدید سے کام لیا جسکے نسبتاً ۱۷ میں ایک شخص

مارٹن وڈ نامی کے پٹھ لکھا تھا۔ یہ ایک محرومی آ کہ جہاز کے آخری دن بال میں لگا
ہوا تھا اس آ کہ پہلو جہاز میں دن بال کے پاس سے گول ہو جائے ہیں اور بال
کا پہلو دو سطحوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور گویا ایک زاویہ منفرجہ بن جاتا ہے۔
جب ان سطحوں سے پانی نکلتا ہے تو جہاز کے ٹہرتا ہے۔ مانٹ گیری
اوپر کے سکان کے استعمال کی تجویز کی تاکہ غرق ہونیکے حالت میں اس سے
جہاز رانی میں مدد لیجائے۔ اس کے سوا ایک ہوا کا ذخیرہ بنایا جس میں ہوا
گھٹنے کیلئے ہوا موجود رہے اور ایک گنبد بھی تھا جس میں جا بجا اس الزام
طافچر بنے ہوئے تھے کہ دو بتے وقت اسکو بند کر لیتے تھے اور نکلنے وقت
کھول دیتے تھے۔ جہاز میں مجموعاً ۹۲ افراد ملازم تھے اور جنگی اسکو میں
چار کو کلبیا د۔ ۱۰۰ اراکٹ اور ۱۰۰ اسلحہ مان۔ اور ایک کل اشیاء کی اشک
کے پھینکنے کیلئے تھی اس قسم کا ایک خفیف و ضعیف ثبوت ملتا ہے کہ اسی
جہاز کے چند خصوصیات سے ایم جیلوس وارن کو پہلے پہل خیال ہوا کہ اپنا
دماغی جوہر دکھلاوین جسکو انہوں نے زیر عنوان "تیس ہزار میل اندر
آب" بہت زور شور سے لکھا ہے۔ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو یہ بات
بے تکلف کہی جاسکتی ہے کہ ایم وارن کا پاکٹ خود کپتان مانٹ گیری
کے پاکٹ سے بہت زیادہ روپیوں پر کیا گیا۔

مانٹ گیری کے بعد بیس برس تک غواصی جہاز کے متعلق بہت کم
لکھا پڑا گیا اس کے بعد جسے کیس قدر شہرت کے ساتھ اس کا تجربہ کیا

وہ مسٹر جواسکاٹ رسل متوفی بین جنھوں نے جنگ کریمیا میں آزمائش کی تھی۔ انھوں نے ایک غواصی کشتی بنائی جسکے اخراجات کیلئے گورنمنٹ وقت کے سات ہزار پونڈ دئے مگر اس خرچ سے کوئی اعلیٰ نتیجہ ظہور پذیر نہوا۔ مگر امریکہ کے جنگ وراثت صرف تجویز ہی نہیں ہوئی بلکہ کشتیاں بنائی گئیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں مستعمل ہوئیں۔ چنانچہ ایک مغروق کشتی نے ایک جنگی جہاز قدرے لکڑا دیا لیکن اس اڑانے سے وہ خود بھی اڑ گئی۔ اس واقعہ کے بعد بیرون اس فن کے موجدوں میں سکوت رہا اور آزمائش نہ کی گئی۔ بعد دو سیوں نے اسکو پھر از سر نو شروع کیا۔ انھوں نے بہت سے کشتیوں کی آزمائش کی اور بالآخر اس فن خاص کی بہت سی کشتیاں تیار کیں مگر تخمینہ اخراجات بہت ہی مشکوک بلکہ سراسر غلط ہے۔ غالباً ان میں سے اس وقت اب بہت کم باقی و صحیح سالم ہو گئی۔ حال میں غواصی کشتیاں مفصلہ ذیل لوگوں نے بنالیں۔

نارڈن گو برٹ گیرٹ۔ ویڈنگٹن کیمبل وائش۔ ملک۔ زیدی ہوگاڈ وغیرہ۔ یقین ہے کہ اگر بحری لڑائی کہیں جلد چھڑ گئی تو ان میں سے کئی قسم کی کشتیاں موقع جنگ میں پہنچیں گی۔

فرانس۔ روس۔ ترکی۔ یونان۔ اسپین اور دو ایک اور بادشاہوں کے پاس اس قسم کی کشتیاں موجود ہیں یا تیار ہونیکو حکم ہوا ہے۔ اور اگرچہ جو تجربہ اس ملک (انگلینڈ) میں دکھایا گیا اس سے بمشکل یہ نتیجہ

اٹکل کتاب ہے کہ ان کشتیوں سے بحری جنگ میں تہہ و بالا ہوا جائیگا تاہم جن پاؤں ہون کے پاس ایسی کشتیاں اب تک نہیں ہیں وہ جلد یا دیر میں ضرور چند کشتیاں اپنے بیڑہ جہازات میں شامل کرینگے۔ بلکہ اگر یہ کشتیاں فی الحال کوئی اعلیٰ خدمت عمدہ طور سے پوری نہیں کر سکیں گی تاہم ان کی موجودگی سے اخلاقی عزت و عظمت کی ترقی ہوگی۔ قاعدے کی بات ہے کہ جس شے کو انسان آنکھوں سے نہیں دیکھتا (لیکن اوس کا خوفناک وجود مسلم ہوگا) تو ہر وقت ڈر کرتا رہتا ہے اور شہتہ ہونا کہ غواصی کشتی کا بندرگاہ میں خود ساحل پر موجود رہنا دشمن کی پہلے بہت سی تکلیف دہ خبر داری و ہوشیاری کا باعث ہوتا ہے۔ ورنہ بہت بڑے تکلف رہتا ہے اگرچہ آج کی غواصی کشتیاں اس تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچیں جو دارن کی خیالی ایجاد نو پورا کر دیا تھا تاہم وہ اپنی موجودہ حالت میں بھی اگر جنگی اسباب میں داخل کیجائے تو ایک دشمنی ہتھیار اسباب جنگ کی سمجھی جائیگی۔

شاید موجودہ زمانہ میں منجھ بہت سے غواصی کشتیوں کے نمونوں کے مشر مارٹن فیلڈ کی کشتیاں سب سے عمدہ ہیں۔ بعد بہت سے ابتدائی تجربوں کے اس ٹیکنام چٹلمپین نے اپنی کشتی کو جسکا نام "نمبر ۱" رکھا ہے مارچ ۱۹۱۷ء میں بحار و تیار کر کے کھڑی کر دیا۔ اس کشتی پر ۲۴ ٹن وزن تھا۔ یہ کشتی عام طور سے وائٹ ہڈ کے تار پیڈ و سے مشابہ تھی لیکن اوس کی کمان اور آخری حصہ چٹا ہوتا گیا تھا۔ اور پشت پر دو نوکدار ستاقر

جسامت ۱۲۳ فٹ طول چوڑائی اور گھمرائی ۱۲ فٹ تھی۔ اور انجن میں ایک ہزار گھوڑوں کی قوت رکھی گئی تھی۔ ڈبیرہ سوپوٹڈ کے وزنی بخار سے دو بڑے اور کثیر تعداد ملی والے بوالمر کے ذریعہ سے دو مرکب انجنوں میں قوت پہنچانی جاتی تھی جس سے حرکت وغیرہ ہوتی تھی اسکے سوا اور بہت سے انجن جہاز چلانے غرق کرنے پانی باہر اٹھنے گھٹانے اور پنکبہ چلانے کیلئے لگے ہوئے تھے۔ اس کشتی کی اب ایسی عام شہرت ہو گئی ہے جس سے اس کی زاید تفریح بیان کرنی غیر ضروری ہے۔ صرف اس قدر کافی ہے کہ ۱۶۰ ٹن کے وزن سے وہ سطح آب پر اس طرح تیرتی ہے جیسے کہ کرنی تاریخ کو کی کشتی ہو۔ دو چمنیان (دو دکش) جو اول اور آخر میں لگا گئی ہیں وہ درمیان میں معلوم ہوتی ہیں لیکن جب غرق ہونا ہوتا ہے تو ان کو سرنگوں کر دیتے ہیں۔ اور کھڑکیاں جو ک پر ہیں ان کو خوب کسک کر بند کر دیتے ہیں کہ پانی اندر نہ آ سکے اسی طرف سے وہ چمنیان نکالی جاتی ہیں۔ پانی کے اندر بخارات سے آگ بجھا دی جاتی ہے جو سوپوٹڈ تک رہنا کرتا ہے۔ اس وقت جو بخار نہایت گرم ہو جاتا ہے وہی تو سنہ محرک ہوتی ہے اور بوالمروں میں اس کی ایسی کافی مقدار رہتی ہے کہ بغیر آگ کے بینکس میل تک کشتی کو لیجا سکتے ہیں۔ کشتی غرق ہونے کے علی العموم دو اسباب ہیں ایک تو یہ کہ کشتیوں میں مخصوص ایسی کام کیلئے جو بنے رہتے ہیں ان حوضوں میں تقریباً ۲۳ ٹن پانی غرق کرنے کے لئے

باہر سے بھرا جاتا ہے اور آخرین دوسرا ذریعہ غرق یہ ہوتا ہے کہ کشتی کے پینڈے میں دو اسکرول لگے رہتے ہیں جنکو کام میں لانے سے جہاں تک مٹی ہو کشتی کو نیچے پانی میں لیجا سکتے ہیں۔ اس طریقے سے یہ فائدہ ہے کہ جب کشتی کو سطح آب پر لانا منظور ہے تو ان اسکرول کو دبا کر موقوف کر دینا چاہئے اگر کشتی پر اس قدر کم وزن ہو جس سے زاید کمی ناممکن ہو تو اس کی رفتار فی گھنٹہ ۱۵ میل ہو جائیگی۔ اور اگر اسکی چمپون کا بوجھ کچھ زیادہ ہوگا تو رفتار ۱۱ میل ہوگی۔ غرق ہونے کی حالت میں بمشکل ۴ میل چل سکتی ہے۔ اور چونکہ مغروق کشتی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کدھر جا رہی ہے اور کہاں جانا چاہیے۔ اسلئے پیچیدہ اور خاص مقاموں میں سوچا پاس گزرنے کے فاصلے پہنچ کر کشتی کے سطح آب پر نمودار ہوا کرتی ہے اور منزل مقصود کو کیپٹن بعد غور اور دیکھ بھال کے ڈوب کر چلتی ہے جنگلی سامان (جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے) اس کشتی پر ایک ٹل جو ٹوپ کے چلائے میں کام آتا ہے۔ چار تار پیٹھ۔ اور دو توپیں نارڈن فلٹ کی۔

دو چھوٹی کشتیاں ساختہ نارڈن فلٹ حسب نمونہ نمبر ۲ سلطان بوم نے خرید کی ہیں جسامت انکی حسب ذیل ہے طول ۷۰ فٹ عرض اور عمق ۱۲ فٹ اور ہر دو کا وزن ۱۶۰ ٹن۔ مٹی ۱۵۰۰ ٹن ایک کشتی ایک دفاعی جہاز کے نیچے سے جو سارا گلیوین کھڑا تھا بے تکلف نکل گئی۔ فردری ۱۵۰۰ ٹن ایک دوسرا تجربہ غلیج اسمد میں کیا گیا۔

صرف یہی نہیں کہ یہ کشتیان اکثر غرق گیلین اور پانی کے اندر عرصہ تک رہیں بلکہ پانی کے اندر ایک بغیر بھرا ہوا وانٹ ہڈ تار پیڈ و داغایہ تجربہ اس کے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کے سوا ایک شب کو کامیابی کے ساتھ ایک دھانی جہاز پر حملہ کیا۔ جس کے نیچے سے وہ غائب ہو کر پھر پاؤ میل کے فاصلہ پر نمودار ہوا۔ گورنمنٹ روس نے گورنمنٹ کے کشتیان پسند کی ہیں۔ یہ کشتیان بذریعہ قرن سکے جواس سکے ہارڈون بین مثل مچلی کے پیر کے لگی رہتی ہیں یا جھکے ہوئے تختوں سے جو کول کے باہر بند ہے رہتے ہیں غرق ہوا کرتی ہیں۔

فرانس نے حال میں ایک غواہی کشتی موسومہ جمہورک بمقام ٹون اتاری ہے۔ یہ کشتی ایم نریدی انجنیرانی حسب پسند امیر البحرابی وزیر بحری تیار کی بظاہر اسکی وضع وانٹ ہڈ تار پیڈ وکی سی ہے اور جہاز حسب ذیل۔ طول ۹۵ فٹ عرض اور عمق ۵ فٹ۔ ۱۱-انچہ۔ وزن بوقت غرق ۳۰ ٹن۔ بعض قسم کے تار پیڈ وکی طرح اس میں دو قسم کے چارپتو ہیں دو سطح پر اور دو بلندی پر۔ وزن کشتی بذریعہ حوض کے بہت آسانی سے حسب خواہش گھٹ بڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ ایک قومی پیچے حوض کے خالی یا بھرے کوڑکے ہوا ہے۔ اگر کشتی کو یکبارگی سطح پر لانا منظور ہے تو کیل پر سے ایک وزن نکال لیا جاتا ہے۔ قوت محرکہ برقی ہو جو مسٹر کرپ کا ایجاد ہے اور باٹر یون سے قوت دہ ہو پانی جاتی ہے۔

اس کشتی میں ایک خفیہ آلہ بھی بتلایا جاتا ہے جس سے کمانڈر یہ جان سکتا ہے کہ اس کی کشتی کس قدر تازہ آب پہنچی ہے۔ ایک تار پیڈ وہی ساتھ ساتھ لگے جب دشمن کا جہاز موقع پر آیا۔ تار پیڈ واو سین لگا دیا اور کشتی نیچے نیچے نکل گئی اور ہر وہ نکل اور یہ تار پیڈ وے بذریعہ برقی جہاز دشمن کو آڑا دیا۔

جنوٹ کشتی کی طرح کچھ ملتی جلتی ایک دوسری غواصی کشتی سیرل نامی ہے جو گورنمنٹ اسپین کیلئے بمقام لاگر اکا تیار ہوئی ہے۔ وزن ۷۷ ٹن طول ۷۰ فٹ۔ عرض ۸ فٹ ۵ انچ ہے اس کے انجن میں ٹینٹر گھوڑوں کی قوت رکھی گئی ہے۔ جہاز میں ہوا کی صفائی کیلئے کیمیاوی ترکیب کچھ ایسی مفید جاری ہوئی ہے کہ کہتے ہیں کہ بوقت ضرورت اس کشتی کو ۲ روز تک پانی کے اندر برابر رکھ سکتے ہیں۔

کیمبل ایش کی کشتی کسی گورنمنٹ نے پسند نہیں کی لیکن اس کی ترکیب اور اس کا خیال صحیح اور صاف ہے۔ کول کے پہلوؤں پر لوہے کے بیلن سلسلہ وار جمی ہوئے ہیں جب اس کشتی کو غرق کرنا ہوا تو وزن میں کمی کر دی گئی۔

ان بیلنوں کے اندر اس قدر اور گردشیں بیلن ہیں جو کل کے ذریعہ رکے یا لگائے جاتی ہیں جب رکے جاتے ہیں تو وزن کی زیادتی سے کشتی سطح آب پر تیرنے لگتی ہے اور جب نکال لی جاتی ہے تو بلحاظ کمی

وزن ڈوبنے لگتی ہے۔ مجموعہ قوت برقی حرکت کے باعث ہوتی ہے۔ اس کشتی کی آزمائش ڈسمبر ۱۸۸۷ء میں تلمیری کے گودمی میں کی گئی تھی۔ وہ غرق ہوئی اور بہت اطمینان کے موافق پھر نمودار ہوئی لیکن رفتار بہت کم تھی۔ دنا مارک کی بحری فوج کے لفٹنٹ ہوگا روڈ نے ایک غواصی کشتی ایجاد کی جسکا بیان مفصل مارچ گذشتہ میں نیول آرکیٹکس کے انسٹیٹوشن میں پیش کیا۔ اسکی کشتی چھلی نا بالائی عمارت پنجی طول ۱۲۲ فٹ عرض ۱۱ فٹ ۶ انچ عمق ۱۲ فٹ۔ بالائی عمارت کے اوپر دو نوکدار منار میٹین ہر ایک ۱ فٹ ۳ انچ بلند۔ وزن ۱۷ اٹن مگر جب بالکل غرق ہو ۱۹۶ ٹن۔ پانی میں ڈوبنے کا وہی طریقہ ہے جیسا کہ نارڈن فلٹ کا۔ لیکن آگہ مغرق صرف ایک ہی ہے جو وسط جہاز میں قائم کیا گیا ہے۔ معمولی بخارات سے غرق عمل میں آتی تھیں انجن میں چھ سو گھوڑوں کی قوت ہے۔ اور بولمر میں ۱۲۵ پونڈ کا وزنی بخار محرک قوت ہے۔ بولمر معمولی قسم کے تارپیڈو کی کشتی کا انجن ہے۔

ایک دو دکش اور ایک روشن دان بھی لگا ہوا ہے اور جب غرق ہونا ہوتا ہے تو ان کو بورڈ پر جھکا لیتے ہیں اور حالت غرق میں وکٹوریا الکٹرک موٹر (قوت برقی) سے حرکت دیکر جاتی ہے جس میں ۳۵ گھوڑوں کی قوت حسب حیثیت آگہ محرک رہتی ہے۔ یہ کشتی اندرون آب اسی توت سے چھ گھنٹوں میں ساڑھے پانچ میل چلتی ہے۔ بالائی آگہ محرک میں بھی پانچ گھوڑوں کی برقی قوت ہوتی ہے جو ایک چھوٹے پمپ کا کام دیتا ہے

اس آل کی حرکت بالائی پتوار اور عرض سے ہوتی ہے جسمین پانی بھر جانے سے بالائی عمارت فرش پر آ رہتی ہے اور صرف چند ہندروٹ ڈون (وزن) رہ جاتا ہے۔ ڈوبنے کی حالت میں اندرونی ہوا کا رگونک ایسڈ کے کیمیاوی نتیجے اور اکسیجن کے ملانے سے ہوتی ہے اور یہ کیمیاوی اجزاء بہت قوت پہنچانے سے قائم رہ سکتا ہے۔ اسلحہ جنگی میں دو وائٹ ہڈ میں جو مفرقہ نلون سے داغی جاتی ہیں۔

مسٹر جے۔ ایف ویڈنگٹن کی تیار پید کی کشتی جو برقی قوت سے غرق ہوتی ہے۔ ۳۷ فٹ لمبی، ۶ فٹ ۶ انچ چوڑی، ۶ اندرون آب دس گھنٹے میں ۸ میل رفتار ہوتی ہے جبکہ ہوائی فن (بازو) اور بالائی آلہ محرک سے غرق ہوتی ہے۔ اس میں دو قسم کے چار پتوار ہیں۔ ہوا میں اس قدر قوت رکھی گئی ہے کہ دو آدمیوں کو چھ گھنٹہ تک آرام رکھ سکے۔ دونوں جانب دو کمروں میں مرکب ہوا بھری رہتی تھی۔ دو خانہ کشتی تیار پید کی اس کشتی کے آخر میں لگی ہوئی ہیں لیکن حسب مرضی انکو اندر سے علیحدہ کر سکتے ہیں۔ ایک غواصی توپ (ماٹن) جو برقی قوت سے داغی جاتی ہے ہمراہ ہے۔ سب بڑا فائدہ جو اس میں سمجھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اسکو معمولی چھوٹی کشتیوں کی طرح جنگی جہاز کے پاس بوجہ اس کے مختصر قوت کے لیجا سکتے ہیں۔

جو کشتی جرمنی میں چند ہی دن گزرے کہ تیار ہوئی اس کی پوری کیفیت

معلوم نہیں ہوئی تاہم جہاننگ معلوم ہے یہ ہر کہ وہ کشتی ۱۱۴ فٹ لمبی
نارڈن فلٹ کے نمونہ پر بنی ہے دو تار پیڈو تین میگ ایوانی توپین
اور ایک جلد جلد و غنے والی توپ سے مسلح ہے اور سطح آب پر بارہ گھڑ
میں دو سو میل بذریعہ بخارات چل سکتی ہے۔

سلطنت متحدہ امریکہ کے صیغہ بحری سے نومبر ۱۸۸۶ء میں ایک کشتی
جاری ہوئی جس میں ایک سفید اندرون آب تار پیڈو کی ضرورت بتلائی
گئی تھی اور چند ضروری غانہ پری بھی کرنی تھی اور ایسی کشتی بنانے والوں
کو درخواست دینے کا حکم بھی تھا۔ اس کشتی میں صاف صاف ضرورت
کا اظہار ہوا تھا اور ان سخت مشکلات کا بیان بھی بطور احسن کر دیا گیا تھا
جو فلٹن کے شروع زمانہ سے کل موجودوں کو انک پیش آئے تھے مقدم
اوصاف یہ مطلوب تھے کہ حسب خواہش تیز رفتاری ہو۔ سمت روانگی کی
تحقیق رہی۔ نظروں سے غائب رہی دشمن کے حملہ آتشین سے بچا ہو۔
اور اگر عرصہ تک ڈوبے رہنا محقق سمت روانگی کے ساتھ ممکن نہ ہو تو
حسب موقع فوراً غرق ہو جائے۔ میں تکلف نہ ہے۔ کم سے کم فی گھنٹہ
پندرہ میل سطح آب پر وہ کشتی چل سکے اور ۱۲ میل جب اسباب انکار لیا جا
اور آٹھ میل جب غرق ہو۔ یہ بھی ہو کہ پوری تیزی کے ساتھ تین گھنٹے
تک سطح آب پر اور کم سے کم اسی تیزی سے دو گھنٹے تک زیر آبی ہو سکے
اور کم سے کم نو گھنٹہ کیلئے دانہ پانی رکھ سکے۔ اور بلحاظ حرکت فوجی اس کشتی

یہ قوت ہو کہ جب وہ پوری تیزی سے دوڑ رہی ہو تو حکم ہوتے ہی وہ دائرہ بنا سکے ایسا کہ اوس کا قطر کشتی کے چوگنہ طوالت سے زیادہ ہو اور یہ عمل بغیر انجن کی تبدیلی کے ہو۔ اور جب کشتی زیر آب اسی قوت سے جا رہی ہو تو سطح آب کے سمت کو تبدیل کر کے تیس سکند (دقیقہ) میں زیرین آب ہو جائے غرق کر کے کیلئے جبکہ سامان کی ضرورت ہے وہ ہر وقت کافی تعداد و مقدار میں موجود اور کارروائی کیلئے تیار رکھنا چاہئے۔ اور جو قوت غرق ہونے کی حالت میں ضروری ہیں ان کی تبدیلی اور از سر نو استعمال فوراً ہونا چاہئے۔ اور جب کشتی ساکن ہو تو محفوظ حالت کے ساتھ حسب خواہش عمق میں ہونی چاہئے۔ اور یہ صفت کشتی کے بوجھ کی کمی بیشی پر منحصر نہ ہونا چاہئے بلکہ اس کے اسباب اور ہی ذریعہ سے ہون مضبوطی ہر حالت میں اچھی طرح ہونی چاہئے اور چاہئے سطح آب پر مویا غرق لیکن ہمیشہ وزن احتیاطاً کچھ لگا رکھنا چاہئے ورنہ ایکہ اجتماع قوت کیلئے کشتی بالکل تک نہ ہونچانی جائے ساخت کی مضبوطی ایسی ہونی چاہئے کہ پانی کے زور سے جبکہ دیرہ سو فٹ نیچے ہو کچھ نقصان نہ پہنچے زار پٹہ کے لگائے تین تیزی۔ زد کا صحیح اندازہ۔ اور خطرات سے بچاؤ ہونا چاہئے کشتی میں کوئی ذریعہ ایسا بھی ہونا چاہئے کہ کانڈر اس کو جبرجہ کرنا ہو دیکھ سکے جبکہ وہ پانی پر ہو اور ہر حالت میں اوزار ہتھیار کے صحت کا لقیز رہے۔ ہوا صاف ہوتی رہے کہ کم سے کم بارہ گفٹہ غرق آب ہیز

مقیاس الحرات ساختہ فہرن ہیٹ سو درجہ سیڑی پر موانعات فراحت سے مخلصی کے تدبیر کی جائے۔ کیپڑ اور دلدل سے کشتی اپنی قوت سے علم و ہوش ضرورت یا خواہش سے زیادہ عمیق پانی میں جانے سے بذریعہ کل کے خود رکے۔ اندرونی روشنی کی بجائے مصیبت کے وقت اہل جہاز کو بھاگ جانے کا موقع ہو اور اشیاء پر چھیدہ سے جو راہ میں ٹائل ہوں اس سے چھٹکارا ہو۔ مقدار وزن بحالت غرق زائد از دو سو ٹن نہ ہو مگر وہ ۹۰ ٹن وزن کو سب پر ترجیح ہے۔

اس کشتی کے جواب میں یا یون سمجھے کہ بے انتہا ضروریات ظاہر کردہ کو پورا کرنے کیلئے لفٹ ہوگا رڈے ایک کشتی بنائی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ امریکہ کے موجدوں نے دو اور کشتیاں بطور نمونہ پیش کیں۔ ان میں سے ایک ٹائرڈن فلٹ کے نمونہ پر مبنی اور دوسری مسٹر جے پی ٹالینڈ کی بنائی ہوئی تھی۔ اور نیویارک کے ٹائیلس تارپیڈو بوٹ کمپنی سے متعلق تھی۔ اس کشتی کے نسبت بڑے بڑے مبالغہ آمیز تجربہ کار اخباروں میں لکھی گئی تھیں۔ اسکے پرہیز سے ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ ایم جیولس وارن نے جو خوب دیکھا تھا اس سے بھی زیادہ تکمیل ہو گئی۔ اور یہ بھی یقین ہوگا کہ یہ کشتی آئندہ جنگی کاموں میں مدد دے گی۔ لیکن بنیاد کثرت شرائط کشتی میں دو حصہ ہیں۔ پہلی شرائط نہیں کی گئی۔ اگرچہ ساخت میں بہت کچھ تیز فہمی اور لیاقت خرچ کی گئی اس کی جسامت حسب ذیل تھی طول ۵۸ فٹ عرض ۱۰۶ فٹ

وزن سطح آب پورہ ۹ ٹن اور غرق ہوئے پورہ ۱۲۰ ٹن۔ کول فولاد کا اور کپڑا
سہ گنہ وسعت کا جسمین صرف ایک کل لگی تھی۔ اور پیٹرولیم ایندھن میں
کام آتا تھا۔ اسلحہ میں ایک بادی مغروق نل اور سطح آب پر آٹھ انچہ کی
ٹوپ تھی۔ بالائی پتوار کے ذریعہ سے غرقی ممکن تھی۔ سطح آب پر تیز رفتاری
چودہ میل اور اندرون آب چھ سے بارہ میل تک جیسا کہ ڈوبنے میں عرصہ
بڑی وقت جو مغروق کشتی کے متعلق اتناک ہوئی وہ یہ ہے کہ سمت
بدانگی کی طرف بحالت غرق النسان دیکھ نہیں سکتا اور نہیں جانتا کہ کدھر جا رہا
ہے۔ اس وقت کو صرف جمنوٹ لے دو کر دیا تھا۔ مغروق کشتی کا ناخدا
بعینہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ لندن میں کھری کی حالت میں کوئی ناواقف
اجنبی۔ سطح آب سے تھوڑا سی نیچے تاریک معلوم ہوتا ہے اور اکثر چھپ چھپاتی
پین مثل کوئین کے بہت تاریکی رہتی ہے اسلئے ضرور ہو کہ صحت اور اطراف
وجوہ میں گئے جانے یا موقع سے گھومنے کیلئے بار بار سطح آب پر آنا ہو۔
لیکن یہ بار بار کا سطح آب پر آنا اس موقع کے پانی وغیرہ پر منحصر ہے لیکن
جہاں پانی بہت سا ہو اور کشتی دوڑ رہی ہو وہاں بار بار جب ضرورت
ہوگی تو قیام اندرون آب بہت ہی مختصر رہیگا۔ غالباً ہر حالت میں یہ
امر عقلمندی سے دوسرے سمجھا جائیگا۔ کہ بغیر سمت روانگی سمجھی ہوئی دیا نہیں
تک اندرون آب حرکت ہو چوٹی فولادی کشتیوں جو کل سے بھری ہو اور
خامکر وہ کشتیاں جنہیں برقی اوزار مرتب ہوں کمپاس پر ایک لمحہ ہی اعتبار

نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کشتی کے ناخدا کو اپنی آنکھوں سے سمت دیکھنا پڑیگا۔ اور اسی پر اسے بھروسہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اور مالیتوں میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ وسط جہاز ہی میں کیونٹ بیٹھا ہو۔ اس ضروری فرنگداشت کا حال اب ایسا عالمگیر بن گیا ہے کہ موجدوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ کوئی کشتی یہی نہیں بنانی چاہی جو متواتر عرصہ تک اندرون آب سفر کرے بلکہ زیادہ عرصہ تک غوطہ لگا بیوا لیکر طرف خیال رجوع ہو اور شاید اس طریقہ سے وہ بمقابلہ کچھ زیادہ کامیاب ہوں۔

تاریخ و کشتیوں کے غرق کرنے میں جو خطرات ہیں ابھی انکی اچھی طرح نتیجہ نہیں ہوئی۔ مثلاً جب مفروق کشتی سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بڑا تار پیڈ وچھوڑا جائے تو اس کے اڑنے سے اس کشتی پر کیا اثر ہوگا۔ آج تک اسکی تصریح اور نتیجہ کامل نہیں ہوئی۔ ڈیوک آف اوڈنبرگ نے نائل یونائیٹڈ سروس انسٹیٹیوشن کے ایک جلسہ میں نارڈن فلٹ کشتی کے نسبت بیان کیا کہ میری رائے میں اس قسم کے کارروائی سے نتیجہ بہت خطرناک ہوگا۔ فرانسیسی بحری صیغہ کے لفٹنٹ ویل کی بھی یہی رائے معلوم ہوئی ہے۔ اسبطح یہ بھی نہیں معلوم کہ اگر کسی ذخانی جہاز سے کسی مفروق کشتی کو صدمہ پہونچے تو مفروق کشتی کما تک بیکار ہو جائیگی اور صدمہ کی نوعیت بلحاظ بیکاری کشتی مفروق کما تک ہے کچھ دین جو غوطہ لگانے سے جو خطرات متصور تھے وہ کچھ کچھ تو ظاہر ہو چلے جب مقام تبری یژ

کیمبل ایش کشتی کا تجربہ ہو رہا تھا تو وہ داک (گودی) کی تہہ کے کچھ پڑین پھنس گئی۔ اور جو لوگ بورڈ پر تھے انکو معلوم ہوا کہ میلنوں میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اپنے زور وں پہم سطح آتے نمودار ہو سکے۔ مگر میری محنت و جانفشانی سے یہ نتیجہ تمام کو پہونچا۔ اور اس مشقت کا اثر تمام اہل جہاز پر ہوا کہ ان میں سے ایک شخص نے جس پر زیادہ محنت پڑی تھیں آئندہ کبھی تہ آب جانے سے انکار کیا۔

جدید غواصی کشتیاں بہت تیزی سے پانی کے نیچے نہیں چلتیں اور نہ عرصہ تک غرق رہ سکتی ہیں۔ نہ تو ڈونگیوں کی طرح جلد جلد بھاگتی ہیں اور نہ اس میں اہل جہاز کیلئے عمدہ مکان بن سکتے ہیں۔ بلکہ مشکلات اسکے ایسی کشتیوں کی حرکت نہایت سست اور غوطہ نہایت مختصر اور بورڈ پر کے لوگوں کیلئے نہایت غیر مطمئن اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ تاہم یہ سب دقیقین رفتہ رفتہ مٹ جائیں اور یہ غواصی کشتیاں معمولی پر آب جہازوں سے جنگی کاموں میں کچھ زیادہ خطرناک اور ناپسند ثابت ہوں لیکن یہ زمانہ ہنوز نہیں پہونچا۔ اس وقت تو غواصی کشتیاں جو سب سے عمدہ ہیں وہ نہایت ناقص ہیں۔ اور بظاہر اسکی قدر منزلت کچھ زمانہ

تک کارآمد ہو سکیں بہ نسبت اخلاقی لحاظ

زیادہ ہو سکتی ہے۔

اُصولِ قانون

اصطلاحاً قانون کے معنی ہیں۔ واقعات کا باقاعدہ تواثر جو کسی ایسے قاعدہ کا محکوم ہو جس کا مخرج کوئی ایسی طاقت یا وسیلہ یا شرط ہو جس پر اوس تواثر کا انحصار ہو۔

اس مفہوم کا سرسری تصور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے قواعد کا عام مجموعہ جو جماعت انتظامی کسی سوسائٹی کے ارکان کیلئے جاری کرتی ہو اور جنکی عموماً متابعت کیجاتی ہے۔ جماعت انتظامی کا یہ خاصہ ہے کہ نسبت اور انسانی جماعتوں کے وہ کسی تمیز سے محسوس ہونیکے لائق ہو۔ اوس کے اختیارات حکمرانی غیر محدود ہوتے ہیں۔ اور اون کے احکام کی تعمیل اپنی مارکان پر فرض ہوتی ہے۔ وہی احکام قانون کے نام سے موسوم ہیں اس لفظ میں جماعت انتظامی کے وہ احکام جو اشتہار کی شکل میں ہوتے ہیں نہیں شامل ہیں۔ کیونکہ ان کی تعمیل جبراً نہیں کرانی جاسکتی یہ طبع اتفاقہ اور مخصوصہ احکام تعریف لفظ قانون میں داخل نہیں ہیں۔ قانون ہونے کیلئے یہ ضرور ہے کہ اوس میں عمومیت کا تصور بھی ہو۔ اس قسم کے احکام جو عدالتہائے قانونی کے معرفت صادر ہوں قانون نہیں ہیں مگر اون کا عمل لفظ قانون میں شامل ہے۔ احکام کے ایسے نتائج جو ماقبل سوچ لئے گئے ہوں اپنی عمومیت کیوجہ سے قانون ہو سکتے ہیں۔

جماعت انتظامی کے مجموعہ اختیارات کو حکومت کہتے ہیں۔ مختلف اقسام کے قانون کی نسبت یہ خیال کیا گیا ہے کہ ان میں مابہ تضاد ہی لیکن ایسا ناممکن ہے اس لئے کہ اگر حقیقت میں وہ متضاد ہوتے تو جماعت انتظامی اور حکومت مطلقاً انسان کے تمام خواص جنسے ہم نے لفظ قانون کی تعریف حاصل کی ہے مسترد ہو جاتی بلکہ اس تعریف میں قانون الہامی اور قانون قدرت اور قانون موضوعہ انسان اور بعض اوقات قانون اخلاقی بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا قانون کے مفروضہ اختلاف سے جو مفاہمت پیدا ہوتے ہیں قاعدہ کے موافق انسان کے جلی حقوق اور آزادیوں کا اپیل اسی طرف رجوع ہوتا ہے جبکہ ماخذ پادشاہ کے اختیار سے اعلیٰ تر ہے۔ اور چونکہ اس امر کی بحث عموماً مذہبی اور انتظامی وجوہات پر کی جاتی ہے اس لئے ان کی تعمیل شہنشاہ قوانین سے پہلے کرنی چاہئے۔

قانون اور اخلاق میں یہ تعلق ہے کہ احکام سلطانی (خواہ صریحاً بیان کئے گئے ہوں یا ضمنیاً) ایک خاص حاکم کی طرف سے معین اشخاص پر عاید کئے جاتے ہیں اس لئے اوسے قانون صریح یا قانون مطلق بھی کہنا چاہئے باوجودیکہ قانون اور اخلاق میں حد فاصل نہیں ہے بلکہ وہ باہم کسی طور پر خلط ملط ہیں مگر مقصد کو اس سے کام نہیں ہے کیونکہ اور طرح کے احکام لفظ قانون کو ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ واضع قانون کا کام فی الحقیقت قانونی نہیں بلکہ اخلاقی ہے۔

واقع قانون کی اول بحث یہ ہے کہ ”کیا ہونا چاہئے“ اور وہ جو ”ماہر“ ایسے کیا ہی کی بابت بحث کرتے ہیں اس سے اون کی یہ مراد ہوتی ہے کہ اپنی تجاویز کو قریب الفہم بنائے کیلئے قانون مروجہ سے مطابق کر لیں۔ برعکس اس کے مقصد ”کیا ہے“ کی بابت تحقیقات کرتے ہیں جس سے گویا اون کے تحقیق کی حد آجاتی ہے۔ بجز ایسی صورت کے جہاں احکام سلطانی مبہم اور غیر مشخص ہوں وہ اس امر کی بابت بھی غور کر سکتا ہے کہ ”کیا ہونا چاہئے“ یہ تمام بحث محض اصطلاحی نزاع کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جب کسی موضوع قانون کی متابعت چھوڑ دی جائے تو وہ بجا اختلاف نہیں رہتی۔ یا حکومت اعلیٰ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اوپر قانون کی جو وضاحت کی گئی اس مفہوم کو مذہبی یا اخلاقی یا کسی طریق انتظام ملک سے واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ حکومت شخصی یا جمہوری یا کسی قسم رعیت پر یہ تصور صادق آتا ہے۔ اور انہیں تصورات کے اندر اندر مقصد کا عمل محدود ہے۔ اور ان کے باہر انتظام ملک اور مذہب مدبران ریاست اور خادمان مذہب کے لئے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ اور جب ان معین حدود سے تجاوز کیا جائے تو یہ اصول مخالف نظر آویں گے۔ جس طور پر قانون کا لفظ بیان کیا گیا ہے اس کی رو سے حکومت اعلیٰ یا بادشاہ پر کوئی قانونی روک نہیں ہے اس کے اختیارات غیر محدود ہیں۔

جمہوری اور شخصی طریق حکومت میں فرق ہے۔ باوجودیکہ ان دونوں قسموں کے اختیارات کا مجموعہ کم زیادہ نہیں ہے۔ آزاد اور شخصی حکومت میں باہم پہنچنے (۱) آزاد حکومت میں مجموعہ اختیارات اعلیٰ مختلف درجہ کے لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۲) جماعت کے درجہ وار اختیارات کا ماخذ مختلف ہوتا ہے۔

(۳) حاکم اور محکوم کی حالتوں میں تبدیلی جلد اور آسانی سے ہوتی رہتی ہے۔

(۴) مختلف جماعتوں کے اغراض و مقاصد باہم اس طرح خلط ملط ہوتی ہیں

کہ ان میں کوئی تمیز محسوس نہیں ہوتی۔

(۵) دونوں طرح کی حکومت کے طریق کے متعلق حکام کی جوابدہی میں فرق ہوتا ہے

(۶) آزاد حکومت میں رعایا کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ حکام کو ان افعال کے

علانیہ اظہار پر مجبور کر دے جس میں وہ اپنے اختیارات عمل میں لائی ہوں۔

جماعت حکام کے اختیارات کو محدود اور ان کے افعال کو خلاف قانون

کہنا گویا ان الفاظ کا غلط استعمال ہے۔ البتہ حکومت اعلیٰ پر اجماع صریح (مجلس

وکلاء میں رعایا سے رائے طلب کئے جانے کو کہتے ہیں) کے ذریعہ سے روک

نہیں ہے۔ لیکن اس امر سے ایک مشہور نقض کو اختیارات کے دوبارہ تقسیم

کئے جانے کے خوف سے انکار ہے۔

اس طور پر ایک ایسی گروہ کی بھی ضرورت پیدا ہوتی ہے جسے قانون کے

استرداد اور بعض ضروری اصول حکومت کی تفسیح کے اختیارات حاصل ہوں

ایسی صورت میں اس گروہ کو حکومت اعلیٰ ترین کے نام سے موسوم

کر سکتے ہیں۔ حکومت کا اعلیٰ ترین ہونا حکام اور رعایا کے درمیان رشتہ پر قرار دیا گیا ہے۔ کب قدر بھی مطلق العنان حکومت ایسی نہیں ہے کہ جیسے علی رو نہ ہو۔ جماعت حکام اور جماعت ارکان کی خود مختاری میں بہت بڑا امتیازی فرق ہے۔ جماعت حکام بھی ہماری طرح قوانین عامہ ملک کی پابند ہوتی ہے اور بصورت خلاف ورزی قانون اون کے مقابلے میں مختلف طریقوں کا رروائی کیجاتی ہے۔ اور یہ بات ضرر مصلحت اور سہولت کی غرض سے مقرر کی گئی ہے۔

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حکومت کو اعلیٰ ترین تسلیم کرنے سے حکام کو غیر محدود اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں اور آزاد اور مطلق العنان حکومت کا فرق رائے ہو جاتا ہے اور فرمان رواؤں کو ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں ایک غلط فہمی ہے۔ اُن ملکوں میں جہاں اختیارات کے عمل میں لانے پر خاص قسم کے قواعد کی بندش نہیں ہے۔ یا جہاں حکومت اعلیٰ رعایا کی مرضی کے پابند نہیں ہے وہاں بھی اختیارات غیر محدودہ کے عمل میں لانے پر بہت سی رکاوٹیں ہیں جنکا قانوناً کوئی وجود نہیں ہے۔

حکومت کی سپردگی نیابت کے لئے پر حکام اور محکوم میں نہایت سادہ تعلق رکھتا ہے۔ جماعت حکام اپنے اختیارات کسی خاص شخص یا اشخاص کو سپرد کرتے ہیں اور ان کو نہ صرف اوس کے تعمیل کا اختیار

ہوتا ہی بلکہ عموماً وہ خود شاہنشاہی اختیارات برتتے ہیں بعض اوقات یہ اختیارات وضع قواعد کی حد تک وسیع ہو جاتے ہیں جنگو قانون سمجھنا چاہئے اگر اختیارات حکم معین کرنے کیلئے نیا بننا سپرد کئے جاتے ہیں تاہم اگر شخص کی رائے کے دخل کی گنجائش بھی رہتی ہے۔ برعکس اس کے سپردگی اختیارات خواہ وہ کتنی ہی عام اور وسیع کیوں نہ ہو اس میں روک رہتی ہے۔ یہ سپردگی سلسلہ وار درجوں پر ہوتی ہے غیر محسوس درجوں سے لیکر اس شخص تک جسکے اختیارات غیر محدود ہوتے ہیں۔ جماعت بندی اس طرح ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو بہت عام اور وسیع اختیارات حاصل رہتے ہیں ان کو حکومت یا کونسل وضع قوانین کہتے ہیں اور حکومت اعلیٰ ترین سے تمیز کرنے کے لئے تحت حکومت بھی بولتے ہیں۔ اور معین اختیارات کو متعلق بہ نظم و نسق یا عدالتی کہتے ہیں۔ اور اختیار غیر محدود اور معین کے درمیان کو انتظامی۔ اگرچہ ان اصطلاحات کی کوئی حد معین نہیں ہے مگر بنظر سہولت استعمال کرنا پڑا۔

سپردگی اختیارات کے مختلف طریقے ہیں۔ وضع قوانین کے اختیارات کا عطا کرنا سب سے زیادہ ظاہر اور مشہور طریقہ ہے۔ بلکہ بعض اوقات صرف اسی سے سپردگی اختیارات تعبیر کی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا نیز ہے کیونکہ جماعت انتظامی کا ہر ایک ممبر اس قسم کے اختیارات عمل میں لاتا ہے جو بالکل شاہنشاہی نہیں۔ اور کسی زمانہ میں اقتدار

حکمرانی کے بہت بڑے جزو سمجھے جاتے تھے۔

یہ سوال کہ جماعت انتظامی کی پیدائش کب ہوئی اور حکومت کی بنیاد پر کیا ہے۔ بہت اہم ہے اس بارہ بین مختلف مصنفوں نے مختلف رائےیں لکھی ہیں جنہیں سے ہم صرف دو مشہور مصنفوں کی رائے کا اقتباس لکھ کر خود الگ ہو جاتے ہیں۔

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ حکومت کی بنیاد لوگوں کے خوف اور حاجتوں پر ہے۔ اور ذات اور مال کی حفاظت جسکے لئے گویا حاکم کی طرف سے حفاظت اور محکوم کی طرف سے متابعت کا معنوی معاہدہ ہوتا ہے یہ مفروضہ خیال ہے۔ درحقیقت حکومت عوام کی آسودگی اور حفاظت کے دعویٰ پر مبنی ہے۔ اس کا پتہ تاریخ سے چلتا ہے۔ دستورات اور موجودہ قانون کی اصلیت تاریخ میں جس مقام پر پیدا ہو جاتی ہے۔ وہاں سے قیاس مسیح پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہر حال اس امر میں بحث کرنا مقنن کے لئے مفید نہیں ہے۔ تاریخی تحقیقات سے یہ غرض ہے کہ اصول قانون کے تصورات اور طریق معاشرت کا تعلق معلوم ہو جائے۔ ورنہ دراصل یہ قانونی تحقیقات نہیں ہے۔ ابتدائی ماخذ قانون کا حکومت اعلیٰ کے ارادہ یا خواہش کا اظہار ہے اور اس ارادہ یا خواہش کا جس شکل میں اظہار ہوتا ہے اسے قانون کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو وضع قانون اور جو جماعت اس کے شہنشاہ بنے

پہلے اوپر غور کرتی ہوا سے کونسل وضع قانون کہتے ہیں حاکم اعلیٰ ترین کو صرف وضع قوانین ہی کے اختیارات نہیں حاصل ہوتے بلکہ وہ کسی اور کو بھی جس حد تک چاہے یہ اختیار عطا کر سکتا ہے ماتحت کونسل اسلئے کہ وہ خود اپنے منصب کا پیدا کر نیوالا نہیں ہے اپنے ماتحت کو ضرر اس قدر تک جسکی بابت اس سے اختیار حاصل ہو اختیارات عطا کر سکتا ہے دوسرا ماخذ قانون کا فیصلہ ہمارا عدالت یعنی نظائر سابقہ ہے۔ ایسے مواقع کیلئے تلاش کرنا چاہئے کہ قانونی منشاء بیان کرنے والے فیوڈر معاملہ خاص یا اسی قسم کے اور معاملوں کی نسبت کیا کہا ہے۔ اور ملکوں میں ایسا ہی نہیں ہے مگر انگلستان اور اس کے مقبوضات میں قانونی منشاء بیان کرنے والے عدالتوں کے حج سمجھے گئے ہیں۔ یہہ امر انسان پیچیدہ و داخل ہے کہ وہ ایسے موقع پر ایسے لوگوں کی رائے ڈبوٹتا ہے جنہوں نے اسی قسم کے معاملوں میں اپنی رائے دی ہو۔ بشرطیکہ وہ مختصر ان رایوں کا ادب کرتا ہو۔ قدیم اشخاص کے افعال ہمارے مثلاً مفید ہو سکتے ہیں مگر ہم ان کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتے یہہ کہنا صحیح ہے کہ قانون کا وجود فیصلہ رائے عدالت کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اور ایسا ہی قسم کے متعدد اور مشابہہ فیصلوں کو دیکھ کر قانون کا تصور موجود کیا گیا اور رفتہ رفتہ ان متشابہہ فیصلات سے ایک ایسا قاعدہ قرار دینا مناسب سمجھا گیا جو کسی قسم کے اور تنازعات پر جبکہ وہ پیدا ہوا ان بخوبی صادق اکثر

یہ خیال کرنا اب آسان ہو چلا ہے کہ اول ہی اول قوانین مسلمہ غالباً انہیں ہی پر گندہ قواعد کو جمع کیسے بنائے گئے۔ سوسائٹی کی نہایت ابتدائی حالت میں خود بادشاہ تمام مختصات کا فیصلہ کرتا تھا لیکن رفتہ رفتہ یہہ اختیار اور وں کو سپرد ہوئے گئے جو تمام تنازعہ کا تصفیہ اور جرایم کی سزا دی کرتے تھے۔ یہہ ماتحت جج مقدمات کو ایک ہی طرح سے فیصلہ اور اسے بار بار عمل کرتے کرتے خود قواعد بھی وضع کرنے لگے جو تدریج کی صورت میں قانون سمجھا جانے لگا۔ اس سے یہہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ جج قانون بھی وضع کر سکتے ہیں البتہ جس خاص امر میں کوئی صحیحی قاعدہ قانون موجود نہیں ہے یا کا اظہار ہو گیا ہے اس کے لئے جج کو یہی چارہ کار ہے لیکن پھر بھی اس قسم کے تمیزی اختیارات کے حدود پر نظر رکھنی چاہئے۔ سوسائٹی کے حاجات روز بروز کثیر ہوتے جاتے ہیں اسلئے ان نئی صورتوں کے لئے کسی ایسی تدبیر کی ضرورت ہے جس کا بقاعدہ عمل مکمل ہو۔

جو قانون فیصلجات عدالت سے مدد نہ ہوتا ہے اس میں اور قانون ہیں یہہ بہت نازک فرق ہے کہ قانون نظام مدمن بعد الفعل ہوئے کیوجہ سے استعد رکنجائش رکھتا ہے کہ مقدمہ کی ہر ایک چیز اور واقعات کی نئی ترکیب پر حاوی ہوتا ہے۔
مقدمات پھسل شدہ میں سے خاص واقعات کو چھوڑا قاعدہ قانونی

اخراج کرنے میں جو عمل کرنا پڑتا ہو اور اس میں جو طریقہ استدلال برتنا جاتا ہے
 اس کی ماہیت دریافت کرنا مخصوص اور بہت مشکل امر ہے۔ سچ کی رائے
 آخری تجویز سے علم حاصل کرنے پر ایک امر زائد رہ جاتی ہے۔ وہ عمل حکم و رو
 قانون کو متعدد فیصلوں سے اخراج کرتے ہیں تمثیلات مخالف یا تانس تمثیلات
 مخالف کے نام سے موسوم ہیں جو تمثیل منطقی برہان کے قسم سے ہیں۔ عمل قانون
 کی قواعد کو خاص صورتوں میں مستعمل کرتے وقت بھی کرنا ہوتا ہے۔ ان دونوں
 عملوں میں تمیز اور ان کے دفعتاً استعمال کا خیال رہنا چاہئے۔ مختلف تمثیلات
 کے پیش کرنے سے وکلاء کا مباحثہ قائم رہتا ہے اور عدالت کے تمیزی اختیار
 کی جانچ بھی مختلف تمثیلات کے ترتیب اور ان کے مقابل اور ان پر فیصلہ
 دینے سے ہوتی ہے۔ ججوں کا متعدد اور پے درپے فیصلہ جات سے
 کسی قاعدہ قانونی کے اخراج کرنے کا منصب جو وہ بطور ماتحت واضح قانون
 کے کرتے ہیں سپردگی اختیارات کی رو سے ایک جداگانہ امر ہے۔ فیصلہ جات
 عدالتی سے جو قانون بنتا ہے اس کے مشابہ ایک اور قانون ہے جو بڑے
 بڑے قانون دانوں کی تشریحات کتب سے حاصل ہوتا ہے۔ شرح بھی ججوں کی طرح
 قانونی منشاء بیان کرنے والوں میں ہیں۔ شرح کے اختیارات وضع قانون
 کو ہم سچ کے مانند ہاوا اسطہ حاکم اعلیٰ ترین سے اخذ نہیں کر سکتے۔ شرح یقیناً
 دلانے کیلئے ایک دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور یہ ضرور نہیں ہے

کہ عدالت اوس کی پابند بھی ہو۔ مگر بار بار سند مسلمہ کے طور پر تسلیم کئے جانے سے آخر کار جج کی رائے سے زیادہ وقیع ہو جاتی ہے۔ قانون نظائر اور تفسیر کلمات میں ایک بہت بڑا ہری فرق یاد رکھنے کے قابل ہر فیصلہ جات عدالتی صورت موجودہ کے بابت ہوتے ہیں اور وہ رائے اوس مقدمہ کے لئے ہوتی ہے جو پیش ہوا اور قانون کے جس اصول پر وہ فیصلہ ہوتا ہے اوس کا واقعات مقدمہ سے علیحدہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اور شرح صورت محدود سے بحث کرنا ہر اور قانون کے قواعد اور اصول کو بیان کر دیتا ہر اور ایک اصول سے دوسری اصول کا استدلال کرتا ہے اگر وہ سند مسلمہ مانی جائے تو قانون نظائر سے زیادہ مفید ہو۔

جیون جیون ناخذ ما کے قانون کا شمار کیا جائے اوس قدر طریقہ اخذ قانون زیادہ مبہم ہوتا جاتا ہے۔ جیسے کہ جج کا منصب وضع قانون واضع قانون کو منصب زیادہ بعید الفہم ہے۔ اور شرح کا ایک درجہ اور زیادہ۔

بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس نے قانون کو اپنا خوشی اور مرمنی سے بنایا۔ اس قسم کے قانون کو رواج کہتے ہیں۔ رواج سے وہ دستور العمل مراد ہر جیکے مطابق مشابہ صورتوں میں متواتر مشابہ موقعوں پر عمل کیا جائے۔ قانون کی رو سے رواج یہ محدود معنی ہیں کہ جبکی تعمیل جبراً کرائی جاسکے یا فریقین سے جو ان پر عمل کرے وعدہ التانہ طور پر تسلیم کیا جاسکے۔

رواج کے یہ لازمی اسباب ہیں۔ یہ کہ اس امر کی روایت ہونی چاہئے کہ ان کے آبا و اجداد کیا کرتے تھے۔ یہ کہ ان کے ہمسائیہ اہل کیا کر رہے ہیں یہ کہ اس امر کا عام یقین ہونا چاہئے کہ اس طور پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ درست ہے۔ ان تمام امور سے عمل میں یکسانیت پیدا ہوگی۔ اور جب عمل کی یکسانیت ایک قاعدہ کے طور پر مرتب ہو جائے تب اسے رواج کہیں گے عموماً رواج کے قانون ہو جائیگی یہ وجہ پیش کی جاتی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے از خود اسے اختیار کیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ مقصود یہ کہ قانونی قواعد رواج سے پیدا ہو سکے ہیں۔

میری رائے میں رواج کا تصور قانون کے تصور سے پہلے کا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس رواج سے رواج عدالت یعنی قانون موضوعہ جان مراد لیجائی۔ اس قدیم دستور کی وجہ سے کہ جج اپنی اپنی رایوں کو تسلیم کیا کرتے تھے۔ قانون موضوعہ جان کو قانون عوام یعنی رواج پر ایک طرح کی ترجیح ہو گئی ہے میری نزدیک رواج کو قانون پر ترجیح دینے کا انحصار جج پر رکھنا غلط نہیں ہے۔

قواعد قانون جو رواج کے نام سے موسوم ہیں ان کو عام قانون کی مستثنیات سمجھنا صحیح ہے مگر یہ فرض کرنا کہ تمام قانون رواجی کا یہ خاصہ ہے سخت غلطی ہے۔ قانونی قواعد کا بہت بڑا حصہ رواجات کے تسلیم کرنے سے بنتا ہے۔

رواجات کا قانون میں شامل کرنا اوسوقت اوس کی یکسانیت میں خلل انداز ہوتا ہے جب وہ عام ہوں۔

اس قدر آخذ مائے قانون بیان کرنے کے بعد تین آخذ قانون اور بتلائے جاتے ہیں یعنی قانون الہی - قانون اخلاقی - قانون قطری۔

قانون الہی - سے وہ مجموعہ قواعد مراد ہے جسکو خدا نے خاص طریقہ تکلم (الہام) سے وضع کیا ہے۔ قریب قریب کل قوانین کلام الہامی رکھو کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہر ایک الہام میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور قانون اور قواعد ہمہ بھی ہر جگہ یکساں نہیں ہیں بطوالت کے خیال سے ہم مختلف اقوام کے عقاید قانون الہامی کے متعلق بہ نسبت قانون کے ترک کردیئے ہیں۔ یہ خیال صحیح غلط ہے کہ قانون موضوعہ انسانی اور قواعد الہامی تہ تضاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی غلطی ہے کہ قانون کا آخذ قانون الہی ہے ممکن ہے کہ قانون الہی کا کوئی مفہوم کسی قاعدہ قانونی سے متناقض ہو مگر اس سے قانون پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مقنن قانون الہی کا صرف اس قدر استعمال کر سکتا ہے کہ جب کسی خاص امر میں کوئی قاعدہ قانون صحیح کا موجود نہ ہو۔ یا دو قاعدہ قانونی میں باہم اختلاف ہو تو اجماع کثیر کی مدافعت کا خیال رکھتے۔ لیکن ایسا موقع بہت کم ہوتا ہے۔

بعض طریق عمل ایسے ہوتے ہیں کہ جنکے مطابق انسان ہمیشہ عمل کرتا ہے اور وہ قواعد قانون صحیح پر بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ لیکن تو

وہ قانون صریح میں داخل ہیں نہ قانون ملہمہ میں۔ ان کو قانون اخلاقی اور قانون فطرت کہتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانوندان ان قواعد کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے اس بنیاد پر کہ ظان قاعدہ قانون اخلاقی یا قانون فطرت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان دونوں الفاظ میں ایک ہی قواعد عمل شامل ہیں۔ لیکن قانون اخلاقی کا مخرج قوت مفید ہے جو برے اور بھلے میں تمیز کرتی ہے۔ اور قانون فطرتی کا مخرج انسان کی طبیعت حالت غیر فاسد میں ہے۔ آگے چل کر اس بارے میں اختلاف پڑتا ہے کہ وہ کون سے قواعد ہیں جو ان مآخذوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے معاملوں میں عام رائے کو معیار بنانا چاہئے۔ اور اوسیکو مطابق عمل کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ قانون اخلاقی اور قانون فطرتی اصل میں رواج ہیں۔ جنکی بناء وسیع تر بنیاد پڑنے سے ہوئی ہے۔ یہ مناسب ہو کہ جس جگہ قانون بالکل تاریک اور خاموش ہو جائے اوس کے لیے قانون صریح میں کوئی صورت موجود نہ ہو تو عوام الناس کی مرضی کے مطابق کیا جائے۔ اول اول قانون فطرتی کا لفظ اسطوتی فرقہ کے علماء یونان نے استعمال کیا۔ وہ اخلاقی یا جسمانی تکمیل کو مطابق بالفطرت کہتے تھے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ کون سی بات مطابق بالفطرت ہے کون نہیں۔ اس سے اوں کا منشاء استقلال اور کیسائیت تھا۔ یعنی جو چیز جمہور کے لئے یکساں پاتے تھے اوسے فطرتی کہتے تھے۔ یہ قواعد انہوں نے

کیسائیت کے مشاہدہ سے اخذ کئے تھے۔ اگر ہم الفاظ قانون اخلاقی اور قانون فطری کے استعمال کے بجائے آسودگی خلائق کے اصول قیام کریں۔ تو بھی ہمارے مطلب میں کچھ خلل نہیں پڑتا۔ آسودگی عوام کے دستور العمل کے موافق یا غیر موافق ہونے کا معیار بھی جمہور کی عام رائے ہی۔ لیکن مقنن کو واقعی تجربہ زیادہ تجاویز کی ضرورت احکامات الہی اور قانون موضوعہ انسان کے علاوہ اگر اور کسی قاعدہ پر عمل کرنا چاہئے تو یہ ضرور ہے کہ طبقہ خلائق کے ایک جزو عظیم نے اس کو اپنا رواج یا دستور تسلیم کر رکھا ہو۔ مقنن کے لئے یہ بحث کہ ایسا کیوں ہو یا غیر ضروری ہے۔

اب تک ہم نے قانون اخلاقی اور قانون فطری کے عمومی استعمال کا بیان کیا ہے جس سے گویا قانون صریح کے باقی ماندہ صورتوں کی توضیح ہوتی ہے۔ ان دونوں لفظوں کا استعمال دو قوموں میں زیادہ وسعت اور صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے جس سے تسویہ کے ایک مفروضہ اصول کے عمل سے سخت قوانین کے حکمیہ قواعد سے بچا و مراد تھی۔ جسمانی کو بیٹھی کہتے ہیں اس لفظ کا تصوریوں پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض صورتوں میں قانون کے نہ ہونے یا اس کے سخت ہونی کی وجہ سے جو وقت پیش آتی ہے اس کا عمدہ علاج قانون اخلاقی استعمال ہے۔

انگریزی ایکویٹی اس وقت سے جبکہ قانون کا تصور نامکمل تھا۔ انگریزی ایکویٹی کی ابتدائی حالت اب باقی نہیں ہے اور یہ تبدیلی اس

اس ذاتی وصف سے کہ معاملات کی ہر ایک صورت پر صادق آسکے پیدا ہوئی۔ اس کی ہشیا و زیادہ وسیع اور عام تر اصول پر ہی ایکویٹی بین یہہ لچکدار پن (کہ ہر ایک صورت پر صادق آسکے) اسی باعث پیدا ہوا ہے جس طرح کہ قوانین عامہ بین یہہ قانون ”من بعد الفعل“ ہے فحقیلاً عدالتی کے بعد ہستنا گیا ہے اسلئے صورت مائے مجردہ سے متعلق نہیں ہے۔ ایسے ملکوں میں جہاں کے باشندوں کے مختلف جماعتوں کے قانونی حقوق بلحاظ اکثر مفید مطالب کے اتناک غیر مشخص ہیں جیسے ہندوستان یہہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کے جج قواعد قانون کو ایکویٹی اور کانسٹنس کا پابندی کے ساتھ مستعمل کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہہ ایک ضروری تدبیر ہے۔ مگر ان خطرات پر بھی نظر رکھنی چاہئے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ قیود اور حالتوں کے اعتبار پر ایسے مقامات میں جہاں کہ اخلاقی حیالات تمام سوسائٹی کے یکساں تسلیم کئے گئے ہوں البتہ یہہ مفید ہو سکتا ہے۔

برخلاف اس کے ایسے ملکوں میں جہاں وہ قیود معدوم ہوں ایکویٹی خطرناک ہے۔ اب ہم قانون سے جو تعلقات پیدا ہوتے ہیں ان کا ذکر کریں گے۔

ہر قانون اور امر و نواہی کا مجموعہ ہوتا ہے جو حاکم اعلیٰ ترین بلا واسطہ یا بے واسطہ غیر تمام رعایا کے لئے صادر کرتا ہے اور جسکی رو سے

حکم دیا جاتا ہے کہ فلان امر کیا جائے اور فلان امر سے اجتناب کیا جائے
 اسکے تعمیل کی پابندی جو رعایا پر ہوتی ہے اسے فرض یا وجوب
 کہتے ہیں جو حاکم اعلیٰ ترین کہ صریحی یا معنوی متابعت سے مراد ہے۔
 اسکے بعد ہکو ایک اور لفظ داخل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جسے حق
 کہتے ہیں۔ صورت مجرہ دین اس کی تشریف کرنا مشکل ہے۔ اس لفظ
 کا تصور اس وقت آسانی سے ہو سکتا ہے جبکہ یہ لفظ کسی خاص تعلق یا مجرہ
 تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں اور اوصاف بھی ہیں۔ یہ ضرور ہے
 کہ ہر ایک حق ایک فرض یا وجوب کے مقابل میں ہوتا ہے لیکن یہ ضرور
 نہیں ہے کہ ہر فرض یا وجوب حق کے مقابل میں ہو بعض فرایض ایسے
 بھی ہیں جنکے مقابلہ میں کوئی حق موجود نہیں رہتا یہ ممکن ہے کہ اسکے
 ساتھ سو سیاحتی کے متعلق حقوق موجود ہوں مگر وہ عمومی نہیں ہوتے
 جو خاص شخص سے تعلق رکھیں۔ اور چونکہ فرض یا وجوب کے تصور میں
 یہ لفظ شامل کہ وہ جبراً تعمیل کرائے جائیکے لائق ہے۔ اس طرح لفظ
 حق میں یہ تصور شامل ہے کہ وہی شخص جو حقوق کا ماخذ ہے ان فرایض
 کی تعمیل کرے یا ان کی جان و مال کی حفاظت کرے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حق سے مراد ہے کرنے یا نہ کرنے کی قابلیت

یا طاقت اور اختیار کرنے کی طاقت سے بعض حقوق پیدا ہوتے ہیں
 لیکن اگر ہم لفظ حق کے مجرہ معنی لین تو حق اور اختیار جدا جدا

امور ہو جاتے ہیں۔ اس بحث سے اصل خیال میں اتاری پیدا ہوئے گا
خوف ہے لہذا ہم اس سے ترک کرتے ہیں۔

اکثر حق اور آزادی میں کوئی تمیز نہیں کی جاتی ہے۔ اس آزادی سے
وہ حقوق مراد ہیں جو اس فرض یا وجوب کے مقابلے میں ہوتے ہیں
جو اور وہ پر اسلئے عاید کی جاتی ہے تاکہ وہ ایسے افعال سے باز رہیں جو
آزادی میں مغل ہوں۔ یا اسے یوں بھی سمجھئے کہ تمام قسم کے فرائض اور
وجوب سے اس قدر سبکدوشی حاصل ہوئے کہ بہترین جسکی خوش
انتظامی کے لئے ضرورت ہے۔

ہر ایک قانونی فرض یا وجوب اور ہر ایک حق مشخصہ یعنی تعین ہو
چاہئے چونکہ یہ فرض یا وجوب حکم کا نتیجہ ہوتے ہیں اور حکم کے لئے مشخص
ہونا ضروری ہے۔

کوئی حق حاکم اعلیٰ ترین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور نہ وہ کسی فرض
یا وجوب کا یا بند ہوتا ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص اپنے نفس کو حکم نہیں
دیکھتا اگرچہ مجازاً ایسا کہہ سکتے ہیں۔ اسی اسطور پر بھی کہنا چاہئے کہ
کوئی حق حاکم یا مجمع حکام اعلیٰ ترین سے جسے کہ وہ پیدا ہوتا ہے تعلق نہیں
رکھتا ہی بلکہ حقوق اُن کے علاوہ اور اشخاص سے متعلق ہیں۔ حاکم اعلیٰ ترین
رعایا کے مقابلے میں اپنی ذات کو کوئی حق نہیں عطا کر سکتا بلکہ وہ اس کے
فرض یا وجوب عاید کرنے کا مجاز ہے۔

فرض یا وجوب اور حق کے مکمل تصور کے قبل بہت بڑی اور اہم بحثوں کے طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جسے مجبوراً طوالت کے خیال سے چھوڑ دینا پڑا۔ مگر خلاصہ یہ ہے کہ اس تمام بحث کی بنیاد یہ انتظامی اصول ہے کہ کاغذ انام کی بہتری کیلئے کیا قرین مصلحت حق کے یہ لوازم ہیں اور ہر حق کے متعلق تین فریق ہوتے ہیں۔

اول حاکم یعنی جمیع حکام اعلیٰ ترین جو قانون صریح وضع کرتے ہیں اور جسکی رو سے وہ حق قانونی عطا کیا جاتا ہے۔ اور اوس کے مقابل کوئی فرض عاید کیا جاتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جسکو وہ حق عطا کیا جاتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جس پر فرض عاید کیا جاتا ہے فقط۔

اسکے بعد اگر ممکن ہو اثر آئندہ نمبر میں ہم اسکی بابت کچھ اور لکھ سکیں گے۔ اس مضمون کے لئے ہم پیرزادہ محمد حسین صاحب ایم۔ اے۔ لاہوری کے ترجمہ اصول علمہ قانون کے بہت زیادہ شکریہ گزار رہے ہیں۔

محمد عبدالکریم خان آزاد

عیسائیت اور اسلام

از ایڈیٹنگ کوارٹرلی ریویو لندن ترجمہ فیضیہ گزٹ علیگڑہ

اس امر کی وجہ معلوم کرنی چندان مشکل نہیں ہے کہ پروٹسٹنٹ مشینوں کی کوششیں اہل اسلام کی بہ نسبت کیونکہ کم کامیاب ہوتی ہے قطع نظر ہمارے مشینوں کے طرز و غلطی اور امور اتفاقیہ کے یہ بات صحیح نظر آتی ہے کہ اس کی وجہ زیادہ تر خود اصول مذہب ہیں۔ گواہی کے کہنے کیلئے جرات دیکار ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم صرف اس وجہ سے ناکامیاب ہوتے ہیں کہ ہم ایک ایسا روکھا پیکار اور خشک مذہب پیش کرتے ہیں کہ جو نہ تو کچھ خیالی لطف پیدا کر سکتا ہے اور نہ عقل میں آسکتا ہے نیک باتیں جو اس عالم میں مہجور ہیں اور نہ وحشی قومیں ان کو ایک معمولی اور طبعی امور سمجھتی ہیں مگر یونان کو مثلاً فساد اور خرابی۔ کڑک اور بجلی۔ بیماری اور ہر قسم کی قوت کو وہ ایک ایسی قوتوں سے منسوب کرتی ہیں جو مافوق الطبیعت ہیں مثلاً ارواح خبیثہ اور شیاطین۔ چنانچہ سب سے پہلے پرستش کے جس طریقہ سے دنیا میں رواج پایا وہ ان شرر رسلان قوتوں کا خوش کرنا ہے اور زمانہ سلف سے اس کی یہ صورت چلی آتی ہے کہ لوگ اپنی رہنمائی و رغبت اسے ایسے چڑھا دے ان کی فکر کرتے ہیں جو ان لوگوں کا

نزدیک نہایت مرحوب اور پسندیدہ ہیں اور یہ وہ اس امید سے
 کرتے ہیں کہ وہ قوتیں اس طرح پرغوش ہو جائیں گی تو باقی چیزیں انہیں کے
 پاس رہنے دینگے اور اوسیکانام قربانی ہے جو ایک ایسی رسم ہے
 جو بہت سے مذہبوں میں جاری رہی ہے اور جس سے آج کے دن تک
 بھی ہم بچتا نہیں چھوڑا سکے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ان مذہب
 رسان قوتوں کے خوش کرنے کا یہ طریقہ سب سے زیادہ مبتذل قسم
 پرستش کی ہے مگر جب لوگ زیادہ مذہب ہو جاتے ہیں تو یہ خیال
 کرنے لگتے ہیں کہ امور خیر کے وقوع اور ظہور کا باعث بھی کچھ اعلیٰ تر
 قوتیں ہیں۔ پس وہ عالی رتبہ اور نیک دیوتاؤں کی پرستش کرنے
 لگتے ہیں۔ اور برون سے ڈرنے والے کو بھی ترک نہیں کرتے۔ ہمو
 معلوم ہے کہ آریا قوموں نے انواع و اقسام کے دیوتاؤں کی پرستش
 قائم کی تھی اور اس کی نسبت۔ طرح طرح کے مذہبی افسانے بنائے تھے
 جو نسل انسانی کی بہت سی شاخوں میں مختلف طور تو نہیں مروج رہی
 ہے اور بہت ترقی پاگئی ہے اور ایسی نہیں ہے کہ لوگ اس کی بناء
 راغب نہوں۔ لیکن جس قدر انسان عقل اور علم میں ترقی کرتا ہے
 اسی قدر ان چیزوں کی عاجزگی اسکی نظر میں نہیں آجیتی۔ چنانچہ چونکہ
 لوگوں کے خیالات ترقی پاتے گئے۔ وہ اہل روم اور اہل ہند
 وغیرہ قوموں کا اعتقاد جو وہ اپنے دیوتاؤں کے نسبت رکھتے تھے

چپ چاپ زوال پکڑنا گیا۔ کم ترقی یافتہ توہین اگر اپنے اولڈ فیشن کے اعتقادات کو خود ہی نہیں چھوڑ دیتیں تو بہہ تو اُن کے لئے سخت مشکل ہے کہ اپنے اُن اعتقادات کو غیر مذہبون کے سرگرم داعطون کے حملوں سے بچا سکیں۔ نیا مذہب قایم کرنے کی بہ نسبت پرانے مذہبون میں رخنہ ڈال دینا بہت آسان ہے۔ رومن کیتھولک لوگوں نے پرانے ایرین دیوتاؤں کے مجموعہ کو بناسنوار کر اور بدی کے دیوتاؤں کو نیکی کے دیوتاؤں سے بدل کر ایک نئے انداز پر مرتب کیا اور اس پر ایسا گہرا رنگ چڑھا دیا جسکو ہم اصل عیسائیت کہہ سکتے ہیں اور وہ راہبوں اور پادریوں اور پوپ وغیرہ کے ایک عجیب و غریب سلسلہ کے مدد سے ایک ایسا مذہب پیش کرتے ہیں جو ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں کو جو ترقی کی ایک متوسط حد سے آگے نہیں بڑھ سکی اپنی جانب مائل نہ کر سکے اور جو فی الجملہ آسانی سے ایسے مذہب کو قبول کر لیتے ہیں جو بہت کچھ انہیں کے عقیدوں کی ایک اصلاح یافتہ صورت ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عیسائیت بحیثیت پشت پناہ ہونی رومن کیتھولک طرہ فکر کے اسکو متعینانہ مذہب سے مقابلہ کرنے کی ایک بڑی طاقت دیتی ہے۔ مگر بر خلاف اسکے اسلام اُن لوگوں کے لئے جو توہمات کے چھوڑنے پر آمادہ ہوں ایک ایسا عقیدہ پیش کرتا ہے جو عقل کے نہایت موافق چنانچہ اس عالم کون ٹومساد کے ایک ہی طور کے قانون کے تابع ہوئے

مذہب اسلام وحدانیت ذات باری اور اس کے تنہا احکم الحاکمین بننے کو ظاہر کرتا ہے اور ان سب قسم کی پرستشوں کے معدوم کر دینے سے جو انسانی مشتبہات و جذبات کی مناسبت سے ایک ایک دیوتا ٹھہرا بیایا گیا ہے اس کے اپنی صفات و منسوبات میں سب سے بڑے ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے اور نہ صرف مورتوں اور تصویروں ہی کا امتناع کیا گیا ہے بلکہ گائے بچانے اور رامہون اور پادریوں کے سلسلہ کو بھی ملیا میٹ کر دیا گیا ہے اور بجز ایک سیدی سادھی معقول پرستش کے جو ایک سیدہ سادھی مکان کے اندر باہر عمل میں آسکتی ہے اور کچھ باقی نہیں رکھا گیا ہے۔ پاکیزگی پاکبازی کا حکم دیا گیا ہے شراب کا امتناع ہے۔ تمام انسانوں کے برابر ہونے کا وعظ ایک پسندیدہ صورت میں کیا گیا ہے اور دنیا میں نیک عمل کرنے کے اجر کا وعدہ عالم آخرت میں ایک قابل فہم بہشت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ پس ایک ایسا مذہب ایسے لوگوں سے جو کوئی مذہب نہیں رکھتے بہت جلد قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ مگر جب ہم پروسٹنٹ طریقے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں پاتے جو لوگوں کے دلوں کو اپنے طرف کھینچ سکے۔ اپنے پڑانے مذہب کی ایسی باتوں کی جو بظاہر خوشنما معلوم ہوتی تھیں اصلاح تو کی لیکن ایسے درجہ تک نہیں کی جو اس کو اصل عیسائیت یا کسی ایسی حد تک پہنچا دینا جو عقل کے موافق

ہو کیونکہ ہمارے مذہب کے موجودہ اصول مبہم اور ناقابل فہم ہیں بلکہ شاید اس میں بہ نسبت رومن کیتھولک طریقت کے عیسائیت بھی کم ہو کیونکہ جس قدر اس میں اعمال حسکہ بجالانے اور اپنے لئے عالم آخرت میں اپنی ذاتی کوشش سے بہتری کا سامان مہیا کرنے پر زور دیا گیا ہے اس میں اس قدر نہیں ہے بلکہ زیادہ تر مسیح کی قربانی اور کفارہ ہی کو ذریعہ نجات قرار دیا گیا ہے اور اس امر پر یقین رکھنے کی تلقین کی گئی ہے کہ خواہ ہم نیک عمل کریں خواہ بدہر حالت میں گنہگار اور تقصیر وار ہیں اور یہ کہ ہماری نجات صرف مسیح کے خون سے دہوئے جانے پر منحصر ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میرا یہ کتنا کچھ خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ مسیح کے خون سے نجات پانے کا مسئلہ تمام پروٹسٹنٹ فرقوں کے مذہب کی اصل و بنیاد ہو اور یہ کہ اسی مسئلہ پر تمام فرقے بطور اپنے اصول دین کے زور دیتے ہیں لیکن ہیکو اب ذرا یہہ دیکھنا چاہئے کہ جب یہہ عقیدہ غیر مذہب والوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو کیا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ (یہہ نتیجہ پیدا کرتا ہے) کہ سب سے پہلے ہمارا مسئلہ شکایت - وحدانیت الہی کے معقول مسئلہ کو بالکل مٹا دیتا ہے اور تعجب یہہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ہم ایک بالکل ناقابل فہم مسئلہ تین مساوی خداؤ کا بھی قرار دیتے ہیں جو حقیقت میں دیکھو تو اگر یا قوم کا وہی پرانا اثر گنوں کا مسئلہ ہے جو کی طرح بھی

اس لائق نہیں ہے کہ ہمارے مذہب میں کپ سکے اس تثلیث کے تین خداؤں
 میں سے ایک خدا کی نسبت ہم کو قابل فہم طور پر کچھ بھی قرار نہیں دیا کہ
 اسکا کام کیا ہے۔ پس ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ ایک اس قسم کا مسئلہ
 اپنے لئے ان لوگوں کی قبولیت حاصل کر سکے جن سے ہم یہ خواہش
 کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہت سے خداؤں کے وجود کے تو ہم کو جھڑک کر
 ہمارے مذہب قبول کر لیں اور ہم اس پر بھی بس نہیں کرنے بلکہ ان لوگوں
 سے یہ بھی منوانا چاہتے ہیں کہ وہ مسیح جبکہ دنیا میں پیدا ہونا ایک
 صحیح تاریخی واقعہ ہے نہ صرف بنی اور خدا کا پیغمبر تھا بلکہ خود خداوند عالم
 تھا اور ہم زور دیتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے مذہب میں آئیں ضرور
 ہے کہ وہ اس مسیح کی پرستش اس کو خاص خداوند تعالیٰ سمجھ کر کریں
 جو ایک نہایت ہی حیرت انگیز مسئلہ ہے۔ کچھ شک نہیں ہے کہ آریاتوں
 کے لوگ ایسی عجیب و غریب باتوں کے عادی ہیں جیسے دوم درجہ کے
 خداؤں کا انسانوں کی بھلائی کیلئے اوتار بنکر دنیا میں آنا۔ مگر جس حد
 کو ہم پہنچے ہیں اس کو وہ بھی نہیں پہنچے۔ پس ہمارے اس مسئلہ
 کے قبول کرنے کیلئے ایک بہت ہی بڑا ایمان درکار ہے۔

ہمارا اس سے بھی مشکل تر مسئلہ انسان کے کسی حالت میں بھی گناہ
 سے نہ بچ سکے اور قربانی کے ذریعہ سے اس کے کفارہ کے ہوئے کا ہی
 اور قبل اس کے کہ ہم اس کی نسبت کچھ کہیں، ہم کو یہ یاد رکھنا ضروری

کہ قربانی کا خیال بالکل وہی پُرانی اور وحشیانہ بیٹ پوجا ہی جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور جس کا مدعا ان مافوق الطبیعت شیر قوتوں کا خوش کرنا تھا جو دنیا میں آفتین اور مصیبتیں پیدا کرتی ہیں اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ بیٹ پوجا کے اس خیال کو اس خداوند تعالیٰ کی جو رحیم و رحمان ہو کس قسم کے قابل فہم پرستش کے ساتھ مطابق کیا جائے اور اس بنا پر یہ کل مسئلہ ایک بے حد درجہ کا مبہم اور ایسا ہی جو اپنے تردید آپ ہی کرتا ہے اور درحالیقہ بعض انسان ایسے ہیں کہ جب کو کسی کفارہ کی ضرورت نہیں مثلاً شیخ خواجہ رحیم اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے ایک نہایت ہی عجیب فساد انسان کی ہر حالت میں محتاج کفارہ ہونی کا اور نہایت ہی دقیق مسئلہ پہلے انسان گناہ کے سرزد ہونے اور اسکی وجہ سے کل نسل انسانی کے مستوجب سزا ہونے کا ایجاد کیا ہے۔ اگر ہم مسیح کی طرز زندگی کی بطور ایک حسن نمونہ کی تعریف و توصیف کریں تو بجا اور درست ہے مگر ہم تو بجا کر اُس کے زندگی کے اسکی صلیبی موت کو اپنے مذہب کا اصل اصول ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ خاص لفظ ”صلیبی“ ہی گویا ہمارا اعتقاد تا یہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کا لب لباب صرف صلیب کو عبادت نجات اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور صرف قربانی اور مسیح کے خون کا بہنا اور اس کی موت بھی ایک بات ہی کہ جس پر نہایت نور دیکر ہم لوگوں سے پہلے منوانا چاہتے ہیں کہ صرف یہی ایک ذریعہ نجات تھا ہی

ہم کو مسیح سے محبت رکھنا اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ اُس نے اپنی زندگی ہماری بہتری میں صرف کی بلکہ اس لئے واجب ہو کہ ہمارے لئے اپنی جان قربان کر ڈالی۔

علاوہ ان صیغ اعتراضوں کے جو ہر ایک ایسی تعلیم کی رو سے جو کسی قسم کی معقولیت کا دعویٰ کرتی ہو اس خونی قربانی کے نسبت جو ایک رجیم و رحمان خدا کے لئے عمل میں اسے عاید ہوتے ہیں خود اس قربانی کے خیال میں اس کی ایک ایسی تردید موجود ہے کہ جس کو رفع کرنا ناممکن ہو کیونکہ انسان کو زندگی بہت پیاری ہے اور خواہ اس کو کیسا ہی قوی اعتماد معاہدے نسبت کیوں نہ ہو تو بھی بنی نوع انسان کے کسی بھلائی کے کام میں اپنی جان قربان کر ڈالنا ہمیشہ ایک نہایت ہی قابل احترام اور ولیوں کا کام سمجھا گیا ہے اور بیشک ایسا ہی سمجھا جانے کے لائق ہے پس اگر مسیح فی الحقیقت خدا تھا اور وہ اس بات کو جانتا تھا جو اس نے ہم کو سکھائی ہے تو اس کا اپنی جان ویدینا ہرگز قربانی نہیں کھا جاسکتا بلکہ صرف یہہ کیا جاسکتا ہے کہ یہہ ایک تکلیف دہ کام کا انجام بخیر تھا اور ایک اسی آسمانی حالت کی طرف بازگشت تھی جس سے اس لئے نزول کیا تھا۔

الغرض پر وٹسٹٹ لوگوں نے گواہ اپنے مذہب کے زیادہ دلچسپ توہمات کی اصلاح کی مگر ان عجیب و غریب اور ناقابل فہم بلکہ ناقابل

قبول مذہبی مسئلوں کو باقی رکھ لیا جو اخیر زمانہ کے یونانیوں کے خراب شدہ باریک ذہنوں کا ایجاد ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جو ہمارے مذہب میں آئیں اس عجیب و غریب مسئلہ کو نہ صرف عیشت کا ضمیمہ سمجھ کر مابین بلکہ خاص ہی کو عیسائیت سمجھیں اور ہم ان مسائل کو لوگوں کے سامنے نہ ایسے سرگرم و اعطوں کی زبان کے ذریعہ سے پیش کرتے ہیں جو ان مسکینانہ نگیوں پر عمل کرتے ہوں جنکی کتاب مقدس تعلیم کرتی ہے اور غریبوں اور مظلوموں کو تسلی دیتے ہوں بلکہ ایسے مشنریوں کے وسیلہ سے پیش کرتے ہیں جنکو ہر طرح کا آرام حاصل ہے اور عمدہ تنخواہیں پاتے ہیں اور لوگوں سے اس امر کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے زمانہ حال کی اس سوسائٹی میں داخل ہوں جس میں ذات کا امتیاز نہایت ہی ہو اور انسان کا اعزاز و اقتدار صرف اسکی دولتمندی پر منحصر ہو پس کیا یہ کچھ تعجب کی بات ہو کہ اس قسم کی تعلیم سید ہر سادی اور مفلس اور تعلیم یافتہ لوگوں کو کم مرغوب ہو اور تعلیم یافتہ ہندو اس کو بالکل قبول نہ کرے۔ رسوم و سنن کے معاملہ میں بھی ہم مسلمانوں سے اب تک بہت پیچھے ہیں۔ ہم لوگوں میں ایک روز افزون میلان آرائشی و زیبائشی پرستش اور گائے بجانے اور رنگین کھڑکیوں (گر جا) کی کھڑکیاں مراد ہیں) وغیرہ اور ایسی رسوم کی طرف ہو جو خداوند تعالیٰ

کے اس اعلیٰ درجہ کے تصور سے جسکا اظہار مسلمان اپنی سادہ طرز عبادت میں کرتے ہیں موافقت نہیں رکھتا۔ ہم انسان کی مرغوبات و رشوات کو پرہیز و دیکر لوگوں کو اپنے عبادت خانوں میں بلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں فی الجملہ کامیابی بھی ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس کو بہ تعمق نظر دیکھیں تو یہ طریقہ ایک معقول طور کی پرستش الہی کے کس طرح موافق نہیں ہے حق یہ ہے کہ اگر ہم اور لوگوں کو عیسائی بنانا اور انکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور یہ اصلاح کا کام اس حد سے بہت زیادہ بڑھ کر کرنا چاہئے جہاں کہ اسوقت ہوا تھا جسکو "ریفارمیشن" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول ہم کو اپنے پیشووں - پادریوں - مشنریوں - اور عام عیسائی لوگوں کو عیسائیت سکھانی چاہئے پھر البتہ ہم کافروں کو عیسائی بنانے کی امید کر سکتے ہیں۔ اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ جن مسائل مذہبی کے نسبت ہم کو اعتراض ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کو بھی ایک سیدنا سادہ آدمی مسیح کی زندگی کے ان حالات سے جو اناجیل ثلاثہ میں مذکور ہیں نہیں سیکھ سکتا۔ کیونکہ ان میں اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ "صرف ایک ہی خدا ہے جو رحیم و رحمان ہے اور جسکا حکم دنیا کے لئے یہ ہے کہ انسان محبت و بھی خواہی کے مسئلہ پر عمل کریں جو کل مسائل کا اصل اصول ہے اور یہ کہ اپنی بری

خواہشوں کو روکے اور اپنے بنی نوع سے مہربانی سے پیش آئے، اور انسان کا مذہب حق بھی ہے۔ باوجود اُن تمام خوبیوں کے جو اسلام نے عیسائیت سے اخذ کر لی ہیں ہمارا عیسائی مذہب اس صورت میں کہ جس کی تلقین اسکے شروع میں کی گئی تھی اب بھی اپنے عجز و فروغی اور ملائمت اور بھی خواہی اور خیر اندیشی میں اسلام سے بدرجہا بڑا ہوا ہے اور جو مسیح ایک محبوب ترین نمونہ اُن خوبیوں کا ہے اور اُن معجزوں کے لحاظ سے مسیح سے محبت کرنا بیشک ایک پسندیدہ اور ایسا خیال ہے جو انسان کیلئے موجب شرف ہے اور جبکہ ہم ”مسیح کی محبت“ کے مسئلہ پر بڑا زور دیتے ہیں تو اگر اس محبت سے صرف یہی مراد ہوتی جو ہم نے بیان کی ہے تو بہت ہی خوب ہوتا مگر غضب و قہر کہ اُس سے یہ مراد سمجھی جاتی ہے کہ ہم کو اس سے اسلئے نجات رکھنی چاہئے کہ اُس نے ہماری خاطر اپنی جان قربان کر ڈالی۔

مسیح کا سچا مذہب ایک ایسے زمانے میں اُتارا گیا جو طرح طرح کے مذہبوں اور فلسفوں سے معمور تھا اور جو نہیں اسکا مالک دنیا سے ہمارا ہر قسم کی لغویات اور مزخرفات سے اوسکو منہ دیا گیا اور وہ لغویتیں روز بروز یہاں تک بڑھتی چلی گئیں کہ اُس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔ جب اتھاناس لیس نے امیری لیس پر فتح پائی تو بہت سی باطل پرستشیں اور لوٹھمات سب اطراف و جوانب سے مذہب کے ساتھ

چمٹا دے گئے یہاں تک کہ عیسائیت ایک ایسا ذلیل توہم بنگلی کہ اگر اسکو اسکا بانی دیکھتا تو پہچان نہ سکتا۔ اسلام اصلاح یافتہ عیسائیت کی شکل پز اور اس کی خرابیوں کی نسبت اعتراض اور ایک زیادہ پاک مذہب کی صورت میں جو پرانے پاک نمونوں پر مبنی تھا اور جو قدیمی اصول حقہ کی طرف ایک بازگشت تھی دنیا میں آیا۔ اگرچہ یہہ اُس عیسائیت کی طرف جیسکہ ابتدائین تھی ایک کامل بازگشت نہ تھی کیونکہ اس نے مسیح کی فروتنی صلح پسندی اور عجز و انکسار کو پورا پورا اختیار نہیں کیا اور وہ شاید ایسوجہ سے ہماری ناقص فطرت کیلئے زیادہ تر باعث میل و رغبت ہوا لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے اسلام میں بمقابلہ اس زمانہ کے سخت توہمات کی پوری پوری معقولیت موجود تھی اسلئے اس کو ایک بڑی کامیابی کا حاصل ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اور حن گوگوں نے اس کو قبول کیا اس میں بہت سے پہلے ہی ایک قسم کی حد سے گزرے ہوئے پروٹسٹنٹ عیسائی تھے۔ مثلاً بعض ایشیائی فرقے اور ابنیا کے رہنے والے اہل یورپ اور گواہ ہم اس امر کا اعتراف نہ کریں مگر ہر یون ہی کہ اسلام نے اس زمانہ کی تقریباً کل مہذب کر سچن دنیا اور کل عیسائی ایشیا و افریقہ کو نگل لیا اور اپنے میں جذب کر لیا اور وہ خراب شدہ مذہب جسکو غلطی سے عیسائیت کہا جاتا ہے یونانیوں اور رومیوں کے اُس گئے گزرے بقیہ کے علاوہ جو قسطنطنیہ اور رومائیز

موجود تھا صرف یورپ کے وحشیوں یعنی قوم گاتھا اور روسیوں وغیرہ کے پاس رہ گیا جو اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس قابل تھے کہ متوہانہ اعمال و افعال بجا لائیں اور اپنی قوم کے سرداروں کے کہنے سے آیت غول کے غول عیسائی ہو جائیں جب مسلمانوں نے سلطنت متحدہ یونان و روم کے مہذب ملکوں پر قبضہ کیا تو وہ اس سلطنت کی تہذیب و شایستگی اور علوم و فنون کے بھی وارث ہو گئے اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے دنیا کو نہ صرف ایک بہتر مذہب ہی عطا کیا بلکہ اس کے ساتھ قوانین اور علوم و فنون اور لٹریچر سے بھی اس کو بہرہ ور کیا حالانکہ ہمارے بزرگ اس وقت تک بالکل وحشی تھے اور اس طرح اسلام کے دنیا میں قائم ہونیکے بعد ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک ہر ایک بات مسلمانوں کی مسلسل ترقی کا باعث رہی اور وہ اب بھی دنیا کے کم تہذیب یافتہ حصوں خصوصاً افریقہ میں ترقی کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ٹھیک کہنا بہت مشکل ہے کہ اسلام کیا ہے کیونکہ وہ ہمارے مذہب کی طرح جو تمامہ اناجیل ثلاثہ میں منحصر ہی صاف اور واضح طور پر ایک مختصر دائرہ کے اندر محدود نہیں ہے اس لئے غیر مذہب کے لوگ اسکا اندازہ صرف اس کے نتیجوں سے کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کی عام حالت تو بیان ہو چکی ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی طرز زندگی

اور اُن کے چال چلن کے ظاہر اِستہ اور مغر زبانی میں بہت موثر معلوم ہوتا ہے اور ایک بہت بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اس میں نہ تو کچھ مشکل مسئلے ہیں اور نہ وہ شروع ہی سے لوگوں کو ایسے اعتقاد پر مجبور کرتا ہے جو عقل اور ہر ایک انسان کی معمولی سمجھ کے برخلاف ہوں اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں اپنے مذہب پر پھر جانے کا سیلا بہت ہی کم ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذہب اسلام کے پیرو اس کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرنے میں کچھ شرم نہیں کرتے (یعنی اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اُن کے لئے موجب شرم ہو) بلکہ مرد اس پر ویسا ہی علانیہ طور سے اعتقاد رکھتے ہیں جیسے کہ ہماری عورتیں عیسائیت کے نسبت پختہ اعتقاد رکھتی ہیں۔ جو اخلاق اسلام نے تعلیم کئے ہیں وہ عمدہ ہیں اور جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں ان کا اس بڑتاؤ کی بہ نسبت جو ہم عیسائی ہونے والوں کے ساتھ کرتے ہیں بہت بڑھ کر برادرانہ اور مساوی لہو پر خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں عیسائیت کی سی فروتنی اور بے واکسارہ پنیز ہے لیکن یہ خیال کرنا ایک بہت ہی بڑی غلطی ہے کہ وہ لوگوں کو مسلمان بنانے والے مذہب کے اعتبار سے ابک جابر اور ایدارستان مذہب ہے بلکہ برخلاف اس کے عیسائیوں کے بہ نسبت مسلمانوں نے ہمیشہ بہت زیادہ تحمل اور بردباری سے کام لیا ہے کیونکہ انہوں نے

نہ تو لوگوں کو ستا سکا کہ ان سے اپنا مذہب قبولایا ہے اور نہ ان لوگوں کو جو مذہب کے اعتبار سے ان سے مختلف ہوں زندہ آگ سے جلا ڈالا ہے^(۱) اور باوجودیکہ عیسائی سلطنتوں نے اپنی کل رعایا کو ان کا مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا اور اس طرح متحد مذہب والی قومیں بنالیں مگر مسلمان ہمیشہ اپنی رعایا کو آزادانہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت دیتے رہے بلکہ حال کے زمانہ میں بھی ترکون اور مغلون نے کم ہمتی سے اپنے درمیان غیر مسلم آبادی کو قائم رکھا ہے۔

عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لٹا ہر زیادہ بنا بیستہ ہو چکا سبب غالباً شراب کی ممانعت ہے حالانکہ ہماری عیسائی آبادیوں کی کم درجہ کی قوموں کے اس قدر بڑے حصہ کی خرابی اور ذلت کا سبب شراب ہی ہے اور ہماری مان شراب کی صرف ممانعت کا ہونا ہی نہیں ہے بلکہ ہم اس کو اپنے سکریمنٹ (عشاء ربانی) میں استعمال کر کے ایک طرح سے مشہک بھی بناتے ہیں اور شراب کو مسیح کا خون سمجھ کر استعمال کرنا (جس کو ہم ایک غیر معمولی روحانی کمزوری قرار دیتے ہیں)

نوٹ (۱) ایک عدالت مذہبی جس کا نام ”انگیوریشن“ تھا اس کے حکم اور فتویٰ سے سال ۱۸۶۱ء سے جو چند عرصہ تک قائم رہی چوبیس ہزار چوبیس آدمی طائر یا قتل کئے گئے تھے کہ وہ اس زمانہ کے موجودہ رومن کیتھولک مذہب کے پابند نہ تھے یا بت پرست یا یہودی یا مسلمان تھے مترجم۔

نہ صرف ایک بہت ذلیل قسم کا توہم ہے بلکہ استعمال شراب کے مسئلہ کی نسبت کچھ کہنے کی وقت کو بہت زیادہ بڑا دیتا ہے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان شراب نہیں پیتے مگر وہ فی الحقیقت شاذ و نادر ہی اس کا استعمال کرتے ہیں اور یہہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں بیکار لوگ نہیں ہے جو بہت سی برائیوں میں مبتلا ہیں خصوصاً وحشی خصال ینم مسلم قوموں میں۔ لیکن حیثیت مجموعی کے لحاظ سے مہذب مسلمان ملکوں کے لوگ بمقابلہ عیسائیوں کے آبادی کے لحاظ زیادہ معنویت اور شایستگی اور عمدہ چال چلن رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو بُرائیاں ہیں وہ زیادہ تر ان زمانوں کی بُرائیاں ہیں جن میں اسلام نے پختگی پکڑی اور جاری جو خرابیاں ہیں وہ بہ نسبت ہمارے مذہب کے ہمارے زمانہ کی خوبیاں ہیں۔ اسلام کی نسبت جو عموماً ایک برا خیال پھیلا ہوا ہے وہ غالباً زیادہ تر اس خیال کی وجہ سے ہے کہ وہ تعداد ازدواج کا جواب دہ ہے مگر اس بات کو کہاں تک بار بار کہا جائے کہ نہ تو تعداد ازدواج خصوصیت کے ساتھ ایک اسلامی قاعدہ ہے اور نہ ایک جو رو پر قناعت کرنا بالتحصیص ایک عیسائی قانون ہے بلکہ یہہ دونوں زمین ان مذہبوں سے بہت پرانی ہیں۔ ازدواج کا معاملہ قدیم سے دو طریقوں میں منقسم رہا ہے یعنی ایک تو معاہدہ کے طور پر جو ابین شوہر اور زوجہ کے ہوتا ہے شادیکہ ہوتا

دوسرا۔ صرف چند رسوم مذہبی کے ساتھ شادی کا عمل بین لانا اور اسکا ناقابل الاقتراق سمجھا جانا۔ پس اگر کوئی شخص اپنی جو رو سے کسی حالت میں بھی قطع تعلق کا مجاز نہ تو وہ دوسری عورت کے ساتھ شادی کرنے پر عموماً کم مائل ہوتا ہے اور مذکورہ بالا طریقوں میں سے مذہبی رسوم کے ساتھ ازدواج کا عمل بین آنا ایک نہایت پرانا آریا قوم کے لوگوں کا طریقہ ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس کی ابتدا کب سے ہے۔

یہ طریقہ تمام قدیم آریا ملکوں میں جاری تھا اور ہندوؤں میں تو موت بھی اسکو قطع نہیں کر سکتی (سیٹھ بیوہ ازدواج ثانی کی مجاز نہیں)۔ اور معاہدہ کے طور پر ازدواج کا ہونا جیسا کہ ہمکو معلوم ہے کل بنی سام یوزر یہودیوں اور عربوں وغیرہ میں مروج تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو امر کسی معاہدہ کے ساتھ قرار پاتا ہے وہ کسی دوسرے معاہدہ کے ساتھ ذلیل بھی ہو سکتا ہے پس معاہدہ کے ساتھ جو ازدواج عمل میں آتا ہے اس میں طلاق کیلئے بہت بڑی سہولیتیں ہوتی ہیں اور اگر ایک شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی پہلی جو روں کو چھوڑ کر نئی بیویاں کر لے اور ایشیائی ملکوں میں مرد کو ایک ہی وقت میں معاہدہ کی شادی کے طور پر کئی بیویاں کر لینے کا اختیار رہا ہے گو یہ معاملہ فی الحقیقت شاذ و نادر وقوع میں آتا ہے۔ مہذب ممالک اسلامیہ میں جو یہ طریقہ جاری ہے کہ زوجہ مہر کی ایک معقول رقم کے

ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور نیز یہ کہ کنخدا عورتوں کی جاہد و شریعہ
 شوہر سے علیحدہ خود عورت کی ملکیت تصور کیجاتی ہے اس لئے مسلمان
 کے لئے طلاق کی سہولتوں کو بہت کچھ کم کر دیا ہے ہمکو معلوم ہے
 کہ اخیر زمانہ کے رومیوں میں معاہدہ کے طور پر ازدواج کا طریقہ مذہبی
 رسوم کے ساتھ شادی کے طریقہ پر غالب تھا بلکہ ازدواج کا رومن
 (یعنی رومیوں کا مختص القوم قانون ازدواج) بھی ہو گیا تھا اور
 طلاق کے لئے اس قدر آسانی تھی کہ وہ عملاً ایشیائی طریقہ تعدد ازواج
 کے برابر ہے ساتھ محمد لا (یعنی اسلامی قانون ازدواج) بہت
 کچھ وہی "رومن لا" ہے اور چونکہ عربوں کے قدیم اور ان کی
 بہ نسبت رومیوں کے کثیر قریب العہد قانون و لون بالاتفاق
 ازدواج کو صرف ایک معاہدہ قرار دیتے تھے اس لئے یہ کچھ تعجب
 کی بات نہیں ہے کہ یہ طریقہ ہمالک اسلامیہ میں جاری ہو گیا
 مگر حقیقتاً مذہب سے اس کو کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ "رومن"
 بہت سے عیسائی ملکوں میں بھی دخل پا گیا ہے چنانچہ زمانہ
 حال میں لوگ امریکہ اور اور ملکوں میں طلاق کے معاملہ میں آسانی
 ہونے کے لئے زور دے رہے ہیں جو قدیم مذہبی طور پر شادی
 کے طریقہ کے بالکل برخلاف ہے۔ ہم یہاں اس بحث میں پڑنا
 نہیں چاہتے کہ فی الحقیقت مسیح نے مذہبی طور پر شادی کو طریقہ کو

واجب قرار دیا ہے یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ کیتھولک چرچ نے کسی وجہ سے ہمیشہ اس طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ یہ کہنا ایک اپنی اپنی رائے ہے کہ طریقہ اچھا ہے مگر عیا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے زمانہ حال کے عیسائی ملکوں میں اس طریقہ پر قیام رہنا مشکل ثابت ہوا۔ ہے جہاں تک کہ صرف ایک عورت سے شادی کا کرنا اور طلاق کی مانعت ایک عہد بات کہی جاسکتی ہے بیشک اس کا فخر قدیم عیسائیوں یعنی کیتھولک چرچ کو حاصل ہے لیکن یہ طریقہ اچھا ہو یا برا مگر اتنی بات ضرور ہے کہ عیسائی چرچوں کا ازدواج کا منتخب قاعدہ مشنریوں کی ترقی کا مؤید نہیں ہے کیونکہ معاہدہ کے طور پر بیادہ کا طریقہ بہت سی ایسی قوموں کی عادت اور مذاق کے موافق ہے جو ایرین نہیں ہیں اور وہ ایک ایسے مذہب کو جو اس قسم کے طریقہ کو باقاعدہ بنا کر اس کو قانونی بنا کر پہنچا دے بہ نسبت ایک ایسے مذہب کے زیادہ پسند کر لے جو ان کو ایک ہی جو رو پر مقید رکھے اور نہایت سخت طور سے جکڑ دے۔

تہذیب و شائستگی اور حکومت اور اختیار کے لحاظ سے جو تفوق مسلمانوں کو بہت سی صدیوں تک حاصل رہا ہے وہ اب ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور وہ اب بالکل عیسائی قوموں کا حصہ ہے اور ہندوستان اور اور ملکوں کے نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اب ان کے ابتدائی زمانہ کی سی سرعت کے

ساتھ ترقی رک گئی ہے مگر باوجود اس ہر قسم کی فوقیت کے جو پرنسٹن
عیسائیوں کو بلحاظ ایک فرمان رواقوم ہونے کے حاصل ہر وہ پھر بھی
کچھ نہیں کر سکتے۔ ہندوؤں کا عظیم الشان گروہ اب تک اپنے پڑائے
دستورات پر قائم ہے اور ان میں سے جن لوگوں نے تعلیم پا کر
اپنے پڑائے اعتقادات کو چھوڑ دیا ہے وہ مسلمانوں اور عیسائیوں
دونوں کے مذہب کی طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ پس عیسائیت اور
اسلام کی ترقی کا اگر کچھ متاثر کیا جاسکتا ہے تو صرف انہیں سیدی
سادہی قوموں کے معاملوں میں ممکن ہے جو اپنے اعتقادات میں
زیادہ استحکام نہیں رکھتے اور ان میں اگر دیکھا جائے تو بے شبہ
غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ افریقہ کی قوموں کی عادات و خیالات
میں کوئی بابت ایسی نہیں ہے جو خصوصیت کے ساتھ اسلام کے
مؤید ہو بلکہ اس کے برخلاف وہ پر جوش طبیعت کے لوگ ہیں اور
جب کوئی قوم ایک بار اس مسئلہ کو کامل طور پر مان لے تو مصلحت
کی محبت اور کفارہ کے مسئلہ میں ایک ایسی خاص بات ہے جو اسکے
مستفدون کے دلیں ایک خاص طور کی تاثیر پیدا کرتی ہے چنانچہ
اس قسم کی طبیعت والے عیسائیوں میں امریکہ کے حبشی سب سے
شیریکر میں۔ وہ لوگ خاگی غلامی سے نکل کر مذہبی غلامی میں پڑنا اور
رومن کیتھولک مذہب سے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔ وہ ہندو

بہت کچھ ظاہری ارادوں کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے خانگی تعلقات میں اب تک بھی بہت بے قیدی ظاہر کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ان کو مسلمان بنایا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی مگر عیسائی ہو کر تو جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اپنی عقیدوں میں وہ نہایت ہی پکی اور دلی یقین رکھنے والے ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ معلوم ہوتی ہے کہ افریقہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ اور بھوکو بہت کم کامیابی حاصل ہو اور باوجودیکہ مسلمان واعظوں کو کہیں سے کسی قسم کی مدد نہیں پہنچتی وہ افریقہ کے مشرقی اور درمیانی حصوں میں لوگوں کو غول غول مسلمان بنا رہے ہیں۔ وہاں کچھ بھی نہیں بن پڑنا اور جنوبی افریقہ میں بھی یا انڈیا میں حکومت حاصل ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی فوقیت حاصل ہو اور فلاح دلی کے ساتھ مشنریوں کے ذریعہ سے بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں تاہم ہماری ترقی کی رفتار سست اور شائبہ ہے الغرض ہم اس مضمون کو جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا ہے اس قول پر ختم کرتے ہیں کہ عیسائی اس وقت تک کافروں کو عیسائی نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود اپنے کو عیسائی نہ بنائیں۔ اگر ہم کسی طرح اس عیسائیت کی طرف رجوع کر سکیں جو مسیح فرسکھائی تھی تو اسلام کو کامیابی کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ مگر جب تک ہم اپنے ان مخصوص مسائل والے مذہب کا جو کسی انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتے دغلا کرتے رہیں گے اشدوقت تک میدان مسابقت

میں کو سبقت کی امید بالکل رکھنی نہیں چاہئے ۴

✽ اگر کسی طرح عیسائی اس عیسائیت کی طرف رجوع کرکے جو حضرت مسیح نے سکھائی تھی جبکہ ذکر اس اڑٹیکل میں ہے تو اسلام کو بجا و نقصان بڑی کامیابی ہوگی کیونکہ وہ عیسائیت بالکل اسلام کے مطابق ہوگی۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ بِهِ حَيَاةٌ كَرَامَاةٌ
اصلی عیسائیت اور اسلام باہم مختلف ہیں محض غلطی ہے۔

تیسرے نوجوانی یعنی ۶

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوتِ باہر و قوتِ حکمِ اکبرِ عظمیٰ کا رکھتا ہے جس سے پیرانِ مفقود سال تک کو کیلئے نفع ہوا ہے اس کے استعمال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہی نہ آئے وغیرہ کا کچھ خطرہ گریختہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم امراضِ نامردی کو خواہ وہ کسی سبب عارض ہوں بجز خلقی مادرِ زانو نامردی اپنی معجزانہ تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا غذا وغیرہ تیل کے ملنا ہی قیمت فی شیشی پانچ روپیہ محصول ۴ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولر روغن رہتا ہے۔

دوا عجیب یعنی لشتہ زمر

زمرہ کا کشتہ جو اجڑا سناستہ کر لیا گیا ہے چار حصہ چاول کے برابر خرداک ہوتی ہے قیمت فی خوراک ایک روپیہ پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلِ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص آن ابرا قوتِ باہر اور تمام امراض متعلقہ انکو خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہند ہو خواہ جدید۔ دافعِ جریانِ متغی و داغ و اعضا و ریشہ ارواح و ضیق النفس و سرکہ کہند خواہ جدید خشک ہو یا تر اور ملاغری بدن اور دفع و باہر میضہ میں دھکم اکبرِ عظمیٰ کا رکھتا ہے اور کسی ہی مریض کی حالتِ زوی ہو کر خواب ہو گئی ہو بفضلِ صحت ہو گی۔ (اکسیجیات) یعنی غرقِ نجاہ۔ امراضِ ضعفِ بصر و داغ و صفائی اخون و انواع درد و اقسام تب جز یا چونہ بیاں پ دق استسقا لِحال۔ آنکھ سوزاک جریانِ سفید داغ۔ ناسورہ ہوا سیرِ خونی و بادی اور شرابِ خوری اور چاند و نوشی جو خشکی و لاغری اور ضعفِ جگر وغیرہ لاحق ہوئے ہیں سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہو گی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ محصول ایک روپیہ عہ۔ (عجیب چیز) تحلیل بوا سیرِ خونی و بادی تحلیل دردِ مسرکہ لے عجیب چیز ہے پہلے ہی روز ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریانِ خون دفع ہوتا ہے۔ اور تین ہفتہ میں بفضلِ دردِ مسرکہ بالکل دفع ہو جائے اور پھر کسی عود نہیں کرتے وزن عرق لا رہا قیمت پانچ روپیہ محصول ۴ جہانِ ثما اص عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ پھولی۔ دہشت۔ دردِ سرخی چشم جلد بیماریوں کو دفع کرتا ہے قیمت پانچ روپیہ محصول ۴ وزن عرق ۲ ماشہ۔

سمیہ حسن

خضاب نایاب

بیشل رنگ ڈھنگ ہر نامور خضاب ہر

گرو یا کہ آمد آمد فصل شباب ہر

جیسی کہ عوام میں خضاب دقتیں واقع ہوتی ہیں ہر شخص پہ نظر میں یعنی جو تیرا عجب روز مہندی لگا کر
باندھنا اور بعد اذین گھنٹہ کے پھر دوسرا لگا کر باندھنا اس میں قریب گھنٹہ کے وقت ضایع ہوتا ہے اور
بالوں کے سیاہ ہونے کو سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر دیکھ مہندی اور دسمہ کا پانی جب
دماغ میں جذب ہوگا تو اس سے سوا نقصان اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرمایہ میں سردی وغیرہ کے
جستہ کہتے ہیں بچاؤ نہیں دقتوں کے سبب یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا جقدر تعریف کی جائے گا جو مال میں
امید ہو کہ قیمت سے بیکر طلب کریں اس میں کوئی سبب نہیں۔ تعویذی تعریف اس کے اجزائی ظاہر کرتا ہے۔
دماغ بالحوار خارش ضعف دماغ علاوہ برین خوشبو میں بینہ میں مثل کیوڑہ باعث درازی مومضغ
ہو بالوں میں سختی نہیں آئے دیتا بلکہ ملائم رکھتا ہے سیاہی میں بالوں کو مقابل اصل میں بالوں کو تازہ دوسرے
روزہ بطور مدد غنیمت حاصل لگنا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہیں دوسرے تیز رنگ کے
بال مثل اصلی بالوں کے سیاہ ہونے کو کوئی تیز نہ کر سکیگا کہ یہ خضاب ایک بوتل میں ۳۰ روز یہ ہر
پیرہ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل عطا۔ علاوہ محصول نصف شیشی عطا چارم شیشی ہے اس سے کم
فیہ ممکن ہے۔ میری شفا مانہ میں علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

طلوع ضروری۔ واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط یعنی سر ٹھنک جو صاحبان پرین بہادران
میر عہدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائی ہیں اور نیز سند ستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو کے
جو دہین جو شاید امداد کا قانون میں نہ ہو مگر چاہیں کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں
نت پائی ہو اور نیز سفارش بہت ملکوں کے سر ٹھنک موجود ہیں آدہ آنہ گھنٹہ سے بیکر طلب کریں
بعض کمیوں کے لیے شہر کے رکھوں جو شاد کر کے سر ٹھنک پالی ہیں پس میری سر ٹھنک اور ان حکیموں کے
بھٹوں میں ہزاروں کے لازم ہو کر پہلے سر ٹھنک شکار ملاحظہ فرمائیں تاکہ دیکھ سکیں کہ ایک طویل فہرست ہے
یہ کی جو اخبار میں کنوایش طبع نہیں رکھتی اور جس سے لطف زندگی نامور مرگ انسان قائم رہتا ہے قابل
طہ و حرم صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب کریں مصلحت کثرت ادویہ کی فہرست منظر ہوگی۔

محب از مودہ شرطیہ دوائیں

راض فیل کی اودیہ شغانا زبہ العلماء واکثر غلام نبی اذیتر رسالہ حافظ صحت لاهور میں پندرہ سو
باری ہر طبع بن مفصل فہرست و ساری فیکٹ کتب آدہ آنہ و ملکتی میں۔ (طللا) مور استوال بچوں کے
نقص رگون کی رطوبت و بگاڑ و در کرتا ہی فی تولہ لہو (سرپ) دماغ نامردی رقت منی جہان سرعت
اتزل جہان نامی قبض غصہ اضافی مدد مایہ کی چشم درد و سرخیزہ جو کثرت سکرات و اقام خواہش
سوی شہنا ضعف بگردہ مستی لاتی ہو در کرتا ہی فی تولہ لہو (سوزاک و قرعہ) اینا ہوا بظاہر طبعی
۴۸ گشتہ میں اپنا اثر شرم یم و غیرہ کو نال کرتا ہی فی تولہ لہو۔ (بیر اینیل خوشبو دار ہالہ
کو سیاہ رکھتا ہی ترلہ زکام ریزش درد و سرخیزہ دماغ و ابھر کو مٹاتا ہی فی شیشی ہے۔ (حب آفکس)
بلا منقی دوست و در کرتا ہی پھر پیوستہ بنین دو ہفتہ لادہ۔ (کحل الجواہر) سرخیزہ قوی بھر حافظ
بنیائی دافع نزول دو ہند بالاعراض پانی جانا ۳ ماشہ ہے۔ (عجیب الاثر سفون) دانت
کا ہلکا کر الگنا بدبو میل خون جانا مسوڑوں کی خرابیاں ہم تولہ عم۔ (حب لہو اسیر) بادی
حنی مسوڑوں کی شیمیں قبض کو مفید و سہتہ مدد۔ (حب فیاسیطس) بار بار آبیشاب کا
دیپلس و کمزوری دلاغزی کو دافع ہے۔ فی تولہ عم۔ (حب قایم مقام) ایون و چاند و دہلا
مزد درج نشہ چھوٹ جائی فی تولہ لہو۔ (عرق مالہم انگوری) مضع و ولد خون ستوی
دماغ ضعف بگردہ دل دماغ و مسدود درد سر تپ تلی دج معاصل لاغری ضیق النفس سرخیزہ کہند۔
بیضا مدگی ایام حیض لغوہ فالج رعشہ فی تولہ عصا۔ ۳ تولہ سوک (روغن اعجاز) نامور
بہکندہ تالو کا سولخ خنازیر بدیکڑی زخمی کمال کمانی فی ایام حمل خسر چک کو جلد دافع کرتا
ہو تولہ مدد رسالہ دافع آتشک سوزاک۔ رسالہ چیدہ۔ رسالہ پواسیر مفرات مسکرات
رسالہ حافظ صحت سالانہ

آشوکا سفوف

آشوکا بنا یا ہوا سفوف کامل طور پر مختلف قسم کی شراب پیو کی عادت کو چھوڑ دیتا ہے۔ قصور ناصمہ اور بد مضی وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ جب ہایت مندرجہ اشتہار جو ہر شیشی کے ہی استعمال کرنا چاہئے قیمت فی شیشی ۱۰۰ روپے۔ ٹی۔ مکر جی مقام بازار گور براہ کلکتہ سے ملتا ہے۔

The Great Oriental Medicamentum

مشرقی اکسیر اعظم

ڈاکٹر جی۔ بی۔ شا کا سمرٹین ڈراپس

توت باہ کو تقویت اور ترقی دیتا ہے۔ معدہ مثانہ گردہ پھیپڑا جگر کو مضبوط اور درست کرتا ہے اور مفصل ذیل امراض کیلئے حکمی اثر رکھتا ہے اور بہت کچھ تعریف کے ساتھ سفارش کیا گیا ہے۔
دماغ کھانسی۔ استسقا۔ گرم۔ ریت۔ بخار کہنہ۔ امراض جگر۔ اختلاج قلب۔ جگر ضعف اعصاب۔
درد سر۔ زخم اندرونی۔ تہہ نشینی ریت۔ پیشانی امراض جیسو۔ سوزاک۔ کہنہ سوزاک۔
رقت منی کہنہ سوزش مثانہ۔ نزلہ۔

بیرونی استعمال سے ڈاکٹر جی۔ بی۔ شا کے سمرٹین ڈراپس مفصل ذیل امراض کیلئے بے بہا۔
ثابت ہوئی ہیں جلد ہوا زخم۔ زخم کسی قسم کا ہو چھا۔ نہایت سخت زخم۔ داو۔ اپرس۔ فالج۔ برص۔
وجع مفاصل۔ نفرس۔ انشکی زخم۔ اور جلدی بیماریاں کو کیسی ہی خراب ہوں۔ پوری تہہ
ہزارہ ہفتی ہے۔ قیمت ہر شیشی ۱۰۰ روپے۔ ٹی۔ مکر جی مقام بازار گور براہ کلکتہ سے ملتا ہے۔

المشتر

۱۔ ٹی۔ مکر جی۔ مالک دواخانہ مقام بازار گور براہ کلکتہ سے ملتا ہے۔

التماس

جن حضرات نے ازراہ عنایت و قدردانی زرچندہ حسن سے اعانت فرمائی ہے انکاتہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

جن عنایت گسترون نے ہنوز شکر گزار نہیں فرمایا امید ہے کہ ابام گذشتہ و سال حال کے زرچندہ سے مرہون منت فرمائیں گے۔

نوس

ناظرین پر تکلیف اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے ہیں۔ بسا اوقات عدم واقفیت مقام سے رسالہ دیومین پہنچتا ہے یا واپس آتا ہے۔

اشتہار

بہت سے حضرات جنکی آمدنی کم ہے رسالہ حسن کے قیمت کی تخفیف کرنے کے بارہ میں درخواست کرتے ہیں۔

ماہ مارچ سے کاغذ قسم دوم پر چور سالہ طبع ہوگا اس کی قیمت سالانہ نو روپیہ بجائیگی اور نیز اندون بچیلے رسالوں کی خریداری کی درخواست ہر طرف سے آ رہی ہے یہ تو علم نہ تھا کہ ہمارے اس رسالہ کی اس درجہ ملک میں قدردانی ہوگی۔

اس وقت ہمارے پاس بچیلے رسالے بہت کم موجود ہیں اگر خود درخواست سے بچاؤ وصول ہوں تو ہم بچیلے پر بچے دوبارہ چھاپ دیں گے۔
المشتہر
منیر حسن

اعلان

اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاوضہ میں بھیج دیا جاتا ہے مگر یہ تو ہونہیں سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے۔
لہذا اگر صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرے تو ہم ان حضرات کا معاوضہ ہی قبول کرینگے۔
جو صاحب اپنے اخبار میں ماہواری ایک بار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب ملے وہ مرسل ہو گا طبع فرمائیں۔

اشتہار پاکستان

ہم پاکستان میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دراز مقامات سے آئے ہوئے مختلف قسم کے میٹوں کے پودے موجود ہیں جسکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جو صاحب شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں۔

۴۴	اقسام فی ۱۲	(۲) سیب	۳۳	اقسام فی ۴	(۱) قلمی پوندی آم
۱۴	" " " ۸	(۳) آلو نچاز	۹	" " " ۸	(۲) شنگلو
۵	" " " ۴	(۶) شہتوت	۲	" " " ۴	(۵) انار
۶	" " " ۴	(۸) زرد آلو	۵	" " " ۴	(۶) بیر انگریزی پودہ
۴	" " " ۴	(۱۰) سنتر	۱۲	" " " ۴	(۹) جام احمد
۵	" " " ۴	(۱۲) انجیر	۵	" " " ۴	(۱۱) چکوترا
۵۲	" " " ۸	(۱۴) داسی (چین میو)	۲	" " " ۴	(۱۳) انگور
۵	" " " ۴	(۱۶) سورسپ (بہار کی انگریزی)			(۱۵) لکٹ
۴	" " " ۴	(۱۸) رام پھل			(۱۷) سیب پھل
۴	" " " ۴	(۲۰) چھوٹا زبہ ایندیت عمدہ انگریزی پودہ			(۱۹) ہر فلیوری
۴	" " " ۴	(۲۲) موز مختلف اقسام			(۲۱) زیتون

جو درخت فی الحال تیار نہیں ہونے در خواست سے ایک مہینے کی محنت میں بھیج دیے جائینگے۔

اشتہار
منہجر حسن

رسید زر

منجراون حضرات کے اسماء اگر اسی کہ جنہوں نے زر چند رسالہ حسن "مرحمت فرمایا
شکر یہ کے ساتھ حسب ذیل درج کرتا ہے۔

عالمجناب راجہ راجگان مہاراجہ نرنند پٹنا	صہ	جناب اب اعظم جنگ بہادر جاگیردار	صہ
بہادر پشکار	صہ	جناب لوی سید شریف الرحمن صاحب رکن مجلس عالیہ پٹنا	صہ
آغا شیخ محمد صاحب مہتمم ہندو بست گلبرگہ	صہ	جناب سید رکن الدین صاحب ایڈی کانگ	صہ
مولوی غلام رسول صاحب ایڈی کانگ	صہ	عالمجناب نواب سر آسمانجاہ بہادر	صہ
عالمجناب نواب فیروز الملک بہادر	صہ	مولوی اقبال علی خان صاحب	صہ
مولوی سید محمود صاحب ایڈی کانگ	صہ	رکن مجلس عالیہ عدالت	صہ
نواب سر خورشید جاہ بہادر	صہ	سید محمد جہاں آباد گارناظم خارجہ فرنگی	صہ
نواب غلام دستگیر خان بہادر جاگیردار	صہ	ڈاکٹر اہود ناتھ صاحب جتو پادیا	صہ
نواب غلام زین العابدین خان	صہ	مولوی میر ولایت علی صاحب سوم	صہ
بہادر جاگیردار و آنریری مجسٹریٹ	صہ	نقلہ دار صنم میدک	صہ
محمد امجد علی خان صاحب بدنگار	صہ	پکتان لیکن صاحب بدو گارناظم	صہ
کرورگیری	صہ	کو توالی اضلاع	صہ
مولوی سیف الحق صاحب ادیب	صہ	مولوی عبدالکریم خان صاحب آزاد	صہ
دنگران گارمطالع سرکار	صہ	نواب سردر جنگ بہادر	صہ
مولوی غلام محمد صاحب دوم	صہ	مرا غلام مصطفی بیگ بٹا ناظم نظم	صہ
نقلہ دار اندور	صہ	جمعیت سرکار عالی	صہ
مولوی ابوالحسن صاحب عہدہ دار	صہ	شمس العلماء خان بہادر مولوی بکالہ صاحب	صہ
سرکار نظام	صہ	پروفیسر	صہ

اسلام

بکھر ہستی آف سویلئزیشن کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے یہ وہی
عظیم الوجود کتاب ہے جسکا آرٹھل ہمارا اس رسالہ میں درج ہے یہ
کتاب غایت شہرت سے محتاج تعریف نہیں اگر خریداری کی سزا
درخواستیں ہم پہنچ جائیں تو ہم اسکو چھاپ دیں گے۔

اشتهای طبع اشتها را

ہمارے مطبع میں تجارتی اور معمولی حسب ذیل اجرت پر اشتہا طبع ہو گین

اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کیلئے

” ” ” مشن ماہ کیلئے

۳۔ ماہ کیلئے

قد آدم

مٹری لا (لیفٹ ٹائون افواج) کی بحث کے بموجب قد انسانی کی تمیزی فرق انگشتا
علما کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ بالخصوص اکاڈمی آف ٹیسس (لیفٹ مدرسہ
ادویات) اور سوسائٹی آف انٹرویو پالوجی۔ لیفٹ انجمن تاریخ انسانی کے لئے تو بہت
ہی کارآمد ہے۔ پیرس میں جو کئی ایک غیر معمولی پستہ قد اور طویل القامتوں کی
نمائش ہوئی اوس سے مختلف طبعی اور یہاں تک کہ غیر خلقی ترکیبوں میں جو قد
اتر کیوجہ سے ہیں مبالغہ آمیز مقابلہ کرنے کا موقع ملا۔

جب ہلکے عموماً قد انسان پر خیال کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل چند سوالات
پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا اب نوع انسان ذلیل حالت میں ہے۔ اور کیا ہمارے قدیم اور حال کے اجداد
ہم لوگوں سے اونچا قدر رکھتے تھے۔

(۲) بہت ہی اونچی اور بہت ہی چھوٹے قد کی نسلیں موجود ہیں یا نہیں۔

(۳) فرانس کے قدوں میں مختلف طور پر کیا فرق پایا جاتا ہے۔

(۴) خاص طبقہ آبادی یا خاص خاندانی جماعتوں میں قد پر اثر پڑنے کو کیا وجہ ہیں۔

(۵) شخصی قد پر اور بچوں کی ابتدائی حالت نمو۔ اور جسمانی تکمیل تک اثر پڑنے

کے کیا وجہ ہیں۔

(۶) انسان کا طبعی یا عقلی اظہار۔ تنکان کی روک یا مقابلہ۔ چالاکی۔ قوت ان باتوں پر

قد کا کیا اثر پڑتا ہے۔

یہ معلوم ہوا کہ علم قد انسانی میں صرف خیالی دلچسپی یا ایک عجیب بات ہی نہیں ہر بلکہ عملی طور پر اوس سے بہت ضروری اور سود مند باتیں دریافت ہوتی ہیں۔ جسمانی تکمیل کے اصول سے جدا گانہ اور کسی قوم کی قوت کے مکمل ہونے کے ابتدائی مراتب سے جو محنت یا زراعت کی پیداوار سے متعلق ہو یا اوسکی قوت سے واسطہ رکھتا ہو ان مختلف سوالات کے جواب حاصل کرنے سے پیشتر ہم آسٹریا کے ایک طبی بل القامت کا ذکر کرتے ہیں جسکی نمائش بمقام پیرس ہوئی۔ اور جسکی نسبت یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ موجودہ نسل کی درازی کے مد سے باہر تھا۔

اس نمائیان کرنے والے کے بیان کے بموجب (جو اوس کے ساتھ راکار تھا) اوس کی درازی ۷۱ سالہ تھی۔ عمر ۲۱ برس۔ اور فرانسس و نکل ملر نام ہے۔ مقام پیدائش نواح فریڈ برگ ہے جو اپر آسٹریا میں داخل ہے۔

یہ شخص چودہ برس کے سن تک غیر معمولی قد کو نہیں پہنچا تھا اور اس نمایان کرنیوالے کے بیان کے بموجب اوسکا نمونہ زخم نہیں ہوا اور اسکی والدین کاشتکار ہیں۔ اون کا قد معمولی باشندوں کی طرح ہے۔ اوس کے اور چار لڑکوں کی نسبت اب تک کوئی بیفا عہدہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ بلحاظ اپنے قد کے یہ شخص لاغر ہے۔ یہ حالت اوس کے قد کو اور نمایان کرتی ہے۔ وہ سیکندر جگتا ہے۔ اس کے ماتھے استقدر بنے ہیں کہ معمولی طور پر اس سے سبالتھ کھنا چاہئے۔

وہ کبھی کبھی جب تماشائیوں کا جمع ہو جاتا ہو تو اپنے ماتھے میں ٹوپی لیکر لوگوں کے سر پر سولے لاگ گھومتا ہے۔

جہاں تک وہ خود اور جہان تک اس کے ماتھے پر نیچے ہیں اور کسی ایک پوریا بلندی کہنا چاہئے۔ اسکی ٹانگیں بہ نسبت اور اعضا کے زیادہ لمبی ہیں۔ ایک تعبیر کے سایہ دار باغ میں جب اسکی نالیش ہوئی تو وہ اپنے تماشائیوں سے بہت خوش ہو کر گفتگو کرتا تھا۔

چونکہ معمولی کرسیوں پر اس کا بیٹھنا مشکل تھا اسلئے وہ ایک میز اپنے نشست کیلئے منتخب کر لیا تھا۔ یاد و کاذا روں کی ٹیبل کو پسند کرتا تھا جو اس غرض کیلئے واقعی موزوں بھی تھی۔ یہ کہہ گیا ہے کہ وہ اپنے رہنے کے کمرے میں لکھنے کی میز پر بیٹھا ہے۔ اور چار بچوں پر جو یکے بعد دیگرے پھمکائے جاتے تھے سوتا تھا۔ بہر حال یہ ایک عجیب انسان ہے۔

ایک رائے کے بموجب جسپر گذشتہ صدی میں عوام کا بہت زیادہ خیال رجوع تھا ہمارے اجداد کسی زمانہ میں اس دیوزاد کے قد کے برابر یا زیادہ تھے۔

سائنس میں سٹرینرین۔ اراڈمی آف انسکریشن کے ایک میمبر نے اس عالم جاعت کے روبرو ایک یادداشت قد آدم کے مختلف امتیازی فرقوں کی نسبت پیش کیا۔ جیمین ابتدائی آفریش سے حضرت عیسیٰ کے وقت تک کا ذکر تھا۔

اوس مقل کے قول کے بموجب حضرت آدم کا قد ۱۲۳ فٹ ۹ انچ اور حوا کا قد ۱۱۸ فٹ ۹ انچ تھا۔

مگر اس زمانہ سے انسان کا قد برابر گھٹا گیا۔ حضرت نوحؑ مشکل سے ۱۰۰ فٹ اونچے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ۸۸ فٹ۔ حضرت موسیٰؑ ۱۳ فٹ۔ ہر کیوس ۱۰ الفٹ اور سکندر اعظم ۶۶ فٹ اونچے تھے۔

اس خبر کی تحقیق بہت سرگرم اور متواتر کوششوں سے ہم پہنچائی گئی تھی۔ اور اس زمانہ میں ان کو ”عجیب الجہاز“ اور ”اعلیٰ درجہ کا خیال“ کے نام سے مشہور کیا تھا۔

اگر اس قسم کے تخمینہ قیاسات مان لئے جائیں تو موجودہ نسل انسان فی الاصل ذلیل ہو گئی ہے۔ ہمارے ”مصنف“ اور ”نامع“ ہمیشہ سے اس نسل کو ”ذلیل“ اور ”بگڑی ہوئی“ بتاتے آئے ہیں۔

یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ یہ قاعدہ بہت پرانے زمانہ سے چلا آتا ہے کہ حال کی نسل کو حقیر اور پیشتر کے آدمیوں کو مضبوط قوی۔ اور قد آور تسلیم کرتے آئے ہیں۔

ہم عمر کو ۲۸۰۰ برس کا زمانہ گذرا مگر اس نے بھی اپنی وقت کی نسل کی شکایت کی ہے۔ بعد اسکے جیو نیل کو (سیٹیا پر ۱۵) یہ کہنے کا موقع ملا کہ اگر اس شکایت کی کوئی بنیاد ہو تو جو قد انسان کے انحطاط کے نسبت کی گئی ہے تو انسان کی نسل اوس درجہ وار تنزلی کے اعتبار سے کہی بالشتی ہو گئی ہوئی اور اسی قاعدہ

بموجب اب تک حضرت انسان صرف ایک نقطہ مہموم رہ جاتے۔
مشاہدات کے روسی یہ بات کہ اگلے لوگ ہم سبہوں سے بہت بُرے ہوا کرتے
تھی کچھ یوں ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ گذشتہ حالات پر نظر کرنے سے اس
غلطی کی بہت کچھ تردید حاصل ہوتی ہے۔

ڈمانچے جو کئی صدیوں کے بعد ظاہر ہوئے جیسی پیرس کے مردوں کے
ڈمانچے مکارو مین برآمد ہوئے ہیں۔ وہ کی طرح سے قومی میل نہیں ہیں۔
زمانہ قدیم کے بہادر سپاہیوں کی زرہ و بکتر (کویریس توپ^(۱)) ہمارے وقت
سپاہی نہیں کہتے ہیں۔ اگلے زمانہ کے نائیٹ لوگوں کے کوٹ ہمارے
کویریسیرس کو تنگ اور چھوٹے ہوتے ہیں حالانکہ ان کو منتخب لوگ پہنتے
جنگو بہت عمدہ غذا پجاتی تھی۔ اور جو بہ نسبت عام آبادی کے بہت زبردست
اور مضبوط اور غذا اور ہوا کرتے تھے۔

قدیم گال^(۲) لوگوں کی ہڈیاں جو ٹیبلے کو دتے وقت برآمد ہوئیں انہیں
فرانس کے اطراف کے دراز قد باشندوں سے متبادل کیا۔ مصر کی قدیم
مصالحہ دار لاشوں کو ادنیٰ اور اوسط قد کی بتلاتے ہیں۔ یہی حال ان محفوظ
ہڈیوں اور لاشوں کا ہے جو پریشیا اور ہندوستان کے قدیم یادگار و نہیں

نوٹ (۱) ایک قسم کا بکتر جو چمڑی کا بنایا جاتا تھا اور جب زمانے نے شائستگی کے مدین قدم رکھا تو لوہے کا
بنایا جانے لگا۔ گردن کے ایک محفوظ رکھتا ہے۔ دونوں بازو باہر ہوتے ہیں۔ من مترجم۔

نوٹ (۲) فرانس کے قدیم باشندوں کو گال کہتے ہیں۔ من مترجم۔

پائی گئی ہیں۔ اور یہی حال اون لاشوں کا بھی ہے جو پیر ویا اور مکسکو میں برآمد ہوئی ہیں۔

الغرض بہت زیادہ قدیم زمانہ کے انسان کے اقسام کے نمونے ہمارے پاس موجود ہیں۔ یعنی وسط زمانہ کی ہڈیاں جنکی قدامت کا اندازہ سیکڑوں صدیوں سے ہو سکتا ہے۔ اسوقت اور موجودہ انسان کے قد میں کوئی ضرور فرق نہیں پایا جاتا۔

اسلئے اس زمانہ کے آدمیوں کو اس امر پر افسوس نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنے اجداد کے قد کے برابر نہیں ہیں۔ دراصل شایستہ اقوام کے حال کی نسلوں کو اپنے گذشتہ اجداد پر قد کی نسبت حد کر نیکا بہت کم موقع ملتا ہو اگر ہم مختلف نسلوں کے قدوں کا مقابلہ کریں جس سے انسانی اقسام کے درجہ قرار دئے جاسکیں تو بہت بڑا فرق معلوم ہوگا۔ اس امر کا بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ پستہ قد اور طویل القامت لوگوں میں تاریخی طور پر چرچا پھیلا ہوا ہے پستہ قد لوگ جو بوٹون میں شامل ہیں اگر علیحدہ کئے جائیں تو بوٹون سے مقابلہ کرنے کو بہت سے پائے جائینگے۔

ایک بوٹا جب ۳ فٹ ۵ سینٹی میٹر نکلتا ہوا ہوتا ہے تو اسے اس نظر سے نہیں دیکھتے یعنی پورا بوٹا نہیں سمجھتے۔ اور جب وہ ۵ فٹ تک پہنچ جاتا ہو تو گویا بوٹون کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور چھوٹے قد کے آدمیوں پر شمار ہوتا ہے۔

انسان کی چھوٹی نسلیں۔ بالغ۔ اور جنکے اعضا کی ترکیب باقاعدہ ہوتی ہے
 م فٹ سے ٹھوڑی ہی اونچی ہوتی ہیں۔ اسلئے وہ بونون میں شامل نہیں
 ہو سکتے۔ بلکہ چھوٹے قد کے آدمیوں میں۔ مختلف پیمانہ کے آدمیوں کا مقابلہ
 بہت دلچسپ کام ہے۔

ذیل میں جن نسلوں کا بیان ہے اوس کی رو سے سات آٹھ فٹ والے
 آدمی استثنائیں داخل ہیں۔ بلکہ دیوار کا کہلائے جانے کے مستحق ہیں
 درمیانی قد کے انسان بمقابلہ چھوٹی ڈیل ڈول والوں کے تاہم بڑے
 بڑے آدمیوں میں سے درمیانی قد والے آدمیوں کا مقابلہ چھوٹے
 آدمیوں کے درمیانی قد والوں سے کیا جائے تو وہ دیوار ہو سکتا ہے۔
 چھوٹے سے چھوٹے قد کے انسان کی درمیانی تعداد ورازی جو ہکو
 مختلف مسافروں اور تجربہ کار سیاحوں سے دریافت ہوئی درج ذیل کرتے ہیں۔
 فرقہ اسکموس باشندہ لیب لینڈ کا قد فٹ ہے۔ اور درمیانی قد
 کب قدر چھوٹا ہے۔ یعنی کئی دفعہ پیدائش کے بعد کئی اونچے کم ثابت ہوا۔
 آفریقہ کے آکا لوگ جنکو شولنفرٹ نے دیکھا ہے اسی طرح چھوٹی
 نسل سمجھی جا سکتی ہے۔

نگرٹوز جو فلپائن کے جنگلات واقع اڈمن آیلینڈ اور ملاکا کے
 جزیرہ نما میں رہتے ہیں۔ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔
 یہی حال میڈی کا سگر کے بونون کا ہے۔

مگر ان سبھوں میں بشپین (۱) کی نسل جو جنوبی افریقہ میں رہتی ہیں اول درجہ میں ہیں۔ ان کے قد کا اوسط ہم ۵ فٹ سے بھی کم ہے۔

بجلاف ان کے اب ہم لمبیل القاست اتوام کی طرف توجہ دلاتے ہیں یعنی ماروچین۔ کناڈین۔ باشندہ شمالی امریکہ۔ کافر۔ جنوبی افریقہ۔ اور یلیا کونفسر باشندہ جنوبی امریکہ۔ اور یولی نیشن باشندہ اوشنگا ان فرقوں کے قد کی اوسط سیاحوں کے بیان کے بموجب ۵ فٹ ۶ اور ۶ فٹ کے درمیان ہے۔ یعنی ان اونچائیوں میں ۱۳ انچہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ ان دونوں ہندسوں میں درمیانی ۸ ڈسٹ ہوگا۔ بڑے قدوں کا یہ اوسط قد عموماً (انتروپالوجسٹ) یعنی ماہران علم تاریخ انسان نے تسلیم کر لیا ہے کہ بہت آپ آدمی کی نسلوں کی حسب ادنیٰ درازی کے قریب قریب صحیح درجے بنائے کو ایک پیمانہ کا کام دیکھتا ہے۔

بڑی قد کی نسلیں۔ وہ ہیں جو ۵ فٹ سے زیادہ ہوں۔

اوسط قد کی نسلیں۔ وہ ہیں جو ۵ فٹ ۶ سے ۶ فٹ تک ہوں۔

ادنیٰ قد کی نسلیں۔ وہ ہیں جو ۵ فٹ سے کم ہوں۔

فرائس کمی نسل جسکی اوسط درازی ۵ فٹ ۶ ہے ”اوسط نسل“ میں مل

سمجھتی پائیگی۔ ۱۸۰۔ انچہ کا فرق جو مختلف انسانی نسلوں کے درمیانی قد میں

نوٹ (۱) کیپ آف گڈ ہون۔ اور آسٹریلیا۔ اور کناڈا۔ کے جنگوں میں رہنے والی قومیں ہیں

بشپین کہلاتی ہیں۔ آزاد۔

پایا جاتا ہے۔ بہت ہی کم ہے۔ ایسی ہی مثالیں مختلف اقسام جانوران میں پائی جاتی ہیں جو بہت ہی زیادہ فرق رکھتے ہیں۔

مثلاً زولا جیکل پر غور کیجئے کہ بندر کی اکثر نسلیں ہیں جو باہم ملجاط

صورت۔ عرض۔ طول۔ اور حالتوں کے بہت زیادہ فرق رکھتے ہیں۔

کوئی شخص ایک چھوٹے اوسٹیس اور ایک بڑے گورلا (۱) کو ایک ہی جانور

کی نسل نہیں تسلیم کر سکتا۔ اسی طرح کی ناموافقیت گھوڑے کی نسل میں پائی

جاتی ہے جیسے شیلیڈ کے ٹٹو اور میکا بنرگ کے گھوڑی ہیں۔ ٹٹو اور

پرچین میں۔ اسی طور پر پھوڈروم (وہ تماشا گاہ جہاں گھوڑے اور

گھوڑیوں کے کیبل بوئے ہیں) کے متعلق انتہائی اور کم از کم تعدد میں ہوتا

برسین کے چھوٹی اور ڈراہم کی بڑی گا لی۔ لینڈس کی چھوٹی بیٹر

اور انگلش ڈسلی کی بڑی بیٹر میں بہت فرق ہے۔ الغرض انسانی

نسلوں میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ درمیان لشیمن اور میکا کوئیز

کے اور درمیان لیپ اور نارویجین کے۔ جب تک ہم ایسے غیر معمولی

قد جیسے بڑے آدمی سے چھوٹے آدمی کا مقابلہ نہ کریں کوئی زیادہ فرق

نہیں دیکھتے۔ یہ فرق جو انسان کے مختلف نسلوں کے قد میں ہے

حالانکہ بہت کم ہے مگر ہر ملکوں میں وہ آپ ہی آپ وقوع میں آئے

مثلاً فرانس میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی اور چھوٹی نسلیں پاس ہی پاس آباد ہیں

نوٹ (۱) اوسٹیس اور گورلا۔ بندر کی دو قسمیں ہیں۔ مگر چھوٹی بڑی

ایسے تفرقے بہت آسانی سے اُن نتائج کے اعتبار پر تصدیق کئے جاسکتے
ہیں جنکو بورڈ آف ریزرو نے حاصل کئے ہیں۔ فرانکس میں بہت اونچے
اشخاص شمال و مشرق میں ہیں۔ نارمن اور وینڈین لوگوں میں ایسے
کم اونچے ہیں جنوب اور جنوب و مغرب کے باشندوں
میں زیادہ پست قد پائے جاتے ہیں مجلس سون
کر دومی کے علاقہ جات کی باشندے
مستثنیٰ میں نظر۔

محمد عبدالکیم خان
سکسور کھپور

پارک شایر کے سانپوں کا بیان

قدیم راگ۔ اور پُرانی روایتوں کے مطابق اوس سرزمین میں بے شمار اژدہا اور مختلف اقسام کے سانپ رہا کرتے تھے اکثر یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیہات کے لوگوں کو وہ سخت نقصان پہنچاتے تھے۔ آخر کار ان کی ہلاکت کیلئے کسی مسلح زرہ پوش بہادر کو آمادہ ہونا پڑتا تھا۔

سانپوں کی نسبت عقیدات کی خواہ کچھ ہی اصلیت رہی ہو۔ تاہم ان حقیر اور کمزور چھوٹے سانپوں کے افعال کے سبب جو اس وقت انگلستان کے گنڈروں اور جنگلوں میں پائے جاتے ہیں ایسا اعتقاد نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ قریب قریب یہی فلسفے کی قدر تبدیلی کے ساتھ ہندوستان اور فارس اور بعض ایشیائی مقامات میں عقیدتاً موجود ہیں۔ پرسس کی لڑائی میں جو سمندر کے دیوؤں سے ہوئی۔ اور ہرکلیٹر کی لڑائی میں جو ہیڈر سے ہوئی۔ اور پالو کی لڑائی میں جو ہائیمن کے ساتھ ہوئی یہ فلسفے بلا کسی تبدیلی کے یکساں پائے جلتے ہیں۔ اور خوفناک اژدہوں کی داستانیں جو زمانہ قدیم کے کچھ بعد کی ہیں انہی ہمارا بڑا سینٹ جارج سے سربراہ اور دوسرے۔

یقین کیا جاتا ہے کہ سانپوں کی پرستش کا خیالی وجود ایک طویل عرصہ سے خیال ہے جو زمانہ قدیم کا بہت رائج تقصیب تھا جس کے نشانات اب تک مشرق

ہندوستان۔ یہودیہ۔ یو مان۔ اٹالیہ میں پائے جاتے ہیں۔ جو اب تک بہت
نمایان طور پر بالخصوص دیہوتس اور ہوتیدن کوگون میں پائے جاتے ہیں۔
ایک طور پر یہ خیال کیا گیا ہے جو صبیح بھی ہے کہ ہمارے قدیم راک
لکھنے والوں اور گیت گائیوں نے اپنی گیتوں میں چند ظالم اور خلق آزار
اشخاص کا ذکر اڑ دیا ہے اور سانپ کے نام سے بیان کیا ہے جس کا صحیح
ظاہر کرنے کی وہ جرات نہ کر سکے۔

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سلطنت مائتھمبیریا کے سانپ۔ اڑ دے ہو لیڈی دارم
سے بھری ہوئی تھی سپنڈل سٹن ہو میں ایک مشہور لیڈی دارم
تھا جو ہمبرگ کے متصل ہے۔

اور وہ ایسا زہر ملا تھا کہ سات کوں پورب اور سات
گوس پچم۔ سات کوں او تر اور سات ہی کوں دھن کے
زہر دار شعلوں کی لپیٹ ہو گھاس تک نہ جم سکتی تھی۔

ترجمہ نظم

ڈرہم کے ایک خاندان موسو مدلیٹن کے نسبت ایک عجیب قصہ مشہور ہے۔ یعنی
اُس خاندان کا افسر یا بیچ پشت تک اور بعض کہتے ہیں کہ نو پشت تک اپنی
بستر پر نہ مر گا مقام ساگرن ان نیز جسر ڈرہم کے بشپ متھف تھی کہتے ہیں
کہ دمان کے لوگ بشپ کو کرافٹ برج کے درمیان ایک قدیم زمانہ کی تلوار
ان الفاظ کے ساتھ دیتے تھے۔ ”میر خداوند بشپ میں یہ تیغ ہالی آپ کو
دیتا ہوں جس سے باہر کا تیرس لے سانپ۔ اڑ دے۔ اور آتش باز اور نے دے“

پہون کو قتل کیا۔ جسے مرو۔ ہورت۔ لڑکون کو بر باد کر دیا۔ جسکی یاد نگار ہی میں ماکم وقت نے مقام ساکبرن اُسکو دیکھا اور سپر متصرف سرہی۔ اور نیز یہ کہ ہر شپ کی اہل آد کے وقت اُس مقام میں بیہ تلوار پیش کیا جائے۔ اسپر فوراً وہ اُسے اینوٹاتھیز لے لیا ہے۔ اور لارڈ ساکبرن کی تندرستی اور اُس مقام سے عرصہ دراز تک لطف حاصل کرنیکی دعا مانگ کر جلد واپس کر دیتا ہے۔

تین اڑو ہے جگا اوپر ذکر مہا اول نار ہتمہ لینڈ کا اور دوسرے ڈرہم کا تھا تمام بیانات اور انسداد کے اشاروں کی تصدیق اُن مقامات کی تحقیقات سے کی گئی ہے جہاں کی موت سانپوں کا رہنا بیان کیا گیا۔

ہنڈیل کلا یولینڈ میں جو لافٹ ہو سکے قریب واقع ہے۔ سلاسلہء مین ولیم چوڑی پرستی کے لڑنے کے ایک چھوٹا سا اتنی یا ہسٹنہ کا مکان بنایا تھا۔ جگا اب کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے۔ فی الاصل بیہ جگہ بہت ہی خوشنما۔ اور فرحت افزا اور صرف سمندر جو تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک جدا گانہ صورت پیدا کرتا ہے۔ اس منظر میں پورا احصار جنگل کا خالص تنہائی۔ اور وادیوں کی خاموشی۔ موت کا سا سننا۔ اور علیحدگی جو ہر چار طرف ہے۔ ہماری خیال کو اُس قدیم زمانہ کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ جبکہ۔

تراہیر سیکے گھنٹے جو سہ شام بھ سے سننے جاتے تھے۔
 تیرہ نظم } اودن ویران پہاڑیوں میں جہاں وہ پھرتے تھے۔

زمانہ قدیم میں اس جنگل میں ایک ہولناک سانپ رہتا تھا جس میں عجیب و غریب

تو تین تین چسکی وجہ سے نوجوان ناکتخذا رکبان راہ راست بہک جاتی تھیں
اور بالاخر ان کے نرم اور سستہ دل اعضاء جنگی ساخت اور ترکیب قدرت کا ظاہر
منونہ ہوتے تھے اوس سانپ کی غذا ہوتے تھے۔ اُن دنوں وہاں ایک
نوجوان بہادر سکا نامی رہتا تھا۔ وہ اُن بربادی بخش واقعات پر بہت غضبناک
ہوا جو اُس سانپ کی وجہ سے مہم جین اور حسین لڑکیوں پر عائد ہوتے تھے
اور اُس موذی کے ہلاک کرنے کی کوشش میں خود ہی ہلاک ہوئی پر آمادہ ہوا۔
بالآخر وہ اپنے دوستوں کی دعا اور اپنی دلبروں کے آنسوؤں کے هجوم
میں سامان جنگ سے مسلح ہو کر اوس سانپ کو غار پاس پہنچا۔

اور اپنی تلوار سے اُس پیچھے کو گھٹکھٹایا۔ قاعدہ کے موافق سانپ فوراً باہر نکل آیا
اُس کے نتھنوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور اپنی کلفی دار سر کو اونچا اٹھائے
ہوئی تھا تاکہ اُس دلیہ حملہ آور کو ہلاک کرے۔

بہادر سکا اوس ہیبت ناک حریف سے مطلق ہراساں نہوا۔ دیر تک بہت دلیری
کے ساتھ اُس سخت لڑائی میں مصروف رہا۔ دو مساد می طاقتوں کے
سخت مقابلہ میں بالاخر ہمارا نوجوان بہادر جس نے اہل شہر کی سلامتی کے لئے
اپنی جان خطر میں ڈال دی تھی اوس موذی کے ہلاک کرنے میں کامیاب ہوا۔

اوس ہیبت میں ایک بہت بڑی رئیس کی لڑکی پائی گئی جس سے ہمارے
نوجوان سکا نے شادی کی۔ اور اسطور پر اوس نازنین کو خوشنوار ملک الموت کے
ہاتھ سے بچایا۔ اس وجہ سے سکا کو ایک بہت بڑی جایداد ملی۔ وہ مقام

جہان سانپ مار گیا اب تک سسکا کے جنگل کے نام سے مشہور ہر سنگین مقبرہ جبین وہ دفن کیا گیا خانقاہ کے پاس ہے۔

سکسہو جو رڈ کی کے قریب ایک چوٹی سی آبادی ہے اور جو قبضہ سسکوسلی واقع کلا یو لینڈی قریب ہم میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں ایک گول ٹیلے کی چوٹی پر ایک خوشنوا۔ ظالم اژدہا کر رہنے لگا۔ کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی اصلیت کیا تھی۔ اور وہ کہاں سے آیا۔ اسپر اس قدر اشتہا غالب رہتی تھی کہ بالمرہ ۹-۱۰ لاکھ اوسکی بھوک مٹانے کو درکار ہوتی تھیں۔ یہ نہیں سنا گیا کہ کایون کے علاوہ وہ اور بھی کچھ کھاتا تھا یا نہیں۔ جب اوس کا معدہ خالی ہوتا تو اسقدر سخت سیلی کی اسی آواز کرتا تھا جیسے اس جوار کے رہنے والے بہت پریشان ہو جاتے تھے۔ اسپر اور خرابی یہ تھی کہ اوسکی سانس میں اس قدر زہر ملا پن تھا کہ وہ جس تک پہنچی وہ وہیں ہنڈا ہو جاتا۔

یہ حالت اوس قبضہ کے باشندوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آبادی بھی اس بلائے مہم کی وجہ سے روز بروز کم ہوتی جاتی تھی۔

بالآخر اس موذی کے موت کا دن طلوع ہوا۔ ایک مسلح بہادر اس راہ سے گزرا جسکے نام اور مقام سکونت سے کسی کو اطلاع نہیں تھی۔ اور سخت لڑائی کے بعد اس نے اسی سانپ کو مار کر اسی پہاڑی پر چھوڑ دیا اور اپنی راہ لی۔ سکسہو کے رہنے والے لوگوں نے اس سانپ کی کمال کمال کر اُس کو گرجا میں ایک رفیع مقام پر لٹکا دیا۔ جہاں ایک مدت تک اس بہادر کی فتح اور قبضہ والوں کی بلا سے

نجات پانے کا یادگار رہا۔

لاسکی جنگل کا اتر دیا۔ بلاسچی منگلن کے گرجہ میں جو یارک شایر کے ماترہرڈنگ
میں ہے ایک قدیم مقبرہ ہے جس کے اوپر ایک بہادر نائیک کی زرہ پوش عبت اپنی
پشت ٹیکے ہوئی ہے۔ نائکین ایک دوسرے پر مین یہ تصویر ایک کتے سگی
ہوئی ہے مگر کوئی کتبہ نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ قریب جوار
میں یہ مشہور ہے کہ یہ قبر پیر لاسکی کی ہے جس کا آخر بہادرانہ کام ایک عظیم اثر ہے
کا مارنا تھا جواس ملک پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور لاسکی کی پہاڑی پر اُس نے اپنا بہت بنایا
تھا جو سٹون گریوین ایسٹ نیوٹن کے قریب ہے۔

یہ روایت اس طور پر بیان کی جاتی ہے کہ بہادر پیر لاسکی نے یہ ارادہ کر کے
کہ ملک کو اس آفت سے بچا دے ایک خاص قسم کی زرہ بنوائی جس کے ہر طرف
اُستری کی تیز دمار باہر نکلی ہوئی تھی۔ اُس سے مسلح ہو کر صرف ایک تلوار اور ایک
وفا دار سکتے تو لیکر اس ظالم کی تلاش میں چلا جسے اُس نے بہت جلد بغیر زیادہ
تلاش کے لاسکی ہل کی ایک جہاڑی میں پایا۔ وہ اتر دیا اپنا شکار دیکھ کر بہت
خوش ہوا اور بہت زور میں اُس مسلح جوان کی طرف ٹوٹا۔ باوجود اس کے
کہ تلوار کا ایک زخم کھا چکا تھا مگر پیر لاسکی کو لپیٹ لیا تا کہ حسب معمول دبا کر مار ڈالا
مگر وہ اپنے اس خیال میں کامیاب نہوا اور اُستری کی تیز دمار میں اُس کے
ہر صدمہ چھب گئیں۔ آخر کار اتر دیا ہے نے اپنی کو کو لودیا۔ اور جو نہیں زمین پر
چلا اس کے کل زخم لچے ہو گئے۔ اور پہلے کی طرح زور آور اور قوی ہو گیا۔

اس حیرت ناک نتیجے سے اس بہادر کو سخت تعجب ہوا۔ بہر حال اسکی تلوار سواڑ ہوئی
 کا ایک حصہ کٹ کر الگ ہو گیا۔ جسے اوس وفادار ہمراہی نے فوراً جھپٹ کر لے لیا۔
 اور وادی کے اُس طرف ایک میل کے قریب لگیا۔ اور وہاں ایک پہاڑی پنگلٹن
 چرچ کے قریب رکھ آیا۔ اور اسی طرح باری باری سے ہر ٹکڑوں کو جو تلوار سے
 کٹتے تھے اپنی منہ میں لیکر وہاں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ سب ختم ہو گیا۔ مگر آخری
 حصہ جسے وہ لگیایا نہر دار سر تھا۔

اس نوبت پر وہ بہادر اپنی فتح سے خوش ہو کر اپنے شریک ہمراہی (کٹے)
 کو پیار کرنے لگا۔ اُس نے بھی سر اٹھا کر اپنے مالک کا منہ چاٹا۔
 مجھکو یہ کہتے ہوئے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ارد ہے کا نہر جو کتے میں اثر
 کر گیا تھا اس بہادر پیر لاسکی میں منتقل ہو گیا۔ اور چند لمحہ بعد وہ گر گر مر گیا۔ اور
 وہ کتا بھی اوس کے کنارے مرا ہوا پڑا تھا۔

اُس قصبہ کے رہنما والوں نے اوسے پنگلٹن چرچ میں دفن کیا اور ایک
 یادگار اس کی قبر پر رکھ دی۔ جس پر اوس بہادر اور اوس کے کتے کی صورت
 منقش تھی۔ تاکہ اس قصبہ کا نشان باقی رہے۔

سٹنگس بی۔ نارنہ ریڈنگ آف یارک شائر میں ایک چوٹا سا پیرش
 ہے اور تین باتون کے لئے مشہور ہے۔ اول ایک قطعہ کا کھنڈر۔ دوسری پول
 تیسری ایک عظیم سانپ کی روایت۔

وہ قلعہ بہ نسبت اوروں کے زمانہ حال کا بنا ہوا ہے۔ مگر تاہم عظیم شان

کھنڈ رہی۔ ایک درجن می پول میں سے صرف ایک یارک شایر میں رہ گیا ہو اور ہمیں اس وقت کو یاد دلاتا ہے جو ہمیشہ کیلئے گزر گیا۔

ہمارا مطلب اس وقت سانپ سے ہے۔ وہ شرک جو سلنگس بی میں ہو کر ہو دیکھم سے مالٹن کو گئی ہے علاوہ داہنی جانب کے جسمین کو لی قدرتی روک نہیں ہے عجیب طرح سے داہنی طرف پھری ہوئی ہے۔ اس امر کو اجڑاؤ اس وقت ماہر علم قدامت نے تحقیق کیا۔ اور اپنی تحقیقات کے صلیب میں ایک روایت پایا جو اس طور پر ہے کہ ملٹن اور اس قصبہ کے درمیان اکثر اوقات ایک سانپ رماڑا تھا جو مسافروں کے شکار پر اپنے دن بسر کرتا تھا جسو اس وائی دل اور اس کے کئے نے مار ڈالا۔ اس نے ایک مہلک زخم بھی کھایا۔

بستی سے آدھ میل کے فاصلہ پر ایک بھٹ ہو جسکا اندرونی حصہ گز سے بھی زیادہ چوڑا ہے۔ وہی اس سانپ کا مسکن تھا۔ اس زمانہ میں وہ شرک دکن جانب ایک میل کے قریب پھری ہوئی تھی جو اب تک نمایاں ہو۔

اس روایت کو ایک بڑی محقق عالم نے سلطنت ۱۶ میں لکھا ہے جو اب تک اس قصبہ کے باشندوں میں مشہور ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ سانپ ایک میل لپٹا تھا۔ اس جان نثاری کے صلیب میں قصبہ والوں نے وائی ول اور اس کے کئے کی شبیہ اپنے گرجا میں بنائی۔

وائی ول اور اس کا کتا دونوں اٹنا جنگ میں یا لڑائی کے متوڑی ہی دیر بعد ہلاک ہو گئے اور اس یادگار شبیہ کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔

ڈاؤس ورتمہ نے اوسو دیکھا ہو۔ سلنگس بی چیچ کے ذکر میں بیان کرتا ہے کہ چیچ کے خاص یا ناچ کے کمر میں ایک وائی اول کی یاد گار ہے جو اپنی ٹانگوں کو ایک دوسری پر رکھے ہوئی ہے اور اس کے قدم پر ایک دوڑتی ہوئی ہوئے سکتے کی تصویر ہے۔ کلنگٹن ایک موضع پانٹی فرکٹ سے قریب چیمہیل کے فاصلہ پر ہے۔ زمانہ سابق میں وہاں میدان میں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا۔ جو ہر ایک پر خو خوری کے ساتھ نظر کرتا تھا۔ آخر کار ایک چرواہا نے اپنے کتے کی اعانت سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور اسے ہلاک کیا۔ انجام کار وہ چرواہا اور کتا دونوں اسی صدمے سے مر گئے۔ جو اڑدہی کی لڑائی میں ہارے ہوئے تھے۔ کلنگٹن کے باشندوں نے اسے قبرستان میں دفن کیا اور اہل شکر گذاری کیلئے اس کی قبر پر چرواہا ہے اور اس کے کتے کی تصویر یاد گاری کے طور پر کندہ کرادی۔ بارگ شایر کا دوسرا مشہور اثر دماوانی ہے جتنا تھا قدیم راگوں میں بہت شہریت اس روایت کی ہے۔ اسے لیشپ پرسی نے اپنی مجموعہ میں شامل کیا ہے۔ یہہ راگ ایک دلیلانہ وضاحت کسی تاریخی واقعہ کے بیان کی ہے جو ایک بہادر اثر دہی کے لڑنے کے پیرایہ میں ہے۔ یہہ امر مشکوک نہیں ہے کہ یہہ راگ کس زمانہ میں لکھا گیا۔

لیکن اثر دہی ہے اور موراث مورثال۔ کا بیان تمام وادی دماوان اور شیفلڈ کا رائل کونسل تک اور ورملینز کی وسیع حکومت میں بخوبی مشہور ہے۔ ظالم کو ایک اثر دہی سے تشبیہ دی گئی ہے اور فاحش کو ایک بہادر

یائیٹ ازیٹ جو اگر اس قوی اور موذی دیو کو ہلاکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سرطامس ورملی کو اڑ دیا۔ اور چند آزاد اشخاص کو جو اپنی ارضی کی مالگذاری بجز بادشاہ کے اور کسی کو نہیں دیتے تھے اور جسے اوسنے وہ ملک لیا اور جنگوستانا تھا اونہیں شکار اور موراف مورمال کو جو ان آزمادھنوں کا قانونی مشیر اور حامی تھا اور جسے اس بہادر ظالم کو شکست دیا اس کا حریف مقابل قرار دیا ہے۔

چونکہ وہ راگ بہت عمومت کے ساتھ جاری ہوا اسلئے ہم اس جنگ اور کیلت کا ایک شعر لکھتے ہیں۔

ترجمہ نظم } اس اڑ ہو کے دوبارو تھے ہر ایک ایک کاندھ پر۔
اس کے سینے میں ایک نیش تھا تیر کے برابر۔

اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ دوشبانه روز باہم لڑائی ہوتی رہی اور اس اثنا میں کسی کو کوئی زخم نہیں پہونچا۔ بالآخر بہادر موراف مورمال کے لات جسمین لوہی کی سلاخیں بندھی ہوئی تھیں اس اڑ ہو کی ہلاکت واقع ہوئی۔ وہ مقام جہین اس لڑائی کا ہونا بیان کیا گیا ہے یارک شایر کے نہایت عمدہ اور عجیب خیر تاریخی واقعات کے مقاموں میں سے ایک ہے جو وارن کلف لاج کے قریب واقع ہے۔

جہان کٹھری چٹانوں کا سلسلہ ایک چوٹی پر واقع ہے۔ اور شمالاً جنوباً دو دان بہت کم نیچے روان ہے۔ اور درمیان کی جگہ خوشنما اور دلاوینہ جھوڑ

بھری ہوئی ہے۔ وہ نرم پتیاں جب ہوا سی ہمتی ہیں تو سمندر کی خوشگوار
لہروں کا جواب دیتی ہیں جو عجب پر فضا منظر ہیں اس کے سامنے اوڑن کی
وادی ہے۔ جو مغرب جانب کو شادہ ہو کر ڈان کی وادیوں میں مل جاتی ہے۔
بائیں جانب بھی اسی وادی کا سواد ہے جہاں تک جنگل کا سلسلہ ہے۔ جو
شیفلڈ کے گنبد اور مناروں تک ختم ہوتا ہے۔

کل منظر بہت عظیم الشان اور خوشنما ہے۔ جس کے جذبات کا خیال جو انسانی علی
مذاق میں داخل ہو آسانی سے ذہن میں آ سکتا ہے۔

اس اثر دہی کا باعث جو ایک قدرتی غار ہے لاج مذکور سی ایک میل اوتھر ہے۔

اب اس جگہ جہاں ڈان کا سپر شہہ قدرتی چمک مک کے ساتھ جاری ہے۔
گئے جنگل اور قدیم واقعہ کے غار و پھین۔

عربی اثر دہا وارن کلف کے درختوں سے بھرے ہوئے ساحل پر۔

مستقل اور مطمئن لہروں کی دہار کے ڈرائیکو نظر نہیں آتا۔

ترجمہ تطم

عبد الکریم خان آزاد
مگور کپھور

ہنری ٹامس بکل^(۱)

سوانح عمری پر ایک مختصر ریمارک

خوشی اور سنجیدگی کے اوقات میں جب ہم لایف اینڈر اٹنگس آف ہنری ٹامس کو پڑھتے ہیں تو ابتدائی حصہ اس مورخ اور فلسفی انگریز کے زمانہ زندگی کا یہ پیشین گوئی کرتا ہوا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں اس کی عالی دماغی اور بلند خیالی کا اطلاق تمام دنیا کو ہو جائیگی۔ کیونکہ ہم اسے آٹھ برس کی عمر تک حروف سے بھی نا آشنا اور ۱۴ سال تک سلسلہ تعلیم سے علیحدہ پاتے ہیں۔ دشمنند باپ نے اسکی میلان طبیعت پر خیال کر کے ڈاکٹر جس ٹامس مالوے کے پاس (۲) صرف تبدیلی مقام کی غرض سے بھیج دیا تھا اور ڈاکٹر مالوے کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ اسکو نہ تو کچھ پڑائیں تا وقتیکہ میلان طبیعت دریافت نہ کر لیں۔ اور نہ کبیطح کی سختی سے پیش آئیں چنانچہ ایسا ہی عمل درآمد ہوا پر اسنے کسی شاخ تعلیم کی جانب اپنی رغبت نہیں ظاہر کی۔ جس کلاس میں وہ بٹھایا گیا تھا بجز اس مضمون کے جو از خود اس کے دماغ میں اگر اسنے اور کچھ نہیں سیکھا۔ یا تو میکا ریٹھو پنجر کی وجہ سے یا شاید اس سبب کہ اکثر ذہین اور ہوشیار مبتدی جو مضامین ان کے سلسلہ تدریس میں داخل نہیں ہوتے ان پر کیا مشغول ہو کر کیا کرتے ہیں۔

نوٹ (۱) ہنری ٹامس بکل ۲۴ ماہ نومبر ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوا۔ علامہ ابن تیمیہ کی گلی۔

”(۲) ہتھام گارڈن ہوس کینش ٹون۔ لندن۔

بکل نہایت غور کے ساتھ اقلیدس اور جہر مقابلہ کے ثبوتوں کو جو بورڈ پر رکھے جاتے تھے بغور دیکھا کرتا تھا۔ کچھ دنوں بعد تو اس بلا کی دلچسپی ہو گئی تھی کہ جو ثبوت سمجھیں نہ تھے اسے تھے ماسٹر سے پوچھ آیا کرتا تھا۔ اب تو اس خاص سبکدش کی تعلیم کیلئے کلاس میں شامل ہو گیا اور ریاضی کا اول انعام لیکر گھر واپس آیا۔

یہ ایک غیر مترقب خوشی تھی اس شخص کیلئے جسکو تھوڑی سی دنوں کے بعد تمام دنیا ایک ایسے بیٹے کے باپ ہو کر مبارک باد دینے والی ہے جس نے علمی شہرت کی پاک ہستی حاصل کی۔ اور جسکی تصانیف سے نوع انسان کی مختلف زبانیں بولنے والی نسلیں اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کے ذریعہ سے فیضیاب ہوئیں۔

والد بزرگوار پیارے بیٹے کی اس اچانک کامیابی سے بہت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”تم اسکا کیا عوض چاہتے ہو؟ جسکا جواب صاحبزادے نے یہ دیا کہ ”بس اسکول سے اٹھ لیجئے“ بچے ذرا تامل کے ساتھ یہ درخواست قبول کی۔

جب اس نے اسکول کو خداحافظ کہا تو ہم اس کی عمر اور ذخیرہ معلومات نہایت ہی قلیل تھا۔ اس لئے نوعی استعجاب ہوتا ہے کیونکہ ایک ہندی باپ کتنا ہی اصول تعلیم و تربیت اولاد سے ناواقف ہو سکتا ہے نہایت چاہیگا کہ اپنے پیارے بیٹے کو جس نے ریاضی میں اول انعام پایا ہو اور دماغی اور عقلی قوتیں جسکی حالت شباب میں ہوں مدرسہ سے اٹھائے اور اُس پر تم یہ کہ

گھر پر رکھ کر اسکا لڑکا اودھم مچائے۔ بازاروں میں جا کر سودے والوں کو دق کر دے اور دن رات شوخیوں میں گزارے۔ جو کچھ آتا جاتا تھا ماس بھل باورچینا نہ میں ہا کر نوکروں کو فخر پر سنا آتا تھا۔ میز کے پاس کھڑا ہوا اور انجیل مقدس کے کچھ حصوں کو پڑھا۔ فریج میں ترجمہ کر سنایا۔ واہ واہ سنی اور اپنے گری میں چلا آیا۔ صرمت دوہی گھر کے جہین مان باپ رہتے تھے اکی شرارتوں اور شوخیوں سے پاک تھے۔ والدین کے طریقہ تربیت نے اس کے دماغی اور باطنی قومی کو بالکل چپ چاڑھ رکھا تھا۔ لیکن اس کی مان نے اسکو سینا البتہ سکھا دیا تھا کیونکہ بمقابلہ دوسری ہمعرون کے ماتھوں سے وہ کچھ کام نہیں لے سکتا تھا۔

باپ نے پھر ارادہ کیا کہ کسی جگہ اس کو حصول تعلیم کی غرض سے بھیجے۔ چنانچہ وہ ایک پرائیویٹ ٹیوٹر کے پاس بھیجا گیا۔ جہاں کہ او سنے کچھ نہیں پڑا۔ مگر عقل و دانش میں تحریک ہو چلی تھی۔ بیمار ہوا۔ واپس آیا۔ اور پھر سبھی کسی اسکول میں یا پرائیویٹ ٹیچر کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ چونکہ اب ہوش کا ہو چلا تھا اخبارات کی جانب دلچسپی اور توجہ مبذول ہوئی۔ ایک رات کو فری ٹریڈ آزاد تجارت پر (جبکہ اصول مطالعہ اخبارات لے آو سکے ذہن نشین کر دئے تھے اور اس زمانہ کے انگلستانی اخبارات میں شدت سے اُس پر مباحثے چمڑے ہوئے تھے) ایسے جوش کے ساتھ کچھ خیالات پیدا ہوئے کہ سر رابرٹ مل کو اسی سمجھ میں ایک خط لکھا جسکے بیغے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس زمانہ میں یہی نوٹ ۶ شکستہ مین وزیر انگلستان تھا۔

اور پولیس کل امور بھی اسکے دائرہ خیال و گفتگو کے دو مضامین تھے۔ پالیٹکس مین وہ اپنے بہرل باب کا طرفدار تھا۔ اور طرفداری کی یہ شدت تھی کہ آپ دو چار قدم انسپری بھی آگے نکل گئے تھے۔ سالانہ الکشن (انتخاب) مین بہت کچھ انٹرسٹ لیتا تھا۔ اب عوامان برس اور صحت بھی بحال ہے۔ باپ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسکو پیشہ تجارت کی طرف رجوع کر کے چنانچہ اپنے ساتھ آفس لیجا یا کر مانتا جہاں کہ بیٹے نے فریک کے ساتھ اپنا وقت گزارا۔ لیکن بعد کو ٹامس بکل نے اس گزشتہ وقت کو ضائع شدہ خیال نہیں کیا کیونکہ یہ قدر تجارتی معلومات اسکو ہو گئی تھی۔ چونکہ ہم ہنری ٹامس بکل کی سوانح عمری نہیں بلکہ اسکے روزنامچہ زندگی پر ریکارڈ لکھنا چاہتے ہیں۔ اسلئے اسقدر اسکا حصہ زندگی بخیر کرنا ضروری تھا جو ابتدائی ہے اور جبکہ پوشیدہ اثر وں کا نتیجہ اسکی مختصر اور دنیا کو معتد بہ فائدہ پہونچا بیوالی ہے آخری زندگی ہے۔ جس شخص نے باقاعدہ تعلیم پائی نہ ہو کوئی پیشہ سیکھا نہ ہو اور نہ فارمیشن آف کیریئر (درستی و پابندی عادات) کے زمانہ سے کچھ حصہ لیا ہو مہتر اس سے امید نہیں کر سکتے کہ وہ اسم انسانوں کے گروہ کا کوئی رکن ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہکو کوئی مثال ایسے اشخاص کی ملے جو با اینہم بے سرو سامانی کامیاب طور پر زندگی بسر کرنے والے ہوں تو حیرت کی کوئی ضرورت نہیں بعد فکر و تامل خود ہم ان کے عادات و اطوار ہی مین ایک پوشیدہ جھلک اس مبارک صفت کی پائیے جیسا اینہم خرابی یہ تخت و تاج دلایا ہے۔ ہنری ٹامس بکل کے ہواقع اور سباب بھی

کچھ کم قابل یا یوسی نہ تھے۔ لیکن ہم اسکی طبیعت میں مندرجہ ذیل باتیں پائے ہیں۔
(۱) لوگوں کے خاص کمیلوں اور تماشوں سے کچھ ذوق نہ تھا بلکہ وہ ان سب باتوں کو نا پسند کرتا تھا۔

(۲) اسکو اپنے ہمنوں کے پاس بیٹھنے اور اُن سے باتیں کرنا پسند نہ تھا۔
(۳) جب متعین تھا تو سیدہ اور سنجیدہ لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کرتا تھا۔

(۴) وہ زمین و صاحب فطرت تھا۔

لو کہیں کے یہ اوصاف جنگو سدا تعلیم سے بے توجہی اور مختلف اقسام کی شوجیان اور شرارتیں دوسروں پر محسوس نہیں ہونے دیتی تھیں بلکہ کچھ گہرا ہالینڈ گیا جبر منی گیا اور پورے براعظم میں اُس نے بخوبی سیر کی سب سے اُس نے اُن ملک کے مکانات، باغات، بازاریں اور تفریح گاہیں دیکھیں اُس کا قصہ تھا۔ بلکہ جہان جہان گیا۔ اُس ملک کی زبان سیکھی۔ باشندوں کی عادات و اطوار اور رجحانات فطرت پر اور نیز اس پر غور کرتا گیا کہ انسانی شائستگی کی روشنی کتنی پائی باقی ہو اُس نے یورپ کی ۱۹ زبانیں سیکھیں۔ اور یہاں تک غیر معمولی تغیر اسکے دماغ میں پیدا کر دیا تھا کہ اس نے مطالعہ کتب کی جانب رجوع ہوا اور جسکو اُس نے ۴ برس تک جاری کیا۔

نوٹ: یہ کتب بینی کا انداز صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی مٹری آدھ سولیریشن میں قریب ۶۰۰ کے مشہور یورپین اور ایشیائی مصنفوں کی اعلیٰ تصانیف سے مدد لی۔ یہی اُن کے اہم مضمون اور پتھون کو اپنی تاریخ میں اکثر جگہ منقول کیا ہے۔ راقم مضمون۔

سیاحی کتب بینی۔ قدرتی ذہانت۔ اور دوسرے اسباب نے چنپریم ریکارڈ کرنے والے مین اسکو عملی اور علم دوست آدمی بنایا۔ وہ ہسٹری آف سویٹزرلینڈ ان انگریز کا جو تین جلدوں میں ہے نہایت مشہور مصنف ہوا۔ جو نابھلے فرینچ۔ جرمن۔ اسپینش۔ ڈچ۔ اور رشین میں ترجمہ ہو چکے علاوہ دوبارہ امریکہ میں شائع ہوئی پہلی جلد تو اسقدر مقبول غوام ہوئی تھی کہ خود انگلستان میں ۳ بار شائع ہوئی یہ عورت جس شخص کی تصنیف کو نصیب ہوئی ہے اسنے ایک سطر بھی قبل ازین شائع نہیں کی تھی۔ مشرق سے تا بہ مغرب لوگوں کے دل میں لایق مسرخ کے حالات ماضی معامد کرنے کا اسقدر شوق پیدا ہو گیا تھا کہ متواتر استفسارات اس کے پاس بہت دنوں تک آتے رہے۔ اور چند ہی سال میں دنیا کے روشن خیال حصہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو بزرگ مصنف کے نام و نشان اور اسکی تصنیف سے ناواقف رہا ہو۔ یہ شہرت کوئی ناپائیدار نہ تھی کہ متواتر ہی دنوں کے بعد دہندلی ہو جاتی۔ کیونکہ ٹامس بکل اگر اپنی تاریخ کی اشاعت قبل از وقت کو کچھ دنوں تک موقوف بھی رکھتا تو جو کام کہ وہ کرنے والا تھا اور جو دماغ خدا نے اسکو دیا تھا۔ اسباب دنیاوی بہت دنوں تک نامعلوم نہیں کرے سکتے تھے۔ ۱۰ دہریس تک ولایت کے رسالوں اور اخبارات میں کوئی تاریخ نویس نہیں مضمون ایسا نہ تھا جو بکل ہسٹری آف سویٹزرلینڈ کے حوالہ بغیر شائع ہوا ہو۔ بلکہ یہاں تک خیال کیا جاتا ہے کہ اخبار ٹائمز کے سلسلہ تاریخی تبصروں میں اس کے طریقہ تحریر کی تقلید کی جاتی تھی۔ ٹامس بکل کو جس نے کسی ایسے ماسٹر سے

نہیں پڑا اور کسی ایسی آفس میں کام نہیں کیا جہاں اس کے پاس بڑھاپے کی نئی۔
 ”ہم ایک ایسے باپ کا بیٹا ضرور تھا جو علاوہ تعلیم یافتہ ہونے کے ”میں آئی بڑھاپے“
 (کاروباری آدمی) تھا۔ اور ایک ایسی بہن کا بھائی یقینی تھا جو اپنے کمرے میں
 بیٹھ کر دن بھر دستکاری اور دوسرے مفید اشغال میں مصروف رہا کرتی تھی
 اور ایک ایسی فیملی (خاندان) کا رکن لا ریب تھا جو تمام تر کام کاج والی صلح جو۔
 اور لڑائی جھگڑوں سے پاک تھی۔

ہماری شکستہ حال قوم اور ملک میں بھی بہت سے ایسے ابتدائی ماسٹر کلک
 سے مشابہت رکھنے والے موجود ہیں لیکن ان کی آئندہ حالت گنہگار
 ہونے والی ہے کیونکہ انہوں نے دانشمند باپ نہیں پائے ہیں۔ وہ ایسے
 گھروں میں پیدا ہوئے ہیں جہاں لوگ اپنے تمام دنوں کو ضائع کر کے رات کو
 ندامت و افسوس میں گزارتے ہیں۔ وہ ایسی یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں
 جنہوں نے انسانی میلان طبیعت کا خیال بد نظر نہیں رکھا ہے۔ وہ دلوں کو تحریک
 دینے والی اشیاء اپنے ارد گرد نہیں پاتے۔ وہ جن آبادیوں میں بستے۔
 جن مکانوں میں رہتے۔ جن باغوں کی سیر کرتے۔ اور جن اشخاص سے ہمہ کام
 رہتے ہیں۔ وہ آبادیاں بلد و بران ہونے والی۔ وہ مکانات بے بنیاد ہونیکے
 سببے متکبر کرنے والے۔ بلع تشک و بے شرم ہونیوالے۔ اشخاص اُنہیز
 پر جوش اور لالچ بھرتے ہوئے ہیں۔

اس وقت ہندوستانی کالجوں میں کچھ تعداد ایسے لڑکوں کی داخل ہے

جو اپنے درجون میں حاضری کے پابند نہیں ہیں لیکن زمین ہونیکے علاوہ
چند صفات ایسے رکھتے ہیں جو انکو سنبھال لینے والے ہیں۔ مگر افسوس ہے
کہ ان کی غیر حاضری مدرسہ کی وجہ ناپسندیدگی مضمون کی جگہ کاہلی ہو کر رہی ہے
جب اخبار "علیگڈ انسٹیٹیوٹ گزٹ" ایک نئی کتاب پر ریمارک کرتے وقت ہندوستان
اڑکوں کے ٹیچر کے دریافت کرنے کو آخر ناممکن خیال کرتے ہیں لیکن صاحب
موصوف اگر لڑکے کو صحت مند دیکھنا چاہیں گے اور والدین کو بائامل اور
آزاد راستے ہونے کی ہدایت فرمائیں گے تب یہ مشکل ایک دو سرے پیرائے
میں حل ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم خود بغیر دریافت کرنے کے کوئی راستے
قائم نہیں کر سکتے تو یہ ایک آسان امر ہے کہ معنی ہونیکے حیثیت سے وہ خود
اپنی دلی خواہش اور طبعی مرضی کی پابندی کر سکتا ہے۔

موجودہ یونیورسٹی سسٹم کے پسند کرنے والے اور تعلیم کو ملازمت
سرکاری میں داخل ہونے کا ذریعہ سمجھنے والے بزرگوار سیری ناچیز راہی پر
نکتہ چینی کر سکتے ہیں لیکن جسوقت قوم میں بہت سے اہم آدمیوں کی ضرورت
تسلیم کر لینے تو ان کو بغیر اس عمل درآمد کے معذور نہیں رکھنا۔

علوم صداقت سے بھرے ہوئے ہیں اور صداقت خدا کی عنایت فرمائی
ہوئی مبارک نعمت ہے۔ علوم ذوق حق اور صفائی قلب کی غرض سے
پڑھنا چاہیے۔ نیکی صرف اپنی ہی تسکین کے لئے کرنا چاہیے۔
لڑکا کیسا ہی بدشوق اور نافرمان ہو اگر وہ قابل نہیں ہے تو یقینی انداز

زندگی کو آراستہ کر لینگا۔ برخلاف اسکے کیسا ہی ذہین۔ طبع۔ اور صاحبِ فطرت مگر کمال ہے دنیاوی کاموں کے مشکلات کا مقابلہ باسانی نہیں کر سکتا۔ گو ہمارا ریاکار (جسکی طوالت ہم نہیں چاہتے تھے) اپنی حد سے گزر گیا ہے مگر ہمارا مقصد ہی کہ اہل ملت اور ملک اس مضمون سے فائدہ اٹھائیں۔ اسلئے اچھے حامیانِ تعلیم و تربیت ضدِ جہل ذیلِ حصہ کو بغور دیکھ سکتے اور خیال کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے واسطے جو باوجود ذہانت۔ ہوش اور عوامس کے سلسلہ تعلیم سے میخبر۔ اسکول یا کالج سے غیر حاضر رہا کر لے مین یہ باتیں کس حد تک موثر ہو سکتی ہیں۔

(۱) تبدیل مقام ہونا چاہئے۔

(۲) کسی ایسی جگہ رکھنا چاہئے جہاں مختلف شہروں، قصوبوں، متضاد رسوم اور خیالوں کے لوگ موجود ہوں اور جہاں کہ وہ سبے سوشل میل جول رکھ سکے۔

(۳) اگر مطلقاً درسیہ کتابوں سے وحشت ہوتی ہے تو اسکے رہنے کے مقام میں کسی پر جوشِ مباحثہ سے متعلق اخبارات و رسائل موجود رہنا چاہئے۔

میں اس اسٹپ کو مفید تصور کر سکتا ہوں کیونکہ خیالات عادات اور غلطیوں کی اصلاح۔ اور حالت کے محسوس کر سیکے لئے یہ نتیجہ انگیز ہے۔

ہمارے ہجوم جنکے پاس دولت نہیں رہی۔ ثروت نہیں رہی۔ اسکے ساتھ ہی مذہب اور ایمان بھی نشیف لے گیا۔ اور اب جو صرف سیک بی بی اور دو گوش دکھائی دیتے ہیں صرف اکی پیاری اولاد اسکے لئے ایک دولت ہے جسکی بڑی تعداد میں بے تربیت اور غیر تعلیم یافتہ روحیں نظر آتی ہیں۔ اگر وہ بغور کامل اس مذہب پر بالا

طریقہ کو اپنی اس قسم کی اولاد کے ساتھ جسکی نسبت ہم اوپر اشارہ کر گئے ہیں (بڑاؤ میں لائینگے تو مسلمان فلسفی مسلمان اسٹیٹسین۔ اور دنیا کے اہم کاموں کی سرانجام دینے والی آبادی معرض شمار میں رہنے لگیگی۔ کیونکہ ہم دیگر اقوام کی طرح ملازمت سرکاری جگہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ اس شایستگی کہ جو ابھی تک قصہ اور کہانی کی حد کو نہیں پہنچتی ہے پھر ایک مثال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ ہماری قوم اور ملک کے ہنری تمامس ہل سطح اس مایوسی کو رفع کرتے ہیں جو ان کے کابل غائب ہیں پیدا ہوئی ہے ہمارے دل پر نقش کا لچر ہو گئی اور اکثر نیش زنی کیا کرتی ہے۔

نومیدی مگر دش ایام ندارد
روز مری کہ سید سحر و شام ندارد

محمد اصغر حسین { مشکاف مال
کلکتہ

اسلام کے علم کی تجلی یورپ میں

آٹھویں صدی عیسوی پیشتر تمام یورپ کا عہد تاریک (ڈارک ایجز) کہا جاتا ہے۔ اس عہد میں علمی پروتوکاروان کوئی اثر نہ تھا بلکہ بی علمی شرافت کا جو ہر خیال کیجا تو تھے ایک شخص نے اپنی دالا کو ہری کا ثبوت اسی سے دیا تھا کہ اسکو دستخط کریںگی قابلیت نہیں ہے۔ مصر میں علوم کی تولید ہو چکی تھی لیکن یورپ اُسے آگاہ نہ تھا یونانیوں کی سرگرم کوششوں نے علوم کو ترقی کے لب بام تک پہنچا دیا تھا لیکن یورپ نے اس سے کوئی حصہ حاصل نہ کیا تھا۔ البتہ یورپ کے قسمت کو اس قیاس گروہ کا انتظار تھا جسکو قدرت کی فیضان نے اس پیش بہا عطیہ پھیلا سیکو ومان بیجا۔ اندلس کے مسلمان اپنی قحطیاب ہستی اور کج ساتھ ایک گران بہا سرمایہ علوم کا لیتی گئی جسمیں مصر یونان۔ فارس۔ ہند اور زیادہ تر اپنی کوششوں کو تبلیغ کا حصہ تھا اس علوم کی رہنما گروہ نے اپنے علوم کو مخفی رکھنا نچا بلکہ قدرت کی نعل کے مطابق ان کو یگانہ اور بیگانہ کیلئے عام کر دیا۔ یورپ کے شایقین ان علوم کے فوائد دیکھ کر جواصول عالم سے متعلق تھے اور جنگی کشش ہر ایک کے دل میں قدرتی ہوتی ہے اندلس کے یونیورسٹیوں کی طرف جو عموماً تمام دارالامارتوں میں اور خاصہ ملططلہ (ٹالڈو) اور قرطبہ (کارڈوا) میں قائم تھیں جوق جوق مسافر نہ لیا سہیں رملت کرنے لگی۔ بے بروک تعلیم نے انکی شوقون میں جنبش پیدا کی۔ ہر چند کہ

اسلامی مدرسوں کی تعلیم دو وجہوں سے اُن کے لئے پرخطر تھی۔
 (۱) یہ کہ مسلمان اپنے شاگردوں کو علموں کے ساتھ توحید کی تعلیم بھی دیتے تھے جو اُن
 زمانہ میں یورپ کی مزاج کیلئے نہایت مضر تھی۔

(۲) یورپ کے لوگ ایسے شخص کو جو مسلمانوں سے بڑھ کر جادو کر کہتے تھے اور ملک
 خطرات انکو جو حکم میں ڈال دیتے تھے لیکن یہ علمی مشعل اس تانبا کی سی مشعل کی گئی
 تھی کہ کوئی مزاحمت اُس کے جذبہ کو روک نہیں سکتی تھی۔

ابتداءً علوم یورپ میں ایسے نمودار ہوئے جیسے شب تار میں صبح کا ذب نوین
 صدی عیسوی میں انکی واقفیت کا ذریعہ بوٹھیس، بیڈ، بیڈ کا شاگرد، الگوین ہوئی
 علم کے حاجیوں کا یہ پہلا قافلہ ہے۔ انہیں سے سب سے زیادہ مشہور جبر برٹرا
 ہے۔ اسکے والدین نہایت پست درجہ کے تھے وہ ملک فرانس میں اورن
 قسمت کی شہر اورل میں پیدا ہوا اپنی لیاقتوں کی وجہ سے ریمس اور لیوان
 کا ایشپ ہو گیا اور رفتہ رفتہ پوپ کے رتبہ کو پہنچ گیا دسویں صدی کے پچھلے چار
 سال میں وہ اس عہدہ پر رہا اس زمانہ میں اسکا نام سلوستر دوم تھا۔

اس شایق ذکی نے اندلس میں رہ کر حساب، اقلیدس، ہیئت فلسفہ کو مسلمانوں
 سیکھا اور مختلف علوم سے مالا مال ہو کر حبیب فرانس میں واپس آیا تو اسکے ہم عصر
 اوسکو نادروہ روزگار سمجھتے تھے رقیبوں کے رشک سے انکو جادوگر بھی ٹھرایا کہ یہ
 شیطان قوتوں سے ساز رکھتا ہے۔ اسنے حساب، اقلیدس میں بہت سی کتابیں
 لکھیں اور پہاڑوں کے اختصار کے قاعدے تحریر کئے اسکے وجہ سے جنوبی فرانس

اور اندلس میں علمی تعلقات کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

اٹلی کے جنوب میں ہنگام سدر نو عر کے طبابت کی مشہور مدرسہ کی بنیاد اگرچہ اٹھویں صدی سے لے کر گئی تھی لیکن دسویں صدی سے تیرہویں صدی تک اس کے ترقیات نہایت ہی نمایاں تھیں اس مدرسہ کی ترتیب اور حسن انتظام کی منجھنگا مشرقی علوم کی پرتو سے ہوئی اس کے پروفیسر عرب کے نامور طبیب اور اسکے کورس بوعلی - ابن رشد ابوالقاسم ابوبکر رازی - ابوقیس - زہیر اندلسی کی تصنیفات کا سلسلہ تھا خرچ و غیرہ میں اس مدرسہ کے مکمل تاریخین لکھی گئیں ہیں۔

قسططین کا رجب کا باشندہ گیارہویں صدی کے نصف اخیر میں علم کا بڑا پروفیسر گذرا ہے یہ تانی فیثا غورس علم کی تلاش میں مصر - عرب - الجزائر - عراق - فارس - ہندوستان کے ملکوں میں گیا اس زمانہ میں ان ملکوں میں علوم دینی و خلفاء کے ظل حمایت میں نہایت عروج پر تھی اپنی فیثا غورس کے مثال پر یہ حکیم فلسفہ طب کو نواید سے جلو ہو کر واپس آیا ۳۰ برس تک اپنے علم کی تلاش میں سفر کیا اور واپسی کے بعد بقیہ عمر کو عربی علوم ترجیح کرنے میں صرف کیا کہتے ہیں ابن سینا کی خدمت میں یہ رہا تھا۔

اس عہد تک جو کچھ ہوا وہ ترقی کا محض دیباچہ تھا ملک میں عوام سرگرمی پیدا نہیں ہوئی تھی اور پادریوں کی مذہبی فراحت نے شایقین کی تعداد اور بھی گھٹا دی تھی لیکن بارہویں صدی کا عہد ترقی کا پہلا سیڑھی اس میں مشرقی علوم کی شعاع نہایت تیزی سے یورپ پر پڑی جس نے

یورپ کے رخ کو بھلی کر دیا۔

اگرچہ یورپ کو بیت المقدس کے جانباز معرکوں میں سخت ماکامی ہوئی اور اسکا اثر تمام یورپ کی آبادی۔ دولت آسائش پر نہایت ضرر رسان ہوا لیکن اسکے ساتھ ہی اسکی تلافی بھی ایسی ہوئی جسنے سارے غم و لون سے بھلا دی اویلقہ اور شام وغیرہ کے لوگوں سے ان لوگوں کی جو بحر روم کی سواط کی آبادیوں میں بود و باش رکھتی تھے میل جول پیدا ہوا باہم تجارت کرنے لگو تجارت سے مال و دولت میں فراوانی ہوئی پھر علوم و فنون کا ولولہ پیدا ہوا شدہ شدہ جدید اور قدیم خیالات کے لوگوں میں اتفاق برپا ہو گیا یہاں تک کہ باہم ان دونوں فریقوں کے تعلقات بالکل مسدود ہو گئے۔ اسلئے بارہویں۔ تیرہویں۔ چودہویں صدیاں تجارتی۔ مذہبی۔ علمی ترقیوں کیلئے مشہور ہیں۔ اور شایستگی کے ایک مناسب منصوبے حاصل کر لینے کے سبب عہد و سلی کے ساتھ ملقب ہیں۔ اسی زمانہ میں مذہب کی رفارم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں علم طب پادریوں کے خاندان سے بالکل جدا کر دیا گیا تھا عام طور سے مشہور کر دیا گیا تھا کہ مذہب اور طب میں کوئی وابستگی نہیں ہے سالہا سال تک پوپ کے احکام دونوں سرشتوں کو ملا دینے کی نسبت جاری ہوتے رہے۔ طب کے علاوہ ہر قسم کے علوم دینی فلسفہ وغیرہ بھی دنیاوی قرار دی گئی کیونکہ علم طب میں پوری تحصیل کے لئے تمام علوم انسانی کی شاخیں شامل تھیں۔ اس سے ایک عجیب تبدیلی نے

تعجب افزا ظہور کیا کہ زمانہ کے زبردست انقلاب گرجا کے مدارس کو عموماً بیکار کر
یونیورسٹی کر دیا۔ یہ کام بارہویں تیرہویں چودھویں صدی کے پوپوں کے
مدد سے ہوا اسیدجہ سے علوم اور فن اوب کی قدر بڑھ گئی ان کی ترتیب عمدہ
عمدہ اصول اور طریقوں سے کی گئی جس سے بہت جلد انکی ترقی ہو گئی مذہبی
علماء کی دیکھا دیکھی عموماً لوگ ادب کو سرگرمی سے حاصل کرنے لگے مسلمانوں
کے مدارس کو لوگوں نے اگر دیکھا اور انکی طب اور علوم کو اخذ کر کے بڑی
بڑی کتابوں کے شرحیں لکھیں اور درسی کتابوں میں کورس کی طرح داخل کر لیں
اسی صدی میں ایڈمی لارڈ بائقہ واقع انگلستان کا باشندہ جو سینڈ
فٹین صومعہ کا راہب تھا بادشاہ ہنری اول کے عہد میں انڈس اور مد کو گیا
اور زبان عربی میں علوم ریاضی و طبیعیات کو سیکھا اور اسطو کی اکثر تصانیف
اور اقلیدس کا ترجمہ عربی سے کیا یہی پہلا شخص ہے جس نے اقلیدس مصنف
کو یورپ میں ظاہر کیا۔

الجزیرہ کی تاریخ دان مدت تک اسکے یورپ میں رواج پانچوے وقت
اور طریقہ کی نسبت غلطی میں رہے مگر اب یہہ تحقیق ہو گیا ہے کہ اس علم کو
لیونارڈو دے کا باشندہ تاجرانلی میں لایا۔ زمین شخص اوائل عمر میں ملک
بربرین بودو باش رکھتا تھا وہاں اسنے ہندسوں کے ذریعہ سے حساب
کرنے کا طریقہ سیکھا اور بوجہ تجارتی کاروبار کے اسکو مصر شام یونان
سینے میں سفر کرنا پڑا۔ یہاں اسنے ہندسوں کے متعلق پوری وقعت

حاصل کی ان کو اس نے نہایت توجہ سے سمجھا اور اس واقعیت کی ادا سے
اور کچھ اپنے طرف سے اظہار کر کے اور نیز کچھ علم ہند سے اخذ کر کے
علم حساب میں ایک رسالہ لکھا اس زمانہ میں الجبرہ حساب کی ایک شاخ شمار کیا
جاتا تھا اور اسی نظر سے لیو بارڈ کے رسالہ میں جو حقیقت سنہ ۱۷۰۱ میں لکھا گیا تھا
ان دونوں شاخوں پر بحث کی گئی ہے اس لیے اس لیے یہ عمدہ عرب کی ایجاد
یورپ میں پہنچی۔

اس میں شک نہیں ہے کہ عربی ہندسوں کو اول اول میں بیت دانوں نے
استعمال کیا پھر وہ تمام یورپ میں جبریلون کے ذریعہ سے مشہور ہو گئی
جراڈ و اسیس اس زمانہ کی تاریخ بارہ سو پچاس لکھا ہے لیکن ہوشمند
اور جفاکش ڈیوکنج کا یہ خیال ہے کہ یہ ہندسے چودھویں صدی سے
پہلے نامعلوم تھے اور پادری یلین جو کہ ایک بڑا ملکی محقق و یقین دلاتا ہے
کہ اس نے ان ہندسوں کو چودھویں صدی سے پیشتر کی تصانیف میں شاید
نادر ہی پایا ہے لیکن اگر جب کے بیان میں صداقت معلوم ہوتی ہے ہند
رواج کو ان نقوشوں سے متعلق کرتا ہے جسکو بڑی جانفشانی اور صرف کثیر
سے کتبائل کے مشہور بادشاہ الفانسو نے مسئلہ میں مشہور کیا تھا
اور پھر دوبارہ چار برس کے بعد صیح طور پر مشہور کی گئی یہ حال یہ موجود
ہند سے معہ کسوراعشاری وغیرہ صرف عرب سے یورپ نے اخذ کئے۔
یونانیوں کے زمانہ میں بجاے ہندسوں کے حروف بھی تھے

بجائے اکائیوں کے وہ انہیں حرفوں کو استعمال کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی خاص خاص علامتوں کو بھی استعمال میں لاتے تھے جیسے مثلث نما شکل ۱۰ دہائی کی علامت سمجھی جاتی تھی یہہ ہند سے جو عموماً اب تمام یورپ میں مستعمل ہیں اور کامن کریٹر یا ایک کریٹر کہلاتی ہیں عرب سے لئے گئے۔ رومی ہندسہ بھی یورپ میں ہیں لیکن وہ علوم میں بالکل متروک ہیں صرف گھڑیوں پر لکھو جاتی ہیں یا لمبرون کے شمار کے لئے ان کو استعمال کرتے ہیں۔

یہہ صدی اس واسطے بھی زیادہ مشہور ہو کہ اس میں حکماء اسلام ابن سینا الفارابی۔ الغزالی کی تصانیف کے ترجمے لاطینی زبان میں ہوئے یورپ کے طالب علموں نے ارسطو کی مشہور تصانیف طبعیات۔ الہیات اخلاق یادہ تراہل عرب ہی سے لیا۔

ریمنڈ طلیطلہ کے بیشک حکم سے یہود اور اہل اندلس نے ارسطو کی مشہور تصانیف کے متعلق ابن سینا الفارابی الغزالی کی تصانیف کا ترجمہ کیا۔ ابن سینا کی تصانیف ذیل کا بارہویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے لاطینی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔

ارسطو کی کتاب ڈی اینما۔ ڈی کویلو۔ ڈی منڈو۔ اسکسٹا کتاب تشریح۔ طبعیات۔ الہیات اوڈینیت یہودی اور ڈامینیکس گنڈس سالونی انکا ترجمہ کیا۔

بارہویں صدی کی وسط میں ڈامینیکس گنڈس سالوی امام غزالی کی کتاب

مقامہ الفلاسفہ کا ترجمہ لایا۔

یہ کتاب جسمین طبعیات الہیات ہے عمدہ سہمی بن اکثر درس تدریس
میں رہی اور یورپ کے خیالات کو اُس نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

اندلس کے مسلمانوں کی تہذیبی اثر سے اس عہد میں فلسفہ کے اعلیٰ نتائج
یورپ میں پھیل گئے اکثر تو وہ لباس عربی میں ہی تھے اور کھین اکھین انہوں نے
لاطینی لباس سے اپنا چہرہ مسلمانوں سے چھپا لیا تھا۔

یورپ میں تمام انسانی ترقیات کا پیش خیمہ بھی علوم تھے طبعیات کے
طرح جب میلان بہت زیادہ بڑھ گیا تو غیر متغیر قانونوں کے یقینی علم نے پھیلے
عقائد کو بالکل متزلزل کر دیا اسی سے فلسفہ تاریخی کا ایجاد ہوا۔

ان علوم نے جدید اعتقادات پیدا کرنے اور آئندہ ایک عظیم نشان مکی
تغییرات کے راستے بنانے میں بڑی مدد دی۔

اس صدی میں یورپ میں ہر علم کی شاخیں بار آور ہو گئیں یقین اور
اکثر واقفوں کی معقول تعداد ہو گئی تھی۔ اور ترجموں نے لاطینی زبان کو
علوم کا عقلی مخزن بنا دیا تھا اور مذہب و وطن کی غیرت کا بھی یہی تقاضا
تھا کہ عربی کے بار احسان سے سبکدوشی ہو گئے۔ خاجا یونیورسٹیوں
کی ہشیا دین قایم ہو گئیں انگلستان میں آکسفورڈ بیرس کیونیورسٹی
عربی علوم کے ترجموں کے لئے مرکز تھیں۔ اور اٹلی میں چونکہ مسلمانوں کی یونیورسٹی
نہ تھیں ان کی تعداد کے مدد دینے کے لئے پوری طور پر کافی نہ تھے اس لئے

اطلی کے جنوبی حصہ میں بلونا کی مشہور طبی یونیورسٹی اسی صدی میں قائم ہو گئی تھی جو کہ ابھی تک سب اصول تعلیم میں وہ سرنو کا دو سرتا قلب تھی ان دونوں تعلیم کی نہایت مفید بنیادوں میں حکماء اسلام کی تصانیف کا درس دیا جاتا تھا جو جو علوم طب کے لئے ضروری تھے وہ سب سب عربی میں ہی تھے۔ مائٹینول جو سنہ چودہ کی اخیر میں بلونا کا مشہور پروفیسر گذرا ہے اور وہی تشریح جدید کا بانی خیال کیا جاتا ہے اور ابو التشریح اسکو کہتے ہیں اسنے ان عربی اصطلاحات کو جنکو کہ ابن سینا اور ابن رشد نے اپنی تصنیفات میں استعمال کیا تھا لاطینی میں ترجمہ کیا لیکن بہت سے الفاظ جب تک کہ یونان میں اسکے ترجمے نہ ملے تھے وہ ہو ہو عربی ہی کے تھے جو ان ترجموں کی تماریکی میں اپنی روشنی سے عرب کے کاروان کا نشان بتا دیتے تھے اور اب تک بھی جلیپ۔ شرب ٹمرن۔ اکیر۔ زینیک وغیرہ لفظ باقی رہ گئے ہیں اگرچہ تغیر زبان نے فعل معکوس کی طرح ان نشانوں کی ہیئت بگاڑ دی ہے۔ یہہ واقعہ سلسلہ تاریخ میں نہایت مشہور ہے کہ علامہ امین اسکندر لچیلینی بلونا کا رہنے والا مائٹینول کا شاگرد عربی ہی تعلیم کا پیر و تھا۔

تیرہویں صدی میں یورپ کے معلومات میں اور بھی زیادہ وسعت ہو گئی۔ راجر بیکن جو اس صدی کا حکیم تمام عہد وسطی کے حکماء سے زیادہ نامی خیال کیا جاتا ہے وہ عربی علوم کا بڑا واقف ہوا ہے اسنے اپنی اصول کی بنیاد عربی ہی ہدایتوں پر قائم کی ہے۔

مغربی کیمسٹری میں قدیم اور معتبر تصنیفات میں سے جو کہ اب تک مشہور ہیں وہ راجر بیکن اور آلبرٹس مینٹلس کے ہیں لیکن سب سے پہلا اور اس فن کی تعلیمات میں سب سے زیادہ فایز تھا۔ اگرچہ وہ جادو اور طلسم پر الزام لگاتا ہے لیکن اسکا یقین ظاہر کرتا ہے کہ ادنیٰ دوائیں سونے میں بدل سکتی ہیں اگرچہ خود انکی بنانی کا مقرر نہیں ہے۔ اسکو کامل یقین تھا کہ ان دوائوں کا اثر زندگی بڑھانے پر بہ نسبت سونا بنانے کے زیادہ پڑتا ہے وہ اس خیال پر جابر کا پیرو ہے کہ سونا تیزاب (نائٹرو میڈر دکلورک ایسڈ) یا (ایکواریمیا) میں حل ہو کر اکسیر ہو جاتا ہے۔

یہہ علم عرب سے بذریعہ اندلس کے یورپ میں پہنچا اور ایک عجیب طرز فکر سے فلسفہ میں پیوند ہو گیا۔

یہہ علم اور انسانی فحزون کی طرح بغداد سے نمودار ہوا اس علم کو امام جابر ابن حیان ابو موسیٰ حرانی نے (حران البحریرہ میں ایک شہر کا نام ہے) ظاہر کیا مالک شرقیہ میں یہہ ایک نامور حکیم ہوا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا شاگرد رشید ہی اس سلسلے اس علم کو علم جابر کہتے ہیں یورپ اسکی قابلیت سے خوب واقف ہو کر اڑن کہتا ہے کہ جابر ان بارہ شخصوں میں سے ہے جو ذمات اور زیر کی کے لحاظ سے یگانہ دہر خیال کہو جاتے ہیں راجر بیکن اسکو مجسمہ مجسمہ و سام کے خطاب سے ملقب کرتا ہے اسنے ستر سال کی کیمسٹری میں کئی بڑے

لاطینی نظم میں انکو سفاین کی ایک معقول تعداد ہو کتب خانہ لیڈن میں جابر کی اکثر تصانیف ہیں جو کہ کبھی طبع نہیں ہوئیں۔ پیرس کے بادشاہی کتب خانہ تیز بھی اسکی دو تصنیفیں ہیں۔

(۱) سما کلکشتہ کیمیلی منیٹی سکری ٹورم نیچر۔

(۲) سما پرفیکشتہ اور ایک تصنیف اسکی علم ہیئت میں ہے۔ اور ایک مضمون

اسفریکل ٹرانسکلیکشن پر ہے۔ ایک مجموعہ اسکی تصانیف کالاطینی میں شملتہ اور

ایک دوسرا انگریزی میں لندن میں شملتہ میں چھپا

موجودہ کیمسٹری کیلئے وہ اصول کیمیا وی ایسی ہی ہیں جیسی نجوم ہیئت

کے لئے اور واقعات تاریخ کے لئے منجم کی نظر میں جیسکہ ستاروں کا

علم زیادہ تر اسلئے مفید ہوتا ہے کہ ان کا اثر آئندہ واقعات پر پڑتا ہے

ایسے ہی اصول کیمیا وی دریافت کر لئے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ ادنی دماقون

کو اعلی دماقون میں کیونکر بدل سکتے ہیں اور زندگی کو اس کے فدیہ سے کیسے

بڑا سکتے ہیں۔

اگرچہ حکمانی اس کے اعتقاد کی نسبت عجب پر لطف تقریریں کیں ہیں

بوعلی سینا اول اول اسکا قابل ہوا کہ ہر ایک دماقون کی حقیقت جدا جدا ہے

ہم اپنی لفرن سے ایک قدرتی اجزا کو بسبب لا علمی کے دوسری قدرتی

اجزا سے نہیں بدل سکتے ہیں اور فارابی نے کہا کہ نہیں سب دماقون کی

اجزا جو ہری ایک ہی ہیں وزن اور رنگ میں تفاوت ہے جسکو ہم

بدل سکتے ہیں طغرائی جو فن کیمیا کا امام ہے وہ کہتا ہے کہ بہت سے جوہری حقایق ایسے ہیں کہ ہم ان کے مادہ کو دوسری کے قابل کر سکتے ہیں مٹی اور بعض چیزوں سے بچھو بناتے ہیں بالوں سے سانپ کی تولید کر سکتے ہیں اہل فلاحت کو طور پر ایک خاص ترکیب سے سنگوں میں شہید بھر کر پیش کرنا سکتے ہیں ایسے ہی ہم بھی خاص خاص ترکیبوں سے ایک دماغ کو دوسرے کے قابل بنا لیتے ہیں اور ابن خلدون نے اسکی اعتقادی خطا سے ایک اور دلیل بیان کی کہ قدرتی چیز کو اگر کسی صفت سے بنانا چاہیں تو ضرور یہ کہ ابتدا سے انتہا تک قدرتا جتنی حالاتوں میں انقلاب پیدا ہوتا ہے وہ سب وقتاً فوقتاً اپنی ترکیبات سے اس میں پیدا کرنی ہوں گی اگر کسی مصنوعی انسان کو بنانا ہو تو ابتدائی نقطہ سے کمال انسانی تک جو جو اسمیں تبدیلیاں ہوئیں ہیں وہ سب اسمیں کرنی ہونگی تو نہ ایسا علم کیا وسیع ہو سکتا ہو اور نہ اتنی علمی طاقت ممکن ہو سکتی ہے جو انہوں نے لکھا ہے کہ ایک ہزار اسی شمسی دوروں کے بعد اس کے معدن میں تولید ہوتی ہے تو اتنے زمانہ کی تمام تبدیلیوں سے کوئی واقف ہو لے جب سونا بنا دی ورنہ قدرت سے اسکو سبقت ہو جاوے گی اس تقریر کے بعد کیسی تعجب کی بات وہ لکھتے ہیں کہ سانپ بچھو کی پیدائش کو ایسا نہ سمجھنا چاہئے اس لئے کہ ایسا تو ہوتا رہتا ہے لیکن کیمیا کا وقوع بالکل مشتبہ ہے۔

میرے نزدیک مذہب فارابی کا ہی بہت مسیحیح ہے کہ سب داناؤں میں فرق نہ
 وزن کے لحاظ سے ہو جسکو تکاسف اور تحلیل کی مسئلہ نے پیدا کیا ہے اور جو ہر
 رنگ نے ہر ایک کی صورت دوسری سے جدا کر دی ہے اور عالم بعینت میں
 ایسے شواہد بہت سے موجود ہیں جو ایک کے وزن اور رنگ کو دوسری سے
 قریب کر دیتے ہیں خیر کہو اس سے بحث نہیں ہوگی کیا وہی اعمال عرب کے
 دیکھتے ہیں جبکہ نتائج اصلی اغراض سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ اہل عرب نے نہایت
 وسیع جانفشانی سے اکثر معدنی۔ نباتی۔ حیوانی چیزوں کی تحلیل کے انکی قوی
 محل ایجاد کیوں جبکہ اصول سکیمیا۔ پارہ گندہک ہے ہر ایک چیز کی سیال اور
 غیر سیال اجزاء جدا جدا کیوں انکے لئے طروف۔ بہنیاں۔ مثالی آتش شیشیان
 ایجاد کیں حل و عقد کے لئے جن اندازوں کی ضرورت تھی انکو حکم اصول کے
 ترتیب دیا اسیلئے وہ جدید چیزوں کی اکثر تحقیقوں سے واقف ہو گئے
 فساد سے اولاد ہی واقف ہوئی اسیلئے اسکو انگریزی میں ایمنیا کہتے
 ہیں ایمن کے شہر کے موقع پر دریافت ہوا تھا۔

(باقی آئندہ)

خلیل اللہ سرسبلی
 مدرس عربی مدرسہ العلوم
 علیگڑھ

القاهرہ

مصر ایک نہایت قدیم ملک ہے جسے علوم و فنون و ثنائیت کی دہندہ بین
ایسے زمانہ میں بے انتہا ترقی کی تھی جبکہ کل روئے زمین پر جہالت و وحشت
کا عمل تھا۔ اسلئے اگر اس ملک کو تمام دنیا کا اوستاد کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہیں
ہے۔ کیونکہ باستانشناسی ہندوستان و چین کے دنیا میں اکثر علوم و فنون یونانیوں
کے ذریعہ سی پہنچے ہیں اور یونان کو یہ فیض اسی مصر کے لطفیل سے حاصل ہوا
تھا۔ سیاسترس اسی ملک کا ایک جلیل القدر بادشاہ تھا جسے ہندوستان
تک اپنا سکھ جہادیا تھا ہر شمس اعظم جامع فضایل و ثنائیت کا ہی مولد تھا۔ فرعون کو
یہاں ہی کی سلطنت پر خدا کی دعویٰ کا حوصلہ ہوا تھا۔ یہاں ہی کی دال
اور پیاز کا مزہ یاد کر کے بنی اسرائیل کے مہنہ میں پانی بھرتا تھا اور اپنی آزادی کو
یہاں کی علامی پر سوار تصدیق کرنے کو آمادہ تھے۔ ہر اسپشاہ ایران نے
اسی ملک کی طبع میں اپنا سارا لشکر و فرقہ کے ریگستان میں ضائع کر دیا۔ یہاں ہی
کی ایک ملکہ کے دلفریب حسن و جمال نے روم کے ایک عظیم الشان بادشاہ سے
سلطنت اور جان سے ماتقہ دلوائے تھے اور اس شعر پر عمل کرایا تھا۔

بفرایغ دل زمانے نظری ماہر و

بہ ازانکہ تاج شاهی ہمہ عمر رانی و ہو

اس ملک کی مقامی حیثیت سے بھی اسکی قدیمی ترقی اور مرجع عام ہونے میں

بہت بڑی مدد پہنچی ہے۔ قدیمی دنیا کے تینوں بڑے عظم کے وسط میں یہ واقع ہوا اور شمال کی جانب بحر روم اور جنوب مشرق کے طرف بھرا حمر سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے قدرتی طور پر اسکو ہمیشہ وہ سب فوائد حاصل رہی ہیں جو کل دنیا کی آمد و رفت اور تجارت کے مرکز کو حاصل ہونی چاہئیں اور اسی وجہ سے یہ ملک مختلف حملہ آوروں کی پایمالی میں رہا ہے۔ کبھی یونانیوں کا دور دورہ رہا۔ کبھی رومیوں کو عروج ہوا۔ کبھی عربوں کے تحت میں آیا۔ کبھی ملک کبھی ترک مسلط ہوئے۔ کبھی فرانسیسیوں کو رسوخ حاصل ہوا کبھی انگریزوں کو واسطہ اسکی دار الحکومت حال (یعنی قاہرہ) کے مختصر حالات خالی از لطف ہوں گے۔

قاہرہ دریاے نیل کے شرقی کنارہ پر اسکندریہ سے ۱۱۲ میل بائیں گہ شہ جنوب و شرق اور سوئیس سے ۵۷ میل بائیں غرب واقع ہے۔ اس کا عرض بلد شمالی ۳۰ درجہ ۲۰ دقیقہ۔ اوڑنانیہ۔ اور طول بلد شرقی ۳۱ درجہ ۱۵ دقیقہ ۲۶ ثانیہ ہے۔ یہ شہر دامن سلسلہ کوہ مکشم پر واقع ہے جسکی ایک چوٹی پر۔ یعنی سطح شہر سے ۲۵۰ فٹ کی بلندی پر اسکا قلعہ نہایت عمدہ موقع پر بنا ہوا ہے کہ سارا شہر اسکے زوہد میں آسکتا ہو۔ اسکی شہر بنیاد نہایت مضبوط اور ۷ میل کے دورہ میں ہے اور زیادہ تر استحکام کے واسطے آہیز جا بجایا ہے اور مینار بنے ہوئے ہیں۔ قلعہ کے حصار پر سے شہر کی ایک عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ تمام شہر ایک مجموعہ تضاد پر کی شکل نظر آتا ہے۔ اس کے باغات۔ محلات و دیگر عمارات۔ مساجد جگے میناروں اور

برجوں پر عجیب و غریب صنّاعی کے کام ہوئے ہیں۔ بزرگاد بلاق۔ شورہ کانہ
فضا باغ و محل۔ وسیع دریائیل جسکے دونوں کناروں پر درختوں کی قطاریں اور وسط
میں چھوٹے چھوٹے جزیرے اور سکی خوشنمائی میں اور یہی اصناف کرتے ہیں اور جسکے
بلے انتہا فواید اور غیر معلوم المنجج ہونے اور سکومصر میں ہندوستانی لٹکا کار تہ دیدیا
شمالی افق پر کوہ نا اہرام۔ مغرب کی جانب کہیت باغات اور سیرگاہیں۔ مشرق میں
نگلی پٹاریاں چٹکے دامن پر ایکستان کا سمندر موج زن ہے۔ یہی اس مشہور شہر کا ایک
مختصر خاکہ ہے۔ اس شہر کی اندرونی حالت کچھ بہت اچھی نہیں ہے۔ گلی کو بے نہایت
مٹک و غلیظ ہیں۔ اور شہر بیاہ کے باہر کوڑے کرکٹ اور خاک کے انبار جو لگتے ہوئے
ہیں اور نکلی جاک ہو لے اڑاڑ کر شہر میں آتی ہے۔ عام رعایا کے اکثر مکانات چھوٹے چھوٹے
اور خام و شکستہ حال ہیں۔ مگر املا اور دو تہ مذلوگوں کے مکانات بہت خوشنما ہیں
ہر قسم کی صنّاعی اور رنگین شیشیوں سے موصع ہیں۔ دروازے بہت بڑے کھلف ہوتے
ہیں اور صحن میں ایک حوض ہوتا ہے جسکے گرد کھجور کے درخت ہوتے ہیں۔ مکان میں
جو خاص کمرہ ہوتا ہے اور سکا فرش اکثر سنگ مرمر کا ہوتا ہے۔ وسط مکان میں ایک
قندیل لٹکایا جاتا ہے جسکے نیچے حوض ہوتا ہے۔ اضلاع کے حجرون میں رنگین شیشیوں
کی کھڑکیاں ہوتی ہیں اور دیواروں کی جڑ میں بیٹھنے کے واسطے نیچے نیچے گڈون
کی قطاریں ہوتی ہیں۔ نیچے کے درجے ایک قسم کے نرم تپو کہ کہنے ہوتے ہیں جو وہاں
بیدا ہوتا ہے اور اوپر کے درجے حسین زمانہ رہتا ہے رنگین امیٹوں سے بنا جاتے
ہیں۔ شہر بہت مٹلون پونہ قسم ہے اور ہر محلہ کا احاطہ جداگانہ ہے اور بیچ شہر میں نیلی

ایک نہر ہے۔ قلعہ کے اندر پاشا کا محل اور ایک نہایت خوشنما مسجد سفید رنگ مر
کی ہے۔ اوسکے وسط میں ایک گہرا کوان پہاڑ کو کہو د کر بنایا ہے جبکا نام بہر
ہے اور غالباً سلطان صلاح الدین کے زمانہ کا ہے۔ اس قلعہ میں سلخ خانہ او
توپ بندوق وغیرہ کے ڈھانسنے کا کارخانہ بھی ہے۔ اس شہر میں کوئی چار سو
مسجدیں ہیں مگر بعض بہت بوسیدہ اور شکستہ حال ہیں۔ بعد مسجد محمد علی پاشا کے
سب عالیشان مسجد وہ ہے جو سلطان حسن کے نام سے موسوم ہے اور قلعہ
کے قریب واقع ہے۔ یہ مسجد ۱۳۷۷ء میں بنکر طیار ہوئی تھی۔ اسکا مینارہ ۲۸
فٹ لمبا تعمیرات اسلام کا ایک عمدہ ترین نمونہ ہے۔ دروازہ کی محراب تنوٹ
بلند ہے۔ جب یہ مسجد طیار ہوئی تھی تو اوس میں بہت خوشنما نقش و نگار و بیل بوٹے
کا کام تھا جو عربی طرز عمارت کے ساتھ مخصوص ہے۔ گراب ہر جزیرے پر مت
ہو رہی ہے۔ کٹر گیان اور آرائشی سامان ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں۔ ہر طرف کڑی
کے جالے اور کورسے کے انبار اور جہت میں چمکا ڈر اور ابابیل کے گھوسلے
ہیں جو سب پرانی عمارتوں کا موروٹی ترکہ ہے۔

پردہ داری میکند بر قصر قصر عنکبوت کو بوم نوبت نیز بگر کند افراسیاب
گودرد ازہ پر لکھا ہے کہ جو تیرہنگرا نذر نہیں جانا چاہئے۔ مگر اس حکم کی تعمیل اکثر
اس طرح پر کیجاتی ہے کہ جوتے کے اوپر ایک فالٹ گہانس کا بنا ہوا چڑا لیتے ہیں
اور اس طرح چڑیاں چاہتے ہیں پھر تہمین۔ اس مسجد کے صحن میں ایک حوض بھی
وضو کے واسطے ہے اور ایک گوشہ میں سلطان حسن کا سنگین مقبرہ ہے۔

مسجد ملکون (جو شہنشاہ عین بنی ہتی اپنی قدیمی طرز کی نوکدار عمارتوں کے وسط
مشرقی ہے۔ مسجد سلطان الحاکم ستائیسویں تعمیر ہوئی تھی۔ مسجد اطہر میں ایک بڑا
مدرسہ یا دارالعلوم اہل اسلام کا ہے جس میں بااختصاص دینی تعلیم ہوتی ہے۔
سلطان منصور قلاؤن کی مسجد کے معلق ایک پانچواں ہے۔ سب سے زیادہ
صناعی جن عمارت میں بائی جاتی ہے وہ بادشاہی مقبرے ہیں۔ گو خلفائے
بنی امیہ یا بنی عباس کی کوئی قبر قاہرہ میں نہیں ہے لیکن جو کس یا برجی ملکوں کی
قبریں وہاں موجود ہیں جیسے ہاتھ میں ایک زمانہ میں مصر کی عثمان حکومت تھی اور
جس کے سرداروں کو محمد علی پاشا نے سلاطین میں ایک دعوت کے حیلہ سے ہاکر
قتل کر ڈالا تھا۔ اکثر ائمہ کے مقبروں میں ایک کھڑکی ہوتی ہے جس میں سے ایک شہ
پانی کا جاری رہتا ہے اور ایک پیالہ بھی وہاں رکھا رہتا ہے تاکہ پیاسے
اس پیل سے پانی پیکر موٹے کو دعا سے غیر سے یاد کریں۔
شہر میں ازبکیہ ایک پر فضا مقام ہے جہاں پہلے دریا نیل بہتا تھا مگر اب
وہاں کہت اور باغات ہیں اور اسکے متصل بندرگاہ بلات ہے جو بیشتر ایک
جزیرہ تھا مگر اب دریا کے کنارہ سے مل گیا ہے۔ اسکے اندر رزونی کاٹنے۔ کپڑا
بننے۔ اور اسلحہ بنانے اور ڈھانسنے کے بعض کارخانجات ہیں اور سرکاری
مطبع بھی یہاں ہی ہے جسکو پاشاے سابق نے قائم کیا تھا اور جس سے سیکڑوں
عربی و ترکی کتابیں اور فرانسیسی علمی تصانیف کے ترجمے شائع ہوئے ہیں۔
قاہرہ سے تین میل جائب جنوب مصر العقیقہ یعنی قاہرہ قدیمہ ہے جو پہلے

فسطاط کہلاتا تھا۔ یہہ اوسی مقام پر ہے جہاں پہلے بابل مصری تھا جو پطرس
 حواری کے اول خطین بیان میں ہوا ہے اور اسکی طرز عمارت وغیرہ سے رومیوں
 کے قبضہ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ قدیمی روایتوں کے بموجب یہاں کے یہودی
 معبد کے اندر جو چٹان بہاری کی ہے وہ وہی چٹان ہے جسپر انبیاء کبھی اسرائیل
 صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کے احکام سے اپنی امتوں کو آگاہ
 کیا کرتے تھے۔ اسی لئے یہودی اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اس معبد
 کی دیوار کے ایک طاق میں صحنف موسیٰ کی ایک جلد رکھی ہوئی ہے جسکی نسبت
 علماء یہود قدیم سے یہہ بیان کرتے آئے ہیں کہ اوس قانون کی نقل ہے جو
 حضرت عزریہ نے مرتب کیا تھا۔ یہاں ایک قطبی کلیسا بھی خاندان مقدس
 مصر میں پناہ گزین ہونیکے یادگار میں بنا ہے اور اوسی مقام پر بنا ہے جہاں
 قدیمی روایتوں سے اذکار کا مقیم ہونا پایا جاتا ہے۔ گو یہہ روایتیں زیادہ قابل
 اعتبار نہیں ہیں لیکن اس عمارت کے قدیمی ہونیکے کئی آثار پائے جاتے ہیں۔
 اول نواؤں کے سنگ مرمر کے ستون عبادت کرنے والوں کی شانوں کی رگڑ
 سے بہت گہیں گئے ہیں۔ دوسرے یہہ کہ رستے کو رستے کرکٹ کے جمع ہونے سے
 بہت بلند ہو گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو کلیسا میں جانینکے واسطے نیچے
 اوترنا پڑنا ہے حالانکہ سابق میں اوپر چڑھنا پڑتا ہوگا۔ یہہ قاهرہ قدیمہ
 شہدہ ۱۳۶۷ء میں مصر کا دار الحکومت بنایا گیا تھا جبکہ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں عمرو
 ابن العاص نے اوسکو اول مرتبہ فتح کیا تھا۔ چنانچہ مسجد عمرو اب تک موجود ہے۔ قاهرہ

قدیمین زیادہ تر قبلی لوگ آباد ہیں جو مذہب عیسوی کہتے ہیں اور مصر کی قدیم قوموں میں سے ہیں۔ اسکے محاذ میں جزیرہ رودہ اور مقیاس التیل واقع ہے۔ دریا کے پار لیبیہ کے ریگستان میں دبے ہوئے چرلے شہر محفوس کے آثار پائے جاتے ہیں جہاں رامیسس ثانی کی عظیم الشان مورت تین ہزار برس کی چوکیداری کے بعد زمین پر پڑی سوئی معلوم ہوتی ہے۔

قاہرہ کی تجارت گواہی بہت عمدہ حالت پر نہیں ہے لیکن تاہم اچھی ہے۔ چونکہ یہ مقام مکہ کے ایک پیرے کاروان کا مرکز ہے اسلئے یہاں وسط افریقہ سے گوند اور خاک طلا۔ شمالی افریقہ سے بعض اقسام کے روغن اور بار پھانسی اور سکندریہ سے یورپ کی مختلف اشیاء آتی ہیں۔ اور عرب ہندوستان کی قبوہ۔ عطریات۔ گرم مصالحہ۔ اور شالوں سے اونکا مبادلہ ہوتا ہے۔ سب کے تمول کی وجہ سے اصلاخ قرب جو اسکے پیداوار پر بھی بکثرت آتے ہیں۔ علاوہ اسلحہ کے کارخانہ کے یہاں شورہ۔ باروت۔ قندیلہا سے آگینی۔ اور پانچہ بافی کے کارخانے بھی ہیں۔

ریگستان کے قرب اور سمندر کے بعد کی وجہ سے قاہرہ میں گرمی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور بعض بیماریوں اور وبادوں کا شیوع بعض مختص المقام اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے جنکا انسداد شہر کی صفائی کی ترقی سے ہو سکتا ہے۔ شہر کی آبادی قریب دو لاکھ کے ہے جن میں ۱۲۱۰۰۰ مسلمان۔ ۶۰۰۰۰ قبطی۔ ۴۰۰۰ یہودی۔ اور باقی فرنگی یونانی و ارمنی ہیں۔

شہر قاہرہ ۱۱۶۹ء میں آباد ہوا تھا اور اسکا بانی خلیفہ قاطی المفسر باللہ تھا۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ اسکی بنائے کے وقت مریخ جسکو قاہرہ ہی کہتے ہیں عروج پر تھا۔ اسی لئے اسکا نام قاہرہ رکھا گیا۔ اسکا مستحکم قلعہ صلاح الدین اعظم نے ۱۱۸۳ء میں اس غرض سے بنایا تھا کہ اہل فرنگ کے متواتر حملوں کی کامل روک ہو جائے جسکے مذہبی تعصب جو ش و خروش نے اونکو اسوقت اسباب پر آمادہ کر دیا تھا کہ بیت المقدس کو جو حضرت مسیح کا مولد و مدفن ہے جس طرح سے ہوسکے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لینا چاہیئے۔ اسلئے تمام یورپ کی عیسائی قوموں نے۔ جنہیں اہل فرانس۔ انگلستان۔ آسٹریہ۔ جرمنی۔ اٹلی وغیرہ سب شامل تھے۔ بغیر حماد چند مرتبہ عروج کیا اور بعض اوقات مسلمانوں کے ساتھ باوجود اپنے مشہور و فوق العادۃ اخلاق عیسوی کے بہت ظلم و زیادتی بھی کیں۔ مگر شمار خونریز لڑائیوں کے بعد صلاح الدین نے اونکو شکست فاش دیکر مغلوب و منتشر کر دیا اور ان مغلوب و ظالم دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جو اہل اسلام کے شایان تھا اور جسکے قائل مورخین یورپ بھی ہیں۔

بدی را بدی نیک باشد جزا ۛ اگر مردی احسن الے من سا

۱۱۸۳ء میں قاہرہ کا ایک حصہ بعض جنگی مصالح سے فرنگی حملہ آوروں کی روک کے واسطے جلا بھی دیا گیا تھا مگر صلاح الدین نے پھر اسکو اصلی شکل عطا کر دیا۔ قاہرہ میں مختلف خاندانوں نے فرمانروائی کی۔ یہاں تک کہ ترکی سلطان سلیم اول نے ۱۵۱۷ء میں اس پر تسلط کیا۔ ۱۵۱۷ء میں اکیں لاکھ

عظیم نے اوسکو غارت کر دیا۔ ۱۹۸۰ء میں فرانسسوں نے اوسپر
 قبضہ کر لیا۔ مگر ۱۹۸۰ء میں انگریزوں نے اوسکو پہرہ چھین لیا اور
 حذب مصر کے حوالہ کر دیا۔

محمد ابو الحسن از حیدر آباد دکن

رایچور

یہ قصبہ بیت قدیم ہے قلعہ اور ضلع کا مستقر ایک ہی مقام پر ہے۔ ۱۶ دگری
۱۲ منٹ ۲ سکنڈ شمالی عرض البلد اور ۷۴ دگری ۴۴ منٹ ۲۷ سکنڈ طول البلد
پر واقع ہے اور اربوٹ کے آبادی کا تخمینہ قریب ۲۲۰ ہزار کے ہے۔
ڈاکٹر اوپرٹ سنکریٹ پروفیسر بریسینڈنسی کالج مدراس نے ایک کتاب جنوبی ہندو
کے کتبوں کے نسبت لکھی ہے جس میں اس نے ایک کتبہ کا عکس مع ترجمہ کے دیا ہے
جو قلعہ کے اندرونی دیوار پر پایا گیا تھا۔ اس کتبہ سے معلوم ہوا کہ قلعہ کا تعمیر
گورے لنگایاردی وردتھا جسکی اوسمین بیت کچھ برج و بنا ہی ہے اور اوسکو
ردرا دیو کا دایا بازو بتلایا ہے کتبہ کا زمانہ ۱۲۹۴ عیسوی ہے۔ گورے لنگایا
جسکا تذکرہ اس کتبہ میں ہے۔ خاندان لنگیاس کے راجہ موسومہ پرتاب رودرا دیو
کا وزیر اعظم اور سب سالار تھا جو اس زمانہ میں درنخل میں حکمرانی کرتا تھا۔ چنانچہ اس
کتبہ کا ترجمہ خاتمہ پر درج ہے مسلمان مورخوں نے پرتاب رودرا
کا نام لدر دیو لکھا ہے۔ ۱۳۲۳ ع میں الف خان جو بعد کو محمد تغلق کے نام سے
ملقب ہوا اسکو گرفتار کر کے وہلی لنگیا جہان بعد کو مخلصی ہو گئی۔

جب خاندان بہمنیہ کے سلاطین زور شور سے گلبرگہ میں حکومت کر رہے تھے
اسوقت رایچور انکے سلطنت کا نہایت مضبوط سرحدی قلعہ تھا۔ اس خاندان کے پہلے

راجپوتوں پر وزیرانگر کے راجاؤں کا قبضہ چلتی ہوئی تھی۔ اس پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کے لئے مکرر سہ کر حملہ کئے چنانچہ پہلا حملہ ۱۸۳۷ء میں ہوا جبکہ احمد شاہ دلی بہمنی کے بہائی نے بغاوت اختیار کی اور باداد راجہ وزیرانگر راجپوتوں کو دیکر قلعہ حیات واقع دو آب پر قبضہ کیا۔ بادشاہ نے قابل تعریف مہربانی سے اپنے بہائی محمد خان کو معاف کر کے راجپوتوں اور اس کے توابعات کا حاکم مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ بہت سال تک وہاں قیام پذیر رہا۔ کرنل میڈوز ٹیلر نے اپنی کتاب موسومہ اسٹوری آف مائی لائف کے صفحہ ۳۲ میں نہایت صحیح لکھا ہے۔ کہ راجپوتوں قدیم زمانے میں مغربی ہندو اور برہمن خاندانوں اور مسلمان ہندو حکمرانوں کا زیر نگاہ رہا ہے۔ عبدالرزاق سیف فراسان جو ۱۸۳۷ء میں یہاں آیا ہے اپنے روزنامہ میں لکھتا ہے کہ راجپوتوں اور دریا تنگ بہدر کے درمیان تین خونخوار جنگیں راجہ وزیرانگر اور احمد شاہ دلی بہمنیہ سے ہوئیں۔ ان دونوں حکمرانوں میں اور یہی بہت سی خفیف جنگیں اس مقام پر ہوئیں۔ پندرہویں صدی کے آفرین جبکہ بہمنی خاندان میں انحطاط ہوا تو راجپوتوں راجپوتوں کے خاندان عادل شاہی میں ملحق ہو گیا۔ ۱۸۱۹ء میں مختار حکومت وزیرانگر نے راجپوتوں کو دیکر قلعہ حیات واقع دو آب پر قبضہ کر لیا۔ راجپوتوں کے پادشاہ اسماعیل عادل شاہ نے اس کی دہائی کی ناکامیابی کے ساتھ کوشش کی۔ اور راجپوتوں وغیرہ چند سال تک وزیرانگر کے ماتحتی میں رہا اور جنگ ریب نے بعد غلبہ یابی سلطنت کو لکھنؤ اور راجپوتوں کے راجپوتوں کا محاصرہ کیا۔ حضرت نواب آصف جاہ نظام الملک اول نے اس

خدمت کا جائزہ لیا۔ من بعد از رو سے معاہدہ ۱۸۵۳ء راجپور و آب معہ چند دوسرے اضلاع کے پرنس گورنمنٹ کو حوالہ کر دیئے۔ لیکن ۱۸۵۸ء میں یہ اضلاع پہرہ واپس ملے۔ راجپور خوبصورتی سے گوشہ جنوب و مغرب سلطنت نظام میں درمیان دریا کرشنا اور تنگ بہدرا کے واقع ہے۔ ڈاکٹر اوپرٹ کے تصویر دار کتاب میں قلعہ راجپور کا مفصل حال مسٹر ہنا ایم ایم کی متعلقہ مدراس ریلوے نے لکھا ہے جس میں سے ہم مفصلہ ذیل انتخاب کرتے ہیں قلعہ کی عام وضع تو چوکور (مربع) ہے مگر جنوبی گوشہ گول کر دیا گیا ہے اور جنوبی اور مشرقی دیواریں باہر کی طرٹ تیر چھی کر دی گئی ہیں۔

محافظت کے لئے تین طرف موٹے موٹے مضبوط پہرہ کی دیواریں ہیں اور دیوار میں کی زاید مضبوطی شپوں سے لگی ہے اور شپوں کے گرد خندق ہے۔ چوتھے طرف کی محافظت ۲۹۰ فٹ بلند ہالو چٹان سے لگی ہے اور زاید محافظت کے لئے ایک اور دوسری دیوار سنگین بنا دی گئی ہے۔ اس چٹان اور دیوار محاصرہ کے درمیان میں ایک قطع زمین ہزار گز طول اور چہ سو گز عرض ہے جس پر ایک حصہ آبادی کا ہے۔ بیرونی دیوار کے پشتے پر جو کتبہ ملے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی دیوار کے کئی سو برس کے بعد یہ دیوار تعمیر ہوئی ہے اور اندرونی دیوار کی تعمیر جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔ بیرونی دیوار اس وقت تعمیر ہوئی جبکہ راجپور بہ بجا پور والوں کا تصرف ہوا۔ مسلمانوں کے کہنے جو کئی موقعوں پر تمام کارروائی

پر لگائے گئے ظاہر کرتے ہیں کہ تعمیرات ۱۳۵۷ء سے ۱۹۱۹ء تک ہی بریلی دیوار کے بنسبت اندرونی دیوار زیادہ ہوشیاری اور مضبوطی سے بنی ہے اس دیوار میں بہت وزنی اور طول طویل تہر لگے ہیں کہ ان میں سے اکثر ۲ فٹ ۱۰ انچ اور ۱۰ انچ وزنی ہیں۔ اور چند تو اس سے دو چند وزن کے ہیں۔ کوئی اس دیوار میں نہیں لگایا گیا۔

منجھ نہایت تعجب انگیز باتوں کے خوف تعمیر میں یہاں دکھلائی گئی ہیں ایک یہ کہ بہت سے موقعوں پر دیواروں کے دراز چوٹی پر پوچھ کر تیر چبی اور ناہمو کر دئے گئے ہیں اور جو تہر بلندی پر ایسے موقعوں پر لگائے گئے ہیں انکو اس طرح کاٹا ہے کہ اس ناہمواری سے مناسب رہے۔ اس قسم کے کام سے ضرور ہے کہ بوقت تعمیر نہایت سخت مشقت اور محنت اٹھانی پڑی ہوگی۔ جبکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے بڑی وزنی تہروں کو اس قدر بلند اٹھا کر اس طرح جانا ہوا ہو گا پھاڑی یعنی قلعہ کے چوٹی سے شہر اور جو شہر کا بننا خوشنما نظر ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک پورانی توپ ۲۰ فٹ ۴ انچ لمبی ہے لیکن اس کا پیہ آزاد دی گئی ہے۔ تین بکے لوہے کے بند ہیں ۱۲ انچ چمڑوں کو اکٹھا باندھ کر یہ توپ بنائی گئی ہے۔ میں نے خود اس قلعہ کو دیکھا بالا حصار پر جو مسجد و قریب انہدام کے ہے اور بالا حصار پر سات قبریں ہیں کہ یہ سات عورتیں زندہ دفن ہو گئے ہیں۔

جو کتبہ دیوار پر ہے وہ ایک ایسے جسم تہر پر ہے جس کا طول ۴۱ فٹ ۵ انچ

اور ۳ فٹ دبیر ہے۔ ایسا بڑا پتھر کوئی اس قلعہ میں نہیں ہے۔ تحریر ۱۳ فٹ لمبی اور ۲ فٹ چوڑی ہے اور ٹیلگیو زبان میں لکھا ہوا ہے حروف اس قدر مٹ گئے ہیں کہ قبل عکس لینے کے انکو اچھی طرح رنگ دینا پڑتا تھا۔ بڑے پتھر کے پاس جیسپر تحریر کندہ ہے ایک۔ اور چھوٹا پتھر ہے جس پر بیت سے تصاویر بنے ہیں اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے بڑے بڑے اور موٹے پتھر اپنے موجودہ موقعوں پر کیونکر پہنچائے گئے۔ ایک چوبیسہ گاڈی ہے جس پر پتھر لدے ہیں اور کئی چوڑیلوں کی گول کینچ رہے ہیں۔ پتھر گاڈی پر ڈھالو رکھا ہوا ہے اور گاڈی کے باہر بیل کی گردن بڑھکا ہے۔ ایک آدمی پتھر کے آگے بیٹھا ہے اور ہاتھ میں چابک اور باگ لئے ہے۔ دوسرا آدمی وسط گاڈی میں اور تیسرا آخر میں بیٹھا ہے اور یہ دونوں اور لوگوں کو جو گاڈی ڈھکیل رہے ہیں لٹکارتا ہے اور زور کرنے کے لئے ترفیب دے رہا ہے لیکن یہ تصاویر کچھ عمدہ قسم کے نہیں ہیں راجپوت اس قلعہ کے مشرق میں ہے اور کچھ حصہ دور قلعہ کے بیرونی دیوار کے اندر واقع ہے۔ شہر خوش قطع سڑکیں کشیدہ ہیں

مداس ریو سے اور جی آئی پی کا آخری اسٹیشن اور یہی جکشن جیریل سے تجارت کی بہت ترقی ہو رہی ہے اور بنیو مانیو آہیو کی تعداد میں ترقی ہو رہی ہے بلکہ مشاہدہ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ زمانہ سابق میں قلعہ کے ہر ایک برج پر تین تین توپیں تھیں جو عمل کشمیری میں توڑ دی گئیں اور سچ ہی جابجا

کر دی گئے۔ راجپور کی جامع مسجد نہایت عمدہ اور قابل دید ہے خصوصاً مسجد میں جو منبر رکھا ہوا ہے وہ قیمتی سنگ سیاہ کا بنایا ہوا ہے۔ راجپور کا بازار تقریباً ڈیڑھ میل طویل ہے اور بکثرت تجارت ہوتی ہے محبوب بازار جو نواب یار جنگ بہادر کے سعی سے تعمیر ہوا ہے وہ اسٹیشن ریلوے کے متصل ہے یہاں کا باغ عامہ بھی عمدہ حالت میں ہے۔ مولوی عبدالقادر صاحب داروغہ صفائی باغ کے آرائش اور مرد لغزیری میں بہت مصروف رہتے ہیں۔ اکثر سیاح نو وارد نوزنگ دروازہ کو دلچسپی سے ملاحظہ کرتے ہیں یہاں کا سنگین باہی بھی قابل تعریف تراش و دلکشی سے خالی نہیں ملیج آباد جو اس مقام سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں شینے بچہ خود دو ہاتھی اسی تراش تراش کے دیکھے۔ انکا قد و قامت اور خوش نما تراش بہت دلچسپ ہے۔ ملیج آباد کا پہاڑی قلعہ جسکی سیر میںے مسرت علی فرزند شیخ داؤد صاحب تعلقات مرحوم کی بظاہر دلچسپ تھا۔ مگر تفریح خالی نہیں چنانچہ پہاڑ پر ایک گوی یعنی درہ واقع ہے جو زمانہ سابق میں اکثر غارت گردوں کا مسکن رہا ہے۔ اس گوی کے اندر جو دیوار میں غارت گردوں نے اپنے بود و باش کے لئے تعمیر کی تھیں وہ اتنی موجود ہیں جتنے آگ و دھواں کے ان تمام مقامات کو دیکھا جو دور دور تک کے سرنگون میں وہ غارتگر چھپ سکتے تھے۔ اس پہاڑی کے سعود و مہوٹا کا تجربہ قابل یادداشت ہمارے دوست مسرت علی صاحب کو خوب ہوا ہے۔

رایچور بلکہ گلبرگہ اور ننگسگورتک عوام الناس کی زبان بالکل کٹری ہے۔ اور یہاں کا دفتر مٹی ہے جسکو کوئی مناسب نہیں۔ مجبوراً مدارس میں بھی مٹی کی تعلیم ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ مٹی زبان کو کس حیثیت سے ترجیح دی گئی کہ ملکی زبان پر تقویٰ پارسا لفظ ار اور پوسنے کی برہمن جو زبان کٹری سے نافع ہے ابتدائی ضلع بندی (انتظام ۱۸۵۲ء ہجری) میں یہاں مٹی زبان اپنے ساتھ لاتے اور دفاتر سرکاری میں جاری کر دیا جسکو ۲۵ سال گزرے۔ یہ زبان عام رعایا و اجرا کا رو یا دفاتر کے لئے ایک مصیبت اور بلا ہے جان ہے مفصلات میں تو نہایت ہی دقت کسی حکم سرکاری وغیرہ کے سمجھنے میں ہوتی ہے اگر سرکار عالی اس ضرورت کی طرف متوجہ ہو اور مٹی زبان کو ان اضلاع ثلثہ سے اٹھا دے تو رعایا پر کمال احسان ہو گا۔

رایچور کسی مصنوعات قدیمانہ کے لحاظ سے کچھ فخر نہیں کر سکتا۔ صرف یہاں کے سرخ اور سبک جوتے اور مٹی کے برتن شہرت یافتہ ہیں۔ یہاں حضرت شاہ عالم قدس سرہ کا عرس بڑے شہرت کے ساتھ ہوتا ہے لیکن مجھے بذات خاص شرکت کا موقع نہ ملا۔ لیکن مارکٹ کی جاترا جسکو سینے قمر الدین حسین صاحب کے ہمراہ دیکھا ہے دلکش اور قابل تعریف ہے اس جاترا میں اشیائے زراعت کی تجارت بہت کثرت سے ہوتی ہے جاترا کا مقام دریا سے کرشنا کا ایک جزیرہ ہے جو نہایت پر فضا اور خوشگوار ہے غالباً صوبہ جنوبی میں اس مارگڈہ یا انارگڈہ سے بہتر کوئی دلکش مقام نہیں

بارش میں تو اس خبر پر تک سائی ہو نہیں سکتی مگر ایام گرام میں یہ مقام قابل سیر
 راجپور کے بازاروں میں سکے قیصری رائج ہے حالانکہ سرکاری تحصیل
 میں بالکل سکے حالی لیا جاتا ہے۔ اور خوردہ (پیسے) عموماً بازاروں میں
 انگریزی مستعمل ہیں۔ سرکاری تحصیل کے زمانے میں ساہوکاروں اور پٹل ٹواریوں
 کو تبادلہ سکے سے بہت کچھ نفع اور رعایا کو نقصان ہوتا ہے۔ اگرچہ سرکار
 نے جافقاً بہت سی گشتیان جاری کیں اور تشددات ہوئے مگر خاطر خواہ
 نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ راجپور زمانہ قدیم سے سکون کے لئے مشہور ہے۔ سلطنت
 بہمنیہ میں جب یہاں کے ساہوکاروں نے سکے شاہی گلا کے سکے راجگی قدیم کو
 مستعمل کیا تھا۔ اس وقت یہی ساہوکاروں پر سخت بلانا زل ہوئی تھی۔ حکم
 بہت سے ساہوکار سپرد ایہ اجل ہوئے۔ سکے ایک تجارتی شے ہے بویاروں
 کو اختیار ہونا چاہئے کہ جو سکے چاہیں استعمال کریں۔ سرکار کو اختیار ہے کہ اپنے
 سکے کو مالگزاروں میں لے یا تجارتی اصول کے لحاظ سے خود سکے کی قدر و قیمت
 بڑھادیں کہ عموماً وہ سکے مروج ہو مگر خواہ مخواہ استعمال سکے کے لئے سختی کرنا بے سود
 اس وقت راجپور بلکہ عموماً سرکار عالی کے مالک محروسہ میں تعلیم کی زور افزائی
 ترقی ہو رہی ہے علاوہ معمولی مدرسوں کے تعلیم نسوان کے لئے بھی جا بجا
 مکاتب قائم ہوئے ہیں لیکن مدرسہ نسوان کے قائم کنندہ اس وقت مشرعی
 چارلو صدر مدرس گلبرگہ ہیں چنانچہ یہ نیک نہاد جہنلین نے اپنے ذاتی خرچ
 سے راجپور میں ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا مگر حال میں خود راجپور انگریز ایک مجلس

منعقد کی تاکہ مدرسہ نسوان کے متعلق مستقل آمدنی کی بنیاد قائم کیجاسے۔
مولوی سید امرا لکھنؤ صاحب تعلقات علاوہ اعانت منصبی کے مدرسہ کے
فرنیچر اور لوازم ضروری کے کفیل ہیں اور بزور انعقاد مجلس سب خاصے
پچاس روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مجھ کو یہی اس مجلس کی شرکت کا اتفاق
ہے۔ ہم زیادہ تر مسٹر نسیم چارلو کے مداح ہیں کہ مدرسہ کی حالت میں بہت
کوشش اور خرچ خاص سے ایسا اہم کام اپنے ذمہ لیا ہے۔

منیجر جی صاحب انجمن شکر کے ساتھ یاد کرنے کے قابل ہیں کہ اپنے کمالات
سے نہایت محظوظ کیا۔ اگرچہ مجھ کو بارہ برس سے نیاز حاصل تھا مگر آپ کے عبور
علم موسیقی سے مجھ کو علم نہ تھا۔ واقعی آپ کا وجود بحیثیت اس علم کے غنیمت نہایت
ہے۔ آپ کے اس تحریر کی کیفیت کتنا نئی فشو کے دعوت میں معلوم
ہوئی جبکا مشکور ہونا ہی ضروری ہے خاتمہ پر اس بات کا ظاہر کر دینا لازم
کہ نواب یار خٹک بہادر صوبہ صحت جنوبی کے حسن تدبیر سے راجپور نے بہت
کچھ ترقی پائی ہے۔ یہ ہر دل عزیز عہدہ دار گلبرگہ اور راجپور میں بہت ستر
تک مشہور رہینگے۔

حسن

ترجمہ کتبہ کنڑی واقع

دوسری فصیل قلعہ ریپور

از کتاب انگریزی

مترجمہ رای ہاگوت پرشاد دمدکار عدالت ایچ

مرجا ایسے شخص کو جو جامع سہ ہے تمام نیک خصلتون کا۔ معدن جواہرات میں ممتاز شوکت اور فیاضی میں۔ غضناک بہادران قدیم میں۔ تند خور دانگی میں۔ خاندان شہر کا گھنیزا کا جسکی دلیری تسلیم کی گئی ہے لڑائی میں۔ والی عمدہ شہر نگار کا۔ خاص پچیس و مشرک بہادری کی دیوتائی کا۔ کرنوٹھا آفتاب ہنسلو خاندان کا غضناک میدان جنگ میں۔ نہایت جوانمرد۔ مغرور و گرامی سردار دونوں فوج میں۔ دلیریوں میں ایک دلیر۔ غیر مفتوح مثل گنڈا بہرٹدا۔ افضل سردار پادشمنوں میں۔ اوسنے فتح کیا تیرہوں کو۔ وہ اپنے بیر میں شکست یافتہ لہکارافزون کی تصاویر بنی ہوئی توڑی پھینکا ہے۔ وہ تمام عالم میں ایک بے نظیر جوانمرد ہے وہ پھینکا ہے ایک خوبصورت اور جگہ ارتاج۔ وہ ہمیشہ حلال میں رہتا ہے۔ اوسکا اصلی گاڑی ہانکنے والا وہ ہے جو اپنے کلفی مانند چاند کے رکھتا ہے وہ تعلیم دیتا ہے عزت اور مغرور گہوڑوں کو۔ وہ اوتاریا ایسے بہادر کا جو نہیں ہوتا ہے میدان جنگ سے۔ ایسا بہادر جسے جنگ میں دشمنوں کے سر کاٹے۔ بہادر جسے کاٹا سر پلا سونا کا۔ بہادر جسے کاٹا سر

شاہ گذر کا۔ بہادر جس نے کاناسر کی نایک کا۔ بہادر جس نے کاناسر کا سی نایک
 پدی پبی کا۔ بہادر جس نے کاناسر کی سی نایک گذر کا۔ وہ بے نظیر ہے اپنے
 قہر لازوال اور جلال بے دودین۔ وہ جنگ میں رام کی مانند ہے۔ وہ
 شب کے وقت لے گیا ہے خزانہ سرانی راک نایک زمیندار شہر گیون
 تونڈا کا جو واقع ہے جانب ملک تروالہ کدو کے۔ وہ مشہور ہے اپنی
 فطرتی تیزی اور ذکاوت کے لئے۔ وہ کوٹایم ماڈی ریا کی گردن کی
 کشبان تقسیم کرتا ہے۔ وہ بہتا ہے روانہ کوٹ اور ہانکتا ہے گھوڑوں
 کو ریشمی کوڑی سے۔ وہ بھی نیک فعال اور دردمان کی سید ہے ہاتھ کی
 چھری ہے اس کی شہرت ایسی ہے جیسا کہ برہما کے انڈے کا چلچلہ
 ہوا ہے جو اہرات کے صندوق کی مانند۔ وہ نازان ہے اپنی قوت پر
 وہ پرستش کرتا ہے پاک متبرک دھچکار قدم سوسنا تہ دیوتا کے وہ فتح کرتا
 ہے فوج دشمن کو۔ وہ واقف ہے تمامی ہم اور معاملات پولیٹیکل سے
 مثلاً دوستی وغیرہ کی تجدید کرنا۔ جس زمانہ میں کہ یہ مشہور اور نامی گرامی
 گوڈ گنگیار ٹیڈی بمقام پورا نیا پورہ اپنی سلطنت میں امن و آمان سے حکمرانی
 کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں راجہ وٹھل ناتھ نے۔ جو زینت دیا گیا ہے۔
 ستودہ صفات اور خوبیوں سے اور پرستش کرتا ہے متبرک دھچکار قدم
 سری ناراین دیوتا کے۔ اور فتح کرتا ہے غنیم کی فوج کو۔ اپنی سلطنت
 کو خطرہ خاص اور عظیم سے بچانے اور اپنے رعایا کو محفوظ رکھنے کی عرصے

ادھوانی تمکا و گلد ہلوا قلعون کو فتح کر کے راکڑو یعنی (رایچور) کے
 طرف عنان عزیمت پھیری اور جب امن و آمان سے حکمرانی کرنے لگا تب
 اپنی رعایا کی حفاظت کے واسطہ مانگہ سدھ سوین یوم یکشبنہ اخیر شاہ
 ۱۲۱۶ مطابق جیٹہ نام سمت چہری ۱۲۱۷ء موافق ۱۲۹۲ عیسوی خانی
 قلعہ تعمیر کیا۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔

بقیہ قلعہ گوالیار

ایک سو فی ہوی عورت کی آٹھ فٹ لمبی مورت ہے جو بال ضرور کسی قسم کے نشہ کی حالت میں آہستہ آہستہ مسکراتی ہے اور یہ سوچ رہی ہے کہ اوسکے ہاں ٹانگ اوسیکی جسم کے نیچے دہرا گئی ہے اور گھٹنے کے طرف جھک گئی ہے سب سے زیادہ عمدہ تصویریں مشرقی جانب ہموار اور لمبے پٹاری ہیں اور جو کل دیوار پر نصف میل تک مسلسل رکھی ہیں۔ انہیں سے بعض معمولی دیوتاؤں کی تصویریں ہیں اور دوسری جن لوگوں کے معبودوں کی تصویریں ہیں۔ مگر ان خیزوں کو بغور دیکھنا آسان نہیں ہے کیونکہ بد قسمتی سے سیاحوں کے پاس ہونے کے برآگیاں اور چھیڑے پٹے والے جوگیوں کا فوراً ہجوم ہو جاتا ہے ان پر ہیر کار با کباز حضرات کا تقدس منہک اعلیٰ درجہ کا ہوگا بشرطیکہ اونسکے جیموں کی گندگی سے بچہ نکالا جائے۔ سخت تقاضا اور شور برپا کرنے والے فقیر جمع ہو جاتے ہیں جنکو پورے طور سے یقین ہے کہ انگریزوں کی خلعت محض انکے شکار کے لئے ہے۔

تقریباً اور داغی قوت والے ایک امر خفیف مگر لطیف بیان اور ملاحظہ کرنے والے یعنی ان مورتوں میں جہاں کہیں خالی جگہ ہے وہاں بڑا اور جنگلی شہہ کی مکھیاں بڑے بڑے جھٹے لگائے ہیں بعض اوقات ان مقاموں پر یہی پہہ تکلیف دہ مکھیاں اپنا سامن بنایا ہے جہاں مورتوں میں سر ہونا چاہیئے۔ یہ مکھیاں ان تکلیف دہ مورتوں

سے کم نہیں ہیں جو بیان سیاحوں کو ستاتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ مکہ بیان ان مقدس لوگوں کو بلا خیال ان کے تقدس کے اور گندگی اجسام و پارچے کے ایسا سر توڑ بھگاتے ہیں کہ پناہ ملنی شکل ہوتی ہے۔

گو الہا ربین قبروں کی ایسی قطار ہے کہ سیاحوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور سکو کھینچتے کھینچتے جو کچھ آرام ملتا ہے تو وہ وہی مقام جہاں نگران اور منتظم رہتے ہیں قدیم شاہ کے ہندوؤں نے ضرور دفن ہونا پسند کیا ہوگا۔

باستثناء تاج محل کے جو غالباً تمام دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپ اور بے شہ جارت ہے یہاں کے مقابر عبرت انگیزی کے ساتھ نہایت دلچسپ اور صاف بنے ہوئے ہیں ایک مربع عمارت جو کم و بیش منقش اور آراستہ ہے اور اس کے اوپر ایک خوشنما گنبد بنا ہوا ہے یہ عمارت چوٹی اور سوکھی درختوں کے درمیان میں ایسا دھڑ ہے اس کے اندر ایک صندوق رکھا ہوا ہے جس کے نسبت بڑے طول و عرض اور چھیدہ قصہ میں ایک شاہ صاحب کا بیان کیا جاتا ہے اور کیا جاتا ہے کہ وہ اس صندوق میں نہیں ہیں اصل ہے کہ ہندوستانیوں کو کسی ہوادار سایہ میں لمبی نیند لینا بہت پسند خاطر ہے زمین پر کا صندوق محض یقین دلائیکے لئے ہے اور نقش کسی دوسرے جگہ صندوق میں چھت پر رکھی ہوئی ہے۔

ایک خاص قبر جس پر علی العموم بیان خیال رجوع ہوتا ہے اکبر اعظم کے زمانے میں تھی ہے جو خود اگرہ سے دس میل کے فاصلہ پر ایک باغچہ میں آسمان زمین کے

درمیان (یعنی بہت بلندی پر) مدفون ہے یہہ عمارت چورخی ہے جس پر شرجی
برجیان چار کوفون پر بنی ہوئی ہیں۔ زیادہ تر خوبصورتی اُن کھڑکیوں سے ہے
جو اگرچہ سنگ مرمر سے کاٹ کر بنائی گئی ہیں مگر ان پر ایسے خوبصورت محراب بنی
گواہ جالی کا کام کیا ہو۔ چونکہ دیوار سب چوڑی ہے اور آستان ہی بہت وسیع
میں اسلئے میدان سے جہاں ڈاک بنگلہ مرکز عمارت میں تباہی اور اس مقام پر
سے نہایت مسرت اور خوشی ہوتی ہے۔ ڈاک بنگلہ اس موقع پر بارکون کے پاس
اس غرض سے بنا ہے کہ اوپر کافی طور سے یہاں کو لوگوں سے جو چوری و قزاقی
میں مشاق میں پوری محافظت نہیں ہے۔

خوش قسمت وہ ہے جو بعض ان کاروان سراون کے جنہیں سامانِ حیش و
آرام بہت کم ہے مہاراجہ سینڈیا کا جہان ہو کیونکہ اگرچہ مہاراجہ صاحب
پولٹیکس میں بہت قوی میں لیکن گورنمنٹ برطانیہ کے باجگزار میں سینڈیا
جسکو میں خوب جانتا ہوں اور جسے میرے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آیا وہ
شخص ہے جسکو ابھی انتقال کئے ہوئے بہت ہفتے نہیں گزرے اور جو تمام عمر
انگریزی سیاحوں کا بڑا شفیق منہ بان رہا ہے اس میں شک نہیں کہ سندیا اپنے
آخری دور میں پورا انگریز تھا۔ انگریزی اشیاء و سکی نظروں میں ممتاز ترین
سیاح بشرطیکہ انگریز ہو پوری اعانت و دوستی کا مزہ دیکھتا ہے میں مہاراجہ
سینڈی کا اس وقت جہان تھا جبکہ تقویض قلعہ کی گفتگو ہو رہی تھی اور بہت
کچھ اس کارروائی میں خصوصیت رکھتا تھا۔ اس میں ذرا ہی شبہ نہیں کہ ایک ایسی

خیر خواہ مرہٹے کے لئے یہ امر کس قدر دوامی نفرت کا تھا کہ جب ایسا جلیل القدر سپہ سالار اپنے محلات کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو سب کے پہلے انگریزی توپوں کے منہ اُس کی طرف دیکھائے دیتے ہیں۔ یہ توپیں انگریزی توپخانہ قلعہ سے سیدھے مہاراجہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جس سے ہر دم دھچکی ظاہر ہوتی تھی اور اگرچہ خاموش نہیں مگر زبان حال سے بہت خوف دکھلاتی تھیں۔ لیکن واقعات غدر کے لحاظ سے جو اب تک تازہ بہ تازہ لوگوں کو یاد ہی ایک ایسی باہموقع قلعہ کا کسی دیسی رئیس کو حوالہ کر دینا کیسا ہے۔ ممکن ہے کہ جانشین مہاراجہ سیندھا (یعنی موجودہ) دیسنگ کی طرح انگریزوں کا دشمن ہو جا اور یہی قلعہ کسی آئندہ مصیبت میں دشمنوں کا زمرگاہ قرار دیا جا۔ یہ پیدہ کی بات مجھ کو چادنی کے ایک فوجی جنٹلمین سے معلوم ہوئی اس زمانہ میں جبکہ رفتار ترقی بہت عجالت سے ہے حالتیں ہی بہت جلد تبدیل ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ یہ قلعہ کی طرح قابلِ تخییر نہیں سمجھا جاتا تھا اب طویل طویل توپخانہ کے بدولت گرد کی پہاڑیوں سے اسی پر حکومت ہوتی ہے۔ اب کرپ یاوٹ و رتھہ کی نئی توپیں گوالیار کے قلعہ کو ایک دم میں پاش پاش کر سکتی ہے۔ پس ہر ایک دور میں بدبرد اسیر؟ کا کام تھا کہ چالاک سیندھا کے پہلو یہ کہنگتا ہوا کانٹا نکال لے۔ تاکہ اپنے آزمودہ اور مستقل خیر خواہی کا صلہ جس سے دوسرے یسوں کو رشک پیدا ہو اور جنگو پر امن طریقہ سے رہنے میں اس معاملہ سے ایک عمدہ سبق حاصل ہو کہ کیونکر بغیر کسی طرح قلعہ یا مقام مفوضہ کو چرچہ پہنچائے رہ سکتے ہیں۔ گوالیار اپنے پہلے قابضین کے قبضہ میں واپس آ جاسکا

آشتہار

- ۱۔ اس رسالہ کی قیمت معہ محصول اک سالانہ۔
- ۲۔ کم آمدنی والوں سے یعنی جسکی تنخواہ ڈیڑھ سو سے زائد نہ ہو۔
- ۳۔ جو صاحب سب سے اعلیٰ مضمون یا ترجمہ عنایت فرمائے انکو ایک شرفی نذر دیا جائیگی۔
- ۴۔ دفتر میں مضامین ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہئے۔
- ۵۔ ناپسند مضمون نہ طبع ہو گا نہ واپس۔

شرح دستخط

حسن بن عبداللہ النخاطب نواب عابد نواز جنگ بہاؤ

ذیل کی بجا و کتابیں ہمارے دفتر میں موجود ہیں۔

- ۱۔ ترجمہ تاریخ افغانستان مصنفہ بی۔ اے۔ واکر بیر سٹراٹ لا۔ قیمت۔ ۱۴
- ۲۔ بچوں کی پرورش کے طور و طریقے ڈاکٹر باروی صاحب کی کتاب کا ترجمہ جسکو
- ۳۔ مس اید ٹھہ بورڈ میں صاحب نے کیا ہے اور العام پایا ہے۔ ۸
- ۴۔ زراعت دکن مصنفہ حسن بن عبداللہ النخاطب نواب عابد نواز جنگ بہاؤ۔ ۷

المستہار

محمد عبدالمصطفیٰ خان

منیچر

توب کا سانچہ حیدر آباد دکن

التماس

جن حضرات ازراہ عنایت و قدر وافی زرخندہ: مسیح انت فرامی ہو کہ اتادول سیکریہ
جن غیایت گستران ہنوز سکر از انہیں یا ایس ہو کہ ایم کر شتہ رسا مال کو زرخندہ ہو مرسوت فرما

نوٹس

ناظرین پر سکین نے تبادولہ مقامات دفتر کو اطلاع فرما رہیں۔ بسا اوقات عدم تعین مقام سوار ہو جاتی ہیں۔

اشتہار

بہت سی حضرات جن کی آمدنی کم ہو رسالہ حسن کی قیمت کی تخفیف کرنے کے بارے میں درخواست کرتے ہیں۔
ماہ مارچ سے کاغذ قسم دوم پر جو رسالہ طبع ہوتا ہے اس کی قیمت سالانہ (لوحہ) روپیہ لیجاگی اور
ان دنوں پچھلے رسالوں کی خریداری کی درخواست ہر طرف سے آرہی ہے تو یہ تو علم نہ تھا کہ
اس سال کی اس درجہ ملک میں قدر وافی ہوگی۔

اس وقت ہمارے پاس پچھلے رسالہ کم موجود ہیں اگر سو درخواست سے زیادہ وصول ہو تو ہم پچھلے
پر پے دوبارہ چھاپ دیں گے۔

المشیر
یونیورسٹی

اعلان

اگر ہم رسالہ حسن چند اخبارات کو معاوضہ میں بھیج دیا جاتا ہے تو یہ ہر مہینہ سکنا کہ تمام مہینہ
کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے۔

مگر اکثر صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرما کر معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں مگر ان حضرات کا معاوضہ
بھی قبول کریں گے۔

جو صاحب اپنے اخبار میں ہوا ری ایک بار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب
عینہ مرسل ہوگا طبع فرمائیں۔

استھار باغستان

ہمارے باغ میں انشاؤں اور پورے کے مشہور شہزادوں در دراز سے آئے ہوئے مختلف قسم کے میوؤں کے پودے موجود ہیں جنکی نظر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں چند پودوں کے نام معہ تعداد و اقسام لکھے جا رہے ہیں جن کا شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں

(۱) قلمی (پسیندی) آم ۴۴	اقسام فی ۲۲ (۲) سیب	۲۳ اقسام فی عام
(۳) شتالو	۱۰ " " " (۵) آلو بخارا	۹ " " " "
(۵) انار	۵ " " " (۶) شہتوت	۲ " " " "
(۷) پیرنگیری میوہ	۶ " " " (۷) رزداکو	۵ " " " "
(۹) جام (امروہ)	۷ " " " (۸) سنتر	۱۳ " " " "
(۱۱) چکوترا	۵ " " " (۱۲) انجیر	۵ " " " "
(۱۳) انگور	۵۲ " " " (۱۴) داسی (چھین کامیوہ)	۲ " " " "
(۱۵) لکھاٹ	۵ " " " (۱۶) سورسپ (ریاگ کریمتی بنو)	۴ " " " "
(۱۷) سیٹیا پھل	۴ " " " (۱۷) رام پھل	۴ " " " "
(۱۹) ہرقلیٹری	۴ " " " (۱۸) میوڈیل (ایک قبا عہ گریٹھا بنو)	۴ " " " "
(۲۱) زرتون	۴ " " " (۲۲) مونز مختلف اقسام	۴ " " " "
(۲۳) نکٹرن (انگریزی چھ قسیم)	۴ " " " (۲۴) اسٹریبری	۴ " " " "
(۲۵) چٹیل (چٹیل بادی)	۴ " " " (۲۵) کاجو	۴ " " " "
(۲۷) پھنس	۴ " " " (۲۶) برید فروٹ (روٹی پھل)	۴ " " " "
(۲۹) کرک	۴ " " " (۲۷) ترنج	۴ " " " "
(۳۱) لیمو - ۲۰	۴ " " " (۲۸) کویت	۴ " " " "

(۳۳) گلابی جام اقام فی عہ (۳۴) گلاب پھل عہ
 (۳۵) کچھو ۱۱ - - - - - (۳۶) بیز ۳ مہینہ حسن

اشتہار یا رنج و غم

ہمارے مطبع میں تاریخ سر اسین مولفہ لکھن پر دھیس عری یونیورسٹی کیمبرج طبع ہوئی
 ہو اور تہذیب ہی میں پوری ہو جاگی جن حضرات کو خریداری منظور ہو یا پھر
 بھیج کر طلب فرمائیں۔ یا بذریعہ ویلو پے ایلن پارسل کے

صاحبان اخبار کی تحمیل التماس

ہم نے پہلے ہی لکھا ہے اور مکرر لکھتے ہیں کہ ہمارے ناچیز رسالہ کا تبادلہ
 بہت سے اخبارات سے ہوتا ہے مگر یہ تو ممکن نہیں کہ کل ہندوستان
 کے اخبار کا تبادلہ ہو سکے مان جو صاحب ہمارے اشتہار کو موعود بنائیں
 ہر ماہ نامہ اپنے اخبار میں چھاپ دیں تو بلاشبہ ہم ان اخبارات کا
 تبادلہ منظور کریں گے۔

بعض معصرون نے اب تک اس التماس پر توجہ مبذول نہیں فرمائی اور
 حالانکہ رسالہ معاوضہ میں برابر جاری ہے مگر ہم اس بارہ میں التماس
 کرتے ہیں کہ آئندہ کوئی گلہ دوستانہ باقی نہ رہے۔ مینجر "حسن"

چند روز بعد از شش ما را بخدمت حضرت مولانا صاحب دہلی لکھنؤ لایا گیا۔ (۱۶) ۱۲۸۱ھ

اعلان

بکراہت ستری آف سویلینیشن کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے
یہ وہی عظیم الوجود کتاب ہے جس کا آرٹیکل ہمارے رسالہ نمبر
جلد ۲ میں درج ہے یہ کتاب غایت شہرت و محتاج تعریف نہیں اگر خوداری کی
نمود و دستاویز ہیں بیچ جائیں تو ہم اس کو چھاپ دیں گے۔

اشتہار طبع اشتہارات

ہمارے طبع میں تجارتی اور معمولی حساب ال جرت پر اشتہار طبع ہوتے ہیں اجرت فی سطر
فی ماہ ایک سال کیلئے ۱۰ رش شاہ کیلئے ۱۰ رسہ ماہ کیلئے ۲

اعلان

جو کہ مہذب دنیا میں شائستگی اور ترقی بہت کچھ اخبار کی کثرت اشاعت کا نتیجہ بیان کیجاتی ہے
لکھ کی حالت کا اندازہ دیا جاوے گا اخبار کی نوعیت طریقہ تحریر تعداد اشاعت سہولت گاہیں۔ اس سلسلہ میں
نہوگا اگر ہم قلمی نگار ہندوستان کی حالت با چا چا میں

آج اس ملک میں اخبار جاری ہیں ان مطالبہ حل نہیں گو ہمارے تعداد ملک منہوت
لیکن غالب تعداد اخبار کی منتوی سفین پر پھر ہو گیا ایک اخبار کی نقل ہر اور عوام اخبارات ہند
ایک ہی لائن جاری ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں اخبارات مخصوص ضابطوں پر چھوٹے و بڑے صنعت
انجری۔ طب۔ سپر گری فوجی جہازی۔ مذہبی۔ تفریح وغیرہ علاوہ پولیس۔ لٹرل۔
سائنسک مضامین کے اخبارات جدا ہوتے ہیں جس سے ہر فن و پیشہ کو نہایت فائدہ ہوتا ہے۔
دع کو نہ اس طریقہ اہل اخبارات کو اختیار کرنا چاہیے اور مختلف شاخوں اور فنون پر اس طرح بحث کی جائے
کہ اخبار کی وقعت اور اشاعت بھرے اور مختلف مشے اور کردہ کو فائدہ ہو۔

(۱۶) مولانا صاحب دہلی لکھنؤ لایا گیا۔ (۱۶) ۱۲۸۱ھ

(۱۶) صاحب دہلی لکھنؤ لایا گیا۔ (۱۶) ۱۲۸۱ھ

مولانا صاحب دہلی لکھنؤ لایا گیا۔ (۱۶) ۱۲۸۱ھ

نیچر کی چیزوں کی تسخیر میں ہزار درجہ زیادہ فائدہ ملکوں کی تسخیر سے ہوتا ہے

اس مضمون کے اوّل لفظ نیچر کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے
معنی بہت آدھی ٹھیک ٹھیک نہیں جانتے اس لیے ضرور
ہو کہ اس کے معنی تبسم بیان کریں اور پھر نیچر کی بعض شیاؤں
کی تسخیر کے معنی لکھیں۔ بعد اس مضمون کو بیان کریں۔

(۱) نیچر

یہ لفظ آجکل ہماری زبان میں بڑی دھوم دھام سے
رواج پا گیا۔ اس پر بڑا غل شعور مچا ہوا ہے۔ ہر کس و نا کس کی
زبان پر وہ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ظریفوں کی مجلس میں نقل محفل ہوتا ہے۔
نیچوں کی ظرافت کا سر بیچ ہوتا ہے۔ بہت سے دلوں میں اس کی
کی طرف سے نئے نئے خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بہت سے
وسوسے وہ دل میں ڈالتا ہوتا ہے۔ معانی بھی اس کے اپنی اپنی
سمجھ کے موافق معلوم نہیں کیا سے کیا گھڑے جاتے ہیں۔
الغرض یہ نیچر بھی غضب ہوتا ہے۔ جب کسی زمانہ میں اس کے تسخیر میں
انسان نے غلطی کی۔ جھوٹا فلسفہ۔ جھوٹا اخلاق۔ جھوٹا مذاق
اس نے پیدا کر دیا۔

(۱) نیچر کے حقیقی معنی پیدا ہونے کے ہیں۔ جس کا ٹھیک تجربہ فطرت یا آفرینش ہو سکتا ہو مگر اس کے معنی یہ بھی لئے جاتے ہیں کہ وہ خود پیدا کرتا ہو یا سبب پیدا ہونے کا ہوتا ہو۔

(ب) خیر اس قوت کا نام ہے جس کو اس خدا نے کہ وہ کسی سے نہیں پیدا ہوا اور ساری موجودات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ایسا بنایا ہو کہ وہ تمام موجودات عالم کی حفاظت کرتا ہو۔ اور اپنے اپنے کاموں اور انجاموں کی طرف رہایت کرتا ہو۔ اور سارے افعال و اعمال و اقوال انسانی کا بادی ہوتا ہو وہ موجودات عالم میں ایک ترتیب اور انتظام ایسا قائم کرتا ہو جس سے کہ کام عالم کے کام بقا عدہ مستمرہ چل رہے ہیں۔

(ج) کچھ نیچر کے معنی ایسے وسیع لئے جاتے ہیں کہ وہ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں پر حاوی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان دونوں عالموں میں اپنا کام کرتا ہو اور کبھی اس کے معنی ایسے تنگ لئے جاتے ہیں کہ وہ فقط عالم اجسام ہی سے متعلق ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں وہ معنی تمام ارواح کے مقابل ضد میں کھڑے ہوتے ہیں۔

(د) تمام بادی اشیاء وہ کسی طرح کے ہوں ان کے قہقہے قواء اور اسباب و خواص میں وہ پھر اہلالتے ہیں۔ کسی

خاص شے کے مثلاً پانی۔ آگ۔ دھت یا کسی جانور سے یہ چیز سے مراد یہ ہو کہ اس کے تمام قوار و خواص و طریقے جن کے موافق وہ اور چیزوں کا اثر قبول کرتا ہو اور اوزون پر اثر کرتا ہو یعنی وہ تمام قابلیتیں اور استعداد جس سے کہ وہ ایک منظر کو کو پیدا کرتا ہو۔ پس جب کسی خاص شے کی چیز کے یہ سہی ہوں تو خود بخیر تمام عالم کے خواص اور قوار کے مجموعہ کا نام ہوا۔

(۱) نچر کا لفظ آرٹ کے مقابل آتا ہو۔ آرٹ کے معنی یعنی قوت و ہنر کے ہیں مگر خیالی چیز کی صورت جسمانی بنائے کر آرٹ کہتے ہیں۔ قدرتی اشیاء کو انسان اپنے خیالات اور تجربے سے ایسا درست بنائے اور تیار کرے کہ جس سے کوئی ہمارا ارادہ اور مقصد پورا حاصل ہوا ہے آرٹ کہتے ہیں اب اس لفظ کے مشتقات اور ترکیب تو صیفی کے معنی لکھے جاتے ہیں۔

(۲) نچرل قدرتی۔ سوپر نچرل۔ فوق العادت۔ نچرل وہ چیز ہو جو نچر سے تعلق ہو پس جو موجودات عالم میں ترتیب و نظام بقاعدہ مستمرہ عادت کے موافق ہو اس کو نچرل کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں سوپر نچرل ہو جس کے معنی فوق یا معجزہ یا خرق عادت کے ہیں۔ جب کسی چیز کو کہتے ہیں کہ وہ نچرل

ہو تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جہاں آفرین نے اس شے کے واسطے یہ امر ہمیشہ ازل سے ابد تک سکے لئے مقرر اور معین کر دیا ہو کہ وہ ایک ہی طرح سے ہوا کرے اور اس میں تغیر و تبدل ہرگز کبھی واقع نہ ہو۔ جب کسی چیز کو سوپر نیچرل یعنی فوق العادت کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ چیز ہمیشہ واقع نہیں ہوتی۔ جب خدا کی مرضی ہوتی ہو تو وہ کبھی کبھی واقع ہوتی ہو یا ایک ہی دفعہ واقع ہوتی ہے۔

کو بری پاؤں نیچر
طریقہ یا قوت نیچر کے معنی ارادہ الہی یا شیت ایزدی کے ہیں یعنی ارادہ الہی یا شیت ایزدی کے موافق ہمیشہ بقاعدہ مستمرہ ایک ہی طور سے واقعات کا پیش آنا خدا کی قدرت میں ہو کہ وہ اس کو رس کو بدل دے مگر اس نے کبھی بدلا نہیں اور اس کے کمال کا اقتضایہ ہو کہ وہ اس کو کبھی نہ بدلے۔

نجسیر لا
ہم دیکھتے ہیں کہ بعض واقعات ہمیشہ ایک حالت کے بعد واقع ہوتے ہیں اور یہ حالت تقدم جس کو سبب یا علت یا اثر کہتے ہیں خاص مسبب یا خاص معلول یا خاص موثر پیدا کرتی ہو اور ہمیشہ اسباب تشابہ سے سبب تشابہ مشاہدہ میں آتے

جلد دوم حسن نمبر

ہیں۔ مثلاً جب ہم کسی چیز کو بے سہارے چھوڑتے ہیں تو وہ زمین پر گر پڑتی ہے اس کو ہم سمجھ کر لایسنے قانون فطرت یا آئین قدرت کہتے ہیں اب تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ نیچر کن کن معنی میں بولا جاتا ہو۔ ہم نے اپنے مضمون کی پیشانی میں نیچر کے معنی وہ لکھے ہیں جو (د) میں بیان کیے ہیں اور نیچر کی کسی شے کے تسخیر کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان قواد اور خواص کو اپنے اختیار اور بس میں کر لیں۔

(۳) اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ اس تسخیر سے جو انسان کی دولت و اقبال علم و ہنر کی ترقی ہوئی ہو وہ کبھی ملکوں کی تسخیر سے نہیں ہو جاتا جب دنیا نے نیا جنم لیا تھا اور وہ بدیتی کچھ تھی تو انسان کو فقط یہ تھا کہ میں اپنے خاندان میں۔ اپنے قبیلہ میں۔ اپنے بستی میں اوروں سے زیادہ ممتاز ہو جاؤں۔ اور (۴) جھگڑ کر اپنی برتری قائم کر لوں۔ جب دنیا کے اور عمر بڑھی اس نے پیر کا لے تو انسان کی یہ ہمت بڑھی کہ ملک گیری کر کے اپنی شان و شوکت و جلال و عظمت قائم کروں۔ پھر جب دنیا اور عمر میں بڑھی تو انسان کو جہان ستانی اور جہا نمانی کا شوق اپنی شان و شکوہ کے لیے پیدا ہوا۔ مگر جب دنیا نے عقل و ہوش سنبھالا اور جن ملکوں میں انسان کی عقل و دانش کی افزائش ہوئی تو اس کو رات و دن یہ ادھیڑ میں لگی کہ نیچر کی چیزوں کو تسخیر کیجیے۔

جلد دوم حسن نمبر

اس فتحیابی میں جو منفعت اور دولت و شہرت و شان و شوکت کی ترقی ہو وہ ملک گیری۔ جہان ستانی۔ جہان بانی میں نہیں ہو۔ ملک گیری کی غایت یہ ہو کہ حکومت و ثروت حاصل ہو۔ پرانی دولت اپنی ہو۔ بندگانِ خدا کی آسائش اور آرامش ہو یہ سب باتیں بھیر کی تشبیہ سے چیزوں کی تشبیہ سے زیادہ حاصل ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر اب تم کو ہم بتلاتے ہیں کہ + بجلی + (الکٹر سٹی) اور بخار + (سٹیم) کی تشبیہ سے انسان کی دولت و اقبال نے جو ترقی حاصل کی وہ کبھی دنیا میں انسان کو ملکوں کی فتحیابی سے نہیں مل سکتی۔ اور جو مفید کام ان کے طفیل سے انسان نے کیے وہ کبھی تیغ زنی اور خون ریزی سے نہیں ہو سکتے۔

(۴) بجلی الکٹر سٹی۔

آسمان پر گھٹا چھا رہی ہو۔ بادلوں کی چڑھائیاں چھو رہی ہیں۔ کرک کی آواز دل کو دھلا رہی ہو۔ بجلی ایسی چمکتی اور کوند رہی ہو کہ آنکھوں کو چکھا چونک رہی ہو مجھے اس بجلی کو دیکھ کر یہ خیال آیا کہ اگر میں سو پچاس برس پہلے پیدا ہوا ہوتا اور آسمان کا یہ سما دیکھ کر یہ کہتا کہ یہی بجلی ہو جو دور دراز فاصلوں پر ہمارے درمیان آپس میں یون باتیں کراتی ہو جیسے کہ ہم آٹھ سو ساٹھ کرک کرکے ہیں۔ حیدر آباد میں آقا ہوتا۔ اور ننگ آباد میں ملازم۔ آقا کو کرک کرکے

جلد دوم حسن نمبر

مگر جسے حاضر ہو۔ تو یہ بجلی آقا کی آواز کو نوکر کے کان میں پہنچاتی
اور اس کے اس جواب کو آقا سنوا دیتی تھی کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔
بریل کی آنے کی دیر نہ تھی۔

دہلی کی جامع مسجد میں جب کہ کوئی بھی صاحبِ ممبر پر بیٹھ کر غلط فرماتا
تو یہ بجلی تمام گھروں میں حرکتوں اور بچوں کو گھر بیٹھے نہ لے کر
وغض سنوا دیتی

کسی محفل میں کوئی زہر چہین حسین غزلیں لحن راؤ دی میں لگاتی
تو یہ بجلی اس کی تمام غزلوں کو مع تیسری بلی آواز کے امانت رکھتی
اور جب ہمارا جی چاہتا کہ اس کو سننے کی قیاسی آواز اور کسب و کسب میں
سُن لیتے کہ جسٹس سنا تھا حیدر آباد کے نیچے جو سو سیڑھی تھی تو
اس کے پانی کے زور کو بھی بجلی کام میں لا کر کلکتہ کے بر گھر کو
ایسا روشن کر دیتی کہ رات کا دن ہو جاتا۔

اگر ہمارا دشمن اپنا لشکر لیے پانچ سات میل پہر پڑا ہوتا تو بھی بجلی
اندر میری رات میں اس کے لشکر کو ایسے نہ بنا کے ہمارے سنا
لے آتی۔ ہم اس کو ایسا ہی دیکھتے۔ جیسے لشکر گاہ میں مشعلیں
جلا کر دیکھتے ہیں۔

ہم حیدر آباد میں ہوتے اور ہمارا مال لندن میں کسی ہوٹل کے
کمرہ میں صندوق کے اندر بند ہوتا۔ اس کو چرائے کے نیچے چور

جلد دوم حسنِ نمبر

آتا اور قفل کو ہاتھ لگاتا تو یہی بجلی اور اس کے ہاتھ کو وہ صدمہ پہنچاتی کہ چور اوندھے منہ کرتا۔ اور اذہر اسی لحظہ ہم کو خبر کرتی کہ آؤ صاحب اپنے مال کی خبر لو۔ آپ کے خاطر سے چور کو میں پکڑ کر لئی ہوں۔

یہی بجلی ہمارے ہاتھ میں ایسا تسلیم بناتی کہ لاکھوں کو سون پر جہاں تھو ہم ایسے بیٹھے لکھا کرتے اور دستے کے دستے اس سے سیاہ کرتے۔ اور اپنے مافی الضمیر کو ان لوگوں پر ظاہر کرتے جو زمین کی دوسری طرف ہمارے قدموں کے نیچے رہتے ہیں اور سارا کرہ زمین ہمارے اور ان کے درمیان حجاب بن کر حائل ہو رہا ہو۔ زمین اپنے محور پر ایک پورا دورہ کرنے نہیں پاتی کہ اس عرصہ میں تحیطِ زمین کے گرد کئی دفعہ وہ پیغامِ سلام ہمارا پہنچا دیتی اور انکا جواب لا دیتی۔

یہ میری باتیں لوگ سنکر مجھے کہتے کہ دیوانہ سودا ہی ہو گیا ہے۔ قصہ کھلوانے کی ضرورت ہے۔ میں انکا کھانا بناؤ جو کہتا ہے ایسی انوکھی بات کہ کبھی دیکھی نہ سنی۔ عقل میں اسے نہ فہم میں بلکہ ناممکن اور محال معلوم ہوتی ہیں۔ وہ جھوٹ کے گولے لگاتا ہے کہ قصہ کہانیوں کے سحر و طلسمات کو مات کرتا ہے۔ بھلا ہمارے قصوں کا تو مجموعہ یہی ہے کہ جو بات اس میں بیان ہو وہ نہ دید ہو نہ شیند ہو بلکہ محال

جلد دوم حسن نمبر

میں سے ہو۔ یہ باتیں ان سے بڑھ کر ہیں اب خداوند کرم کی قدرت دیکھو کہ صرف نچر کی ایک چیز کی تسخیر سے وہ باتیں کہ سوچا جس برس پہلے منع الوقوع معلوم ہوتی تھیں وہ اب روزمرہ مشاہدہ میں آتی ہیں۔ جو پہلے مجذوبوں کی بڑبڑ معلوم ہوتی تھیں وہ جگہ کی شخصیات سے امور واقعی اور نفس الامری ہو گئے ہیں۔ اب جو باتیں اوپر بیان کیں ہیں ان کی تصدیق بالترتیب کرتے جاؤ تم اَللّٰہِ سَلِّیْکُمْ کو دیکھو جو بڑے بڑے شہزادوں میں جا بجا نضب ہیں۔ بعض اضلاع میں صاحب ضلع کی کچھری اور پولیس کے اسٹیشنوں میں نضب ہیں جان ان کے ذریعہ سے ایسی باتیں ہوتی ہیں جیسے رد ہوتی ہیں۔ ہم ان کے اندر اپنی صاف آواز سے بولیں تو وہ ہماری آواز وہاں پہنچائیں گے جہاں توپوں کی دنگاں اور دھولوں کی دھول بھی نہیں سنائی دیتی۔ کبھی کبھی بعض پروفیسر انگلستان سے ان کے یہاں تماشہ دکھاتے ہیں کہ وہ ایک آلہ میں جو شخص اپنی باتیں پہنچا ہی لب و لہجہ میں دیر کے بعد سنی جائیں اس کی باتیں بجلی کے حوالہ کر دیتی ہیں وہ اپنے پاس کے امانت رکھتی جیسے آگیاں اور اس سے اپنی باتیں اس طرح سن بیچے کہ گویا ہم ان کو دوبارہ بول رہے ہیں۔ یہ بجلی گویا ہمارا دماغ بن گئی۔

پہلے جو باتیں ہم نے دماغ سے نکالیں تھیں انھیں کو آب اس بجلی

جلد دوم حسن نمبر

نے نکالا۔ اس آلہ کے ذریعہ سے ہم اپنی بچنے کی باتیں بڑھاپے میں اسی طرح سن سکتے ہیں جیسے کہ خرد سالی کی تصویر پیرا نہ سالی میں دیکھ سکتے ہیں۔

بہت جگہ پانی کے زور سے کلیں چلتی ہیں جنسی بجلی نکلتی ہے۔ اور اُسی نلون کے ذریعہ سے گھر گھر روشنی کرتے ہیں۔ امریکہ میں اہل علم یہ تجویز کر رہے ہیں کہ آبشار ناگلرا جس کا پانی بڑے زور شور سے گرتا ہے۔ اس کے زور سے کلیں چلا کر اتنی بجلی پیدا کیجئے کہ سارے امریکہ کا گھر گھر روشن ہو جائے۔ امریکہ بچا کہ خود ایک نئی دنیا ہے۔ جس کو ایک آبشار کے پانی کے زور سے چاند سے زیادہ روشن کرنا چاہیے ہیں۔

انجی مصر کی لڑائی میں بجلی کی روشنی کے ذریعہ سے اندھیری راتوں میں دشمنوں کے مورچوں کا حال تین چار میل پر ایسا دریافت کر لیا کہ اگر وہاں جا کر سنو بن تیل جلائے تو ہینر دیاقت ہوتا۔

یورپ اور امریکہ میں بعض سرکاری خزانوں بنک کے خزانوں جیسے کہ مال دار کو ٹھون میں مال و زر کے صندوقوں میں اور روس کے اسٹیشن میں بیٹری اور تار کے ذریعہ سے ایسی حکمت ایجاد کر لی ہو کہ اگر کوئی خزانہ کو چور ہاتھ لگائے تو اسی وقت

جلد دوم حسن نمبر ۶

پولس کو خبر ہو جائے۔ اور وہ فوراً دوڑا جائے۔ چور کو گرفتار کر لائے۔ پہلے تار پر گنج ایک افسانہ تھا کہ وہ کسی کو خزانہ بغیر مستحق کے نہیں لینے دیتا آتے تار پر گنج ایک امر واقعی ہو تار برقی کا حال تو بچہ بچہ کو معلوم ہو۔ سارے ملک میں یہاں جال بچھا ہوا ہو۔

سمندر میں ہندوستان و انگلستان کے درمیان حبیب پانچ چھ ہزار میل کا فاصلہ ہو تا ر لگا ہوا ہو کوئی دن ایسا نہ ہوتا ہو کہ یہاں کے گورنر جنرل و الیم اور انگلستان کے وزیر ہند کے درمیان دو چار باتیں معاملات ملکی کی نہ ہوتی ہوں گی تمام شاہیہ ملکوں میں تاروں کے جال پھیلے ہوئے ہیں۔ لندن کی خبریں ہندوستان میں ایک دن کے اندر آ جاتی ہیں اتنی دیر جو لگتی ہو تو اس سبب کہ اشنا راہ میں کئی جگہ صرح ہوتا ہو ورنہ اس سے بھی کہیں جلد خبریں آ جاتیں۔ اسی سبب کے تار نے تجارت کا بازار چمکا دیا ہو۔ لمحہ لمحہ میں شہروں اور ملکوں میں آپس میں جنہوں کے بھاؤ۔ سکون کے دباؤ ہندو یوں کے تپے بازمی مال کی درآمد برآمد کی خبریں آتی رہتی ہیں تار کا اثر بڑا اخباروں پر ہوتا ہو۔ تم انگریز می خبریں میں روز تار کی خبریں دیکھتے ہوں گے کہ کہاں کہاں سے وہ

جلد دوم حسن نمبر

آتی ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں اخبار نویسوں کے ایجنٹ رہتے ہیں جو تمام واقعات ضروریہ کی خبریں بھیجتے ہیں۔
سواء اس کے جہاں کہیں میدان کارزار گرم ہوتا ہو وہاں طرفین کی سپاہ میں اخبار نویسوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں جو ڈاک اور ان تاروں کے ذریعہ سے میدان جنگ میں خبروں کی اشاعت ساری دنیا میں کر دیتے ہیں۔ بجلی کے تاروں کو لگا کر ہم جس جگہ چاہیں روز دریا فت کر سکتے ہیں گو وہ جگہ کالے کوسوں پر تار کی راہ پر کیوں نہ ہو۔ اس سے زیادہ کوئی شعبہ معجزہ بھی تعجب خیز نہیں ہو۔

اب ہم نے دیکھ لیا کہ یہ بجلی ہی ہمارا ایک برق رفتار ہو کہ جس کی گرد کو ہوا بھی نہیں چھو سکتی۔

وہی ہمارا ایسا مشعلی ہو کہ جو ہم کو اندھیروں میں چاند سے زیادہ روشن کرتی ہو۔

وہی ہمارا پیغام رسان ہو جو ہماری آواز کو جتنے ہمارے دستوں کے پاس بے کم و کاست پہنچا دیتی۔ ایک آنکھ میں ہزاروں آنکھوں کا نور پیدا کرتی ہو۔

وہی ہمارے مال کی محافظ ہو۔ جو ہمارے دولت کی وہ حفاظت کرتی ہو کہ نہ کسی انسان سے نہ کسی حیوان سے۔ جو کیدار اور کشتے

جلد دوم حسن نمبر ۶

اس کے آگے ہیچ ہیں۔

وہی ہماری امین صوت ہو جو ہماری برسوں کی آوازوں۔ نعمون
راگون گیتوں۔ پٹے۔ ٹھکروں کو امانت رکھتی ہو۔ جب ہم چاہیں
اس سے اپنی امانت کو لے لیں گویا وہ دوسرا ہمارا دماغ اور
گلا ہو۔ یہ تو بجلی کے وہ بڑے بڑے کام ہیں جو کسی دوسرے
ہونے ممکن ہی نہیں۔ اگر اس کے اور چھوٹے چھوٹے کاموں
کا شمار کریں تو وہ ایک طومار کا طومار ہو۔

وہ ہماری ملمع ساز ہو۔ ہزاروں تانبے کے برتنوں کو چاندی
سے زیادہ سفید اور سونے سے بڑھ کر سنہرا کر دیتی ہو۔
وہ کیمیا گری کہ اس کو ہمارا سارا گھر سونے چاندی سے زیادہ سنہرا
رہا بنا دینا کچھ بات ہی نہیں ہو۔

کیمیا گردن کے سیم وزر بنانے کے شعبہ اس کے آگے کی
ہیں اور لوہار و بڑھئی اور سیکڑوں صنعت گری کے کام وہ
کرتی ہو غرض خواہ اس کو امورات سلطنت میں خواہ تجارت و
رزاعت و صنعت کے کارخانوں میں دیکھیں تو وہ وہ کام کرتی
ہو کہ جس سے دولت و شہرت کا باب ہم پر وا ہوتا ہو۔

بخار (اسیٹم)

جلد دوم حسن نمبر

جیسا مین نے بجلی کی نسبت کہا اسی طرح اگر ایک دریا کو دیکھتا
کہ وہ زور سے چڑھا چلا آتا ہو اور اس میں موجوں کا ایک تلاطم اٹھ رہا
ہو اور لہروں کا لہریا لہراتا ہوا چلا جاتا ہو اور اسکو مین یہ کہتا کہ
وہ انسان کا جلا ہا بنے گا۔ لاکھوں تھان ہزاروں طرح کے کپڑوں
کے میرے لئے بنیگا۔ ایک سال میں اتنا کپڑا بنے گا کہ ساری دنیا
کے جلا بے جمع ہو کر بستے تو نہ بن سکتے۔

وہ انسان کا لہارا اور بڑھئی بنے گا۔ ہزاروں آلات اور ضرورت
کی چیزیں زیبائش اور آرائش کے اسباب جھٹ پٹ ایسے تیار
کرے گا کہ مین ان کو ارزان قیمت پر بیچ کر ہزاروں خریدار پیدا کرے گا
اور کروڑوں کی دولت کماؤں گا۔

وہ انسان کے لئے پریس مین بنے گا جو ایک دن میں اتنے اخبار
کو چھاپ دے گا کہ اگر ان کا پھونکا بچھا تو ایک شہر میں پھر جائے
اتنی کتابیں چھاپ دے گا کہ ان کے اخبار لگاؤ تو اہرام مصری بھی
اچکے آگے بونے نظر آئیں۔

وہ انسان کے لئے سپہ سالار ایسا بنے گا کہ تھوڑے سپاہیوں
سے بہت سے سپاہیوں کا کام لے گا۔ جہاں رہسوں میں سپاہ
کا اجتماع و شوار تھا وہاں ہفتوں میں جمع کر دے گا

جلد دوم حسن نمبر

وہ انسان کا خان سامان ایسا ہو گا کہ انسان کے دسترخوان پر دنیا کی اللہ ان نعمت کو پہنچے گا۔ دور دور کے تر و مازہ میوے ڈال کے ٹوٹے اگاسے گا۔

وہ انسان کا ایسا مرکب بنے گا کہ مہینوں کی کڑی کڑی مشینیں دنوں میں طو کر ایٹگا۔

وہ انسان کے واسطے ایک میانجی صلح کل کرانے والا بنے گا کہ جو تین شمشیر بدست ایک دوسرے کی سز رتی کرتی ہیں ان کے ہاتھ تجارت کے لیے ملائے گا۔

غرض کوئی خدمت باقی نہیں رہے گی کہ وہ انسان کی نہیں کرے گا۔ کوئی اس سے زیادہ ارزاں خدمت گار کار گزار نہ ہو گا۔ کوئی اس سے زیادہ صنعت گر مہنر نہ ہو گا۔ وہ انسان کو انسان بنائے گا۔ ساری اس کی وحشت کے اسباب مٹا کر مہذب و شائستہ بنا دیگا۔

یہ باتیں میری سن کر لوگ یہی گمان کرتے کہ مجھ کو باولے کتے نے کاٹا، جو دریا کے پانی کو دیکھ کر یہ باولے سپنے کی باتیں کرتا ہوں میری باتیں جو دنیا ان معلوم ہوتی تھیں وہ فقط بچہ کی ایک چیز کی تشبیہ تھی شاہد و تجربہ میں روز راتی میں ریل کو دیکھ کر جس سے سواری اور بار برداری میں آسانی اور تیز رفتاری پیدا کر رہی ہے تمہارے نزدیک سواری اور بار برداری فقط ٹوکڈے کا دے

اور گاڑی چھکڑے کے بھرنے کا ایک ذلیل سا کام ہو۔ مگر مہذب ملکوں میں یہ سواری اور بار برداری ایک فن ہے جس کی آسانی اور تیز رفتاری کے لئے بڑے بڑے عاقل اپنے وقت گران بہا کو صرف کرتے ہیں اس کی آسانی اور تیز رفتاری سے اتنی منفعت انسان کو حاصل ہوتی ہے کہ سلطنت اس کے آگے کچھ مال نہیں۔ وہ ایک ایسی نعمت ہے کہ کوئی دنیاوی نعمت اس کے برابر نہیں۔ بلکہ دینی نعمتیں بھی اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔

یہی ایک فن بزرگ ہے کہ جس کے طفیل سے محنت و فکر کا ساتھ اور خود اہل فکر و صاحب ہنر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتے ہیں۔ کوئی ملک دنیا کے پردہ پر ایسا نہیں ہے کہ جس نے وحشت کے احاطہ سے قدم باہر رکھا ہو اور اس فن کی تکمیل کا خیال نہیں کیا۔ ابتداء آفرینش سے کبھی اس فن کی وہ ترقی نہیں ہوئی جو اونیسویں صدی میں ہوئی۔

وہ ترقی کس چیز سے ہوئی اسی سسٹم (بخارات) کی بدولت یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ قوموں کی دولت و حشمت کی ترقی بغیر تجارت نہیں ہو سکتی صنعت اور زراعت کی بھی جان تجارت ہو۔ اسی تجارت سے صنعت اور زراعت کو بھی رونق ہوتی ہے۔ تجارت کی زیادہ تر رونق بار برداری کی آسانی اور تیز رفتاری پر موقوف ہے۔

جلد دوم حسن نمبر ۶

جوانشیا کہ ہم تجارت کے لیے خرید کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ
 لیجاتے ہیں اس میں بار برداری کا خرچ اور اور تجارت کے خرچ
 جیسی بیما اور اس مدت کا سود جو ان اشیاء کے لیجانے میں گزرتا
 شامل ہوتا ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنی جگہ میں کچھ قیمت
 نہیں رکھتیں بلکہ ان کی بار برداری کا خرچ ان کی قیمت ہوتا ہے
 جیسے پانی۔ مٹی۔ بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ جہاں وہ ہوتی ہیں
 مضر ہوتی ہیں بار برداری سے وہ فائدہ مند ہوتی ہیں جیسی۔
 کھات۔ غلات۔ کوڑا کرکٹ۔ بعض چیزوں کی نصف قیمت سے
 زیادہ بار برداری کا خرچ ہوتا ہے۔ اب تم ذرا روٹی کی بار برداری
 خیال کرو کہ وہ کیا نصف دنیا کی برابر چسک کر رہتی ہے۔ یہاں ٹشو گھڑ
 گاڑی چھکڑوں میں لہ کر پھونکے پاس آتی ہے۔ یہاں دب کر اسکی
 گھڑیاں بندھتی ہیں۔ پھر وہ لہ کر بمبئی کلکتہ کی بندرگاہوں میں جاتی
 ہیں اور وہاں سے جہازوں میں بھری جاتی ہیں۔ انگلستان
 کی نور پولی کی بندرگاہ میں اتاری جاتی ہیں۔ وہاں سے کپڑوں کی
 کارگاہوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ وہاں کپڑا بنا جاتا ہے۔ پھر اس کپڑے
 کی بار برداری کا حال وہی ہے جو روٹی کا تھا۔

اب تم ذرا غور سے دیکھو کہ روٹی وہی وحشت ہے جس کو
 یہاں کے لوگ ہزاروں برس سے جانتے تھے۔ بتاؤ جب تک

جلد دوم حسن نمبر

یہاں ریل جاری نہیں ہونی تھی اس کی بار برداری آسان اور آزا
ہونی کبھی اس سے یہاں کے لوگوں نے ایسی دولت کمائی تھی
کہ اب کما لے ہیں۔ روٹی کی بدولت ہم انگلستان کی دولت
اتنی کھینچتے ہیں کہ اگر اس کی کسی حصہ کی تسخیر کر لیتے تو اس فائدہ
نہیں ہوتا۔

زراعت کی پیداوار کا حجم عموماً بڑا ہوتا ہے اور قیمت کم ہوتی
ہے۔ اس واسطے بار برداری کے خرچ کو ان کی قیمت میں بڑا دخل ہے
جن ملکوں میں بار برداری کا خرچ زیادہ ہو وہاں زراعت کی ضرورت
سے کم فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بہت سی چیزیں وہاں اڑنا
اور بقیہ پڑی رہتی ہیں اور نقل مکان کی دشواری سے وہ دوسری
جگہ جا کر تنگی نہیں کب سکتی۔ اس کی مثال ملک کشمیر ہو کہ جہاں بہت
سے پھل و میوے لذیذ لذیذ ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر وہ پنجاب
و ہندوستان میں جاتے تو بہت قیمت پاتے۔ مگر اس سبب
کہ وہاں بار برداری کا سامان درست نہیں اس لئے وہاں پر رہتے
ہیں۔ ڈھور و دیگر کھاتے ہیں یا کھات کے کام آتے ہیں۔
اس ریل کی بدولت جانداروں کو تیز رفتار بنا کر بہت
فائدہ پہنچا یا پہلے مویشی اور جاندار جو ایک جگہ سے دوسری جگہ
سفر کرتے تھے۔ تو مکان راہ سے بعض مر جاتے تھے۔ بعض

مردہ کی صورت ہو جاتے تھے لاغور ناتوان تو سب ہو جاتے تھے
 خچہ راہ کے زیادہ ہونے سے ان کی قیمت بڑھ جاتی تھی۔
 اس لیے خریدار گھٹ جاتے تھے۔ اب وہ ان ریلوں میں سوار
 ہو کر ان منزلوں کو دونوں میں طر کرتے ہیں جن کو اپنے ٹانگوں
 سے ہینوں میں طر کرتے تھے۔ ان کو سفر سفر ہی معلوم نہیں
 ہوتا۔ جیسے تازہ تو ان سوار ہوتے ہیں ویسے ہی منزلوں پر
 اترتے ہیں قاعدہ ہو کہ اسباب تجارت میں جو مدت نقل مکان
 میں لگتی ہو اس کا سود قیمت میں داخل ہوتا ہو اسی طرح جب
 آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو جو وقت سفر میں صرف
 ہوتا ہو اسکی قیمت اور رازہ اور اس جگہ سے جو وہ اپنی محنت سے حاصل
 کرنے بغیر کی جاتی ہو۔ جو مسافر دشمن اسلئے درجہ کے ہوتے ہیں
 ان کے وقت بھی زیادہ قیمت کا ہوتا ہو پس سوار سی کی تیز رفتاری
 مسافروں کے لیے عموماً اور کاریگروں اور پیشہ وروں اور مزدوروں
 کے لیے خصوصاً زیادہ فائدہ پہنچاتی ہو اور ان کو زیادہ دونوں ملک
 بیکار نہیں رکھتی۔ ان غریب اہل حرفہ پاس سوار طاقت جسمانی
 کے کچھ اور سرمایہ نہیں ہوتا۔ ان کی خواہش کم و بیش مختلف تھا
 میں ہوتی رہتی ہو۔ اگر ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں
 زیادہ روز لگیں تو وہ بھوکے مرنے لگیں۔ بھیک مانگنے کی فرت لگی

ہو جاتی۔۔۔ پھر طاقت جسمانی بھی گھٹ جائے۔ اگر ان کے
بلانے والے خرچ راہ دین۔ اور ان کے سفر میں غصہ لگے۔
اور وہ وہاں پہنچ کر کام بنائیں۔ تو کام ہنگام پر طے گا۔ اور جو
چیرمین ایسی تیار ہوں گیں وہ گران ہوں گیں اس لئے۔۔۔ ان کی
خریداری کم ہوگی اور منفعت کم ہوگی۔

اب ایک قاعدہ اور سنو کہ بار برداری کی رفتار جتنی زیادہ
ہوتی ہو اس کی رفتار کے مربع کے موافق رقبہ زمین پر اشیاء، تجارت
اور مسافروں کی آمد و رفت کی آسانی ہوتی ہو۔ مثلاً ایک دائرہ کی
شکل کا رقبہ لین جس کے مرکز پر اشیاء مثل میٹوں وغیرہ کے بغیر
بگڑنے اور سرٹنے کے آجاتی ہیں اب اگر بار برداری کی رفتار دوگنا
ہو جائے تو اس رقبہ کا نصف قطر ہوگنا ہوگا اور اس نصف قطر کے
دگنا ہونے سے دائرہ کا رقبہ چوگنا ہوگا۔ کیونکہ دائروں کے
رقبوں میں وہ نسبت ہوتی ہو جو نصف قطروں کے رقبوں میں
اب آپ کسی کارخانہ میں خواہ کپڑا بننے کا ہو۔ یا سوت
کاتنے کا۔ یا چونہ بنانے کا۔ یا آٹا پیسنے کا۔ یا اسلحہ جنگ ڈھالنے
کا۔ یا ہمارے کانٹوں کے بنانے کا۔ یا اخبار دن اور کتابوں
کے چھاپنے کا تو آپ کی عقل خیر لیں ہوگی کہ یا آلہ یہ کیا طاسم ہو
کہ ہزار پانچ سو آدمی کو در دن آدمیوں کا کام کر رہے ہیں۔

جس شہر میں یہ کارخانے ہیں اگر اس میں لاکھ آدمی رہتے
ہیں تو وہ سو کروڑ آدمیوں کا کام ان کلون سے کر سکتے ہیں۔
ایک ایک آدمی ہزار آدمیوں کا کام کر سکتا ہے۔ ان کلون کی
طاقت کا حساب اگر گھوڑوں کی کیا ہا تھیلوں کی قوت سے اندازہ
کریں تو ایک کھلی برج کے ہا تھیوں کی قوت ملکر وہ کام نہ کرے
جو ایک کل کام کر رہی ہے۔

خلاصہ اس تمام بیان کا یہ ہے کہ پانی نے اسٹیم پیدا کیا۔ اسٹیم
نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ خشکی میں ریل کو چلایا تری میں
جہازوں کو چلایا۔ جہاز اور ریل کے چلنے نے بار برداری کے خرچ
گھٹایا۔ تیز رفتاری کو بڑھایا۔ اس بار برداری کی آسانی اور تیز
رفتاری نے تجارت کا بازار ساری دنیا میں چمکایا۔ اس تجارت
کے چکنے نے انسان کے دولت و اقبال کو بڑھایا۔

انگلستان جس کو گروہ زمین پر یا نقشہ زمین پر آپ دیکھیں
تو ایک تھکلی برابر نشان نظر آئیگا۔ اس کی آبادی پر خیال کریں
تو معلوم ہنیں کتنے ملکوں کے بعد اس کا نمبر آئیگا۔ مگر اس اہلی
فقط اس نج پر کی ایک چیز کی تسخیر سے اس کا کام کر لیتے ہیں کہ جہازوں
میں جتنے آدمی رہتے ہیں اس سے جو گنتی لیکر اس کا مکڑا چاہیں تو
ہنیں ہو سکتا۔ کوئی ملک ایسا کم بخت ہو گا جہاں انگلستان وہ اپنی

صنعت کی چیزوں کو نہیں پہنچتا ہوگا اور وہاں سے روپیہ
کٹا تا ہوگا۔

اسے انسان کی آسائش اور آرائش کی چیزیں اتنی بنا
ہیں کہ دنیا کو بہشت بنا دیا ہو۔

یہ فائدے اور مستفیدین ملک گیری اور جہان ستانی میں
ہیں۔ جو صرف نیویر کی ایک چیز کی تسخیر میں ہیں۔ زمانہ آئندہ اس
والا ہو کہ انسان جیسا کہ اپنا فخر جہان ستانی و جہان بینی پر کرتا تھا
نیچر کی فتحیابی پر کر گیا اور جسم انسانی کے واسطے دنیا ہی کو
بنا دیا کہ جس میں تکلیف ذرا نہ ہوگی فقط

محمد ذکاء اللہ

مسلمانوں کو جوش و خروش کو اثر نکالیں

راے

ہم ذیل میں ایک آرٹیکل مخزن موسومہ نیٹو ٹیڈ سرورسین گزین بابت فروری ۱۹۹۶ء سے نقل کرتے ہیں۔ یہ تعصب و غیر منصفانہ عجیبائی نہایت نیک نہادی کے پیرائے میں مذہب اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ انکی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب عیسائیوں کو لازم ہو کہ متحدہ اور متفقہ کوششوں سے کل مسلمان سلطنتوں کو قوت جنگ سے محروم کر دیں۔

انگلستان نے قوت اسلامی کو ہندوستان میں پامال کیا اسلام روس نے ترکی کی قوت بہت کچھ گھٹا دی ہے۔ مہدی کی فتنہ و فحش افریقہ میں بڑھ رہی ہے۔ بس یہی وقت ہے کہ انگلستان۔ جرمنی۔ اٹلی۔ فرانس۔ روس۔ معاملات مشرق میں اسلام کو قوت جنگ سے بے بہرہ کر نیکی غرض سے کامل اتفاق کرنا چاہیے۔ اور جب ضرورت ہو تو مسلمانوں کی مزروعہ زمین اور چشمائے آب پر اس وقت تک بطور ضمانت جنگ قبضہ کر لینا چاہیے جب تک وہ اپنی ہاتھ سے تلوار نہ چھوڑیں۔

آگے چلکر یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسائی مذہب تلوار کو چھوڑنے کا

حکم توڑ دیا جائیے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہماری سمجھی میں نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمانوں کے ملک فتح کرنا منظور ہو تو اس قسم کے جیلہ بہانے سے کیا فائدہ۔ سب جانتے ہیں کہ زمانہ موجودہ میں کوئی جوش و خروش در عادت جنگجوئی اہل اسلام میں نام کو باقی نہیں رہی۔ ہمارے دیکھتے ہوئے ٹیونس، خیوا، بخارا، مصر، افغانستان اور بہت سی چھوٹی بڑی سلطنتیں اس حالت میں مغلوب ہوئیں۔ جو خود اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جنگ کر رہے تھے۔

کوئی اسلام کا بادشاہ یا کوئی مسلمان قوم اس صدی میں آگے بڑھ کر کسی کے ملک میں جنگ آور نہ ہوئی۔ پس اسوقت ہماری اس واجب الرحم قوم کے پاس آلات جنگ میں نہ جنگی جواز۔ نہ علم جنگ سے واقف۔ نہ روپیہ ہو اور نہ زمانہ موجودہ کے علم و ہنر سے آگاہ۔ اطف یہ ہو کہ تحصیل ورجہا لیت کسی مفید شے کے حاصل کرنیکی اجازت تک نہیں دیتا۔ پھر اس بد نصیب قوم سے وہ کونسا گناہ اسوقت سر ہو رہا ہو۔ جس کے پاداش میں اس قوم کی باقی حکومت کے اتصال کے منصوبے باندھے جاتے ہیں۔ اگر خون ریزی اس قوم کی جلی عادت تھی جیسے تو اہل یورپ بدرجہا بڑھکر ہیں جب کہ سلاطین یورپ خود بخوار تیار ہی خود اپنے ہی ملک اور ہمعوم دہم مذہب کی تباہی کے لئے کر رہے ہیں تو وہ کیونکر دوسری قوموں کے ساتھ ہمدردی ظاہر

کرنے کی واسطے باہم اتفاق کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ پہلے سلاطین غلام شمل روس۔ جرمنی۔ انگلستان۔ فرانس وغیرہ باہمی کشت خون سے دست کشی کا اتفاق پیدا کرتے بعدہ عنان توجہ اقوام دیگر کی طرف منعطف ہوتی۔

تلوار کو مذہب سے جدا رکھنے کا بھی افواہ مسئلہ اس ناقص مزاج مصنف نے لکھا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مذہب عیسوی سے تلوار کس ملک میں اور کس زبان میں جدا رہی۔ کہ اب مجدد آں فضول ہدایت کی ضرورت سمجھی گئی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری دوراندیش برٹش گورنمنٹ ایسے خود غرضوں کے دام ترویر میں نہ پھنسیگی۔ اور اہل اسلام کی جڑیں اور مطیع قوم کو نہ چھیرے گی۔

یہ وہی آرٹیکل ہے جس کا حوالہ ڈاکٹر ولٹر اپنے ریمارک میں فرمایا تھا اور جس کا ترجمہ بھی اسی رسالہ کے اوراق میں درج ہے۔

وہ آرٹیکل یہ ہے

جو بیادری اور پرہیزگاری و نفس کشی سوداں کے لیے درویشوں سے ظاہر کی۔ وہ ان کی مذہبی سرگرمی کا اظہار کا طریقہ سے کرتی ہے۔ اور جو لوگ کہ وہ ان کے تابع ہیں انہیں دلیرا

جوش پھیلا دینا بھی ظاہر کرنا ہو کہ مذہبی خیالات کا وہ ایک ^ع نمونہ اور کامل ثبوت ہو۔

امولاً اسلام مثل مذہب یہود کے وحدانیت خدا کا قائل ہو اور دوسری قسم کے اعتقادات جس میں صریح وحدانیت نہ ہو از روئے اصول مذہب اسلام کفر و بت پرستی ہو۔

قرآن میں لکھا ہو کہ دین خدا کے لئے جہاد کرو اور دوسری جگہ یہ بیان ہو کہ خدا نے ان لوگوں کو جو دین سن کے لئے جنگ کرتے ہیں پسند کیا ہے۔ یہاں جہاد سے صرف زبانی تقریر مراد نہیں ہو بلکہ تلوار سے لڑنا ہو۔

سارے جوش و خروش کا اصل لا اصول یہی ہو۔ جس کا مطلب بجائے تقلید مذہب و تعمیل احکام کے دوسروں پر زور دکھانا ہو۔ قلب کا جھگڑا قلب سے نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا کے معاملات ہوتا ہو پس مذہبی قوت کا اثر پہلے اپنے دل پر ہوتا ہو اور جب وہاں کامیابی ہوئی یعنی خیالات مذہبی نے معاملات دنیوی سے قلب کو پھیرا تو اس کا اثر دل سے متجاوز ہو کر پڑوسیوں اور اور دوسری قوموں تک پہنچتا ہو۔ وہ چاہتا ہو کہ جس طرح اپنے دل پر قابو پایا ہو دوسروں کو بھی دنیاوی لذائذ و خواہشات کو پھیرے اور ان کے دلوں کو مسح کرے۔ اس نا واجب اور ظلم

عقل کوشش کی اجراء میں وہ لوگ بیجا جوش سختی اور دباؤ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اب ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا ہم لوگ (عیسائی) مذہب سے متبرک ہیں۔ کیا ہمارے قلوب بالکل آزاد ہیں اس میں شک نہیں کہ ہم تم کو اس سے مطلق خائف نہیں اور کم سے کم ہم کو اس سے اعلیٰ درجہ کے ترقی پر خوش ہونا چاہیے کہ عیسائیوں نے مذہب عیسوی میں ایسے اعلیٰ درجہ کے کنہیات رکھے ہیں۔

ہم مسلمانوں کی ابلہ فریبیان اور خام خیالیان کو نظر نفرت انگیز سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اسلام کے اصول ایسے عمیق ہیں جو خود قرآن شریف میں ایسے نہیں اور جن پر حضرت محمد صلعم کی بے اعتدالیوں سے بھی کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ مسلمان کچھ کچھ جلوہ خدا آئی دیکھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں حی القائم خدا کا اثر معلوم ہوتا ہے لیکن راستی میں اس کی کتاب و قرآن میں منکشف ہوتی ہو اور اس کو دوسرے علوم و ناقابل ترمیم رایوں سے مضبوط کرتے ہیں۔

جس شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، خود اپنے مستقدوں کی نظروں میں یا تو محدود و اہل مہدی ہو جو تمام دنیا کو ہدایت کریں گے یا اسی نام کے اہل مہدی سے پیشتر یا طور ہونے والوں میں شمار کیا جاسکتا ہو۔

مسلمانوں کا جو شہد و باگ جنگ لا الہ الا اللہ ہو۔ ہم لوگوں

جلد دوم حسن مسجلہ

(عیسائیوں) میں اس کے مقابل میں کوئی دوسرا جملہ ہم معنی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی تلوار صرف اپنے حفاظت کیلئے نہیں اٹھتی بلکہ سنیوں کے قول سے مفتی از روئے ان احکام کے جو اس کو براہ راست خدا سے پہنچتے ہیں ایسے وقت میں تلوار کھینچنے کو کہتا ہے جبکہ مسلمان کو اپنے غلبہ کا یقین ہو تو از روئے شیعوں کے جب کہ مستند اور جائز رہنما (امام) دنیا میں موجود قرآن عطا کمال مذہبی اور ملکی قوانین پر حاوی ہے۔ اور ان کے ملکوں میں کسی دوسری شہر کی اس سے زیادہ قدر و منزلت نہیں ہے اور جو لوگ باضابطہ و باقاعدہ درستی کے ساتھ حق عقود قرآن تسلیم کرتے ہیں ان کو ملا یعنی پریسٹ کہتے ہیں۔ اس طرح کل مسلمانوں کو ان قلاؤں کی تاکید دیتی ہے کہ جب مسلمانوں کو عہدہ موقع حاصل ہو تو مذہبی اور دینی کام سمجھ کر اوروں اور بے ایمانوں کو مسلمان کر دیا قتل کرو۔

اگر ہم اس اسلامی تعلیم کو صحیح طور سے سمجھے ہوئے ہیں تو اس مذہبی جوش سے ہم سب عیسائیوں کو تاکید لازم ہے کہ متی وہ اور یسوع کو شمش سے کل مسلمان سلطنتوں کو قوت جنگ سے محروم کر دیں۔ اور جب اس طرح ان کی تہذیب اور ان کی فتح و نصرت کا یقین دل سے حاتم رہ گیا تو ان کے جو شیالے اور محرک مذہبی

خیالات انھیں تماموں میں محدود ہو جائینگے۔ جس میں خوش قسمتی ہے
ہمارے ہی مذہبی سردار ہیں۔ انگلستان نے اسلامی قوت کو
ہندوستان میں پامال کیا اور اسی طرح قریب قریب روس نے
ترکی میں۔ اس تباہ شدہ حالت میں اسلام اسی طرح ان ملکوں میں
پناہ گزین ہو سکتا ہے جس طرح ٹوٹی ہوئی سنگوں کا بار بھنگا۔
پس ہم سب لوگوں کو لازم ہو کہ ایک ہی غرض و غایت کیلئے
و محبت کے ساتھ متفق و یکدل ہوں۔ یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں
تو اچھیں لیں جس طرح ماراض و براہ کینختہ بچے کے ہاتھ تیز چاقو
مہربان باپ چھین لیتا ہے۔

اسلامی جوش و خروش کا نتیجہ پیدا ہو گیا ہو اور اس کا اثر جو
ہو ایک نہایت وسیع گرا کر م ظلمناک مذہبی جوش کا سلسلہ قائم ہو گیا
تمام افریقہ خطرناک حالت میں آگیا ہو اور اگر عہد وی اپنی موجودہ
فتح و لغت کے ساتھ چھوڑ دئے جائیں گے۔ تو یہ خطر انگیز
ایشیا تک پہنچے گی۔ پس یہی وقت ہے کہ انگلستان۔ جرمنی۔ فرانس
روس۔ واطلی دست بدست مل جائیں اپنے کل اختلافات باہین کو
یورپ ہی میں محدود رکھیں۔ مشرق میں سہوں کو یکجہتی آفاق
سے عام انسان کی بھلائی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے اور کدینا
چاہیئے کہ جس طرح اہل اسلام اپنے مذہبی جوش میں ہمارے کام

لیتے ہیں اس سے کم عیسائیوں کا کوئی دینی کام بغیر تلوار کے نہ ہونا چاہیے۔
 جہاں منکرین قرآن کیلئے بے تکلف موت ہو پس سب لوگوں کے اتفاق
 سے رفتہ رفتہ اپنی مختلف قسم کی کوشمٹوں سے مسلمانوں کو سلطنت
 کے انتظامی امور سے علیحدہ کر دینا چاہیے اور دوسروں کا ملو
 میں آزادی دینا چاہیے۔ اور جب ضرورت ہو تو انکی ضرورت و غریب
 اور چشمہ ہائے آب پر اسوقت تک بطور ضمانت قبضہ کر لیا جائے جب
 تلوار نہ چھوڑیں یہ عجیب بات ہو کہ وہ ہمارے جان و ایمان کے بھوکے
 ہوں اور ہماری طرف سے انکا خونخوار ہتھیار لے لینا ہی ظلم تصور ہو
 ہم کو ایک سر سے انکی مذہب کی توہین نہ کرنی چاہیے۔

کیونکہ اس میں ایک بے پناہ پیمانہ ہو اور وہ راستی ہو جہاں ہم
 اور وہ شریک مذہب ہیں لیکن ہم کو ان تعلیمات و احکام مذہبی
 کی مخالفت البتہ ضرور ہو جس سے دوسروں کی جانیں اور آزادی
 معرض خطر میں آئیں۔

عیسائی مذہب سے تلوار کو جدا رکھنے کا حکم تو رد ہونا چاہیے
 اور جب مسلمان قوت جنگ سے محروم کر دیئے جائیں گے تو داعی
 قوت بڑھانے کی جانب مائل ہوں گے کیونکہ مسلمان اپنے خامی
 تعظیم خوب واقف ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ
 درجہ کی عزت مختلف قسم کی محنت اور آزادانہ تعلیم سے حاصل کر

ہیں۔ جس کی انہیں اپنی مقدس کتاب سے حماقت ہو تو اور بھی
 بنجیدہ اور ناراض خاطر ہوتے ہیں۔ آئندہ کو اس کتاب (قرآن)
 کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی فکر کریں گے اور بعد میں
 کے جس طرح ہم آزاد ابد انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں وہ لوگ
 بھی اسی آزادی سے قرآن کو دیکھیں گے۔

نواب عمار نواز جنگ بہادر کے پروفیسر ڈاکٹر لٹیر کا خط بہار مارک

اڈیٹر صاحب رسالہ ڈیلمونک ٹائمز لٹریٹ

جناب مہدی - میں اپنی موجودہ (گری ہوئی) حالت صحت پیش پیش ہو رہا ہوں
تقریباً چھ برس قبل قابل تقریب خط نواب عمار نواز جنگ بہادر کے ہوا
ہی کم اور ترجمہ کر سکتے تھے قابل ہوں - جو اسے اس خط میں ظاہر
کی گئی جو میں اس سے بدل متفق ہوں - کسی ایک ایسی مجلس کا منعقد
ہونا جس میں مذاہب عیسوی اور اسلام کے مسائل پر جانین کے
علماء شریک ہو کر بحث کریں جیسا کہ نواب صاحب نے تجویز کیا ہے۔
بیشک بہت سے موجودہ غلط فہمیوں کی اصلاح کا باعث ہو گا اور
مسلمان اور عیسائیوں کے تصفیہ خیالات کیلئے حضراہ یکجا جائیگا۔
عربی کتب و بیانات اور فقہ کا ترجمہ بھی بہت ضرور ہو اور نواب صاحب
نے ایک مشہور تفسیر قرآن شریف موسومہ تفسیر جلالین کے ترجمہ نگاری
کیواسطے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اگر مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زندگی
محفوظ رکھنی منظور ہے تو نواب صاحب کی تقریر کے بموجب وعدہ اور پیچ

جلد دوم حسنِ نمبر ۶

تعلیم عربی کا تمام مسلمانانِ عالم میں رائج ہونا فرض ہو کیونکہ عربی زبان میں خیالات اور واقعات کا بہت بڑا اور بے نظیر ذخیرہ ہو جس سے صرف مسلمانوں کے علوم کو نفع نہیں ہو بلکہ تمام دنیا کو۔

اس زبان کے حاصل کرنے سے جس میں مسلمانوں کے تاریخی اور دیگر علوم میں خاطر خواہ باہمی ایک سلسلہ قائم ہو جائیگا اور دماغی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی بنیاد قائم ہو جائے گی جو قدیم تہذیب اور جدید ضروریات کے اتحاد کے لیے نہایت مفید اور ترقی بخش ہوگا کیونکہ یہ ترقی اصلی اور خاص اپنی ہوگی۔

میری سرکاری رپورٹ ”دینی تعلیم“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف پنجاب میں دس ہزار سے زیادہ آدمی عربی دان ہیں اگر ان لوگوں میں ایسی قابلیت نہ ہو جیسی نواب صاحب کی خواہش ہو اور پنجانوسے لاکھ مسلمانانِ صوبہ پنجاب اپنے مذہبی طور سے جس میں کم و بیش عربی خیالات کی تحریک ہو زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایسی تعداد عیسائیوں کی کسی ملک میں اپنے مذہبی علوم کی جانب خواہ وہ عبرانی، ہونڈو یا یونانی میں۔ لٹین ہو یا کسی دینی زبان میں مصروف نہیں ہو۔ مسلمانوں کی مختلف مروجہ زبان میں یورپ کی علمی کتابوں کا ترجمہ بھی ایک ایسا سلسلہ محرکہ جس کی جانب یورپ کی عموماً اور پاکستان کی خصوصاً ایشیا ملک سوسائٹیوں کا متوجہ ہونا چاہیے۔ اور ابتداء

اس طرح کی جاتی ہو کہ ایک سلسلہ مضامین علمیہ (سائنٹفک) اور مسلمان مستند مصنفین کا عربی - اردو - فارسی - ترکی - زبانوں میں شائع کیا جائے۔ جیسا کہ فرانسیسیوں نے اپنے بیان کیا ہو کہ فیصد جلد خرد و ماست کے لئے ایک اپنی دنیا اختیار کیا ہو۔ مجھ کو اس امر کے اظہار کی خدان عذرت نہیں ہو کہ اگر میری خدمت کی ضرورت ہو اور عمر اور حالت صحت مانع خدمت نہ ہو تو میں اس قسم کی کوشش میں اور انگلستان کے انگلو-مخون کا نفرس میں صرف اوقات کرنا اس لئے ضروری سمجھوں گا کہ اس سے عمدہ تعلیم اور عمدہ خیالات کی اشاعت انسانی جماعت میں مقصود ہو جو آرٹیکل بعنوان مسلم فینڈیشن (مسلمانوں کا جوش خروش) رسالہ موسومہ کالبرن یونیٹڈ سرسٹا میگنیز میں چھپا ہو اور جس میں آدھا سچ اور آدھا جھوٹ اور مطالبہ کو رنگ چرٹھا کر بیان کیا ہو اس کا جواب اس سے زیادہ عمدہ آپ نہیں دے سکتے کہ مضمون متعلقہ جہاد مندرجہ رسالہ ایشیا ٹک کو آرٹری یو ایس ہے رسالہ میں درج کر دیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ مسلمان اس

نوٹ: یہ مضمون کا ترجمہ ہمارے اس رسالہ کے اوراق میں مختصر تر وید مندرج ہو اگر اس کے جواب میں کوئی صاحب عمدہ مضمون لکھیں تو وہ بھی سچا اور نیک ہو گا۔
نوٹ: اس مضمون کا ترجمہ ہمارے رسالہ ماہ اپریل ۱۹۹۹ء میں لا حظ ہو

جہاد کر سکتے ہیں یا جہاد یعنی کوشش کر سکتے ہیں جبکہ وہ مذہباً ستائے
جائیں کیونکہ مسلمانوں میں جہاد کی غرض محاطت مسجد - گرجا و معبد
یہود ہر جہان خدا سے واحد کا نام لیا جاتا ہو۔ لیکن میں اس مضمون
کے مصنف سے استقدر شفق ہوں کہ ”مسلمان اپنے کئی تعلیم سے
علیہ العموم واقف ہیں، اگرچہ وہ جو داس کے انگوٹھی خواہش حصول
علوم دنیاوی میں جس سے انگوٹھا زار اور فوائد دنیوی کی امید ہو
فراہم کوشش نہ کرنا چاہتے کہ سب مفید تحصیل ان کے لئے کیا ہو یعنی
سچی تعلیم جو انکو مقتدر و مذہبی مدارس میں دیکھا رہی ہو بشرطیکہ مفہوم
غلطی پر نہ ہو اور وہ تعلیم کس زبان میں ہو یعنی عربی میں جو سب زبانوں
سے شریف ہو۔ اور جس کو علمی اور زندہ زبان ہونی کا مخ ہے۔

آپکا تابعدار خادم
جی ویلیو لٹیر

(لندن)

ایسیکوریس کے اصول زندگی

یہ دانش پرست حکیم جس کے اصول زندگی بقیہ دنیا یا ان اتھنٹر (دارالطہنت یونان) سے جدا گانہ اور نرا لے تھے اپنے شاگرد رشید نیکلس "کو ایک خط کے ذریعہ سے سمجھاتا تھا کہ "زوجوانی میں تلاش عقل و فطرت سے مت غفلت کرو۔ اور کہنہ سالی کی حالت میں اُس کی کامل تحقیقات سے ٹھکنا نہیں چاہیے کیونکہ حصول تسنی روح کے لئے کوئی زمانہ ایسا نہیں جو جس کی نسبت یہ کیا جائے کہ ابھی سویرا ہے یا دیر ہو گئی۔"

وہ شخص جو یہ کہتا ہو کہ فلسفہ اور حکمت کا ابھی وقت نہیں آیا یا یہ کہ گزر گیا۔ مثل اُس شخص کے ہو کہ جس کا یہ قول ہو کہ خوشی کے واسطے وقت نہیں آیا اور یہ کہ وہ گزر گیا۔

فوجہ افون اور کہنہ عمرون کی لئے فرض ہو کہ وہ معرفت اور دانش کی جستجو کریں تاکہ عمر کے لحاظ سے جتنے کہنہ سال ہوتے جائیں عمر ہاتھ کی نظر سے وہ فوجوان معلوم ہوں۔

ان چیزوں کے حصول میں تگ و جد و جد کرنا چاہیے جن سے مسرت حاصل ہوتی ہو۔ ان چیز کی موجودگی سے تمھارے پاس سب کچھ ہوگا۔

نوٹ + ۳۴۱ (قبل شیخ) میں پیدا ہوا اور ۴۴ میں سلسلہ زندگی منقطع کر گیا۔

اور ان کی غیر موجودگی کی حالت میں تمہاری کوششیں سد و ہنگامی
جن امور کو میں تم سے بلا تامل کہتا ہوں کہ عمل کرنے کے علاوہ
انکو ایک بے خطر زندگی کے ابتدائی اصول تصور کرو۔
سب سے پہلے خدا کی رسم کرنیوالی اور دوام باقی رہنے
والی ہستی پر یقین کرو جیسے کہ عامہ بنی نوع کرتے۔ اور خبردار!
اس کو ایسی ہستی ہرگز خیال نہ کرو جو ان اوصاف کے مخالف ہو۔ کیونکہ
وہ ذات پاک موجود ہو اور اس کی معرفت بہت ہی علانیہ اور ظاہر
چینہ ہو۔

خدا وہ نہیں ہے جس پر ہماری گروہ (۱) یہ دیکھ کر یقین کرتے
ہیں کہ انسان اور خیالات پر دوامی طور سے قائم نہیں رہتے
جن کو وہ اپنے زمانے میں مانتے ہیں (یعنی سدا تبدیلی ہوتی
رہتی ہو)

سچا بے ادب وہ نہیں ہے جو ایک گروہ کی پرستش کیے ہو
خدا کی تردید کرتا ہو۔ بلکہ وہ ہی جس نے اس پر یقین کیا ہو۔
خدا کی بابت گروہوں کے اقوال بجائے سچی باتیں گویا

(۱) یہاں ”گروہ“ سے شاید کوئی ایسی جماعت مراد ہو جو مخالف
فلسفہ ہوگی۔

جلد دوم حسن نمبر

ہونے کے ایسے قیاسات میں جن کو صداقت سے لگاؤ نہیں اور جن کے سبب سے وہ آفتیں جو ایک بد قسمت برداشت کرتا ہو اور وہ رحمتیں جو ایک خوش نصیب پر نازل ہوتی ہیں خدا کی طرف رجوع کی جاتی ہیں۔

یقین کرو کہ موت کوئی خطرہ ہمارے لیے نہیں ہو کیونکہ ایذا اور راحت اسی وقت تک اثر رکھتی ہو جب تک ہم محسوس کر سکیں۔ (۱) موت ظاہری اور باطنی حواسون کی غیر موجودگی نام ہو۔ اس واسطے یہ خیال کہ موت ہمارے لیے کچھ نہیں ہو اس زندگی کو خوشگوار کر سکتا ہو جو فانی ہو۔ نادان ہو وہ شخص جس نے نہیں ڈرتا کہ صرف موت ہی اس کو تکلیف دے گی۔ بلکہ اس واسطے بھی کہ آئندہ اس کو خطرہ نہ ہوگا۔ موت زندہ اور مردہ دونوں کے لیے تکلیف دہ نہیں ہو کیونکہ زندہ اس ناوقتہ اور مردہ خود خارج از وجود ہو۔ محض زندگی کے موجود ہونے سے کیا خوف ہو؟ کیا زندگی کوئی جرم اور ہم سے علیحدہ چیز ہو؟ ۹۔ بے پایاں وقت کی خواہش اس لئے کہ ناکہ خوشی کے ساتھ عمر بسر ہوگی ویسا ہی غیر خوشگوار ہی جیسا کہ قدرتی خواہش سے زیادہ خواہش کا ہونا جس کو ایک دانا پسند نہیں کر سکتا۔

(۱) سبحان اللہ۔ مترجم۔

جلد دوم حسن نمبر

اس شخص کی حماقت ہو جو کم عمریوں کو نیک آغاز اور کہنہ سال لوگوں کو اچھے انجام کی صلاح دیتا ہو کیونکہ اس سے تو ایک ہی مرتبہ نیکی سننے نہ رہنے اور مر جانے دونوں کی بابت نصیحت نکلتی ہو۔

ظالم ہو جو کہتا ہو کہ ”کیا اچھی بات ہوئی کہ پیدائش نہوتی۔ اور جب ایک بار سوچ لی تھی تو زندگی کے دروازے شتاب طر کر جاتا تھی۔“ اگر یہ حقیقتہً دل سے اس کا عقیدہ یہی ہو تو کیوں وہ اس دنیا سے نہیں چلا جاتا؟ کوئی روک اس کی راہ میں نہیں ہوگی اگر دراصل اس نے یہ نتیجہ شیب کیا ہو۔

یاد رکھو کہ زمانہ مستقبل نہ تو پورا ہمارے ماتھے میں ہو اور نہ بالکل تھیں اس سے باہر ہو۔ پس نہ تو اس کا انتظار کیا جاسکتا ہو اور نہ ہم ناامید ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ خواہشوں میں کچھ تو طبعی اور کچھ بے بنیاد ہیں۔ جو طبعی ہیں ان میں چند ضروری اور طبعی دونوں ہیں۔ جو ضروری ہیں وہ ہمارے کرنے کے لئے ہیں۔ ان باتوں کو صاف اور پختہ طور پر سمجھ جانے کے بعد ہم رجحان اور نفرت کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ جس سے جسم کو صحت اور تازگی اور روح کو تمام جھگڑوں سے آزادی حاصل ہو سکتی ہو۔ جو ایک معزز زندگی کا مقصد ہو۔ اور جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو زندگی کے تمام غم ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

جو سچ ہم کو خوشی کی تلاش میں ہوتا ہو وہ خوشی کی مفارقت کی وجہ سے ہو۔ جب ہم رنجیدہ نہیں ہوتے پھر ہم کو خوشی کی بھیج دیتے ہیں ہوتی۔ ہر ایک نفرت اور پسند کی ابتداء اسی (مرتبہ) سے ہو۔ اور اسی نتیجہ پر ہم واپس آتے ہیں۔ حواس ہمارے فیصلہ کے لئے قانون ہیں۔

خوشی ہمارا پیدائشی مقصد ہو اس واسطے ہم ہر ایک قسم کی خوشی کو پسند نہیں کرتے اور اکثر اوقات بہتوں کو اس لئے ترک کر جاتے ہیں کہ انہیں تکلیفوں کا سامنا ہوتا ہو۔ اور اکثر ہم رنج کو خوشی پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ رنج کا رشتہ ہماری فطرت سے ہو۔ لیکن ہماری پسند کا یہ حال سدائیں رہتا۔

جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ خوشی ہمارا مقصد ہو ہماری مراد اس خوشی سے سمجھنا غلط ہو جو تھوڑی دیر کے لئے بیہوشی یا بے عقلی سے پیدا ہوتی ہو۔ جیسا کہ متعصب اور ہمارے مقاصد غلط طور پر بیان کر نیوالوں کا قول ہو۔

تکلیف جسمی اور روحانی کے نونے سے ہماری مراد خوشی ہو ہماری خوشی وہ نہیں ہو جو غریبستی۔ ناپاک محبت۔ اور ایک طرف دعوت سے حاصل ہوتی ہو۔

ہماری خوشی اپنی حیثیت میں سنجیدہ ہو۔ ہر ایک پسند کے

دلائل تلاش کرتی ہو۔ اسی خوشی سے تمام دوسری نیکیاں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ یہ ہم کو سکھاتی ہو کہ وہ مسرت امیز زندگی جو دانشمندی، عزت، اور انصاف کی زندگی خوشی کی زندگی نہیں ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے چونکہ نیکیاں خوشگوار زندگی کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں اس لیے خوشگوار زندگی ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔

اگلے کون شخص ہو؟ کیا وہ ہی جو خدا کی نسبت پاک عقیدہ رکھتا

اور موت سے ہراساں نہیں ہو؟

کیا وہ ہو جس نے شکلات کا مقابلہ کر کے فطرت کے مقررہ قواعد پر غور کیا ہو؟ وہی ہو اور اسی نے تقدیر کو جسے خدا کو گننے دنیا کا مالک قرار دیا تھا رو کیا ہو کوئی چیز ہمارے افعال کی مالک نہیں ہو اور صرف افعال ہی ہیں جو تعریف یا الزام کے مستحق ہیں۔

یاد رکھو کہ دانا کی بدقسمتی نادان کی خوش نصیبی سے بہتر ہو۔

مختصر یہ ہو کہ عملی طور پر جس کام کا بخوبی فیصلہ ہو گیا ہو اس کا نتیجہ حسب دلخواہ مرتب کرنے کے لیے موقع (یا چانس) کی ضرورت نہیں ہے پس حصول آزادی کی کوشش کرو۔ اور خواب ہو یا بیداری کسی حالت میں خود کو خرابی میں نہ ڈالو کیونکہ تجلی باری تعالیٰ کی جھلک بجز ایک فانی انسان کے اور کسی دنیاوی چیز میں نہیں پائی جاتی۔“

(محمد اصغر حسین)

حکومت

اخبار اور اس کی ضرورت

اگر ہم انگریزیشن یا نائٹس گاہوں کی تاریخ مطالعہ کریں تو یورپ اور امریکہ کے شانستہ ملکوں میں حریت اور تجارت کے زرخیز تر قعے سطح زمین کے شاداب حصوں پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں نظراجائیں گے پھر انسان کے بیشتر ترقیوں کے نمونے ان میوزیمز یا عجائب خانوں میں نظر پڑینگے جو کم و بیش ان نائٹوں کی مدد سے بحسن ترتیب سجائی گئی ہیں۔ لیکن جہاں تک سیاح خیال برقی انجن کی رفتار سے سطح عالم پر گزشت کر چکا ہو بالعموم تمام براعظموں خاصکر ایشیا، میں کوئی شہادت ایسی نہیں پیش کر سکتا جس سے یورپ کے اس زریز ثلث سے باہر ہو جس کے گوشے یورپ کی لطافت لندن کی تجارت۔ برن کی شانستگی پر تمام سو فی مین پلیس میوزیمز (عجائب خانہ) یا انگریزیشن کا نشان مل سکے جو قومی خیالات اور تمدن کے خاتمہ کی ترقی و تنزل کی سنجیدہ خاکوں انکی دوامی زرخیزیشن (اصلاح) کے داغ بیلوں سے انکی آئندہ رفتار کی بزور پیشین گوئی کر سکے۔

یہ تو مشہور ہو کہ ایجاد کی بلند اور عالیشان عمارتیں چارستہ آسمان سے باتیں کر رہی ہیں ضرورت کی بنیادوں پر چھٹی گئی ہیں چنانچہ نوعی اور جمہوری سلطنتوں کی شانستگی نے جب شور و حرکت کی

مجلسوں سے قدم باہر نکالا اور آزادی تجارت و صنعت نے علوم و فنون کے شاہراہوں کے متوازی چلنا شروع کیا تو قانون قدرت نے اپنے اصول سلسلہ ضرورت و ایجاد سے نفاذ میں ایک ایسا برقی سورج تیار کیا جس میں آزادی خیالات کا تیزاب ڈال کر گرم اور آتش کی سرچ رقتا ریٹریون کو گرم کر دیا۔

امریکہ اور یورپ کے بڑے بڑے پولیٹیشن (دبیر ملی جن) دماغ کے انجن میں انقلاب تمدن اور اصلاح معاشرت کے خیالات پر زور سٹیم (بخار) کی مانند بھرے ہوئے تھے اور جن کی آنکھوں میں سوشل رفارم کی آئندہ کھینچنے والی تصویریں گھوم رہی تھیں۔ جن کے قانون میں آزادی جمہور کی آوازیں گونج رہی تھیں اس کیمیائی آلہ کا دستہ گھمائے مکے لئے کمر باندھ کر کھڑے ہوئے جس کا عجیب نتیجہ یہ ہوا کہ خیالات اور رائیوں کی صحت اور غلطی کے ممتاز ہو جانے پر کمرہ زمین کے نیچر لیسٹ باشندوں نے مختلف ریویو کئے۔ کچھ بولے کہ کائناتی کی طرح جمالت کی فطرت کا پردہ چاک ہو گیا ہو بعض نے کہا کہ شائستہ اور غیر مغیہ خیالات میں اس طرح تفریق ہو چلی ہو جیسے دودھ پشکریانی اور سفیدی الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ بعض طباع لوگوں نے کہا بادل پشکری آفتاب عالیا یا کتاب نور کی عالمگیر روشنی دکھائی دیتی ہو۔ دستہ گھمائے ہوئے

جلد دوم حسن نمبر

مَدِ بردن نے لٹکار کر کہا کہ شخصی اور جمہوری سلطنتوں کے اغراض اس طرح علیحدہ ہو گئے ہیں جس طرح بجلی کی روپانی کے لطیف عنصر آکسیجن اور ہائیڈروجن کو جدا کر دیتی ہو۔ پھر ادھر تو برقی سائیکل کا سلسلہ جوڑ کر بجلی کے تار ملائے گئے۔۔۔ ادھر کالجن کے گریجویٹ اور سکولوں کے فوٹبلیسٹ یا فٹ لڑکے بول اٹھے کہ اوہو! کیا سفید برقی روشنی ہو کہ آنکھ نہیں بھرتی !!! اور دیکھو فست رفتہ رفتہ ارد گرد انگلستان سے غلیج بسکے اور بحیرہ عرب تک تمام سمندر اور ساحل کیسے منور ہوئے جاتے ہیں۔ غلیج بنگالہ اور بحیرہ عرب سے جزیرہ نمائے جنوبی اور دریائے گنگ کے شاداب وادیوں میں حب یہ روشنی پہنچی تو وہ ہندوستان کے باشندے جو دور دورے سے سنگریہ معائنہ سمجھے تھے حیرت سے بول اٹھے کہ برقی مشین !!! بین بین کیسی برقی مشین !!! اس سے تو اخبار مراد پڑ برٹش انڈیا میں جب سے آزادی اخبار کی بنیاد پڑی مختلف تعلیم یافتہوں نے اپنی طبیعت کی جڑ لائیاں دکھائی ہیں اور پوٹنٹیل سوئیکل۔ مورل مالائے ملک کے چوبے اوتار رہے ہیں۔ ایسے اخبار بہت کم جاری ہوئے جو فاتح و منتوح کی وابستگی اور تبادلی ہوئی ظاہر کرنے کے لئے کمال تر جان کا کام دے۔ اور جس طرح پوٹنٹیل بجٹوں کو مد نظر رکھے اسی طرح ملک کے تعلیم یافتہوں اور نوآموز

کے لئے اخلاق کی شائستگی سکھانے میں سچے ہادی اور معلم ہیں اور جس طرح مسلسل ٹیلگران کی خبروں کے تار باندھ دین، ستیج مختلف ضروری حالات پر یعنی خیر الفاظ میں پر زور آرٹکل تحریر کریں ان تمام موجودہ ضرورتوں کے پورا کر نیکیے لے کر تبرا عظم ایشیا میں مان بھی لیا جائے پھر بھی ہندوستان بھر میں تو کوئی اخبار نہ ہوگا جو اپنے فرائض منصبی آزادی کے ساتھ کامل طور پر پورا کرے اور ملک کی تماموں کے ہجوم اور امیدوں کی بگھٹائیں بھی ایک کمر بستہ قومی خادم ہو جو منصب رفیریشن کے علاوہ قومی ہمدردی۔ سچی خبریں اعلیٰ درجہ کی افشا پردازی اور علمی مضامین سے نیشنل پروگیشن (قومی ترقی) اور اتحاد عامہ میں کوشش کرتا ہو۔

بھائیو! تمام دنیا کی صنعت و تجارت اور علوم و فنون کے فروغ کا باعث اگر ہو سکتا ہو تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ پبلک بھی قدر شناسی عام سے عام نمائش گاہوں اور جلسہ عظیم الشان میں تنغے عطا فرمائے اور دل بڑھائے۔ ان کی دستکاری کے نمونے اور تصنیفات کی جلدیں خرید کرے۔

اور ہر چند کہ فی زمانہ انکی ابتدائی حالت بہت پست ہوتی لیکن رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے شہرت عام اور بقا سے دوام کی نمائش حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ملکی اور قومی ترقی بھی آہستہ آہستہ اس شہرت

کے پردے میں آگے آگے بڑھ سکتی ہو۔

مثلاً مشہور ”چھوٹا منہ اور بڑی بات“ نامی ہرگز رادھیٹر اور پروپرائیٹریٹرا اشارہ ہو (دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہمارا نام چیز پر قوم ترقی اور تہذیب کو عروج پر پہنچائیگا لیکن تاہم اپنے ناظرین کی تمکین سے مطمئن ہو سکتے ہو کہ اگر وہ شعبہ انفات سے تمہاری کلرگ تازہ رکھنے پر مائل ہوں تو ہم بزور کہتے ہیں بلکہ بعد خبر و ادب عرض کرتے ہیں کہ ایک روز قومی تمناؤں کا باغ تم اس طرح ہر ابھرا دکھا سکو گے جس طرح یورپ میں کوہ الپس کی گھاٹیاں انگور وں کے بیلوں سے اور ایشیا میں ہما کیہ کا دامن فرن گھانسون سے اترتا ہے سرسبز و شاداب ہیں اور کبھی شائستہ اور آزاد تعلیم یافتہ نوجوانوں کے بلند غروں سے ہندوستان کے پولیٹیکل ایسوسی ایشن مال گونج اٹھیں گے۔ اور کبھی قوم کے سرتا یا حسرت و یاس ضعیف بوڑھوں کی دھیمی منہ یادوں سے ارگن (ارغنون) کی زیر سمندر کے نشین تاروں کے ذریعہ سے انگلستان پہنچکی۔

لیکن اگر ملک کے جوہر شناس۔ مدبر اور ریفارمر تمہارا ساتھ دیں اور بقدر ضرورت ہاتھ بٹائیں تو تمہارے لئے اس نازک شیشہ میں پری کا ستیگرما اور مغربی سحر حلال سے میچک لینٹرن (فانوس) جاو (کا گردش دینا نامکن نہوگا اور کامل یقین ہو کہ اگر مغربی شیخ

پر تمھارے اخبار کے عبرت خیز اور دلچسپ سین نمایاں ہوں گے تو ہندوستان کے وہ باشندے جو قومی حقوق اور فرائض غلاتی سے اب تک ناواقف ہیں یک نخت خواب غفلت سے چونک اٹھیں گے اور صبح سعادت کی زرخیز شفق آلود شعاعیں جھلکتی دیکھ کر محنت اور بہمت کی منزل میں الرحیل الرحیل کہہ کر کوچ کر نیکو تیار ہو جائیں گے اور آخر کار ان اولوالعزم شریفوں کے مانند جو مسیحیسی کی دادیوں اور آبشار نیا گرا کے پہلوئوں سلسلہ الپس جورا کے دامنون اور انگلش چینل - میڈی ٹرینین سی (بحیرہ روم) کی ساحلون پر حسنِ سعادت اور تمدن کے مریخ ہاتھوں میں لیے ہو۔ تمام عالم کی اصلاح کا بیڑا اٹھا ہوئے ہیں ہندوستان کے باشندے بھی جو کبھی گولڈن انڈیا کے نام سے صفحات تاریخ میں مندرج اور لوگوں میں مشہور تھا اور اب بلحاظ طرز حکومت بلکہ باعتبار سوشیل حالات کے نہایت تشبہ میں ہو گیا روز منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

ہر چند کہ سمندر کی سطح آب میں بڑے زور شور سے پھل ہو رہی ہو اور ہواؤں کے سناٹوں - گردابوں کے چکر کھانے - ساحل شکن موجوں کے ٹکرائے سے بڑے بڑے دعوے کو فے والے ملا حوں کے ہوش و حواس باختہ ہو رہے ہیں۔ لیکن تم بھی - گو بڑے بڑے طوفانی کے مقابلہ کرنے والے سٹیمر بنیں جو چھوٹے چھوٹے

نمبر

حسن

جد دوم

لائف بوٹ ہی پانی میں چھوڑا اور شہزادہ ہزار عالم کے قلعہ میں سے
اُتھا کر کہ تمہارے ہاتھوں اور پیوں میں قدرت کے کارکن ہیں
کازور بچتے !!!

(محمد یوسف علی خان - یوسف)

از لاہور

جلد دوم حسن نمبر

قصر غرود

ایک شہر بڑا قدیم و ملکہ کے کنارہ آباد تھا اور اسی شہر کا نام مینو سے تھا اور اسی شہر میں آؤز ایک شہر غرود کا آباد کیا ہوا تھا اس شہر کو شہر غرود کہتے تھے اور وہ غرود کا دار السلطنت تھا۔ اس زمانہ میں ویران ہے۔ اس کے گرد و فواح شہر شاہ کی دیواریں بہت چوڑی اور اونچی عمدہ عمدہ پتھروں کی بنی ہوئی اسوقت تک موجود ہیں۔ مگر کنگلی کے سبب سے جا بجا ٹوٹی ہوئی ہیں۔ اور ان دیواروں کے ہر پتھر پر اور نادری نقش و نگار اور درختوں بیلوں بوٹوں اور مچھلیوں اور حیوانوں اور انسانوں کی شکل اور تصویریں اور عجائبات کندہ کی ہوئی ہیں۔ دور شہر شاہ کا کوسوں تک ہے اور شہر سارا اجڑا ویران میدان پر ہے اور گھروں کے اور چیلوں کے کھنڈیروں پر اور عمارتوں اور مناروں پر مٹی کے قودے چڑھے ہوئے اور چھار چار سے سترک ریگ روان میں دھکے ہوئے شہر کے مہجری مطابق شہر میں ایک یو سے سلطان عبدالحمید خان فیاض روای روم و قسطنطنیہ کے حکم سے اس شہر کے ٹیلوں اور بیٹوں کی مٹی جا بجا سے کھود کر دی گئی

نوٹ: اس عجائب آئینہ کو ہم نے مولوی محمد خیر الدین خان محمد خلیفہ بہادر روم کے تصنیفات سے نقل کیا ہے۔

جلد دوم حسن نمبر

ان کے اندر سے نمرود کا مکان اور بہت سی حویلیاں اور نثار نگے اور ان مکانات میں سے اقامت اقسام کی چیزیں اور گھر کے برہنہ سامان اور قدیم طرز کے باسن اور پتھر کی کرسیاں اور مٹائے ہوئے کے اوزار اور ہتھیار نگے اور ایک حویلی ظاہر ہوئی جس میں ہلنگام کے پتھر کی تختیاں ایک پر ایک تو وہ تو وہ پرچی ہوئی تھیں ان تختیوں پر حساب لکھا ہوا تھا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ حویلی ملکی وغیرہ حساب کی کچھری تھی اس ویران شہر میں اور ایک عمارت ظاہر ہوئی اس عمارت میں دو انیاں رکھنے کے پتھر کے برتن اور پتھر کے قلعیں اور مڑیاں تھے سحوبات اور مشرب وغیرہ رکھنے کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مکان دار الشفاء اور دو خانہ کا تھا اور نمرود کی دولت کدرا کے صحن میں بڑی ہیبت ناک شکلوں کے بڑے بڑے پتیلے انسانوں کی شبیہ اور راکسوں اور اشیائے ان اور جنوں کی خیالی ڈراونی اشکال اور بیل اور گھوڑے اور باقی تو گنبد شے اور اونٹ اور شیر اور ایسی ہی وحشت ناک پتھر کی بنی ہوئی تصویریں نکلیں ان میں سے نمرود کی پوری شکل اور سر و قد کا تپلا پتھر کا تراشا ہوا ہاتھ آیا ایک تصویر میں نمرود کی ڈاڑھی میں معنی پورے ہوئے تھے۔ اور ایک پتھر پر نمرود جو خود سکار کو نکلا تھا اس کی تصویر تھی اور اس تصویر میں درندہ و ن کی شبیہ اور

جلد دوم حسنِ نمبر

گاڑی اسکو گھوڑے لگے ہوئے اس گاڑی پر غزوہ پورا لباس پہنا ہوا سوار اور گاڑی بان برہنہ بے لباس بیٹھ کر گھوڑے ہانگتا اور جنگل میں گاڑی لیا جاتا ہو اور غزوہ کرنے گاڑی پر سے شیر کو ایک تیر مارا ہو اور شیر ایک تیر کھاتے ہی مر گیا ہو۔ اور غزوہ کی دولت سہرا کے میدان میں اونچی چوڑے پر ناد زناد و مورت انسانوں اور شیطانوں حیوانوں اور ملکسوں کے پتھر تراشی ہوئی خون ناک شکلوں کے کھڑائے ہوئے تھے۔ اور دارالامارہ کے اندر پتھر کی کرسیاں وغیرہ سامانِ نشست رکھا ہوا تھا اور حویلیوں اور عمارتوں اور مناروں کی پیشانی کی لوح پر اقسام کے نقش و نگار حیرت افزا اور عبارتیں عمدہ خط سے کندہ کی ہوئیں تھے فاضلوں نے انکو پیکرِ مطلب و مضمون معلوم کر لیا اور جا بجا سے مٹی کے تودے کھود کر دوڑائیے گئے تو ان کے اندر سے عمارتیں اور جھانپ بھی برآمد ہوئے سب کے سب جڑ سے پیڑ ڈال اور پتوں تک کو بیٹے بن گئے تھے اور قاعدہ کی بات ہو کہ جب بڑے بڑے جنگل نزاروں برس تک مٹی کے اندر دبے رہتے ہیں اور ہر سال ان برسات ہوا

نوٹ: یہ معلوم ہوتا ہو کہ گھوڑوں کی گاڑی غزوہ کے زمانہ میں بھی جو تھی اور غالباً گاڑی پر سوار ہو کر شیر کا شکار کرنا اس زمانہ میں رواج تھا
۱۔ کرسیوں کی نشست بھی قدیمی رواج ہو۔

جلد دوم حسن نمبر

کرتی تھی تو وہ نباتات زمین کی گرمی سے جل کر کویلے بنتے ہیں اور ان کے ساتھ پانی کی تراوت اور زمین کے اجزا اب ہم ملکر ان کو پانی کو سخت کرتے ہیں یہی معدنی کویلے ہیں جو زمین کے اندر سے نکلتے ہیں وہ خانی جہازوں اور وہ خانی گاڑیوں و مصنوعات کے کارخانوں میں جلائے جاتے ہیں اور یہاں ان کو لیون کہہ کر ان سے ہوتی ہیں وہ ان سے قریب فلزات کے کان خصوصاً ورنیکی معدن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے پیدا کیا تھا کہ انسان ان کو لیون سے وہاتوں کو یعنی فلزات کو گلا کر کام میں لائے چنانچہ اسی نینوسی کے ساتھ میں ایک اور عمارت بھی برآمد ہوتی جس کے اندر چند درہ اور میون کی نفش زمین پر پڑے ہوئے تھے ان کے پائوں میں بیڑیاں تھیں بدن گل کر راکھ ہو گیا تھا۔ ایسا۔ معلوم ہوا کہ وہ مکان سرد و کا بنایا ہوا قید خانہ تھا جس میں مجرم رہا کرتے تھے۔

انغرض نینوسی کے محل قدیم حایب حیرت کو انگریزوں نے بھا کر لندن کے

حیرت از اس بات کی کہ سلطان روم و قسطنطنیہ کے ملک میں اس سب سے کم کی چیزیں دستیاب ہوں اور انہی کے حکم سے کھائے جائیں لندن کے عجائب خانہ میں وہ سب سے جائیں اور خود اسلامی سلطنتوں اس سب سے کم کی آثار قدیم کی کوئی قدر نہ ہو۔ حسن

میں نے یہ عجیب نمائش میں رکھ دی ہے اور غزوہ کی تاریخ اور اس کے
 زمانہ میں جو خط کہ مروج تھا اور اس کے حروف اور اس وقت کی
 زبان کی شرح و بیان، تفصیل انگریزوں نے مشتہر کیا ہے کہ میں نے غزوہ
 کے زمانہ کے حروف پھول اور بوٹوں کی شبیہ پر تھے۔ جس کی
 وضع اس شکل سے شاہ بہر عرعر ہے

شیرکاشکار

ہمارے دوست راجہ مرلی منوہر بہادر نے جو کیفیت اپنے
شکار کی بغرض اندراج رسالہ بھیجی ہو ہم بخوشی درج کرتے ہیں۔
راجہ صاحب محمود ج اس ریاست عالیہ کے بہت بڑے جاگیردار
اور اعلیٰ تسلیم یافتہ اور رکن سلطنت ہیں۔ حیدرآباد کے دو بہت
بڑے نامی ہندو خاندان میں سے ایک آپ کا ہر جسے زمانہ دراز سے
عزت و مرتبت حاصل کی ہو اور ہمیشہ قریب حضور کی کاشت رہا ہو۔ ہمارے
نوجوان دوست کو جیسا کہ خود ان کا بیان ہو شروع جوانی سے غایت
درجہ شکار کا شوق رہا۔ چونکہ صید انگلی سرداروں کی ان اور
ریشیوں کی شان ہو۔ اور تفریح۔ بہادری۔ والہانہ خیر خواہی
(یعنی رفع گزیدہ زندگان) کا جلوہ ایک ہی نظر اور ایک ہی فعل میں
دیکھ لائی دیتا ہو اس لیے راجہ صاحب کو روز بروز شکار کا شوق
بڑھتا رہا اور ایسی دلچسپی اور کامیابی ہوئی کہ بالآخر شیر دل کے
سوزون لقب سے مشہور ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ امر پارٹی میں
اس قسم کے مشاغل کی روز افزون ترقی ہو یعنی بعد ادا کے دیگر
فرائض زندگی منہی بجائے غیر مفید اور کمولت انگیز "تفریح"
کے ایسے شغل میں مصروف ہوں کہ مردانہ ہمت بڑھے۔ فن

جلد دوم حَسَن نمبر ۶

سپہ گری کی ترقی ہو اور خلق خدا کو موزی جانفزون سے
بہ فکری رہے۔

چہ خوش بود کہ برآید یکا کرشمہ کار

(حَسَن)

اعلیٰ حضرت

(شیر کا استدائی شکار)

مجھے جس زمانے میں شکار کا شوق ہوا میں نے ایک نرالے
خسید کی۔ اور علاوہ اس کے جو بندوقین مکان میں تھیں انکو
صاف کر دیا اور نشان اندازی شروع کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مین
مدرسہ عالیہ میں پڑھا کرتا تھا اور گا ہے اسے اپنے یورپین استادوں
کے ساتھ پرنڈ کا شکار کرتا تھا اور جب کبھی مجھے تعطیل ملتی تھی میں
اپنے باغ کو جاتا تھا وہاں کبھی ماریل کے درخت پر ناریلون پر نشان
لگاتا تھا اور کبھی خالی سوڈا واٹر کے شیشے ڈاٹ لگا کر اور پانی میں
ڈال کر نشان اندازی کرتا تھا۔ بہ قوسطیورپین استادوں کے
مجھے لٹری مشران سکندر آباد۔ سبسی درمی فورس سے ملاقات کا
اتفاق ہوا وہ لوگ اکثر شکار شیر وغیرہ کا ذکر اپنی سوسیتی میں کرتے
تھے مجھے بھی کبھی کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ میں بھی ان کے ہمراہ
مگر مدرسہ کی تعلیم میں استقدر مصروف تھا کہ کبھی مجھکو مدرسہ چھوڑنے
تک یہ موقع ہاتھ نہ آیا۔ غرض ولی نعمت کی حکمرانی کے
ڈیڑھ سال قبل میں نے مدرسہ چھوڑا مجھے قوانین کے سیکھنے کی ایسی

ضرورت پیش آئی جس میں مدرسے کم مصروفیت نہ تھی تیسرے بٹیر۔
 وغیرہ اور کبھی کبھی خرگوش کا بھی شکار کرتا تھا۔ جب ولی نعمت
 حکمران ہوئے ایک مجلس بندوق بازی کی پرانی حویلی میں بحکم ولی نعمت
 نواب افسر جنگ بہادر نے قائم کی اور مجھے بھی شرکت کی عزت دی گئی۔
 اور یہ مجلس ہر شنبہ کی صبح کو ہوا کرتی تھی جس میں منتخب اشخاص شریک
 تھے۔ اباب مجھے چارنا چار عمدہ بر جلوہ بندوق خریدنا پڑا کیونکہ ایک
 ٹوٹی پھوٹی پرانی بندوقوں سے کام چلتا تھا۔ اور اب جبکہ
 مجلس میں رونق افروز رہنے اور ہریک کی بندوق کو ملاحظہ کرنے
 لگے تو میں نے فوراً دو بندوقین خرید لیں۔ ایک جو چھوٹی اکسیر سفل
 اور دوسری ۱۲ پورسٹرل فیبر بر شنبہ کو نواب افسر بہادر نے ترقیب کے
 نشان رکھتے تھے نیچے کبھی شیشے دوڑاتے تھے کبھی مصنوعی شیر فور
 سے کھجواتے تھے۔ اور کبھی گز کا گز اسکا نشان کرتے تھے اور کبھی ریگستان
 کا بھی کایج کی گولی اڑا کر مارتے تھے اور کبھی فولادی تری غرض اس کا
 نتیجہ یہ نکلا کہ اس زمانہ میں میرا نشان بہت درست ہو گیا اور میں
 جس کو چاہتا اکثر مار لیتا تھا۔

ایک روز غلام غوث فاضل صاحب رہینداز ناراین پور جو میرے
 چند روز مدرسہ عالیہ میں ہم مکتب رہے تھے اور جن کو بہارے
 فرس سے بہت کچھ تعلیم رہا بہت ملاقات کو آئے اور مجھ سے نوکریا

کہ ماہرین پور میں شیر و بوبکچہ و ریچ کا شکار خوب ہوتا ہو۔ مجھے
 اس ترغیب نے زیادہ شوق دیا اور میں نے سامان مہیا کرنا شروع کیا
 چونکہ میں نے کبھی شیر کا شکار نہیں کیا تھا۔ بغیر گاڑی کی نسر
 اور دیگر انتظام کے چلا گیا۔ اور اچانک میں پور کا جہان ہوا جب
 میں وہاں پہنچا راجہ صاحب نے مجھے کہا کہ بالفعل جنگل شیر نہیں
 معلوم ہوتا۔ مگر یہ کچھ وغیرہ لمبا میں گے۔ میں ہر روز صبح میں
 کھانا کھا کر دس بجے ان کے ہمراہ ہوتا اور شام کو محسروم واپس
 آتا۔ سوار پٹیل کے نہ شیر نہ کھائی دیتا تھا اور نہ کچھ غرض ایک شکار
 راجہ نے مجھے چھوٹے سے ٹیلہ پراٹ باندھ کر بٹھایا اور میرے ساتھ
 ایک بکر باندھ دیا اور کہا کہ اس پر بوبکچہ آئیگا میں اس کے
 اشتیاق میں چونکہ چاندنی شب تھی دس بجے شب تک بیٹھا رہا
 اور پھر دوسری صبح کو چار بجے سے اٹھ بجے تک رہا غرض کچھ
 بھی نہ آیا آخر میں اس جنگل سے محروم ہوا اور بعد ایک ہفتہ کے
 واپس چلا اور سیلوارم میں ایک ریچ کا شکار کیا یعنی جب معلوم
 میں پہنچا اور وہاں کے شکاری نے دریافت کرنا شروع کیا تو
 اس نے جواب دیا کہ کل صبح جنگل میں لیجاؤں گا جو کچھ شکار ملے گا
 دو ٹکا مارنا یا نہ مارنا تمہارا کام ہو۔ میں نے بہت کچھ انعام وغیرہ
 کی ترغیب دی دو سہ دن وہ شکاری صبح کے چار بجے آیا اور

مجھے ایک اونچے پہاڑ پر لیا کر بٹھلایا اور جب وہ رہ چوہنی گوی کی طرف
جا رہا تھا جو مجھ سے بہت دور نہ تھا مجھے بتلا گیا مین نے دو گولیوں
میں اس کا کام تمام کیا بعدہ بلا توقف شہر چلا آیا کیونکہ جو ریوٹا شہر
روز بیٹھ گیا تھا اور کسی ضرورت سے اس روز ہی بلکہ آنا لازمی تھا
اس شکار کی بعد کچھ روز نہیں گزرے تھے کہ

ولی نعمت نے میلار کا ارادہ فرمایا اور مجھے بھی ہمراہی کا حکم ہوا آخر
قدر قدرت نے کئی شیر بہت جو انمزدی اور مستعدی سے
شکار فرمائے اور ایک روز تمام جنگل کا ہانکا کر دایا اور کل شائقین کو
شکار کا موقع عطا فرمایا کہ جس کے سامنے شکار آئے اسکو شکار کر نیکی
اجازت ہو۔ مین نے ایک جنگلی سوار کو جو بہت تیز جا رہا تھا شکار کیا۔
اس کے بعد مجھے شیر کے شکار کا از حد شوق پیدا ہو گیا مین نے
چند شکاری نوکر رکھ لئے اور جو لوگ کہ متعہ تھے ان سے ہر وقت
شکار غنیمت کی گفتگو کیا کرتا تھا اور مجھے اس امر کی تلاش تھی کہ شکار
کو کس طرف جاؤں اور کس طرح شکار کروں۔

چونکہ مجھے ایک زمانہ سے شیر کے شکار تلاش تھی اور میں نے اپنی جا
میں شیر کی موجودگی کی اطلاع دینے کیلئے گشتی جاری کی تھی مجھے
خبر ملی کہ گنگا وارم اسٹیشن سے تیرہ پور جو پانچ کوس پر واقع ہے
وہاں شیر موجود ہے مین نے فوراً چار نفر شکاریوں کو گارے بلانے

جلد دوم

حسن

منہ

ایلیحضرت

کوروانہ کیا ان لوگوں نے چار روز کے بعد چھٹی بھیجی کہ شیر موجود ہے
گارسے ہو رہے ہیں جلد آئیے پہلے ہی سے ایک سنگائی
ہاتھی کی پروانگی لیکر روانہ کر چکا تھا فوراً یہاں سے کوچ کیا اور
ریل کی گاڑی میں گنگا درم پراوتر ۱۱ اور تھوڑی دیر آرام لیکر صبح کے
چار بجے پھر وہاں سے کوچ کیا اور تیرہ سات کے داخل پلازہ
ہوا۔ آٹھ بجے شکاری اسے پاپس آئے تمام کیفیت بیان کی۔
میں فوراً ناشتہ سے فارغ ہو کر جنگل روانہ ہوا اسوقت تک
محمد اعظم صاحب منظم کارخانہ محمد کپل خانہ حرم نے جو میرے ہمراہ تھے
ہاتھی موقع پر بھجوا دیا تھا اور ہانگی کے لوگ بھی جمع کروا دیے
تھے۔ جس دم میں پہنچا تمام سامان مہیا ہو گیا تھا یہ پہاڑ جہاں
ہاتھی پر میں سوار تھا مغربہ و شمال کے دریاں میں واقع ہو
جھاڑی چھوٹی ہو بہا راستہ رہند نہیں ہوا و لطف یہ کہ یہاں
ایک جگہ قدرتی ایسی پٹی ہوئی تھی اور وہاں سے پانی ایسا
شفاف روا تھا کہ شاید ایسی جگہ نہ ہو۔ جہاں میں کھڑا تھا اس جگہ
سے دور استے نکلے تھے ایک بجانب راست دوسرا جانب
چپ۔ اور شکاری درخون پر جھنڈاں لیکر چڑھ گئے تھے اور
انگو پہلے ہی اشارے سے تھلائے گئے تھے کہ اگر شکار
سے آئے تو سفید جھنڈی ہلانا چاہیئے اور اگر بائیں رہتے

جلد دوم حسن نمبر

سے آئے تو لال جھنڈی کو حرکت دیکھا اور اگر ٹھہر جائے تو ہرزی جھنڈی سے اشارہ ہو۔ پس ہانکے شروع ہوا اور دس منٹ کی دیری کے بعد جھنڈیاں ہلنا شروع ہوئیں یہ وہ جگہ ہے جہاں کئی بار لٹکا ہو چکا ہو اور یہاں کے لوگ خود کستیدر تجربہ رکھتے تھے ہانکے کے نام سے دو چار گانوں والے ڈن سنگ باجہ۔ گھنٹہ وغیرہ لیکر حاضر ہو گئے اور کسی نے عذر نہیں کیا بلکہ یہ تمام لوگ ہانکے میں شریک تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے پاس کی سفید جھنڈی ملی میں نے وہنی طشہ دیکھنا شروع کیا اور وہ شیر قبول شکاریاں ترلا پور نہایت ہی چور شیر تھا غرض ہتھور دیک کر دور سے چلا گیا کہ بمشکل کیسے دیکھا اور جب ہاتھی کے پیچھے پہنچا دور سے آواز دیتا ہوا بھاگ گیا۔ اس وقت میرے پاس ایک شکاری آیا اور کہا کہ ہانکے موقوف کرنا چاہیے کیونکہ یہ شیر جو فرار ہو گیا ہو اس آواز سے دور چلا جائیگا پھر نہ ملے گا چونکہ ہتھور پور اختیار نہ تھا میں نے اس سے اتفاق کیا۔ محمد اعظم صاحب نایب ترلا پور وغیرہ نیچے کھڑے ہوئے انہیں میں گفتگو کر رہے تھے اور میں نے دیکھا مجھے ہاتھی پر دو تک جانا ہو گا میں نے بار خالی کئے تھے کہ دفعتاً وہ شیر ان پہنچی اور استفادہ قریب آگئی کہ اگر ایک جست کرتی تو جو لوگ نیچے کھڑے تھے فوراً پکڑ لیتے

جاتی گرتا یہ غیبی یہ ہوئی کہ یہ لوگ فوراً درخت پر چڑھ گئے اور مین بار کرنے میں مشغول ہوا کہ وہ فرار ہو گئی اور ہانکے موقوف ہو گیا سکاڑی شیر و ن کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ اور مین ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا سکاڑی دو گھنٹہ بعد آئے اور کہا کہ شیر و نکا تھین لگتا۔ مگر ایک پور بچہ دو سکر پہاڑ میں موجود ہے اگر اسکا ہانکے کرینگے تو مجا لگیا۔ مین ان کے ساتھ ہوا سکاڑیوں نے ہانکے کا بندوبست کیا۔ مین اسوقت کچھ ناشتہ کر کے ہاتھی پر سوار ہو گئے ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں سے اس کے جانیکار رستہ تھا۔ یہ پہاڑ خوب رویدہ ہی اور زیادہ بلند مین ہوا اور نہ سانس بڑی جھٹھڑی ہو۔ الغرض ہانکے شروع ہوا اور مین بند و قون کو مار کر کے تیار ہو گیا۔ بہت کچھ ہانکے کیا گیا مگر وہ باہر نہیں آیا لیکن جب آتش باندھی مشل کو بیٹ ہوا نئی ڈھیلہ جو ساتھ ساتھ چھوڑے گئے دفعتاً وہ بوز بچہ اس زور سے نکلا کہ مین نے شکل سے دیکھا اور اس کی روش ایسی تیزی سے تھی کہ مثل آہوئے تیز رفتار کے بھاگ رہا تھا۔ غرض مین نے اسکو اسوقت دیکھا کہ جب میرے روبرو سے جا رہا تھا مین نے پار فیر کی جس میں سے ایک گولی تھیلے پیر پر لگی اور ایسا معلوم ہوا کہ اس بوز بچہ نے ایک ٹھوکر کھایا مگر اسی وقت بھاگا اور پھر مجھے دکھائی نہ دیا۔ میری خواہی میں ہاتھی پر جو

جو صاحب بیٹھے تھے انھوں نے کہا کہ گوئی ضرور پزیر میں لگی بخیرین
 شکاریوں سے بیان کیا ان لوگوں نے جاکر دیکھا اور بہت تلاش کی
 مگر اسکا پتا تک معلوم نہ ہوا۔ شام کی وقت اپنی قیام گاہ پر بعد
 ایو سی واپس ہوا۔ شکاریوں کو گار سے باندھنے کا حکم دیا چنانچہ
 تعمیل ہوئی مگر بے سود ہوا۔ کیونکہ اس روز کے ہانکے کی وجہ سے
 کوئی جانور شکل میں نہ تھا اور نہ گارا ہوا۔ اس لیے روز دوم مکان
 واپس ہوا۔ چونکہ شکار نہیں ہوا تھا اس لیے سرنی اسم ہانکے دینے
 کو بطریق بھتہ دیا گیا۔ اگر شکار ہوتا تو چار آئے اور چھ آئے دیئے جاتے
 اور وقت واپسی اسے ایک پاشا صاحب نے جو میری برادری اور
 قرابت دار ہیں میری دعوت اپنی جاگیر بورک پل میں کی۔ اور میرے
 دلی دوست اسے بھیجی سی محل صاحب جو آلہ آباد سی تشریف لائے
 تھے اس دعوت میں شریک تھے مگر شکار کی ناکامیابی سے مجھ کو اس وقت
 میں بالکل لطف حاصل نہوا۔ بعد واپسی مکان مجھے تعلقت دار نے خبر
 کی کہ آرٹلہ کی طرف شکار آیا ہوا ہے اس خبر کے پہنچتے ہی میں نے شکار
 کو روانہ کیا اور آرٹلہ کی پہاڑوں میں گارا شروع ہوا۔ چونکہ
 یہاں کرنل فریرز صاحب نے سابق میں کئی بار شکار کیا ہے۔
 اس لیے یہاں کے پٹیل و پٹواری شکار میں نہایت ہوشیار ہیں۔
 مجھے پٹیل پٹواریوں نے اطلاع دی کہ وقت نہایت عمدہ ہوا میرا

جلد دوم

حسن

نمبر

وہاں پہنچا ضرور ہو۔ یہ جاگیر جنگی رنگ راو کی ہو اور اس زمانہ میں
 بھوپا گیر گوسائین متونی کے یہاں رہن تھی۔ چونکہ مجھے بھوپا گیر
 سے ایک خاص تعلق تھا میں اجازت طلب کر کے وہاں پہنچا اتفاقاً
 اسی شب کو خوب چہنہ برسا اور بارش ہوئی۔ صبح کو جب میں خمیہ
 سے باہر نکلا شکاری اور پٹیل پواریوں نے خبر دی کہ بارش
 کیوجہ سے شہر جنگل سے باہر نکل گیا اور گارہ بھی نہیں ہوا۔
 میں نے جواب دیا کہ مجھے کل یہاں سے مکان واپس جانا ہوتا
 ضرور ہو جو جانور کہ شکاری مجھے شکار کیا جائیگا۔ پٹیل پواریوں
 نے کہا کہ چار روز اگر توقف کیا جائے آٹھ کی جنگل شیر ضرور
 آئیگا شکار ضرور ہوگا۔ چونکہ وقت تنگ تھا اور میں اس قدر وہاں
 نہیں رہ سکتا تھا اس لئے ہانکے کا اسی روز حکم دیا غرض شکاری
 اور پٹیل وغیرہ نے ہانکے کا بندوبست کیا اور میں ہاتھی پر سوار ہوا
 کے پیچھے سایہ میں کھڑا ہو گیا۔ اور ہانکے شروع ہوا۔ چونکہ یہ ہانکے
 ایک میل سے ڈالا گیا تھا ڈیڑھ گھنٹہ تک کچھ بھی نہیں دکھائی دیا
 میں نے یقین کیا کہ اب کچھ اس جنگل میں نہیں ہوگا۔ اور محمد عظیم صاحب
 جو میری خواہی میں تھے ان سے کہا کہ لیجئے آج بھی محسوس
 جاتے ہیں کیونکہ ہانکے نزدیک آگیا۔ اور ابھی تک کوئی جانور دکھائی
 نہیں دیا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جھاڑوں میں سے کھر کھرانا

شروع ہوئی اور میں نے بھی اپنی بندوق کو سیدھی کر لیا کیلک
ایک قیل مادہ میکر و بروائی میں نے نشان دیکھ کر سینہ
میں گولی ماری اور وہ قیل گر گیا میں نے ہاتھی بٹھلا دیا اور
فخر اعظم صاحب نے قیل کیا اور نصف شکار براہِ رست کی
خدمت میں گزراندا اور بقیہ نصف وہاں کے پٹیل کو جو اس کے
کھانے کے بہت شائق ہیں دے دیا اور پرست اپنے ساتھ
رہے آیا۔ غرض اس شکار میں بھی کوئی ورنہ جانور متسیر نہ آیا اور
مجھے اس وقت استقدر غصہ معلوم ہوا کہ قریب تھا کہ تم کھاؤں
اور شکار کا خیال تک دل میں نہ رکھوں۔ جب میں نے اسکا ذکر
چند اجاب سے کیا تو انھوں نے کہا کہ اس میں جب تک
زیادہ مشقت و انتظار نہ کیا جائے شکل سے کامیابی ہوتی ہو
اور میں ان کی اس نصیحت پر کار بند رہا۔

گزشتہ موسم سرمایہ میں پھر شکار کا انتظام کرنا شروع
کیا یعنی اپنے قلعہ داروں کے نام گشتی جاری کی کہ شکار کی موجودگی
کی فوراً اطلاع ہوئے۔ اور شکاریوں کو اکثر جگہ روانہ کیا اور
بندوق بازی کی مشق بڑھا دی اور جب کبھی دورہ پر کسی جاگیر کو
جاتا اور وہاں اسنب کالی قتی ضرور شکار کرتا۔ آغاز مارچ میں مجھ کو
خبر ملی کہ ترملا پور میں پھر شیر آئے ہوئے ہیں۔ بلکہ رعایا کے

جلد دوم حسن نمبر

و ایک جانور بھی مارے گئے۔ میں نے اپنے شکاریوں کو جو وہو
مواضع پر گئے ہوئے تھے طلب کر کے یہاں روانہ کیا۔ ایک ہفتہ بعد
خبر آئی کہ گارے ہو رہے ہیں اس خبر کو سنکر شب کی ریل میں
لنگا ورم گیا اور وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر پانچ بجے صبح کی
داخل تر بلا پور ہوا اور سوقت معلوم ہوا کہ اب گارون کا ہونا
موقوف ہو گیا ہے اور شیر کا ماگ دور دور دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ خبر
سنکر بذات خود جنگل میں گیا اور ماگ اٹھانا شروع کیا۔ مجھے تین
شیر کی ماگ دکھائی دی ایک تو بہت بڑا تھا اور دو چھٹے معلوم
دیتے تھے غرض وہ ماگ شیر آباد کی جنگل کی طرف جانیگا تھا
میں نے خیال کیا کہ پھر وہ شیر آجائیکا اس روز گارہ نہیں ہوا
تو میں نے خیال کیا کہ بیکار بیٹھنا اچھا نہیں ایک چھوٹی جنگل کا ہاتھ
کرنا چاہیئے یہ وہ پہاڑ ہے جو تر بلا پور سے دو کوس پر واقع ہے
جب ہانکہ کر دیا تو سوار جنگلی سوار کے کوئی اور شکار دکھائی نہ دیا
مگر ہانکہ دے اور شکاری یہ کہتے تھے کہ ایک ریم موضع پر لگی کا
طشہ بھاگ گیا۔ میں اس روز واپس آیا اور پہاڑ کی تحصیلدار
کے نام چٹھنی بھیجی کہ میں آپ کے علاقہ میں شکار کرنا چاہتا ہوں مگر
آپ مفاہقت نہ سمجھیں تو مجھے اجازت دیں یہ تحصیلدار صاحب نہایت
سیدھی مزاج مستعد کار سرکار و عابدین بلکہ جو با مطلع کیا کرتا

جلد دوم حسن نمبر

خود مافریوں جنگل میں شکار کی اجازت بخوارہ طرح کی مدد موجود ہو۔
 اور میں اپنی جاگیر میں بھی گارے بندھوا تا رہا مگر شکاری سوچاوش
 نذیر آباد کے جنگل کو روانہ کیا افسوس کہ وہاں سے کوئی خبر نہ آئی
 غرض میں نے صبح کو تحصیلدار صاحب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کل
 نذیر آباد کے جنگل میں ہانکے ہو گا اور میں ۱۰ بجے تک پہنچوں گا۔ اور میری
 کہ جب میں شکار سے قریب چار بجے محروم واپس ہوا مجھے شکاری
 نے کہا کہ قیام گاہ سے پاؤ میل پر ایک جوڑہ تیندوے کا ہو اور آپ کا
 شکار کرنے کی واسطے مٹ تیار کیا گیا ہو۔ اور بکریوں کا منہ بھی موجود
 ہو علاوہ اس کے یہ وقت اس کے پہاڑ سے اتر نیکار ہو اگر آپ چلیں تو
 عجب بہنیں کہ شکار ہو جائے چنانچہ میں دو صاحبوں اور چند عربوں کو
 ہمراہ لے کر وہاں گیا اس شکار میں نے غروب کو دور بٹھلا دیا مجھے اور
 میرے دو ساتھیوں کو ایک چھوٹے سے پہاڑ پر جو میرے موضع
 جاگیر میں واقع ہو چکے دی میرے دو بر و جنوب روید ایک بہت بڑا
 پہاڑ اور بہت سے درخت تھے شکاری اسی موقع پر بکریوں کو
 لے کر بچا اور منہ کو ہانکتا ہوا رو بر و انکر ایک بکری کی ٹانگ
 مضبوط باندھ دی۔ اور خود چھپ رہا چونکہ میرے سامنے چند
 درخت اور ایک تازہ پتوں کی ٹٹھی ایسی تھی کہ میں بکری کو دیکھ
 سکتا تھا مگر وہ مجھے دیکھ نہ سکتے تھے اس نے اپنے کو اکیلا دیکھ کر نہ

جلد دوم

حسن

منبر

زور سے چلانا شروع کیا اور مین دو بندوق اپنے نزدیک لیے
 بیٹھا میسرے ساتھی تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے چھپے ہوئے
 بیٹھ گئے غرض تکتے تکتے شام کے سات بجے سوار تھوڑی سی
 کے نہ کچھ سنا می دیا اور نہ کچھ دکھائی دیا اسوقت چونکہ شب تاریک
 تھی اور مین گھنٹی سے آواز دیا شکاری میسرے پاس آیا اور مجھ سے
 کہا کہ جوڑ ہنید کا پہاڑ سے بکرے کو دیکھ کر آ رہا تھا اور اسوجہ سے
 پرند چڑھا دایئے آواز بہت کچھ کر رہے تھے مگر جو عروب دور
 بیٹھے ہوئے تھے انکی بندوق کی فیلے روشن تھے انکی روشنی
 سے واپس چلا گیا اور اب کچھ آنے کی امید نہیں ہو مین یہ سنکر
 اپنی جگہ واپس آیا۔ روز دوم سوار نے تذر آباد کے جنگل سے آکر
 خبر دیا کہ گارہ تو نہیں مگر شکاریان ماگ اٹھائے ہین ہانکے تیار
 ہو اگر ہانکے ہوگا تو عجب ہنید ہی کہ کوئی جانور مل جائے۔ مین یہ سنکر
 کھانے سے نو بجے تک فارغ ہو کر ساڑھے دس بجے تک تذر آباد
 کے جنگل میں پہنچا اور شکاریوں کی ساتھ ہو کے وہ شیر کی ہنی
 جو ندی سے گیا تھا دیکھا بلکہ ایک جگہ ایسی تھی دیکھی جہاں وہ
 لوٹا تھا گو کہ گارہ نہیں ہوا تھا مگر ماگ کے ملنے سے اور اس کے
 تازہ ہونے سے یقین ہوا کہ شیر عجب نہیں کہ مل جائے۔ مین سنہ
 شکاریوں سے بیٹھنے کی جگہ دریافت کی کہ یہ دست راست

کی طرف جو وہاں ایک درخت تھا بیٹھنے کے لئے کہا اور کسی نے
ایسا ہی دست چپ کیٹنہ جو راستہ جاتا تھا اور جس راہ
سے شیر آتا تھا بتلایا اور کسی نے دوسرا پہاڑ جو ہانکے کے پہاڑ
کے مقابل اور جہاں ایک گوی بنی ہوئی تھی بتلایا غرض میں
اس تردد میں ہوا کہ کہاں بیٹھوں کہ شیر میرے روبرو ہو کر جا
اور میں شکار کروں۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ یہ دھوپ کا وقت
ہو اسوقت شیر اگر بھاگے گا تو ضرور ہی دوسرے پہاڑ کی گوی
میں جا گیا لہذا ایسے پہاڑ پر بیٹھنا چاہیئے جہاں گوی ہو۔ میں
ایک جھولہ درخت سے باند بکڑ چڑ گیا اور ہاتھی کو دور کھڑا کر دیا
کیونکہ ہاتھی وہاں نہیں آسکتا تھا۔ چونکہ میں جہاں بیٹھا تھا وہاں
سے ہانکے کا پہاڑ کم از کم یک میل تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ جس وقت
ہانکے شروع ہو سفید جھنڈی پہاڑ کی دونوں طرف سے اٹھائی
جائے اور جسوقت شیر گوی سے باہر بولال جھنڈی بتلائی جا
غرض میں جب یہاں بیٹھ گیا اور شکاری ہانکے شروع کر چکے
روانہ ہوئے آدھ گھنٹہ کے بعد ہانکے شروع ہوا اور سفید جھنڈی
دکھائی دینے لگیں اور میں بھی دور میں سے بخوبی دیکھنا شروع
کیا مگر کچھ نظر بھی نہیں آیا۔ حالانکہ ہانکے دو گھنٹہ تک ہوتا رہا اور
ہانکے والے قریب آ گئے۔ اسوقت سیٹی بجائی اور شکاریوں سے

بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جنگل سے ایک بھی جانور نہیں نکلا۔
 اور وجہ یہ ظاہر کی کہ یہ پرگی کے بہت قریب ہی اور یہاں سے رعیت
 وغیرہ بھی قریب ہی اس لئے یہاں جانور نہیں ٹھہرتا۔ مجھے ابھی
 ایک بات ظاہر کرنا بعید از دلچسپی نہوگا کہ جب میں درخت پر چڑھنے
 والا تھا۔ سامنے اس درخت کے ایک بہت بڑا غار تھا اور
 اسکی دوسری بازو پر پہاڑ تھا اس جگہ مجھے جنگلی بکری دکھائی
 دی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اسکو ماروں اور شیر اس جنگل میں
 ہو عجب نہیں کہ وہ چمک جائے لہذا میں خاموش ہو رہا لیکن
 دیر تک وہ بکری مجھے دیکھتی رہی۔ جبکہ مجھے شیر وغیرہ نہیں ملا
 مجھے اس بکری کے شکار کرنا ایک افسوس ہوا کہ اس شب کو تو
 غذا نہ کھا سکا۔ جس وقت میں ندر آباد کے جنگل سے واپس
 ہو رہا تھا محمد اعظم صاحب اور محمد ولی صاحب فرزند محل جان
 رسالدار مرحوم جو میرے ساتھ تھے بہت افسوس ظاہر کیا اور
 کہا کہ کوئی تدبیر سو و مند نہیں ہوئی کیا کیا جاے اس وقت میں نے
 کہا کہ میں قہر خیمہ کو جاتا ہوں۔ آپ لوگ جو جنگل قریب ہو وہاں جا
 ارادہ کیجئے غرض محمد اعظم صاحب دو شکاریوں کو ہمراہ لیکر میری
 کوچہ چلے گئے اور میں قیام گاہ کو آیا۔ چونکہ مجھے اس زمانہ میں مخدوم
 دیا یوس پانچ روز گزر گئے تھے نہایت ہی افسوس ہوا اور

وہ امسوس اسقدر رہا کہ مجھے تھوڑی دیر میں بخارا گیا اور میں بغیر آب و دانہ ٹرپتا پڑا رہا۔ روزِ دوم بھی یہی حالت رہی قریب ایک سبجے کے ٹھہر عظیم صاحب نہایت تیز گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے میں نے خیال کیا کہ کوئی تحصیلدار صاحب پرگی کا سوار کچھ تحریر لایا مگر میرے خیمہ میں آدمی نے اگر کہا کہ ٹھہر عظیم صاحب نہایت خوش بہتیز آ رہے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی میں فوراً خیمہ سے باہر نکلا اور دور سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ شیر موجود ہے اور کامیابی کی امید ہے۔ سامان فوراً روانہ کیجیے۔ اس خبر کے سنتے ہی نصف بخارا کم ہو گیا اور میں نے اس وقت کچھ کھانا کھایا اور سامان کی روانگی کا حکم دیا۔ چونکہ یہ صاحب بھی بھوکے تھے میں نے انکو مہلت دی کہ کھانا کھائیں بعد میں نے انکو طلب کر کے دریافت کیا کہ انکو کس طرح اس جنگل میں شیر کے ہونے کا علم ہوا۔ انھوں نے بیان کیا کہ جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر پرگی پہنچے اور وہاں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ہمیں جنگل میں بھی اکثر شیر رہتے ہیں چنانچہ اس کے قرب و نواح میں نواب وقار الامرا بہادر لے دو تین شیر مارے ہیں۔ اور یہ موضع ایک نالہ پر واقع ہے جو جہیں پانی اکثر بہتا ہوا اور بہاؤ و خست پھوٹے ہیں اور اس طرف شیر اگر گر نول کی طرف سے جایا کرتا ہے اور یہ موضع پرگی سے چار کوس پر واقع ہے۔ میں نے

شب شب سوار ہاتھی باورپی دھیرہ روانہ کر دیا صرف ایک سو پندرہ
 پلنگ پر تمام شب بسر کی اور صبح کو برہمن پٹی کو روانہ ہوا پر
 پر سے ہوئے ہوئے قسریب آٹھ بجے کے داخل کشتا پور ہوا
 جو برہمن پٹی سے کوس بھر پر واقع ہے۔ کیونکہ اسے آدمیوں
 نے کھائے کا انتظام وہیں کیا تھا لہذا میں نے اس وقت ہاتھی
 وغیرہ معہ سکاری اور ہائے آٹھ بجے برہمن پٹی کے جنگل کو روانہ کر دیا
 اور میں ماشتہ کی طرف مصروف ہوا۔ بعد ان فراغ کیا رہ بجے
 تک برہمن پٹی کو پہنچ گیا اور ہانکے کا انتظام کیا گیا۔ یہ پہاڑ جنوب روہ
 ہنر اور اسکی بلند سی ساٹھ فٹ سے زیادہ کی ندین ہنر اور پہاڑ
 پر چیدہ چیدہ جنگلی اور غیری درخت لگے ہوئے ہیں اس میں
 دو تین گویاں شیر کے رہنے کی ہیں اس کی وہنی طشت نالہ ہنر
 جس کا پانی ہمیشہ جاری رہتا ہنر آخری گوی نالہ کے بہت قریب
 ہنر پہاڑ کے بائیں طشت تھوڑی دور پر برہمن پٹی کی بستی ہنر۔
 غرض کہ ہانکے والے اس پہاڑ کے نیچے قطار باندھی ہوئی تھی
 اور گر کی جسکی بہت دہشت ناک آواز ہوتی تھی وہ لوگ اپنے
 ہاتھوں میں لیئے ہوئے آواز دے رہے تھے اور وہ آواز
 کی آواز علیحدہ کر رہی تھی جو لوگ کہ خالی تھے وہ ہاتھوں میں سوٹ
 لیکر درختوں پر چڑھے ہوئے شاخوں کو پیٹتے اور لٹکارتے تھے

جلد دوم

حسن علیخت

منبر

اس ہاتھ کے کا انتظام ایک بیڈر جو ان کی زیر نگرانی کر دیا گیا تھا کہ وہ جو ان اس جنگل سے واقف اور فن شکار میں تجربہ کار تھا قبل از ہانکہ آغاز کرنے کے اس شخص نے اس پہاڑ کو دیکھ لیا تھا جس پر شیر موجود تھا۔ اس شخص نے اس عہدگی سے ہانکہ کر دیا کہ تمام ہانکہ والے لفظ اتر رہے ہوئے میرے ہاتھی کے پاس آکر ایک دائرہ ہو گئے۔ اور اس میں یہ خوبی رکھی تھی کہ شیر کسی سمت سے فرار نہ ہو جائے مجھے ایک ایسا موقع پر اس شخص نے کھڑا کیا تھا جہاں سے دور راستے پھولے تھے اور وہ اس غرض سے کہ شیر جب گومی نکلے وہاں ضرور آئے لیکن میرے ہاتھی کے سامنے ایک جھاڑ ایسا تھا کہ دور راستے میں سے کسی ایک راستہ سو بھی شیر کا جانا دکھائی نہیں دیتا تھا میرے شکاری و ختون پر اس غرض سے بٹھا دیئے گئے تھے کہ اگر شیر نکلے اور کسی ایک جانب کا راستہ لے تو جو اشارے کہ ہم نے اُنکو بتلائے تھے وہ اُن سے کام لیں اس ہانکہ میں مرد عورت دونوں شریک تھے مگر مرد کی تعداد بہ نسبت عورت کی بڑھی ہوئی تھی مجھے اس جگہ ان عورتوں کا بیان کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ گو کے ساتھ اکثر شکاریاں ہیں جائے کا اتفاق ہوا اور میں نے بھی بہت سے شکار کئے۔ مگر عورت کا شریک ہونا نہیں دیکھا الغرض ہانکہ شروع ہوا اور

جلد دوم حسنِ منبر

گومی کے باہر آیا ایک سکاری نے جھاڑ پر سے بھلکھو جھنڈی کا اٹاٹا
 کیا کہ شیر نکلا میں مستعد ہو گیا و فعا و کھتا کیا ہوں کہ شیر مجھ سے
 دو سو گز فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے سے اتر ہاتھ میں سے بندوق
 اٹھائی اور خیال کیا کہ اگر ابھی گولی ماروں اور نشانہ خطا کرے تو
 عجب نہیں کہ ہانکھ پھور کر شیر اور جنگل کو نکل جائے۔ اور پھر مجھے
 مایوسی حاصل ہو اس لیے نہایت خاموشی میں ہاتھی پر بندوق
 لئے ہوئے نشان جھاتے ہوئے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر میں وہ
 شیر سرے بائیں ہاتھ سے روان ہوا مجھ میں اور اس میں کل
 ایک سو گز کا فرق نہایت معلوم ہوتا تھا اور سوت میں نے (۵۵)
 ایکسپرس کی دو گولیاں چلائیں پہلی گولی شانہ میں اس عمدگی سے
 لگی کہ شیر و سٹ قدم بڑھ کر گر گیا اور کوشش کرتا تھا کہ اٹھے اور
 ہماری طرف سے کار رخ کرے اس عرصہ میں میں نے ایک گولی
 بارہ بور کی بھر گردن میں ماری جس سے اس کا کام تمام ہوا
 فوراً زمین ہاتی سے اتر ا۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس
 وقت کس قدر خوشی حاصل ہوئی میں اور میرے ہمراہ ہوں
 کئی نعرے خوشی سے نکلے اور اس شیر کی لاش کو گانوں والوں
 سے اٹھوا کر موضع ہرہمن پٹی میں لائی گالی والوں سے
 ہرہمن پٹی کے باشندوں نے جب اس شیر کی لاش دیکھی

جلد دوم

حسن

نمبر

مخفوظ ہوئے اور اتنی دعامین دین کہ میں شکل سے اگلا اندازہ کر سکتا
 یعنی اگر اسلے سے اسلے بھی ان سے سلوک کیا جاتا تو اسقدر خوشی اور
 دعامین نکرتے۔ ان میں جس قدر عورات تمہیں شیر کے قریب
 آتی تمہیں اور بغور دیکھتی تھیں۔ اور اس کی قدمبوسی کرتی تھیں
 مجھے سخت تعجب معلوم ہوا کہ یہ ایک جانور موزی ہو کہ جس کے مارنے
 سے انہیں اسقدر خوشی ہوئی اور اب بعد مرنے کے اسکی کیون
 عزت کجاتی ہو دریافت سے یہ بات ظاہر ہوئی شیر کو کاغذوں والے
 جنگل کا راجہ کہتے ہیں اور اس کے قدم کو چھونا اور بوسہ دینا
 موجب برکت خیال کرتے ہیں یہی وجہ ہو کہ یہ لوگ شیر کے رہنے پر
 بھی نہیں بتلاتے کہ فلان جنگل میں ہو یا اسقدر انکو تکلیف ہوتی
 ہو چنانچہ محمد اعظم شیر کی تلاش میں باد یہ پائی کرے لگے اور برہنہ
 میں اتفاق سے پہنچے اس موضع کے کسی باشندہ نے خبر نہ دیا
 کہ یہاں شیر موجود ہو جب انہوں نے جنگل اور پہاڑوں کی خاک
 چھانی اور انکو شیر کی پیر کے نشان دکھائی دیئے اسوقت چند
 جانوروں کو اس طرح جانے کے لیے بھجوا یا جان شیر نے ایک جانور
 کو ان میں سے گارا کیا۔ اسوقت محمد اعظم صاحب کو معلوم ہوا کہ یہاں شیر
 موجود ہو تو راجہ جمال نہ تھا کہ کسی حالت میں اسکی انکو شیر کی موجودگی ظاہر
 ہوتی۔ میں اس شیر کی لاش کو کشاپور میں لایا اور اپنے سامنے اسکو

جلد دوم حسن نمبر

چروایا علاوہ معمولی چیزوں کے عجیب چیز دیکھی کہ شیر کے حلق میں ایک راسل
 کا لٹا موجود ہے اور کلبجی اس کے ساتھ تھی اور چربی بہت ہی کم تھی
 چھاتی کے ناخن جو دو ہوا کرتے ہیں ایک ہی باقی بچھلا یہ شیر نوشت
 تھا۔ چونکہ یہ پہلا موقع میرے شیر مارنے کا تھا تمام ہانکے والوں کو ہارو
 چھلانے کے حساب سے انعام دیا گیا جس قدر پیادے کے ساتھ تھے ایک پیہ
 سے دو روپیہ تک اور کشنپور کا میٹل اور پھین ملی کا بیڈریا اور
 اپنی زمین بھاریون میں کسک کوڑہ نقرہ اور کسک کوڑہ تھوڑا اور کسک و دان یا تھیں تھوڑے عظم حساب
 کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کیونکہ اگر وہ اس قدر پیادے پائی نہ کرتے تو مجھے یہ شیر مشکل
 سے لیا جھکو بھی خوشی سے اس قدر اشتہا تھی کہ جو چھ روز کے شکار میں
 بہنیں کھایا تھا وہ ایک روز میں کھا گیا اور تمام شب نہایت خوشی اور
 آرام سے گزار سی۔ دوسرے دن کیلئے میں کشتا م ہی سے گارے مختلف
 پہاروں میں مختلف قسم کے بندھوا دیے یعنی جہاں شیر کا گمان تھا
 وہاں جاموش بندھوا دیا تھا اور جہاں بوریچہ کا گمان تھا وہاں گدھے اور
 بکریے اس سے یہ غرض تھی کہ اگر شیر لے اور جلد شکار ہو جائے تو بوریچہ کا بھی
 شکار کروں اور کئی شکاریوں کو جنگل میں جہاں بڑے بڑے یہ بچہ کی گوا
 میں اس غرض سے بھیجا تھا کہ جب یہ بچہ صبح کے وقت اپنی گوی کو دیکھے
 تو دیکھ لیں کہ کہاں یہ بچہ گیا ہے مگر ان سب سے بڑا وجود اس قدر انتظام
 کے صبح کو جب واپس آیا تو کہا کہ گارہ نہ شیر لے گیا اور نہ بوریچہ لے

جلد دوم حسن نمبر

تھوڑی دیر بعد دوسرے شکار کیا جو رکھنے دیکھنے کیو اس طرح گئے تھے وہ بھی اگر جواب دہ
 کہ ابھی تک ریچرٹنے دکھائی نہیں جاتا الغرض سب کے آخر میں وہ بیڑ پیدا وہ جو گزشتہ
 روز کے شکار میں رہا تھا اور جسے ہانکے کا عہد انتظام کیا تھا آیا اور اطلاع
 دی کہ کل جس پہاڑ میں شیر مارا گیا ہو نالہ کی دوسری طرف مقابل کے پہاڑ
 میں ریچرٹنے یا جو رکھ موجود ہے کیونکہ مالگ دونوں دکھائی دیتے ہیں اگر ہانکے
 ہو کیونکہ کچھ ضرور برآمد ہو گا یہ خبر سنکر پہنچے ہاتھی اور ہانکے والوں کو روکا گیا
 اور ناشتہ کر کے تیار ہو گیا غرض اسوقت ساڑھے دس بجے تھے میں گھوڑے
 پر سوار ہو کر جنگل میں پہنچا اس بیڑ نے مجھے ہاتھی پر ٹھلا کر پہاڑ کے دامن
 میں درخت کے نیچے کھرا دیا وہ اور خود ہانکے کی طرف چلا گیا کہ انتظام اور
 ہانکے آغاز کرے۔ میں جس پہاڑ کے دامن میں کھڑا تھا وہ پہاڑ بہمن جی کے تھینا
 ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ نہایت چھوٹا ہے اور درخت بھی
 چیدہ ہیں اور نہ زیادہ بلند نہیں مگر جہاں شیر رہتا ہے وہاں قدرتی طور
 پر پہاڑ کا ایک حصہ استعدہ سایہ کیے ہوئے ہے کہ دو تین آدمی وہاں
 کیوقت بہ آرام تمام گریہیں سو سکتے ہیں اور وہاں سے عہدہ نگار رہتا
 ہے جو اس جگہ سے دورا سنے جاتے ہیں ایک دست راست کی طرف کو
 نالہ کو جاتا ہے اور دست چپ کا رہتا ہے پہاڑ کی طرف نالہ پر سے گزرتا ہے اگر
 غیر یہاں رہے اور بھاگنا چاہتے سوا ان دونوں کی تفسیر اور آہستہ
 نہیں مل سکتا اور علاوہ اس کے ہم جہاں کھڑے تھے وہ ایسی جگہ تھی کہ جتنا

سودہ آنی سو گز کر باہر نہیں جاسکتا تھا۔ اس بانگہ میں بھی عورت اور مرد قریب جادتی
جمع تھو غرض انکے شروع ہوا اور میں بند تو نہیں بارگوشہ کو مستعد کھڑا ہو گیا کیونکہ
آدھ گھنٹہ کے بعد وہ شیر باہر نکلا میری خاصی میں ٹھہر گیا جان لدا اسکے فرزند محمد علی تھا
مجھ دار اور محمد اعظم صاحب منظم بیٹھے ہو تھو محمد علی صاحب نے کہا کہ شیر راہی میں کہا کہ شکار
نے ریچہ یا بوبچہ کو کہا کہ شاید بوبچہ ہوا تھو ان کہا کہ نہیں اس شکار میں میں نے بھی
کہ فی حقیقت شیر نالہ کی راہ لی تھو اور دوڑتا ہوا بار بار تھو فوراً میں نے نشانہ لگا اور
(۲۵۰) کی دو آواز چلائی پہلی گولی موٹھ میں لگی معادہ شیر نالہ کے دوسری طرف لگی
اور دوسری گولی سر میں لگی۔ گو کہ اس شیر کا کام تمام ہو گیا تھا مگر فوجدار ایک فیروز
چلا نیکیلئے استعد تہ تقاضی ہوا کہ میں مجبور ہو گیا اور بار و نمبر کی آواز گولی چلائی جو اسکی
میں لگی اور جو بل رہی تھی وہ بھی گر گئی اسوقت باقی سوار تھو اور جا کر دیکھا تو معلوم
کہ شیر نہیں شیر فی ہر غرض تمام بانگہ والی جمع ہو ہو بہت شہر و اثر آئی بعد ہاشم کو کھانہ
پر لیکر برہمن لایا کو لیکنے پھر میں نے غور کیا کہ اب اطراف و اکناف کو بہار پر ایک بانگہ عالم النجا
ایزہا ہی تھو اعظم صاحب اور محمد علی صاحب اور دیگر شکاریوں کو بھی موقع دینا چاہیہ کہ وہ بھی
شکار کریں تھو ان ابرہمن پل کے گانوں میں میں نے تھوڑا سا آرام کیا اور بانگہ والوں کو
رہا دیسکہ موضع جگہ ہمارے گانوں سے بھی تعلق ہی تھوڑی ہی مسیندی سنگا دی رہی لوگ
نہایت خوش ہوئے اور اس شغل کے بعد میرا تھو رہی تھو اور دوسرے جنگل کا بانگہ شروع ہوا
یہ بانگہ ایک میل کو دور ہو گیا تھا مگر لوگ کم تھو اس سے اکثر تھو نور سامی نہیں آئے اور
طرف سے جنگل کو غرض دوسرے ہاڑ پر بھی بانگہ کیا گیا اور یہی حال ہوا آخر کار سر مغرب میں

مین آیا اور کوچ کی تیاری کی کیونکہ سے جو نصرت حاصل کی تھی یہ بات
 تھی لہذا سامان وغیرہ دھار و اسٹیشن کو روانہ کر دیا صبح کو کشتا پور ہو رہی ہوئی
 ایک انگلہ آؤر دیکھ کر دھار و روانہ ہوا چونکہ ہم لوگ شہر بارہو تھو بیگار وغیرہ ساتھ نہ
 ہو سکو و ایک بگھر رستہ بھی ہینک گئی الغرض ریل آئی کو آؤر گھنٹہ آگ اسٹیشن پہنچ گئی
 کھایا اور اسٹیشن پر آ بیٹھے۔ اسٹیشن ماسٹر دھار و ریل سہرا بنوار ہر جن کو
 مجھے بھی دکھلایا اور میں نے چندہ دیا اسٹیشن ماسٹر نے اپنی اطراف میں شیر کی موجودگی
 بیان کر کے مجھ کو شکار کی ترغیب دی تھیں جواب دیا کہ بالفعل نصرت ختم ہو گئی ہے
 انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دیکھو گا غرض ریل ماسٹر دوبارہ نیچے آئی اور میں سوار
 ہو گیا جب ہم گوڑہ گوڑہ کر اسٹیشن پہنچے ایک صاحب بہادر نے جن کا نام
 ٹنکر صاحب ہے اگر بیان کیا کہ ریل کا انجن خراب ہو گیا۔ قریب تین گھنٹہ کی دیر
 ہو گئی۔ اور باتیں شروع ہوئیں ٹنکر صاحب ایک سو سیٹی کی آئیریری سکرٹری تھے انہوں نے
 اپنی سو سیٹی کا ذکر کرنا شروع کیا۔ جب انھوں نے یہ بیان کیا کہ اس سو سیٹی میں شیر
 وغیرہ کی چوڑی دماغت پائے ہیں تو میں نے ان چوڑی کا ذکر کیا جو میرے ساتھ تھی
 شہر اگر میرے آنگو حوالہ کر دیا۔ مگر استدعا ضرور کرتا ہوں کہ جو شوق مجھے آگے شیر کے شکار کا
 تھا اور میرا خیال تھا کہ اگر ایک شیر مار لوں تو شاید میرا شوق دور ہو جائے۔ مگر مرض
 بڑھتا گیا جون جون دوا کی۔ یعنی شوق وہ چند ہو گیا چاہے فی الحال شیر شکاری
 چھوڑ کر پھرانے ہو گئی ہیں۔ بلکہ پٹ پٹی جو نواب شمشیر جنگ بہادر مرحوم کی جائیداد تھی
 تین شیر کی خبر بھی گئی تھی اور شاد دہی پر میری چون کی موجودگی کی اطلاع پہنچی جو عجیب بہترین
 تھوڑے روز میں شیر شکار کو جانے لگا (میرلی منو ہیرا)

امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب سے عارض ہوں بجز خلقی یا ذریعہ نامردی کے اپنی معجزانہ شہرت سے
رفع و دفع کرتا ہی اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا غلہ ہمراہ تیل کے
ملتا ہی قیمت فی شیشی پانچ روپیہ محصول ۴ روپیہ ایک شیشی میں ایک تولدروغن رہتا ہے۔

دوا عجیب یعنی گشتہ مرکب زمر و

زمر و گشتہ جو باجرائے مناسب تیار کیا گیا ہے چہار حصہ چاول کے برابر زمر واک ہوتی ہے
قیمت فی خوراک ایک روپیہ پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔
خواص آن ہر اسے قوتہ باہ اور تمام امراض متعلقہ اوکے خواہ وہ کسی قسم ہوں اور سوز
کہنہ خواہ جدید۔ دافع جویان مقوی دماغ و اعصاب رئیسہ دار داح و ضیق النفس و سرف
کہنہ خواہ جدید خشک ہو یا تر اور لاغری بدن آورد دفع و باکے بیضہ بین تو حکم اکیر اعظم کا لکھتا ہے
یعنی کیسی ہی مریض کی حالت روی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات

یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر و دماغ و صفائی خون و انواع درد و اقسام تپ جڑیا۔
چوتھیا تپ وق۔ استسقا۔ طحال۔ آنکھ سوزاک۔ جریان سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی۔
وادی اور شرانچہ اری اور چاند و نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق
ہوتے ہیں سب کو بغیر پیریز دفع کرتا ہی ایک بوتل ایک کو کافی ہوگی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ
محصول ایک روپیہ نقد

عجیب حینہ

تخلیل بواسیر خونی و بادی تحلیل درد و کھلے عجیب حینہ پہلے ہی روز ایک دو بار استعمال کرو درد و جریان
خون دفع ہوتا ہی اور تین ہفتہ میں بفضلہ درد و سہ بالکل دفع ہو جائیگا اور کچھ کسی عود نہیں کرتا
وزن عرق ۶ ماشہ قیمت پانچ روپیہ محصول ۴ روپیہ **چھان** نما اس عرق کے گلانے سے آنکھوں
کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ دھند۔ درد و سرخی۔ چشمہ بیکار ہو کر دفع کرنا قیمت پانچ روپیہ محصول ۴ روپیہ

خضاب نایاب

بیشل رنگ و رنگ ہے نادر خضاب ہے

گو یا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسی کہ عوام میں خضاب کا وقتین واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں۔ یعنی چوتھے آٹھویں روز مہندی لگا کر

باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر دوسرے لگا کر باندھنا اس میں قریب آگھنٹہ کے وقت ضائع ہوتا ہے اور بالوں کے

سیدھا ہو سکتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت۔ ظاہر ہے کہ مہندی اور دھماکا پانی جب تلخ ہیں

جذب ہو گا تو اس سے سو نقصان اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ یام سر میں مثل سردی وغیرہ کے جقدر کہی جاتا

انہیں تو کچھ سبب یہ خضاب نایاب تیار کیا یا جقدر تعریف کیا جائے یا غیر اس امید ہے کہ قسمت ہی جقدر

طلب کریں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ تھوڑی تعریف کے آخر کی ظاہر کرتا ہوں۔ وافع بالجوہر غایت

ضعف دماغ علاوہ برین خوشدین میں بیضی پر مثل کیورہ باعث درازی مومضج دماغ و بالوں میں بھی نہیں

آنے دیتا بلکہ مایم رکھتا ہے سیاہی میں بالوں کو مقابل صلی بالوں کو گر تاجی دوسرے روز بطور غن جنبلی لگاتا

ہو تا کہ جی چیز سے بالوں کی ضرورت نہیں۔ دوسرے تیسرے روز کا تو بال مثل صلی بالوں کی سیاہ ہو گئی تو فیروزہ

کر سیکھا کہ یہ خضاب ایک بوتل میں ۳۰ روپیہ بھر لیٹیرہ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل عطا۔ علاوہ محصول

نصف شیشی عطا چہارم شیشی عدم۔ اس کا کم بیکر ہے۔ سیکر شفا خانہ میں علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا

اطلاع ضروری

واقع ہو کہ بہت ساری خطوط یعنی شیشی جیٹ جو سادہ بالوں میں بیاہان سیکرہ علاج ثبوت میں عطا فرما ہیں اور نیز

ہستہ کی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سوئے موجود ہیں جو شاید اور کانا نہیں ہو گیا ایک ایک طلب مالک ملاحظہ ہوں

اور یہ ہزاروں نعمت پائی ہے اور نیز خفاش بہت کھو گئی شیشی جیٹ موجود ہیں ان کا کثرت بھی طلب کیں کیونکہ ہر

حکیموں اپنے شہر کے دیوے کو خستہ کر کے شیشی جیٹ بنا لیں پس سیکر شیشی جیٹ اور ان میں کھو گئی شیشی جیٹ

بڑا فرق ہے لازم ہے کہ یہ شیشی جیٹ لگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہو گا نہ ہو ایک طویل فیرت بہت ادویہ کی جو اخبار

گنجائش طبع نہیں رکھتی اور جس کھف زندگی تا دم درگ انسان کا ہم رہتا قابل ملاحظہ ہے جو صحت جانی کا خالص

میں بہت نقصان ہے اور یہی شیشی جیٹ ہے جو ہر قسم کے عارضات میں استعمال ہوتا ہے۔

اشہار

- ۱۔ اس رسالہ کی قیمت مع محصول ڈاک سالانہ ہے
- ۲۔ جو صاحب دستخط اعلیٰ مضمون یا ترجمہ عنایت فرمائیں گے ان کو ایک شرفی نذر دی جائیگی
- ۳۔ دفتر میں مضامین ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہیئے۔
- ۴۔ نامیہ مضمون نہ طبع ہو گا نہ واپس۔

شرح دستخط

- ۱۔ حسن بن عبد اللہ النخاس طبیب بہ ثواب عماد نواز جنگ بہادر۔
ذیلی کی بکاؤ کتابیں ہمارے دفتر میں موجود ہیں۔
- ۲۔ بچوں کی پاورنگز کے طور پر لکھے ڈاکٹر اردوی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہو گا اور
بورڈ میں مناسب سے لکھیں گے اور انعام حاصل کیا ہے۔
- ۳۔ ترجمہ تاریخ انداز عثمان مصنفہ بی۔ اے۔ واکریر سٹراٹ لا قیمت ہے
- ۴۔ تراجم و تکریم مصنفہ حسن بن عبد اللہ النخاس طبیب بہ ثواب عماد نواز جنگ بہادر۔

المشہر

محمد عبد الصمد خان منیجر

توپ کا سانچہ حیدر آباد دکن

(کتابۃ العبد الذلیل محمد شریف الدین)

جلد دوم حسن نمبر
 جولائی ۱۹۷۸ء
 مضامین

ہندوستان کی عرفیت و صنعت قدیم - از نواب عماد نواز جنگیاد صفحہ

النظر فی التاریخ - از مولوی غلام الثقلین صاحب - دہلی - (۱۹) مضمون کے صلہ
 مین ایک اشتر فی نذر دیکھی

روزنامہ سفر نیگری [... از عابدیجارب معلی القلوب اب میر الملک یار
 معین الہام مانگنداری - سرکار عالی ام
 شکونہ کا بیان

قسطنطنیہ از مولوی میراقت علیقا باقی ایڈیٹور الہام ۹۶

حیدر آباد دکن

مطبع حسن پور چھپا

نذر اشرفی

ماہ گذشتہ کے رسالہ کے ٹیبل پیج میں سہو کاتب سے جناب شمس العالی خان بہادر مولوی ذکار اللہ صاحب فیلو آف دی آلہ آباد یونیورسٹی کے نام کے مقابلہ (اس مضمون کے صلہ میں ایک اشرفی نذر دی گئی) کا لکھنار گیا ناظرین درصحت فرمائیں۔

اشتہار فروخت اسباب

حب ذیل اسباب فروخت کے لئے موجود ہے جن حضرات کو مطلوب ہو مشتر سے درخواست کریں۔

تھانک	ماہ	سنگ گھوڑا	صار
جوڑی بابو عون کی	ماہ	گیا لوے بنر	ماہ
ہارنس جوڑی کا	س		
	کل اٹھ ماہ		

دو تھان جوڑی کا
تھان گھوڑا کا
گیا لوے بنر کا
سنگ گھوڑا کا
صار کا

اور دو عم و جو م یعنی درخت روشنائی (۱۲ پونڈ کا اور دوسرا درخت ۲۴ پونڈ کا) فروخت کے لئے موجود ہے درخواست قیمت سے اطلاع ہو گی فقط

منہج شکر یہ کہ ساعقہ ادب جنہرات کے اہل گرامیوں کیلئے ہے جنہوں نے زرخیز
ساتھ اعانت فرمائی

نواب اعظم یار جنگ بہادر صوبہ بہرہ پوری	صہ ۱	نہجی گھوٹا تھہر پشاور و صاحب دار محمد پور لیگل	صہ ۲
میر ایاقت علی صاحب	صہ ۲	نواب میر حیدر علی خان بہادر گبیر دار	صہ ۳
نواب فتح الملک بہادر	صہ ۳	مولوی ابوالحسن صاحب عہدہ دار بکر نظام	صہ ۴
شیخ پور ایتھار علی صاحب دارالامام بکر بھوبیل	صہ ۴	مولوی عبدالغفور صاحب وکیل مرہہ اول	صہ ۵
مولوی سیاح صاحب دار و صاحب حیدر خان افغان	صہ ۵	مولوی محمد علی الدین ناظم سداہا صوبہ بہرہ پوری	صہ ۶
نواب تریا جنگنا دکن شہر انعام	صہ ۶	مولوی انعام صاحب جالی ملی	صہ ۷
مولوی منور علی صاحب شہر دار و بیگم شہر قلعہ	صہ ۷	بیگم راجیو صاحب	صہ ۸
نواب نظام یار جنگنا دکن شہر دار و بیگم	صہ ۸	نواب تغار جنگ بہادر سداہا لکھنؤ	صہ ۹
راہے پناگہ پشاور و صاحب دار و بیگم پشاور	صہ ۹	مولوی امین الدین صاحب دوم تعلقہ راندور	صہ ۱۰

ہندوستانی حرفت و صنعت قدیم

چونکہ ان دنوں ایسی صنعت و حرفت کی طرف روساء و عمائد کا خیال زیادہ رجوع ہوا ہے اور اخبارات و پار و امصار نے اس جانب ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہے تو اس لئے کہ تعلیم مغربی سے کچھ حساب لوطنی کی جانب غمو با رجحان ہو گیا ہے کہ اپنے ملک کی بہبودی و ایسی حرفت و صنعت ہی سے ممکن ہے اور ملازمت کے صیغوں میں جگہیں یادہ بھر جائے سے خیالات کا پلٹاؤ اس راہ پر آ لگا ہے کہ آزادی کے ساتھ فانیع البالی سے بسر کرنا صنعت و تجارت و حرفت ہی پر منحصر ہے اور اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ ہمارے ملک کی چند ذریعہ اس صیغہ کی کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے آئندہ کار بر آری کے وسائل مضبوطی کے ساتھ یہاں کیسے اور کتنے موجود ہیں۔ ملک کی دولت ملک ہی میں تقسیم ہو جائے سے کیسے گئے فوائد میں ہماری حرفت و صنعت کیلئے کیا کیا سخت رکاوٹیں ہیں ہمارے گوان اور ہم کس کے محتاج ہیں یہ سب باتیں ہمیں روزمرہ کے زندگی کیلئے بہت ضروری ہیں۔ اس مضمون صنعت و حرفت و تجارت کی تاریخی گفت نہایت جامعیت سے بطور حسن و کھلائی گئی ہے اس مردہ صنعت کو زندہ کرنے کی جانب خیر خواہان ملک اپنا خیال رجوع کریں۔ اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ صنعت جدیدہ اور قدیمہ بحالت مجموعی کیونکر مند و ستان میں آنا جاری ہو سکتی ہے

سولہویں صدی میں فرنگی تجارت سواحل ہند پر پہنچے تو انھوں نے ہندو اور مسلمان دونوں کو ایسا ہی لے لے شالستہ اور جذب پایا جیسے اپنے اہل ملک کو۔ عمارت سازی۔ سوئی اور ریشمی پارچہ بافی۔ زرگری و فوجی ہتھیار میں باشندگان ہند اسوقت سب پر سبقت رکھتے تھے سوئی کپڑے کا رواج ہندوستان میں قدیم الام سے بحر روئی کے کپڑے اور انگلستان و اقوام بھارت کے پہلے سے لکھا۔ اہل یونان و یمنہ بانی کو سند لکھتے ہیں۔ جس لفظ کا مخدوم ہی سندہ ہے جیسا انڈس و راندس سے انڈیا نکلا ہے۔ اسی طرح ایک سفید سوئی پارچہ کو کیلیکو کہتے ہیں کالیکٹ واقع ساحل ملابار (دراس) میں پہلے پہل تیار ہوا تھا۔ کتاب پریس کے مصنف نے کئی قسم کے سوئی کپڑوں کا ذکر کیا ہے جو تجارتاً دوسرے ملکوں میں جاتا تھا مارکو پولو پہلا عیسائی سیاح کھبات کی روئی اور کرم کوتان کی بہت تعریف لکھتا ہے مختلف اقسام کے پارچے جو ہندوستان کے مختلف مقاموں میں تیار ہوتے ہیں انکا بالتقریح بیان کرنا مشکل ہے لیکن ان میں سے مقدم ڈھاکہ کی ملل ہے جو کسی زمانہ میں نہایت شہرت پاتے تھے اور اب بھی فرائش تیار ہو سکتی ہے مگر جو نفاست اس زمانہ میں تھی جبکہ ڈھاکہ مسلمانوں کا پایہ تخت تھا وہ اب نہیں ہے اور انکی صرف کی اعلیٰ ترقی اور انتہائی کامیابی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ۱۲۶ قسم کے مختلف الانواع اوزار مستعمل ہوتے ہیں۔

بہترین ملل ساوہ بنی جاتی ہو لیکن ریشم کی رنگین بوٹیاں دوسری قسم کے کاریگر ڈالتے ہیں تھوڑی تھوڑی مقدار میں ملل مقام سریل متعلقہ ضلع پٹہ میں تیار ہوتی ہے۔ اور ساسی پور ضلع ندیا تک اپنی قدیم عزت بہت عمدہ ملل کی قائم رکھی ہوئی تھی ہندوؤں میں عمدہ پارچے اب تک تیار ہوئے ہیں۔ اسی کی ملل جس کو فرقہ نیر سامل ملابار والے بہت عزیز مچھلی ٹیم کی چھینٹ ذرا گاٹم کی سوچ (پچھنے) ۱۲۰ سوت کا پارچہ (نیلو کی نیلی سکیر ہیں۔ بنگلور میں قدیم شاہی پارچہ بافون کی اولاد اب تک ہنر وہ خاص قسم کے پارچے بننے میں مشہور ہے۔ جو سرخ اور سیاہ قہوی طریقے پر چھا پا کر لے ہیں۔ احاطہ بمبئی میں۔ احمد آباد۔ سورت۔ بھڑوچ۔ میں عمدہ چھاپے کی ساڑیاں تیار ہوتی ہیں جو گجرات کی ہر کے باعث ہیں۔ پونا۔ ایولا۔ ناسک۔ دھاروار میں پہلے سوت رنگ کر کے تیار کر لیتے ہیں جو اقوام مرہٹہ کے استعمال میں بکثرت آتا ہے پارچہ بان اکثر ریشم اور سوت ملا کر پارچہ بنتے ہیں اور بہت بیش قیمت اشیاء ریشمی یا زرین کناروں کے ساتھ تیار ہوتی ہیں۔ ممالک وسط میں چاندا۔ اور ہوشنگ آباد سب سے بڑے شہر ہیں جن میں پارچہ بانی کا کام ہوتا ہے۔

ریشم بانی کا معمولی پیشہ ہر مقام میں پایا جاتا ہے۔ ہندوستان بھر میں صرف سنگال ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں ریشمی کیڑوں کی

پرورش ہوتی ہو اور وہ پرورش جو شہتوت کے دختون پر ہوتی ہو
 سرسبز ہی کی حالت میں ہو اب تک شجر جو نیم پرورش یافتہ ریشمی کیرن
 سے حاصل ہوتا ہو ریشمی ذخیرہ میں زیادہ معادن نہیں ثابت ہوا۔
 ریشم اور سوت کے بگٹنے والوں میں مابہ الامتیاز فرق یہی ہو
 کہ ریشم بان بخلان جنبہ بافون کے دیہات میں نہیں رہتے بلکہ انکی
 صنعت اور حرفت کا مرکز شہر ہی ہوتا ہو۔ ریشمی پارچے دو قسم کے ہوتے
 ہیں۔ اول وہ کہ جس میں خالص ریشم ہو۔ دوم وہ جس میں ریشم اور
 سوت ملا ہوا ہو۔ ان ہر دو قسم کے پارچوں پر پنجر اور رو بھلا کام
 ہوتا ہو۔ مخلوط ریشمی پارچوں کو مشرور یا صوفی کہتے ہیں جس کا مطلب
 یہ ہو کہ از روئے شریعت اسلامیہ کل مسلمان اس قسم کے پارچے
 استعمال کرنے کے مجاز میں بخلان خالص ریشمی پارچوں کے کہ اس کی
 مخالفت ہو۔ مخلوط ریشمی پارچے بکثرت بنے جاتے ہیں اور پنجاب
 سندھ۔ اگرہ۔ حیدر آباد دکن۔ تنجور۔ تریچاپلی۔ واقع مدراس
 اس کی ساخت کی خاص جگہیں ہیں۔ خالص ریشمی پارچے سادہ بنے
 جاتے ہیں یا اسلار جہ کا اینر کام ہوتا ہو۔ قل کتاب وغیرہ کے۔
 اس قسم کے پارچے خصوصیت سے بنارس۔ مرشد آباد۔ احمد آباد
 طرچا پولی میں تیار ہوتے ہیں۔ اور ان پر سکار گاہ۔ چاند تارہ۔
 منرشر (آب نقره) مورنگا درگرون طادسرا منقش ہوتے ہیں۔

چھاپنے لکھی پارچے پارسی اور گجراتی عورتوں کے لیے سورت میں تیار ہوتے ہیں۔ اورنگ آباد کے ہمدرد اور شروع زمانہ حال میں نہایت عمدہ بہ نسبت کلون کے پارچہ کے زیادہ پائدار بھی ہوتے ہیں۔

کارچوبی کام ریشمی۔ اونٹنی۔ سوئی چرمی اشیاء پر کیا جاتا ہے کارچوبی کام کا بھی جولاہوں کی طرح چھوڑا کر لیا جاتا ہے جس میں بنایا جاتا ہے یا کپڑا اس کا نقشہ بالیس بنا کر بعد کو سوئی سے ٹاک لیتے ہیں وہ مشہور جوغہ جو اندرون انگلستان میں کثرت سے بجائے ڈریسنگ گون کے متعلق ہوتا ہے۔ پٹو۔ یعنی اونٹ کے بال سے بنا جاتا ہے اور جس پر کارچوبی کا کام کشمیر۔ پنجاب۔ سندھ میں کیا جاتا ہے۔ کشمیری شال جو اہم نہایت عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے خود کشمیر یا لودھیانہ و دیگر مقامات پنجاب میں تیار ہوتا ہے جو کہ ہمالیہ کی ایک خاص قسم کی بکریوں کے نرم بال یعنی شینہ سے بنا جاتا ہے۔ مل پر بھی ڈھا کہ پٹنہ اور دہلی میں ریشم اور کلاتوں کا کام ہوتا ہے سندھ اور کچھ میں جو ریشمین ریشم و زرین کام ہوتا ہے وہ اپنی جنس میں خصوصیت رکھتا ہے بکرات میں چرمی کاموں پر بھی کارچوبی کی بجائی ہر شاہی خلوس وغیرہ سمغز موقعون پر گھوڑے اور ہاتھیوں کی جھولیں چہتر اور چھاپے مغل کے کلمے ہیں جس پر بہت شان و شوکت سے گلبرگہ اور اورنگ آباد کا زرین کارچوبی کام ہوتا ہے۔

تخمیناً بیس برس کی زمانہ گزر اٹھلا آشیان نواب سر سالار جنگ بہادر مرحوم نے پانچ پانچ ہزار روپے کی ہاتھیوں کی جھول گلبرگہ میں تیار کرا

لندن پہنچے تھے جو میرے نظر سے گزرے تھے۔ انکی چمک دمک آنکھوں سے خیرگی پیدا کرتی تھی اور نیز سابق کے۔ گالیگوارے رو دو۔
میں ایک چادر بنوائی تھی جس میں موتی اور بیش قیمت جواہرات عربی نقش و نگار کے ساتھ منگے ہوئے تھے جس کی مجموعی قیمت ایک کروڑ روپیہ بیان کی جاتی ہے چونکہ نہایت قیمتی اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اس لیے اس پر لطافت سے نظر پڑتی تھی اور جب دھوپ میں کھول دیا جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ تمام قوس قزح کا یہی مخزن ہے۔ نقش و نگار کی نفاست سے بہت بھلا اور دلچسپ معلوم ہوتا تھا۔

قالین دو قسم کی ہوتی ہیں۔ سوئی اور اونی۔ سوئی کو درمی اور شطرنجی کہتے ہیں جو یقیناً ہندوستانی ایجاد ہے۔ اور خامکے رنگال اور شمالی ہندوستان میں بنی جاتی ہیں۔ دریاں عمدہ سفید ہوتی ہیں ان پر خطوط اور پٹیاں سیاہ سرخ اور نیلی بنائی جاتی ہیں اور گاہ چھ اور قسم کے نشانات چوکور یا گول بنا دیا کرتے ہیں۔ اونی کو غالیچہ اور قالین کہتے ہیں۔ غالیچہ اصل میں ایران اور ترکستان سے آئے ہیں جہاں اب تک نہایت عمدہ و بہتر تیار ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ اس کا بھی بیان رواج ہوا۔ اس کے بننے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکی تہ مضبوط سوئی خواہ کتانی دھاگے کی ہوتی ہے اور زیادہ محنت اور عقلمندی سے رنگین چھوٹے اون کے بٹے

ہوئے دھاگے اس طرح ان میں چپان کئے جاتے ہیں کہ ان کے
دو نوں کوئے اور نکلے رہتے ہیں بعد اُن کو نوں کو جو نکلے رہتے
ہیں سطح سے برابر کتر دیئے جاتے ہیں اور جو لائن رنگین یا نقش
ہیں۔ سے بنجاتی ہو اس کو اوزار سے کوٹ کر مسطح کر لیتے ہیں۔
اس حرکت کے بڑے تاریخی مواقع ہندوستان میں کشمیر۔ پنجاب۔ سندھ
اگرہ۔ مرزا پور۔ ورنگل۔ ملا بار۔ مچھلی پٹن میں منجلی غاٹھے بنارس۔
اور مرشد آباد میں اور ریشمی تہجور۔ اور سلیم میں تیار ہوتے ہیں۔
لندن کی نمائش گاہ واقع ۱۸۵۱ء میں بہترین ہندوستانی
قالین ورنگل سے گئی تھی۔ یہ مقام حیدرآباد سے ۵۰ میل کے فاصلے
پر ہے۔ اس قالین میں بے انتہا دھاگے قریب قریب مسلسل ترتیب
دیئے ہوئے تھے یعنی تقریباً ایک مربع فٹ تین بارہ ہزار دھاگے
تھے اور یہی اس کی بڑی اور خاص صنعت تھی۔ رنگت میں مساوی
اور نہایت لطیف معلوم ہوتا تھا اور یہی ایک نمونہ تھا جس میں ریشم
نہایت ہی عمدہ قابل طمینان طریقہ سے بنا گیا تھا۔ قیمت بھی علی ہذا تقیاس
بڑی چڑی تھی یعنی سو روپیہ فی مربع گز مگر زمانہ حال میں ہلکندہ اور
ورنگل کے قالین میں انگریزی خام رنگ۔ ڈالنے سے اس کی قدر کم ہوئی
ہو انگریزی رنگ جیسا کہ دیکھنے میں خوش نما ہوتا ہو ویسا پائدار نہیں ہوتا سال
حال میں منے دیکھا کہ بہت سے قالین تیار ہو کر یہاں سے مدراس اور

لندن کو بھیجے جاتے ہیں مین نے چند قالین سوئی ریشم ملا ہوا خود بھی
 بنوایا اور اپنے دوستوں کے واسطے بھی خرید کیا مگر سب میں قدیم رنگ
 والا گیا تھا۔

سونا چاندی اور جواہرات بوجہ قیمت اور رنگت کے مالک ہند میں
 ہمیشہ سے زیورات میں صرف ہوتے رہے یہاں تک کہ وسط ہند
 اور کوہ ہمالیہ کی جنگلی وحشی تو میں سونا چاندی پیٹ پاٹ کر گلو بند اور بازو
 اور ہسکیاں بناتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجیدہ گھاس اور پٹیوں کے
 نمونے پر پہلے پہل طلائی زیور کثرت سے بنائے گئے اور عام مقبولیت
 حاصل کی ابتدائی نمونے اس قسم کے ہیں کہ طلائی سونے تار پہونچوں
 میں گندھے ہوئے ہیں۔ گجرات میں ایک دوسری قسم کا آرائشی زیور
 محراب نما علیحدہ علیحدہ مرصع ہوتا ہے۔ یہ سونے کا ٹکس یا کھوکھل شش
 پہل یا ہشت پہل بنا کر ریشم میں گوندہ لیتے ہیں۔ ترچیا پولی۔ کٹاک
 اور کشمیر میں رنگین مرصع زیورات قابل شہرت بنتے ہیں۔

تمام جنوبی ہند میں جو زیور و مان عام پسند ہے۔ اس کو سوامی
 کہتے ہیں جس پر ہندو دیوتاؤں کی تصویریں بنی رہتی ہیں یہ سورتیں یا تو
 زیور ہی میں بنائی جاتی ہیں یا علیحدہ بنا کر زیویج یا اور ذریعہ سے اوپر لگادی
 جاتی ہیں۔ ترچیا پولی کے زیورات خاص میں انگریزی چربہ اتارنے کے
 لیے کچھ خرابی پیدا کر دی گئی جس میں گلاب نما زنجیر طلائی ہوتی ہے اور

جلد دوم حسنِ نمبر

ہونچیاں لچھے سانپ کی شکل میں تیار ہوتی ہیں کنگ میں چاندی کا دائرہ
 پچھلا زیور جس شکل و صورت کا قدیم ہیں اہل یونان اور حال میں اہل لٹا
 پہنتے ہیں۔ عموماً چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ سے تیار ہوتا ہے کیونکہ وہ
 اپنی تیز نظر اور تیز ہستی سے نفرتی مارون کو عجب اور درستی سے پہنچ
 موقع پر جادیتے ہیں۔ کشمیر میں طلائی زیور زیادہ صرخ سوئے کا بنتا
 ہے اور یہی امتیازی رنگ مشہور ہے اسکی جگہ دھب اور اس کا نقش
 و نگار نہایت دلربا ہوتا ہے۔ کچھ کے نفرتی زیور جو خاص طور سے
 ہنوتوں سے تیار کرتے ہیں وہ اگر حجاب و عین کے تصور کیے
 جاتے ہیں لیکن بنیاد و ج لوگوں سے ہے ایسے ہی کام لکھنؤ اور جہاں
 میں بنتے ہیں اور نگ آباد میں مینا کاری کا کام نہایت قابلِ تعریف
 تیار ہوتا ہے پاندانِ عطر دان مینا کاری کے جو یہاں بنتے ہیں دور
 دور تک اس کی قدر دانی ہوتی ہے۔ کار چوبی میں سناری کام بہت کام
 آتا ہے۔ سونے اور چاندی کے تار گرمی دیکر تیار کرتے ہیں اور یہ کام اس
 نقاست اور عمدگی سے ہوتا ہے کہ روپیہ بھر چاندی میں ۱۰۰ گز تار نکلتا ہے
 قبل اس کے کہ کار چوبی کے کام میں آئے اکثر ریشم میں اس کوٹ
 لیتے ہیں۔ اور سنہرے رو پھیلے پارچوں کے لیے ان مارون کو کوٹ کر
 چٹا لیتے ہیں تاکہ اس کا تار اور ریشم یا سوت کا بانا مناسب سے چلا
 ہوں۔ ایک اور تیسری قسم کی آرائش جیوہ واقع راجپوتانہ اور جہاں

جلد دوم حسن نمبر

دکن میں اس طرح کیجاتی تھو کہ ملل پر تقری اور طلائی اور اراق سے گل ٹوٹے
چھاپ لیا کرتے ہیں بیش قیمت جواہرات بہت فضول خرچی سے ہندوستانی
جوہری برستے ہیں۔ جن کو بجز چمک دمک کے اس کی صفائی یا تجارتی
قیمت کا بہت کم لحاظ رہتا ہے لیکن جو سلیقہ ہندو اور دلفریبی کی حالت ہندوستانی
جوہری جواہرات چھانے میں عام اس سے کہ کسی زیور میں ہو یا ہتھیا
اور زمین دکھلاتے ہیں وہ سب بڑھ کر نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی
تھو۔ پرنس آف ویلز کے جیو پوری ذخیرہ میں ایک کنگھی کے ربانون کی تھی
جس کی سرسری بیان سے یہاں کی مرصع اشیاء کی حقیقت قیاس
کیا جاسکتی تھو۔ کنگھی میں سونے پر جیو پوری مینا۔ کیا ہوا تھا۔ اس پر
لعل وز مر درجھے ہوئے تھے۔ اس کے سرے پر بڑے موتیوں
کی ایک قطار قوس نامسطح تھی اور ہر ایک کی نوک سنبر کا رخ کے دانہ کی
تھی جو اوپر نکل ہوئی تھی۔ اس کے نیچے ایک دوسری قطار چھوٹے
موتیوں کی تھی جو سنبر اور سرخ طلائی مینا کاربتوں کے بیچ میں تھی جن
کی نشست نہایت خوبی اور قابلیت سے کی گئی تھی۔

اس کے نیچے ایک اور قطار چھوٹے موتیوں کی تھی جس کے نیچے بہت سز چھوٹے چھوٹے
موتیوں اور جواہرات کی قطاریں گنگی کر طلائی دندانیگر ادبہ تھیں۔
دیہاتوں کے لوہاروں کا خاص کام توالات زراعت کا بنانا
اور درست کرنا ہوتا ہے لیکن اکثر ہندوستانی قصوں میں خاصکر ان طرز

میں جہان قدیم دار الحکومتین تھیں تجارتی نہایت ہنرمندی سے کیجاتی تھی
 اوزار و ہتھیار جنگی کی ساخت ہمیشہ معزز پیشہ قرار دیا گیا تھی اور ہندوستان
 میں اس اعزاز نے بہت ترقی کی تھی جو اب تک بالکل پامال نہیں ہو گئی۔
 مقناطیسی کچالو یا جو عموماً ریگ کی شکل میں ملتا ہے اس سے ایک قسم کا فولاد
 کو تیز نکلتا ہے جو دنیا میں بہترین ہے۔ تلوار کے پھل پر عجزانہ پانی چڑھایا جاتا ہے
 اور زام معدن تارخ کندہ کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی اُبھرے ہوئے نقش شکار گاہ
 کے بنائے جاتے ہیں اور کبھی مثل آ رہ کے دندانہ دار بناتے ہیں۔
 توڑے دار بندوق اور دو سکر آتشیں جنگی اوزار پنجاب اور سندھ
 کے اکثر شہروں اور شگھیر واقع بنگال اور وزیر پاکرم واقع مدراس میں
 بنائے جاتے ہیں۔ زرہ بکتر جس کی ایجاد ایران سے ہوئی ہے
 اب تک کشمیر۔ راجپوتانہ اور کچھ میں بنائے جاتے ہیں۔ احمد نگر کا خود
 مشہور ہے۔ اسلحہ ناری و تلوار وغیرہ دونوں میں سنھری پھول پتیاں
 ڈالی جاتی ہیں اور جواہرات مرصع کیجاتی ہیں اسل یہ ہر کہ بخلاف اور
 ایشیائی ملکین کے ہندوستانی اسلحہ میں ماہہ الامتیاز فرق یہ ہوتا ہے کہ
 اوراق طلا چڑھائے یا چپان کیے جاتے ہیں اور جواہرات سے بے تکلفی
 اور بے پروائی سے چڑھائے جاتے ہیں۔ لوسہ اور فولاد پر اس
 قسم کا کوقت خاص کر کشمیر۔ گجرات۔ اور سیالکوٹ میں ہوتا ہے۔ اور طریقہ
 یہ ہے کہ کسی زیادہ سخت دھات پر سونے کے پرت جاتے اور گول

بناتے ہیں۔ مینہ بھی خود ٹہنڈہ واقع رہا۔ راست نظام عالی مقام نے مختلف قسم کے ہتھیار تیار کروا کر ان کی عباسی جھینڈہ ایران کی عباسی کا مقابلہ کرتی ہوئی بیان کا کوٹا سمندر کا لومہ نہایت مشہور ہوئی بیان کے کاریگر تلوار کے قبضوں پر بھی عمدہ دنیا کاری کرتے ہیں۔ بدری کا کام مقام بدر میں جو کسی زمانہ میں ہمنیوں کا دار الحکومت ہونے کی عزت رکھتا تھا ہوتا ہو جاتا مالک محروسہ نظام خلد اللہ ملکہ میں شامل ہو۔ اس میں عموماً تانبے پر چاندی کے درقون سے پھول پتیاں بناتے ہیں۔ بدری کا کام اتیک بدر میں عمدہ حالت میں آتا۔

دیہاتی پٹھانوں کی لومہ رول کے روزمرہ کے ضروریات کے ظروف بناتے ہیں ان ظروف پٹھانوں اور سب سے زیادہ مروج لومہ آٹا ہو کر بالعموم صفائی میں کام آتا ہو۔ لومہ کی شکل اور جس وضع میں کہ اوائل میں نقش و نگار کرتے تھے وہ آج تک بدستور قائم ہو۔ ایک لومہ جواب انڈین میوزیم (ہندوستانی عجائب خانہ لندن) میں آٹا اور بمقام کوٹہ۔ بودہ کے ایک غار سے کھود کر نکالا گیا تھا۔ کم سے کم پندرہ سو برس کا آٹا اور جس کی نسبت بیان ہو کہ شہزادہ سید ہر تارے برے حبوس میں ہمراہ لے جاتا تھا شمالی ہندوستان میں بنارس سب سے زیادہ مشہور تانبے اور پتیل کے ظروف بناتے ہیں آٹا۔ جہان مرث ناگلی و شمال کے ظروف نہیں تیار ہوتے۔ بلکہ تھاویر و دیگر بھی

جلد دوم

حسن

نمبر

نشانات بھی بنائے جاتے ہیں اسی طرح جنوب میں مدورہ تاجورہ
شہرت پذیر ہیں۔ اور مغرب میں پونا۔ احمد آباد۔ ناسک۔ خاص بمبئی میں
تانبے کی معتد بہ مقدار ہر جود دس لاکھوں سے آتی ہر ایک دیہان کے ہاتھوں
برتن بنتے ہیں۔

شوالوں کی گھنٹیاں عموماً در صفائی آواز کے لئے مشہور ہیں
سے شہروں میں ٹھیکہ کے کسی نہ کسی خاص صفت سے موصوف ہوتے
ہیں یعنی ان میں کچھ ترکیب آمیزش دوسرے دھاتوں کی عمدہ طور سے معلوم ہوتی
ہو یا زیور و آرائشی اشیاء کی ساخت کی خاص ترکیبیں جانتے ہیں کبھی کبھی پانی
پتیل میں ملائی جاتی ہو اور کبھی لٹاقیہ سونے میں۔ بدری یعنی تانبے پر چاندی
کے کام کا بیان اوپر ہو چکا ہو مگر ورت اعادہ نہیں۔ اس حالت میں جس بات پر
بدری کا کام ہوتا ہو وہ تانبہ۔ سیمسہ اور ٹین کا مجموعہ ہوتا ہو اور نوٹا اور
شورہ نکہ اور توتیا۔ محلول و مخلوط میں غوطہ دے کر سیاہ کر لیتے ہیں
مرآباد۔ واقع مالک شمال و مغرب اور پھلوارہ واقع ریاست آودھو
میں پتیل پر ٹین چڑھایا جاتا ہو اور منقش گل بوٹے سیاہ زمین پر جو
ایک مصالحہ سے جس میں لاکھ ملا رہتا ہو تیار ہوتی ہو بنائے جاتے ہیں
پر نیا واقع ملک بنگال میں ایک قسم کا بدری جست اور تانبے کا مٹا ہو اور
اس پر نقرتی پھول بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ پتیل بلکہ گھنٹے والی
دھات کے ظروف جو مرشد آباد میں بنتے ہیں اور از نام کھاگرنی۔

مشہور ہیں ان کی شہرت صرف مقام مخصوص میں محدود نہیں رہی کیونکہ اس میں چاندی کی مقدار بہت زائد ملی رہتی ہے۔
 جولاہوں کے کرگر بعد کھارون کی چاک ہندوستانی قدیم تہذیب وراثت کی نشانی ہے۔ زمانہ نامعلوم سے کھاریہ آبادی کا جزو مانا جاتا ہے۔ مٹی کے ظروف لے اور ادنیٰ لینے کھانے پینے کے برتنوں سے لیکر بڑے بڑے ظروف علی رکھنے کے تمام دیہات میں بنائے جاتے ہیں علاوہ برین چھوٹی ندیوں میں جب پانی ابل جاتا ہے تو مٹی کے چند ٹکڑوں کو یکجا باندھ کر کشتی کا کام لیتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا حرفہ تمام ہندوستان میں ہے لیکن بہت کم ایسے مقامات ہیں جہاں کے ظروف شہرت کے درجہ پر پہنچے ہوں۔ چینی برتنوں کی طرح کھنگلی ہوتی ہے اور نہ قدیم یونانیوں کی طرح نقش و نگار ہوتا ہے۔ مٹی تو بعض مقاموں میں اچھی ہوتی ہے لیکن بھر بھی وہ مٹی ہی کا برتن ہوتا ہے یعنی جلا وغیرہ دیکر مٹی کے عیب کو دور نہیں کرتے۔

سندھ جنوبی اور پنجاب میں اس پیشہ ظروف سازی نے اعلیٰ درجہ حاصل کی ہے کیونکہ بہت کچھ ہنرمندی دکھلائی جاتی ہے یہ صنعت اور ہنرمندی مسلمانوں کی ایجاد کی ہوئی ہے۔ سندھ کی کھاریہ گرمی دو قسم کی ہے اول نشی اینٹ بلج بنانا دوم خانگی ظروف تیار کرنا۔ ہر دو حالت میں رنگ ایک ہی ہوتا ہے یعنی مختلف قسم کے رنگین۔ چکیلے۔ معمولی نقش و نگار پھول کا ہوتا ہے۔ جس کو معطر تاجہ

خوبصورتی سے رنگ آمیزی کرتے ہیں فرشیں اینٹ جلاہر اسی نمونہ کے
میں جیسے ایران و روم میں بنتے ہیں اور جو قدیم ویران مساجد اور مقابر
مسلمانان میں اب تک پائے جاتے ہیں ہندو کی ہنرمندی اور صنعت اب تک
مقامات - سید پور - بیری - حیدر آباد - کراچی - ٹھٹھہ اور حالہ میں
وساری ہو۔

فرشیں اینٹ اور ظروف گلی لاہور - اور ملتان میں بھی تیار ہوتے
ہیں - مدور کی ظروف سازی بھی قابل ذکر ہے کیونکہ وضع میں خوبصورتی
اور رنگ میں شوخی اور خوبی پائی جاتی ہو۔

سب سے پہلے کی نقاشی اور بت تراشی پل و ریل کو خانقاہوں
میں جگہ تعلق امالیان بودہ سے تھا پائی گئیں - نقاشی میں جو حسن خوبی
و سلیقہ رومیون اور یونانیوں سے اہل ہند نے مستخرج کیا تھا وہ اب تک
عہدہ قسم کی بت تراشی میں پایا جاتا ہو جب بدھنی مذہب کا ہندوستان
میں پھرزور ہونے لگا تو بت تراشی میں نقصان پڑنے لگا - موجودہ ہندو
میں بہ نسبت حسن و خوبصورتی کے مذہبی جزو بہت تسلیم کیا گیا ہو - لیکن پور
اور اگر وہ میں سنگ مرمر اور دوسرے پتھروں پر خوبصورت نقش و نگار بھی میسر
گجرات اور دوسرے شہروں میں جہاں چوبی مکانات تعمیر ہوتے ہیں
ان کے حصہ پیشین عہدہ نقش و نگار سے تیار ہوتے ہیں - آبنوس - صندل -
اور کھیل کی کٹرائیں اپنی عمدگی سے زیادہ کام آتی ہیں - صندل مغربی کھاٹ

واقع ملک کنا اور میسور سے آتا ہو۔ مگر صندل پر عمدہ کام سورتا اور اجمالا بین ہوتا ہو۔ ستر بیویں صدی کے نمونہ نقاشی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹالیاں پیرگال سے سواحل بمبئی میں اس فن کو بہت قوی ترقی دی تھی۔ لیکن ہندوستانی چوبی نقاشی آج کی نہیں ہونے کے زمانہ دراز سے قائم ہو۔ تاہم سنگی نقاشی جو زمانہ بودہ کی عمارتوں میں تھی وہ پلچا طضع اور آرائش چوبی نقاشی کے پہلے کی بات ہوتی ہو۔ ان دنوں چوبی نقاشی علی العموم رائج ہیں انہیں سے بعض قدیم کی سنگ مرمر کی نقاشی یا دوسری سنگین جھنجھیروں کے نمونہ پر مبنی جو نمونے زمانہ دراز کے اب تک بچے ہوئے ملتے ہیں ان سے قدیم نقاشی کا حال معلوم ہوتا ہو اور وہ زبان حال پرانی دستکاریوں کے منظر ہیں۔

چوبی نقاشی سے ملی جلی ایک اور نئی حرفت اور آخر گزشتہ صدی میں یہاں جاری ہوئی جس کو دبئی یا کس (بمبئی کے صندوق کہتے ہیں اس کا ایجاد شیراز واقع ایران سے ہوا اور وہیں سے ہندوستان پہنچا اس میں باشکال مختلف تین کے تار۔ صندل۔ آبنوس۔ ہاتھی دانت اور ہرن کے سینگ کے ٹکڑوں کو یکجا سلسلہ وار خوبصورتی سے باندھتے اور مجتمع کرتے ہیں کہ گل بوڑے اور عمدہ شکلیں بنتی ہیں۔ وزیر کاٹیم واقع مدراس میں اس قسم کی اشیاء ہاتھی دانت اور سینگ کے ٹکڑوں سے بناتے ہیں اور یورپین چربا اوتارے اور مطابقت پانے کیلئے لکھنؤ

جلد دوم حسن منبر

اُبھرے ہوئے بنائے جاتے ہیں۔ مین پوری واقع
شمال و مغرب مین چوبی صندوق مین پتیل کے تار
دوڑائے جاتے ہیں ہاتھی دانت پر نقاشی بہ خصوصیت
امر تشر۔ بنارس۔ مرشد آباد۔ اور ٹراونگور مین ہوتی
ہے جہاں ہر وقت حسب فرمائش پاکلی سے لیکر گنگھی
نک اشیا ریسکتی ہیں۔ مٹی کی مورتیں زندہ کھال کی طرح
خاص کر کرشنگر۔ لکھنؤ۔ اور پونا مین بنتی ہیں۔

النظر فی تاریخ

آجکل یورپ کے بڑے بڑے مصنفون اور مبرون کا قاعدہ ہر کہ جب وہ کسی مضمون پر کتاب لکھتے یا لکچر دینا چاہتے ہیں تو اس پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ گویا قوم اور ملک کے لیے اس سے زیادہ ضروری اور مفید چیز کوئی نہیں ہے۔ ہر ایک مصنف اپنی قوم کو اسی کے طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے مضمون کی ضرورت کو ظاہر کر کے نیکنامی اور شکر یہ کا مستحق بناتا ہے۔ راقم کا مطلب النظر فی التاریخ لکھنے سے یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کے لٹریچر میں مشہور و معروف رسالہ حسن کے ذریعہ سے تاریخ کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

میں اس مضمون میں کسی خاص ملک یا قوم یا براعظم کی تاریخ سے بحث نہ کرونگا خاص بادشاہوں کے کارنامے بیان نہ کرونگا۔ بلکہ نفس تاریخ کے مفہوم سے بحث کر کے تمام دنیا کی تاریخ کو دو حصوں میں بیان کرونگا۔

باوجودیکہ زمانہ حال میں تاریخ کا درجہ علوم و فنون میں ریاضی اور فلسفہ کی درجہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض عالمان میں اس سے برتر۔ لیکن اب تک تاریخ کی ترقی مسدود نہیں

منہ حسن جلد دوم

۱
 ہوئی ہمارے زمانہ میں علم کے تین شعب تاریخ -
 تذکرہ یا ترجمہ (بائیگریفی) اور مساحت اسپین مل جلکر سطر
 یکساں ہو گئے ہیں اور اٹھارویں صدی عیسوی سے مصنفین
 نے ان تینوں کو ملا کر ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچا یا ہے کہ تاریخ
 کو فلسفہ عملی کہنے لگے ہیں۔ طب۔ فلسفہ۔ اور قانون کی طرح
 تاریخ کے بھی بے شمار سلسلے ہیں۔ اور مورخوں کی گروہ کی تاریخ
 دوسرے گروہ کی تاریخ سے اس قدر مختلف ہے کہ جب قدر لٹریچر
 اور ریاضی اسپین متضاد سمجھے جاتے ہیں۔

انگریز۔ فرانسیسی۔ اور عرب۔ مورخوں کے نزدیک
 تاریخ سے قومی زندگی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور سلف کے
 حالات دیکھ کر خلف اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ گذشتہ قوموں کی
 غلطیاں دیکھ کر اپنی غلطیاں درست کر سکتے ہیں۔ انکی خطائیں
 انکو نظر سے بچا سکتے ہیں اور عقلمندی اور حکمت کا سبق قیم
 وحشی اور شایستہ قوموں سے سیکھ سکتے ہیں۔

جرمن کے حکیم کہتے ہیں کہ تاریخ سے ہماری موجودہ
 پولیٹیکل حالت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اور نہ اس سے ہمارے
 اخلاق اور عادات درست ہو سکتے ہیں۔ بلکہ حقیقت وہ
 کے ٹھیک ٹھیک بیان کا نام تاریخ ہے *
 ۲۰

منہد حسن جلد دوم

کے بجائے ہن اور تمام واقعات کو ایک سلسلہ میں سسل کر کے اور انکو ایک سمجھکر اسباب اور نتایج سے بحث کیجاتی ہو اس دانشمند مورخ نے پھر ہر ایک سلسلہ کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ہے لیکن ہیگل کی رائے کو چھوڑ کر یہاں ہم یورپ اور ایشیا کے طریقہ تاریخ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔

آجکل یورپ میں جن طریقہ سے تاریخ لکھنے اور تاریخی واقعات کا ہوج لگانے اور پوشیدہ باتوں کی تحقیق کر کے نہایت قرین قیاس اسباب بعض واقعات کے مقرر کرنے کا دستور ہر وہ بلاشبہ ہمارے ایشیائی تاریخ سے بہت برتر اور اعلیٰ ہو حال کا مورخ جس مصالح اور ماحذ سے اپنی تاریخ کے مطالب کا استخراج کرتا ہے اور جس عالمانہ طریقہ سے اپنی تاریخ کا طرز تحریر مقرر کرتا ہو اور جو باتیں عام آدمیوں اور اچھی نظر سے دیکھنے والوں کو صاف اور بدیہی معلوم ہوتی ہیں انہیں عمیق نظر سے دیکھتا ہے اس سے علمی دنیا میں اسکی قوم کی ترقی یافتہ اور شایستگی کا صاف ثبوت پایا جاتا ہو۔ اس قسم کی تاریخ سے قوم کے خیالات میں تازگی اور جوش قائم رہتا ہو اور تاریخ کے وسیع میدان میں غور و خوض کرینکے لیے ہمیشہ ایک وسیع میدان کھلا رہتا ہے کتب خانوں میں ہمیشہ اصلی اور علمی کتابوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے

جلد دوم حسنِ مبنی

اور اس تاریخی الماری سے علمِ ادب یا لٹریچر کی ترقی کا اندازہ معلوم ہوتا رہتا ہے۔

پہلے زمانہ میں تاریخ لکھنے کا مصالح یہ تھا کہ واقعات کو خود نگہوں سے دیکھ کر یا اوروں سے سنا کر (جو اکثر حالتوں میں غیر معتبر اور بیہودہ شہادت ہوتی تھی) قلمبند کرتے تھے۔ اس لیے اس زمانہ کی محدود ترقی کے مانند مورخ کہتے تھے +

ٹھیک ٹھیک حال معلوم نہیں ہر کہ تاریخ لکھنے کا رواج دنیا میں کس زمانہ میں شروع ہوا ہے لیکن یہ خیال کرتے ہیں کہ چین سب سے پہلا ملک اور چینی سب سے پہلی قوم ہے جن کو تمام جہان میں یہ فخر حاصل ہر کہ انہوں نے واقعات کے قلمبند کرنے کے فن کی تقریب کی ہے +

حضرت عیسیٰ سے تین ہزار سال پیشتر سے شاہنشاہ چین کے حکم کے موافق ایک وزیر کا فرض تھا کہ جو واقعات تمام قلمرو میں واقع ہوں ان کو روزانہ قلمبند کرے اور ماہواری اور سالانہ رپورٹیں تیار کرے + (۲)

(۲) چین دنیا میں سب سے زیادہ پرانی سلطنت سمجھی جاتی ہے اور جو حال اس کا پانچ ہزار سال پیشتر تھا جو اس زمانہ کی سرکاری تاریخوں سے معلوم ہوتا ہو وہی انیسویں صدی کے آخر میں موجود ہے +

منبر حسن جلد دوم

اسکے بعد سب سے زیادہ مشہور ملک مصر ہوا ہے جسے قدیم زمانہ میں تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی ہو لیکن ہلکوا سکی تاریخ کا کچھ نشان نہیں ملتا اور غالباً اس زمانہ میں کوئی مصری مورخ نہیں گزرا۔ مگر موجودہ تحقیقات سے جہاں ذکر یورپ کے طریقہ تاریخ میں کرینگے اس زمانہ کا کچھ حال معلوم ہوا ہے۔

ہندوستان کی شایستگی قریب قریب مصری کے سمجھائی جاتی ہے بلکہ بعض مورخ اسکو مصر سے ہی زیادہ قدیم خیال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی تاریخ لکھنے کا رواج نہیں ہوا اور نہ واقعات کا کوئی معتبر جبرٹل سکتا ہے۔ خیالی راجاؤں اور مہاراجاؤں کی لمبی لمبی فہرستیں موجود ہیں مگر انکا اعتبار رائے اور مہابھارت سے بھی کم کرنا چاہیے۔ اسلئے اس قدیم دنیا کو تاریخی لحاظ سے تاریکی میں سمجھنا چاہیے۔

ہندوستان کی آریہ قوموں کو چھوڑ کر اب ہیکوینی اسرائیل کی سامی قوموں پر نظر ڈالنی چاہیے۔ جہاں زمانہ غالباً حضرت عیسیٰ سے ایک ہزار سال اور انحضرتؐ سے سترہ سو سال پہلے سے شروع ہوتا ہے۔ مذہبی مورخوں کے نزدیک یہودیوں کی کتابیں یعنی عہد حقیق دنیا کی سب سے زیادہ معتبر تاریخیں ہیں۔ لیکن بے لاگ اور سچی مورخوں کے نزدیک انکے معتبر ہونے میں کلام ہے۔ اگرچہ

جلد دوم حسن نمبر

راقم کے نزدیک بائبل کا تمام حصہ کسی طرح پر تاریخی لحاظ سے
 سچ نہیں ہو سکتا لیکن اس میں بھی شک نہیں ہو سکتا کہ ان میں ایسے
 واقعات بھی بیان ہوئے ہیں جن کا وقوع ضرور ہو سکتا ہے *
 اباہل عین اور اہل مصر اور اہل تہذیب پرست، شاہانگی اور نبی لبرل کی اہم
 تہذیب کے یونانی اور رومیوں کی روش اور اعلیٰ درجہ کی شاہانگی شروع ہوئی جس کی حکمت و حیرت
 بت پرستی عجیب طرح سے ملی ہوئی تھی۔ حقیقت تاریخ حکومت کا یہی یونانیوں میں شرف
 ہو اور ان کا فوجی و مام حکمت و فلسفہ سے روشن ہوا۔ آخر میں اگر تاریخی واقعات کے
 سکھنے کا ارادہ کیا۔ نرائن فن۔ (جو ایک عملی حکیم اور بہادر جرنیل
 اور معتبر مورخ تھا لیکن سب سے بڑا فخر شاید یہ تھا کہ اس کو مقدس
 کے شاگرد و رشید ہونے کی عزت حاصل تھی) نے رومن ہزار۔
 یونانیوں کی بازگشت کی تاریخ اس عہد کی اور اصلیت سے لکھی ہے
 کہ اس کو ہیگل کی پہلی قسم کی تاریخ کا نمونہ کہہ سکتے ہیں رومیوں
 بھی غیر الہامی شائستگی میں کچھ کم ترقی نہیں کی یہ نسبت اہل یونان
 کی۔ لیکن اس زمانہ تک تاریخ نے عام علم ادب میں کوئی اصلی اور واقعی
 ترقی نہیں کی۔ حضرت جلدی پیدا ہوئے اور چلے بھی گئے اور
 یورپ کے وحشی قوموں نے سینٹ پال کی کوشش سے دین
 عیسوی قبول بھی کر لیا اور بہت سے مباحثہ کے بعد کئی سو برس
 گزرنے پر سکے تھیلٹ جو فلسفہ افلاطون کا نتیجہ تھا مذہب عیسوی

منبر حسن جلد دوم

اصول دین میں منہ رپا گیا مگر روم کی سلطنت نے دین عیسوی کے ماتحتی میں کوئی بڑی ترقی نہیں کی۔ تاریخین لکھی گئیں مگر اس درجہ گرمی ہوئی۔

سلطنت ایران یعنی پارسیوں کی سلطنت پر جو روم اور قسطنطنیہ کی سلطنت کے ہم پلہ اور معاصر تھی معلوم نہیں تاریخ کھنڈے کے لکھ قلم اڑھایا یا نہیں کہ نہ سکندر کے حملہ سے تمام تحریرات منہ ہسی اور تاریخ کی کو بر باد کر دیا اور یونانی عداوت سے اد کا قدیمی حال معلوم نہیں ہو سکتا۔

لیکن اب دنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم ہو بیٹا تھا اور قاعدہ کے موافق جس طرح صبح صادق کی روشنی سے پہلے تہوڑی دیر سی ہی نمودار ہوتی ہے اسی طرح نبی اسلام کو بعثت سے پہلے دنیا میں ہر قسم کا ظلم۔ تاریکی۔ جہالت۔ عصیان۔ طغیان۔ اور بد اخلاقی جہان میں چھائی تھی۔ جو لوگ۔ قباہت کو غور سے پڑھتے ہیں ان کو یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے کہ تاریخ کا اور دنیا کا زمانہ حال کب سے شروع ہوتا ہے۔

مختلف محاطوں نے مختلف زمانوں کو زمانہ حال کہہ سکتے ہیں۔ طوفان نوح کے بعد کے زمانہ کو زمانہ حال اس حیثیت سے کہہ سکتے ہیں کہ آسمان تمام طبقات ارض پر کوئی ناگہانی آفت نہیں آئی۔ یورپ کے سورج کا لون۔ اور لیونٹس۔ کی اصلاح مذہب سے زمانہ حال لیتے ہیں کیونکہ اس زمانہ سے پوپ کے اختیارات سلب ہو کر ہندو کی زمانہ

جلد دوم حسن منبر

شروع ہوا ہے۔ لیکن مصنف کے نزدیک ۱۲۵۳ء سے صدیوں پہلے یو پ کا بہت کم اثر یورپ کی قوموں پر رہا تھا۔ اسلئے تہذیب شائستگی اور کامل و حدانیت کی تعلیم کیلئے آنحضرت (علیہ و علی آلہ السلام) کے بعثت سے زمانہ حال سمجھنا چاہیئے۔ یہ امر مذہب کی قیایخ میں مفصل بیان ہونا چاہیئے۔

الفرض یہ بات تو مسلم ہے کہ اول اہل عرب نے یونانیوں کے مردہ اور محدود علوم کو زندہ اور وسیع کیا۔ ہلکو تو یہاں صرف تاریخ سے بحث ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ دنیا کی قوموں میں تاریخ کا سب سے زیادہ شوق عرب کو ہوا ہے۔ وہ جہاں کے ہر گوشہ میں جس جگہ اپنی فتوحات پہنچاتے تھے اس شوق کو بھی ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے جس حد تک ادہنوں نے قیایخ میں ترقی کی ہے اسکا بیان آگے کرتے ہیں۔

اس بات کو تسلیم کر کے کہ زمانہ حال کی تاریخ کی ترقی کے مقابلہ میں شاید عرب کو تمام مورخوں کو مورخ کے لقب سے لقب نہیں کر سکتے لیکن اس زمانہ کو لحاظ سے ادہنوں کو اعلیٰ درجہ تک ترقی کی ہے۔

اہل عرب میں تاریخ کا ایک شعبہ (جو ان سے پہلے دنیا میں کسی قوم میں نہیں ہوئی اور نہ اس کے بعد قوموں میں پایا جاتا ہے) روایت کا سلسلہ تھا۔

یعنی جب کہیں وہ کوئی تاریخی واقعہ قلمبند کرنا چاہتے تھے تو اس کے ساتھ

منہ حسن جلد دوم

اپنی اطمینان اور آئندہ مسنون کے اعتبار کے لیے بیان کرنے والے کا نام بھی لکھ دیتے تھے اور صرف بیان کرنیوالے ہی کو نام پر اکتفا کرتے کرتے تو بلکہ یہ بھی کہ اس بیان کرنے والے نے (جسکو انکی اصطلاح میں راوی کہتے تھے) کس سے سنا ہے اور اس سلسلہ استفسار کو یہاں تک بچھپاتے تھے کہ کسی ایسے معتبر اور مقدس نام تک نہتی ہو جس کے کلام میں کسی کو جائے کلام نہ رہے۔

اس طریقہ استفسار میں ہی مولف یا مصنف اس کلام کو اس قدر وقعت دیتا تھا جقدر راوی کی راست بیانی اور دیانت داری پر اعتبار ہو سکے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ علم حدیث (۳) ہی میں محدود تھا۔ نہین بلکہ اسکو معمولی تاریخ میں بھی کام میں لاتے تھے۔

پہراہنوں نے اس تاریخی نتیجہ کیلئے ایک اور علم ایجاد کیا جسکو وہ "رجال" اور اسانید" کہتے تھے۔ اس میں ہر ایک راوی کی شخصی خصلت اور ذاتی تقدس پر اسکی اطلاع یا روایت کا اعتبار ہوتا تھا۔

ایک غیر قوموں نے دوسری قوموں کی تاریخ میں دخل نہ دیا تھا مگر عرب نے نہ صرف اپنی تاریخ لکھنے پر بلکہ یورپ۔ ایشیا۔ آفریقہ۔ تری اور خشکی جہاں انکی رسائی ممکن تھی اس پر تاریخ لکھنے کے لیے قلم اٹایا تھا۔ جس قوم کو انہوں نے فتح اور جس کو فتح نہین کیا جس کی کاجو حال معلوم

(۴) راقم مضمون کے نزدیک علم حدیث ہی ایک قسم کی تاریخ ہے۔

جلد دوم حسن منبر

ہوتا تھا حوالہ قلم کرتے تھے۔

اول وہ جس قوم کی تاریخ لکھنی چاہتے تھے اسکی زبان کو بہت احتیاط سے سیکھتے تھے اور وہاں کو باشندوں کی طرز معاشرت۔ رسوم و آداب زندگی کا مطالعہ کر کے۔ ان کے علما اور پروفیسروں سے دریافت کر کے انکے مذہبی اصول معلوم کرتے تھے۔ شاعروں کے کلام لے۔ افسانہ کی کتابوں سے۔ بوڑھے بوڑھے آدمیوں پرانی پرانی عمارتوں سے اس قوم کا حال معلوم کرتے تھے۔ شہرستانی صاحب ملل و النحل اور حکیم ابوریحان البیرونی کی تاریخ الہند اسی طریقہ سے لکھی گئی ہیں جو بیرونی لکھتا ہے کہ میں ہندوستان کے راجاؤں کی ایک فہرست کا ذکر سنکر غرضی سے قنوج تک آیا مگر ناکام گیا۔

اعلیٰ درجہ کی تاریخوں میں بادشاہوں کے زمانہ سلطنت۔ خانہ جنگیوں۔ بغاوتوں کے علاوہ تاریخی اشخاص کی حوصلت پر مکتہ چینی۔ طرز معاشرت۔ قوم کے علم و فضل کا حال۔ باغات عمارات شایستگی و تہذیب و علم ادب کی ترقی کا بیان مل سکتا ہے۔ علامہ ذہبی کی تاریخ۔ السقری کی تاریخ اندلس ابن خلدون کی تاریخ اور اسکا مقدمہ دیکھنے والا ان واقعات کی تصدیق کر سکتا ہے۔ اہل عرب میں روزنامے یا ترک۔ سفرنامے۔ جغرافیہ بھی۔ بکثرت لکھتے ہیں اور یہی علم تاریخ کی شاخیں ہیں۔ تیمور اور بابر کے ترک (۴) ح شریف اوریسی۔ ناصر خسرو۔ ابن بطوطہ کے سفرنامے۔ ابوالفدا اور راجہ

(۴) سلطان بہمنی حیشیت سے معنیف نے انکو عربوں میں شمار کیا ہے۔

نہد حن جلد دوم

جن رائے دیکھنے والا معلوم کر سکتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کہاں تک ترقی کی ہے۔

اہل عرب کی تصنیفات کو برائے نصف سے دیکھنے کے لیے اس بات کا بیان کرنا بھی ضرور ہے کہ مورخ کو خیال رکھنا چاہیے کہ کس قدر کتابیں لکھیں انبار لگا لگا کر اسپین کے وحشی عیسائیوں نے جلاؤ الین۔ کتنی لاکھ کتابیں جنگی شائد دوسری نقل بھی کہیں نہ ہوئی ہوگی۔ خانہ جنگیوں، خونریزیوں، انقلابات، سلطنت اور سیل تانار نے برباد کیں۔ ہندوستان کے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں، اور پٹانوں کے اہلاروین صدی کی فساد اور بڑے ہمارے اور کس قدر ہمارے پچھلے کس قدر تاریخیں باہل نسلوں کی جہالت اور چھاپہ خانہ کے ہونے کے سبب سے تلف ہوئیں۔ کیڑے کہا گئے اور غرق ہو گئے۔

اہل عرب نے تاریخ اور اسکے مددگار علوم میں جو کارنامے کئے ہیں ان کا بیان چھوڑ کر اب یورپ میں اس علم کی ترقی کی طرف متوجہ ہوسنے ہیں اہلاروین صدی عیسوی کے شروع یعنی اورنگزیب کی وفات سے یورپ میں وہ ترقی ظاہر ہونے لگی جس نے اس کو ایشیا سے برتر اور اعلیٰ درجہ پر قائم کیا ہے اور تقریباً اسی زمانہ سے تاریخ ہی عمدہ طریقہ سے لکھنی شروع ہوئی۔

میں اس مقام پر انگلستان ہی کے مورخوں کو ذکر فرماتا کیونکہ انہیں

بجھکوزیادہ واقفیت ہے *

حال کی تاریخی طرز کا بانی مشہور و معروف مورخ گبن (اڈورڈ)

تھا۔ اٹھارویں صدی کے ربع چہارم میں اسنے شہرت پائی ہے اور اپنی تاریخی نگہنی شروع ہی بنین کی تھی کہ مشہور ہو گیا تھا کہ گبن مسلمان ہو گیا ہے (۵) اسنے ۱۲ جلدونین سلطنت روم کے تنزل و زوال کی تاریخ لکھی۔

یورپ کا کوئی شایستہ ملک نہ جاسمین اس تاریخ کا فوراً ترجمہ ہوا ہے۔ گبن پہلا مورخ تھا جسنے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا ہے یہی بہادر شخص تھا جسنے ۹-۱۲ جلدون میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا مقابلہ ہے۔

گبن کے بعد یورپ کے اکثر مورخوں نے یہی طرز اختیار کر لی اور گبن ہی کے طریقہ تحقیق و تدقیق کو پسند کیا۔ راقم کے نزدیک اگر ہندوستان کے مسلمان قانیخ کے فن میں کچھ کرنا چاہتے ہین تو انکو گبن ہی کا آسان عمدہ اور صاف راستہ اختیار کرنا چاہیے گبن کے بعد سنی الحقیقت نگارین اصلی اور عمدہ مورخ پیدا ہونیلگے۔ سربوینٹن۔ مکالے۔ اور کارلائل سب کے سرتاج ہین۔

لاٹا ڈمکالے جس کی وفات کو تیس برس ہی بنین گزرے انگلستان کے مشہور شارون اور مورخون میں گزرا ہے۔ اسکے۔ مایویو سب سے زیادہ مشہور اور مفید ہین لیکن انین وہ غریب مصنفون کی بہت ہنسی

(۵) بوسول کی "لائف آف جانسن" کا لارڈ مکالے کا مایویو مخطیہ ہے۔

منہ حسن جلد دوم

اڑانا ہوا اور اسی طرز سے اس نے انگلستان کی تاریخ لکھنی شروع کی جو ۶ جلد میں ناتمام رہی۔ اس زبردست اور بہر دل عزیز مصنف کا بڑا عیب یہ تھا کہ وہ اپنی پارٹی (جماعت) یعنی برل کے سوا سب بادشاہوں - وزیروں - اور مصنفوں کا ذکر نہایت حقارت اور تسخر سے کرتا ہے اور عبارت کے زور میں اگر واقعات کی پروا نہیں کرتا۔

مکالی کا سمعہ ایک اور بڑا حکیم اور مورخ ہو رہا ہے جسکی وفات کو آٹھ سال ہوئے ہونگے۔

یہ کلائی ہے۔ اسکا طریقہ تحریر اور فلسفہ جو من والون سے ماخوذ نہا مگر تاریخ لکھنے میں اسنے عجیب و غریب طرز ایجاد کیا ہے جو نہ گبن سے مشابہ ہے نہ مکالیے کے مانند ہے۔ اس تحریر میں صرف دو نحو کے قواعد کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ اسکی سب سے اعلیٰ تصنیف فریڈرک شاہنشاہ پریشیا کی لائف ہے جسکو مکالیے نے بھی لکھا ہے۔

کامر لائی کی تاریخ کا ڈھنگ چونکہ ہندوستان کے باشندوں کی طبائع کے بالکل مختلف ہے اسلئے اسکا بیان چھوڑ کر اب میں یہ بیان کرتا ہوں کہ یورپ میں ہونے والی تاریخ کو کس طرح پر لکھتے ہیں اور ہمارے مصنف اسکو کتنا استعمال کر سکتے ہیں۔

ہم اور بیان کر آئے ہیں کہ اہل عرب تاریخ کو کس طرح سے لکھتے ہیں اب دیکھنا چاہیے کہ اہل یورپ نے اسکو کس قدر دست دی ہے۔

جلد دوم حسن نمبر

یورپ کا مورخ جب تاریخ لکھنے بیٹھا ہے تو وہ اسکے لئے کن چیزوں سے کام لیتا ہے؟

سب سے زیادہ قدیم تاریخین اور واقعات کی فہرستیں ہیں (۶) جو ہمہ مورخوں نے کسی خاص زمانہ کی تاریخ کی بابت لکھی ہیں۔ ان ہمہ مورخوں کا اسپین مقابلہ کیا جاتا ہے اور ان کے مصنفوں کی لائف پر غور کر کے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آیا بعض اسباب سے اسکو واقعات غلط معلوم ہوئے ہیں یا کسی خاص پوٹیکل یا مذہبی فرقہ میں ہوئی ہے مصنف نے اپنی رائے بے لاگ ظاہر کی ہے یا نہیں۔ یہ مختلف تاریخوں کا مقابلہ کر کے سب سے زیادہ قریں قیاس اور غالب رائے قائم کی جاتی ہے۔ نہ صرف تاریخوں بلکہ اس زمانہ کے سرکاری دفتر اور رجسٹر و سرکاری خط و کتابت کو۔ صوبہ ریپوٹوں کو۔ دربار کے اعلان اور احکامات کو۔ عدالت کے فیصلوں اور مذہبی مناظروں کو اگر اس زمانہ میں کسی نے اپنا روزنامہ لکھا ہو تو اسکو تلاش کرتے ہیں اور غور و خوض سے نتیجہ نکالتے ہیں۔

کسی خاص زمانہ۔ آدمی۔ قوم یا شہر کے تاریخ لکھنے کے لئے پرائیویٹ خطوط کو تلاش کرتے ہیں مقامات جنگ کے ملاحظہ کے لئے خود مورخ اس جگہ جا کر ہر ٹرائی کی ٹھیک جگہ متعین کرتا ہے۔ اور نقشہ کھینچ کر اپنے پاس

(۶) جو تاریخین کہ سنوچو موافق لکھی جاتی ہیں مثلاً سندھ اور جلوسی میں یہ واقعات ہوئے ہیں جیسے بلقلا ناسخ الدیخ تاریخ خانی خان لکھ مصنف فہرستیں کہتا ہے برعلاقہ پنج فرشتہ اور ابن خلدون کے

مبشر حسن جلد دوم

دکھتا ہے۔ قوم کی تہذیب طرز معاشرت اور اخلاقی حالت کا صحیح صحیح اندازہ کر سیکے لیئے اس زمانہ کی تصانیف علمی۔ قصہ کہانی اور افسانہ کی کتابوں کا ناؤل۔ لکچر۔ تقریریں۔ سیاحوں کے سفر نامے نظر سے نکال تے ہیں۔

لیکن جن قوموں کے حالات ان تمام وسائل سے ہی معلوم ہوسکیں اور ان کے زمانہ سے ان کے حالات بالکل تاریکی میں ہوں تو ان کا اس قوم کی زبان۔ رنگ خط و خال۔ عادات و اطوار و مذہبی افسانوں کا مقابلہ اور قوموں سے کر کے اور کوئی مشابہت دریافت کر کے کہو ج لگاتے ہیں موجودہ عمارتوں کو دیکھ کر انکی عمارت کی شہادت سے انکی بانیوں کی تہذیب انتظام سلطنت۔ اور عظمت کا قیاس کرتے ہیں۔

جو طریقہ کہ ہم نے تاریخ لکھنے اور واقعات کو استنباط کرنے کے بیان کے لئے اپنیاں یا ویسی ہے وسائل سے لاکھ لکھتے ہیں کیونکہ تاریخ کسی خاص قوم یا ملک یا عرض کی سوانح عمری ہوتی ہے لائف کسی خاص شخص کی سوانح عمری کا نام ہے۔

انیسویں صدی میں تاریخ نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اب ان چیزوں کی تاریخ ہی لکھی گئی ہے جو صرف ذہنی اور خیالی ہیں اور جو ہم محسوس کر کے نہیں دیکھا سکتے سینے جو عرض ہیں۔ فی الحقیقت یہ تاریخ اور یہی تاریخ اس تمام پہلی تاریخ کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور یہی آخر الذکر تاریخ ان تمام مشیائے تاریخ کا جو پہلی لکھی گئی ہیں نیچے۔ گویا تمام

دینا نے اب سے پہلے یہ شمار تاریخین اسی غرض سے لکھی تھیں کہ وہ اس نئی قسم کی تاریخ کا انیسویں صدی میں مصالح ہیں۔

یہ تاریخیں جیسے تہذیب کی تاریخ - علم ادب کی تاریخ - شاعری کی تاریخ - فلسفہ اور حکمت کی تاریخ - یورپ کی دماغی اور عقلی ترقی کی تاریخ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ اب پرانی تاریخ اور نئی تاریخ میں وہی فرق پیدا ہونے والا ہے۔ جیسا کہ چھوٹے اور ریل گاڑی میں۔ جیسا کہ حال کے جنگی جہاز اور جہاز کی باوی کشیوں میں۔ جیسا کہ قدیمی تلوار اور حال کے آلات حرب میں جیسا کہ قدیم بت پرستی اور تثلیث اور توحید میں۔ اب میں گویا اس مضمون یعنی النظر فی التاریخ کے دیباچہ کو لکھتا چاہوں اور اصل مضمون کو جسکا اشارہ میں اسی مضمون میں کروں گا میں یا کوئی زیادہ لائق آدمی امید ہے کہ اسی زمانہ میں پورا کرے گا لیکن اس مضمون کو تباہی پہلے میں قوم کے خیر خواہوں کی خدمت میں اس مسئلہ حسن کے ذریعہ سے ایک عرض کرتا ہوں اور اس امر کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس قسم کی زندہ اور عملی تاریخ کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے ہماری زبان اور قوم کو کس قدر فائدہ ہو سکتا ہے۔

اسین شک نہیں ہے کہ ہماری (ہندوستانیوں کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً) قومی زبان اردو ہی ہے اور ملک کی زبان ہونگی جو کچھ طاقت اس زبان میں موجود ہو وہ ہندوستان کی کسی اور زبان میں

منبر حسن جلد دوم

ہنہیں لیکن اس زبان میں اس قسم کی کتابیں نہیں ہیں جسے اس قسم کے خیالات کی تقریب ہوتی ہے جو یورپین لٹریچر کے پڑھنے والے پر کہل جاتے ہیں ایسے قومی خیر خواہوں کا سب سے اعلیٰ اور انتہائی کا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ نسلوں کے لیے ایک آسان اور عمدہ راستہ بنا کر دیں اور جو لوگ انگلش لٹریچر سے فیضیاب نہیں ہو سکتے ان کے واسطے اپنے لٹریچر کے درجہ کو اعلیٰ درجہ پر پہنچائیں لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ ہمارے کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور کس قسم لٹریچر موجود ہے۔ جو لٹریچر موجود ہے وہ نظم ہے جو تمام دنیا کے بدترین لٹریچر میں سے ہے اور جس سے قوم کی مروانہ اور آزاد خصلت بنائیکی نسبت قوم کو دیو بنائیکی زیادہ امید رکھنی چاہیے۔ اگر ہمارے اردو لٹریچر کی تمام کتابیں جمع کی جائیں تو انہیں سے (۵۰) فیصدی ہی ناشدنی نظم ہوگی! ان سے کیا فائدہ ہے اور ان کے معدوم ہونے سے کیا نقصان ہے۔ شاید اس کا جواب مدو جز اسلام کے اس شعر سے ہر نہ ہو سکے کہ ۵

”چو کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے کہیں گلے خس کم جہاں پاک سارے“

اب پہلے سوال پر غور کرنا چاہیے کہ اگر موجودہ لٹریچر کافی نہیں ہے تو کس قسم کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ضرورت ہر لٹریچر سے مراد ریاضی۔ فلسفہ۔ طب۔ سائنس اور ہیئت نہیں ہے اور نہ یہاں اس سے بحث ہے بلکہ علم ادب ہے۔ میں منبر

جلد دوم حسن نمبر

دلائل بیان کئے اپنی ناچیز رائے ظاہر کرتا ہوں کہ ہم کو نہ ڈراما کی ضرورت نہ ناول کی۔ تقے اور افسانے ہکو بد نام کر سیکے گئے پہلے ہی سے موجود ہیں۔ اسلئے اگر ضرورت ہے تو زبان میں زور صفا فی اور روانی پیدا کرنے کے لئے مہٹری۔ اور بایو گرافی (تاریخ و تذکرہ) کی ضرورت ہے یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ اسکی دلیل خود دعویٰ میں موجود ہے اسلئے اس امر کو فرض کر کے کہ قوم نے لائق اور نصحت دینے والے آدمیوں کی سوانح عمری اور اثر ڈالنے والی خیالات کو پاک کرنیوالی۔ ولیرانہ خصلت پیدا کرنیوالی تاریخ (جس میں حقیقتاً لائف بھی شامل ہے) کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں اپنے مضمون کا مقصد پیش کرتا ہوں۔

تمام دنیا کی مختلف اور اصلی تاریخیں دیکھنے سے انسان کے دل پر جو اثر پیدا ہوتا ہے اسکیو تاریخ کا نتیجہ کہنا چاہیئے اسلئے جب تمام قوموں ملکوں باشندوں کی مجموعی ترقی اور تنزل دیکھتے ہیں۔ شخصی اور جمہوری نزاعیں۔ بادشاہوں کی آپس میں ٹرائیاں خانہ جنگیاں۔ خون ریزیاں۔ بغاوتیں مشاہدہ کرتے ہیں اور یکساں اسباب سے یکساں نتائج کے پیدا ہونے پر غور کیا جاتا ہے تو مؤثر ملکی۔ مذہبی۔ مدنی۔ اور اخلاقی۔ انقلابات پر نظر کرتے ہیں کہی اسی فرانسسیسی قوم کو اپنے بادشاہ اور ملکہ کو گنڈا سے سواڑاتے

ہوے اور کبھی اسی فرانسیسی قوم کو ایک سپاہی نپولین کی۔
 شخصی حکومت میں قوموں کو کچلنے کیلئے ہتھیار تیز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں
 ممدود اور براہیم کے مناظرے۔ مرومن کیتھلک اور پراٹسٹنٹ
 کی خونریزیان۔ لبرل اور کنسرویٹو کے فسادات سب کے سب میں
 ایک ایسی مشابہت پائی جاتی ہے کہ یہ خیال خود بخود ولین پیدا
 ہوتا ہے کہ تاریخ کیا ہے اور اسکا کیا مقصد ہے *۔

مصنف کے نزدیک تمام دنیا کی تاریخ اور انقلابات اصل
 دو لفظوں کے مفہوم ہیں۔ تمام فسادات کسی نہ کسی طرح انہیں دو
 لفظوں کے اسباب تھے اور ہر تاریخی واقعہ انہیں لفظوں کا نتیجہ ہے
 وہ لفظ کیا ہیں (۱) مذہب اور (۲) آزادی۔

واعظوں کے دعوے۔ حکما کے خیالات۔ سائنس والوں کی تحقیقات
 مدبران سلطنت کی رائیں۔ بادشاہوں کے حملے۔ تاجروں اور مصنفین
 کی کوششیں یا تو آزادی۔ اور مذہب کی تائید کے لئے ہیں یا انکی
 مخالفت کے لئے۔ اگر یہ نہیں تو وہ کچھ نہیں ہیں۔

انسان کو مذہب سے کیا تعلق ہے۔ مذہب انسان کے دل
 کو مقناطیس کے کشش کے مانند کھینچتا ہے۔ فطرت
 انسانی لوہا ہے اور مذہب کشش مقناطیسی ہے۔

مادہ کے لئے جس طرح پرشش ثقل ضروری ہے ایسا ہی انسان کے

لئے ازادی ہے اگر کشش ثقل کو مادہ سے نکال سکتے ہیں تو ازادی کو انسان سے جدا کر سکتے ہیں اسلئے ازادی انسانی مرضی کے لئے وہی شے ہے جو ثقل مادہ کے لئے ہے۔

فریمن کا قول ہے کہ مذہب کا صحیح خیال اول بنی سام (یعنی عرب و یہود) میں پیدا ہوا اور ازادی کو آریہ قوموں نے ٹھیک سمجھا لیکن ہم اس خیال کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ مذہب (توحید باری) کسی خاص نسل میں اور ازادی کسی خاص قوم میں محدود ہوئے ہیں جو اصول ہم نے مقرر کئے ہیں انکے موافق مذہب ازادی ہر فرد انسان کی روح اور مرضی کے لئے لازمی ہیں۔ اسلئے بعض مقامی اسباب ہیں جیسے قوم کی خاص صفات ملک کی حالت آب و ہوا۔ امید و خوف اور دیگر بیرونی اثر جن سے مذہب اور ازادی معدوم نہیں ہو سکتے بلکہ انکی شکل بدلتی ہے۔

[اگر مذہب اور ازادی کی تاریخ لکھی جائے تو انیسویں (۱۹) صدی کی دماغی ترقی میں بہت بڑی مدد ملے گی۔]

غلام الثقلین

روزنامہ سفر کوہ نیلگری

دیباچہ

میری طبیعت کچھ عرصہ سے بیمار تھی بفقہ ڈاکٹر لاری کے معالجہ سے صحت تو ہو گئی مگر ضعف باقی تھا اس اثنا میں موسم گرما نے اور زیادہ طبیعت کو مضطرب کر دیا آخر کار ڈاکٹر لاری کے صلاح اور مشورہ کے بعد میں نے مناسب خیال کیا کہ باقی موسم تابستان کو نیلگری کے تھنڈی تھنڈی ہوا میں گزاروں چنانچہ مین نو^(۹) مین رمضان^(۱۰) سالہ ہجری کو روانہ ہوا اور ۱۳ سوال مسئلہ کو واپس آیا۔

چونکہ زمانہ حال میں اکثر ہمارے ملک کے نوجوان تسلیم یافتہ امرا اور افسر ایام گرانیلگری اور ہمالیشور و عینہ مقامات میں بسر کرتے ہیں نیز بران نیلگری اور میسور بنگلور سرنگپٹن کے سفر میں بہت سے ایسے چہرے بھی دیکھی گئی ہیں جنکے اس ملک میں جاری کرنے سے اہل ملک کو فائدہ ہوگا لہذا میں نے اپنے سفر کاروزنامہ نچہ نفع عام کے غرض سے رسالہ جن میں چھاپ دیا اور ان واقعات اور معاملات کو بھی درج کر دیا جو تاریخی عجائبات یا سوسند ہیں والسلام

نیلگری

۹۔ رمضان المبارک ۱۳۸۶ء یوم جمعہ

مین شب کے دس بجے حیدر آباد کے اسٹیشن پر چو پنچا پٹ فارم پر نواب محبوب یار جنگ بہادر نواب عاود نواز جنگ بہادر مولوی عبدالکریم صاحب ناظم ٹیپ خانہ راجہ سر نیواس راؤ مولوی علی حسن صاحب مولوی اقبال علی صاحب مسٹر رگھوناتھ پرشاد میر یاقوت علی خان وغیرہ بہت سے مسفران سیرکار موجود تھے قریب ساڑھے گیارہ کے ہماری ریل روانہ ہوئی اس ریل کی روانگی میں کسی قدر توقف کی وجہ یہ تھی کہ حضور پر نور کے محلات علی سے چند حرم محترم و رطل ٹرین پر رونق بخش بلکہ ہوسے متواضع عامہ میں اونکے اوتارینکے لئے دس منٹ تک ریل کو توقف کرنا پڑا جس سیلون میں مین سوار تھا اوس رزر و سیلون کو خود مین نے تیار کروایا تھا اس میں ہر قسم کے آرام کی چیزیں موجود ہیں میرے ہمراہی مین میر یوسف علی صاحب حکیم اور مولوی غلام رسول صاحب اور میر کاظم علی صاحب اور چند خدمت گار تھے مگر ہم اپنا کمرے واسطے علیحدہ رزر و فرسٹ کلاس موجود تھی شب آرام سے کٹی صبح کے سات بجے واٹری تنکشن پر پہنچے یہاں مولوی عبدالقادر صاحب مددگار صوبہ و اجنبی موجود تھے۔ چوٹی حاضری ہوئی کشن راونا ب جاگرات چوٹے بیگ صاحبہ بھی یہاں تک ہمراہ رہے۔ نو بجے مدراس سیل مٹری پہنچے ہمارا سیلون نظام اسٹیشن ریلوے سے کہول کے مدراس سیل کے قطار میں لگا دیا گیا ریل روانہ ہوئی اور (۱۱) بجے

دریا سے کرشنا پر پونجی جیسے ایک مستحکم پل بنا ہوا ہے اور یہ پل آدھا جی ای
پتی ریلوے کے علاقہ میں اور آدھا مدراس ریلوے کے علاقہ میں ہے چنانچہ
پل نصف سرخ اور نصف سفید رنگ کا علامت کے لئے رکھا گیا ہے دونوں
علاقوں کی تمیز ہو جاتی ہے۔

یہ دریا نہایت گہرا ہے اور اسوقت حالانکہ عین موسم تابستان ہے
لیکن اس میں پانی کا سیلاب موجود ہے مگر منوڑاس دریا سے ہمارے
سرکار کو کوئی نفع نہیں پہنچتا اور نہ سرکار نے اس طرف توجہ کی ہے
سیری و انت میں کلا جوتڑہ اور بعض دوسرے ایسے مقامات ہیں جہاں
آسانی سے کم خرچ میں ہتھ باندھ سکتے ہیں جس سے آب پاشی بخوبی ہوگی
اور نفع کثیر سرکار کو ملیگا۔ مجھے کوئی چار پانچ سال کے بعد اوہرائیکا اتفاق
ہوا ہے حال میں بسبب قیام فوج کٹمنٹ۔ جو راجپور سے بن میل کے
فاصلہ پر ہے ایک اسٹیشن بنا ہے جسکا نام کٹمنٹ اسٹیشن رکھا گیا ہے
اس اسٹیشن سے گذر کر ساڑھے گیارہ بجے ہم راجپور پہنچے۔ راجپور
پہنچتے ہی پولس نے سلامی دی اور غلام امر اللہ شاہ صاحب اول تعلقہ
اور شمشو میان صاحب ہتھم کو توالی اور عبدالعلی صاحب منہرم سیوم تعلقہ
اور امین راجپور وغیرہ اسٹیشن پر موجود تھے۔

برکات مستیارتھا اور تعلقہ صاحب نے بھی اپنے باورچی خانہ سے باذائقہ
طعام پینر چنوا دیا بعد اکل و شرب ایک بجے۔ سب سے مین خفست ہوا

اور ہماری ریل چلی۔ راستہ میں دو اسٹیشن کے بعد دریا سے تنگ
بھدرا (مبدر) ملا اس دریا کا بڑا پاٹ ہے اور اس سے اراضی قریب جوا
کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا ہے ہمارے سردکار میں اسکے کئے نالے دیہات
کی آبپاشی کرتے ہیں موضع بحال تعلقہ گرگرہ ضلع راجپوت اسکے کنارہ پر بہتا
شاداب نظر آیا اس دریا کا پل بھی خوب مستحکم ہے۔ اسکے بعد راہ میں
قلعہ ادھونی نظر پڑا جو دور سے بہت مضبوط دیکھا گئی دیتا ہے لیکن دیران
ہے اسٹیشن پر بہت سی شطرنجیان طرح طرح کے رنگین اوسی ہی
قصبہ کے بنے ہوئے دست فروش لگے ہوئے بہت ارزان قیمت
سے مسافروں کے ہاتھ فروخت کر رہے تھے۔

چار بجے دن کے گندل جنگش پر پہنچی اور بیان ہمارا ہونے
چا رہا اگر می نہایت شدت سے تھی اس جنگش سے۔ یہی حد اس
بلارے۔ ندیاں کے ریلین جدا ہوتے ہیں آدھ گھنٹہ ہماری ریل بیان
ٹھہری اس کے ایک دو اسٹیشن بعد پنا نندی ملتی ہے اگرچہ اس پر ایک
قدیم پل موجود ہے جس پر اب ریل گذرتی ہے لیکن بیان ایک اور
جدید پل تیار ہو رہا ہے بلکہ قریب ربع کے تیار بھی ہو چکا ہے جدید پل کا
کام نہایت استوار ہے اور یہ پل سایہ دار بنایا گیا ہے۔ یہ نندی ٹری
چوڑی ہے مگر عمق میں اس قدر نہیں ہے۔ اس سے اطراف واکان فک
دیہات کو پانی ملتا ہے +

قریب شام کے ایک اوندی ملی جو تنگ بہدر اسی کم نہیں ہے لیکن
خشک تہی جسکا نام چٹرتی ہے۔

اسپروہی اوسی قسم کا ایک جدید پل بن رہا ہے۔

دھرم رمضان سنہ ۱۳۸۷ء یوم شنبہ

شام کے سات بجے تاڑپتری پھونچنے اسکے دو اسٹیشن پہلے گشتی کا قلعہ بنی دیکھا
گیا یہ قلعہ بہت بڑا ہے غالباً کسی زمانہ میں نہایت کارآمد ہوگا۔ اسی قلعہ میں
منظفر خان نواب مغزول کرنل قید تھے۔ تاڑپتری میں ڈنر ہوا کہانا نہایت
خراب تھا پنوزنگم جو ہم سے پہلے بطور مسر منزل نیگری کو جا چکے تھے یہاں ہی
برف کا بندوبست کر چکے تھے ورنہ نہایت تکلیف ہوتی۔

دس بجے شب کے کڑپہ پھونچنے پہنچا چکے۔ ہم اہلیان اپنی رزرو فرسٹ
کلاس میں چلے گئے مین تین بجے رات کے سو گیا۔

ابھی ہم سوئے ہی بنین پائے تھے کہ کارڈ نے جگا دینے لہری دیکھی تو
پورے سارے چار بجے تھے اور اسٹیشن ارکو نم نہا شب کی بدخوابی گرمی
اور ریل کے ہرج سے کوئی تین بجے تو سو سکتے تھے اسوقت کا جاگنا بہت
ہی برا معلوم ہوا اگرچہ اسٹیشن ماسٹروارڈی نے ہم سے کہا تھا کہ یہ ڈبہ مٹا
پالم تک نہیں بدلیگا لیکن وہ غلط تھا اور ڈبہ بدلتا پڑا بہر حال اوترے یہ اسٹیشن
بہت بڑا ہے فٹ کلاس جنٹلمین کے اوترنیکے لیے بالافانہ نہایت وسیع
بنا ہوا ہے جس میں زنانے اور مردانے الگ بڈرومز (خواب گاہ) ہیں۔ یہاں

منبر حسن جلد دوم

تین ساعت قیام کرنا پڑتا ہے اگرچہ مدراس سے میل ٹرین گیارہ بجے آتی ہے لیکن گوڈس ٹرین مین رزر وڈنسٹ کلاس ڈبہ اور سیلون سہل کرایا گیا یہاں پر گھاسٹھ کیا گیا نا اچھا تھا جب ہم اسی... ماتہ موہنے دھونکے لیے لاخانہ پر گئے ایک ہاف کاسٹ عورت جو یہاں کی گھبیاں بھی مزاحم ہوئے اور کہہ کہ بیڈروم صرف یورپین کے واسطے ہیں نیٹو اور تہنیں کہتے لیکن جب اسٹیشن ماسٹر نے سنا تو معذرت کی۔ فی اسم آٹھ آٹھ چارج تین ساعت کے لیے کرایہ تیار آرام کی جا سے ہے اور ہوا دار ہو۔ علاؤ کرایہ مقررہ کے باوجود یہ اور انعام دیا گیا پنورنگم کے انتظام سے یہاں برف ۸۰ پونڈ بنگلور سے آیا ہوا موجود تھا بعد پرک فاسٹ کی ریل روانہ ہوئی مدراس کے فٹ کلاس ڈبہ بہت خراب حالت میں ہیں۔ مین نے وہاں کے چند انگریزوں کے زبانی سنا کہ وہ نظام ریلوے کے تعریف کرتے تھے۔ واقعی نظام ریلوے میں کئے درجہ اس سے زیادہ آرام ہے راجپور سے گزرنے کے بعد اس مقام تک بالکل مرٹھو ڈرامی کے اختراع کا نقشہ تھا زمین آب و ہوا پیداوار سب اسی قسم کی ہے۔ دو سب کے بلار پیٹ چھوٹے یہ بڑا جنکشن ہے یہاں خاص ہمارے حکم سے ٹھن تیار تھا لکھا نا اچھا تھا۔ پورے تین کو چھپا دیا نہ ہوئے۔ یہاں سے بالکل طریقہ زمین آب و ہوا بدل گیا اس نواح کی سہ زمین بعینہ ہمارے وہاں کے منگنا نہ کے سی ہے۔ یہ قطعہ نہایت شاداب ہے اور آب پاشی

جلد دوم حسن نمبر

بیان کثرت سے ہوتی ہے ندی نالے اور باولین کے پانی سے
باغات ہوتے ہیں۔ تمام جنگل سبزہ زار بن جاتا تھا ارکاٹ ویلور وغیرہ
بڑے بڑے شہراہ میں لے اور نہایت آباد حالت میں پائے گئے۔

یازد سہم رمضان ۱۲۸۶ء کو مکیشنبہ

میوہ بافراط اسٹیشنوں پر ملتا تھا دن رات کے آٹھ بجے سلیم میں کہا یا راہ
بارش ہی ہوئی۔ سخت گرمی تھی۔ پسینہ میں شرابور ہو رہے تھے اب
بیان ہم کو بنجر افتادہ اراضی نظر آئے واڑی سے سلیم تک کوئی سووہر
زمین ہی نہیں ملی بیان سیکڑوں کو س زمین بنجرتھی۔ جلا ریٹ سے
چڑھائی شروع ہوئی۔ گیارہ بجے کو سمتو پونجی اسی ضلع میں نیلگری ونام
ہے۔ اس اسٹیشن پر اعظم علیخان فرخ نگری سے ملاقات ہوئی کہ وہ ہی
نیلگری حسب الطلب نواب وقار الامراہادرجا رہے تھے۔ رات ہی گرمی
کی شدت نہی صبح ساڑھے پانچ بجے مشاپالم پونچے اب ریل کا سفر ختم
سیلو بلدہ کو واپس کیا گیا۔

نواب خورشید جاہ بہادر میل ٹرین میں آئیوالے تھے۔ مشاپالم میں برک
فست کہا یا دن کے آٹھ بجے چٹھ ٹانگہ کرایہ کے اول سے موجود تھے
پونے نو بجے ہم سوار ہوئے اور نیلگری کے طرف چلے پانچ میل کے
بعد چڑھائی شروع ہوئی۔ بیان قدرتی پنہس اور موز کے درخت کثرت
سے جنگل میں بہرے تھے اور سپاری نایل لونگ و غم کے باغات

بہت تھے۔

پھاڑ کی چڑھائی کنارہ کنارہ چکر سے نکالی گئی ہے ۳۲ میل چڑھائی ہے عجیب لطف کی جائے ہے کئی کو س تک کی زمین زیر نظر رہتی ہے چونکہ چڑھائی زیادہ ہے ایسے ٹپہ کے ہر یا بوتین کو سب بدلتے ہیں۔ کو نوز تک یا بو خراب ملتے ہیں لیکن من بعد یا بو اچھے ملتے ہیں پانی پہاڑوں سے بکثرت جاری ہے سیوہ جات کے درخت قدرتی طور پر جنگل اور پہاڑوں میں لگے ہوئے ہیں۔ نصف پہاڑ کے چڑھائی کے بعد سردی شروع ہوتی اور کو نور سے خوب سردی ہوتی ہے کو نور نیلگری مقام سے گیارہ میل ہے یہاں ٹفن کہا یا یہاں کافی کثرت سے ہوتی ہے کو نور سے آگے سردی زیادہ ہے اس میں کافی بہن اچھی ہوتی یہاں ریڈ اور بلوگم کے درخت اور چائے پی بہت ہوتی ہے ان کا رائد چیز و کھا سفضل ذکر شدہ ہو گا کو نور سے میں پلنگن گاڑی میں روانہ ہو میں ایک جوڑی جوتی ہوئی تھی ڈھائی بجے بڑن فوٹ کو پوسچے جو میرا خریدنا ہوا بنگلہ ہے۔ بنگلہ سطح زمین سے آٹھ ہزار ایک سو فٹ بلند ہے اور احاطہ کے اندر کا قلعہ کو آٹھ ہزار نو سو فٹ بلند ہے یہ پہلا ہی وقت ہے کہ میں نے اپنے ننخند بنگلہ کو دیکھا یہاں سے حیدر آباد کو خطوط اور بعد حمام و تبدیل لباس کے ٹیلگرام روانہ ہوئے۔

پانچ بجے گہی میں سوار ہو کر ہوا خوری کو پہلے تالاب پر گیا جکا دو چھ میل کا

اور جہان کشیتو نکلا کلب ہے نواب وقار الامرا بہادر سے ملاقات ہوئی اور کو
صاحبزادے اور افسر جنگ بہادر کے فرزند و عینہ سہراہ تھے چھ بجے
تک وہاں ٹھہرا بعد بازار کے طرف سے ہوتے ہوئے شام کو مکان
واپس آیا۔ (۱۲۱)

دوازدہم رمضان ۱۲۱۰ء یوم دوشنبہ
صبح کو مین بسواری اسپ ہوا خوری کو گیارہ مین ڈاکٹر یوسف علی
اور غلام رسول و عینہ جو گورنمنٹ گارڈن دیکھنے گئے تھے ملے اور
میرے ہمراہ اوکس اور بیڈم پائل کی شاپ کو آئے۔

تجی وارٹی مین نواب خورشید جاہ بہادر ملے جو گورنر صاحب کی ملاقات
کو جا رہے تھے اور اوسی روز بعد ملاقات نواب وقار الامرا بہادر واپس
مٹا پالم چلے گئے۔ دو بجے برک فاسٹ پر ہم نواب وقار الامرا بہادر کے
مکان پر گئے وہ اسٹاک ہال پر اوترے مین مکان بہت تنگ و چھوٹا
پانچ بجے سے پچھرا برخلیظ آسمان پر آیا بجلی چمکی اور خوب بادل گرے
کسی قدر ترشح ہی ہوا۔ جب ابرسٹ گیا پانچ بجے بعد ہم پولو گروونڈ کو
گئے اقبال الدولہ بہادر ٹیم اور نیگلری ٹیم کا بیچ (شرط) تھا۔ اقبال الدولہ
ٹیم نے آئندہ گول بنایا اور نیگلری ٹیم بنگ رٹا۔ سر چارلس ریتھنٹ
اور لارڈ کوئیٹرا ابی بسواری اسپ آئے تھے ساڑھے چھ بجے بعد مکان
واپس آئے +

منشہ حسن جلد دوم

(۱۲) سینہ و ہم رمضان منشد آیہ شنبہ

آج میں اپنے خلاف معمول قریب بارہ بجے کو بیدار ہوا واقعی کل کی کسالت باقی
 تھی ایک بجے برک فاسٹ کھایا بعد کھانا کھانے کے برن فٹ (نام مکان) کو حاطہ کا
 لگایا آج کسی قدر ترشح ہوا بلکہ اسی کا سلسلہ شب کے دس بجے تک رہا چا
 کے بعد سیر ہو اور خوری کو گیا۔ چرن کر اس ہوٹل۔ سلک ہوٹل کو بھی دیکھا۔
 یہاں چابی گئی۔ آج گورنمنٹ ہوز سے جواب ملا کہ پچھلے روز بارہ بجے گورنر
 صاحب ملاقات فرمائیگے۔ میں ساڑھے چھ بجے ہوا خورچی واپس آیا۔ آج
 سنی بہ نسبت دوایم گذشتہ گر کسی قدر مزید تھی۔ اس مقام پر ہر شنبہ کو بازار
 ہوتا ہے آج بازار کا دن تھا ہفتہ بہر کا سامان و ترکاری اسی روز خرید لی جاتی ہے
 خاص پہاڑی اور جنگلی آدمی بھی آجکے روز خریدی اشیاء کا محتاج کو دیکھتا ہے میں نے
 اٹھ بجے کو ڈنر کیا۔ آج تین پہر کو یہاں گھوڑ دوڑ تھی۔ لیکن میں نہ جاسکا۔ چونکہ
 یہاں نیگری میں بہت سے مفید و نفع بخش چیزیں کاشت اور ساخت ہوتی ہیں
 اور ممکن ہے کہ ایسے چیزوں کا رواج ہمارے ملک میں ہو اور اس سے اہل ملک کو
 فائدہ پہنچے لہذا میرا ارادہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی تکمیل تحقیق و تدقیق کر کے شہر
 کروں۔

چنانچہ اس وقت تک جو تحقیقات میں نے سنگڑ ناکی کی ہے شرح وار ذیل میں
 درج کرتا ہوں +

سرکاری باغات سنکو

سنگری پہاڑ پر تین مقاموں میں گورنمنٹ کرسنکو نا اسٹیٹ میں لگندہ ندو اٹم۔
اور تھارا۔ ہر اسٹیٹ کا اتھام ایک سپرنڈنٹ کرسنکو جو اپنی اسٹیٹ میں رہتا ہے۔
لیکن انتظامی کارروائی کل اسٹیٹوں کے ایک شخص واحد کو زیر انتظام چھوڑنا ناظم باغات
سنکو نا چوگا گاہ و مزروعات سرکاری کتہ میں۔ اسکا مستقر لگندہ اور گورنمنٹ کرسنکو
مالگندہ کی ماتحت اور اوسے متعلق ہے۔ ہر اسٹیٹ میں ایک یا ایک سے زیادہ باغ ہے۔

ندو اٹم میں۔ ڈلی سن۔ کل گریٹن۔ اور پیسک۔ باغ ہیں چکارا میں وڈ۔ اور بھوکی
دو دبا میں چوڑی چوڑی باغات ہیں جو اوسے نام سے مشہور ہیں۔

جس مقام پر دو دبا و اٹم ہے وہ سرکاری باغ کے عقب میں ایک عمیق جگہ چھوٹا سٹر
سیک آؤر ستونی اور ڈاکٹر ملک مارن فرسپنڈ کیا تھا اور مشر کلنٹن اس کے ہم جو ہندوستان
میں سنکو نا کراہی مہانی میں منظوری ہوئی تھی۔ یہ مقام سطح آب سے ۶۵۰۰ فٹ سے لیکر
۸۰۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ موسم ۶۰۔۷۰ درجہ پر رہتا ہے۔ ایام ڈسمبر جنوری۔ اور فروری

میں اکثر سخت پالا پڑتا ہے اور جو درخت اراضی کاشتیب میں ہیں انکو بہت نقصان پہونچتا ہے یہ
مقاہت خوشنامہ سنکو نا کرسنکو جو مختلف حیثیتوں سے پہاڑوں اور دایوں میں کئی قسم کی
سبز لباس میں لباس لہر لہر ہے دیکھتا ہے میں عجیب شکی مان پیدا کرتی ہیں اور یہ حالت عموماً
بہم کو دت ہوتی ہے جگہ قباب کی کرن پہونچتی ہے یہ سیر قابل دید ہے۔ دو وائیلین نمنا، ۶۴۳۰۸۸

درخت میں چنن غالب ندو اٹمی سنالسن شہم کی ہے +

منہ حصہ دوم

باغ ندوٹم گوداپور گھاٹ پر جس مقام کو سٹرا کریم نو پسند کیا تھا۔ اس کا نشیبی حصہ کوہ گوداپور اور ویتا کوہ زیرین حصہ تک پہنچتا چلا گیا ہے۔ اس کا ارتفاع ۵ ہزار ۶ سوس ۶ ہزار فٹ تک سطح آب سے اور موسم کی ابتدائی دانتہائی درجہ ۴۵ اور ۸۰ ہے اور سطح بارش ۱۰۵ انچ ہے۔ اس ٹیٹ کوہ درختوں کی تعداد ۸۶۲۳۰۴ ہے جن میں خاص کر سکیڑا اور سگنی فو لیا قسم کے زیادہ ہیں لیکن اشنان کے درخت بھی بہت بچیں اسکے سوا اور اقسام کے سنکوں یا پی لگائے جا رہے ہیں۔

پیکارا نخلستان دوڑا اور ہو کر کربانات دریا پیکارا کے دونوں جانب ہیں دریا پیکارا مشہور آب راسی راضی میں واقع ہے یہ دریا بہت ننگ ہو کر اس نخلستان کے دریاں بہا کر اور دونوں جانب سے آب روکھائی دیتا ہے یہاں دوں کلیندی سطح آب سے پانچ ہزار فٹ سے لیکر چھ ہزار دو سو فٹ تک ہے۔ تخمینہ کیا جاتا ہے کہ کل نخلستان کا قریب ایک ہزار سات سو اناسی ہے کچھ زیادہ ایکڑ راضی ہے اس میں سے غالب رجب میں زراعت ہوتی ہے۔

کل درختوں کی تعداد مجموعی ۱۹۳۸۲۶۸ ہے اور تقسیم حسب ذیل لگی ہے

۴۳۳۸۸۷	دوڑا
۴۵۸۶۲۳	ندوٹم
۵۹۹۷۰۶	ہوکر
۲۳۶۰۵۲	دوڑ
۱۹۳۸۲۶۸	

کل خرچ نام اسٹیٹ کا شروع زمانہ سوائیک ۱۹۰۰ء ۲۲ روپیہ ہوئے اور اگر اس میں ساڑھے چار فیصدی سود ملا لیا جائے تو مجموعی خرچ ۲۹۳۴۰۳۷ روپیہ ہوتا ہے۔ مجموعی آمدنی جو بذریعہ فروخت پوست تخم اور درختوں کے حاصل ہوئے ۲۲۳۲۵۰۱۰ روپیہ ہے۔ یہ خالص نفع بہدشہائی اخراجات ۳۹۹۴۶۴۲ روپیہ کا کوٹمنٹ کوہوا۔

قطع نظر اودن ہمیش قیمت باغون کے جو سرکار کے قبضہ میں موجود ہیں۔
 از روئے تخمینہ ان اسٹیٹوٹین سے ایک لاکھ رنل چہال روانہ ہوئی اور کل کے کل
 حال میں بذریعہ ہراج اسی ملک میں فروخت ہوئی۔ دوسرے کے کلین جنگ نامہ دس
 ان ملگریہ اور ٹرانس (م) ندو اٹم میں اسفرض سے قائم لگیں ہیں کہ سنگو نامی چہال میں کر کر
 فیری فیوج لینڈ وکادافع نجاریا میں اور جب ہمہ وجہ اوٹیکند میں پہونچ کر تیار کیا جاتی
 ہیں تو مدراس کے ذخیرہ ادویہ میں بھیج دیا جاتی ہے اور وہاں سے بذریعہ مختلف دوا خانوں کو
 عام طور سے تقسیم ہوتی ہے۔ شروع زمانہ سے مسٹر ولیم گراہم لیک آئور اپوز زمانہ انتقال یعنی ۱۸۶۶ء
 تک کل خلیستان کے اعلیٰ منظم رہے یہ شخص ہندوستان کو کل مشہور باغبانوں میں
 جو یورپ سے اس وقت تک طلب کم کر گئے تھے تیار ہوئے اور انہی کے مستقل محنت
 اور پائدار کوشش اور غیر ذوال مشقت کا نتیجہ تھا کہ سنگو نامی ایسی عمدہ کامیابی ہوئی
 ۱۸۵۶ء سے ۱۸۵۸ء تک کشتہ نریلگری کے ماتحتی میں انتظام خلیستان سنگو نامی
 ۱۸۵۳ء تک فارسٹ ڈپارٹمنٹ (سرٹیفکات) کی نگرانی رہی۔

چونکہ یہ بہت بڑی جوابدہی اور ذمہ داری کا کام تھا اور ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو
 پوری طور پر اپنا کل خیال اسی جانب متوجہ کرے اور اس قسم کے کاموں سے پوری لگائی اور کامل توجہ
 رکھتا ہو اس لئے مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ٹری آف اسٹیٹ فارمائیڈاڈ وزیر مہنچ لکھا کہ ایک
 ایسے شخص کو جس میں فن کا اہر ہو ضرورت ہے چنانچہ وزیر مہنچ فرسٹرم - ۱ سے لاسن پر مشیر
 علم نباتات تعینہ یونیورسٹی آف مسکو کو ان خلیستان کو انتظام دیکھانی غیر کیلیمو نامہ کر کے بھیجا
 تاکہ نباتات اور باغبانی کے متعلق علوم و فنون میں سنگو نامی کی حیدرہ اور اہل کچھ ہوئے

غور طلب مسائل آسانی سے حل ہون ایک کیمیائی شخص کی یہی بہت ضرورت تھی اسلئے ہم
گوڈرنٹ (ایک سنگٹنگ انا لیسٹ) (محل مرکب) کو منتخب کیا تاکہ کوئٹو لو جیسٹ کا کام اچر
دو مہینے پہلے شروع شدہ مین قیام ہو کر ٹوٹ گیا پھر پھر شدہ م سے دوبارہ
قیام ہوا علاوہ انصرام دینے اپنے فرائض اور استمال بیش قیمت تجربون کو جو ذرا اعتدالت
سنگونہ سے متعلق ہیں (مثلاً سنگونہ کے چہال کی کیمیائی ترکیب پر روشنی اور سایہ کا
کیا اثر ہے۔ چہال پر پہنچنے کی کیا اثر ہے عرصہ دراز کی چہالوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ سنگونہ کی
دوختوں میں مختلف قسم کی کہا دسے کیا حاصل ہے۔ بے ریشہ اجڑا کا چہال میں
ہونا۔ دوخت سنگونہ میں چوسنے کی مقدار وغیرہ وغیرہ) اب یہ آخر یعنی گوڈرنٹ
کوئٹو لو جیسٹ ہر قسم نرید علمی تحقیقات اور تحلیل و ترکیب کیمیائی کی بہت متوجہ ہوا ہے
یہ تحقیقات خاصا کراچی بنائی کی ہے جو ملک میں بطور داکے مستعمل ہیں اور تقاضا
اس تحقیقات کی یہ ہے کہ اُن ادویہ بنانا تکی کے موثر فتون اور اجڑا کو زیادہ وقت
سے بیان کرے مثلاً جمنیا۔ بیلوسنٹر۔ سلاخفیس۔ ستر۔ وغیرہ وغیرہ۔

گذشتہ سال میں چند دلچسپ تجربے گوڈرنٹ کوئٹو لو جیسٹ سنے دو دبا باغ میں
کئے تھے جو نتائج اور سس مستخرج ہو گئے بلکہ طحولات کلام کے قلم انداز کیا گیا یہاں تک
توصیف پلگری کے سنگونہ کی کیفیت پر بیان سے عام سنگونہ کی تاریخی کیفیت
درج کئے جاتی ہے جس سے عموماً سنگونہ کا مکمل حال معلوم ہوگا۔

سنکونا کی مفصل تاریخ

واقع ہو کہ سنکونے کی ابتدا جنوبی امریکہ سے ہوئی ہے اور وہیں سے بہت جگہ پھیلا ہے۔ تاریخ پیردین جوزف وی میو بیان کرتا ہے کہ تئہ میں ایک جیسیوٹ جو ملا کوئٹس میں بخار سے مبتلا ہوا ملک پیر کے ایک درخت کی چہال سے اچھا ہو گیا۔ تئہ میں کوئٹس اناٹ سنکون۔ لیامین جہان وہ اپنے شوہر واسک کے ساتھ گئی تئہ میں بخار اور جاڑے میں مبتلا ہو گئیں۔ ڈان جوان لوپنڈی کئی ریز کوئٹس کے سولج جواڈی ویکا کے پاس کوٹن کوئٹس درخت کی چہال کا سفوف ایک بلندی میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ چوتھائی (بخار چہار روزہ) کیلئے یہ دو امجرب ہے۔ چنانچہ اس دو اکا استعمال کیا گیا اور کوئٹس جنگی عمر ۶۲ سال کی تھی بالکل اچھی ہو گئیں۔ تئہ میں کوئٹس جب اپنے شوہر کے ساتھ اسپین واپس آئیں تو اس دو کو بھی ہمراہ لائیں اسلئے اسکو کوئٹس بارک (چہال) اور کوئٹس پوڈر (سفوف) کہتے ہیں اور نالیس نے عرصہ دراز کے بعد غار کوئٹس کل اقسام کے دوتون کو جس کوئٹس پیدا ہوتی ہے سنکونا نام رکھا۔ فرقہ جیسیوٹ فریڈرک نے ایام دورہ سفارت مذہبی میں اس دو کی بہت اشاعت کی اور انکے اس سرسری عیب مضحکہ انگیز نتیجہ پیدا ہوا کہ عرصہ دراز تک اسکی استعمال کی مخالفت فرقہ پروٹسٹنٹ نے کی اور یوں سمجھتے رہے کہ اسکا استعمال گناہ عظیم ہے۔ تئہ میں لوئی چہال

منہ حسن جلد دوم

نے انگریز ڈاکٹر سر رابرٹ ٹالبٹ سے کوئٹاؤن بنانے کا مخفی طریقہ دو ہزار نقد اور معقول وظیفہ اور خطاب دے کر کے خرید لیا۔ اس عظیم الشان بادشاہ کے وقت میں کوئٹاؤن شراب میں ملا کر بیکہا ناگہانیکے پیتے تھے۔

انگریزوں نے ہندوستان لٹکا۔ برہما میں اور ڈچوں نے جاوا میں مختلف قسم کی سنگونا کلیا بی سے باغوں میں لگاتے۔ ہندوستان میں مقامات ندی و ٹم۔ پیکارا۔ کلہٹی۔ انگنڈ۔ پینے نیلگاری اور بیٹے خاگی باغات میں بنیروینا۔ ابابا بو دین۔ بلیگسری۔ رنگم ہیاڑی سنا لگا۔ دارجلنگ۔ دہرہ دون۔ اور سکم میں۔ گورنمنٹ انڈیا کو رنے ہی تخم اور بیاض فروخت کر کے اپنے ملک میں اشاعت دی۔ برہما میں قریب ٹونگہو۔ اور تہان ٹونگہی میں لگائے گئے۔ اس طرح خاصیت ہیاڑی پر سنگونا کے عمدہ قسمیں یہ ہیں بولیویا نہ۔ کلیسیا۔ کنڈا مینا۔ کوروی فولیا۔ لینسی فولیا۔ لیوکما فولیا۔ میگنی فولیا۔ میکرا تہا۔ ٹیڈا۔ ابلا تکی فولیا اتھی سنالس۔ اوٹا۔ پھو دیا نا۔ پیرو دیا نا۔ پرپوریا۔ سکی رُبرا۔ اسکو ویکو لانا۔

تجارت کی رو سے سنگونا کے مفید ذیل اقسام زیادہ قیمتی پائی گئیں۔ اتھی سنالس۔ سکی رُبرا۔ پٹا مینس۔ ٹیڈا۔ کلیسیا۔

سنگونا کلیسیا کی اول خبر کی چال سے جو جنوبی امریکہ میں ملتا ہے کوئٹاؤن بدرجہ اوسطہ ۳ فیصدی ملتی ہے۔ اور جو سی فیانا قسم کے

درخت سے صرف ۲۳ فیصدی۔ ایک قسم کے سنگونا سے جو جاوا میں
اُون گھون سے پیدا ہوتا ہے جسکو مسٹر لیجر نے ہیجا ہیر ۱۰ فیصدی کوئٹا میں
پیدا ہوتی ہے مگر جاوا اور لنکامین ^(۱۳) فیصدی کوئٹا میں نکلتی ہے۔ اور لیجر مانہ
پو وہون سے جونیگری میں پیدا ہوتے ہیں ۱۱ فیصدی کوئٹا میں ہوتی ہے۔
درخت کے چھال کھانے پہگو نے۔ اور پھراو پر سے چھینے سے کوئٹا میں
زیادہ نکلتی ہے۔ شاید تک جو مقدار کوئٹا کی ہندوستان میں آتی و
چالیس ہزار پونڈ کی دس ہزار رطل تھی۔

مداس میں حسب ذیل موازنہ آمد و خرچ کا کیا گیا ہے

سنہ	خرچ	آمد	منافع
۱۸۷۷	۱۱۸۷۴۲	۱۱۸۹۶	۲۱۸
۱۸۷۸	۱۳۴۲۲۸	۳۷۱۰۷۱	۱۳۶۸۴۳
۱۸۷۹	۱۴۴۱۷۹	۴۳۰۹۰۸	۲۸۶۷۲۹
۱۸۸۰	۱۵۶۷۰۸	۴۸۹۷۳۱	۳۳۳۰۲۳

کوئٹا واقع لنکا سے جون ۱۸۷۹ء سے جون ۱۸۸۰ء تک ۶۰۰۲۳۳ رطل
کوئٹا اور ۹۵۹۰۳۰ رطل تمام دوسرے مقامات جنوبی امریکہ سے لندن
یہ بھی گئی۔ ہندوستان اور لنکا سے ۱۱۷۲۰۶۰ رطل روانہ ہوئی۔ جاوا
سے اسٹیم ہارٹم میں ۷۰۰۸۸ رطل پہونچی۔ جمیکا سے ۲۱۴۴۰ رطل

منبر حسن جلد دوم

روانہ ہوئی۔

سپتمبر ۱۹۵۲ء میں مدراس کے سرکاری باغ میں جو چہال فروخت ہوئی اسکی قیمت بمقابلہ ۱۱ جنوری کے حسب ذیل وصول ہوئی۔

چہال کی قسم	وزن پلندہ بمقابلہ پتل	۱۱ جنوری قیمت	۴- ستمبر قیمت
تربلائی	۱۰۸ - ۱۰۴	۳۴۵ - ۳۴۳	۳۶۰ - ۳۵۳
اصلی (اندرونی) ...	۱۰۶ - ۱۰۲	۲۴۳	۲۶۷ - ۲۴۵
شاخ	۱۱۱ - ۱۰۴	۱۰۵	۶۰
اصلی سرخ	۱۰۲	۱۲۰ - ۱۱۱	۱۲۶ - ۱۲۱
نرکی ہوئی سرخ چہال	۱۰۰	۱۵۱ - ۱۴۷	۱۸۲ - ۱۵۸
ایفٹ	۱۰۲	ندارد	۱۷۲ - ۱۷۰
شاخ سرخ	۱۰۲	۷۳	۷۳
ایفٹ	۱۰۲	۸۱ ۱/۴	۸۰

۱۹۵۱ء میں لٹکا کے تقریباً تمام اضلاع میں سڑکوں کے کنارے کنارے یا قبوہ کے درختوں میں یا جہان قبوہ کے درخت تھے اور مر جہا کے سنگوں کے درخت لگائے گئے ہیں اور اضلاع میں توکل رقبہ اراضی میں قریب قریب درخت لگائے گئے سنگوں یا قبوہ کے درختوں میں قطار و قطار لگائے گئے ہیں

یتسی نیتوتا منلاع واقع جانب مغرب میں سنکونا کے درخت پانسوٹ
 سطح سمندر سے بلندی پر لگائے گئے ہیں اور کلترا میں جو کلیسیا سے جنوب
 جانب تقریباً ۳۰ میل پر ہے قریب قریب سطح سمندر کے برابر ہیں
 شٹا کے شروع میں سنکونا کی تعداد فرگسن کے تخمینہ سے ۵ کروڑ
 سے (۱۰) کروڑ تک تھی۔ انہیں سے سکی ڈبرائتم کا نصف سے زائد ہے۔
 بقیہ میں آفی سنالس کلیسیا۔ سعاد اور اقسام شٹا۔ لیجریا نہ۔ پیسی سن
 پن لنگا سے سنکونا کی چھال جو گذشتہ گیارہ برس میں روانہ ہوئی اس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ اول مرتبہ ۲۸۔ اولس قیمتی پچاس روپیہ کی شٹا
 میں گئی اور ترقی ہوتے ہوئے گیارہ لاکھ اکٹھ ہزار نو سو نو اسی رطل
 قیمتی بارہ لاکھ روپے شٹا میں روانہ ہوئی۔

سنکونا کی چھال میں مفصلہ ذیل خاص اجزا ہوتے ہیں۔ کوٹنا۔ سنکونا۔
 اراسینا۔ کوٹنیڈیا۔ چنچونیڈیا۔ کوٹنگ۔ ٹینگ۔ کوی نوو کلاسیڈ۔
 سنکونا سرخ۔ دغیرہ۔ ادویہ کی شکلون میں کوٹنائن۔ چنچونی ڈائن۔
 کوٹنی ڈائن۔ چنکونائین پودے کی چھال سے مثل دار چینی کے کوٹنائن
 بہت عمدہ نکلتی ہے۔ سکم میں جو چھال نکلتی ہے اس سے ایک دوا دافع
 فیری فیوج نامی تیار ہوتی ہے دوا بالکل مثل کوٹنائن کے موثر ہوتی ہے اور
 بہت ارزان اور آسانی سے بنتی تھی۔ تخمینہ اخراجات فی اولس
 (ادھی چٹانک) ۹۷ ہے۔

نہج حسن جلد دوم

نیلگری پہاڑ میں تقریباً ہر قسم کے درخت سکونا لگائے گئے ہیں
 مگر اقسام ذیل کو ترجیح دی گئی ہے۔ سکی رہبر۔ آفی سنالس۔ پیپی
 سنس قسم لین نیولاٹا۔ مین لگا یا گیا۔ نیلگری پہاڑ پر سب سے عمدہ
 قسم کے سکونا سکی رہبر اور آفی سنالس ہیں جو باغون میں لگائے
 جا سکتے ہیں۔ ۳۱۔ اوج سٹڈ کو ۴۷ ۱۸ سیکرا تھا۔ ۴۴ پٹانہس ۹۹۱۳
 ہائی برڈ و عینہ اور مینجملہ ۱۲۰ کے ۸ کار تھا جانا اور مینجملہ ۱۵ کے ۵ سنائی
 اقسام کے درخت ہائے سکونا آخری سال میں لگائے گئے۔
 حساب پوست وخت اور روٹنگی از حسابی ۸۲-۸۱

۸۲-۸۱	۸۱-۸۰	۸۰-۷۹	۷۹-۷۸	۷۸-۷۷	۷۷-۷۶	باقات نیلگری
۲۳۲۰۵۲	۲۳۲۲۴۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۴۳۲۰	۱۳۸۸۰۸	۱۰۳۳۴۱	وزن پوست در ظل
۲۳۲۲۶۷	۲۳۵۵۲۷	۱۷۳۵۳۹	۱۰۵۱۰۱	۱۲۶۶۳۲	۸۸۷۰۰۸	روٹنگی کا بارش وخت
"	"	۲۰۰۰	۳۵۱۱	۴۳۳۰	"	روٹنگی کا بارش وخت
"	"	"	۱۰۰	"	"	ملکت
۱۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۱۵۰۰	۱۰۰۰	۹۵۲	بیبی
۱۰۲۷۸	۵۰۹۶	۲۰	"	"	"	روٹنگی کا بارش وخت
۲۳۲۷۵۲	۲۳۲۲۴۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۴۳۲۰	۱۳۸۸۰۸	۱۰۳۳۴۱	مبہ ان

حساب خرچ - پیداوار اور آمد گری باغات سنگونا واقع
ہندوستان از حسابی سال ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۲ء

۱۱۲۲۹۲	۹۶۱۰۵	۷۹۷۲۷	۷۳۴۸۸۲	۶۹۷۷۱	۵۹۶۳۰	کل خرچ
۲۴۲۰۵۲	۲۳۳۲۳۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۴۳۲۰	۱۳۶۸۰۸	۱۰۳۳۴۱	وزن پرست و طبل
نامعلوم	جی	سے	۹	۱۳	۱۰	نرخ فی رطل بوقت خرید
۲۰۶۰۰۰	۲۱۹۶۳	۲۷۹۷۹	۳۴۲۷۲	۱۰۵۹۷۴	۱۰۵۹۷۴	آمدنی باغ پرست و طبل
۲۴۸۴۴	۲۶۲۰۰	۲۱۵۵۲	۲۰۵۶۴	۱۷۴۷۹	۴۴۴۴۳	مختلف آمدنی مقامی
۲۴۸۴۴	۲۴۲۲۰۰	۲۴۳۸۱۵	۲۰۰۵۵۳	۲۵۸۷۵۱	۱۱۰۴۵۷	میزان

۱۹۸۱ء میں دارجلنگ کے کارخانہ سنگونا میں ۸۶۰۰ رطل فبرری فیوج اور -
۳۴۸۵۹۰ رطل پوست نکلا۔

اس سال آمدنی ۸۰۴۹۰ روپے کی ہوئی کہ سرمایہ پر ۸ فیصدی منافع تقسیم ہوا علاوہ
اوس فائدہ کو جو گورنمنٹ کو کوئٹا میں کر جگہ پر فبرری فیوج ہسپتالوں میں استعمال
کرنے سے ہوا۔ ڈاکٹر کنگ کے تخمینہ سے اس فائدہ کی مقدار اس سال میں
ساڑھے چار لاکھ ہوئی۔ یعنی جس قدر سرمایہ باغات پر خرچ کیا گیا اوس کا نصف
یون حاصل ہو گیا۔

گورنمنٹ نے مقابلہ کے خیال سے ٹھون کی تقسیم مفت کر دی اور ۱۹۸۱ء میں

۱۷۱۱ پونڈ تخم مفت تقسیم ہوا۔

اس سے ۸۴۷۷ ایکڑ زمین پر کاشت ہوئی اور ۱۸۷۸ء کے خاتمہ پر ۶۷۳۵۰ درخت پائیداری کے ساتھ ہے۔ باشندگان ہندوستان پر سٹرکٹریس مارکیم کا بڑا احسان ہے جنہوں نے انکے ملک میں سنکونا کا درخت پہنچایا جو منجملہ اعلیٰ درجہ کی نعمتوں کے ہے وہ جنوبی امریکہ جاکر سکونت پذیر ہوئے اور ۱۸۶۲ء میں اپنا سفر نامہ از ہندوستان تا پیر و اشاعت کیا۔ جبکہ سنکونا کے تخم اور پودوں کے نگران شتہ ۸۸ تک سنکونا کی ہندوستان میں عام شہرت اور عام مقبولیت ہو گئی۔

سکم میں کلیہ سنکونا مختلف الاقسام ہوتا ہے جنکی حد اقسام تہی اور پھول پر شخصہ نہیں بلکہ چہال کے کیماوسی۔ تراکیب پر۔ بعض اقسام سنکونا واقع سکم میں تقریباً نصفی خالص کوٹنائن ہوتی ہے حالانکہ دوسرے اقسام میں بہت کم کوٹنائن ہوتی ہے۔ لیکن بیرونی طور سے کوئی بہت بڑا امتیازی فرق نہیں ہے۔ اور جن درختوں کے پھول اور پتیاں سوکھنے سے فرق نہ تبلا سکیں انکے چہال کی کیماوسی طریقہ میں بڑا فرق پایا گیا۔ جاوا میں ڈچوں نے کلیہ کا ایک ایسا تخم لگایا ہے جسکا کوئی نمونہ جنوبی امریکہ سے نہیں آیا۔ اسکی چہال جس سے کوٹنائن نکلتی ہے نہایت عمدہ ہے۔ بعض ڈچوں کے بھیجے ہوئے نمونوں کو جب بذریعہ ترکیب تحلیل آزمائش ہوئی تو تعجب انگیز نتیجہ ۱۳ کوٹنائن کا پیدا ہوا

یہ درخت ان تخمون سے ہوئے جنکو ڈچ گورنمنٹ نے مسٹر لیجر سے اور انہوں نے ایک ہفتہ کا سٹ سے خریدنا تھا۔ یہ معلوم ہوا کہ اس نے کہاں پایا تھا کیونکہ وہ بہت جلد قتل کر ڈالا گیا۔ اور اس کے بولیو یا کا وہ مقام جہاں سے وہ تخم چنے گئے تھے آج تک معلوم نہوا۔ مسٹر لیجر کے تخمون سے ۶۳۰۰ درخت پیدا ہوئے اور اب تو اور بی ترقی ہو گئی ہے یہ کل درخت شکل و صورت میں یکساں ہیں۔ ۲۵ فٹ بلند ۶ فٹ دور ۱۲ انچ کا تنہ ہے۔

انکی ٹہنیاں لمبی ہوتی ہیں اور یکمقدار چھوٹے ٹکڑے وہ رو اور نوکدار سرے ہوتے ہیں۔ شاخیں قطار در قطار مسلسل رہتی ہیں۔ سنکونا کے درخت آب و ہوا وغیرہ کی موافقت سے بہت بڑے ہو سکتے ہیں۔ اور جنگل کے سب سے خوشنما درخت ہوتے ہیں۔ پتیاں سترا چمکیلی۔ اور رشوخ سبز رنگ کی ہوتی ہیں۔ قمر مزی رنگ کی رنگین نمایاں رہتی ہیں اور گچھ کے گچھ لال لال پھول نہایت خوبصورتی سے آویزاں رہتی ہیں۔ اور قرب جو انکی خوشبو سے مملو کرتے ہیں ڈاکٹر جوڈل نے ۱۹ قسم کے سنکونا بیان کئے ہیں۔

جنوبی امریکہ کے واقف کاروں نے سنکونا کو ازروسے رنگ پوست تقسیم کیا مثلاً زرد۔ سرخ۔ نارنجی۔ سفید۔ وغیرہ وغیرہ۔ زرد میں اقسام ذیل درجہ اول کے ہیں کلیسیا۔ لین سیفولیا۔ کنڈامیا

منہ حسن جلد دوم

میکراقتبا۔ پیپ سنس۔ سنج۔ نارنجی اور بھویرے کم قیمت ہیں۔ اور
 یہ سلسلہ از روی کثرت و قلت شور کو نشان کے ہے جو بجائے پوست
 کے و داین استعمال ہوتی ہے ایک ہزار لیجر یا نہ درخت ہائے سنگونا
 پانور و سپے کو آتے ہیں اور اس قسم کے تخم کی قیمت فی اونس۔
 (آدھی چٹانک) ۲۲۶ پونڈ یعنی ۳۳۹ روپیہ ہوتی ہے۔ یہ تخم
 اعلیٰ درجہ کے درختوں کے ہیں۔ عمدہ ہی ان کے مناسب ہے۔ پوست
 اچھی طرح جانچ لیا گیا ہے اور جادو میں اسکا اشتہار دیا ہوا ہے۔
 کے فصل مدراس میں ۲۵۰۲ رطل بمقابلہ ۱۸۳۹۸ رطل سال سابقہ
 کے ہوئی ۲۳۴۳۱ رطل لندن کی بازاروں میں بیچ دی گئی اور ۵۰۹۶
 رطل مدراس کی ایک دوکان میں اور ۲۰۰ رطل بمبئی کے ٹیکل ڈپارٹمنٹ
 میں۔ صرف ۸۴۳۹ پونڈ ذخیرہ میں بچ رہے۔

سنگونا کلیہ پاپیر کے پھاڑا نڈیر پر نیو گرانڈا۔ اور بیو یا میں ۵ ہزار
 سے ۶ ہزار فیٹ تک سطح سمندر سے بلند ہی پر ہوتا ہے اور ہم فٹ تک
 بلند جاتا ہے اس قسم کے درختوں سے زرد چہال اور بعض اوقات
 گردن بارک یعنی سب سے عمدہ چہال پیدا ہوتی ہے جس سے اعلیٰ
 درجہ کی کوٹنائن نکلتی ہے اسکے سوا سنگونی ڈاین ہی ہوتی ہے
 مگر شور چیزیں کم پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے سب اقسام سے ایک ہی
 قسم کی چہال بنیں پیدا ہوتی۔ سکی رہا سے زیادہ مشکل سے یہ قسم

جلد دوم حسنِ منبر

ہوتی ہے اور آسانی سے پھلتی ہی نہیں ہے۔
سنائی قسم کا سنکونا نیوگرانڈا کے انڈیز پہاڑ یعنی سنہرار فیٹ بلندی
تک ہوتا ہے جس میں کولمبیا کی اسی نہایت عمدہ چہال ہوتی ہے۔
سنکونا کارڈی فولیا۔ اوسے پہاڑ کے ۶ ہزار سے ۸ ہزار فیٹ
بلندی پر ہوتا ہے اور نہایت عمدہ چہال دیتا ہے۔ یہ سخت ہوتا ہے اور
عجالت سے بڑھتا ہے۔

سنکونا بکر لیا نا۔ اس قسم کے درخت سے چند عمدہ نیا بچ استخراج
ہوئے مگر جب تک اب تک غور سے آزمائش نہیں ہوئے۔ سنکونا لین سیفولیا۔
ڈاکٹر وڈل اسکو از قسم آفی سنالس قرار دیتے ہیں یہ ایسے مقام پر
ہوتا ہے جہاں کا سالانہ موسم مثل روسیہ کے برابر بلکہ سردی اور گرمی
اوسے سے بھی کم ہو۔ اس میں تجارت کے قابل پوست پٹایا ہوتا ہے
سنکونا میکرا انتہا۔ بولیویا اور پیرو کے پہاڑ کارڈیلیرس پر ۶ فیٹ
بلند تک ہوتا ہے جس سے ہوا ٹوکو۔ اور بیوری چہال پیدا ہوتی ہے۔
سنکونا نیٹڈا۔ پیرو اور ایکویڈور (ملک خط استوا) کے پہاڑوں پر ۵۰
فیٹ بلند ہوتا ہے اور مثل میکرا انتہا کے اسکی چہال ہوتی ہے۔

سنکونا آفی سنالس۔ یہ قسم کنڈامینیا کی ہے۔ نیوگرانڈا اور پیرو کے
پہاڑ انڈیز پر چھ ہزار فیٹ سے لیکر سنہرار فیٹ بلندی تک ہوتا ہے
اور پیرو میں اور لکسیا قسم کی چہال نکلتی ہے بمقابلہ اور اقسام کے

نہش حسن جلد دوم

اسمین کو سٹائن اور سنکو ناڈاؤن عمدہ نکلتی ہے۔ اسکو زیادہ تری سفر ہے
انڈیر پھاٹون کے آب و ہوا جزائر کناری کے موافق ہے۔

سنکو ناڈاؤن سٹائن۔ اسکی قسم آفری سٹائن کی ہے ۶۰ فٹ تک
بلند ہوتا ہے اور پٹا یا چہال نکلتی ہے بلاسی ہندوستان میں اس سے
بعض اوقات خلافت تجربہ ۱۱ فیصدی تک نکلتا ہے۔ اور ۶ فیصدی
کو سٹائن۔ بقیہ حصہ کو سٹائی ڈاؤن اور سنکو ناڈاؤن۔ یہ قسم چہال کے لئے
اپنے جنگلون میں بالکل کاٹ ڈالا جاتا ہے۔

سنکو ناڈاؤن کی روبر۔ یہ درخت پیر اور مالک واقع خط استوا کے
درمیانے کو سٹائی ڈاؤن میں ہوتا ہے۔ سرخ پیر وین چہال نکلتی
ہے اور کو سٹائن اور سنکو ناڈاؤن عمدہ پیدا ہوتی ہے۔

اسکی بلندی ۴۰ فٹ کی ہوتی ہے۔ یہ قسم ہے جو کوہ بنگال میں کثرت سے
ہوتی ہے اور ثابت ہوا ہے کہ سکم کے کل اقسام ٹیپہ جس نہایت
منتخب ہے۔ اس قسم کے درختوں کی چہال نہایت قیمتی ہوتی ہے۔
۴ فیصدی تک نکلتا ہے۔ میس کیلیا میں تجربہ سے معلوم ہوا کہ اسکی برا
کی جب چہال چیلڈ الی جاتی ہے تو نیچے کے نئی چہال میں کیڑے
لگ جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کے مادہ درخت کے تنہ میں اٹھ کر کھنے
کیلئے سوراخ کرتے ہیں۔ اس سے نقصان بہت ہوتا ہے نہ صرف
تنہ کو بلکہ ٹری میں بھی سوراخ کرتے ہیں۔

سکوناما کی کاشت اور ساخت کے بہت سے رپورٹیں اور کتابیں
 زبان انگریزی میں موجود ہیں ہنوز ملکی لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی جو
 میرے دانشت میں اگر اہل ہند اسکی کاشت اور ساخت کریں تو بہت
 ہندوستانیوں کے زیادہ فائدہ حاصل کریں گے بشرطیکہ پہلے اس فن کو
 علماً اور عملیہ کیہیں اگرچہ سکوناما کے کاشت کے واسطے بلند پہاڑی زمین
 زیادہ استعمال کی جاتی ہے مگر بعض ملکوں میں سکوناما کی کاشت اوس
 تمام اراضی پہی جو سطح سمندر سے پانچ سو فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہوتی
 ہے اگر ہمارے ملک میں ہی سکوناما کی کاشت کا امتحان کیا جاوے
 تو خوب ہوگا عجب نہیں کہ چند گھنٹی کے پہاڑ کے نواح میں اگر سکونامے
 کی کاشت ہوگا مینابی ہو اس قسم کے مفید عام اور فائدہ رسا
 امور میں اگر سہ کار کے طرف سے مدد کا استعار کیا جاوے تو
 غالباً بہت سے لوگ اس کا امتحان کریں گے اگر ایسے کوئی منفعت اشیا
 کے کاشت اور سکوناما کے ساخت میں کامیابی ہوگی تو بہت کچھ
 رعایا اور سہ کار کو بہ واسطہ اور بلا واسطہ فائدہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ
 حسن بن عبدالقادر نواز جنگ بہادر چند درخت استھانا اپنے باغ واقع
 سنیر آباد میں لگائے ہیں جو اسوقت تک عمدہ حالت میں موجود ہیں۔
 اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس ملک کی آب و ہوا سکوناما کے درخت

داسٹے کچھ مفر نہیں ہے۔
 یہ ایک مختصر بیان ہے جسکو میں لکھ دیا ہے شاید یقین بڑے رپورٹ
 اور انگریزی کتابوں میں اسکا مفصل حال ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

محمد رفیع

قسطینہ

قسطینہ دارالسلطنت ترکی کا دریا ہے باز فرس پر قدرتی خوبصورتی کے
 نام تاج تحفۃ السینہ قسطینہ مطبوعہ ۱۸۸۵ء میں درج ہے کہ قسطینہ کا قدیم رومی نام
 بوزن طینا تھا جسکو انگریزی میں بزن تین کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں استنبول یا اسلام پول اور استاتہ العالیہ شہر جو اسکی بنیاد ۹۵۶ برس
 قبل حضرت عیسیٰ کے بادشاہ بزنس نے ڈالی تھی بدستہ ۳۲۸ میں قسطین نے دوبارہ تیسر
 کیا یہ شہر آج تک صرف دوبارہ فتح ہو یعنی کیرتیر ۱۲۸۵ میں جلیسین اسکو فتح کیا۔ بارہم ۱۲۵۳ء
 میں محمد ثانی فتح کیا۔

زمانہ قدیم میں بزن تین یعنی قسطینہ ایک ماتحت حصہ سلطنت روسیہ کا تہا یہ مقام چورچی ترکی
 کو مشرقی حد پر واقع ہے جسکو ایشیائے کوچک سے بحرہ باز فرس جدا کرتا ہے۔ عرض البلد اس
 مقام کا (۴۰) درجہ اور (۱۶) ثانیہ شمال ہے اور طول البلد ۲۸ درجہ ۵۹ دقیقہ ۴ ثانیہ شرق
 یہ شہر جو باز فرس اور گولڈن ارن کے بیچ میں واقع ہے شمال غرب سے جنوب شرق
 تک ساڑھے تین میل طول میں اور ایک میل سے ۴ میل تک عرض میں ہے تین دیواروں پر
 پناہ ساڑھے بارہ میل دو میں ہے اور فی الحال ۲۸ پہاڑ ہیں۔

تمام شہر میں کثرت سے فواہے ہیں اور دوس میل چٹے ہوئے نہر سے تمام شہر
 پانی پہنچتا ہے۔ برف اور پلا بھی کبھی کبھی گرکتا ہے۔ اس تحت گاہ سے جولہ میں ۱۲
 شاہی مسجدیں اور ۲۳۲ معمولی مساجد ہیں۔ (۴۰) اسلامی کالج۔ ۱۸۳۰ شفا خانہ
 ۳۶ عیسائی گرجا اور کئی یہودیوں کے مسجد ۱۳۰ غسل خانہ ۱۸۰ سرائے ہیں شہر

مبشر حسن جلد دوم

ساتھ اسطور پر واقع ہے کہ دنیا میں کوئی اور شہر اسن فطرتی منظرون اور
 مشرق جانب سر اگلیوی جو پہلے حضرت سلطان المعظم کا صرح خاص تھا اسکی چوحدی دہی خیمہ
 کیجانی ہر جوتیم زمانہ میں بزمین کی تھی۔ رقبہ اسکا س میل دور مختلف مقامات
 پر تفصیل سے گہرا ہوا ہے۔ اور کھجسہ ماروہ تک وسیع ہے۔ یہہہ تقاضی
 مسجدوں میناروں گنبدوں غسل خانوں باغات اور سرد کے وغیرہ
 جہنم سے خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اندرونی احاطہ میں حضرت سلطان روم کا حرم
 رہتا ہے دوسرے احاطہ میں خزانہ شاہی یاد چینیانہ۔ محفل۔ دیوان خانہ۔ عدالت
 اسلحہ خانہ ہے جس عمارت میں کہ اسلحہ خانہ ہے وہ پہلے سینت آیریں کا گرجا تھا
 بیرونی حصہ میں ٹک ل۔ سرکاری کھانے اور کمز و ضعیف پنشن خوار لوگوں کے رہنوی
 جگہ ہے۔ شہر سے جب اس احاطہ میں آتے ہیں تو ایک بڑا اور بلند پہاگ ملتا
 ہے جسکو آستانہ۔ باب عالی اور انگریزی میں سبلاکم پورٹ کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ
 یہی پہاگ گورنمنٹ عثمانیہ کا دوسرا نام قرار پایا یعنی اسوقت بجا سے سلطنت
 عثمانیہ کے صرف باب عالی کہا جاتا ہے۔ شہر میں اس عظیم الشان عمارت میں آگ
 لگ گئی اور تباہ ہو گئی۔ حضرت سلطان عبدالحمید نے جو نئے محل تعمیر کرائے وہ مغربی
 کنارہ باز فرس پر ۲-۳ میل سر اگلیو سے اتر جانب ہر شہر میں ایک سخت
 آتش زدگی سے پیرا کا بڑا حصہ جل گیا۔

بند گاہ گوڈن ہارن یا شاخ زریں جو سلطنت قدیم بزمین کے ایک مرتفع مقام پر واقع
 ہر جنوب مشرق سے پیکر شمال غوب تک ساڑھے چار میل و درمیان شہر اور جوار شہر گلاٹا
 دیراوغیو کے واقع ہر عرض میں کہیں ایک فرلانگ کہیں چار فرلانگ ہر یہاں خاص

والقرب فضاؤں میں اسکے ہم پلہ بہنیں۔ اس شہر کے فطرح تعمیر میں قدرت کے بے با عطیہ ایسے موجود ہیں کہ سیاحوں کو نظر و فکر خیر کر دیا ہو۔

اس شہر کے ایک کنارہ پر دریائے مارمورا دوسرے کنارہ پر بحر اسود
درمیان میں دریائے بائفرس تخمیناً (۱۵) میل طویل اور عرض میں میل سے کچھ
زیادہ اور بعض جا نصف میل کے قریب بہتا ہے جسکے دونوں جانب شہر
قسطنطنیہ سب دریائے موزون بندی تک مسلسل عمارتوں اور عالی شان مسجدوں
میں واقع ہے اور اس دریا کا عمق بڑے سے بڑا جہاز جانیکے لئے کافی ہے
اس میں جزر و مد نہیں ہوتا لکن درمیان میں ایک پانی کے دہار بعض وقت اس
زور سے پیدا ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے دھانی کشتیوں پر نہیں ہو سکتی
وگلا ردول خارجہ کے جنگی جہازات اور سلطانی جنگی جہازات مناسب
موقع پر لنگر لگے ہوئے ہیں سو ان کے تیس ہزار کشتی اور کئے سود خانے
کشتیوں کو ایڈر پر چلنے والے موجود رہتے ہیں مگر مجموعی نظر اس دریا پر ڈالنے تو
سلاوم ہوتا ہے کہ تھوڑے پانی کی جھیل ہے ورنہ تمام دریا ۱۵ میل کے
فاصلہ میں مختلف قسم کے جہازوں اور کشتیوں سے لبریز ہے اور جب کسی

مبشر حسن جلد دوم

تقریب میں پہرے اور چنڈیاں لگائے جاتے ہیں تو گل لاکھ کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

شہر قسطنطنیہ تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا وہ قدیم حصہ ہے جو کہ آٹھ
اسلامبول کہلایا جاتا ہے گو لڈن حارن اور دریائے مارمورا کے بیچ میں قائم
ہے جہاں کہ عالیشان مسجدیں اور خامس سجدہ بابا صوفیہ قدیم عمارتیں مشہور
بازار اور باب عالی ہے۔ دوسرا حصہ گالاتیا کا لیس جہاں کہ یونانی کثرت سے
رہتے ہیں یہ حصہ کی قدر زیادہ اونچائی میں آباد ہے جس پر ایک مینا بیلوواہر
بہا نئے شہر کے مد نظر خوب ہوتی ہے اور اسکے نیچے سے ایک میل کے فاصلہ
میں ہرمنٹ کوثرین مسافروں کو ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ پر جوڑتی
ہے۔ اس ٹرین کے گاڑیوں کے ساتھ انجن نہیں رہتا بلکہ دو تو کٹاؤں پر
مشین کے ذریعہ سے ایک حد سے دوسرے حد کے طرف پہنچ جاتی ہے اور
اوس مشین میں اور ان گاڑیوں میں ایک رستی بند ہی رہتی ہے اور
رفار میں وہ ہی تیزی سے جیسے وہانی گاڑیوں میں ہوا کرتی ہے۔ اور بعد اکر
پیرا ہے جہاں کہ یورپ کے مختلف لوگ راکرتے ہیں اور تمام یورپین شاہین
اور ہولین سفیروں کے مکانات ہیں اور یہ حصہ شہر کا مذہب حصہ سمجھا جاتا ہے
اور اسی سلسلہ میں سلطان حال اور اخیر سلطان مرحوم کے مشہور حویلی ولبہ بقیہ ہے
لگاتار سو پیر ایک زمین کو نیچے ایک ریل گاڑی جاری ہے اس تحت الارض کا فاصلہ صرف ایل میل کا ہے ریل
ہی اسی کوئی کہ تخت ہو جس کو استنبول میں کو ریل تک ڈرامو کی گاڑی جاری کیا ہے صرف ششہ
میں وہ لاکھ مسافر اس ریل پر سوار ہوتے تھے۔

جلد دوم حسن منسبہ

اور اسی آبادی سے ملتے جلتے دریا کے کنارہ کنارہ ایک ۰۰ طول آباد ہے
ٹرانیا لنگ چلی گئی ہے حسین باغات در عالی شان مکانات ہیں۔ تیرہ حصہ شہر کا
دوسرے کنارہ پر دریائے باز فرس کے مقابل میں اسلامبول اور گالاتا کر
ہے جو کو سکو تراکتے ہیں اور اخیر حصہ ایشیا میں واقع ہے۔

شہر کی مردم شماری نو لاکھ سے کچھ کم ہے اس میں نصف سے
زیادہ مسلمان اور اکثر مسلمان اسلامبول اور سکو ترہ میں رہتے ہیں باقی تمام عیسائی
ہیں۔ یونان۔ آرمینیا۔ بلگییریا۔ کی قومیں زیادہ ہیں۔ آرمینین ان سب میں
شمار مالہ ہیں۔ سوا ان معمولی باشندوں کے اکثر بیاح۔ آلمی۔ جرمن۔

جس حصہ میں پیرا محلہ قاسم پاشا۔ تلفانا اور ترکی کا خانہ معرین ہے اس کا علاقہ اور وہ حصہ جو
کو دی کے شمالی کنارے پر واقع ہے اس کو سقوطہ کہتے ہیں۔

قسطنطنیہ کی آبادی ۱۸۷۰ء میں ۶ لاکھ آدمی کی تھی اور ۱۸۷۵ء میں ۷ لاکھ ساٹھ ہزار آدمی کی تھی
اور ۱۸۸۰ء میں ۸۰۱۰۰۰ چودہ لاکھ کیا سی ہزار کی شمار کی گئی غالباً اس حساب سے اس وقت
اس سے زیادہ ہوگی مگر اس مردم شماری میں پیرا گالاتا سقوطہ وغیرہ ہی داخل ہیں۔

فی الحقیقت مختلفہ السیہ میں کہتا ہے کہ صرف ایک بازار میں زبان ترکی و رومی و عربی
و آرمینی و عربی و فارسی و مسکوئی و پنجابی و ہنگاری و پولونڈی و ہسپانی و روسیائی و ہولانڈی
و فرانسیسی۔ و انگریزی و آلمانی بولی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سوا
ارہیکہ تقریباً کل ایشیا اور یورپ کی زبانیں بیان بولی جاتی ہیں اور غالباً ان تمام ملکوں کے
آدمی یہاں موجود ہیں اور اکثر ان میں سے تجارت پیشہ ہیں۔

منبہ حسن جلد دوم

ہنگرین - رشین - پولٹن - فرنج اور انگریز وغیرہ آنے ہیں کچھ دن میں یہ تمام قومیں پہرتی نظر آتی ہیں اور کسی گلی میں سے گزرتے وقت چہرہ سات قسم کی رہائین بولتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ یہاں اس کثرت سے سیاحی آمد و رفت رہتی ہے کہ بعض محل میں آپ مختلف ملکوں اور شہروں کے لوگ پائینگے میرے زمانہ مسافرت میں میرے ایک دوست کے یہاں پیرا میں دعوت میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا فریڈنٹس آدمیوں کے یہاں تھے۔ منور میر بان صاحب اسی جہت انگیز شاہدہ کے لئے کہانے کے اخیر میں اپنے ہمارے کہانے کہ ”آپ لوگ براہ ہوئی اپنے اپنے نام کے کارڈ پر اپنے وطن کا نام تحریر فرمائے اور کارڈس کو جمع کرنے کے بعد جو حساب لگا یا گیا نو معلوم ہوا کہ تعداد بالائین سے ۲۱ بالکل غیر شہر دن اور غیر ملکوں کے رہنے والوں میں سے تھے اور انھیں انا قیون میں ایک میں ہندی بھی تھا۔ ان مختلف اقوام کی ملاقات کا لطف اون داخلی کشیتوں میں سوار ہوتے وقت زیادہ آتا ہے جو گولڈن ہارن سے دریائے باز فرس میں ہر گھنٹہ کو مسافروں اور کار بار یونکو ایک سچے دوری جائے پہنچاتے ہیں اور اسی سوار ہونے کے مقام پر ترکی اخبارات ہلا کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان اخبار دن میں دو ہی جنرین شائع ہوتی ہیں جو عالی کی خواہش کے مطابق ہوں۔ مختلف زبانوں میں جو اخبارات شائع ہوتے ہیں وہ خود گواہی دیتے ہیں کہ یہ شہر مختلف قوم مختلف مذہب کا مرکز ہے اب اسی ماسلٹ میں حسب ذیل اخبارات شائع ہوتے ہیں۔

جلد دوم حسن منبر

زبان فرانسیسی میں روزانہ ^(۳) زبان انگریزی میں روزانہ ^(۱) زبان یونانی میں ^(۲)
 تین بلگاریا کی زبان میں ہفتہ وارک - چھ - آرمینہ کی زبان میں تیس دن دور روزانہ
 ۳ - ارمینی و روم کی زبان میں چھ دن دور روزانہ ہے - ایک یونانی و روم
 کی زبان میں روزانہ - نو - خاص روم کی زبان میں چھ دن دور روزانہ ہر
 ایک بالتصویر ہفتہ واری چھپتا ہے - مفصل میں ۱۹ اخبار آٹھ روم
 دوعولی باقی ۹ اور زبانوں میں - سوا اسکے آٹھ اخبارات بعض پولیٹیکل
 مصلحت کے باعث یا ب عالمی سے موقوف کر دئے گئے -

یہاں کی اکثر سرکاری پتھر سے بنی ہوئی ہیں گاڑی چلتے وقت
 ایک کریہہ آواز آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی منٹ میں گاڑی خراب
 ہو جاوے گا لاکھ وہ ترکی گھوڑوں کو مارتے ہوئے اس در اور بے خونگی
 چلاتے ہیں کہ الامان اس موقع پر اون کتوں کا ذکر کرنا بھی خالی از
 لطف نہ ہوگا جوبل شرک اس آرام سے سوتے پڑے رہتے ہیں گویا
 کوئی بے فکر اور دنیا سے آزاد اپنے راحت بہرے مکرے میں سرشار ہوتا
 ہے قسطنطنیہ کے حالات میں یہ ایک خاص اور ضروری تذکرہ خیال کیا
 ہے اور حقیقت ہی یہی ہے یہاں کے کتے بہت ہٹے کتے ہیں اور جانوروں
 منقسم ہیں اور ہر ایک جماعت اپنے کو ہر ایک کو چھ کا مالک سمجھتی ہے کسی
 دوسری جماعت کا کتا اگر اون کی گلی میں آیا تو اسے تو اس زور شور سے مقابلہ
 ہوتا ہے کہ پیدل کار اسے چند دقیقہ کے لیے بند ہو جاتا ہے - اگر کوئی

نمبر حسن جلد دوم

شخص اون کتو نکو مارے یا چمکائے تو راستہ چلنے والا ہی اون کا ہمدرد ہو کے رٹنے کو مستعد ہو جاتا ہے اور اونکا کوچون میں پڑا رہا موجب برکت سمجھا جاتا ہے۔

یہاں کے مکانات کی وضع یہی کے عمدہ مکانات سے ملتی ہوئی ہے لکن یہاں کے اکثر مکانات کل لکڑے کے بنے ہوئے ہیں اس لئے کہ لگنے کا بڑا اندیشہ تھا۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں ڈیمور کا پوکسیٹ آگ سغلہ زن ہوئی تھی جسے پانچویں حصہ شہر کو خاکستر کر دیا تھا۔ آٹھ ہزار مکانات میں تین دو چھ ایک بڑا حصہ تھامو نکا اور بہت سی عالیشان عمارتیں جل بھسک رہیں۔ ہو گئی تھیں اس کا نقصان کئی لاکھ پونڈ تصور کیا جاتا ہے۔ اگر معلوم کرنے کے لیے مختلف جائے پر بلند بلند میناریں بنے ہوئے ہیں اور ان میناروں پر صبح سے شام شام سے صبح تک آدمی گومتے رہتے ہیں اور جس وقت اور مکان میں آگ لگی اس کے قریب کے فیڑا سبکتن (آگ بجھانے کا مشین) کو ایک گولہ کے آواز کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے اور سبز جھنڈی سے پتا بتلایا جاتا ہے۔ تب آگ بجھانے والی فوج نہایت سرعت سے ٹھہرتی اور کلہاڑی انجن لے ہوئے زرہ بکتر پہنے ہوئے اور سر پر خود رکھے ہوئے فی الفور جائے نشان دادہ پر دوڑتی ہیں اور اونکے پاؤں اس زور سے زمین پر پڑنے میں لگ جاتے ہیں اور اس پڑتیلے ساتھ اس آگ کے بجھانے میں مشغول ہوتے ہیں گویا آگ میں جرات اور سوزش میں

جلد دوم سن ستہ

کسی مکان کو آگ لگ جانا قیامت کا نمونہ ہے۔ پیرا کے جن ہوٹل میں ہم اترے تھے اس کے متصل مکان کے اوپر کے حصہ میں کچھ دھواں معلوم ہوا تو رسی ہی عرصہ میں محلہ بہرین جنر ہو گئی کہ فلاں گھر کو آگ لگی ہے۔ میں بی دیکھنے کے لیے دوڑا گیا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک گھر میں آگ لگی ہے تمام محلہ میں رونا پٹنا ہو رہا ہے مکان کے ہر درجے سے بچوں جو انون بوڑھوں کے سر در پچوٹے نکلے ہوئے ہیں اور جس گھر کو آگ روشن کر رہی ہے اس کی طرف نظر خوف سے دیکھتے ہیں اور جیسے جیسے شعلہ بڑھتا ہے وہیں وہاں کار و نا اور دھارین مارنا زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں کے مسلمان اور عیسائیوں کے لباس میں کوئی فرق نہیں ہے سب کے سب ایک ہی قسم کا لباس اور ٹرکی ٹوپی پہنتے ہیں۔ جو غریب لوگ ہیں نیلگوں کوٹ اور پانچا پہنتے ہیں۔ نظر کبھی فرق نہیں کر سکتی کہ فلاں مسلمان اور فلاں عیسائی ہے اور نکلی معاشرت بالکل آزادانہ ہے مسجدوں میں اسی کوٹ پٹون جوتے سے جاتے ہیں سناڑ پڑھتے ہیں مسلمان جو پابند نماز ہیں وہ اپنے جوتے پر ایک اور قسم کا جوٹا مثل سلیپر کے پہنتے ہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ سلیپر نکال دیتے ہیں اور نہ ہی ان سے یہ غلاف ہے جو جوتے کے اوپر پہنا جاتا ہے + من

ادا کرتے ہیں۔ سیاح یہی عموماً مسجد و نکو اوسی آزاد کے ساتھ دیکھ
 سکتے ہیں۔ لاکن لوٹ پر ادنیٰ کما جو تاحاً فقط مسجد پہنا دیتے ہیں اس قسم کے
 کئی جوڑ مشہور مسجدوں میں رہتے ہیں۔ فوجی افسر ہمیشہ ملٹری ڈریس میں
 اور تلوار لٹکائے رہتے ہیں۔ یہ بات وہاں محبوب سمجھی جاتی ہے کہ فوجی
 آدمی ہو اور تلوار نہ لٹکائے۔ ترکی بیگمات کا لباس نہایت پر تکلف ہوتا ہے
 جو فیاض ایل بیگمات ہیں وہ شام کو ٹیبلٹ کے لیے گروہ کے گروہ نکلتے ہیں
 اور نیکو لباس پہ ایک لائبریرین سے لیتے جو نہ تک ریشمی برقعہ رہتا ہے
 اور جس رنگت کا برقعہ رہتا ہے دستا نہ چٹری جو تا اکثر اوسی رنگت کا
 ہوتا ہے منہ پر ایک مہین سفید جالی کا نقاب۔ اتنا باریک ہوتا ہے
 کہ چہرہ کی وضع بخوبی معلوم ہو سکتی ہے اس نقاب کو بٹمان کہتے ہیں آنکھیں
 بالکل کھلی رہتی ہیں۔ یہاں کی مستورات نہ ہندوستان کی عورتوں کے موافق
 اپنے لبوں کو پان سے سرخ اور آنکھوں کو وونکو کا جل سے سیاہ اور
 نہ بعض رور و پین عورتوں کے مطابق گالوں کو گلابی اور چہرہ پر سفید
 پیرنی ہیں۔ یہ وہ حسن ہے جو دنیا سے لگاتو نئے خالی ہے اور نیکو
 فطرتی بیوٹی سادی لباس سادی وضع میں جو بانگپن ہے اور سکو
 ہماری صنعتوں کے زیور یا ہماری دستکاری آہستہ نہیں کر سکتی۔ چٹری
 جوان بری تمثالوں کے ہاتھ میں ہے وہ پوپ اور پانی کے روکنے
 ۷۔ جب کوئی شخص سامنے سے گذرنا چاہے تو اپنے چہرہ کے سامنے چٹری کا پردہ لٹکا کر

جلد دوم حسن مسہ

کے لیے سینن ہے بلکہ اون نظر و نگر و دیکھنے کے لیے ہے جو اون کے جذبات کے سبب گھر سے سو کے پڑتی ہیں یہاں ان شام کو کشتیوں میں بھی بیٹھ کے (ان کشتیوں کو حقائق کہتے ہیں دو یا چار سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتی اور دو یا چار لڑکی چلا تے ہیں) دریا سے بازو فرس پر نکلتی ہیں۔ شام کا وقت شفق کا کلنا دریا سے بازو فرس کا قسطنطنیہ کے بحیرین سے آہستہ آہستہ ساتھ بہنا اور ان سکیات کا اس طرح نکلتا قدرتی شاننا معلوم ہوتا ہے بعض اعلیٰ درجے کی سکیات سے ملاقات کا موقع ملا اونکی یاقیتیں تہذیب دیکھنے سے تعجب ہوا۔ انگریزی۔ عربی۔ اس طرح بولتی ہیں جیسے اونکی مادری زبان ہے بعض سکیات کو تمنہ مجیدیہ بھی سلطان سے رحمت ہوا ہے جو بڑی بری تقریبوں میں زیب گلو کرتی ہیں۔

جو لوگ قسطنطنیہ میں سیاحت کی نظر سے جاتے ہیں سے پہلے حضرت سلطان العظم کے دیدار سے مشرف ہونا چاہتے ہیں وہ دیدار جمعہ کو نصیب ہوتا ہے جس وقت سلطان نماز کو جاتے ہیں۔ بڑا ہی پراسان ہے۔ بعض وقت سلطان اپنی حویلی سے بذریعہ کشتی مسجد با صوفیہ میں تشریف لجاتے ہیں۔ یہ خاصہ کی کشتی تشریف لانی سپید رنگت اور طلائی مانشیہ کی ہے جسکو چھتیس لڑکی چلاتے ہیں اور مصاحبین وغیرہ دوسری کشتیوں میں ہمراہ رہتے ہیں۔ بنامہ کے تمام جنگی جہازات سے ناہی سلامی سر ہوتی ہے۔ مگر اکثر اوقات اپنی مجلس اس کے مشعل مسجد میں

—

حسن

بسم

10

جلد دوم حسن مسٹر

از دیاد عمر کی دعا نوحہ کے ساتھ دی معلوم ہوا کہ حرم محترم اور ولید
ہیں۔ اونٹنی ہی فاصلے کے بعد ایک کھلی ہوئی گاڑی نہایت شان و
شوکت سے بہت آہستہ آہستہ حسین سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ سلطنتہ
رودنق افروز بہن جلی آتی ہے۔ آپ دُبلے تیلے سیانہ قد مختصر موٹو پیش
رکھتے ہیں سیاہ گوشت پٹلون زیب تن ہے بایں بازو ہر ایک انفرنی
تمغہ مجید یہ جو کھلدار روپے کی برابر ہے آدیران ہے معمولی تلوار
کرین پڑی ہے سر پر سادی کلاہ رومی ہے چہرہ پر بناشت ہے
سلطانی اخلاق کے ساتھ ستر کی قاعدہ سلام کا دوسرے یہ ہے کہ
اپنے ہاتھ بوسہ دیکے پیشانی پر لگاتے ہیں ہر سلام کا جواب دیتے ہیں
ہزار ہا زبانوں سے دعا و سلامتی پکاری جاتی ہے اس کثمت و جلال سے
لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں آپ کے سامنے اسی گاڑی میں
دوا سر بہن کہ جنگی رزق برق فوجی درویش کی نقاب کی شاعون کو
دبند ہلا کر رہی ہیں متعدد تمغہ ادبکی تختہ مندی شجاعت بہادری بتلاتے
ہیں۔ ایکٹ اوئین کے جنرل شمان بادشاہ بہن ششہ اعوی کی جنگ دم
روس میں جنگی کار سماپان استقامت دلیری مثل روز روشن کے
سب پر عیان ہے۔ دوسرے محمد علی شاہ بہن۔ اسی گاڑی کے دونوں
بازو پر ایڈیکالنگ اور دوسرے فوجی اسلحہ درجے کے افسر فل ڈیوین
جو ۱۰۰ سے زیادہ ہونگے ہمراہ ہیں اور گاڑی کے ساتھ نرم زم

تسبہ حسن جلد دوم

قد مون میں نہایت ادب کے ساتھ گردنیں جھکائے ہوئے چل رہے تھے۔
 ہین اسیدر جسے گاڑی مسجد میں داخل ہوئی۔ سلطان المعظم گاڑی سے اترے
 ہین علما و فضلا شیخ الاعظم جو مسجد میں پہلے سے موجود تھے استقبال کیا
 اور دست انور کو بوسہ دیا۔ ایک بجا نماز سے فراغت حاصل ہوئی۔ فرج مجتہد
 داخلہ کے لیے بڑھتی شروع ہوئی۔ سلطان ایک کمرہ میں جو مسجد سے ملا ہوا
 تشریف لائے فرج کا ملاحظہ شروع ہوا ڈپائی نہ کئے تک یہ تمام فرج انظر انور
 سے گزری اب برخاست ہوئے۔ ایک مختصر گارنٹین جو میل فٹن کی قسم
 میں سے سہ سلطان تن بہنا سوار ہوئے اور خود ہانکتے ہوئے داخل
 مجلس راہوئے۔ کاش ہماری ریاستیں بھی اسکی تقلید کرتیں۔ یہ ہی وزیر
 جنہیں سورا دول یورپ یا اسطے درجے کے لوگوں کو شرف و بلازمت حاصل
 کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ سلطان کا اسم گرامی عبدالحمید خان ہے
 شہ ۱۰۷۱ میں پیدا ہوئے اور سلطان مراد کے (جو سلطان عبدالعزیز خان
 کے جانشین ہوئے تھے) خلافت کے بعد شہ ۱۰۷۱ میں جلوہ
 افروز تخت عثمانیہ ہوئے۔ ظاہر آپ کی تذرتی نازک معلوم ہوتی ہے
 مع سلاطین روم کا یہی طریقہ ہے کہ ایک سلطان کے مژدل یا انتقال کے بعد انکا
 جانشین انکا بھائی ہوا کرتا ہے جو موجودہ بہاؤ میں کمان ہو۔ چنانچہ اسوقت محمد
 انندی ولیعہد سلطنت میں جو ۳۰ دسمبر ۱۰۷۱ میں پیدا ہوئے ہیں کہ یہ ولیعہد متنا
 لائق ہیں۔

جلد دوم حسن نمبر

اور خواہ آپ کے اتنے قوی نہیں ہیں مینا کہ آپ اونسے کام لینا چاہتے ہیں۔ ملک کی بیبودی اور اصلاح کا بہت کچھ خیال ہے ہمدہ دار افسر رعایا آپ سے بہت خوش معلوم ہوتے ہیں ایشیائے خیانات کے مطابق یہاں کا ولیعہد اور شاہی خاندان کے اکثر لوگ بطور حراست کے رہتے ہیں اونکی تسلیم ایسی نہیں ہوتی کہ وہ سلطنت کے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورے طور سے اٹھانے کے قابل ہوں۔ لاکن اونکی طبی تیز زمان فطرتی جدت و قوت توڑے ہی سے سہارے پر بہت کچھ اوبہر جاتی ہے اور سلطنت کے کام چلانے میں پورے قابل سمجھے جاتے ہیں۔ سلطان کے روبرو کسی عورت کو نقاب سے آنا جائز نہیں اور کوئی عورت یا حرم سلطان سے پردہ نہیں کر سکتی خواجہ سراؤں کا بندوبست ڈیوڑھی پر رہتا ہے خانگی انتظام کو یہ ہی لوگ انجام دیتے ہیں اور بہت منہ چڑھتے ہیں۔ یہاں کے امراؤں کی سواری اور مکانات میں ایشیائی شان و شوکت دیکھنے سے بالکل مغربی ہو جاس ہے۔ ہر سال

۶۶۔ رمضان یعنی شب قدر کو سلطانی حویلی میں ایک رسم ادا ہوتی ہے غالباً وہ رسم نئی نظر دن میں مذہب معلوم ہوا لکن سلطانین معمولی سالانہ جشن ہے۔ حویلی دہلی مغربی میں جو ایک بڑا شاندار اور بچا گند ہے جہیں تمام سنہرے کام اور رنگ مرمر کا فرش اور دو منزلہ نشست کی جگہ ہے۔ جگہ ایک کوٹھ دو منزلہ پر ٹرکی

نمبر حسن جلد دوم

عورتوں کا بیاد بختنا ہے دو شیرہ لڑکیاں نہایت حسین و جمیل مختلف
 لکونکی جمع ہوتی ہیں۔ انہیں اکثر سرکشیا۔ ہنگریا۔ بلگریا۔ ترکش۔ مصری
 پریوشون کا جہرٹ ہوتا ہے۔ دنیا میں یہ وہ شہر ہے جہاں
 قدرت کے بناؤ سنگار نے کوئی کسر نہیں رکھی۔ اسکی ادنیٰ سی کاریگری
 اپنی سادگی کا شاخشا و کمار ہمارے صنعتوں کو چاہیں جس قدر کوشش و کمائیں
 سبکو خاک میں ملا دیتی ہے۔ یہ قدرت کے نمونہ دوریہ کے شکل بٹلا کے
 پائے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان اس شاہی گاہ حسینان میں چکر لگاتے
 ہیں اور جب پیر ہاتھ رکھ دیتے ہیں وہ حرم میں داخل ہوتی ہے۔ جبکو
 تمام دن اس سترت میں قلعہ اور جنگی جہاز و فتنے براہِ اسلامی سر ہوتے
 اسلامبول جو پہلا حصہ شہر کا ہے اس میں زیادہ ایسا
 معلوم ہوتی ہے قدیم طرح کا لباس۔ قدیم وضع کے مدرسے۔ نماز روزہ
 کی پابندی۔ حد و شرح کا خیال۔ قدیم اشیاء کی دوکانیں۔ ترکش حمام
 غلاموں کا بازار۔ مقبرہ۔ مسجدیں۔ راستہ و صفائی میں بھی شرفی
 طرز اسی حصے میں باقی ہوا۔ حصہ یورپ کے طریقہ پر ہیں۔ یہاں سے چند
 میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ ہے جسکو پرنس آئلینڈ کہتے ہیں یہ نہایت
 پُر نژاد و چھپ مقام ہے اکثر تفریحی لوگ جایا کرتے ہیں اور دعوتیں ہوا
 کرتی ہے۔ اسی جزیرہ کے قریب سٹیمین انگریزوں کی جہازوں نے
 دوسرے کو تسلطِ فلز کے خاصہ کرنے سے روکا تھا جبکہ روسی فوج خشکی

نمبر حسن جلد دوم

راستہ سے قسطنطنیہ کی دیوار کے پیچھے پہنچ گئے تھے اگرچہ ترک نگہبان
کی اس معاونت سے ممنون ہیں لاکن یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ انگلستان نے
یہ دکر نے مین بہت دیری کی اور وعدہ کو وقت پر پورا نہیں کیا کیونکہ
یہ وقت اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ عثمان بادشاہ گرفتار ہو گئے مختار بادشا
کو ایشیائے کوچک میں ترک ملی قلعہ قرص چمن گیا ارض روم کا محاصرہ ہوا
اور سوت جنگی بیڑہ جہازات بحر اسود میں پہنچا۔ اسکی فوج اس قدر
قریب آئے پر بھی ترکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم بغیر کسی بیرونی طاقت کی
مدد کے اپنے فوج دشمن کو شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے یہ درست
ہے کہ جہاں استقلال اور ثابت قدمی بہادری جفاکشی وفاداری سے
ترکی سپاہیوں نے اپنے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر پہلے اپنے صوبوں
اور جنگ نہ کرنی پڑتی۔ اور سلطانوں کا غل و نصب نہ ہوتا اور اندرونی
انشغابات اطمینان کے قابل ہوتے اور بعض اندرونی غفلت اور تیرے
نہ ہوتی تو یہ فوجیت ہرگز نہ پہنچتی مگر اسوقت مشکل تھا کہ بغیر بحری معاونت
کے دشمن ترک سکتا جبکہ زیر دیوار پہنچ گیا ہو۔ دنیا کی تاریخ میں ترکوں کا
بورڈ پی قیام اپنا آپہاں تفسیر ہے۔ یہ اسلامی سلطنت یورپ میں تپیں
دانتوں میں بزم زبان کے بے اگر ان میں دیری اور سجد شجاعت بغیر
آب دواتہ کے رٹنے کا مادہ نہ ہوتا کبھی کی یہ زبان دانتوں میں نہ چلی
ب بھی کسی ترک سے لڑائی کا ذکر کیجئے اور جب کبھی قسطنطنیہ میں آئے

جلد دوم حسن نمٹ

تذکرہ کا اتفاق ہوا ہے تو دیکھئے اوسکے جو شوٹو نکو اور اوٹنگو نکو اور
 ولوٹو نکو حالانکہ اخیر لڑائی کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا لیکن اوٹنگی بر جوش
 طبیعت اور اسی قسم کی ہیرن اور ہر وقت اپنے روسی دشمن کے خونکے
 پیاسے ہیں انگلستان میں بہت سی کتابیں بہت سے خیال ایسے بھی
 پائے جیسے کہ جنگی سرخس آئن یورپ ہے (تو کون کا قیام یورپ
 کی حصہ میں) کہ بیفون نے اپنی کتابوں میں انصاف کے حد سے تجاوز
 کر کے دل کے پھوسے پھوسے ہیں اور نیچ جلی کے سے خیالات
 باندھے ہیں وہ ہرگز نہیں پسند کرتے کہ اسلامی سلطنت کسی یورپی
 حصہ میں رہے۔ مگر یہ نرا خیال ہے نہ وہ خیال پورے ہوں گے
 نہ اسلام کا اعراج یورپ سے ہوگا۔ اس چار سو برس میں جبکہ کہ
 مسلمانوں نے قسطنطنیہ کو بزدل شہر فتح کیا ہے تو حملہ ہولی کتھی (نیمائی)

میں تانچ سرا سین سترگین پروفیسر سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کا شہرہ وین
 بہتہ مملکت معاویہ مسلمانوں کی فوج قسطنطنیہ کی فتح کی غرض سے روانہ ہوئی تھی اور
 اس فوج میں حضرت حنین بن علی اور ابوسفیان اور ابوالیوب موجودگان جنگ
 اور احد ہی شریک تھے مسلمانوں کے جہازوں کا بیڑ قسطنطنیہ سے سات میل تک پہنچا
 اس طرح چہ سات برس تک ہر سال حملہ ہوتے رہے آخر کار سبانیل مرام شہر
 میں صلح ہوئی حسن

منبر حسن جلد دوم

رہی کیا کیا کوششیں اس کے چہین نے مین کی گئیں کن کن سے مقابلہ رہا
 مگر آفرین ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے ملک اپنے ملک اپنے اسلام
 کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں مال و متاع جو رو بچوں کو نثار کیا
 شہاب نشیب ان کی شجاعت پر جنہوں نے بادلوں سے اُمتد قی ہوئی
 فوج کو تہ تیغ کرنے ہوئے اللہ ان کے پائے تخت رو سنک پہنچ گئی جب
 کبھی کوئی طاقت ترک کی مدد بھی کی ہے تو وہ ایسے جیسے آئے مین تک
 ششہ عین کریمیا کی جنگ ہوئے تھے حسیہ انگلستان اور فرانس نے
 مدد دی تھی فرج کا شمار ملاحظہ کر لیجئے کہ کیا نسبت تھی۔ کانگریس برلن جو
 آخر لڑائی کے بعد پیدا ہوئی برلن مبارک ہوئی اور اس سے ترکوں کو
 جو نقصان اٹھانا پڑا یہ توقع نہ تھی کہ یہ حکومت اب پنجیلیگی مگر سلطان کی
 روشند باغی پیدا ہوئی اس وقت اس نظام سے اس کے اندر کا اثر پورے طور
 پر سامنے آئے اس سال ۱۸۷۸ء میں عبداللہ کا خلیفہ پنجم بنی امیہ کے وقت ہو اسکا سال
 اور فرزند خلیفہ وقت نے قسطنطنیہ کو اپنے شہرہ سے مغلوب اور خراج
 گزار بنا کے اور خود قسطنطنیہ کی ہر گلی کو یہ مین سیر کر کے ابا موفیہ سے جوات
 فساد کی گرجا تا ملیب فساد کو کٹانچ مین لگا کر واپس ہوئے خلیفہ
 بنی عباس کے وقت مین بیت سے حملہ قسطنطنیہ پر ہوتے رہے آخر کار
 ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد خان ثانی کے ہاتھ سے قسطنطنیہ فتح ہوا اور قسطنطنیہ
 تبدیل کیا گیا۔ حسن

جلد دوم حسن نمبر

پرنسین ہوا اپنی سلطان نے قسطنطنیہ کے اطراف اور بعض دریائے
سفامات میں عمدہ اور مناسب موقع پر قلعہ تیار کر لائے ہیں اور بہت
سے پہلے قلعہ کو مست کرائی ہے فوج اور توپ خانہ رکھتے ہیں
وقت معینہ کے بعد کسی جہاز کو اس دریا پر سے گزرنے کی مجال نہیں
چنانچہ جس وقت ہمارا جہاز دریائے ڈاؤڈ نیلر پر پہونچا یہاں ایک
قلعہ ہے جہاں قسطنطنیہ رات بھر کاراستہ تھا جہاز کے لشکر کے ساتھ ہی
ترکی آفیسر موافق قاعدہ کے جہاز کو دیکھتے سمجھ بعد آگے جانے کی اجازت
دی یہ وقت شام کا تھا قلعہ سے توپ چلی۔ جہاز کے کیا پٹن نے
کہا کہ اگر اس توپ کے چلنے کے بعد ہم پہونچتے تو ہمارا جہاز کل صبح تک
یہیں لشکر کے ہوئے ہوتا۔ یہ توپ علامت اسکی ہے کہ اب کوئی جہاز
گزر نہیں سکتا۔

سوا فیکھے میں آپ کو قسطنطنیہ کی سیر دکھاتا دکھاتا
ایئر میں ایک اور ہی طرف نکل گیا تھا چمکیے لیے بہت وقت درکار ہے
نہ اس وقت اسکا موقع ہے اب قسطنطنیہ کے وہ مقامات بتا دئے جاتے
ہیں جو قابل دید ہیں تفصیل سے بہر ملاحظہ کر لیجئے گا وقت مختصر ہے۔
ولمہ لپیچہ (رحیلی سلطانی) بازار (یہ بازار کئی

مسجد اباموید علیحدہ کیفیت ہمارے دوست میرزا قیٹ علی صاحبی بہ تشریح ارقام شریکا
وعدہ کیا ہے اسلئے ہم کوئی نوٹ اس مسجد کی نسبت نہیں لکھتے حسن

میل میں ہے) مسجد ابا صوفیہ (دنیا کی مشہور مسجدوں میں سے ہے)
 مقام (جہانگیرہ سلاطین و فن ہونے میں) مدرسہ شفا خانہ
 بیک عالی (دارالوزارت) بیمار بیکش - حمام - بازار غلامان -
 یونانیوں کے قدیم معابد - صلح خانہ - خزانہ (اس میں تمام سلاطین
 عثمانیہ کی پوری قد کی بنی ہوئی تصویر ہے سو اصلی جو اہر و تمہیار و یوگیا
 جو زیب تن فرماتے تھے) قسطنطین کا کسٹرن (شاہ قسطنطین کے وقت کا
 ایک مکان ہے جس میں ایک ستر ہنسا) عجائب خانہ لباس قدیم سکوترا
 میں وہ جائے جہانگیرہ انگریزی فوج کی بے شمار ہڈیاں اس طرح سے ایک
 جائے پر جمائی گئی ہیں جیسے کتب خانہ میں کتابیں - ڈاننگ درویش
 (وہ فقیہ جنکو حال آتا ہے) ہندروم (عجائب خانہ قدیم)
 لیاقت علی

اطلاع

و اس سال کی قیمت پر و نجات کے خریدار بذریعہ منی آرڈر پکا نقد
زربادہ ار سال فرما کے بیجر کو ممنون فرمائیں۔

و ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں بلحاظ اوقات خدمت
مقام سے رسالہ نمین پہنچنا ہے ٹو ابس آتا ہے۔

و بہت سے حضرات جنکی آمدنی کم ہے رسالہ احسن کی قیمت کی تخفیف کر نیکی بار میں درخواست کریں
ماہ مارچ سے کاغذ قدم پر چر سالہ طبع ہوتا، اسکی قیمت سالانہ (بیجا نیکی اور نیران نون پچھلی رسالہ کی فریادی
کی درخواست ہرگز آہی ہو یہ تو علم تھا کہ اس سال کی اس درجہ ملک میں قدر دانی ہوگی۔ اسوقت سہا پاس
پچھلے رسالہ کی قیمت کم موجود ہیں اگر سودرخواست سے زیادہ وصول ہوں تو ہم پچھلے پر چر دو بارہ جہا پے نیگر

و اگرچہ رسالہ احسن چند اخبارات کے سوا ذمہ میں بھیجا جاتا ہے مگر یہ تو نہیں سمجھ سکتا کہ تمام ہندوستان
کے اخبارات کا سوا ذمہ اس سال سے ہو سکے۔ مگر اکثر صاحبان مطالع اخبارات ار سالہ رسالہ
سوا ذمہ میں رسالہ احسن خریدتے ہیں ہم اس حضرات کا سوا ذمہ ہی قبول کریں گے جو صاحبان اخبار میں

ماہواری ایک بار رسالہ احسن کا اشتہار علیہ الملک ملحدہ قریل ہوگا طبع فرمائیں +

محمد عبد الصمد خان بیجر رسالہ احسن۔

اشتہار باغستان

ہم باغ میں اپنا بارادیر دیکھ کر شہر شہور احمد دور و دماز سے آئے ہوئے مختلف قسم کے میوہ دیکھ کر چودے موجود ہیں جنکی نقلیہ شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پھر چند پودہ ہونے کے نام سے تہ ادا و اقسام لکھے جہاں جو عاشق و محبتیں لب و لہجہ فرمالین۔ جو پودہ شمار نہیں کیا تاہم اطلاع سے دو ماہ کے اندر پہنچے جائیں گے۔

۱۱) قلی (پہنڈی) آم ۴۴ - اقام فی ۱۲ -	۳۳ سیب ۳۳ - اقام فی ۳۳
۱۲) شنگارو - ۸۰ - ۸۰ -	۱۳) آلو بخارا ۹ - ۸۰ -
۱۴) انار - ۵ - ۴۴ -	۱۵) شہوت ۲ - ۴۴ -
۱۶) پیرانگریزی میوہ ۶ - ۴۴ -	۱۷) نرد آکو ۵ - ۴۴ -
۱۸) جام (امرد) ۴ - ۴۴ -	۱۹) سنتر ۱۲ - ۴۴ -
۲۰) جکوتر ۵ - ۴۴ -	۲۱) انجیر ۵ - ۴۴ -
۲۲) انگور ۵۲ - ۴۴ -	۲۳) دامی (پہنڈی) ۲ - ۴۴ -
۲۴) لکٹ ۵ - ۴۴ -	۲۵) سرساپ (ایک انگریزی میوہ) ۴۴ -
۲۶) سیما پھل ۴۴ -	۲۷) رام پھل ۱۲ -
۲۸) ہرقالوڑی ۴۴ -	۲۹) سپر (ایک انگریزی میوہ) ۴۴ -
۳۰) زیتون ۴۴ -	۳۱) تنور مختلف اقسام ۴۴ -
۳۲) نکران (انگریزی میوہ) ۴۴ -	۳۳) اسٹراپری ۴۴ -
۳۴) پنس ۴۴ -	۳۵) بریڈ فروٹ (دو پھل) ۴۴ -
۳۶) کرک ۴۴ -	۳۷) ترخ ۴۴ -
۳۸) پھل (ایک آبادی) ۴۴ -	۳۹) کاو ۴۴ -
۴۰) چھو ۲ - ۴۴ -	۴۱) کویت ۴۴ -

۳۴ (۳۲) کتاب پیل
۱۸ (۳۶) پیر ۳ قسم

(۳۳) گلابی جام
(۳۵) کجور

المشتر
بجھر حسن
کماچی گھوڑہ حیدر آباد دہلی

استحقار تاریخ عرب

ہمارے مطبع میں ترجمہ تاریخ اسین مولفہ گن پر دفسر عربی بی بی

کیمبرج طبع ہوتی ہے اور قریب ہی میں پوری ہو جائے گی

جن حضرات کو خریداری منظور ہو یا نچسٹ بھیج کر طلب فرما دین یا

بذریعہ ویلو پے ایبل پارسل کے۔

المشتر

بجھر مطبع حسن

اعلان

بکلمہ ہسٹری آف سویٹزر لین کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے
یہ وہی عظیم الوجود کتاب ہے جس کا آرٹیکل ہمارے رسالہ نمبر ۲ جلد
مین درج ہے یہ کتاب غایت شہرت سے محتاج تعریف مینن اگر
غزیداری کی سود خوشتین ہم بیونج جائین تو ہم اس کو چھاپ ڈنگے

اشتہار طبع اشتہارات

ہمارے مطبع میں تجارتی اور معمولی حسب ذیل اجرت پر
اشتہار طبع ہونے میں اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کے لیے آدھا
نشاہ کے لئے ار نہ ماہ کے لئے ۲۰ -
مگر ایک روپے سے کم کا اشتہار درج نہ ہوگا۔

المشتر

بمحر رسالہ حسن

اشتہار

(۱) اس سالے کی قیمت موصول ڈاک سالانہ ۔

۱۰

(۲) کم آمدنی والوں نے یعنی جسکی تنخواہ ڈیر سو سے زاید نہ ہو

لکھنؤ

(۳) جو صاحب سبکے اعلیٰ معنوں یا ترجمہ عنایت فرمائیں گے انکو ایک اشرفی

(۴) دفتر میں مضامین ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہئے ۔

۵) ناپسند معنوں نہ طبع ہوگا ۔ نہ واپس ۔

نشر مستط

حسن بن عبدالحق طیب برناب عماد نواز خجندہ

ذیل کی بکاو کتابیں ہمارے دفتر میں موجود ہیں

۱۰

۱ - ترجمہ تاریخ اثنائشان مصنفہ بی ۔ اے ۔ ڈاکٹر بیرسٹراٹ لائیت

۲ - بچوں کی پرورش کے طور و طریقے ڈاکٹر بارویم صاحب کی کتاب

ترجمہ مس ایڈتھ بورڈ میں صاحب نے کیا ہے اور انعام پایا

(۳) - زداعت دکن مصنفہ حسن بن عبد اللہ الحاطب لواب عماد نواز خجندہ

المشتہر
محمد عبد اللہ خجندہ

حیدر آباد دکن

جلد دوم حسن منہ

۸۸۹ گت

مضامین

لکھنؤ کے عام ترقی و شایستگی پر از پروفیسر زیمبری (لندن) ۱

امین قیصری باب دوم از شمس العلامہ خاں باور لوی محمد کارد صاحب فیو آف

دی الہ آباد یونیورسٹی (دہلی) ۱۷

میں کومسلمان تھیں از مولوی محمد اصغر حسین ضامنکٹہ ۴۱۔

دیباچہ سفرنامہ یورپ از نواب فتح نواز خاں بابر شیر علی شاہ ۵۷۔

بقیہ سفرنامہ کوہ نگری } از علیمہ علی القابلیہ لکھنؤ و حسین الہامی لکھنؤ کاغذ
چار اکابیان } حیدر آباد دکن

مطبع حسن من چھاپا

لکچر

ترکی کے عام ترقی اور شایستگی پر

از سر و فسر و میسری
(یہ کچھ لکھنے کے ایک بہت با وقت جمع کے زبرد و بالیہ میں کثیر تر و اسوں و طری فنون و پانچ بکر و علاوہ تفریماں اور شایستگی کے ساتھ)

تمدن و طرز معاشرت

انیسویں صدی میں جو عظیم الشان تغیرات اور تبدیلیاں ترکوں کے طرز تمدن اور معاشرت میں ہوئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان تعجب انگیز تغیرات و مقومات کو بیان کر دوں جس سے ہم سب لوگوں کو تعجب ہو گا کہ ترکوں سے کہاں سے کہاں تک ترقی کی اور ان کے پاس جو وسط ایشیا میں ہیں بالمقابلہ کیسی ابتدائی حالت شایستگی میں ہیں باہر سے سنا سے سادگی اور غیر شگفتگی کے جو رمیوں کے چہرے عیان بہت اور جو غالباً تقدیر پر بالکل بہرہ ور کرنے یا مسائل و حوفیہ پر چلنے کا نتیجہ بہت ترک شنائہ بالکل ہلوگوں کی طرح یورپین ہیں۔ پوشاک کے لحاظ سے وہ لوگ بجز ٹوپی کے مثل ہمارے ہو گئے۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی غذا بھی یورپین اعلیٰ طبقہ والوں کی سی ہے۔ سیر و تفریح میں تو مجھے انیسویں صدی کے رمیوں کا بہتے بھی نمبر بڑا چڑھا ہے کیونکہ بعض وقت ایسے تفریحی مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں جسکی اجازت قرآن مجید سے نہیں ہے اور وہ وہی ہیں جو ان فی زندگی اور محبت کو مضربین۔ زمانہ حال کے ترک ایسے تاشاؤن کو بہت پسند کرتے ہیں جو فرانسسسی یا ترکی زبان میں ہو کرتے ہیں۔ وہ بہت شوق سے ہمارے

منبر حسن جلد دوم

ٹیٹرون کو دیکھتے سنتے ہیں اور جس شائستگی اور ضروری تربیت اور تکمیل کو وہ لوگ عورتوں کی سوسائٹی میں ظاہر کرتے ہیں اوسکے دیکھنے سے آپ لوگوں کو مشکل سے یقین ہوگا کہ یہ لوگ ایشیائی ہیں اور اسکو تو آپ اور یہی شکل سے مانینگے کہ یہ وہی ترک کے اولاد ہیں جنکے روبرو عیسائی یا یورپین کا نام لینا ہی غضب تھا۔ یہاں تک کہ حرم میں جو فی الواقع ایشیائی طرز معاشرت میں نہایت مذموم شے ہے بہت تبدیلی ہوئی اور ہو رہی ہے۔ بیشک یہ بہت اچھا ہوتا اگر اس خراب طریقہ کا بالکل قلع قمع ہو جاتا لیکن تعلیم نسوان جو ترقی پذیر ہے اس کی اصلی اصلاح کریگی اور اس خوفناک فضل کی گنجی صرف ترک کیوں کے عمدہ مدرسہ میں تیار ہو سکتی ہو۔ لیکن صد اے سے آثار پائے جاتے ہیں جو خود بہت بڑی تبدیلی بتلا رہے ہیں چنانچہ ترکی لیدیوں نے اپنے پوشاک میں ایک جدت پیدا کی ہے۔ میرے سامنے جو لباس ترکی لیدیوں کی تھی وہ ایسی بد شکل تھی کہ مثل ایک بوڑھے کی بالکل بدنامعلوم ہوتی تھی۔ اب بجائے اوسکے میں ٹلا کا استعمال کرتی ہیں جس سے کم کا اندازہ ہوتا ہے اور خوبصورتی معلوم ہوتی ہے۔ برقع ناک سے ٹھوٹی تک ہوتا ہے اور بجائے زرد نیٹونل اور بوٹون کے اب یورپین شوز (جوتا) استعمال کیا جاتا ہے۔ اب ٹرکس لیدیوں اس طرح شرمیلی نظروں اور جھجکتی ہوئی قدموں سے عام محبوں میں نہیں آتی جس طرح پہلے زمانہ میں آتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پوری آزادی کے دن جو بہت جلد آئینا لسمہ میں اوسکا یہ آغاز ہے۔ ہلوگ یورپین اب تک اسی خیال باطل کی پیروی کر رہے ہیں

کہ اسلام میں حرم کا حکم قرآن سے ہوا اور اسلام ہی نے دونوں فرقوں میں سخت
 امتیاز قائم کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ہماری سخت غلطی تھی۔ قرآن میں کہیں حقوق
 عورات پر سختی نہیں لگائی۔ چنانچہ اس ملک میں جب ضرورت حفاظت نسوان ثابت
 ہوئی جبکہ چند ہی سال گزرے تو ایک قانون موسومہ حفاظت جاید عورات -
 (ڈومنس پراپرٹی ایکٹ) نافذ ہوا حالانکہ اسلام نے نہرار برس پہلے یہ ضرورت
 رفع کر دی۔ کئی سو برس گزرے کہ مسلمانوں کی عورتوں کو اپنے مکانوں میں پورے
 پردہ داری کے ساتھ کامل آزادی رہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ تاریخ سے ثابت ہوا
 ہے کہ اسپین اور دوسرے مقامات میں عرب کی عورتوں نے طارق کی ماتحتی
 میں فتوحات میں شریک رہیں۔ حرم و کتنا صرف مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے یہ
 کیفیت برہمنوں اور بدھوں میں بھی ہے بلکہ شرتی عیسائیوں میں بھی رواج
 ہے جبکہ وہ اوس قدر مضبوطی سے چلانا چاہتے ہیں جس طرح مسلمان یہ صرف حرم
 ہی نہیں ہے جب میں اس قدر تبدیلیاں ہوتی ہیں بلکہ انکو سب سے معاملات خانگی
 میں اصلاح ہوئی ہے جو مغربی تہذیب کا اقتضا ہے۔ مکانات۔ اسباب آرائشی
 وغیرہ۔ اور پوشاک اور آپس کا میل جول اعلیٰ درجہ کے عثمانیوں نے ایسا رکھا ہے
 کہ شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شرتی لوگ ہیں جنکے ہماری بندیران اور
 ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور زمین کوٹن ان اس تہذیب و شائستگی
 کا نہیں پایا جاتا اگرچہ ہندوستان میں آپ کے تقدیم سے اس سے بھی زیادہ
 عمدہ نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس مہذبانہ رفتار میں

منبر حسن جلد دوم

بار بار بڑے بڑے روکین ڈال دی گئیں اور جو اسباب وقوت ترقی آلات تہذیب و تربیت کے تھے انکا استعمال جنگ اور جنگی ہتیار میں ہو گیا۔ اعلیٰ طبقہ میں جو مغربی علم و تہذیب میں ترقی ہوئی ہے اسکا اثر روز افزون ترقی کے ساتھ بڑھتا چلا گیا اور انی طبقہ میں ہوتا جاتا ہے اور اگر صلح اور امن امان قائم رہا تو سلطان روم علوم کی ترقی میں بہت توجہ ہو گئے جسکی جانب اب تک افسوسناک سبلہ پروائی رچی۔

عام تعلیم

سلطنت ترکی کے تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے منجھک سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہاں اب تک قدیم اسلامی طریقہ طرز خواندگی جاری تھا جو غالب درجہ نہیں لباس میں ملبوس تھا اور جو کیفیت کچھ کچھ ہماری مڈل ایجنرینے وسط ایام میں تھی جو کہ تعلیم کا سلسلہ طالب علم کے سولہویں برس تک رہتا تھا تاکہ وہ قابلیت سے بڑھ سکے اسلئے پڑھے لکھے کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور عورتوں میں تو بجز چند عالیہ خاندانوں کے بہت کم رواج تھا۔ بیس برس کا زمانہ گزرا کہ یورپین علوم و فنون کی تکمیل برائے نام تھی اور جو لوگ کچھ ہی فرانسسیسی بول سکتے تھے وہ تاریخ جغرافیہ اور دوسرے علوم طبعی سے محض نا بلند تھے۔

اب ترکی میں تین قسم کے مدارس جاری ہیں۔ اول مدرسہ صبیان یعنی مدارس تعلیم ابتدائی جسمیں لکھنا پڑھنا۔ کچھ دنیات حساب اور جغرافیہ بتلایا جاتا ہے اس قسم کے بہت سے مدارس سلطنت مختلف مقامات میں فی الحال

کہو لے گئے ہیں انہیں سے بہت شہور حیدریہ واقع ٹکٹنگ۔ محس المعارفہ قم
استنبول۔ خرف واقع سقوطی اور اسطرح سمرناہ ترانہ اور سلوینکا وغیرہ
بین خدمدارس میں۔ اسکے بعد اعلیٰ مدارس آدو یہ بن جنگو انگریزی میں کالج اور
جرمنی میں جمنا زیم کہہ سکتے ہیں۔ یہاں ترکی۔ عربی۔ فارسی خبرافیہ تاریخ معلوم
طبعی اور فرانسیسی پڑائی جاتی ہے۔ صرف قسطنطنیہ میں لیسے کالج میں ہیں اور
اور فصلا میں سو سے زائد۔ اسکے علاوہ ایک قسم کے اور کالج ہوتے ہیں جہاں
طلبا فوجی کالجوں میں داخل ہونیکے لیے تیار کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے
مدارس قسطنطنیہ میں دس ہیں اور چھ سو سے زائد طلبا تعلیم پاتے ہیں مفصلا
میں ان مدارس کی تعداد زیادہ ہے۔ حال میں بلکہ خامک جو وہ سلطان کے
عہد میں تعلیمات کی بہت ترقی ہوئی ہے اور قاسم پاشا کے مدرسہ میں ان طلب
علموں کے لیے پجوری خدمت لینا چاہیں انگریزی بھی پڑائی جاتی ہے۔ وہاں کے
ہائی اسکول فرانسیسی سینٹر کے مقابل میں۔ ان میں سے نمبر اول گلاسراے
کالج ہے جس میں ایک ہزار سے زائد طلبا زیر تعلیم ہیں زبان فرانس لازمی ہے
اور لاطینی۔ انگریزی۔ یونانی۔ آلمانی۔ جرمنی۔ ہارمنی۔ عدا نین سکھائی جاتی ہیں۔
اسکے علاوہ کچھ دیدہ کی بڑے شور زور سے تعلیم ہوتی ہے مثلاً طبقات۔ نیچرل
فلاسفہ۔ کمپ ٹری۔ جیالوجی (علم طبقات الارض) وغیرہ اس قسم کے کالج
مختلف صوبوں کے اعلیٰ شہروں میں کہو لے گئے ہیں۔ گلاسراے کالج
کے بعد ملکیہ مدرسہ ہے جس میں خدات ملکی اور نظم و نسق کے لیے طلبا کو سول سروس

تعلیم دیکھتی ہے۔ اس مدرسہ میں ملکی اور انتظامی یعنی جب قدر پوسٹیکل عہدہ
 وادون کو اندرون و بیرون سلطنت مختلف قسم کا تعلق رکھنا پڑتا ہے تعلیم ہوتی ہے
 اور چونکہ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ مفعلات میں اعلیٰ اخذات پر لازمی طور سے مامور
 ہوتے رہیں گے اس لئے وہاں کے حسن انتظام میں بہی ترقی ضرور ہوتی رہیگی۔ سول
 سروس کے مدرسہ میں پانچ پینے ہیں اور چھ سوطالب علم داخل میں فوجی کالج
 زیر اہتمام ون ڈی گوٹنسر پاشا اور زیر ہی پاشا تمام یورپ میں سب سے افضل
 ہے۔ اس میں روسی زبان لازمی کر دی گئی ہے۔ اسکے سوا کالج آف لائینے
 قانونی مدرسہ ہے جس میں علاوہ فرانسیسی اور علوم جدیدہ کے دیوانی فوجداری
 تجارتی۔ بحری۔ (جہازی) اور ملکوں کے باہمی قوانین سکھلائے جاتے ہیں۔
 سب سے تعلیم چار سالہ ہے اور تعداد طلبہ تین سو سے زائد۔ سول انجینئر۔ بحری عہدہ
 اور ڈاکٹروں کے مخصوص مدارس ہیں۔ مدارس طبی سے تمام فوج اور صوبوں میں
 فارغ التحصیل طبیب بھیجے جاتے ہیں۔ ایک مدرسہ صنعتی بھی ہے جس میں تصویر کا
 کام سکھایا جاتا ہے دیکھو یہ وہی ملک ہے جس میں چند سال پہلے تصویر کشی
 گناہ کہیہ سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیوں کے مدرسے اس وقت تک بہت کثرت نہ تھیں
 مگر اس خیال سے کہ جہاں عام مدارس میں لڑکیوں کا بھیجنا نہایت درجہ
 مذہم خیال کیا جاتا تھا وہاں اس وقت کئی سو لڑکیوں کا مختلف ابتدائی اور
 اعلیٰ مدارس میں زیر تعلیم ہونا بہت بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے۔ اور ابھی چند
 روز ہو گئے کہ سلطان نے ایک عہدہ معلمہ کو سند سے بہرہ فرمایا۔ سند میں

نام سلطنت میں تعلیم قریب قریب لازمی کے ہو گئی ہے اور وہ وقت دور نہیں ہے کہ وہاں کے تعلیم یافتہ کی تعداد یورپ کے اور ممالک کے برابر ہو جائیگی۔ یہ ایک قدرتی بات تھی کہ عام تعلیم کے جدید طرز کا اثر قوم کے دل و پیر و جی طرح پڑے اور زبان وافی و ادب میں تبدیلی پیدا کرے۔

زبان دانی اور ادب

جبکہ ہم یورپین کے نزدیک زبان انظہار خیالات یا تقریر و تعلیم کا اگہ سمجھا جاتا ہے مشرقیوں میں اپنے مطالب کو بڑے پیچیدہ عبارت اور باریک نکات سے بیان کرتے ہیں (اور اس لئے زبان دانی اور ادب میں فرق ہے) ایسی عبارت کا لکنا جو عام اور خود مختصم ہو اہل مشرق بازاری اور قابل نفرت سمجھتے ہیں اور اس لئے ایک مطلب کے لئے چار چار فقرے بیان ہوتے ہیں اور پیچیدہ اہل علم گل و غیر مستعمل ہوتے رہتے ہیں۔ تاکہ فقرہ خوبصورت اور مرصع ہو ترکون کا دستور ہے کہ لاکھوں عربی فارسی الفاظ اپنے زبان میں بھرتی کرتے ہیں بلکہ جس مقام پر خاص اپنے زبان کا لفظ صحیح طور سے کہنا سکتے ہیں وہاں بھی غیر زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عثمانیہ ترکون کی زبان تین بالکل مختلف زبانوں کی مرکب ہو گئی اور یہ صورت سے اچھڑ یاد دہنے درجہ کے لوگوں کے سمجھ میں نہیں آتی۔

بارہ مجھ کو اتفاق ہوا ہے کہ میں نے اپنے ترکی نوکروں سے ترکی زبان میں باتیں

منہ حسن جلد دوم

کچھ مگر ان لوگوں نے بالکل سمجھا ہی نہیں اور کچھ قدر عمدہ زبان تو عام لوگوں کے سمجھ سے باہر ہے۔ کتاب میں لکھی گئی مگر طبع نہیں ہوئی اور وجود ایسے کتابوں کا عدم ہے۔ پس اس معاملہ میں ایسی عمدہ اصلاح ہوئی ہے کہ مجھ کو سخت متعجب ہوا ہے۔ بجائے اسکے کہ بڑے بڑے فقیر لکھے جائیں جو بعض اوقات دودھ صفحوں تک پہنچ جاتے تھے اب چھوٹے چھوٹے جملوں میں لکھتے ہیں اور الفاظ عربی و فارسی کے جگہ پر موزوں ترکی الفاظ اس ترتیب و تصریف سے آتے ہیں کہ غالباً تمام ادوام الناس کی بخوبی سمجھتی ہے۔ اس جدت اور آسان طریقہ رائج پا جانے سے اخبارات نے بوجہ عجلہ ترقی کی ہے اور جگہ میرے وقت میں صرف ایک اخبار جریدہ حوادث نامی چھپتا تھا جس کو چند منتخب آدمی پڑھ سکتے تھے اب ترکوں نے کئی روزانہ اخبار نکالے ہیں جسکے ناظرین اس قدر زیادتی کے ساتھ ہیں جس طرح یورپ کے ملک جنوب مشرق میں اخبار پڑھنے والے ہیں ہفتہ وار اور ماہوار اخبارات اور رسالہ ہی جاری ہیں اور ہر روز غیر ملکی پچھروں و زائفروں ترقی کے ساتھ ادنیٰ درجہ کے لوگوں میں پھیلتا جاتا ہے۔ آپ لوگوں کو صاف طور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علوم اسلامیہ میں خاص کر مذہبی جزو تھا جس میں دینیات نفسیہ بیان منطق کی تعلیم تھی یہ سلسلہ تعلیم بحسب ہمارے یہاں مثل ایجنڈا (زبانہ) میں مروج تھا۔ ہمارے علوم مغربی یعنی موجودہ علوم جدیدہ جس کے جدید شائبگی مراد ہے اس زمانہ میں صرف بے توجہی سے نہیں دیکھے جاتے

بلکہ انہر نفرت کی نگاہیں اُٹھتی ہیں۔ یہ بات نہایت خوشی کی ہے کہ ترکوں نے کامیابی کے ساتھ اپنی قدیم تعصب اور خیالات کو کہو دیا جسکی بنیاد ہلوگ غلطی سے قرآن کی طرف منسوب کرتے تھے موجودہ سلطان کے عہد سلطنت میں ہمارے علوم جدیدہ کی کل شاخوں کی ترکی میں خوب ترقی ہوئی اور میں اس بات کے کہنے میں مطلقاً مبالغہ نہیں کرتا کہ جس طرح ترکی میں علوم جدیدہ اور علوم دینیہ کی ساتھ ساتھ تعلیم ہوتی ہے اسکی نظیر یورپ کے کسی مقام میں نہیں پائی جاتی۔ پس آجکے موجودہ علم ادب کی کتابیں عمدہ اور سوزون زبان ترکی میں ترجمہ شدہ ہنگی ہاں جا بجا اصلی کتابوں کا حوالہ دیا جائیگا جو بات کہ قابل لحاظ ہے کیونکہ اہل مشرق اس طرح اپنی معلومات سے اہل یورپ کا مقابلہ کر سکیں گے۔

ابوعلی سینا ابن ظہر حاجی خلفہ و ابن خلدون وغیرہ کی کتابیں اور مفتیقین ہنوز اہل مشرق کے دلوں سے جاتی نہیں رہیں۔ اگر انکو احانت۔ مہلت اور امن نصیب ہو تو وہ بجائے خود بہت ترقی کر سکتے ہیں۔

جس شے نے مجھے زیادہ متعجب کیا وہ یہ ہے کہ موجودہ ترکی لٹریچر اس امر میں کوشش کر رہا ہے کہ ہلوگوں میں سے نامور لوگوں کی پبلک لائف کو جانچے اور ہمارے علما و فضلا کی حالات کو قلمبند کرے۔ چنانچہ شاہیر نامی مجموعہ میں انگریزوں کے نامور سلاطین۔ مدبرین۔ فوجی جنرل۔ حکما۔ صناع۔ سیاح۔ انجینیر۔ تماشگر وغیرہ کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور اسیا یا دیانیک کے ترکوں کو شکسپیر۔ گیسرک۔ ڈارون۔ جیمس واٹ۔ ہیریٹ اسپنکلی

منہ حسن جلد دوم

کتابین اور اونکے تذکرے پڑھتے ہوئے دیکھ کر مجبوراً اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انکی
 یہ حالت غیر معمولی اور بالکل عجیب ہے۔ گذشتہ زمانے میں کسی مسلمان
 کیلئے یہ بات ممکن تھی کہ وہ اپنا کچھ وقت کسی غیر مسلم بے ایمان کے حالات
 پڑھنے میں صرف کرے جسکے لئے اسکا نام بے ساختہ حرارت کا باعث
 ہوتا تھا بطرح: منیدار عیسائی مکریزی۔ بخاری بیضاوی۔ جلال الدین رومی
 وغیرہ وغیرہ کا نام نکالنا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اب ایک عجیب تغیر تبدیل ہو گیا
 سخت تعجب اور بے ایمانی تو ہمیشہ خطرناک ثابت ہوئی ہے لیکن اب خود غیر بدین
 نے اپنے مداح ملاؤن کو پایا ہے چنانچہ آپ کے مشہور کینٹیلیر کے اہل اسلام
 بہت کچھ معترف ہیں میری رائے میں یہ بہت اچھی بات ہے کہ ایک دوسرے
 کی قدر دانی کرے اور باہمی تعارف کا نتیجہ جانیں کا فائدہ ہے۔ ترکی کے جدید ٹیچر
 میں جو تبدیلی کی گئی ہے اسکا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان ضروری ہے کہ جو تبدیلیاں
 حال میں کی گئی ہیں انکا اثر صرف زبان تک محدود نہیں رہا بلکہ اسی طرز تحریر اور عبارت
 میں اعلیٰ درجہ کی انشا پرورانی اور مختلف علوم و فنون میں بحث کیجاتی ہے پرانے
 ترکی شاعری میں جو باتباع عربی اور فارسی سے تھی ہر موقع پر بدیل شدید کا نالہ
 باد صبا سے سر و چمن کا جہونا۔ عشاق سوختہ دل کی سینوں سے دھوان کلنا۔ اس
 ناپائیدار زندگی پر لعنت ملامت اور بہت سی اسطرح کی فضول اور بے سود
 مبالغہ آمیز باتیں جو ایشیا مین کے خمیر ترین داخل ہو گئی ہیں ابھی جاتی ہیں
 یہ باتیں شکران کے ساتھ اس وقت تک تہین جب تک وہ ایشیائی طرز و طریقہ

سے پٹے ہوئے تھے۔ اور جب تک گذشتہ نقش قدم پر چلنا لازمی سمجھا تھا۔ جب تک معلوم نہ ہو کہ علم و شناسائی کا آفتاب پورب سے نہیں نکلتا بلکہ پچھلے میں تو فوراً وہ اوس جانب پر گرے اور اپنے زندگی سے طرز پر لگاوی جدید سامان تفریح و تفریح کے ہیا کئے۔ پکلی توفی البتہ کہ ایشیائی لباس کی نگاہ پر پورب میں سادہ اور کارآمد پوشاک اختیار کی۔ صرف کسی قدر رنج کی یہ بات ہے کہ فرانسسین کی جو ایک واپان مقبول استاد تھے قدم بقدم پیروی کی ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ فرانسس کا جدید ترقی یافتہ لٹریچر ایسے قوم پر اثر کرے جو مغربی تہذیب کی جانب بہت کچھ جھک چلا ہے۔

بیشک یہ بہتر ہوگا اگر ٹرکی علمی رفارم انگریزی مفید علم ادب کی طرف خیال رجوع کریں اور نمونہ اپنے یہاں جاری کریں اور پولٹیکس سے اپنے علم ادب کو غلط ملط نگریں۔ لیکن ہلوگون کو اس معاملہ میں زیادہ نور وینا نہیں چاہیے کیونکہ خود اوہوں نے اس جدید روش میں بہت کچھ ترقی کی ہے حال کے ٹرکی مصنفین مثلاً کمال بے شناسا افندی۔ فیا پاشا حامد بے سکرٹری سفارت عثمانیہ لندن وغیرہ وغیرہ پوراپور اور جدید روش کا اثر پہنچا ہے اور انہوں نے اس معاملہ میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ انکو اپنے ملک کی اعلیٰ خدمت کرنا چاہوش ہوا ہے اور بعض انین ایسے علمی قابلیت والے ہیں کہ نہایت افضل اور اعلیٰ یورپین قوم کے فخر ہو سکتے ہیں۔ نہایت درجہ نگرانی اور غور کرنے اور بار بار پیچیدہ مجلسوں کے منعقد کرنے سے بالآخر وہ اس قدر کامیاب

ہوے کہ ملک کی خیر خواہی اور خود اعزازی خیالات کو بھڑکایا ہے جسکی ترکون
میں مثل جملہ مسلمانوں کے سخت ضرورت تھی لیکن اگر اس خیال کی اچھی طرح
پرورش ہوئی اور ہدایت معقول ذریعہ اور طریقہ سے ہوئی تو ایسے عمدہ نتائج
پیدا ہونگے کہ علم عقلا سے یورپ ونگ ہو جائیگے خاکسرد برون کا وہ گردہ جو گمان
کرتا ہے کہ ہلوگون کو صرف ترکون کی لاشوں کو یورپ اور ایشیا سے باہر
پھینک دینا باقی ہے۔ اس امر کے بیان کی بہت کم ضرورت ہے کہ موجودہ
ترقی یافتہ جدید لٹریچر کی اشاعت سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ نفرت
کم ہو گئی اور آئندہ اور بھی کم ہو جائیگی اس تعصب اور اختلاف کی وجہ قرآن
میں ہے جیسا کہ علی العموم سمجھا جاتا ہے بلکہ ہلوگون کا سلطنت روم کے ساتھ
پولیسکل برتاؤ ہے جو ہمیشہ جائز طور سے نہیں ہوتا۔ اور جسکی وجہ یہی ہے کہ
تمام مسلمانین کی بالاتفاق یہی خواہش ہے کہ جہاننگ ممکن ہو سلطنت عثمانیہ
کے شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا ہے۔ جب ترکون کو معلوم ہے کہ ہم عیسائی
انکو نظر محبت و التفات سے نہیں دیکھتے تو ان سے اس قسم کی امید رکھنی فضول
ہے۔ اگر ہم اس امر کے خواہشمند ہیں کہ ہماری اصلاح دنیا میں کارگر ہو تو
ہلو ترکون کے دل پر متعش کرو دینا چاہیے کہ ہم ان بدترین کے ہمراہ نہیں
ہیں جو مسلمانوں سے مخالف راے رکھتے ہیں بلکہ انکو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔

خاتمہ

اے میرے معزز لیڈیو اور جنٹلمن۔ ترکی میں جو نمایان طور سے عام ترقی

ہوئی ہے اسکا یہ خوش کن خلاصہ ہے جو میں نے ابھی پیش کیا۔ اور ان واقعات کے رد و رد جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہلوگ اپنے دل میں خیال کرتے ہوں گے کہ اس عام ترقی نے کیوں ملک کی حالت میں ساتھ ہی ساتھ ہی بہتری پیدا نہیں کی۔ اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بہر سلطنت میں بظاہر انحطاط اور تعصب اور چکر بندی کیوں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مشرق میں ظاہری حالت سے حقیقت میں اصلی کیفیت نہیں معلوم ہوتی۔ صرف وہی شخص نہیں جو سب سے سب سے ملک کی سیاحت کرے بلکہ مدت دراز تک ایک یورپین کو ترکی میں قیام کرنے سے بھی اکثر اوقات حقیقت حال سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ علاوہ برین ایشیا اور یورپ کے اصلاح اور جدت پسندی میں بڑا فرق ہے جب ملوک نے اپنی جدید مہذب عمارت تعمیر کی تو زمین سہوار صاف اور بالکل خالی پائی برخلاف ایشیا کیون کے کہ انکو اپنی جدید کوشش میں قدیم ترقی یافتہ اور نہایت وسیع و مضبوط مشرقی تہذیب کو ڈبا کر نئی عمارت کہہ کر کرنی ہوتی ہے ان کو ایسے کھنڈرات اور لوگوں کو دور کرنا ہوتا ہے جو محبوب قلوب ہو رہے ہیں۔ جب یہ شکل مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور انکے قدیم نقش و نگار پر مرتسم ہیں رفتہ رفتہ مٹ جاتے ہیں تب نئی زندگی کی بنیاد پڑتی ہے اور ایسے خیالات کی کچھ گنجائش ہوتی ہے جو پہلے نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اب آپ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ایشیا میں

کس بے سلیقگی اور بیدلی سے تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور یورپ کے تجلی کا رروایوں سے کس قدر فرق ہے۔ آپ لوگ (انگریز) جو ہمارے جدید تہذیب کے سرتاج ہیں اگر ذرا غور سے اپنے پڑوسی عیسائی اقوام کو ملاحظہ کریں تو بہت ہی بڑا فرق خاص ملک یورپ میں پائینگے۔ اگرچہ آرٹ اور سائنس کی بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے مگر انہیں ایک سے زیادہ عیسائی اقوام کو اسی تاریک سودا بیٹی اور تدابیر ملکی میں پائینگے جو گذشتہ زمانہ میں انکا حال تھا اور اسلئے اب تک وہ ایشیائی کہلائے جاسکتے ہیں کیونکہ میری رائے میں یورپ میں سولہویں کی شان شوکت بڑی بڑی فوج بہکنے میں نہیں ہے بلکہ آزادی عطا کرنے اور بے روک ٹوک علمی اور دماغی جوہر کے آزادانہ اظہار میں ہے۔

پس اگرچہ ہمارے ہنرمند اہل مذہب (عیسائی) انیسویں صدی کے کبر مستفیذ نہیں ہو سکے تو آپ کیوں امید رکھتے ہیں کہ ترکہ اس قدر جلد اپنے قادر ہو جائیں اور کیوں اُنہیں کہا جائے کہ وہ کبارگی مشرق سے چھٹکار مغرب میں چلے آجین اور سبکدوڑ برس کی مسافت کبارگی طے کریں آپ لوگوں کی یہ کہنے کی عادت ہو گئی ہے کہ ہم انتظاری کرتے کرتے اور اپنے ہندیب آموز کوششوں کے نتیجے کی راہ کھتے کھتے ہنگ لگے۔

لیکن یہ آپ کی غلطی ہے آپ ان نتائج سے ناواقف ہیں جو اس وقت ہر دست اپنی کمابست کو پہنچ گئے۔ جو تخم چند عشرہ پیشہ ہو یا کیا تھا اس سے جو نازک کو بل نکلی ہے آپ نے اسکی پوری طور سے قدر نہیں کی۔ میری

جلد دوم حسن منبر

اے میں سب سے بہتر بھی ہے کہ صبر اور انتظار کریں اور محجوب و کامل یقین ہے کہ ہماری موجودہ تہذیب ضرور بالضرور مشرق میں ترقی کرے گی اور عثمانیہ ترک ہٹے گا۔ مسلمان ہندوستان کے سب سے پہلے مسلمان ہونگے جو ہمارے ترقی کے قدم بقدم چلینگے اور انہیں سے یورپین علوم و فنون تہذیب و شائستگی کی اشاعت دور و راز اہل مشرق میں ہوگی۔

یہ مرا ایمان اور وثوق کامل ہے کہ بجائے اسکے کہ اہل اسلام کو حوصلہ دیا جائے اور انکی اعانت کی جائے میں کسی طرح مسلسل الزام دہی اور بدنامی کو جو ملانوں کیلئے کیجاتی ہے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اس سے زیادہ میں اس گروہ مدبرین سے مخالف رہتا ہوں جسکا سرمایہ ناز صرف یہی ہے کہ وہ ہر طرحی وقتیں جانفشان ترکوں کی راہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور ایسے قوم کی لغت ملامت کرنیکو مستعد ہو جاتے ہیں جسکا حال بہت ہی کم جانستہ ہیں۔ اس غیر منصفانہ برتاؤ سے صرف ہمارے تہذیب و آئین کو ششون کو بچھوٹا ہی نہیں سمجھتے اور ہماری اغرائی میں بیٹہ نہیں لگتا بلکہ ہمارے عام ترقی اور تہذیب کا اس کو سخت خطرہ ہو گیا ہے کیونکہ حال میں جب قدر ترکوں کی قوت میں الخطا ملے گا تو ہر قدر یورپ کو عام امن و امان کا سخت خطرہ ہو گیا ہے۔ روس روم کے آخری جنگ کے بعد سے یورپ کی افواج سہ گنہ ہو گئی یہاں تک کہ انگلستان کے محمول ادا کرنے والے جنگو مخصوص طور سے کہہی یہ کہنے کا خیر نہیں ہو کہ ہماری تمام قوم مسلح ہو بہت کچھ پھر شاہی مسافروں کی محافظت کے لئے روپیہ دینے پر مجبور ہو گئے تھے میں اول

منبر حسن جلد دوم

بجائے معمولی اشاعت تہذیب و شائستگی کے جسکے لئے وہ ہرچشم اقوام میں ممتاز تھے
 اسٹیل انجکٹان کو جنگ اور فزیریزی کے سامان ہم پہونچانے میں وقت صرف
 کرنا پڑیگا۔ اسے سفر لیتے ہو اور ہٹنٹو ہم نہایت ہی مناسب وقت ہو کہ ہم ان تعصب
 انگیز اور فضا کا ریادوں سے جو اب تک معاملات مشرق کی نسبت ہماری رہنما تھیں
 خیر یاد کہیں۔ انہیں اسباب سے انکسٹان جی کو پہلے تمام مسلمانان ایشیا و ہند
 اور جو اذ مسلمان کہتے تھے اب رفتہ رفتہ وہ روش اختیار کرنا چاہتا ہے اور
 اس طاقت کے مطابق کارروائی کر رہا ہے جسکو تباہ کینڈا سلام کہتے ہیں۔ آپ کی مشہور
 ارشاد املکہ جوزا یاد رہے کہ روسیوں پر حکومت کرتی ہیں وہ اپنے اس رعایا کی جو
 کل میں چٹوان حصہ ہے علامہ دشمن نہ نیگی اور نہ اسے باشندگان انگلستان
 جو اپنی اصول انصاف پسندی اور آزادی سے مشہور آفاق ہو اس محسن قوم کی
 دل آزادی چاہیہ سمجھو گے۔ جو صرف تم سے رنگ مذہبیت میں جیدا۔ نہیں۔
 ہرگز نہیں کیونکہ میری بات یقین کرو کہ جب تک تم اپنے شریفانہ اصول
 انصاف و ہمدردی کو اپنا دستور العمل بنا لے رکھو گے تمام دنیا میں عزت
 و ہر و فزیریزی ہوگی اپنے نامور بزرگوں کی بیش قیمت میراث قائم رکھنے
 سے انگلستان صاحب عظمت۔ قوی اور خوش رہیگا۔

جلد دوم حسن نمبر

آئین قیصری

سلسلہ کے لئے رسالہ حسن نمبر ۲ جلد ۲ ملاحظہ ہو

باب دوم

ڈپارٹ منٹل سسٹم یعنی سرشناسی ملکی کا نظم و نسق

ہم نے باب اول میں یہ بیان کیا کہ حکومت انگریزی نہ تو شخصی ہے نہ نوعی ہے نہ جمہوری ہے بلکہ وہ تینوں سے مرکب ہے اسلئے اس میں تمام اغراض ملکی شامل ہیں اور ہر فرقہ مکمل فی میں داخل ہے۔ وہ پادشاہ اور پارلیمنٹ کے دو ہوس یعنی دیوان اعلیٰ اور دیوان ادا کے دو قسم ہیں۔ خاندان شاہی تمام خاندانوں کا سرتاج ہے اپنا یہ استحقاق رکھتا ہے کہ اس میں سے موروثی پادشاہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ جو امر ایسے ہیں کہ وہ مالک اراضی کے حیثیت سے امارت رکھتے ہیں وہ پارلیمنٹ کے دیوان اعلیٰ ہوس اور فٹ لارڈز میں اعتبار اور اقتدار رکھتے ہیں۔ درجہ کے لوگ اور پیشہ وراور تاجراور کثرت زر جنگی کارپردازی سے سرمایہ زندگی سرانجام پاتے ہیں اور جو اپنی محنت سے دولت ملک بٹھراتے ہیں وہ دیوان ادا کے یعنی ہوس اور فٹ کا ستر میں سارا اختیار اپنے مٹھی میں رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دونوں دیوان کا کام یہ ہے کہ قانون بنائیں۔ کاروبار سلطنت کے لکھ روپیہ فراہم کریں۔ سب کا نام تو تو ضیع قوانین و آئین کا اختیار پادشاہ کو حاصل ہے۔ مگر حقیقت علانیہ اقتدار سرکاری یعنی وزیر کو حاصل ہے جو پادشاہ کے نام سے اجراء قوانین

منبر حسن جلد دوم

کرتے ہیں۔ یہ مجمع وزرا پارلنٹ کے دونوں دیوان کے منتخب ممبروں سے بنتا ہے۔ یہ وزرا اپنے اپنے تمام کاموں کو اپنے پارلنٹ کے روبرو جوابدہی کے ذمہ دار ہوتے ہیں جب پارلنٹ کو ان پر اعتبار نہیں رہتا تو پادشاہ کو کاروبار سلطنت کے لئے مشیر اور وزیر انتخاب کرنے پڑتے ہیں۔

پادشاہ کو لئے ضرور ہے کہ اس کا مذہب پروٹسٹنٹ چرچ آف انگلنڈ کا ہو۔ اسکو صلح و جنگ کا اختیار ہے جس مجرم کا چاہے جرم سنا کر دے پارلنٹ کے اجلاس کو ملتوی کر دے۔ جب چاہے اس کو جمع کر لے۔ سکے جاری کرے۔ خطاب دے۔ کسی قانون بغیر پادشاہ کی منظوری کے جاری نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہے کہ پادشاہ کے سارے اختیارات وزرا کے ہاتھ میں رہتے ہیں اور انہیں کی بدولت تمام کاروبار سلطنت چلتے ہیں۔ پادشاہ کے نام سے وہ سلطنت کا کام کرتے ہیں مذہبی اور دنیاوی ممبر پارلنٹ کے دیوان اعلیٰ میں تفصیل ذیل ہوتے ہیں۔

انگلش آپریشپ ۲ انگلش شپ ۲۴ کل ۲۶

دنیاوی

انگلش بورڈ فی پیر ۲۸

اسکوٹ لینڈ ۴۳

ایر لینڈ کے ۲۸
سکوت لینڈ کے منتخب ممبر پارلیمنٹ کے ۱۶
۴۸
۴۵۲

اس دیوان اعلیٰ کا صدر انجمن الار و چنسلر ہوتا ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی عدالت یہ ہے۔ اس میں تمام محکمہ جات ماتحت کا اپیل ہوتا ہے۔ سوا اون قوانین کے جو روپیہ سے متعلق ہوتے ہیں اور تمام قوانین کے مسودات کا آغاز اسی دیوان سے ہوتا ہے۔

دیوان اونے کا سن ہوس کر مکمل تمام ملک کے قضبات و دیہات کی رعایا میں سے وہ لوگ منتخب کرتے ہیں جو کچھ مالی اور تعلیمی حیثیت قدرے قدرے رکھتے ہیں۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔

میزان	ایر لینڈ	اسکاٹ لینڈ	انگلستان	
۲۸۳	۶۴	۳۲	۱۸۷	از مختلف اضلاع (کونٹی)
۳۶۶	۳۹	۲۶	۳۰۱	از شہر و قضبات (سٹی بورو)
۹	۲	۲	۵	از دارالعلوم (یونیورسٹیاں)
۶۵۸	۱۰۵	۶۰	۴۹۳	میزان

اس دیوان کو صدر نشین کو سپیکر (انجمن کی طرف سے تقریر کرنے والا) کہتے ہیں۔ اسی کو پادشاہ تک تقرب ہوتا ہے جب پارلنٹ جدید مقرر ہوتی ہے تو اسکے شروع سال میں ایک نیا سپیکر انتخاب ہوتا ہے۔ پورے سے جو متعلق قوانین ہوتے ہیں ان کے مسودات کا آغاز کاسن ہونے پر ہوس آف کانفرس۔

منبر حسن جلد دوم

ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رعایا ہی حقیقت میں ملک کی نمونہ دی اور شاہان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ وہ چشمہ دولت ہوتا ہے جس کی آبیاری سے ملک کی خشک سالی رفع ہوتی ہے۔ اسی کی خوش دلی کے نسیم سے ملک کا گلبن سے سبز و شاداب ہوتا ہے۔ غرض دولت کے خزانوں کی کنجی اس دیوان کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ یوں اسکا دیاؤ پادشاہ پر ہی ہوتا ہے۔ ضرورت اور احتیاج کے وقت تو وہ دیوا اعلیٰ پر ہی غالب ہوتا ہے منٹری یعنی مجلس وزراء کو کو من چوسا بڑا سہارا دیتا ہے وہ پادشاہ کو یہ مشورہ دے سکتا ہے کہ نئے پیر (امیر) کا جنگی تعداد کافی ہو مقرر کرے کہ جس سے ہوائ لارڈین غلبہ آراں کی طرف ہو۔ اس قسم کی دہمکی اکثر لارڈ کے ہوس کو ہتھرت دلاتی ہے۔ اس سبب سے وہ کامن ٹھوس کی اطاعت کرتے ہیں۔

توضیح قانون کا دستوریہ ہے کہ مسودہ قانون کا آغاز اس دیوان میں ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس ہونے میں بننا فذ یا اجرا ہونے میں ایک عرصہ لگتا ہے اول دفعہ صرف قانون کا مسودہ بغیر کسی مباحثہ کے پڑھا جاتا ہے اور اس کے چھپنے کا حکم ہوتا ہے۔ اسکی تفصیل سے ممبروں اطلاع دی جاتی ہے۔ اور اسکی اشاعت ہوتی ہے۔ پھر دوسری دفعہ پڑھنے کی تاریخ معین ہوتی ہے۔ مباحثہ اس پر ہوتا ہے اور رائین دی جاتی ہیں کہ وہ اس پڑھنے کے بعد پاس ہو گا یا نہیں۔

جلد دوم حسن منشر

اگر پاس ہوتا تو دیوان کے ممبر اس کے ہر فقرہ پر مباحثہ کرتے ہیں اور اسے دیتے ہیں۔ پہر وہ ایک منتخب کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے۔ جسکے ممبر انہیں ممبروں میں ہوتے ہیں جو اس ہاؤس کے ہوتے ہیں جس میں مسودہ قانون پیش ہوا ہے۔ جو اس کمیٹی کا پریسیڈنٹ ہوتا ہو وہ ہنر کے سپیکر کے ہوتا ہے۔ مباحثوں کی قواعد و ضوابط کی شدید پابندی کا اہم کار کا وقت ذرا ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ جب کمیٹی وقانون ترمیم و ترمیم و ترمیم پاس ہو جاتا ہے تو اسکی اطلاع دیوان کو دی جاتی ہے جو اس کے تیسری دفعہ پڑھنے کے لئے تاریخ معین کرتی ہے۔ جب یہ تیسری دفعہ پڑھ کر ایک دیوان میں پاس ہوتا ہے تو وہ دوسرے دیوان میں بھیجا جاتا ہے۔ اس دیوان میں ہی وہ سب مراتب طے ہوتے ہیں جو اس پر بیان ہوئے۔ اگر اس دیوان میں کچھ اسکی ترمیم و ترمیم ہوئی تو وہ پہر اس دیوان میں بھیجا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا۔ اگر اس نے اس ترمیم اور ترمیم کو تسلیم کر لیا تو قانون پاس ہو جاتا ہے ہنیں تو پہر دو نو دیوان ایک کنفرنس (یعنی اجتماع) کر کے اختلافات کا فیصلہ کرتے ہیں۔

جب یہ پہلے مسودہ قانون دو نو دیوان میں جس طرح اور پر بیان کیا ہے پاس ہو جاتا ہے تو پادشاہ کی منظوری ہوتی ہے اور پہر وہ ایکٹ بن جاتا ہے۔ پادشاہ یہہ منظوری بذات خاص دیتا ہے یا کمیشن کے ذریعہ سر۔ پادشاہ کبھی اس قانون کے منظور کرنے میں عذر

منبر حسن جلد دوم

نہیں کیا۔

پادشاہ کی صلاح کار اور مشیر وزیر جو پریومی کونسل کہلاتی ہے اسکے ہر ممبر کے اغراز کے لئے اسکے نام کے ساتھ رائٹ آؤنر ابل کے الفاظ لکھے جاتے ہیں پارلیمنٹ کی مدت قیام سات برس ہے۔ ممبرانہ سے چھ برس سے زیادہ کوئی پارلیمنٹ کارفرما نہیں رہی۔ جناب ملک مسعود کے عہد سلطنت میں تو کوئی پارلیمنٹ پانچ سال سے زیادہ قائم

نہیں رہی۔

برٹش کولونی اور ان کے تعلقات اور مصافات میں تمام معاملات سلطنت گورنر اور اسکی کونسل کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ پادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اور ایک سکریٹری آف سٹیٹ لندن میں رہتا ہے۔ جو گورنر مع کونسل کا انسداد علی ہوتا ہے۔ وہ کب جی بیٹ کا ممبر ہوتا ہے۔ جو کولونی تدریسی ہیں اور خوب آباد و شاد ہیں انکی سلطنت کی بنیاد سیاف گورنمنٹ پر رکھی گئی ہے سینٹیمبس لیٹو گروہ (مجلس توضع قوانین) ہوتا ہے جو رعایا کی طرف سے منتخب ہو کر مقرر کیا جاتا ہے۔

کینڈا میں اس قسم کی گورنمنٹ کی ایک مثال ہے جس میں گورنر جنرل کو اکثریکوٹو پور (یعنی تنظیم و تنبیق ملک کے اختیارات) حاصل ہیں اور ایک پریومی کونسل اسکی معاون ہے۔ جو پادشاہ کی طرف سے

مقرر ہوتی ہے۔ ایچس لیڈو کونسل میں دو ہوس میں ایک سینٹ یعنی
ایچس (دیوان اعلیٰ) جس میں ستر ممبر ہیں جو گورنر جنرل اور
اسکی کونسل کی طرف سے مقرر ہیں اور دوسرا کاسن ہوس (دیوان
ادنیٰ) ہے جس میں دو سو ممبر رعایا اپنی طرف سے پانچ سال کے
لئے منتخب کر کے مقرر کرتی ہے۔ پہر لوکل گورنمنٹ میں جس میں پچاس
گورنر مقرر ہیں وہ اپنی اپنی توجہ سے قانون مختص المقام کے واسطے جدا
کونسل رکھتی ہیں۔ اس میں دو ہوس ہوتے ہیں جنکی کیفیت اوپر بیان
ہوئی اسٹیریٹیا کی کولونی میں اس قسم کا انتظام گورنمنٹ کا ہے
لیکن ایچس لیڈو کے ایچس (دیوان اعلیٰ) میں ممبر بادشاہ کی
طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔

نیو ٹیلینڈ۔ نیو سووتھ ویلز۔ کوئینس لینڈ۔ میں سے ہر ایک
کولونی میں گورنر ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ایک کیے بی ٹیٹ یعنی
ایکڑیکو کونسل ہوتی ہے جسکے چار یا پانچ ممبر ہوتے ہیں۔ ایک
ایچس لیڈو کونسل جس میں پندرہ یا بیس ممبر ہوتے ہیں۔ ان سب کا
تقرر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے مگر ایک دیوان ادنیٰ نے توجہ سے
قانون کا ہوتا ہے جس کو رعایا انتخاب کر کے مقرر کرتی ہے۔ سووتھ
اسٹیریٹیا میں تمام کولونی کی رعایا ایچس لیڈو کونسل کے لئے ممبر
انتخاب کرتے ہیں۔ اور ٹیبمانیا اور وکٹوریا میں دولت مند اور

منبر حسن جلد دوم

بڑے آدمی رعایا میں سے ان کو انتخاب کر کے مقرر کرتے ہیں۔ باقی اور سب باتیں انہیں یکساں ہیں ہندوستان بارہ حصوں میں منقسم ہے۔ ایک گورنر جنرل اور وائس رائے ہوتا ہے۔ مدراس۔ بمبئی جس میں ملک سندھ بھی داخل ہے ان میں سے ہر ایک میں گورنر رہتا ہے اور اسکے ساتھ ایک کونسل ہوتی ہے۔ بنگال۔ ممالک مغربی جس میں آودہ شامل پنجاب ان میں سے ہر ایک لفٹننٹ گورنر رہتا ہے بنگال اور ممالک مغربی میں کونسل ہی ہے۔ سنٹرل پراونس میں ممالک متوسط۔ آسام۔ برہما میں ہر ایک میں چیف کمشنر رہتا ہے اجمیر۔ برار۔ کورک۔ اندیان۔ جزائر نیو بار یہ سب گورنر جنرل کے ماتحت ہیں ان میں ایک گورنر جنرل کا ایجنٹ رہتا ہے۔ لکھنؤ سیلون جو ہندوستان سے علیحدہ ہے۔ اس میں لوکل اور ایمپیرل گورنمنٹ دونوں شامل ہیں مگر ایمپیرل گورنمنٹ کو غلبہ و ترجیح ہے۔ گورنر اور اکثریتی کونسل کے پانچ ممبروں کا تقرر بادشاہ کی طرف ہوتا ہے۔ لیجسلیٹو کونسل میں پندرہ ممبر ہوتے ہیں۔ پانچ۔۔۔۔۔ اکثریتی کونسل کے ممبر اور چار اور ملازم گورنمنٹ اور چھ ممبر غیر ملازم۔ آئین قیصری کے سمجھتے کے لئے اوپر کی باتیں ضرور یاد رکھنی چاہیے بغیر ان کے بہت سے باتیں اس کتاب کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔

(۲) حکام متعبد و غیر متعبد یعنی اہل قلم کا حال جو کوئے نیشاں و ان کوئے نیشہ

جلد دوم حسن نمبر

کہلانے میں انتظام ملکی کامدار اہل سیف اور اہل قلم پر ہوتا ہے۔ اہل تیغ ہی فتنہ و فساد کے حس و خاشاک کو اپنی فہر و غضب کی آگ سے جلاتے ہیں اور آسائش اور آرام کا چراغ روشن کرتے ہیں۔ اہل قلم ہی کے دانش کی آبیاری سے ملک کا گلستان طراوت پاتا ہے۔ اول ہم اہل قلم کا حال دیکھتے ہیں جنکے سر پر تمام کار و بار سلطنت کا بار رہتا ہے۔ سارے ملک کی شادمانی اور آسودہ حالی۔ خوشدلی انہیں پر موقوف ہے۔ اہل قلم دوستم کے کہلاتے ہیں ایک کو سہ نینڈ یعنی شہید دوسرے آن کوئی نینڈ یعنی غیر شہید۔ اسلئے حکام شہید کی حکایت سناتے ہیں کہ ان کا آغاز کیونکر ہوا اور اب ان کا کیا حال ہے۔ وہ کس خوبی سے اس ملک کے اس انتظام سلطنت کو سنبھالے ہوئے ہیں کہ کہیں اسکی نظیر مشکل سے ملے گی جب سرکار کپڑی کی کارگاہ تجارت سنے جون بدل کر بارگاہ سلطنت کی صورت میں اپنے تین دکھایا تو ضرور ہوا کہ اسکے ملازمون کی بھی لیاقت جو تجارت کے فن حسب حال تھی وہ کار و بار سلطنت کے لئے موزون کی جائے۔ یہہ ملازم ایسے تھے کہ جنہوں نے انگلستان میں بھی تربیت اور تعلیم اچھی طرح نہیں پائی تھی اور جیسی تعلیم ان کی ہوئی تھی وہ تجارت کے لئے تھی نہ حکومت کے واسطے۔ ان میں اکثر سوانقل نویسی کے کام کے اور کوئی لیاقت نہ رکھتے تھے الکاتب کا لہار کے مصداق تھے بھی کہاتے کے جوڑ میں ان تین پانچ سات

منبر حسن جلد دوم

پانچ کر کے نکالیتے تھے۔ حکومت کے کاموں کی آواز بھی ان کے کان میں نہیں پڑی تھی۔ یہہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ان میں ایک سے پہلے کہا جائے کہ تو تجارت کو ہاتھ نہ لگا۔ اور ایک ضلع کا حاکم اور جسٹس بن جا۔ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے حقوق کا انصاف کر۔ دوسرے سے یہہ ارشاد ہو کہ تو کلکٹر بن اور تحصیل باگزار سی کر۔ جو ایسے انجینئر کے کام تھا جسکی سمجھنے میں اچھے اچھوں کی عقل حیران ہوتی تھی۔ تیسرے کو یہہ حکم ہو کہ ہندوستانی دربار میں ریڈنٹ بن۔ چوتھے کو یہہ فرمایا جائے کہ سفیر بن کر ہندوستانی سرکار میں جا۔ پہلا کہا یہہ کام کج سودے ساف کے پیچھے خریدنے کا کام۔ ان کاموں میں زمین آسمان کا فرق ہے جس باعث میں کہ تجارت کے سود و فربان کا سودا ہو اس میں سلطنت کا خیال کہاں سے آئے علاوہ اسکے جو غلطی کے لئے کارنوالس نے کی کہ گورنمنٹ کے کام کو کوئی ہندوستانی ہاتھ نہ لگا دہی لارڈ وولزی کو بھی مرغوب ہوئی تو اب ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کا سب سے پہلے یہہ کام تھا کہ وہ اپنے اسباب حکومت درست کرے۔ سولارڈ وولزی کو اپنے دماغ عالی سے یہہ تدبیر سوچی کہ ہٹا عالیشان مدرسہ بنام فورٹ ولیم کالج ملازمین کی تعلیم و تربیت کے لئے بغیر منظوری کوٹ آف دائرہ کمرز کے کلکتہ میں قائم کر دیا۔ اور پھر شیپرمی اور توگرولی سے فقہ طالب علموں کے کہانے کا نسخہ

جلد دوم حسن منبر

ماہوار پانچہزار روپیہ مقرر کیا اور انگلستان سے بڑے بڑے عالم فاضل تعلیم کے سینچے بلائے اس بنا پر خیال ہے اس کالج کا تفسیر و خیال سے کیا اول یہ کہ مازمون کی تعلیم انگریزی کی تکمیل ہو دہم ہندوستان کے حالات اور ہندوستانیوں کے زبانوں اور علموں اور رسوم و رواج ہیں انکی قوانین کی تعلیم ہو۔ پہلا خیال تو سر اسر غلط تھا اس لئے کہ ہندوستان میں انگلستانی تعلیم کی تکمیل کرانی گھوٹے کے منہ میں دھپی دینی اور دم میں لگام لگانی تھی پہلا انگلستان کا سبب اسباب تعلیم و تربیت یہاں کیونکر بیسم ہو سکتا تھا۔ مگر ان دوسرا خیال نہایت صحیح تھا کہ یہاں دوسرے قسم کی تعلیم ہندوستان میں ہو سکتی تھی اس کا انگلستان میں کرنا کہتے کو دو ٹانگ سے چٹا سکھاتا تھا۔ وہاں یہ اسباب کیسے ہم ہو سکتا تھا کہ انگریز پٹنوں کے سبھا میں بیٹھے ہو مگر بائیں کرسیے ہیں۔ دہرم شاستر پڑھ رہے ہیں اور ست نرائن کی کتھا سن رہے ہیں۔ مولویوں سے فقہ اور شرع کا سبق لے رہے ہیں ان کے ہندو وعظ سے محفوظ ہو رہے ہیں۔ بے تکلف ہندوستانیوں سے زبانیں بول رہے ہیں۔ اور سیکھ رہے ہیں ہندوستانیوں کے رسم و رواج و آئین قوانین خود بخود آئینہ بنے ہوئے انگلیوں کے سامنے چلے آتے ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی جو قانون اس ملک کے لئے بنائے اس کو بے محنت و مشقت سمجھتے ہیں۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے اس خیال سے

منبر حسن جلد دوم

کہ معلوم نہیں ہندوستان کا اس کالج کے قائم رکھنے میں کس قدر روپیہ خرچ ہوگا۔ لارڈ ولزلی کو قطعی حکم بھیج دیا کہ مدرسہ برخواست کرو۔ اس حکم کے پہنچنے سے لارڈ صاحب کو نہایت رنج و ملال ہوا۔ ان کو اپنی اس تجویز پر وہ فخر و ناز تھا کہ فتح میسور پر نہ تھا۔ حکم کی تعمیل بھیج دی کہ فی ٹری اسلئے حکم تو لکھا دیا کہ مدرسہ بند کیا جائے مگر اٹھ بارہ مہینے اس کو لیت و لعل میں رکھا اور مدرسہ کچھ نہ کچھ جاری رہا۔ اس عرصہ میں اپنے دوستوں کو داویلا کے خط لکھے۔ کورٹ آف ڈائریکٹرز کو بتلایا کہ خرچ سے نہ گھبراؤ راجداری کا ایک نیا ٹیکس لگاتا ہوں کہ اس کالج کا تمام خرچ وصول ہو جائیگا۔ اس پر ڈائریکٹرز نے حکم بھیج دیا کہ فورٹ ولیم کالج کا فقط اتنا حصہ قائم رہے کہ اس میں ہندوستان کی زبانوں کی تعلیم ہو۔ اور باقی ملازمان ہند کی تعلیم کے لیے ولایت میں ایک بڑا شاندار سیلی بری کالج قائم کر لیا۔ کیا زمانہ تھا کہ ایک حشیا نہ ٹیکس سے تعلیم کا خرچ بخیر ہوتا تھا۔

غرض جب سے کہ سرکار کمپنی کے تجارت کے کارخانے سلطنت کے کارخانوں سے بدلنے شروع ہوئے اور انتظام ملکی کے لیے ایسے ملازمین کی ضرورت پڑی کہ جنگی لیاقت اور استعداد اور اخلاق اور عادات اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ اور شرافت خاندان ہی اسکے ساتھ ہو۔ تو اس وقت سے اس سرکار نے ان کی تعلیم و تربیت اور

انتخاب اور تقرر کے قاعدے مقرر کر کے شروع کئے اور ہمیشہ اس میں کچھ تغیر و تبدل کر کے عہدہ بناتی گئی ظاہر ہو کہ ایسے گروہ تو جو ان شرف کا صاحب یا قوت جب تک نہیں ہو سکتا تھا کہ اسکے لئے کوئی خاص غریب و تحریص نہ ہو۔ اسلئے اس سرکار نے اسکے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں اس گروہ کی امارت اور شہرت کی صورت پیدا ہوتی تھی۔ خاص استحقاق ان کو ملنے کی خدمات میں دئے اور تمام اعلیٰ خدمات کا ٹیکہ انہیں کو دیدیا۔ ان کی مدت ملازمت تین ہی درانہ نہیں رہی کہ جس سے وہ اس ملک میں رہ کر گھبرائے نہیں جنسٹ پنشن کے حقوق ہی ان کو فیاضی کے ساتھ عطا کئے۔ سال بہر میں دو ہینے کی رخصت بلا وضع تنخواہ۔ بہترین برس میں ضرور۔ ایکس برس کی ملازمت کے بعد پنشن دس ہزار روپیہ سال تنخواہ میں اونے درجہ میں چار ہزار روپیہ سال سے لیکر بارہ ہزار روپیہ سال تک متوسط درجہ میں چوبیس ہزار سال سے لیکر تیس ہزار روپیہ سال تک۔ چار اعلیٰ درجہ کے خاص عہدے جنکی تنخواہ تیس ہزار روپیہ سال سے لیکر ایک لاکھ روپے سال تک۔ ان میں سے دس فیصد ہی تیس ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ تنخواہ پاتے رہتے ہیں۔ غرض اس سرکار نے ایسے معاہدے ان افسروں سے کیے کہ انکی خواہش جیسے بڑے عالمی خاندان نوجوانوں کو پیدا ہوئی۔ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام مدت تک یہی بری کالج میں رہا۔ اگر یہ پہ کالج اس وقت سے ٹوٹ گیا ہو

نہش حسن جلد دوم

جیسے کہ مقابلہ کا امتحان شروع ہوا ہے مگر اب تک بعض دانشمندان اس کالج کے طرفدار چلے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک پھر دوسرا کالج سفر ہو جاوے جس میں انگریز اور ہندوستانی دونوں ملکر تعلیم پائیں اور قومی افتراق جیسے ملکی معاملات میں خلل پیدا ہوتا ہے کم ہو جائے۔ سوشل اتحادیوں کی نخل معاملات میں برا اثر کرتا ہے۔ جب تک یہ کالج قائم نہ اس میں عالی خاندان نوجوان جو ایک ہی تہلی کے پٹے بیٹھے ہیں ایک ہی چشمہ تعلیم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایک ہی کارخانہ کے گڑھے ہوئے اوزار ہوتے ہیں وہ ایک ہی جگہ سے یہاں روانہ ہوتے ہیں۔ سب ہم خیال۔ ہم حال اس غیر ملک میں آتے تھے اور آپس میں آشنا و دوست ہوتے تھے۔ اگلے دن میں آپس کا اعتبار و حسن ظن باہم بہت ہوتا تھا جو کام ایک ان میں سے کرتا تھا دوسرا اس کو اپنا کام سمجھتا تھا۔ غرض ان کا ہم لیاقت۔ ہم حالت اور سخی ہونا اس ملک کے حق میں زیادہ نافع تھا۔ جب سے مقابلہ کا امتحان شروع ہوا ہے ایسے حاکم یہاں آتے ہیں جو جسٹس برطانیہ اعظم کے مختلف مقامات کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ ان کی عادات اور خصایل مختلف ہوتی ہیں۔ غرض اس ملک کو وہ فائدے نہیں جاتا ہوتے جو ہیکیری کی تعلیم یافتہ سول افسروں سے حاصل ہوتے تھے۔

جلد دوم حسن منبر

مقابلہ کے امتحان پر بعض بڑے بڑے عالم جو یونیورسٹیوں کے پروفیسر ہیں معترض ہیں کہ اسکے سبب سے یونیورسٹی کے تعلیم میں خلل پڑ گیا ہے تعلیم کج تشبیہ غذا سے دی جاتی ہے۔ ایسی غذا کا فائدہ ہوتا ہے جو ہضم ہو جس کو بدل بایٹھل کا بنے۔ یون کو یہ غذا ٹھوس سی جاسے اور وہ ہضم نہ ہو تو اسے کچھ فائدہ نہیں۔ یہی تعلیم کا حال ہے کہ جو غذا نامرغوب کی طرح ہضم نہ ہو اور اسکی جگالی کرنی کی، نہ ملے اور اوپر تلی جو ملے ٹھوس جاسے تو وہ کچھ اثر اپنا دل و دماغ پر نہیں کرے گی۔ سول سروس کے امتحان پاس کر سنے کے شوق میں سمجھے بن سمجھے علموں کو ذہن میں بہہ رہتے چلے جاتے ہیں اور ایسے امتحان پاس کر دیتے ہیں کچھ اس پر خیال نہیں ہوتا کہ یہ علم ہم کو ہضم ہی ہوئے اور علم سے جو اصلاح ہم ہوتی ہے وہ ہوگی یا نہیں۔ مگر ان سٹیڈیوں کی داد دینے والے کو کون سنتا ہے انکے تان کی ایک ایک اپیتین (عام رائے) یہ ہے کہ مقابلہ کا امتحان ہو۔ وہاں اس پینک اپیتین (عام رائے) کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے کہ یاد اگر تمہاری یونیورسٹیوں کی تعلیم گہری ہے تو تم سکی خود اصلاح کرو ہم اپنا قاعدہ نہیں توڑیں گے۔ یہی ایک طریقہ ہے کہ جس کوئی نالائق افسر بہر فی نہیں ہونے پاتا۔

غرض سبکدوشوں نقائص ابتداء سلطنت انگریزی سے اس سول سروس

منبر حسن جلد دوم

تعلیم و تربیت - انتخاب و تقرر کے باب میں چلے آتے ہیں - اب یہی سول سروس کمیشن کی ایک بھاری رپورٹ وزیر اعلیٰ ہندوستان کے روبرو پیش ہے - دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں -

۱۹۳۷ء تک تو سول سروس میں تقریباً کل انگریز ہی تھے صرف اس سن میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ تیس ہزار پانچ سو چھ حصے انگریزوں اور ایک سو چھ حصے ہندوستانی - لارڈ ولٹن کے عہد میں قانون سول اسسٹنٹس ہند جاری ہوا جس کے موافق یہ امر قرار پایا کہ نہیں ہندوستان کے عالمی خاندان نوجوان اس خدمت پر مقرر ہوں - مگر اب بہت اوجہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں کے عالمی خاندان آدمیوں کی تربیت و تعلیم ایسی نہیں ہوتی کہ وہ اس خدمت کے فرائض کو کا حقہ ادا کر سکیں اس لئے قانون تبدیل ہونے کے قابل ہے - غرض یہ مباحث ایسے طویل طویل ہیں کہ ان کی گنجائش ہمارے اس مختصر کتاب میں نہیں ہے اس سول سروس میں سے ایک افسر اعلیٰ ضلع کا حاکم ہوتا ہے جس کا دو ہزار قب کا کٹر اور مجسٹریٹ ہوتا ہے - اگر اس کی تمام منصبی کاموں کے مجموعہ کو بالتفصیل دیکھے تو اس دو ہزار کے لقب سے بھی وہ سمجھ میں نہیں آتے - کئی نام رکھے جائیں تو شاید سمجھ میں آئیں ضلع کا رقبہ تین ہزار میل سے لیکر گیارہ ہزار میل تک ہوتا ہے جس کی آبادی پانچ لاکھ آدمیوں سے لیکر بیس لاکھ آدمیوں تک ہوتی ہے - اب

یہ ایک افسر ہوتا ہے جسکو اس قدر رقبہ اور اتنی رعایا کی رکھوالی اور قہر سم کا بندوبست کرنا پڑتا ہے ایک افسر انگریزی جو ہندوستانیوں پر سلطنت کرتا ہے نہ اتنے گدھوں پر گہارا اور نہ بھیڑ بکریوں پر گڈریہ حکومت کر سکتا ہے اتنا بڑا کام اوسے ایک افسر سے سرانجام ہو سکتا ہے کہ جسکی جہانی اور روحانی فواہنیت قوی ہوں۔ اس حیثیت سے وہ ضلع کا کلکٹر ہوتا ہے۔ کہ زمین کی سرکاری جمع تحصیل کرتا ہے اور تمام فراج اور ٹیکس خود کسی قسم کی ہوں ان کو وصول کرتا ہے۔ زمین کا بندوبست اسکے ذمے ہوتا ہے۔ آبپاشی خواہ نہریں سے ہو یا اور زراعتی نالوں سے اسکا انتظام اسکو کرنا پڑتا ہے اور ملک دیکر تمام اسکے ماتحت ہوتے ہیں۔ مدن و تہذیب رعایا کی ذمہ داری اسکے ذمہ ہوتی ہے بیونی سپل کے کام۔ لوکل بورڈ کا انتظام۔ زراعت خبر داری تجارت کی نگہبانی۔ اس حیثیت سے کہ وہ مجسٹریٹ ہوتا ہے اور اسکے بارے ضلع کے رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ چورون۔ ڈاکوؤں۔ رہبرنوں۔ بدعاشوں کی گرفتاری اور تمام اقسام جرائم کی تحقیقات پولیس کا انتظام اوسکی امداد کے واسطے اسٹنٹ کلکٹر و مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر و سب ڈپٹی کلکٹر تحصیلدار پیش کار اور انریری مجسٹریٹ ہوتے ہیں اور عملہ میں اہل کار بہت سے ہوتے ہیں اور ایک سول انجینیر مع عملہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو شہر کون اور تمام اضلاع کی عمارات تعمیر و مرمت کرتا ہے۔ مگر ان سب ماتحت افسروں کے کاموں کی جوابدہی اور ذمہ داری اسکے ذمہ ہوتی ہے۔ ان کلکٹروں ہی کا کام ہے کہ وہ ملک

نہد صں جلد دوم

نصف آمدنی وصول کرتے ہیں اور سارے ملک میں امن و امان قائم رکھتے ہیں۔ رعایا کی تہذیب اور اور اصلاح تمدن اور تعلیم کرتے ہیں۔

حکام ضلع اکثر ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ملازمت کی صورت ایسی ہی ہے۔ ترقی کا ہونا۔ قدیمی ملازمن کا ملازمت سے کنارہ کش ہونا۔ خست بوجہ بیماری۔ فرلو۔ وغیرہ ایسی ان کی ساتھ لگی ہوئی ہیں کہ انکی تبدیلی ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں لازمی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک افسر کو اپنی ایک ضلع کا تجربہ حاصل نہیں ہونے پاتا۔ اپنے بہت افسروں کی عادات اور طبایع کا علم نہیں ہونے پاتا۔ علموں کی کارروائیوں سے واقف نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے ضلع بدل جاتا ہے۔ جہاں اوسٹ ضلع سے بھی زیادہ اجنبی ہوتا ہے۔ ایک ضلع میں بعض نہایت نازک معاملات پیچ و پچا کے سامنے پیش تھے کہ ابھی انکا فیصلہ کرنے نہ پایا تھا کہ دوسرا کام اجنبی کے لئے موجود ہوا۔ وہ سارے معاملات ناتمام رہتے۔ برسوں۔ وہ پھیلے میں پڑے رہتے۔ بعض عاقل و دراندیش یہہ راے رکھتے ہیں کہ جب ہندوستان کی حالت ترقی و تہذیب سے بدیلیگی تو سول سروس کے واسطے انگلستان کی بار میں جو بڑے کار گزار ہونگے وہ منتخب ہو کر یہاں آیا کریں گے۔ اور ہوم گورنمنٹ انکو مقرر کیا کریگی۔ سول کے حاکمون کی مقرر کرنے کا جو طریقہ بالفعل ہر اسکے اچھے نے میں مشہد ہے۔ اب اسکا آخری فیصلہ ہو نوا ہے۔

اب ضلع کے ہیڈ کوارٹر میں طبیعت کے موافق کسی ضلع مال یا دیوانی فوجداری کو پسند کرتے ہیں۔ اسی ضلع میں ان کی ترقی ہو جاتی ہے۔ وہ سول جج، سیشن جج، مقرر ہو جاتے ہیں یا کٹ نہ مال۔ اور سول جج سے ہائی کورٹ کے جج اور کٹ نہ سے بورڈ آف رونیو پر ترقی کرتے ہیں۔ سول جج دیوانی کے مقدمات کے اپیل سنتا ہے جو اسکی ماتحت عدالتوں سب جج اور منصفوں کی عدالت میں فیصلہ ہوتے ہیں۔ اور جج ابتدائی مقدمات ہی دیوانی کے فیصلہ کرتا ہے۔ اپیل فوجداری ضلع کے مجسٹریٹوں کے فیصلوں کی سنتا ہے اور جب ہمارے مجرم ضلع کے حاکم دورہ سپر د کرتے ہیں ان کا فیصلہ کرتا ہے۔ کٹ نہ کلکٹر کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے فیصلوں کی اپیل سنتا ہے۔ جج کے فیصلوں کے اپیل ہائی کورٹ یا چیف کورٹ میں ہوتا ہے۔ یہی عدالت ہائی کورٹ سب سے بڑی عدالت ہے۔ گورنمنٹ کے دار الحکومت میں ایک ہائی کورٹ یا چیف کورٹ ہوتا ہے۔ مدراس، بمبئی، الہ آباد میں ہائی کورٹ اور لاہور میں چیف کورٹ ہے۔ یہ انتہائی اسی عدالت کو ہے کہ وہ برٹش رعایا پسند وہ رعایا جو برطانوی میں پیدا ہوئے ان کو فوجداری کے مقدمات کی تحقیقات کرے اور فیصلہ کرے۔ جتنے اضلاع اسے ماتحت ہیں ان کے عدالتوں میں جو مقدمات فیصلہ ہوں ان کا اپیل سننے۔ وفاقوں کی اصلاح اور تجربہ میں ہی گورنمنٹ کی مددگار ہوتی ہے وٹسٹرٹ میں جو سولیس ہوتے ہیں وہ اپنے ساتھ ولایت سے کوئی تجربہ و مسلم ہندوستان میں نہیں لاتے ہیں بلکہ وہ ہمیں اپنی ملازمت کے عرصہ میں حاصل کرتے ہیں۔ وہ انکسٹ

منبر حسن جلد دوم

بارمین یا ان کورٹ مین بیان آنے سے پہلے کچھ کام نہیں کرتے۔ باوجود اس بات کے ان کے سامنے بیان جو مقدمات پیش ہوتے ہیں وہ بڑے پیچ دار ہوتے ہیں ہندو کے دہرم شاستر اور مسلمانوں کے شرع کے دقیق مسائل ان میں ایسے شامل ہوتے ہیں کہ ان کا فیصلہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے اسلئے یہہ راسے قرار پا گئی ہوں کہ ہندوستانی دیوانی مقدمات کو بہت سولین کے زیادہ عمدہ طرح سے فیصل کرتے ہیں۔ زیادہ تر اختیار دیوانی مقدمات میں ہندوستانیوں ہی کے اختیار میں ہے۔

ہماری کورٹ کی تفصیل یہہ ہے کہ

بنگال

تخواہ چھ ہزار روپیہ ماہوار

ایک چیف جسٹس

تخواہ ۱۶۶ روپیہ ماہوار

چودہ جج

مدراس

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

تخواہ ۲۷۵۰ روپیہ ماہوار

چار جج

ممبئی

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

تخواہ ۳۷۵۰ روپیہ ماہوار

سات جج

مالک مغربی و شمالی

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

چار بج تخواہ تین ہزار سات سو پچاس بج ایک بج کی رسائی ہفتہ خالی رہتی ہے

پنجاب

ایک چیف جسٹس تخواہ چار ہزار روپیہ ماہوار

تین بج تخواہ تین ہزار روپیہ ماہوار

مالک متوسطہ اودو مین سے ہر ایک مین

ایک جوڈیشل کشنر

برٹش برہما مین

ایک ری کورڈر اور ایک جوڈیشل کشنر

ای کورٹ مین چیف جسٹس اکثر انگلستان کے بار سے بیسٹر مقرر ہوتے ہیں اور تمام ای کورٹ کے ججوں کا تقرر پادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

حکام متہد کا تقرر اور خاص محکمہ دوسرے شتون کی پٹی بنی ہوتا ہے۔ جیسے سند کا کلکٹر۔ پریس پاکسٹم ککشنر۔ پوسٹ ماسٹر جنرل۔ نمک ککشنر۔ افیون کا ککشنر۔ اکونٹنٹ جنرل۔ آب کاری ککشنر۔ جنگلات کا ڈائریکٹر۔ اور متفرق صیف مین جن میں حکام متہد کو نوکل گورنمنٹ انسٹریکٹو ہے جیسے کہ ڈائریکٹر فلک انسٹرکشن۔ محکمہ زراعت کا ڈائریکٹر۔ شمال کا ڈاکٹر۔ سینے محکمہ خفیہ کے ہی کام سویلین مقرر ہوتے ہیں۔

ہم نے اب تک ان اہل قلم کا ذکر کیا جو کوئی نیٹڈ سروس لینے حکام متہد سے متعلق تھے ان کی تعداد فہرست میں کچھ اور نو سو سے ہے جن میں دسویں حصہ کے فریب ہیلیبر

نہج حسن جلد دوم

کالج کے تعلیم یافتہ ہین گران کی تعداد ہر سال کم ہوتی جاتی ہے اور چند سال میں اسکی نوبت صفر پر پہنچ جائیگی۔ باقی سب مقابلہ کے امتحان میں پاس ہو کر مقرر ہوئے ہین۔ ان نوٹوں میں سے چند سو کے قریب بنگالی و مالک مغربی بنگالہ اور وہ پنجاب و مالک متوسط میں ہین اور مدر اس میں ۱۵۵۰۔ اور بمبئی میں ۱۴۰۰ ہر سال کا حکم دولا کہہ اوسمون پر فرمان روا کی کرتا ہے۔ ان حکام کی تنخواہ کا خرچ اس ملک کے ہر شہنشاہ پر دوپائی پڑتا ہے۔ جو لوگ یہہ راسے رکھتے ہین کہ سویلین کی تنخواہ کم کر دی جائے وہ بڑی غلطی پر ہین۔ اگر یہاں انگریزوں کی ضرورت ان عہدوں کی واسطے ہے تو ضرور ہی کہ وہ اپنے کاموں کے لائق سب طرح سے ہوں۔ ان کی جسمانی قوار نہایت قوی ہوں دیانت دار ہوں۔ راست گفتار۔ راست کردار ہوں۔ ان میں کم از کم متوسط درجہ کی لیاقت ہو۔ یہہ لیاقتیں مفت اور سستی تو ہاتھ نہیں لگ سکتیں۔ ارزاں بلبٹ گران بجکت۔ گورنمنٹ جب زیادہ تنخواہ نہ دے تو کون یہاں ہندوستان میں آنا قبول کرے۔ یہاں کام کرنا ایسا مشکل ہے کہ انگلستان کے تمام کالجوں اور اسکولوں کے وہ طالب علم اچھی طرح چلا سکتی ہیں جبکہ ان میں لب لباب اور انتخاب ہوں۔

گورنمنٹ ہند تمام ملکی خدمات کے لئے ان کو لائق سمجھتی ہے۔ بعض دفعہ وہ ان کو ایسے کام سپرد کر دیتی ہے جن کو وہ بالکل نہیں جانتے۔ اور ایسے افسروں کے سر پر ہٹا دیتی ہے کہ جنکی ساری عمر اس کام میں بسر ہوتی ہے۔ اور ان کی حسن خدمات سے ایسے جگہ ہی وہ اچھی نتیجے پیدا کر لیتی ہے۔ بس ملازموں کی تنخواہ کی کمی کی صلاح

بلد دوم حسن نمبر

یعنی اس ملک کو ساتھ دشمنی کرنی ہے۔

سولین آغاز جوانی میں بڑے جواہری کے مناسب پر ہندوستان میں مقرر ہو کر آتی ہیں وہ خوشی خوشی تن مہی کے ساتھ سخت قواعد کے پابندی کرتے ہیں اور بذات خاص انتظام منطقت کے بڑے بڑے بہاری کام ایسے لوگوں میں بجالاتے ہیں کہ جن کی زبان زیب - دستور بالکل ان کی ملت - رسم و رواج مختلف ہوتا ہو جتنا کوئی شکل کام ان کے رد و آتا ہے اسکے سر انجام دینے میں وہ ہی استقلال اور زحمت کو کام میں لاتے ہیں۔ اپنے حسن انتظام کے لیے بہا فائدہ دن - سے یہاں کی رعایا کو مستفید کرتے ہیں وہ بخیر دم کی نیکیا می کرتے ہیں۔ جو سوار اس ادارہ فیض منجی کو اس ملک کے علم پڑانے میں پر جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کو یہاں کی زبانوں کی تحقیقات کا شوق ہو گیا۔ کوئی علوم فاریہین بال کی کہاں کھانے لگا۔ کوئی عمارت کہنا اور آثار قدیم کے تفتیش کے درپے ہو گیا کسی کو علم جغرافیہ میں شخص کی سوچی - کوئی شکار گاہوں کا مجسم کرنے لگا۔ کوئی حیوانات نباتات - مہنیا ت کو تلاش میں رات دن اوہرہرین کرنے لگا۔ تو اسکی زندگی یہاں ایسی لطیف اور مزہ سے گذرے گی لگتی ہو کہ وہ انگلستان کو بھول جاتا ہو ہندوستان اس کو زیادہ دل کش در دل چسپ معلوم ہوتا ہو۔ اس کا چہرہ نا سخت ناگوار ہوتا ہو بعض سولین ان علموں میں ایسے نامور گذرے ہیں کہ ان کا نام قیامت تک قائم رہے گا۔ مگر جو سولین یہاں پہلے باتوں سے غالی ہوتے ہیں۔ ان کی ہندوستان کی ملازمت ایک بے لطف جلا وطنی ہے۔ مدت ملازمت ایک قید گران حالت ہون کی دل لگی سوا اس کے یہاں نہیں ہو کہ وقت - فرصت میں می ناسیہ تنکام ہون اور غالی بیٹھے ہوے وقت کاٹا کریں۔

اب یہ تو ان اہل قلم کا بیان ہوا جو کوئی نیشنل سوسیالزمین پر حکام متعہد کہلاتے ہیں۔ اب ہم
 ٹکون غیر متعہد اہل قلم کا ذکر سناتے ہیں کہ یہ اہل قلم پہلے ہندوستانی اور یورپین یا ایسٹ
 انڈین اینجیوہ و دفعلی اولاد جو سابق کے اہل یورپ کی ہندوستانی عورتوں سے پیدا ہوئی
 اکثر ان میں سرکاری و قرون میں کلرک یا تحت افسر ضلع میں ہوتے تھے۔ لیکن اب پچھلے زمانہ
 میں جب سلطنت انگریزی اپنی معراج پر پہنچی۔ اور ملک کی ترقی اور اسکے خزانوں کی
 انکشاف کی ضرورت پڑی تو یورپ سے غیر متعہد اہل قلم بلائی گئی۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر مقرر
 ہو گئے۔ گورنمنٹ کے سکرٹریٹ و قرون میں وہ مقرر ہوئے۔ کیونکہ نسل و پارٹنٹ یعنی
 تعلیم میں مقرر ہوئے۔ ٹیلیگراف، ڈراما فورسٹ (منیجنگلٹ)۔ آبپاشی۔ ہیر سہیٹ
 ریل وے۔ اور بہت سے سرکاری سرشتوں میں وہ ملازم ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایسے مثالیاقت
 ہوتے ہیں کہ وہ اپنی متعہد سوسیالزمین کے سطرچ کم نہیں تھے۔ وہ اپنی کام سے خوب آگاہ ہوتے ہیں ان کی تعلیم
 ہی کچھ اپنے متعہد سوسیالزمین سے کم نہیں ہوتی۔
 نمک۔ انیون۔ آبکاری سٹامپ۔ جنگلات۔ آبپاشی۔ پبلک ورکس و تعمیر عمارات (تعلیم
 ریلوے ٹیلیگراف سینیٹلین مہدو پاتے ہیں اور ان میں متعہد سول سروس علی مقرر ہوتے ہیں۔ ان کے
 واسطے ہندوستانی دعوی کرتے ہیں کہ ہم کو ملا کرین۔ ان سے زیادہ ہم ان کاموں کو
 لیاقت سے سرانجام دے سکتے ہیں فقط

محمد ذکا احمد

میں کیوں مسلمان ہوں

اپریل سال گذشتہ میں ایک پرجوش و آوازدار عالمی مذہب کی طرف سے ناظرین ”مارتھ امیریکن ریویو“ کو اس خیال سے کہ بے بنیاد ہونیکا یقین دہایا گیا تھا کہ ”قرآن کا قانون مردے کے ماتھے کی طرح سرد اور اکڑا ہوا ہے۔“
اوس میں ملایم اور سی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ ماتھے کاٹ ڈالا جاوے۔
اور مسلمانوں کے خیالات کا پہلا قاعدہ یہ ہے کہ تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔
اردو میں ان خیالات پیش کرینا اے کو بڑا افسوس ہے کہ تربیت یافتہ راقم کے حالات مکان و زندگی کی اطلاع نہ مل سکی۔ پھر بھی ناظرین ”حسن“ کا شوقی تلاش میں تمام تر ایوبس ہو جانا اچھی بات نہیں۔ اسلئے ہم اونکو تمام و کمال تحریر پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

میں کیوں مسلمان ہوں

ایمانداروں کی حفاظت اور اوپر مہربانی کرینا اے خدا کے بے انتہا رحمت تھی کہ میں ایشیائی اور مغربی علوم و ادب سے سرفراز ہو کر تلاش و تحقیق سے صداقت میں دنیا کے ارد گرد چھبرا۔

اطلاع و معلومات کی نہرین جو بڑے سہ چشمہ صداقت سے اس وسیع عالم میں دینے دینا سے ظاہری آہ تک جاری ہیں میری تازگی و نشاط و ابی روح کا باعث ہوین تیب
”فیوض آفاق اسلام“ (مصنف مشر و لفرڈینٹ) میں باب ”اسلام میں اسلام“

کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔ تمہا ہمت نصین

مین سند رجہ بالا کے جواب پیرس معذ ہوا۔

جو سوال کہ اب سے ۳۰ برس قبل ایک نیم تعلیم یافتہ عیسائی نے انگریزوں کی ایک بازار میں غلط کریتوت کیا تھا۔ اسکو انگریزی انجیل پڑھنے کی حالت میں اکثرین اپنے دل سے ہی کیا کرتا تھا۔ اور جو میرے دوران سفر یورپ و امریکا میں بعض پڑھ کر کہے اور دانشمند لوگوں کی زبان پر تھا۔ وہ اہم سوال یہی ہے۔ جو بمقاری اور میانی اس سوال سے مجھے طاری کی خدا ہی کو اسکا علم ہے۔

اپنے رسول کے اسم پاک کو لای عقل لوگوں سے زبان بے ادبی سنکیا اصلیا مصنفین کی و عجیب و غریب غلط بیانیان پڑھ کر جو انکی مباحثہ انگیز تصانیف نے پیش کیں فرط حمیت اسلامی سے جھجھک ہو گیا ہوں۔

افسوس! کہ مقدس جہاد کرنیوالوں میں قدیم تعصب و درہنہن ہوا۔ اور ابھی تک (با اینہم بیکسی) ایک صبر آمیز اطاعت کے ساتھ اسلام کو فرمانروا عیسائیت کی اون باتوں کا جواب دینا ہے جو اسکی (اسلام کی) نسبت کی یا کہی جاویں۔

تقریباً ہر ایک مخالف اسلام تصنیف ایک تحقیقات طلب دلو خشک دریا سے لاندہی پر کینچ لاتی ہے۔ اسلئے کہ انکے مصنف کتب الہامی پر بنائے مذہب ایمان کو پیر کے سینے پر روندستہ ہیں اور شکوک و گمراہی پر اونکا اعتماد ہوتا ہے۔

انریبل سرسید احمد خان باشندہ علیگڑہ (شمالی ہند) کی ازاد و حکیمانہ تعلیم کا یہ نتیجہ نہ تھا کہ مین مدت تک دہریانہ خیالات میں مبتلا رہا۔ بلکہ لندن یونیورسٹی سے متعلق اسکو لوٹنی تعلیم۔ اور خود لندن سوسائٹی کی اخلاقی حالت کسی شخص کا

عقیدہ کراماتی یا الہامی مذہب پر قایم ہنن رکھ سکتی۔

یہ وہی دانا اور میرا مقوم معلم (انریبل سرسید احمد) تھا جس نے کئی سال گزرے انجیل مقدس اوٹھا کر حضرت عیسیٰ کے یہ الفاظ پڑھے تو کہ ”خدا سے تعالیٰ تمام انسانوں کی عزت ہنن کرتا۔ بلکہ ہر ایک قوم میں وہ شخص اس کا مقبول نظر ہے جسے ترس اور سچائی سے کام لے ہن“

میں نے دونوں مطالعہ انجیل کیا لیکن کسی ایک ہی عیسائی معلم کی طرف سے ادس الہامی صداقت کا نشان ہنن دیا گیا ہے جو بلاشبہ عجیب ہے۔ یہ ایک مسلمان ہی تھا جس نے مجھے عیسائیت کی وسعت مجموعی سمجھائی۔ اور انحضرت کے مستثنیٰ اوصاف اور اعلیٰ اصول ذہن نشین کرائے جس سے بانی اسلام کے منشاء و مقاصد بہ نسبت عیسائیت کے اصلاح شدہ معلوم ہوتے۔ اور محبت کئے جا سکتے ہن۔

”اوسا کا“ واقعہ جاپان میں مذہب بودہ کا تعجب انگیز طرز پرستش۔
 ”قاہرہ“ میں درویشی رقص کی خوفناک گردش۔ ویکنگمین ترک و احتشام کے مذہبی جلوس۔ لندن پر وٹسٹنٹ گرجاؤں کی پرشور آوازیں ایسی ہی تھیں کہ میں کعبہ کے طرز خدا پرستی پر ترجیح دیکھتا۔ یا پرخطر سورج کا مذہب کے ٹکڑے تھے۔
 میں آجباتا۔ لیکن انریبل سرسید احمد خان نے میرے ہاتھ میں ایک کنجی میدی

(۱) رومیہ کے ایک چارگانا نام ہے جو دریا کے ٹیسرے سرے پر واقع ہے۔ یہاں پر
 کامکان۔ لائبریری میوزیم۔ عبادتخانہ۔ اور اکثر عمدہ عمارتیں ہیں۔ ترجمہ۔

منہ حسن جلد دوم

کہ نور صداقت باری تعالیٰ سے اختلاف مذاہب کے بند و تار یک کمر سے وا اور روشن ہو سکتے ہیں اور انسانی غلطیوں کو دور کر دینے کے بعد صراطِ مستقیم بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ بانیانِ اسلام و عیسائیت دونوں اصلاح و انتخاب کرنیوالے تھے لیکن آخر کار دریافت ہو گیا تھا کہ نجات اور دلی آرام کا وسیلہ صرف خدا کے پاک کی مرضی ہے^(۱)۔

ہوملی وار (یورپ کی مشہور مذہبی جنگ) کے بعد سے مذہبی تعصب اور قضیہ نکاح تار یک ابر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین چا لی ہے۔ اور یہی ایک خیر ہے جو روشنی کو دھندلا کر دیتی ہے۔ میرے ایک معزز انگریز دوست (جو مختلف مذاہب ایشیا کی بابت مشہور محقق شمار کئے جاتے ہیں) مجھ سے کہنا کہ ”ایک تعلیم یافتہ شخص کی اسلامی حمایت امریکا اور انگلستان کے عیسائیوں کو نہایت متعجب کر لگی۔ جبکہ مذہب پودہ با اینہم بت پرستی اور تدہرانہ اذکار انگریزی بولنے والی اقوام میں اثر رکھتا ہے تو مذہب اسلام اپنے اعلیٰ درجہ کے الہیات اور موجدانہ اصول کی وجہ سے ایک بڑی معقول حجت ہو گا کہ لوگ اس کے ڈیفنس اور اس کی حمایت کو قبول کریں۔“

ممکنہ ان الفاظ پر یقین کامل ہے کیونکہ ان جاہلانہ اور متعصبانہ حلوں کو مجھ سے زائد کیتے نہیں پڑا ہے جنکی اشاعت ہندوستان میں اور متعدد مخالف اسلام تصانیف کے ذریعہ سے ہوئی ہے جو برٹش میوزیم واقع لندن میں

(۱) یعنی اسلام اصولِ فطرت پر مبنی ہے۔ ترجمہ

بترا کر ہی ہوئی ہیں۔ اور جنکی نسبت یہ خیال نہیں کیا گیا ہے کہ کیسے وقت میں (جو بہت قریب ہے) نفرت کے کئے کئے مسلمان بے طرفدارانہ سماعت پر متوجہ ہوں گے اور انکو رد کیسے کیا۔ تاہم ابی سینا۔ ابوالولید۔ ابوباقر۔ وغیرہ کے دلوں میں معرفت حق کو اعلیٰ درجہ کی تحقیقاتِ فلسفہ کے بعد ہی قائم رکھا۔

عیسائیت کے چہرے کو مجھاکر نیوالا۔ رفتارِ علوم و ادب میں اقوام مختلفہ کی سرگرمی کر نیوالا اسلام ہی تھا اور اسی نے دہریہ نہایت بدوہ سے ہندوستان اور وسط ایشیا کو پاک کیا۔ وحشی و ناشائستہ فرقوں کو سچے خداے پاک کی پرورش سکھائی اور اب تک المدارسِ شریونہی کو ششون کو درجہ بجائے سچائی کی اشاعت کے زبردست فریقہ فرائد پر مبنی دین) ناکام رکھا۔ اور دعوے کر سکتا ہے کہ وہ ایک سوائسی ملین نئی نوع کا عقیدہ ہے۔

ہر جہہ کا دن ہزاروں شکرین خدا کو اسلام میں لاتا ہے اور یہاں تک کہ خوشنہری
 بھی اسکے قایل ہیں۔ سفید پوش عیسائیت کا تحانہ اخلاق و برتاؤ کے ساتھ نہ تو
 مشرق میں اپنے وجود کو قائم کر سکتی ہے اور نہ اپنے روحانی و دعوتوں کے ساتھ
 ایشیائی۔ ”وحشیانہ صفت“ اقوام کے موافق مزاج و حاجات ہے۔
 مذہب اسلام کی تحقیقات جبقہ زاید کی جا رہی ہیں اتنی ہی اون لوگوں کی فہم کی
 اور قبولیت کو ترقی ہو گی جنہوں نے اس کی تعلیم اور اصول کی جانچ کی ہے۔

”جان لوئیس برک ہارٹ،“ جو سوشل لیڈ کا پروٹسٹنٹ عیسائی۔

[illegible]

منبر حسن جلد دوم

اور قاہرہ بین بن ہوا پال گریو، نے اپنے سفارہ عرب میں بے انتہا تعصب صرف کیا تھا لیکن جو سفارہ میں اس نے معاملات مشرق پر لکھے ہیں ان میں اس کی رائے بہت کچھ تبدیل شدہ معلوم ہوتی ہے۔

”مسٹر باسور تہہ اس مسمیہ“ جو ایک بڑے عیسائی فرقہ کے عالم تھے اور جنہوں نے بحفاظت ایک تسلیم یافتہ شخص کے مذہب اسلام کی تحقیقات کی تھی آخر کار مجبور ہوئے کہ سرور کائنات کو ”پیمبر صادق“ یقین کریں۔

تمام روئے زمین پر جو مسلمان ہیں ان میں جو عیسائیت میں داخل ہوئے ہوں۔ اور انہی مسلمانوں میں جو عیسائی ہوئے ہوں ایک ہی اپنے جدید مذہب پر قائم نہ رہا ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ اسلام تکلیف دیتا اور عذاب کرتا ہے۔ مگر یہی صاحب ذرا بڑھ چکے! گہرا سیکے نہیں!!

میں ”اس مسمیہ فیڈ“ گیا ہوں جہاں کہ عیسائی اپنے ہی برادران مذہب کے ہاتھوں جلائے گئے تھے۔ میں ”بوسٹن کامن“ میں ہی رہا ہوں جہاں کوکیر عیسائی پویشٹن عیسائیوں کے دست مبارک شمولی پر لٹکائے گئے تھے۔

(۱) یہ لوگ ایک دوسرے کو آپس میں فریڈے مخاطب کرتے ہیں۔ مترجم

(۲) یہ وہ فرقہ مذہب ہے جس نے ملکہ الزبتھ کے عہد سلطنت انگلستان میں پرانی روایات وغیرہ کو ترک کر کر اصل عقائد عیسائیت کو برقرار رکھا تھا۔ اور لوگوں نے نفرت سراسر تفریق کا نام یہ رٹن رکھا ہے۔ منہ

جلد دوم حسن منہ

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کرہیں + مجھ سے کہاں چپکنے والے کہاں کہیں اور امیکا میں ہی غور کرتا ہوں تو مورسین کو مذہبی آزادی نہیں حاصل ہے۔

لیکن اسلام نے مذہبی آزادی کو نہیں روکا ہے اور اس بات کے تو ہمارے عیسائی برادر ہی قائل ہیں کہ حبش مشرقی عرب کے باشندوں نے جو اللہ العزیز اور ریسرکتے بیت المقدس اور دمشق کو فتح کیا تھا اور شام و فارس میں ان کے تحت حکومت میں آئے تھے۔ تو عیسائیوں کے ساتھ اور ملتا جلتا دوستانہ تھا اور قلیل شرائط سے انکو زمین دی گئی تھی۔ انکی حفاظت کے لیے لاکھ لشکرس باندھا گیا تھا اور ہمیشہ سرانجام رسوم مذہبی میں وہ آزاد رکھے گئے تھے۔

جب اسلامی فاتح خالد بن ولید نے دمشق کو عیسائیوں سے لے لیا تب بھی اسنے عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک ہی معبد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

مذہب اسلام نیرے اور تلوار و ننگا مذہب الہی کہا جاتا ہے لیکن روسے زمین پر کو مذہب ایسا ہے جسکی اشاعت فتوحات اور جنگا قیام سختی اور تعصب سے نہ ہو پوسط ایشیا کے ترکمان جبوقت مشرق بہ اسلام ہوئے تھے تو عیسائی ممالک کے دیہاکا نیسے بہت زمانہ قبل اوہوں نے باشندگان شام ہی کو وق کیا تھا۔

کال مذہبی آزادی زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ دیناے سابق پورے طور پر اس لفظ سے آشنا نہ تھی اور اب بھی اسبات میں ذرا تامل ہے کہ آیا ایک سول سٹیٹ

لے یونانڈ استیس میں ایک شخص جوزف استہ“ فرانچین اکثر کرامتون کا دعویٰ کیا تھا۔ اس دعویٰ کو تسلیم کرینوالے تورس، کہااتے ہیں متبرعم ۴۷

نہش حسن جلد دوم

بوسٹن کے ایک عیسائی باشندے کے اسلام قبول کرنا بڑے طرفدارانہ رائے دیکھا جاتا تھا؟
اکثر فرط عنایت سے یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ ”اسلام مجموعہ بد اخلاقی ہے“
یعنی مسیح کا رواج غلامی خلاف اخلاق ہے لیکن ’ورجینا‘ کی غلامی ایسی نہیں ہے۔
’ہندو‘ کی تلاق بڑی مخالف تہذیب ہے لیکن ’چنگاگو‘ (واقعہ ریڈ اسٹینس)
کی تلاق امرتسن ہے۔ بخارا کی تعداد ازواج اعلیٰ درجہ کی بد اعمالی و دشت ہر
مگر لندن کی سیٹھ پرستیان اور طبیعت داریان ایسی نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ امور اپنی
جگہ پر تسلیم کر لیا گئے ہوں کہ قسطنطنیہ کے مسلمان بلگیریا کے عیسائیوں سے بہت
اچھے ہیں اور سلطان کے فوجی سپاہی (گو ایک سے زیادہ نواح کرتے ہیں) اپنی
پرہیزگاری اور غیر شراب خواری کی وجہ سے عیاش برٹش رجمنٹ ہندوستان
سے کہیں زیادہ قابلِ عزت ہیں۔ لیکن اسپر ہی اسلام ایسا (مورل) مخالف اخلاق
مذہب ہے کہ سٹرگلٹھ اسٹون یورپ سے نکال کر دو معریل بیگ و سباب سفر اور
بند اور پونچا ناچا ہتے ہیں۔

مخالف اسلام انشا پر داری کی بنیاد ہمیشہ اسی قیاس پر ہوا کرتی ہے کہ مسلمان
حاکم مورلیٹی اور اخلاق میں عیسائی ملکوں سے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔
ہر ایک مسلمان اس قیاس کی واقعیت کو چند ہی ہفتوں کے قیام لندن پر
اور نیویارک میں بخوبی دریافت کر سکتا ہے۔

غیر تربیت مسلمان نہ فطر علی اخلاقی اوصاف کے غیر تربیت یافتہ عیسائیوں
سے ہزار درجہ اچھے ہیں۔ اور اگر ہماری انتہا سے شایستگی کی حالت میں سو فی

جلد دوم حسن نمبر

فطرت اجازت نکاح و تلاق کوئی لامحدود اجازت ہو گئی ہے۔ تو خود عیسائی تعلیم نے اپنی آبادی کے بڑے بڑے مرکزوں میں بدستی و عیاشی کی اشاعت کی ہے۔ ایسے بلورین مکانات میں رہنے والے عیسائیوں کو اپنے ہمسائیہ پتھر بننے میں سبقت نہ چاہیئے۔ ایسیا ہمارے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ ”ایماندارو! غلط بیانی سے باز رہو کیونکہ یہ بڑا حرم ہے“، اپنے طریقہ غور کرنا چاہیئے۔ ڈر ہے کہ کہیں اوپر کا حصہ بیان خارج از مضمون خیال کیا جاوے۔ ایسکے مجھ کو اصل سہارا پر کہ باوجود واقفیت علوم مغربی۔ اور سیاحی دنیا۔ کسلے میں آپ کو مسلمان کہتا اور اُمت محمد میں شامل کرنا ہوں رجوع ہونا چاہیئے۔

ہمیشہ یہی سوال ہر ایک مقام کے تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں نے مجھ سے کیا۔ اور میں نے اپنی پیدار پکڑی۔ بلا بوتاموں کے کرتے اور پانچامہ سے زیادہ لوگوں کو اس بات پر متعجب پایا کہ فصیح و بلیغ و اعطال عیسائیت کے سلسلہ ہائے تقریر ایسی نہ تھی کہ میں اب تک قرآن پاک اور اس کے احکام پر یقین نہ کہتا۔ چند سال گزرتے ہیں کہ میں اپنے بزرگ باپ کی طرف سے وجود باری تعالیٰ پر دلی یقین۔ اور سبکی عبادات رحم و ہمدردی۔ خیرات کے ثواب۔ اور مقدس فرائض حج کا تمام عمر میں ایک بار ادا کرنا۔ ان پانچ ابتدائی اصول اسلام سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ مکمل دہم اصول دین بھی میرے ذہن نشین کر دئے گئے تھے کہ خدا ایک ہے۔ اور کوئی اور سکا شریک نہیں۔ اور سنے اپنی پاک مرضی کا اظہار مکمل طور پر آنحضرت۔ سرور کائنات کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔ اور

منہ حسن جلد دوم

یہ کہ انسان اپنی فطرت اور سب سے زیادہ خدا کے سامنے اون افعال کا جواب دہ ہے جو اس نے دنیا میں کئے ہیں۔ نوجوانی میں تو یہ اصول میرے نزدیک محض خیالات سے تھے۔ اور ابتداءً ان اخرا کے مذہب اسلام کو عیسائی کتب میں پڑھکر میں نے اپنے عقیدہ میں جنبش ہی دریافت کی تھی۔ مگر تعلیم و سفر دنیا ان کی صداقت بخوبی ثابت کر دی اور انسانی روح کی تربیت و صفائی کے لیے جو باتیں درکار ہیں میں نے سب ان اصول میں پائیں۔

بلاشبہ اسلام ایک مکمل و آخری مذہب ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ محمد صلعم خدا کے رسول ہیں تو کہنے والے کی نیت ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ انھیں ہی خدا کے رسول ہیں۔

ہمارے مصنف و مورخ مانتے چلے آتے ہیں کہ وجود اسلام کی قبل ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء گزرے جن میں سے ۳۱۰ خاص خاص مذاہب کے پیغمبر تھے۔ پس عیان امر ہے کہ بانی اسلام نے وحی و الہام کی بابت کبھی وہ راے نہیں اختیار کی جو عیسائیوں اور یہودیوں کی ہو۔

خود کلام مجید میں لقمان ہیبر۔ اور سکندر کے اون اوصاف کی توفیق کی گئی ہے جو اکثر پیغمبروں سے مشابہ تھے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ افلاطون۔ سقراط۔ اور پلوہ وغیرہ کو پیغمبران لیا جاوے۔

اسلام سرگز مخالف عیسائیت نہیں۔ سہ درکانات نے حضرت عیسیٰ کو پیغمبر صادق تسلیم کیا۔ اور بے انتہا عزت کی جو ہر ایک صفحہ کلام مجید سے

ظاہر ہے۔ لیکن آنحضرت نے خود کو صرف خدا کا بندہ اور رسول کہا اور کسی اعلیٰ خطاب سے اپنے اسم پاک کو زینت نہیں دی۔

یہ صحیح ہے کہ بانی اسلام نے تثلیث کی تعلیم نہیں نہ رانی۔ مگر سچا مسلمان جہان تک کہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ نورِ صداقت قبل پیدائش عالم موجود تھا۔ تثلیث کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ خیالِ مسرت کے قریب ہے۔

آنحضرت نے عیسائیت کو ختم شدہ ہی نہیں سمجھا بلکہ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری دنیا سے تمام امت کو متظر رہنے کی ہدایت نہ دے رہی ہے۔

کوئی اسلامی ملک نہیں ہے جس میں عیسائیت کو وسعت و کامیابی ہوئی ہو۔ کیلئے کہ اسلام ایک سادہ اور شرقی طرز زندگی کے مناسب مذہب ہے اس لئے اپنے پر خند زمانہ میں خود کو قرطبہ اور بغداد کی شاسیتگی کے موافق حال رکھا۔ اور وسط ایشیا کی بت پرستی اور بد اعمالی کے تنزل پر اسکی وسعت و ترقی کا آغاز ہوا۔ یعنی توحید و خدا پرستی کی ابتدا ہوئی۔

جو زبردستی عبادت مذہبی کے بار ڈالنے میں انکلیٹڈ اور امریکا شہر کی طرف سے عمل میں آئی یورپ کی تمام قومیں اسکو بڑی نامہ رانی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ جدید عیسائیت طرح دار یورپ میں زندگی اختیار کرنے کے واسطے نہایت مناسب ہے۔ افسوس! حضرت عیسیٰ کے اصول (جو اپنے خیالات

و اخلاق میں ایشیائی تھے) تمام تر شاعرانہ کر دے گئے ہیں۔

آنحضرت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی آخر الزمان تھے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کی رسالت صادق کی طرح (جسکی شہادت میں خود انہیں کی کتاب میں دیتی ہیں) زبردست تاریخی ثبوت پر مبنی ہے۔ اسکے تلاش ثبوت میں ہمارے ناظرین مسٹر اترتھر گلن کی کتاب ”اسٹوری آف دی سارسن“ (Story of the Sarsen) ملاحظہ فرمائیں جب میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور آنحضرت کی وحی کے حالات صحیح اور بالتشریح لکھے گئے ہیں۔

”محمد خدا کے رسول ہیں“ یہ کلمہ کوئی فرضی اور خیالی بات نہیں ہے۔ وقت گیا جب بانی اسلام کو ”فریبی“ کہا جاتا تھا۔ خود یورپین نمکتہ چین سمجھنے لگے ہیں کہ محمد کی تردید رسالت آخر کار عیسیٰ کی تردید رسالت پر مجبور کر لگی۔

آنحضرت پر عادات و اخلاق کبھی احمق و جاہل لوگوں کے حملہ ہوئے ہیں۔
 ”ژین پرینڈو“ جنہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان تک کی رسالت تسلیم کرنے میں ذرا بہت معلوم نہ کی۔ آنحضرت کی بابت صریحی غلط بیانیوں کا جواب دہ ہے۔
 بنی عربی پر خلاف راستی حملہ ہمیشہ عیسائی معلمین کے ضعیف دلائل کی خبر دیتے ہیں۔

قرآن کی نسبت تو سر ولیم میور کا بھی اقرار ہے کہ ایک ایسی کتاب ہے جو ”جو عالی دماغی اور مدد اقتصونسے“ مملو ہے۔ انجیل کی نظر ثانی بار بار کی گئی۔
 لیکن مسلمان ۱۳ سو برس سے وہی ایک قرآن رکھتے ہیں جو ان کو رسول کر

دو برس بعد اون کو دیا گیا تھا۔ ریگستان کا باشندہ اوسکو ایک عجیب چہرہ جاتا ہے اور تعلیم یافتہ مسلمان خدائی باتیں قابل غور یا داشت خیال کرتا ہے وہ دنیا کی ہٹسری آف لٹریچر میں لمبا ط ایک تاریخ ہونیکے ہی بے مثل ہے۔

انجیل کی نسبت یہ امر دو صدیوں بعد طے ہوا کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ قرآن وہی ہے جو دو برس بعد ہی آنحضرت کے تسلیم کیا گیا تھا کہ الہامی یادوار ہے قرآن پر اکثر فضیلت ہے ہوا مگر جب روشنفیری اور صداقت پر غور کر کے اسے دی گئی ہے تو ہدیشہ اوسکے عجیب ہونیکا اعتراف کیا گیا ہے۔

یہ یقین یورپ میں دوامی ہے کہ اسلام شایستگی اور انسانیت ہے اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ایک نوآبادی (کالونی) امریکا میں قائم ہوتی ہے جسکی نسبت یہ امر یقینی تھا کہ یونائیٹڈ سٹیٹس با اینہم آزادی مذہب اوسکی روادار ہوتی۔

مشرقی کوششوں کو نیا ض اسلام سے مویدانہ اسے کی توقع ہو سکتی ہے۔ مگر لندن میں اگر ایک اسلامی شنہ بیجا جاوے تو غالباً تمام یورپ مسلح ہو کر مقابلہ کرے گا۔

اسلامی خلیفہ پولیٹیکل رفتار زمانہ پر نظر کر کے مشنر یونپ رعایت اور اونکی حفاظت کر سکتا ہے۔ لیکن کیا واشنگٹن کی کانگریس ہی کسی ایک مسلمان واعظ کو مستحق حفاظت و رعایت تصور کرے گی؟

سہی قسم کے سوالات میں اکثر کئے ہیں اور جواب پایا ہے

کہ ”جو کچھ ہو مگر اسلام ضرور اہل ہے“

ہذا مذہب اسیلے مجموعہ بد اخلاقی خیال کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح کر نیکی اجازت دی گئی ہے۔ مگر کوئی شخص ایک فتورہ ہی اسکی سنادی کی بات انجیل کے کسی باب سے نقل کر سکتا ہے۔ میں تو تمام انجیل چہاں ڈالی بجز انکہ کہ بپ لوگوں کو صرف ایک نکاح پر قناعت کر نیکی ہدایت ہوئی ہے اور کچھ ہی اشارہ پایا نہیں جاتا۔ فرقہ برٹسٹنٹ کے سینٹ لیوٹر نے ”فلپ“ کو دیکھا شادی کی اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ ”اگر کوئی شخص دوسرے زاید نکاح کرنا چاہیگا تو میں اسکو منع نہیں کروں گا اور نہ اس کے اس فعل کو خلاف احکام خدا جانوں گا۔“

اور پھر سر کردہ فرقہ کتھلیک نے شاہ نیولین کو ایک ظالمانہ طلاق کی اجازت دی تھی۔ قرآن مجید نے بجائے تعداد ازدواج کی رغبت دلائے اور نکو چارنگ محمد دکر دیا ہے اور اوسمین یہ میت سخت لگا دی ہے کہ ”اگر تم عدل نہ کر سکو تو ایک ہی کرو۔“

ایمان کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے وقوع فعل کو نہیں روکا ہے اور کلکتہ کے مسلمانوں سے زیادہ ”ٹوچاگو“ کے عیسائی سیر (طلاقین) متبلا ہیں۔

ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں اب اس یقین کو ترقی ہے

کہ خداوند دلچ احکام قرآن اور انسانی شایستگی دونوں کی مخالفت ہے۔ مغز مسلمان خاندانوں میں طلاق ایسی قابل نفرت چیز خیال کی گئی ہے کہ کہین ادسکا وجود نہیں۔

انحضرت کی نسبت یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ آپ نے عرب کے متعدد خاندانوں کو اجازت غلامی دی تھی۔ پہر بھی حضرت کے پورے ملک شام کے اجازت دینے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ آپ نے قاتلین میں اوسکے منیت و نابود کرنے کی فکر کی۔ لیکن اگلے انبیاء کے کام میں ہوتے انداز نامناسب تصور فرمائی۔ ہمارے عیسائی بھائیوں کو تعجب ہو گا کہ انجیل میں لفظ ”سلیو“ (غلام) کا اطلاق ”سروٹ“ (ملازم) پر ہی ہوا ہے۔

امریکا نے بڑی قتل و خونریزی کے بعد خود کو قید غلامی سے آزاد کیا ہے۔ لیکن نبی عربی نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ”جو ایک غلام آزاد کرے گا اس کا اللہ دوزخ اور سپر سرو ہوگی“

ادین سے صرف ایک ہی صداقت کے حصول میں شایستہ عیسائیت کو انتہا سے خونریزی کا سامنا ہو گا۔ جنکو صدیاں گزیرن بانی اسلام نے فیاضانہ تقسیم کیا تھا۔ مذہب کی بیان کی بہت ہی ام اہل اور عیاضانہ خیال کی جاتی ہے۔ لیکن اسپن تو سرور کائنات کا منشا برنجر شبہ کے اور کچھ نہ تھا۔ اور اسکا ہی اقرار، بیٹھ میو گرتے ہیں کیونکہ مشرق میں سودائے جستجو کے حقیقت رکھنے والوں کا ہمیشہ

یہ یقین رہا کہ وہ مجازی ذریعہ سے خود کو خدائی عشق و محبت میں محو کر رہے ہیں اور
اونچے روحانی خیالات کی صورت اکثر دنیاوی باتوں پر قیام پذیر ہو رہے ہیں۔ اور اسی کو وہ
نزدبانِ حقیقت سمجھتے ہیں۔

الہام کی بابت فلسفیانہ ثبوت کی دقتوں سے تعلیم یافتہ عیسائی اور مسلمان دونوں گاہک ہیں
لیکن عقاید مذہب کی بے انتہا ضرورت پر مسلمان تاریخی شہادتوں اور روحانی
تصدیقات کی طرف سے مجبور کئے گئے ہیں۔ اور سر نہین اٹھا سکتے۔ وہ سب سے
زیادہ خدا کی مدد پر جیتے ہیں اور روزانہ عبادت میں جیسے سائی کر کے اس دعا کرتے
ہیں کہ اے خدا ہمو راہ راست پر ہدایت کر اور اون لوگوں کی راہ پر لاجنہ کر تو مہربان
۳ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ مجھ کو اتفاق چھ ہوا تھا۔ اور جو شل سلامی سے یہ صدا میری
لب پر تھی کہ ”اے ذاتِ پاک میں تیرے سامنے سر سجدہ ہوں“ اسی وقت میں
مجھ سے کہا گیا تھا کہ رسومِ حج قدیم و شیانہ رسومِ عرب کی باقی ماندہ نشانی ہیں۔
یہاں ہے۔ اگر ہو سکتی تو قدیم یہودی عبادت گاہوں کے مجموعہ سے زیادہ وحشیانہ ہوگی
آخر کار مخالف اسلام اقوام سے سیلِ جبل نے میرے ولینِ رسول اور خدا کی محبت چوکنی کر دی
ایسے اور یہی لکھا جاسکتا تھا لیکن مختصر یہ کہ ”میں ایک مسلمان ہوں“ چونکہ میں نے اسلام
اون بڑے روحانی راز و نحو پایا جو خلی اگلی بغیر عرشِ صداقت تک رسائی ناممکن امر ہے فقط

ابن عباس

(از نارتھ امریکن ریویو)

مترجمہ
محمد امجد حسین کلکھ

اپریل ۱۹۸۸ء

دیباچہ
سفر نامہ یورپ
مصنف
نواب مہدی حسن خان فتح نواز جنگیہاڑ
مترجم

مولوی محمد عزیز مرزا صاحب - بی - اے - ایم اے - ایس - وغیرہ

ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہمارے ہندوستانی دنیا کے اوس حصہ کے نام سے بھی مشکل سے واقف تھے جو سمند کے اوس پار واقع ہے سمندر کا سفر عام خیال میں کالے پانی سے مراد تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس صدی کے وسط میں بعض بحری طبعیتین رسم و رواج کی سد سکندری کو اپنے پر زور ذی ہمت اہلوان سے لڑ کر انگلستان پہنچیں لیکن جو مان گیا وہیں کا ہور ما واپس آئیا لوگ نام انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہیں۔ اور سچ بھی ہے کہ کوئی جانیگا نام لیتا تو کیونکر ایک طرف نو فطری وقتوں کے خیال سے رنگٹا کھڑا ہوتا تھا دوسری طرف مذہبی خیالات تھے جو ایک قدم ہی آگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔ انگلستان جانیگے یہ معنی تھے کہ انسان اپنے ذات برادری سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اوس زمانہ میں جبکہ مغربی علم کی شاعین ملک میں طلوع بھی ہونے لگی تھیں کون شخص ایسے سخت نقصان کو گوارا کر سکتا تھا۔ جو لوگ کسی طرح انگلستان چلے ہی جاتے تھے وہ واپس آکر کچھ

منہ حسن جلد دوم

بنجاتے تھے کہ گویا اس ملک کے باشندے ہی نہیں اور نہیں کیا غرض تھی کہ وہ اپنے گئے گئے ہوئے ہوں نہ ہوں کو انگریزوں کے اخلاق طرز تمدن اور طرق معاشرت سے آگاہ کر نیکی مصیبت میں پڑتے۔ اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو یورپ کا ایک صرف دلچسپ سفر نامہ ملیگا کہ جو میرے دوست سید احمد نے شائع میں لکھا تھا لیکن اونچی تو تعلیم سے ایسی لوگی ہوئی تھی کہ اونہوں نے اول چیز دن کا بہت ہی کم خیال کیا کہ جو اونکی دلفریب مضمون سے متعلق نہ تھیں علاوہ اسکے انداز ان کے سبب سے اب سے اور تب سے زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ جو چیزیں کہ اوس زمانہ میں اونکی نگاہ میں حیرت انگیز اور دلچسپ معلوم ہوئی تھیں اوسے اب ہندوستان کا پتہ پچہ واقف ہے اسلئے اوکا حال اس زمانہ میں لکھنا تفصیل حاصل ہے۔

انگلستان جانیسے میری اصل غرض یہ تھی کہ وہ نو قوموں کے وسیق اختلافات پر غور کروں اور اون وسیع تمدنی اور اخلاقی اصولوں کو نگاہ بصیرت سے دیکھوں کہ جنکے لحاظ سے انگریز اور ہندوستانی تیسرے جاتے ہیں اور یہ بہ ہی دیر کروں کہ آیا کوئی ایسا ہی طبقہ ہے کہ جس میں ہم اور وہ برابری کے ساتھ مل سکتے ہیں اور اگر مل سکتے ہیں تو کس حد تک۔ میرا یہ خیال ہی تھا کہ انگلستان کے رسم و رواج انین و قوانین کا مطالعہ ہی عتیق نگاہوں سے کروں اور اون لوگوں کے درجہ کی نسبت رائے قائم کروں کہ جو ہم پر حکومت کرنیکے لئے آتے ہیں۔ چونکہ میں بخوبی واقف ہوں کہ بد قسمتی سے ہم انگریزوں کا وطن اور یقون کے ابجد اور لہجہ

نہن ہمارے اور اسکے طرز خیال میں زمین و آسمان کا فرق ہی آپکی غلط فہمیوں سے انہماک کے انبار لگ گئے ہیں اور کچھ ایسی بارود کی سی خامیٹ کھجوریں کہ سبقت بھیک ڈھین تعجب نہیں ایسے بڑے ہمیشہ سے خیال ہو کہ ہر ہندوستان کا جو ملکہ منظمہ کی وفاداری اور ملک کی ہوا خواہی کا دھم بہتر تا ہی فرض ہے کہ انگلستان جاکر ان تہیتی مسلمان کا مطالعہ کرے اور اپنے علم کی روشنی سے اپنی مہم وطنوں کی تائیک غلط فہمیوں کو دور کرے۔ اسوقت اگر مجھے اخوس ہر تو یہ ہے کہ کاش کوی ایسا شخص اس کام کو اپنے ماتہ میں لیتا کہ جو بجا اپنی درجہ اور لیاقت اور ذی دہاشی کے مجھ سے زیادہ اسکا مستحق ہوتا لیکن ہماری ایسی قسمت کہان جو کوی ایسا عالی مدخل اس با عظیم کو اپنے گردن پر لے ایسے مجبور آئے سمجھ کہ رع قمر فال بنام من بچارہ زوند۔ میں ہی اس پر اسے مقولے پر رع کس بشنود یا شنود من گفتگوئے می کنم۔ عمل کرتا ہوں۔ اور اسید کرتا ہوں کہ میرے نابل مہم وطن اور اپنے پر زور بخیر و رون سے میری رایوں کی وکالت کرینگے اور اولن باتوں کو کر دکھائیگے کہ جو میرے دل میں ہیں۔

میں نے انگلستان کی چیزوں کو ایک معمولی پیش پا افتادہ متبع نظر سے نہیں دیکھا ہوا اور اسلئے میں نے چھوٹی سی چھوٹی بات کے بیان کرنے میں ہی مضائقہ نہیں کیا کیونکہ میری سمجھ میں صرف یہی ایک ایسا طریقہ تھا کہ جسکے ذریعے میں اس حالت کو اپنا نظریں پر پیدا کر سکتا تھا کہ جو تجربہ نے میری دلچسپی نہی۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ مجھ پر کس مہم پر ناچیز شخص کو روزنامہ لکھنے کی تعلق

لیکن تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اوں لوگوں کو جو کبھی انگلستان نہیں گئے
میری دکانی حالت کی زندہ تصویر دیکھنے اور میرے اوں خیالات میں شریک
ہوئیے کہ جو انگلستان اور انگریزوں کے متعلق میں کچھ کچھ فائدہ ہو رہا۔

انگلستان کی عام حالت پر ایک جمالی نظر

خدا نے جیسا عظیم المرتبہ اس قوم کو بنایا ہے ویسا ہی عظیم الشان شہر لندن
ہی ہے۔ شہر کا ہی کوہی میدان چتر ہے نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا کی۔ گاڑیوں کا
تو ذکر ہی کیا ہر ریل میں بیٹھ کر گھٹنوں سن سن کرتے فراتے پرتے چلے جاو مگر
پہر ہی ہر طرف لندن ہی لندن نظر آئے گا۔ شرکین وسیع صاف ستھری بیچ
میں ستونوں پر تختے لگے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہے ”بائیں ہاتھ“ ”شرکوں پر
عجب و لغزب سان نظر آتا ہے لوگ ہیں کہ اہلے کی طرح ٹوٹے پڑتے ہیں خوبصورت
خوشنما کاڑیاں چمکتی چمکتی بجلی کی طرح اوپر آئیں اوپر گئیں جبکے ہی
رینگتے گھٹے لہے لہے جارہی ہیں کرائے کی لبنی لبنی گھنٹیں (آئیں سن)
مسافروں کو بٹھاتی اتارتی چلے جاتی ہیں۔ لندن میں نہاروں مٹے ہیں مگر
ہر مکان کا پتہ بے کشتے لگ جاتا ہے۔ اپریل تک سردی اور ہر کوئی انتہا نہیں
ہوتی۔ آفتاب ہفتوں اپنا جمال جہاں آرا نہیں دکھاتا نہیں معلوم کس کو لے
موت نہ چھپائے پڑا رہتا ہے۔ میری سمجھ میں تو انگریز ضرور آفتاب پرست
ہو گئے۔ اس زمانہ میں درختوں کی تنگی شاخوں پر ایک تپہ نظر نہیں آتا لیکن

شور و غل اور کامی لوگوں کے پائے استقلال کوئی بلا نہیں روک سکتی۔ سردی ہو کھر پڑے برف گرے مگر کیا ممکن جو آمد و رفت میں کمی ہو۔ کاروبار کی کثرت نے ہر شخص کے وقت کو قیمتی بنا دیا ہے۔ اگرچہ گاڑیوں کی کمی نہیں مگر با پیادہ چلنے کا بہت رواج ہو سڑکوں پر اکثر امیر آدمی پیدل جاتے ہوئے ٹینگے۔ چونکہ ہزاروں ہی با پیادہ جاتے ہیں اسلئے سڑک کے دونوں طرف روشیں بنی ہوئی ہیں پھر کرائے کی اتنی بسیں (یہ گاڑی ٹرمیوے کی گاڑیوں کے طور پر ہوتی ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ اتنی سڑک نہیں ہوتی ہر طرف جاتے ہیں کہیں ایک ٹھلہ ٹھیر جائے جان جائیکا قصد ہے اسی جگہ کی اتنی بس موجود ہو جائیگی۔ بلکہ اس کثرت و چلتی تہ کی ٹھیرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ ہر محلہ کی گاڑی کے جدی رنگت سے مگر اجنبی آدمی اپنی ناواقفیت کا دھندہ کوچا انوں سے پوچھ کر کر لیتے ہیں۔۔۔ اتنی بسوں سے سستی کوئی گاڑی نہیں۔ انکے بعد تہ زمین کے پلین ہیں جو ہر اسٹیشن سے چند منٹ کے بعد چوتھی رہتی ہیں اور بالکل سطح زمین کی طرح چلتی ہیں۔ اسٹیشنوں کی یہ کثرت ہے کہ لندن بہر میں کوئی مقام ریلوے اسٹیشن سے پانچ منٹ کے فاصلہ سے زیادہ نہیں۔ تہ زمین کی ریلوں کے علاوہ معمولی ریلین ہیں جو اونچی اونچی پھاڑوں پر جنگلی سطح مکانوں کی چیتوں کی برابر چلتی ہیں۔ لندن میں بیشمار ریلین ہیں اور اسپین کے مقابلہ میں بہر مقام سے دوسرے مقام کو جانیکے متعدد راستے ہیں۔ گریٹ مغرورن (دشمالی) گریٹ ویسٹرن لندن اینڈ نارٹھ ویسٹرن۔ دکینڈ (دربستانی) گریٹ ویسٹرن

(مشرقی) سوتہ ایسٹرن (جنوبی مشرقی) سوتہ ویسٹرن (جنوبی مغربی) لنڈن
یوٹاٹن اور سوتہ کوٹ (ساحل جنوبی) لنڈن پیٹھم اینڈ ڈورنار تہ لنڈن اور
ہیٹ سے اور ریلوے کمپنیاں ہیں۔ ان ریلوں کے آخری اسٹیشن پیڈنگٹن یوٹن
گنڈا کراس سینٹ پنکراس لوڈ پول اسٹریٹ ڈائرلو اسٹریٹ چیزنگ
کراس لنڈن برج وکٹوریہ اور دوسرے مقامات ہیں۔ اسٹیشن بلجافتمبر کے
بھی عالیشان ہیں۔ بعض مقامات میں مثلاً وکٹوریہ مین کیے ریلوں کا ایک ہی اسٹیشن
ہے۔ اس لیے مسافر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ پھر ہر اسٹیشن پر کئی پلیٹ فارم
ہوتے ہیں اس لیے ٹکٹ لینے وقت یہ بھی دریافت کر لینا چاہیے کہ کون سے پلیٹ
فارم سے سوار ہونگے۔ بڑے بڑے اسٹیشنوں پر عجب ہنگامہ برپا رہتا ہے لچر ہرٹ
یہ حال رہتا ہے کہ ادھر ریلین آئین اور ادھر گئیں۔ اگر آپ لنڈن اور اس کے
مضافات کے نقشے کو ملاحظہ فرمائینگے تو ریلوں کا ایک اچھا خاصہ جال پھیلا ہوا نظر
آیگا۔ لنڈن اور اس کے مضافات میں قریباً چھ سو اسٹیشن ہیں۔ صرف کلید چیمپش
سے ہر روز چودہ سو طرینین گذرتی ہیں مال گاڑیوں کا ذکر نہیں۔

انکے علاوہ کیٹین ہیں چاہیہ کی گاڑیاں ہیں۔ ہسین ہیں۔ ہسین
وہ پیہ کی ہوتی ہیں اور ایسی کشادہ ہوتی ہیں کہ سیر و تماشے میں مایہ نہیں ہوتی
چوکر یاں ہی بکثرت ہیں اکثر بیر و فی مقامات کی سیر کو ادنین ٹیکر جاتے ہیں اور
سر سبز گدیوں کے پہناتے ہوئے سامان کی بکری زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں بعض
لے کرایہ کی گاڑیوں کے نام ہیں۔

ایسے پہلے مانس ہی مین کہ مین تو شوقین مگر اتنا میسر نہیں کہ خود چو کڑیاں
کراہ کرین اسلئے مالکوں کو کچھ دیکر انکے کی اجازت لے لیتے مین۔ مالک بھی
یہ سمجھتے مین ایک ٹوکو تیان کی خواہ۔ سب کچھ دوسرے کچھ پتے ہی پڑ گیا۔

ندن اور اد کے مضافات میں تند و باغات مین مثلاً ہانڈ پارک کنسنگٹن
گارڈنس گرین پارک۔ رچمنڈ پارک کیو گارڈنس۔ اور زوالوٹیکل گارڈنس
(باغ حیوانات) وغیرہ وغیرہ۔ اکثر باغ نہایت خوبصورت خوشنما قابل دید مین
درخت پھول پودے سب اپنی فطری حالت پر مین کہ مین دست صنعت نے اثر
بنا کر کاری گری دکھائی ہے کہ مین خوشنما تالاب اپنی سین سلج کی جھلک دکھا
رہے مین۔ ان باغوں مین گاڑیوں گھوڑوں اور بیدل چلنے والوں کے لیے عیاد
علیحدہ سرکین مین۔ اد ہر دن ڈھلا اور اد ہر ہانڈ پارک مین بان پڑی ہزاروں
تفیس گاڑیاں جگے اندر وضدار لوگ اور کوچ بکس کو چھان اور پیر اسی خوش
وضع دریاں پہنے ہوئے بیٹھے ہوتے مین نخلتی مین۔ کہی گاڑی گھوڑوں کی یہ
کثرت ہوتی ہے کہ آمد و رفت بالکل بند ہو جاتی ہے۔ پیدل چلنے والوں کی تو
یہ مجال کہاں کہ پولس کنسٹبل کی مدد کے بغیر شرک کے اس سرے سے اس
سرے پر چلے جائیں۔ شرک کے دونوں طرف کرسیاں پڑی ہوئی مین۔ ہر ذوق
اور ہر درجہ کے ہزاروں مرد و عورت باغ کی شفاف پھدار و لقرار و مشوں پر
گلگشت کرتے پھرتے مین۔ اور تھک تھک کر کرسیوں پر بیٹھ جاتے مین جگہ
بے اختیار اس سمان کو دیکھ کر حکیم قاضی کے یہ اشعار یاد آئے کہ لکھنا اور

اسی موقع کے لئے لکھتے تھے۔

تو گوئی ساحت بستان بہشت و عدن نامہ
یکمی بر کف ہند لاکہ کہ ترکیب قمر و ارد
یکمی باد لب سادہ بصحن بوستان گرد
یکمی بسند چین را بے تاقل مرحبا گوید
یکمی بر لالہ پاکو بد کہ ہے ہے نگہ سیے وارد
یکمی بر سبزہ می غلطہ کی در لالہ می قصد
بہر جاحشمنی و جوشی بہر کامی قبح نوشی
نماند غالباً ہوشی چو فصل نو بہار آید
نماند پارک کی و اشن رو پر و صندوق لوگ جو ہر ہوساری دکھاتے ہیں کیسے کیسے
نماور جانورا و کیسے کیسے بانگے جوان نظر آتے ہیں اس ملک میں سائیس ہمارے
سند و ستان کی طرح گھوڑے کی دم پکڑے یا پتھے پر اترتے رکھتے ہاتھ دھرتے
گھسٹے نہیں جاتے بلکہ آفاکے برابر دوسرے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔

انوار کے دن باغون میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ لندن کے تمام مزدوری
پیشہ محتاج مفلس لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ہوا خوری اور پر فضا سامان دیکھنے
کی خاطر آتے ہیں بعض اس غرض سے آتے ہیں کہ بڑے بڑے پٹسے کریں اور زور زور
کے ساتھ تمام مذہبی اور تمدنی اور سوشل مسائل پر بحث کریں اور جوش کی زیادتی سے
علم کی کمی کو پورا کر چسپٹا پارک اور کیو گارڈنس میں ٹفن کے کمرے
میں جس میں دوستوں کی دعوتیں ہوا کرتی ہیں میٹائیس میں دغانی کشتیاں ہوتی

پہرتی رہتی ہیں۔ اکثر اتوار کے دن دوستوں کے چہوٹے چہوٹے گروہ دریا کی سوا
خیزی کو جایا کرتے ہیں۔ بہت سے مقامات مثلاً پٹن کوڑ ٹن میں نہایت ہی
خوشنما ہے۔ لندن کے مسافعات میں بہت سے دلکش دریا مقامات ہیں
جہاں اتوار کے دن ہر درجہ اور ہر فرقہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

خالی دل بہلانے کے مقامات بھی بے انتہا ہیں۔ تھیٹر کنسرٹ (جہاں گانا ہوتا ہے)
پکچر گیلری۔ (جہاں تصویریں ٹانگتے ہیں) میوزک ہال (جہاں باجہ بجاتا ہے اور گانا
ہوتا ہے) عجائب خانے و قس علی ہذا۔ اور میں یہی تو اس کثرت سے ہیں کہ
آپ مہینوں لندن میں رہتے اور روز نیا تماشہ دیکھتے کہیں ایک مقام کو دوبارہ
جانیکی ضرورت نہوگی۔ سوا سے اتوار کے ہر روز تیسرے کپڑے پہنتے ہیں۔ تماشوں
کی چارہ ہی یہ کثرت ہوتی ہے کہ کئے دن پہلے سے ٹکٹ لئے بغیر چارہ نہیں۔

دو ڈیوڈ گیکر کے نامک کا تماشہ سات سورات تک برابر ہوا اگر پہر ہی کوئی عیسی
کعبت رات ہوگی جو تمام درجہ میں کرسمیان بچپن موند ہے ہرے ہوئے ہنوں
سوانگ بھرٹکانن اب نصف النہد کال پر پہنچ گیا ہے اور فطرت ان کی
فلسفہ سے مستعد ہو گیا ہے۔ مسٹر اردنگ۔ مسٹر ونڈہم۔ مسٹر ولسن بیرسٹ۔

مس میری مورس میری انڈرسن عجیب و غریب کامیون فن ہیں۔ بلا مبالغہ
اونہیں یہ قدرت حاصل ہے کہ ہنسنے کو دو لادین اور روٹے کو ہنسا دیں پٹنٹر
میں جا کر ان کی اپنی ہنسی کو بالکل محکوم دیتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے
اوسین میں ہی سر کیا ہوں۔ ٹائمر میں ہر روز میچ کی کو دیکھ لیجئے کہ شام کو کون

خوش حال معلوم ہونگے کوٹہ کوٹہ حقیقی مسرت کی بو آئے گی پیارے پیارے بچے
 ساتھ سہری لباس پہنے ہوئے خوش خلیان کرتے پہرتے ہوں گے مگر ان کی
 خوش خلیان ہی سلیقہ سے خالی نہ ہوگی۔ پیاری ننھی جانیں اپنی والدین کی محبتوں
 مرکز اور سارے گھر کی جان ہیں۔ انکو عمو ایک علیحدہ کمرہ دیدیا جاتا ہے جب
 والدین کام کرتے ہیں تو وہاں وسین کھینچنے کو دتے رہتے ہیں۔ مین ایک دفنہ ایک
 دوست کے گھر گیا اونچی چوٹی لڑکی چمکی عمر دس گیارہ برس کی تھی کمرہ مین کھل
 رہی تھی اوٹنے دیکھتے ہی بڑھ کر نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا اور پھر ایک شیریں
 لہجہ میں کہا ”اگر آپ ایک سنٹ تنہا بیٹھنے کا مضائقہ نفعرائیں تو میں امان جان کر
 ڈھونڈ لاؤں“ ہندوستان میں اسی عمر کا بچہ کہیں ایسی خوش اخلاقی اور ایسے
 تپاک سے پیش نہ آتا۔ انگریزوں کے بچوں کو ایک عجیب نعمت حاصل ہر وہ لڑکی
 تعلیم یافتہ ماؤں کی تربیت بار محبت ہے۔

انگلستان میں ہر درجہ کے لوگوں کے مکان اونچی حیثیت کے
 مطابق نہایت خوبصورتی سے آراستہ ہوتے ہیں۔ امریکہ کے مکانات جو دیہات
 میں ہیں وہ تو بالکل نمونہ ہشت ہیں۔ انگریز امیرون اور ہمارے امریکہ
 کے مکانات میں کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لندن میں مکانات عموماً گلی منزل
 کے ہوتے ہیں۔ سب سے نیچا قطع بطور تہ خانہ کے ہوتا ہے اور سین باؤچیٹا
 ہوتا ہے اور نوکر رہتے ہیں۔ پہلی منزل میں عموماً کھانا کمرہ دو سو سین
 ملاقات کمرہ اور ذخیرے اور چوٹی میں سوٹنگ کمرے ہوتے ہیں بیڑیوں

اور اندرونی راستوں میں سوئی سوئی آواز کُش فالین بجھے ہوتے ہیں۔ سانسے کا دروازہ مقفل رہتا ہے۔ ملاقاتی گاڑی سے اتر کر گتہتی بجاتا ہے ماما چیر اسی اگر دروازہ کھولتا ہے اور اگر آقا یا میسم صاحبہ خالی ہوتی۔ بین ملاقات کے کرد میں لچا کر اوسکا نام پکارتا ہے۔ کیا اچھا طریقہ ہے آرام سب کو ہے تکلیف کسی کو بھی نہیں۔

انگریز چینی لوگوں سے نہایت ہی خوش اخلاقی اور فروتنی سے ملتے ہیں۔ اونکی کشادہ دلی مہان نوازی خالص ہوتی ہے۔ دعوتوں کے طریقہ خاص کردہ ہیں یا تو ڈر۔ یا "ایٹ ہووم"۔ جن لوگوں سے زیادہ بڑا رشتہ ہوتا ہے وہ ڈر پر بلائے جاتے ہیں اور امیر لوگ ہر فصل میں ڈاکیٹ "ایٹ ہووم" دیتے ہیں جو عموماً رات کے دس بجے سے شروع ہوتے ہیں یہ جلیبے بہت عالیشان ہوتے ہیں انکے ذریعہ سے اکثر لوگوں کو ایک دو سکرے سننے کا موقع ملتا ہے۔ ایک صاحب رتبہ میں زبان اپنی مہانوں کی خاطر اپنی آرام و آسائش کو قربان کر دیتا ہے۔ اگر آپ کسی انگریز کے گھر مہان رہیں تو آپکو اپنے گھر سے زیادہ آرام ملے گا اور ذرا داسی بات میں ہی آپکے آرام کا خیال رکھا جائیگا۔ جب قدر زیادہ رتبہ کا آدمی ہوتا ہے اوسی قدر خوش اخلاقی اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

ٹیمپٹر اور دوکانین اور شرابخانے بلامبالغہ بادشاہوں کے محل معلوم ہوتے ہیں اور بڑی بڑی ہوٹلیں تو نہایت ہی عالیشان ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی باریک نظری ہمیشہ انسان کے آرام و آسائش کے بجز ذخائر علم کو مطالعہ کرتی رہتی ہے۔ مثلاً آرام کر سبیاں تشریح اعضا کے جسم انسان کے لحاظ سے بنائی جاتی ہیں اور پیوٹیکر ہر عضو کو آرام ملتا ہے۔ انگریزوں کو کلب کا بڑا شوق ہے۔ لنڈن میں بہت سے کلب ہیں جنہیں سے بعض بہت ہی محدود ہیں۔ بڑی کلبوں کی نسبت یہ کہنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار تو ضرور کہ کون کلب سب سے اچھا ہے کیونکہ ہر کلب کی کشش ہی کمالات کی خوبی فیر نیچر کی شوکت اور کہاؤنکی تعداد اور لذت میں دوسرے کلبوں پر فوق لیجائے۔ بہت سے مغز کلبوں میں جنہیں اتھی پنچم ہی شامل ہر ممبروں کی تعداد محدود ہر ممبری کے اسیدواروں کی ایک فہرست رہتی ہے جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو کمیٹی اون میں سے ایک شخص کو منتخب کر لیتی ہے۔

انگلستان میں درجہ کا بہت خیال ہے۔ خاندان شاہی ایک علیحدہ طبقہ ہے باوجودیکہ آزادی اور ہمسری کا خیال روز افزون ترقی کر رہا ہے مگر پھر بھی ہر شخص کے معیار میں اونچی پرستش ہوتی ہے۔ ملکہ معظمہ اور پرنس اور پرنسز آف ویلز بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اونکا اخلاق ایسا دلربا و لفریب جاودا اثر ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اونکی ملاقات کی عزت سے مشرف ہو اور محبت کا دم نہ بہرے لکھے خاندان شاہی کے بعد امرا کا درجہ ہے جو کہ ایوان سلطنت کے ستون اور عروس

انگلستان کے زیورہین۔ او سکے بعد متوسط درجہ کے لوگ ہین جو ملک کی قوت
دولت اور داغی رفعت کے مرکز ہین۔ سب سے آخردرجہ مزدوری پیشہ
گروہ کا ہے۔ ہر درجہ دوسرے درجوں سے بالکل علیحدہ اور خود مختار ہے
اور اسی وجہ سے ہر شخص اپنی حالت پر قانع ہے اور اسی میں خوش ہے۔ ایک
متوسط درجہ کا آدمی کبھی کسی خاندانی امیر سے شے کی پرواہ نہ کرے گا وہ اپنی حالت
سے خوش اور اپنے کام پر نازان ہے۔ مختلف درجوں اور فرقوں میں ایسی
پریشانی اور ٹرٹر نہیں ہے جیسی کہ ہمارے یہاں ہے اور اسی وجہ سے انگریز
بے اطمینانی اور رشک و حسد کے موج زن طوفان سے امین ہین۔ مختلف
فرقے ہی نہیں بلکہ ہر شخص فرداً فرداً خود مختار ہے اگر کوئی کسی کا محتاج ہو تو
خود اپنی قابلیت اور کاروانی کا دست نہر ہے اور اسوجھ کوئی کسی امیر کی
امید داری نہیں کرتا جو بہت سے ناپاک علامات خصلتوں کی جڑ ہے۔ چونکہ حساب
اختیار لوگوں کو ستائے جائیگا خیال نہیں ہوتا اسلئے وہ سب سے برابری
کے ساتھ ملتے ہیں۔ میں بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ چنگے برابر دروازے
ہین اور اسے طرح مدین گذر گئی ہین مگر ایک دوسرے سے واقف نہیں۔
دوستی اور ملاقات سے بعض ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہین اگر انسان
میں اولیٰ برداشت کرنیکی قوت نہ ہو تو اس سے پرہیز کرنا ہی مناسب ہے۔
ان چند لفظوں سے تو انگلستان کی سوشل حالت معلوم ہو گئی ہوگی
اب میں ایک نظرومان کی داغی ترقی پر ڈالتا ہوں۔ تعلیم نے اس قدر ترقی کیا

کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ اوس نے درجہ کی تعلیم کی یہ کیفیت ہو کہ کوچان سائیس
 ماسب لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ جب کوچان خالی ہوتے ہیں جیب سے اخبار نکال کر
 پڑھنے لگتے ہیں۔ اخبارات بھی بکثرت ہیں۔ سولے ٹائمر کے سب کی قیمت
 ایک ایک پنی (تین پیسہ) ہے۔ بعض کی تو لاکھوں پرچے نکلیا ستنے ہیں کیونکہ
 کوئی کمبخت ایسا ہو گا جس کو اخبار بینی کا شوق نہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگلستان
 کے عام رائے کی پارہ کی سی کیفیت ہے نہ ہارون آدمی اخبارات کے لیڈنگ
 آرٹیکل پڑھتے ہیں اور اپنی رائے اونچی مضامین کی نسبت قائم کرتے ہیں۔ وہ
 لوگ بھی جو ان شبیہ کو محتاج ہیں اور چہتری لگا سٹے پڑھتے ہیں وہ بھی تمام اہم
 پولیٹیکل مسائل کی نسبت قطعی فیصلہ کئے ہوتے ہیں۔ حیثیت تو ماشارفہ۔
 اچھی بہ ہو رہی ہے مگر ہائڈ پارک کی بیچ پر ٹپکرا اور ایک بڑا سا ہڈا پائپ منہ
 میں دبا کر پارلیمنٹ کے اخیر سائٹس اور دوکانوں کے جلد بند کرنے غرض تمام
 تمدنی مسائل پر نہایت زور شور سے رائے زنی کرتے ہیں۔

خانگی معاملات میں بھی اخبارات بہت کام آتے ہیں۔ اشتہاروں کے
 بعض کالم محض اون لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو نوکری کے خواستگار ہیں
 یا مکان کر ایہ لینا یا دینا چاہتے یا شادی کی فکر میں یا کسی یوسف گم شدہ کا تلاش
 میں وعلیٰ ہذا القیاس۔ علاوہ اسکے ہر مضمون کے لئے علیحدہ علیحدہ اخبار میں مثلاً
 بعض علمی ہیں بعض گہوڑو وٹوں و زرثوں وغیرہ سے متعلق ہیں بعض مالی ہیں
 وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام اخباروں کا کام دفع الوقتی ہے۔ کلیوں ہو ٹلون

عامون جماعوں کی دوکانوں وغیرہ میں اخبارات ایک شایستہ طریقہ سے ایک مقام پر رکھے رہتے ہیں اور جب آپ خالی ہوں تو ایک طرف بیٹکر پڑھتے اور وقت گزاری کیجئے۔ انگلستان میں وقت کی بڑی قدر ہے۔

اب میں چند لفظ انگلستان کے آئین و قوانین کی نسبت کہوں گا۔ گورنمنٹ کے تین شعبے ہیں بادشاہ اور ڈیپوس پارلیمنٹ۔ بادشاہ سلطنت کا مالک سمجھا جاتا ہے لیکن زمانہ گذشتہ کے مقابلہ میں اب اس کے اقتدارات کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن پہرہی بادشاہ ابی تک عام قوم کی نگاہوں کا مرکز ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ گویا قوم محبہم ہے۔ ہر فرقہ کے لوگوں کو ملکہ معظمہ سے و محبت ہی اور گو کہ ان کا اثر براہ راست کچھ زیادہ نہیں لیکن معاملات سلطنت میں اس قدر دخل کہ اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔

پارلیمنٹ کے دو ہوس ہیں۔ ہوس آف لارڈز اور ہوس آف کامنز جو عام طور پر بیت اعلیٰ اور بیت ادنیٰ کے لقب سے موسوم ہیں۔ بیت اعلیٰ کو امور ملکی میں چندان دخل نہیں۔ اس کی ممبروں کی دو قسمیں ہیں ایک تو امرائے روحانی اور ایک امرائے دنیاوی۔ پہلے طبقہ میں کنیتزبری اور یارک کے دو آرچ بشپ اور بیس تیس شپ داخل ہیں۔ یہ لوگ اپنی جین حیات تک ممبر رہتے ہیں۔ امرائے دنیاوی کے کیے درجہ ہیں ڈیوک (جاہ) مارکیز (امرا) مع صفت خاص مثلاً عمدۃ الامراء) ارل (ملک) وائے کوئٹ (دولہ) بیرن (جنگ)۔ ان کی تقسیم پانچ سو کے قریب ہے۔ یہ اعزاز خاندانی ہوتا ہے۔

بعض خاندان تو بہت پرانے ہیں لیکن زیادہ تر نئے ہی ہیں کوئی سو سال
 ہو گا جس میں دو چار شخص پوسٹ کل ڈپلومیٹک یا فوجی خدمات کے صلہ میں یا کہیں
 حیرت کی بات ہے بہت دولت مند ہی ہونگی وجہ سے طبقہ امرا میں داخل نہوتے
 ہوں۔ گو کہ بیت الامرا بیت العوام کے درجہ کو نہیں پہنچتا مگر معاملات ملکی میں
 اسے بھی بہت دخل ہے۔ کوئی مسودہ اس وقت تک قانون نہیں ہو سکتا
 جب تک امرا اس کو منظور اور بادشاہ پسند نہ کرے۔ مگر بادشاہ کے پسند کا تو اب
 یہ حال ہے کہ کوئی مسودہ خواہ وہ کیسا ہی اہم ہو اس بزرگی سے محروم نہیں رہتا اور
 بعض اوقات اس کو سو دن کو جو ہو اس آف کا مندر سے آتے ہیں منوع یا اوٹرز
 ضروری ترمیمیں کر دیتے ہیں۔

ہو اس آف کا مندر بیت العوام میں ۶۰ ممبر ہیں۔ یہ لوگ رعایا
 برطانیہ کے بڑے گروہ کے وکیل ہیں۔ ہر ایک مکان کو ممبروں کے انتخاب
 میں اسے دینے کا حق ہے۔ ممبروں کے تین بڑے فریق ہیں لیبرل (آزاد)
 کنسرویٹو (قدامت پرست) اور آرٹش (دکلا سے آر لینڈ) بالفعل کثرت
 اسے کے لحاظ سے کنسرویٹو غالب ہیں کیونکہ فریق لیبرل کے ہوم رول سینے
 آر لینڈ کے انتظام اندرونی کے لیے علیحدہ پارلیمنٹ قائم کرینکی مسئلہ کی وجہ
 سے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ کنسرویٹو فریق کی پالیسی (حکمت عملی) بہت مجموعی
 یہ ہے کہ ملک کے آئین و قوانین میں کوئی ایسی ناگوار اور اہم تبدیلی نہ کی جائے
 کہ جو حالت موجودہ کی کا یا ہی پلٹ دے۔ مسئلہ ہوم رول سے قطع نظر کہ

کنسروٹرون اور لبرلن مین صرف یہ فرق ہے کہ کوئی کسی حد تک اصلاح و ترقی جازر کہتا ہے اور کوئی کسی حد تک۔ ہوسر آف کانٹری مین تمام مسائل حکمت عملی اندرونی و خارجی پر بحث اور رائے زنی ہوتی ہے۔ اور ملک کی ضرورتوں کے لحاظ سے روپیہ کی منظوری دی جاتی ہے۔ ہوسر آف کانٹری کا بڑا کام کلائنٹ کا سنا ہے۔ ہوسر کی توجہ ان امور کی طرف وہ ممبر لایا کرتے ہیں جو گورنمنٹ مین داخل نہیں ہوتے۔ وزرا کا انتخاب اس فرقہ سے ہوتا ہے جسکی طرف ہوسر آف کانٹری کی کثرت رائے ہوتی ہے۔ مکہ منظمہ غالب فرقہ کے سب سے نامور شخص کو بلا کر انتخاب وزرا کا یا افراد دیتے ہیں۔ بارہ وزرا کینٹ (مجلس شورعی) مین داخل ہوتے ہیں انہیں کی رائے پر گورنمنٹ کی حکمت عملی مبنی ہوتی ہے کینٹ مین دو نوبیوت کے ممبر شامل ہوتے ہیں۔

قوانین انگلستان مین اب بھی امارت کو بہت دخل ہے۔ ابی تک ہوسر آف لارڈز (بیت الامراء) ذی اختیار ہے ہوسر آف کانٹری مین ہی بہت سے ممبر بڑے عالیشانان ہیں لیکن جمہوری گروہ کی جیسی چلتی ہے ویسی کسی کی نہیں چلتی۔ مختلف قانونہائی اصلاح انتخاب (رفارمل) کا جو سلسلہ ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء اور زمانہ حال کی مابین منظور ہوئے ہیں یہ نتیجہ ہوا ہے کہ انتخاب کرینکی قوت تمام مذکورہ لکان مکان اور کرایہ داروں کے متعلق ہو گئی ہے۔ انتخاب عام عموماً چار یا پانچ سال مین ہوتا ہے گو کہ ممبری کی اصل سیادسات برس پر۔ جس زمانہ مین کہ انتخاب ہوتا ہے عام رائے جلسوں اور اخباروں کے

ذریعہ سے ظاہر ہوتی رہتی ہے جلسوں میں یا تو گورنمنٹ وقت کی پالیسی کی تائید
کیجاتی ہے یا اسپر سرج کیجاتی ہے ہر مختصر یہ ہے کہ جس فرقہ کے لوگ جلسہ میں ہوتے
ہیں اسی قسم کی رائے ظاہر کیجاتی ہیں۔ اس قسم کے جلسوں کے قایم کرنا سخت بڑی
نعمت عظمیٰ سمجھا جاتا ہے۔ مقرر کو استعداد آزادی حاصل ہے کہ گورنمنٹ کا تو ذکر ہی
نہیں ملک کے قدیم سے قدیم اور قدس سے مقدس آئین شلماخت و تاج اگا
نذیب وغیرہ کی نسبت وہ بے نقطہ اور اسے ہیں کہ خدا پناہ میں گورنمنٹ عالیہ
کے علاوہ مقامی گورنمنٹوں کا ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ اکثر شہروں میں کیشیان
ہیں اور شہر کا اندرونی انتظام انہیں کے سپرد ہے۔ ان شہروں کے
باہر بہت سے منتخب شدہ گروہ ہیں جو مقامی کاموں کو انجام دیتے ہیں مجلس
محافظان (بورڈ آف ٹاؤن شپس) جسکے متعلق محتاج خانوں کا انتظام ہر مجلس
شوارع عام مجالس حفظ صحت وغیرہ وغیرہ۔ ایک نیا ایکٹ لینے کوکل گورنمنٹ
ایکٹ (قانون انتظام امور مقامی) ابھی پاس ہوا ہے اور اسکا خاص یہ منشاء ہے
کہ مقامی امور کے انتظام میں جو سبب ترقیبی اور فضول پیدا کی آج کل ہر وہ رنج ہوا
یہ مجلسیں اس لحاظ سے بہت مفید ہیں کہ بہت سے لوگوں کو اپنے ملک کے
انتظام میں شریک ہونیکا موقع ملتا ہے۔ انگریز لوگ اپنے حاکم آپ میں با
کم سے کم اگر تکلیف گوارا کریں تو اپنے اوپر حکومت کر سکتے ہیں لیکن اگر ایسی
بدانتظامیاں ہو جاتی ہیں کہ جنکا باعث صرف یہ ہوتا ہے کہ اس ضلع کے
لوگ اپنے معاملات میں کافی دلچسپی نہیں رکھتے۔ اسنے عوام پر ولی پیدا

ہوتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام نقائص کے جو کہ زیادہ تر آلات انتظام سے متعلق ہیں پردہ دنیا پر کوئی اعلیٰ درجہ کے قوم اتنی آزاد نہیں جتنے کہ انگریزین۔ علوم و فنون نصف النہار کمال پر پہنچ گئے ہیں اور ترقی نے سحر و اعجاز کو بھی گرد کر دیا ہے کلون نے وقت اور محنت دونوں میں سب سے انتہا کفایت کر دی ہے۔ شاہی دارالضرب اور سلخ خانہ اور دوسرے بڑے بڑے کارخانوں میں نہایت نازک نازک کاموں کو کہ جو معمولی طور پر نہیں ہونے لگتے مٹھوں میں ہوتے ہوئے دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے۔ دارالضرب میں چاندی سونا پگھلایا جاتا ہے ساچون میں ڈالتا ہے گول ٹکلیوں میں کٹتا ہے چرخ پر چر مٹا ہے ٹپہ لگایا جاتا ہے وزن کیا جاتا ہے اور جلادی جاتی ہے مگر یہ سب کام بہت ہی تھوڑی دیر میں ہو جاتے ہیں۔ ایسی ایسی سچی ترازو میں ہیں کہ پانلو کے سوین حصہ کی کمی بیشی ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ اشرفیان ایک ملی کی راہ سے ایک کل میں ڈالی جاتی ہیں پوری وزن کی ایک طرف جمع ہو جاتی ہیں اور کم و بیش وزن کی دوسری طرف گرتی ہے ایک دوسری کل کے ذریعہ سے انکے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

ٹائیکر یا کسی دوسرے معتبر اخبار کا چھاپہ خانہ علوم و فنون کی ترقی کی دو عالمی مثال ہے۔ کام کی کثرت کے لحاظ سے بہت ہی کم لوگ کام کرتے ہیں ایک کمرہ میں ٹیلیفون اور ٹیلا ہیں چوہارلینٹ اور تمام بڑے بڑے مقامات سے ملے ہوئے ہیں اور ہر توپار لینٹ میں بحث ہو رہی اور تمام نامور سترین

اسپچین لفظاً لفظاً چپ رہی ہیں۔ بعض خود روتا رکی کلیں ہیں جو بیات
تار برقی کو کاغذ کے بنے بنے پر چون پر لکھ دیتی ہیں۔ کلبون میں ہی یہ
کلیں لگی ہوئی ہیں اسلئے انگریزوں کو دینا کے ہر حصہ میں ہر واقعہ کی اطلاع
اوسکے وقوع کے ساتھ ہی مل جاتی ہے چہا پہ کی کلیں حیرت انگیز ہیں ہر
کل کے چلائیکے لیے صرف ایک شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ رو خود کاغذ کو
کنج لیتا ہے۔ حروف پر سیاہی لگ جاتی ہے کاغذ چپتا ہے مڑتا ہے مناسب
ٹکڑوں میں کٹتا ہے تہ ہوتا ہے اور پرچہ گن بھی لیے جاتے ہیں۔ یہ سب
کام خود بخود ہوتا ہے اور اسقدر جلدی ہوتا ہے کہ کئے ہزار پرچے چند
منٹ میں تیار ہو جاتے ہیں۔

جہازوں کی تعمیر کامرکز کلاسگو ہے۔ یہ ہی ایک عجیب حیرت انگیز
سجڑنا کام ہے۔ یہ پہنے والے عالیشان محل کنارہ پر بنائے اور کلبون
کے ذریعہ سے سمندر میں ڈالے جاتے ہیں۔ انچسٹر میں ایک عجیب حیرت
ڈالنے والے طریقہ سے چھپٹ چھپٹی جاتی ہے۔ خوبصورت چھوٹے چھوٹے نمونوں کا علم
ایک آئینہ کے ذریعہ سے بڑا کر دیا کی تختی پر لیتے ہیں۔ ایک کل کے
ذریعہ سے جبکا چلا اسقدر انسان ہے کہ ایک خور و سال بچہ کے سپرد
کیا جاسکتا ہے ان تصویروں کو حالت اصلی پر لا کر ایک رول پر منتقل کرتے
ہیں۔ اس طریقہ سے آنا قانا پھول پتیوں کی ایسی عمدہ نادر تصویر آتی
ہے کہ جو انسان کے صنایع ماتہ دنوں اور ہفتوں میں بھی نہ آنا دے سکتے

جب رولرتیار ہو جاتے ہیں تو بات کرنے میں کپڑے کے ہزاروں گرنچپ جاتے ہیں۔ دوسری کلین چھاپتی خشک کرتی اور رنگوں کو جلا دیتی ہیں اور بعض اور کلون کے ذریعہ سے لوہا لگتا ہے چکایا پاتا کیا جاتا ہے اور پہرہ ہر ایک ایسے گٹھے بنائے جاتے ہیں کہ جو آسائیسے تھوڑی سے تھوڑی جگہ میں دور دراز ملکوں کو پہنچ جائیں۔ مجیکو شیفیلڈ مین مسر سس برون کے سلاح سازی کے کارخانہ کو دیکھ کر اور یہی حیرت ہوئی۔ لوہے اور فولاد کے تودے کے تودے گل گلا کر موٹے موٹے چادر وں کی صورت میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اس میں آدہ گھنٹا ہی نہیں لگتا اور نہ اتنی وقت ہوتی کہ جتنی ہمارے کہہ ماروں کو مٹی کے کھلونے بنانے میں ہوتی ہے۔

اخلاقی اعتبار سے انگریز عموماً ایماندار اور راست باز ہوتے ہیں۔ یہ اونکا قومی متمسک ہے گو کہ بعض لوگ اس سے محروم ہی ہیں۔ مگر وہ مستثنیٰ ہیں ایک دفعہ مین ایک کرایہ کی گاڑی میں تین سو روپیہ کی انگوٹھی رکھ کر بھول گیا وہ دن کے بعد خود گاڑی والی آکر واپس کر گیا۔ ایک اور بھول میں انگوٹھی کھو گئی ایک ماما کو اتفاقاً مل گئی اور سندھ فوراً مجھ کو لا کر دیدی۔

یہ انگریزوں اور لندن کی بے بہا خوبیوں کا بہت مختصر اور سرسری بیان ہے۔ اچانک کسی یہ خیال کرے کہ میں بیجا مدح سرائی کی ہے اسلئے میں بفر اور شہروں اور ملکوں کا حال ہی لکھتا ہوں جنکے دیکھنے کا مجھ کو اشنا سے سفر میں اتفاق ہوا۔ سب سے پہلے پیرس کا حال سنئے۔ عروس البلاد پیرس

عجب دلچسپ خوشنما شہر ہے وہاں کے بعض بعض مقامات بیشک قابل
تشریف ہیں۔ چوڑی چوڑی خوبصورت سڑکیں ہیں جنکے دونوں طرف درخت
لگے ہوئے ہیں شیشیں الی سب ہے جہاں۔ روشنوں پر درخت اپنی سنہرا رنگیں
پتوں سے سایہ کیے ہوئے ہیں اور قسم قسم کے شرابخانے ہیں اور رات کے وقت
برقی روشنی توریہ معلوم ہوتا ہے کہ ۵

اگر فردوسِ برروے زمین است ۛ ہلین است وہین است ہین است
تو ہی ڈی بلون ایک باغ ہے جہیں بڑے بڑے عظیم الشان درخت اپنے
پتی بہری شاخوں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔ ہر طرف خوشنما روشن ہیں اور
تھکے ماندوں کے لئے جا بجا بچیں بھی ہوئی ہیں۔ کسی طرف چوڑے چوڑے تالاب
اور آبشار ہیں کہیں پانی میں ہزاروں مرغیاں گلگشت لگا رہی ہیں۔ ایک
خوبصورت چوک ہے جہاں فواریں چوڑے ہیں اور پتھر کی ہوش ربا تصویریں
رکھی ہوئی ہیں۔ اس مقام کا نام پیرس ڈی لاکسار ڈکھتے ہیں۔ پیرس کے
یہ مقامات فی الواقع لاجواب ہیں تمام شہر تاریخی اور فرانسیزیوں کی فتوحات کی
یادگاروں کی بھرپور ہے۔ ان لحاظات سے لندن بہت کم مایہ جی لیکن محنت کاروانی تجارتی
ترقی میں لندن سے ملکر کہا نا محال ہے۔ تجارت کے اعتبار سے لندن پیرس کو دہی
نسبت جو دیو کو بابت تھے ۛ

فرانسیسی نہایت خلیق اور دلسار ہوتے ہیں پہلی دفعہ دیکھ کر اجنبی شخص کا
دل انگریزوں کی بد نسبت اور انکی طرف زیادہ کھینچتا ہے۔ مگر وہ ظاہر پرست بہت ہیں

انہیں وہ مناسبت ندین اور مروت نہیں ہوتی جو انگریزوں پر ختم ہر غور کر نیکی بات ہے کہ وہ اپنے ملک کو انتظام اندرونی میں کیا خاک اڑا رہے ہیں۔ ہر روز پارلیمنٹ میں مشن قصبے ہوتے ہیں ذرا اور اسی باتوں پر ایک دو لکھ لڑ بیٹھتے ہیں گو کہ لڑنے والوں کو شاباشی دینے کا مقام ہے کہ وہ اتنی ہوشیاری ضرور کرتے ہیں کہ کسی کی چوٹ نہ آئے متعلقات ملک اپنی بڑائی کی تدبیروں میں متفرق رہتے ہیں اور بعضی کے نام سے واقف نہیں۔ انگلستان ممکن ہے کہ تمام خرمیوں سے جیسا چاہیئے دلسا راستہ ہو مگر انصاف یہ ہے کہ وہاں کے برل اور کنسرو میٹروپولیٹن اپنے ملک کے سچے خواہ ہیں۔ انگریزوں کی حکومت جب کسی دوسرے ملک میں ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی تعلیم و تربیت تہذیب و شایستگی اور فلاح و بہبود کی فکر میں رہتے ہیں اسلئے ہر فرانسیسی انکو چاہ جہالت میں ڈالے رکھتے ہیں۔ میں نے یہ چند لفظ فرانس کی نسبت اس وجہ سے لکھے ہیں کہ وہ ابھی تک دنیا کا شایستہ ترین حصہ اور اسکا دارالسلطنت بہترین شہر سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کے دوسرے شہروں مثلاً ویسٹمنسٹر اور میلان فلورنس پیزر ورم وغیرہ میں بھی خاص خاص باتیں پائی جاتی ہیں مثلاً گوئی ایچے موقع سے واقع ہر کوئی تاریخی واقعات اور عمدگی عمارات کے لحاظ سے شہرت یافتہ ہے کہیں صنعت و حرفت کے عمدہ نمونے موجود ہیں مگر لندن کے سامنے سب گرد ہیں فقط

بقیہ سفر کوہ نیلگری

(سلسلہ کے کئے نمبر، جلد ۲ ملاحظہ ہو۔)

۱۴ رمضان ۱۳۱۶ء روز چہار شنبہ

شب کو سردی کی وجہ سے آج میں ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا دس بجے چھوٹی حاضری ہوئی اور ساڑھے بارہ بجے برک فاسٹ ہوا۔ تین بجے بعد کرنل اور سرنپل اور لیڈی سرالیور سینٹ جان رزیڈنٹ میور سے ملاقات ہوئی سرالیور سینٹ جان اور سرنپل ڈسٹریکشن مکان میں نہ تھے اس لیے کارڈ چھوڑ کر چلا آیا چھ بجے بعد گھوڑے پر پولو گروڈ اور تالاب کا چکر لگا کے سات بجے مکان کو واپس آیا آج سردی شدت سے ہے۔ ہمراہی باورچی عبداللہ کو کہ ضعیف ہے بخارا گیا ہے۔

برن فٹ مکان سطح زمین سے آٹھ ہزار کیسوفٹ بلند ہے۔ اور اس کے اندر پہاڑ آٹھ ہزار تین سو فٹ بلند ہے اس بنگلہ میں اقسام کے رنگارنگ گل دیل ہیں۔ سنکونہ اور صندل اور کافور کے درخت بھی بکثرت ہیں۔ تالاب میں پانی کم ہے اور جب قدر ہے وہ مہری سے روز نخل کے کم ہوتا جاتا ہے بارش نہونے یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ امسال گرمی ہی نگر ہو کو تو اچھی سردی معلوم ہوتی ہے۔ تالاب میں چلانے نہ اس سے کشتی چھوٹی منگوائی گئی ہے شاید آج آجائے۔ رات کو ویسٹ ہوا اور دو بجے بعد آرام کیا۔

۱۵ رمضان ۱۳۱۶ء روز پنج شنبہ

شب بیداری کی وجہ سے ہم نو بجے بیدار ہوئے بعد حمام وغیرہ گورنمنٹ لائے قسم کھیل۔

ہوس ٹھیک بار اسبجی ہو پھر گئی تک ایڈی کانگ نے پیش وائی کی اور پریوٹ
 سکریٹری نے ملاقاتی کمرہ میں لیجا کر گورنر صاحب کو اطلاع دی صاحب معزز جن
 روم میں تھے وہیں طلب فرمایا یہ مجھ دروازہ میں داخل ہو نیلے لارڈ کینیڈا کو گورنر
 مدراس نے نہایت تپاک سے پہلے آپ ہی اوٹھ کر دروازہ تک بڑھے اور
 خیریت پرسی کی اتنے میں ہاتھ ملایا برابر چھپس سنت محبت آئینہ گفتگو ہوتی رہی۔
 انہیں لارڈ صاحب نے ہماری دعوت لندن میں بھی کی تھی۔ بڑے بہائی کی فرماج
 پرسی ہی کی اور بلکہ کی فوج کی تعداد اور اقسام اقوام فوج اور کچھ مال گزاری
 کی کیفیت دریافت کیا اور فرمایا کہ آپ کو یہاں جو کچھ مطلوب ہو بلا دینا مجھے مدد
 پہچے میں بخوشی مدد دے گا اور یہی ہے کہا کہ دعوتی کارڈ ۲۴ مئی کے روز کل پہنچے گا
 ضرور تشریف لایا گا بعد حضرت لینکے دروازہ تک مشایعت کی۔ اور ایڈی کانگ
 نے گاڑی تک پہنچایا۔ وہاں سے مین نے سیر چارلس اسبجھنٹ کمانڈر پرنسپل
 قسمت مدراس کے ملاقات کو گیا دس منٹ کی ملاقات رہی معلوم ہوا کہ یہ
 فوجی آفسر مدینہ میں معمولی سوال و جواب ہوئے گویا آفیشل ملاقات
 ہوئی وہاں سے نکل کے مین نے مسٹر شیشادری ایئر مسٹر میور کے ملاقات کو
 گیا وہاں پہنچکے اپنے ملازم مسٹر سیبون کو کارڈ دیا سیبون زمینہ کے قریب
 پہنچا تھا کہ ایک ہندو صاحب دھوتی باندھے ٹوٹ کا لانگ کوٹ جو بمنزلہ اور
 کوٹ کے تھا پہنے ہوئے سپر سفید ٹیل کا کوئی چاروسنی پنکے باندھے ہوئے
 موجود سیبون میرا پر مین ملازم یہ نہ سمجھا کہ یہ دیوان صاحب ہیں بلکہ

ان کے سادہ مزاجی سے سمجھا کہ دیوان صاحب کے یکہی ملازم مین فی الغور کارڈ انہی کو دیا اور کہا کہ یہ کارڈ دیوان صاحب کو دین پس وہی صاحب جو حقیقت خود دیوان تھے زبان انگریزی میں کہا کہ امانت اب مینر الملک بہادر آئیے آئیے یہ کہتے ہوئے خود بڑھے اور گاڑی کے پاس آئے معلوم ہوا کہ یہی صاحب شیشادری ایئر سٹرین اور نہایت لائق اور فہمیدہ آدمی ہی مین کو سی دس منٹ ان سے ہی ملاقات ہیں۔ آج برک فاسٹ ۲ بجے دن کے ہوا بعد تھوڑے دو دوست کی بازی رہی۔ پانچ بجے منہ مات دھو کر ہوا خوری کی غرض سے۔ بروم گاڑی مین پولو گرونڈ اور تالاب ہوتے ہوئے سلک ٹیل پھنچا دھان اوتر کے سوڈا پیاسات بجے شام کو سکان واپس آیا آٹھ بجے ڈنر ہوا اور سٹرمی اور سٹروڈ کو کل کے برک فاسٹ کی دعوتی چٹیان روانہ ہو مین ڈنر کے بعد دوبازی دسٹ کیلے گئے اور ۱۲ بجے استراحت ہوئی۔

۱۶ رمضان ۱۳۶۹ روز جمعہ

آج نوبے بیدار ہوا سردی بہ نسبت ایام گذشتہ کے کم ہے اگرچہ ہر یک بیڈ میں آتش دان موجود ہے لیکن ہکو آج تک اوسکے گرم کر نیکی ضرورت نہوی۔ ٹیک گیارہ بجے سٹرمی ایجنٹ بینک آف بنگال اور سٹروڈ جسکے انچارج ہمارا بنگلہ تھا اور انہین کے معرفت خریدا گیا تھا آئے ۱۲ تک اوسنے مکالت رہی سو ۱۲ کو مین پر گئے قریب ایک کے کہانی سے فراغت ہوئی یہ لوگ ہر بجے تک یہاں رہے بعد ازان تبدیل لباس کر کے مع ڈاکٹر صاحب لیڈی سوٹر کر

ملاقات کو بھیجی ہو س گئیے برابر ایک گھنٹہ وہاں رہا یہ لیڈی صاحبہ نہایت
 خلیق مین اور اونکی فکر معاش نہایت اچھی ہے انکا ذاتی چار کا باغ یہاں بڑا
 ہے اور انکا بنگلہ یہاں کے سب مکانات سے اچھا ہے انکا ارادہ ہے کہ انکو
 فروخت کر کے لندن جائیں لیکن قیمت مکان سو فیوٹر چھ لاکھ سے کم نہیں
 بتلا تین فی الواقع مکان نہایت اچھا اور فرنیچر اول درجہ کا موزون ہے۔
 یہاں سے ہم معرڈاکٹر صاحب اور سید غلام رسول آؤ میر فیاض علی صاحب
 اور پنورنگم فینسی بازار گئے۔ یہاں کے موجودہ لیڈیوں نے آج اوکل
 کیواسٹے ایک فینسی بازار قائم کیا ہے۔ داخلہ کا ٹکٹ فی آدمی ایک روپیہ
 ہے۔ یہ بازار اسی کمرہ میں تھا جہاں ہٹی ہو کرنا ہے۔ کمرہ نہایت وسیع
 ہے اسین ہر ایک لیڈی نے اپنی اپنی دوکان علیحدہ لگائی تھی اور ہر قسم
 کے ایشی سامان اور مٹھائی اور میوہ وغیرہ سے آراستہ تھی ہم ٹکٹ
 ایک لیڈی سے جو دروازہ پر کھڑی تھی لیکر داخل کمرہ ہوئے کمرے میں داخل
 ہوتے ہی سب سے پہلے ایک موش لیڈی نے ایک ایک گلہ سے
 پیش کیا جسکی قیمت ممنونیت کے ساتھ ایک ایک روپیہ ادا کی گئی پھر تو یہ حال
 تھا کہ ہر ایک دوکاندار لیڈی اپنی اپنی طرف توجہ دلاتی تھی اور سب سے زیادہ لطف
 مٹھائی کے دوکانوں پر تھا بہر حال دوسروں سے یہاں کا سامان مستغرق دوکانات سے
 خریدایا گیا۔ یہاں گورنر صاحب اور کمانڈر انچیف اور سر ایورسینٹ جان
 وغیرہ سے بھی ملاقات ہوئی گورنر صاحب اور مہاراجہ سوربت علد وائس چانسلر

اور کمانڈر پخیف صاحب اس بازاری جلسہ میں ہی منعمہ زیب سینہ کے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر گے جو میرے دوست ہیں وہ بھی ایک دوکان پر تھے۔ سر آئور سینٹ جان انہایت خلیق افسر ہیں بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے اور ڈاکٹر یوسف علی صاحب کو بھیچا نا اور کہا کہ میں نے تمکو نواب سرالار جنگ کے اسٹاف میں گلبرگین دیکھا تھا اور فارسی زبان بول جوتے آقا سید علی صاحب شومتری کو بہت پوچھا اور کہتے تھے کہ مجھے چھ سال سے فارسی زبان بولنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے با این ہمہ فارسی خوب بولتے تھے ہم ساڑھے چار گواں بازار سے باہر نکلے۔ اور سید ہر مکان آئے۔ اس وقت مدراس سے فٹالین اور کرسیان وغیرہ جبرن فٹسکان کے واسطے طلب ہوئے تھے پونچھ مکان کی راستگی میں ایک گتہ گزر گیا جیسے بجز بغزم سلک ہوٹل سب ہم سید غلام رسول اور ڈاکٹر صاحب کے روانہ ہوئے اور ارادہ تھا کہ آج بلیٹر کھیلینگے لیکن اکوڑک برج تک جو ہمارے بجگہ سے شاید چار سو گز ہو گا پہنچے تھے کہ غلیظ ابر نمودار ہوا اور شدت سے پانی برسنا شروع ہوا اگرچہ ہم بروم گارٹی میں تھے اور پانی سے کچھ ضرر نہیں تھا مگر دوسرے ہم اسیونکے پیگ جانے کے خیال سے واپس مکان آئے۔ یہ بارش صرف ہکو تکلیف دینی آئی تھی جبکہ ہم گھر پہنچے پانی بند ہو گیا لیکن شام ہو گئی تھی اس لیے باہر جانا نہوا ساڑھے سات بجے ڈنر ہوا۔ اور گیارہ تک دست ہونا مارا قریب بارہ بجے کے استراحت کیا۔

۱۷ رمضان ۱۳۰۶ء روزِ شنبہ

آج ہی آٹھ بجے بیدار ہوا۔ شکار کے چندہ میں دوسور و پیہ دیا کیونکہ یہاں کوئی یہیہ لازمی بات تھی، ملاحظہ ہوئے ساڑھے بارہ کو برک فاسٹ ہوا اور بلکہ دینہ کو چند خطوط تحریر کیا۔ بعد برک فاسٹ قریب ۲ بجے سٹر شیشادری۔ ایر۔ سی لس۔ آئی۔ دیوان میور بازو بد کو تشریف لائے۔ آج کالاباس کچھ مہینہ قریب نصف ساعت کے مکالمات رہی اور پیہ قرار داد ہوا کہ یکشنبہ کے روز نہر نہر میور کی ملاقات کو جائین اور دو شنبہ کے روز ۲ بجے مہاراجہ میور ہمارے بازو بد کو برن فٹ مکان میں تشریف لائیں ۲ بجے سے ہم تک دوبازی دست کی سوچی قریب ۵ ساعت کے گھوڑے پر سوار ہو کر فرنگی نک گیا راہ میں سید غلام رسول اور ڈاکٹر صاحب اور میر فیاض علی صاحب جوڑی گاڑی بروم میں ہو آخری کو نکلے تھے ملے اور ہم سب ملکر فینسی بازار کے مکان تک گئے معلوم ہوا کہ بازار بھی ختم ہوا اور بہت سے لیڈیان اور جنٹلمن واپس چلے آئے تھے۔ یہاں میرے خود انکنتے کی گاڑی محبوب خان لائے پین سے ڈاکٹر صاحب کے اس گاڑی پر سوار ہوا ساڑھے چھ بجے مکان کو واپس پہنچا گیا رہ بجے شب تک دست ہوا راکل کے روز جو سامان کہ فینسی بازار میں خریدا تھا آج آیا۔ ۱۲ بجے استراحت ہوئی۔

۱۸ رمضان ۱۳۰۶ء روزِ یکشنبہ

سات بجے بیدار ہوا آج دس بجے ستیاس انحرارت ۶۵ درجہ پر ہے لہج

اتوار ہے اسلئے کل ہم بجے سے یہاں کے دوکانین بند ہیں۔ نواب
نواب وقار الامر بہادر کے برک فاسٹ پر دعوت تھی اسلئے صبح کو کہیں
جانا نہوا ٹھیک سو بارہ کو نواب صاحب مدوح تشریف لائے۔ جنکا انتظار
۱۲ بجے سے تھا ساڑھے بارہ کو میز پر بیٹھے بعد فراغ از طعام وسٹ کا ایک
گیم ہوا حسین مین اور اقبال الدولہ بہادر ایک طرف اور ڈاکٹر یوسف علیہ صاحب
وجہ نزل محمد اکبر صاحب ایک طرف تھے انہی موخر الذکر شخصائے گیم مبتلا۔ برابر سبجے
نواب صاحب محترم الیہ رخصت ہوئے مین منہ ماتہ وہو کر کپڑے بدلے
اور ڈاکٹر صاحب کو ہمراہ لیکر چار بجے مہاراجہ صاحب بھادر میسور کی ملاقات کو
گیا گاڑی تک ایڈی کانگ اور پریوٹ سکرٹری سٹارٹن نے استقبال
کیا ملاقاتی کمرہ مین دو کرسیاں صدر مین چھپی ہوئی تہین پہ مجروح داخل ہوئے
کے مہاراجہ بہادر نے سر و قد تعظیم دیکر شیک ہنڈ کیا اور برابر کی کرسی پر بیٹھا۔
حضور پر نور کی مزاج پرسی فرمائی اور معمولی اخلاقی مکالمات کے بعد عطر پھول
پان دیکر رخصت فرمایا اور مشایعت بھی اوسی قسم سے ہوئی گاڑی مین
سوار ہوتے وقت پریوٹ سکرٹری نے کہا کہ مہاراجہ بہادر کل دیرہ بجے
بازوید کو برونی بخشش ہونگے داسے میں پانچ بجے کے قریب نواب
وقت ر الامر بہادر کے بگلہ پر پوشاک بدلے اور سواری کے کپڑے پہنے
اور نواب صاحب سفر کے ہمراہ تالاب پر سیر کو نکلا سید غلام رسول اور میر
فیاض علی صاحب بھی یروم مین سوار ہو کر پونے چھ بجے تالاب پر پہنچے

یہاں آٹھ دس کشتیوں میں اکثر یورپین معہ پریربان فرنگ بعض میں ایک ایک جوڑا اور بعض میں دو دو جوڑی حسب مرضی تالاب میں چکین لگا رہی تھی عجب سیر کی جائے ہو اور یہی ایک مقام بہت خوشگوار ہے چونکہ میں یہی اس کلب کا ممبر ہوں ایک چھوٹی کشتی میں تنہا سوار ہوا اور خوب گشت ہوئی اور نواب وقار الامرا بہادر بھی کشتی میں گشت کرتے رہے۔ الغرض ساڑھے چھ بجے تالاب پر نواب وقار الامرا بہادر سے رخصت ہو کر سیدی سلک ہوٹل کو گیا۔ بلیرڈ روم کھلو کر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک گیم سوکا کھیلایا ہاں مسٹر ڈرو سے ملا ت ہوئی چونکہ روز کیشنبہ تھا یہاں کے مقیم یورپین گر جا گئے تھے۔ ساڑھے سات بجے مکان واپس ہوئے آٹھ بجے ڈنر ہوا۔ ۱۲ بجے آرام کیا شب کو بد خوابی ہی رہی۔ آج شب کو ایک بجے بارش ہوئی رہی اس شان میں یہاں کے چار کے طور طریقوں کی دریافت کرتا رہا یہاں کے چار کے باغات اکثر یورپین کے قابو میں ہیں جیسا کہ سنکو ناکی کاشت میں نواید ہیں چار کے نواید یہی اس سے کچھ کم بنیں بڑے بڑے دولت گرد و رعہ جو ہندوستانی زمین افسوس ہے کہ وہ اہل ہند اس پر توجہ نہیں کرتے خلاف اسکے اہل یورپ ہزاروں کو ہن سے یہاں اگر ایسے سود مند کاموں کو جاری کرتے ہیں اور بڑی دولت کما سکتے اب میں چار کی مفصل کیفیت بلا کم و کاست نقل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کبھی کبھی ہمارے اہل وطن بھی اس سود مند زراعت کے جانب توجہ کر چکے۔

نمبر ۱۱

چار کا بیان

رراعت اور انتظام

جب قدر تجربہ اس وقت تک حاصل ہو چکا ہے کہا جاتا ہے کہ انکے موافق انتظام غالب درجہ بہتر ہی ہو گا۔ پس ضرورت کے موافق قطع زمین تلاش کر کے سب سے پہلے شرکون پر لحاظ کرنا چاہیئے۔

سٹرک

اگر وہ قطع زمین کسی وادی کوہ میں واقع ہو تو شرک بلند ترین مقام سے شروع ہونی چاہیئے اور رفتہ رفتہ او سکاڈا ل نشیب وادی میں اس قدر لیجا نا چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ ایک اور اٹھارہ کی نسبت ہو بعدہ متوازی سٹرکین اوسی اتار چڑھاؤ کی بنائی جائیں جنہیں باہمی سوگز کا فرق ہو جیسا وہاں کے زمین کا تقنا ہو بعدہ ان متوازی سٹرکون کو آخر میں ملا دینا چاہیئے۔ اگر یہ کام اچھی طرح کیا جائے تو آئندہ کے بہت سے تکالیف اور اخراجات سے بچا رہے۔

پہلے پہل پوری حد تک شرکون کا وسیع کرنا ضرور نہیں چاہیئے بلکہ چوڑائی غالباً برسوں تک کیلئے ضرورت رفع کر لیگی لیکن یہ مناسب ہو گا اگر شرک پر جا بجا گرٹ ہے کہ وہ دئے جائیں تاکہ یہ معلوم رہے کہ پوری وسعت کہاں تک ہے ان مقاموں پر زراعت نہو۔ اسے سٹرک کی حد قائم رہیگی اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ سٹرکین اس قدر وسعت کے ساتھ کہولی جائے کہ عمارات کا موقع سوزوں واقع ہو اوسی وقت اس امر کی بھی فکر رکھنی چاہیئے کہ اگر سٹرک کے راہ میں کوئی ندی واقع ہو جائے تو کنارے کنارے پانی

بہانے سے فائدہ اٹھایا جائے۔

عمارات

چار کے باغات میں عمارات کا موقع منتخب کرنے کیلئے یہ خیال ضرور ہو کہ صرف دوسری مجموعہ عمارتوں کا ہو۔ جگہ دفاتر اور کارخانہ ایک مجموعہ میں اور محروں کی نشست گاہ۔ قلیوں کی لائن اور پوشیوں کے باندھنے کی جگہ دوسرے مجموعہ میں ہو۔ عمارت جہاں بنے ضرور ہے کہ دامن و ستارہ اور راحت جملہ متعلقین کا خیال رہے۔ اگر سرکین اس طرح بنائی گئی ہوں کہ امن سے کسی میں پانی بغیر زمین توڑے بہتا رہے تو سایہ دار مناسب جگہ عمارت بنانے کی لمبا کیلی اگر ہو سکے تو عمارت لب سڑک نہر کے قریب تعمیر ہو کیونکہ اس سے پانی اکثر صاف رہا کرتا ہے اور جو نہر عمارت سے فاصلہ پر ہوتی ہے اس کا پانی اکثر خراب رہتا ہے۔

جب موقع تعمیر کان کا لمبا ہے تو تعمیر شروع ہو سڑک سے متصل جگہ ہو اور اوسیکے پیچھے کارخانہ۔ اگر موقع ہو تو عمارتوں کا مجموعہ مستطیل خواہ مربع ہو جو بہت سوزن اور آرام دہ ہو گا۔ بشرطیکہ وضع وغیرہ درست ہو۔ اگر عمارتوں کا مجموعہ اس طرح واقع ہو کہ سڑک پر نصف دائرہ بنائے تو اور خوبصورت اور آرام دہ ہو۔

اگر عمارت اس وضع کی بنائی جائے تو کارخانہ کسی عارضی خیمہ یا چھوٹی

ہو اور جب اسکی تکمیل ہو جائے تو سڑک کے پیچھے عمارت اور باغ سے ملحق پودہ رکھنے کا مکان یعنی نرسری بنایا جائے۔ رقبہ کل احاطہ کا حسین باغ۔ سڑک مکانات وغیرہ ہوں ایک یا دو یا تین ایکڑ زمین سے زیادہ ہوں۔ اگر پودہ کھڑا کا مکان اور دوسرے تعمیرات ہنسیکے پر ہو تو بہتر کیونکہ پہر قلیون کی لائن کی جلد ہی نرسنگی اطمینان سے تعمیر ہوگی۔

اگر کوئی گاہنوبدا کا لوگوں کا لمبا سے تو ہنسیکے پر کام چلانے میں بہت آسانی ہوگی کیونکہ یہ لوگ ہنسیکے کا کام بہت خوشی سے کرتے ہیں اگر درمیان میں جنگل واقع ہو تو درختوں کو نکال ڈالیں اور زمین کو کنکر اور درختوں کے جڑوں سے خوب صاف کریں اور سوخت زمین پودہ رکھنے کے لیے تیار ہو جائیگی۔

پودہ رکھنے کا بیان

اس مکان کے گرد کٹہرا لگا دینا چاہیے اور کٹہرے کے آس پاس بربر یا گلاب کی جھاڑیاں ہوں۔ اس وقت ہی بہت کم قلیون کی ضرورت ہوگی اگر بڈا کا لمبا بنیں تو بہتر ہے کیونکہ قلیون کی قطاروں کے بنانے میں سب مہلت مل جائیگی۔

پودہ رکھنے کے لیے مکان مسطح کہو نہا چاہیے گیارہی دخت رکھنے کی پانچ فٹ اور راہ دو فٹ ہو زمین کے موقع کے لحاظ سے اختیار ہے کہ گیارہ یا نو فٹ ہو یا لمبی گیارہ یا نو فٹ ہو سب سے برابر کرنی چاہیے اور پتھر اور جڑا ندھ سے نکال کر

راکھ سے ڈھانپ دینا چاہیئے اور جب یہ باتین ہو جائے اور سڑک ہی بن جائی
اور پود ہون کے لئے مکان بھی تیار ہو جائے اور پانی کی نہر بھی درست
ہو جائے تو تخم ریزی شروع کر دینی چاہیئے۔

تخم ریزی

نیلگری پر چار کے عمدہ باغات سے فی الحال تخم بہت اچھے ملتے ہیں۔ اگر موسم
سوزون ہو تو فوراً تخم لینا چاہیئے۔ پودہ رکھنے کے مکان سے یہ دیکھ لینا چاہئے
کہ اس میں پہلے موسمے درختوں کی کہانت گنجائش ہوگی پس اوسیکے موافق
زمین کو پیر خواہ آگ سے خوب مضبوط کرنا چاہیئے زمین سطح ہو بعدہ تخم اوس
سطح زمین پر بونا چاہیئے۔ تخم ریزی باقاعدہ اور تمام برابر ہو۔ دو تین انچ
دبیر گھاس یا شری پتی بچھا دینی چاہیئے۔ گھاس برابر اور باقاعدہ بچھنی چاہئے
گھاس کی دبازت موسم کے موافق ہونی ہے۔ برسات کے ایام
میں گھاس ایک انچ دبیر ہو بشرطیکہ خوب سڑے گرمی کے موسم میں
دبازت کی زیادہ ضرورت ہو تاکہ دھوپ ٹخنوں تک نہ پہنچے کیونکہ دھوپ
ہونے سے تخم خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر گرمی کے ایام میں تخم ریزی ہو تو
انکی دیکھنے کے بعد ہی پانی سے خوب تر کرنا چاہیئے بعدہ دو ہفتہ تک کسی قسم
کی فکر نہ کہانی ہوگی اسکے بعد دیکھنا چاہیئے کہ اگر کھد ہو پ گیا ہو تو فوراً نرسری
میں لیجا کر پودہ لگا دینا چاہیئے تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدھ سڑے گھاس میں

پودہ کا اگنا بہتر ہے اور برسات کے شروع میں بھی پودے دوسرے جگہ پر لگا دئے جائیں کچ زیادہ عمر ہونے سے پودہوں کو زیادہ ضرر کا خوف نہیں ہوتا جب تخم ہونے سے کلا ہونے یا دوسرے جگہ لگائے قابل ہوں تو ہر کیاری میں دو آدمیوں کو مقرر کیا جاسے انکی پاس دندانہ وار کہیت کا ایک تختہ اور تخم ہونے کا ایک ٹوکرا ہونا چاہئے کیاری کے چوڑائی کے برابر تختہ کی لمبائی ہو اور عرض میں صرف دو انچ ہو اور چار چار انچ پر دندانہ بنے ہوں۔ دندانہ کے مقابل سب بیج بونا چاہئے۔ تختہ کا کٹ رہ لائن پر بنولنے سے بہہ فائدہ ہوگا کہ کل درخت چار کے باقاعدہ مسلسل ہو جائینگے کیاریوں میں خاصہ اگست کا ہونا چاہئے۔ یہ ضرور ہے کہ پودہوں کی نازک جڑیں سلنے۔ ٹہم کے ساتھ ہونے پر قطعی اس خاص امر میں بیوقوف نہ بنیں کافی تعداد پودہوں کی لگ گئی تو پہر کسی قسم کی عکربانی نہ بھائیگی صرف کپاس کا دور کرنا اور کہی کہی پانی دینا ہوگا۔ بہت سے حالتوں میں کم عمر پودہوں کی محافظت ضرور ہوتی ہے اور شوقانیت سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ لیباریوں کو چاروں طرف سے کٹیرالھا دیا جائے اور اگر موسم میں کپاس کی ضرورت ہو تو پورانی کپاس کو نکال کر نئی کپاس درستگی کرنی چاہئے اگر اسی اثنا میں کھراڑے تو بہت احتیاط سے رات ہونیچے پیس مقام پر سایہ کر دینا چاہئے جب کاشتکار کو اس سے فرصت ہوگی تو مستقل میٹر کارخانہ کی کھیتی بھیگی اور دو ایک برس کے بعد پودہوں کی جانب سے چھٹی۔

قیلون کی لائن

اگر ممکن ہو تو بد اکالوگون کو ہیکہ دینا چاہئے کہ اس قدر کفایات کیلئے اس قدر رقم دی جائیگی بشرطیکہ مکانات قلیل معمولی درجہ کے بنائے ہوں ناہموار تہروں یا اینٹوں سے مکان بنوانا اور کھپرل سے جو انما بہتر ہے اسکا کفایتی نتیجہ آخر کو بہت مفید ہوگا۔

بنگلہ

ہر حالت میں وسعت عمارت کا انتظام کاشت تیار چاہئے کے راسے اور وسعت مقام پر منحصر ہے جب بنگلہ تیار ہو جائے تو حار فی مکان کارخانہ کے مرتبہ شدہ تھا او سکونہ منہدم کر دینا چاہئے بعدہ کارخانہ کی تعمیر ہو اور جب کے پہلے اسکا نقشہ مرتب کر کے اچھی طرح غور کر لیا جائے۔

کارخانہ

جب سے محکوم چاء سازی کے اصول معلوم ہوئے او سوقت سے سینے گرم پانی کو گرمی بہہ کر نیکا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا سینے اب تک نہیں بنا کہ کسی کارخانہ میں کامیابی کے ساتھ اس سے کام لیا گیا ہو لیکن محکوم نقیض کا بل ہے کہ اس طریقہ سے بہت سا بڑا فائدہ ہوگا۔ پانی ضرورت سے زیادہ گرم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ بندر چاء بنانے سے جو پانی جلائے کیلئے حرارت پہونچای جاتی ہے وہ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اب ہم بہت مفید اور کم خرچ طریقہ بتلادے ہیں جنہیں پہلے خوبی پر ہے کہ اگر اس طریقہ سے

عمل درآمد کیا گیا تو لکڑی کا کولہ جو اندرون بہایت قیمتی ہو گیا ہے بالکل بیکار ہو جائیگا۔ کل آلات ہوسنے اور گرم کرنے کے ایک دگیدان کے ایک سے گرم ہونے کے خشک کرنے والی آلات اس طرح ترتیب دئے جائیں جو نہ صرف تیار شدہ چاء کو خشک کریں بلکہ چاء کو بھی گرم کریں جو نلوں کے اوپر طاقون پر پہلی رہیں اور اس طرح ایام برسات میں ہی بتیان خشک ہو جائیں اور چھوٹ موٹ ہوائی موسم میں جو مسلسل مشکلات پڑتی رہے وہ بالکل جانی رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ کارخانہ کے اندر نکلی دھول یا دھواں نہ جائیگا۔ اور اگر انتظام اچھی طرح ہو جائے تو کمردن کی تعداد میں تعمیراتی آلات میں اور محنت میں بہت کمی ہو جائیگی یا آب کی عوارت میں کمی بیشی حسب ضرورت کیجا سکتی ہے اور اس طرح چار کے جلوانجا خوف نہیں ہر قسم کے بوائمر مکانات اور دوسرے قسم کے عمارتوں کے گرم کرنے کیلئے اب بنائے جاتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان کا کرٹل میبلیس اور اعلیٰ درجہ کے گرجے اور دوسرے سرکاری عمارتیں گرم پانی کے ذریعہ سے محروم کیجاتی ہیں اور اس طرح عین ایام سرما میں مکانات کے اندر گرم ملکوں کی حرارت قائم رکھی جاتی ہے چاء کے کاشتکاروں کیلئے بوائمر (پانی گرم کرنے کا طرف) نہایت مفید چیز ہے جو بغیر کسی قسم کی عمارت جدید کے موند کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے۔ اور چائو اچھ کا پائپ مع اور ضروری سامانوں کے بہت اذراں ہے اور مکانات بوائمر سے مساوی درجہ کی حرارت قائم رہتی ہے۔

طشت جین دو تین بنیان پانی بہنی کی ہوں حسب خاطر بنوایا جاسکتا ہے
 اوسکی بنیان باہم ایک دوسرے سے ملی رہیگی اور ان سب کا سلسلہ اعلیٰ
 ہو اُپر اور پائپ سے مسلسل رہیگا۔ صرف یہی ایک آگ ہوگا جسین پانی
 گرم کرنے کے آلات) بنایا لیکو تعلیم کی ضرورت ہوگی کیونکہ بطور خود
 سمجھ لیا آسان نہیں ہے۔ جب قدر حرارت پہنچانی کی ضرورت ہو اوسی
 نسبت سے بوائمر ہی جسم ہوا اور پائپ کی طولانی ہی۔ کارخانہ کے ایک
 مستحق مکان میں یہ بوائمر مہ ایندھن کے رکھا جاسکتا ہے۔ پانی گرم ہوتی
 سے طشتوں میں اور پائپ کے ذریعہ سے تمام کارخانہ میں پہنچ جائیگا قبل
 اسکے کہ بوائمر میں بہ گرم ہونیکے لئے واپس آئے اس انتظام سے چاء بنا سکیگا
 کمرہ مکمل ہو جائیگا کیونکہ ایک کنارہ پر چاء بھونے کا طشت تینوں کے رگڑ
 نیکی نیر خواہ کل درمیان میں خشک کر نیکی پائپ ہر چار طرف کمرے میں۔
 اور بندی پر دیوار میں رات کو سبز چاء پینلانی کے طاق۔ یہ آخری انتظام
 نہایت کم خرچ اور مفید ہی کیونکہ گرم پائپ کے ذریعہ سے کل ترمیموں میں
 جو طاقون پر رہیگی برسات کے ایام میں راتوں کو حرارت پہنچگی اور
 چینوں کے طرز تیاری چار سے زیادہ مفید ہوگا کیونکہ اوس میں دھواں یا
 خاک نہ پہنچگی جو ٹپے جو ٹپے باغون سے ملے کہ بہ طریقہ زیادہ
 مناسب نہو حالانکہ جھپکوتیں ہے کہ دھواں ہی اس سے بخوبی کام چلیا سکیگا۔
 ایک کمرہ میں کوسے کے طشت ہوتے ہیں جو اینٹ اور چوڑے کے چوسے

جسے رہتے ہیں بچے آج ہوتی ہے یا ہرشت علیحدہ علیحدہ گرم ہوتا ہے ہیں
بچی رگڑنیکا میز ہی رہتا ہے۔ دوسرے کمرہ میں خشک کر نیوالی اک لکڑے کے
کولون کی ہوتی جو چولہوں یا ٹوکرون یا چلیون میں رکھی جاتی ہے اور کمرہ میں
بند پتیاں پہلائی جاتی ہیں اور کولہ و لکڑی جمع کیجاتی ہے اگر بہت ہی عمدہ نظام
ہو تو یہی بہہ مکانات خاک آلودہ۔ کڑبڑ سڑبڑ اور دھوان دھار ہوتے ہیں۔
اس میں خشک ہنیں کہ بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ انتظام اور طریقہ تبدیلی
دونوں میں سخت محتاجی ہے۔

اس وقت جبکہ دفتر بنگلہ۔ اور قلیون کے مکانات تیار ہو جائیں گے اور کافٹ
کا نقشہ مکمل ہو جائیگا تو نرسری میں درختوں کی نشوونما اس قدر ہو جائیگی کہ
مستقل طور سے جہاں زمین صحت کیلگی ہو لگا دی جائے یا زمین لٹکے لئے
درست کیجائے مگر چونکہ جنگل اور کپاس کی زمین کے ساتھ خاص طور سے
خدمت کیجاتی ہے اس واسطے ہر دو کا بیان یہاں مناسب ہوگا۔

جنگل
اگر ممکن ہو تو ٹھیکہ کے ذریعہ سے جنگل کو اکڑا کر جلوا دینا چاہئے بدالکا قوم کے
لوگ بہت خوشی سے ٹھیکہ لینگے جہاں تک ممکن ہو مانسوں کے ختم ہونے اس
کام کو شروع کر دینا چاہئے جس میں کاشتکاروں کو ایام قلبہ رانی تک برابر
مصرف رہنا پڑیگا اس وقت ایک معقول تعداد اوزار کی یعنی ہوگی گر بسا
اوقات بدالکا لوگوں کے پاس انہیں کے اوزار ہوتے ہیں۔ بیوں کے چھانٹنے

چاقو اور سوت تک لینا ہوگا جب تک کہ پودے زیادہ عمر کے نہ ہوں اگر موع
ہو اور یہ سمجھ لیا جائے کہ کارخانہ پورانے طریق پر چلایا جائیگا تو جھل کی
لکڑیوں کا کولہ لینا چاہئے اگرچہ اسکے فی الفور استعمال کی ضرورت نہ
ہو کہ کولہ سٹرجائے والی چیز نہیں ہے بلکہ اگر حشریدار موجود ہو تو بروقت
کولہ سے اچھی قیمت آجاتی ہے جب زمین صاف ہو جائے تو درختوں کے
چڑوں کو کھود کر نکال ڈالنا چاہئے۔ اور اس کام کو اگر ممکن ہو تو گرمی کے
موسم میں شروع ہو کیونکہ اکثر برسات کے ایام میں سناکی چڑیں کام کو
خراب کر دیتی ہیں یا پتھریلے مریع فاصلہ سے چارے پودوں کا لگانا بہت
مناسب ہے اس سے کم دست دینا مفید ہے آٹھ برس کے درخت ناپے
گئے چھاپہ سیلاؤ ۹ فٹ تھا اور اوس قدر چڑ پیلن ہوئی تھی بلکہ بعض حالتوں
میں اس سے بھی زیادہ اگر ۶ فٹ کم دست میں پودے لگائے جائیں تو
جو اعلیٰ درجہ کی زمین ان درختوں کے نشوونما کی باعث ہوگی وہ بجائے
۸ برس کے بہت جلد گرجائیں گی جس سے خود درختوں کے نشوونما میں
رق آجائیں گے۔ غراب زمین پر اگرچہ پہلے سال میں بتیان زیادہ نکلیں
لیکن درختوں کے زیادتی سے زمین کی بالکل قوت کم ہو جائیگی اور بہت
ہی چند روز میں کھاد دینے کی ضرورت ہوگی حالانکہ اور حالت میں جلد
کھاد کی ضرورت نہوتی۔

کہوٹشی گاڑنا

پہلے ایک طول لائن بچھا دینی چاہئے اور پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر مضبوط کپڑا لگا دینا چاہئے اس طرح ایک دوسرے لائن عرض میں بچانی چاہئے جتنا زاویہ قائم ہو اور یہ لائن سے اس طرح پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر ہوں۔ پس جب عرض اور طول کی لائنیں ملینگی تو پانچ فٹ کا مربع بن جائیگا۔ جہاں جہاں اتصال عرض کی لائن کا نو دہانہ کپڑا لگا دینا چاہئے مگر لائن خوب سیدھی ہوں کہو تھانہ مضبوطی سے گاڑی جائیں کیونکہ زمین کہو دہانے کے پہلے عرصہ تک کہو تھانہ اس طرح زمینگی۔

زمین کہو دہا

زمین کہو دہا کا مٹی کی طرح پر دینا چاہئے مگر یہ لحاظ ضرور ہے کہ مٹی کی داریت سلیقہ کے ساتھ کام کریں ۱۸ انچ کا خندق چار کے پور ہوں کیلئے کافی ہوگا اور جب اس مقدار کے خندق تیار ہو جائے تو انکو بند کر دینا چاہئے۔ جب پہاڑ سے کے مغربی حصہ پر جنوبی مغربی موسمی ہوا اچھی طرح آجائے اور اس طرح مشرقی حصہ پر شمال مشرقی ہوا اور زمین کافی طور سے تم ہو گئی ہو تو بود ہوں کے لگانا بہت وقت بھی ہے۔

بود ہا لگانا

چاہے کہ بود ہے لگانے میں تین گروہ کرنا چاہئے ایک مختصر مگر ہوشیار گروہ نرسری یعنی ذخیرہ میں درختوں کا اٹھانا دوسرا گروہ لائیو لون کا اور تیسرا گروہ لائیو لون کا ہو۔ ہر روز ایک آدمی دو سو درخت سے جنگلی عمر

۲ برس کی ہو زیادہ نہ لگائے اگر زیادہ کی ہوس کر گیا تو ممکن ہے کہ کام خراب ہو جائے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ پودہ ہون کی جڑیں اوس تیار شدہ سولخ میں آسنے یا نہیں اگر زیادہ ہون تو تیز چاقو سے مختصر کر ڈالنا چاہئے اور جس قدر گہرے پودے ذخیرے میں بٹھا دے سیدر کرے یہاں لگانا مناسب ہے پودے کے جڑ کی مٹی آس پاس دو تین انچ اونچے ہونے تاکہ زمین کے ڈھالو ہونے یا زیادہ پانی گرنے سے کچھ نقصان نہ ہو۔

سایہ

بینک سایہ کرنا درختوں کو مفید ہے۔ پودے کے گرد اور اوس کے قریب میں فرن یا اور کوی دو سرے گہاس سے جو قابل سایہ کرنے کے ہو لگا دینی چاہئے یہ مناسب نہیں ہے کہ پودے کو ایسا ڈھایا میں کہ روشنی نہ پہونچے بلکہ آفتاب کی تیز دھوب جو بعض اوقات خاص وسط مائسون میں ہوتی ہے رکاوٹ ہو۔

گراس لینڈ

جس زمین پر گہاس ہوتی ہے اوسکی زراعت و پرداخت جگہات سے مختلف ہے۔ پہلے گہاس کو ہونا چاہئے جسکا خرچہ فی ایکڑ دس روپیہ سے زاید نہ ہو انگلستان میں بعض مواقع پر دس شلنگ فی ایکڑ خرچ پڑا ہے اگر زمین پر ہل چلا دیا جائے تو کام میں بہت آسانی ہوگی ایک اور شافع کی یہ بات ہے کہ اگر ان ڈھیلوں کو ٹرا کر کیا دینا ہے تو بہت مفید ہوگی کہ

ایک مقدار نیز کہا دکی کیت کی دو چند گوہر کے برابر ہوتی ہے علاوہ برین اور ہر وہ دہیلے جب توڑ دانے جائینگے تو بعد کو حسب خاطر زمین پیدا ہو جائیگی۔ ڈہیلون کو وہین سکھانا یا اوسکے گہاس کو جلانا بہت مقرر ہے جب زمین کہند جاسے تو جو طریقہ آئندہ ترتیب کا جنم کے بیان میں موجود ہو وہی بیان کی جائے یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اس کو دہونے سے آئندہ پود ہون کے سوراخ بنائیں ضرورت نہ رہیگی۔ پڑی پود ہون کے قابل سوراخ ضرور بنانا چاہئے اور درخت لگانے کے ایام سے بنانا بہت تکلیف دہ ہوگا اس سطح اراضی پر دوسری جگہ کی مٹی ڈالنا مقرر ہوگا۔ ڈہیلون کا مٹی کرنا اور بعدہ آفتاب اور ہوا کھلانا بہت مفید ثابت ہوگا۔

گہاسس جھیلنا

اگر پود ہے لگائے ایام میں باغات میں گہاس وغیرہ زیادہ اُگی ہون تو اوسکو فوراً صاف کر ڈالنا چاہئے جب باغات ایک مرتبہ اسطرح صاف ہو جائینگے تو پیر چہرہ رو بہ سالانہ فی ایکڑ خرچ بڑا کریگا۔

انتظام درختان چار

ادل - دوم - سوم سال

جب کوئی گہاس یا در کوئی جو دوسرے پود ہون کی قوت کہیں دینا چاہے تو ایسی شے کو فوراً اکھاڑ کر ہیک دینا چاہئے۔ اگر اسطرح کی احتیاط عمل میں لائے جائے تو درخت کے پانچویں سال تک

کاٹ چھانٹ کی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت جو ضرورت تھی وہی وہی وہ درختوں کے خوبصورت اور باقاعدہ بنائے گئے کچھائی کی۔

چھانٹنا

قاعدہ ہے کہ اگر عرصہ تک غفلت نہ کی جائے تو زیادہ کانٹ چھانٹ کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر کم عمری میں وقت ضروری پر متوجہ نہ ہو جائے تو پختہ ہو کر رہے تو چاقو استعمال کر کے ضرورت لائق نہ ہو۔ جب وہ ایک معقول حالت تک ترقی کر جاتے ہیں اس وقت سے کانٹ چھانٹ برابر رہتی ہے جس سے شاخیں بد نما اور ٹھٹھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں بہتر ہے کہ ایسے درختوں کو بالکل کاٹ ہی ڈالیں اور بعد موسم میں از سر نو ترقی دین جس کے لئے جنوری مہینہ بہت اچھا ہے۔

کترنے کیلئے چاقو استعمال ہونے کے پہلے اور اس امر کا خیال ہے کہ شاخ کا ٹھٹھا ہوا آخری حصہ کترنے وقت شاخ کی سطح چوڑی اور برابر رہے۔ کیونکہ اسی سطح سے پہر کو پلین ہو جائے گا۔ اور آئندہ اس کی زندگی کا دار مدار یہی ہوگا۔

زینت باغ

جہاں تک ممکن ہو باغ کو ایشی اور یاشی درختوں سے آراستہ کرنا چاہئے برقی اور سسٹرکون کے کناروں پر اس طرح لگائے جائیں کہ خوبصورتی اور فائدہ دونوں ہو۔ دلچسپت کا سبب تو باغ کے اندر چھان چھان کے پودے ہونے لگانا چاہئے۔ بان بندی خواہ گھاس کے میدانوں پر بہ درخت اور پوکھلی جلائیے گئے

لگائے جاسکتے ہیں۔ مگر زینت کے لئے نہیں۔ کپڑے سے اور اور بہت سے
 مایوسی درخت بلندی اور عمدہ اراضی پر جو مکے لئے موزوں ہو لگائے جاسکتے
 ہیں سڑکوں پر سکونا۔ شفا لو۔ اور نارنگی وغیرہ کے درخت لگانے سے زینت
 اور فائدہ دونوں ہیں۔ لیکن کوئی درخت لگائے جائے بشرط یہی ہے کہ انکی
 حفاظت خوب ہو کیونکہ سمیر پرنی اکثر کہا جاتی ہے اور اگر نہیں کہا میں تو بہت
 نقصان پہنچاتی ہے۔

سڑکوں کے نشیبی حصہ میں کنارے کنارے لگا دینے چاہئے کیونکہ
 اس سے دو فائدہ ہے اول تو زینت ہو کی دوم بانی کے بہادری سے کنارے
 سمار نہو جائینگے۔ اور گھاس والی زمین میں آخری حصہ صاف رکھنا چاہئے
 جبکہ سڑک بنی ہو اور جب زمین کھود گئی ہو تو پھر گھاس جالینا چاہئے۔

باغات

کو نور۔ کٹا گیری وغیرہ میں جہاں باغ میوہ جات ہو سکتے ہیں لگانا چاہئے
 لکڑی۔ امرود۔ شفا لو۔ سیب۔ بیر۔ نارنگی۔ لیمبو۔ انار وغیرہ پانچھڑ
 سے چھ ہزار فٹ بلندی پر ہوتے ہیں اور اگر ذری محنت زیادہ کیجائے تو
 انگور اور اشتربری اور اسبری وغیرہ بھی بخوبی پیدا ہو۔

ترکاری اور پھول کے باغات بھی لگائے جاسکتے ہیں مگر یہ ایک ایسا
 معاملہ ہے جسپر بہت کچھ رایوں کا رد و بدل ہو گا کیونکہ مقامی کاشتکارین
 کی رغبت پر منحصر ہے۔

طریقہ تیاری کالی چاء

کالی چاء بنانیکے لئے غیر عمدہ و درطریقے میں بہت کچھ کاریگریوں کی ہوستیاری اور موزونیت وقت و سعت کارخانہ اور آب و ہوا پر منحصر ہے۔ اور اسلئے خود تیار شدہ چاء سے فرق رہا کرتا ہے جو کارخانہ کافی طور سے وسیع ہوتا ہے ایندین بکثرت اور انتظام درست رہتا ہے اس میں چاء بنانیکے لئے موسم کی کچھ باندھی نہیں کیجاتی اور اگر یہ باتیں ہوں تو تیار شدہ چاء کے اوصاف میں فرق ہو جاتا ہے کیونکہ وسعت کارخانہ وقت اور حرارت کافی طور سے نہیں ہوتی۔ چاء کے تیاری میں پہلا کام سبز بیون کے جمیع کڑنچا ہے۔ فصل کاٹنے کے پہلے پودھوں کی عمر اور جلد ضروری باتوں کو دیکھ لینا چاہئے۔ دو باتوں کا لحاظ ضرور ہے اول یہ کہ پتیان زیادہ نخلین دوم یہ کہ درختوں کے صحت و قوت میں فرق نہ لگے۔ اس معاملہ میں بہت سخت غلطیاں ہو جایا کرتے ہیں چاء کی بیون اور جڑوں کا برابر لحاظ رکھنا چاہئے اگر پتیان زیادہ ٹوٹیں تو جڑ کمزور ہو جائینگے اور پھر پتیان کم نخلینگے چھین میں تین مرتبہ یعنی بہار۔ خزان اور گرمی میں پتیان توڑتے ہیں۔ لیکن توڑنے کے پہلے وہ اسکو بڑھنے خوب دیتے ہیں۔ اہل چین کا اقرار ہے کہ موسم بہار میں جب وہ پیکو چاء کم عمر درختوں سے توڑتے ہیں تو آئندہ ترقی مسدود ہو جاتی ہے یہ غلط ہے کہ زیادہ توڑنے سے زیادہ پتیان آئینگے۔

زیادہ توڑنے سے ہر مرتبہ پتی کم ہوتی جائیگی۔

عورتوں کا ایک معتدبہ گروہ ۱۸ - ۲۰ پونڈ سبز پتیوں کو اکٹھا کر سکتے ہیں بعض تو ۲۹ پونڈ تک توڑتی ہیں لیکن ۲۴ سے ۲۸ پونڈ تک تو معمولی ہے۔ درختوں کی پیداوار اور غیر کے لحاظ سے پتیوں کے توڑنیکی اجرت بحساب پونڈ دینا چاہئے۔ ایک شخص کا قاعدہ تھا کہ جیون جیون عورتوں کو اس کام میں مہارت ہوتی جاتی تھی اجرت میں کمی کرتا جاتا تھا سینے آدہ آنہ فی پونڈ سے لیکر پانچ آنہ سال کے آخر تک کرتا تھا۔ پس جب حوریتیں شام کو اپنی اپنی پتیاں لائیں تو ل کر دیکھ لیتا چاہئے کہ پتیاں سب عمدہ ہیں یا نہیں اگر موٹی پتیاں ملی ہوں تو مزدوری ضبط ہوتا کہ بار دیگر ایسا نہ کریں۔ اسکے بعد کپڑا یا بوریا پر پتلی پتلی برابر پھیلا دینا چاہئے۔ موٹی پتلی سے خیر ہو جاتا ہے۔ شام سے دوسرے صبح تک اس طرح پتلی رہیں اگر آفتاب نکلے تو اور ہوا کھلنا چاہئے یہاں تک کہ نرم اور کنارے ہویرے ہو جائیں۔ اور اگر آفتاب برآمد نہ ہو تو خاصکر برسات میں اندرون دروازہ عمل کریں۔ برساتی باغوں میں اسکا پورا سامان ہونا چاہئے۔ خشک کرنے کے بعد اس قدر بھونٹنا چاہئے کہ کوکر اٹھٹ پیدا ہو۔ یہی لمبی بیشی نقصان دہ ہے۔ جب پتیاں نرم ہو جائیں تو میز پر بانس کی بوریا بچھا کر پتیوں کو رگڑنا چاہئے۔ رگڑنا اس طرح ہو کہ پتیاں بغیر توڑے ہوئے مڑڑ کر گول ہو جائیں۔ رگڑنے میں اکثر بے پروائی کرتے ہیں۔ عموماً کم عمر بچے اس کام کو اچھا کرتے ہیں۔ پتیوں کا باقاعدہ ملنا ضرور ہے کیونکہ مسلم اور برابر رگڑائے جانے سے آئندہ پتیوں کی اچھی قیمت

آئیلی۔ خاص غرض رکھنے سے یہ ہے کہ پتیوں پر سبز رنگ نمودار ہو بیٹھے اندرونی عرق پتیوں پر نمایان ہو جائے۔ پتیوں کی حیثیت سے وقت صرف ہوتا ہے جن اوقات ایک شخص ۲۰ یونڈ تک رگڑتا ہے۔ بعدہ سایہ میں کپڑے پر ہلکی ہلکی پہیلا دینا چاہئے اور دن کے خاتمہ پر پتیوں کو باندھ کر صبح تک تو کڑی میں رکھی ہیں مگر بیت کسکرنہ باندھیں اور ایسی جگہ رکھیں جہاں آگ نہ لگے کی ستر درجہ گرمی ہے۔ سردی یا گرمی میں پتیوں کے رکھنے یا زیادہ و کم کسک باندھنے سے اوسمیں خمیر پیدا ہو جاتا ہے یعنی پتیوں کے موقع کی حیثیت سے اوس میں کم یا زیادہ خمیر پیدا ہوتا ہے۔ اگر خمیر کا اچھی طرح انتظام کیا جائے تو صبح کو خوشگوار خمیری بوا آجائیلی اور حقیقت نابھنی رنگ اور حرارت پیدا ہوگی۔

صبح کو تو کڑوں سے پتیوں کو نکال کر ہاتھوں سے علحدہ علحدہ کرنا چاہئے اور بھونسنے کی وقت حرارت پتیوں کو ہوتی ہے۔ گرم اور نمی دور ہونے پر چارمین بنانا ہی خوشبو آجائیلی۔ ہوا میں پہیلا کر پھر بھوننا چاہئے۔ اور تمام شب اور صبح کو ہنر طیکہ آفتاب ہو ہنر۔ تو آخر مرتبہ کویلی کی آگ پر بھونے کو اٹھا رکھنا چاہئے بھوننے سے یہ ضرور ہے کہ نہ دھوان لگے اور نہ جل جائے اگر گرم پانی کی حرارت پہنچا نیگا طریقہ مستعمل ہو تو پتیوں کا جلنا یا اوسمیں دھوان لگنا ناممکن ہو۔

اسوقت کڑی کا کولہ جلایا جاتا ہے اور اوسمیں بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے پتی کا آگ پر گرنا یا ادہ جلے کولہ کا پتی سے جانا دونوں بد ہو پیدا کرتے ہیں جب دھوان نہ ہے اور خالص آگ روشن ہو تب چادر کو احتیاط سے بھوننا چاہئے

پاد پاد گنہ کے بعد چا کو تا رخوب حرکت دینا چاہئے۔ حسبہ ر چا ہونی چاہیگی
 اوسیقہ جلجلیکی قابل ہو جائیگی بسلے آفرین آگ ٹنڈی کر دینی چاہئے اسکے بعد
 چا کو بحیثیت اقسام کاگو۔ سچانگ۔ پکیو آریخ کو علیہ علیہ کر دینا چاہئے۔
 اگر چا کی مختلف یتیان باہم ملگئی ہوں تو تا اختتام فصل ذخیرہ میں جمع رکھیں
 مگر یہ کارروائی بہت کچھ ان بازاروں کی کبری پر منحصر ہے جہاں یہ چا پہنچی
 جائیگو میں۔ اسکے سوا اور بھی بہت سے طریقہ کالی چا کے تیاری کے ہیں۔
 مثلاً دھوب میں سکھانا۔ طشت میں آگ پر رکھنا۔ بھوننے کے پہلے رگڑنا۔
 اور دوبارہ ستہ بارہ بھوننے کے بعد رگڑنا یا سایہ میں خشک کرنا وغیرہ۔

لیکن کل طریقہ میں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ جلد سکھانے میں سبز چا کی خاصیت
 پدید آہو جاتی ہے اور خاص کر جبکہ خشک کرنیکی حارت مصنوعی ہو یہ سب سے کہ حسبہ
 مجلت کے ساتھ چا خشک کی جائیگی اوسی مجلت کے لحاظ سے چا میں فرق
 ہوتا جائیگا۔ لیکن اور دوسرے عمل متعلقہ تیاری چا سے اوسکی برائی رفع ہو سکتی
 ہے لیکن اگر چا بہت عمدہ ہو یا اوس میں خمیر برابر سے اٹھایا گیا ہو بعدہ طشت
 میں فوراً گر لی گئی ہو تو نسبتاً اس طریقہ سے چا میں اصلی عرق پتوں پر نمودار ہو جائیگا
 اور اسلئے اوس میں سبز چا کی بہت خاصیت پائی جائیگی۔

چا کے علیہ علیہ کرنے میں دو طریقہ اختیار کرنا چاہئے اول یہ کہ جتنے وقت
 پکیو۔ سوچیک۔ کاگو اور یوہیا پتوں کو علیہ کرین اور منتخب پتوں کو علیہ۔
 اس کام کیلئے پتی چنے والوں کا دو گروہ علیہ ہونا چاہئے نہایت آہستہ اور کچھ طریقہ

یہ ہے کہ بیوی کو موند بھی کے چنا جا اور بعد اوسکے نرم بیویوں کو علیحدہ کرنا چاہئے اس کام کیلئے دو چھ بیویوں کی ضرورت ہوگی اور بیویوں کا سوراخ بیویوں کے علیحدہ کرنے کے لئے چوتھائی انچ سے لیکر آٹھ انچ تک ہونا چاہئے اگر ضرورت ہو تو اس کے درمیان فیصدہ کار کی چلیان استعمال ہوں۔ بیوی چلی سے لے کر بیچ بیکو اور بڑی سے سوچیک جالی جائیگی۔ مناسب ہے کہ عمدہ جا پہلے جالی جائے کیونکہ اگر ایک تیرہ بیچ جائیگی تو دوسرے قسم کے چار کے ٹکڑوں سے بہت کم ملیگی فلاوری بیکیو

یہ چاہئے نئی کوئل سے جو بڑھنے نہیں ملتے حاصل ہوتی ہے اور اس چار کے پختہ میں بہت بڑی احتیاط کرنی چاہئے اور صرف تجویہ کار اور ہوشیار عورتیں ان میں آہستہ آہستہ اس میدان میں چل سکتے ہیں اگر اس چار میں کچھ ملاوٹ ہو تو نہایت قیمتی ہوگی۔ ضرور ہے کہ ان کو بیویوں کی پختہ کی اوت فی اونس وہی ہو جو معمولی چار کے فی پونڈ کی ہوتی ہے اس چار کے پختہ میں اس قدر دقت ہوتی ہے کہ یہ بہت قیمتی ہے مسیحی جاتی ہے جس کے لینے میں عورتوں کو سخت پس منہش ہوتا ہے۔ اسکی مقدار زیادہ نہیں ہوتی اور اسکی ایک چھٹہ سمجھنا چاہئے کہ بازاری بکری کیلئے۔ کثیر ذوق بیویوں کو رات بھر اور صبح کو دھوپ میں دس بجے تک تلی پتی پسلا کر کھنا چاہئے۔ تاکہ اسکا عرق اڑ جائے اور سوت وہ کر کری معلوم ہوگی۔ بعد اوسکو ملکی آگ پر بیویوں لینا چاہئے اسکے رگڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ دھوپ ہی میں کھنے سے اسکا عرق اڑ جائے علاوہ برین کچھ قدر تازہ سخت اور اگرٹی ہوئی ہے تو کچھ کے جیسے مقدار احتیاطاً ضرور کہ اس کے سفید رو میں بیویوں سارے میں سے پر ملکی ملکی پسلا کر چاہئے اور اس طرح دوسرے صبح تک پہلی رات میں کے بعد دیکھو در تان ہوٹ کھلائی جائے اس نشا میں ہاتھ سے حرکت بھی ہوتی ہے آفرین لکڑی کے کوئلہ پر اوسکو بہر عمدہ صند و قہرین میں بند کرنا چاہئے کیونکہ اعلیٰ درجہ کی چار میں بہت چار پسند ہی ملک کو فرواب ہو جاتی ہے۔

سنبر چار

سنبر و سیاہ چار میں بہت بڑا فرق یہ ہے کہ سنبر چار کو بہت جلد خشک کرتے ہیں اور سیاہ کو آہستہ آہستہ۔ سنبر چار کو کارخانہ میں لاتے ہی خشک کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اسیلے اسکے عرق اور رنگ میں کیمیائی تبدیلیاں بہت کم ہوتی پاتی ہے۔ پتیوں کے وزن ہونے بعد فوراً ہونکرات کو گرنا چاہیے اور اگر زیادہ محنت کا خیال ہو تو رنگ لائیکلی نکل گیا ہے۔ ان پتیوں کو رات کے ایک پستلی کاغذ پر پھیلا دینا چاہیے اور صبح کو زاید دھوپ دکھلائے یا پھیلائے ہوئے ہوں لینا چاہیے۔ کالی چار کے گرم کرینکی نسبت اس چار کو اس حالت میں زیادہ گرم کرنا ہوگا قبل اسکے کہ کافی مقدار عرق نکل جائے اور پتی ملایم ہو۔ اس کام کے آسانی کے لئے ٹشٹ کو زیادہ گرم کرنا چاہیے۔ صبح پتیاں کافی طور سے گرم ہو جائیں تو بہت احتیاط سے رگڑنا چاہیے اور اس امر کا خیال رہے کہ عرق پتیوں پر نایاں ہو۔ ایک بہت اچھی ترکیب یہ ہے کہ پتیوں کے رگڑنے کے بعد اونکو کسی چیز سے اچھی طرح دبانا چاہیے تاکہ عرق خوب نمودار ہو اس دباؤ سے ان پچیدہ پتیوں کو کچھ نقصان نہ ہوگا اور خشک آسانی سے ہوگی اور یقیناً خوشبو ہی بڑھ جائیگی جب پتیاں پورے طور سے گڑی جائیں اور عرق اچھی طرح نمودار ہو جائے تو دو ایک گھنٹے کیلئے کپڑے پر پتی پتی پھیلا دینا چاہئے تاکہ جو کچھ عرق ہو وہ بھی اڑ جائے۔ اگر موسم برسات کا ہو تو پتیوں کو سایہ میں پھیلا دینا چاہیے۔ یہاں اگر گرم پانی سے حرارت ہو جائے مگر بقیہ جاری ہو

بہت فائدہ ہوگا۔ پائپ مینے ٹیون کے ذریعہ سے پتیون کا عرق اڑ جائیگا
گو کوئی موسم ہو۔ اور اس طرح طشت پر گرم کرنیکی زحمت باقی نہ رہ جائیگی جب
پتیون کو اس قدر دھوپ میں رکھیں کہ اوسمیں کچھ کرکراہٹ آجائے تو اوکو
طشت میں ڈالکر برابر حرکت دیں یہاں تک کہ وہ بالکل خشک ہو جائے اور جب
مقصد رنگ آجائے۔ چین کے سبز بے رنگ چار بطور نمونہ کے اپنے
پاس رکھیں اور جب حسب خاطر اپنے عمل ہو جائے تو طشت اگل پر سے
علیحدہ کر لیا جائے۔ سبز چار کا طشت میں گرم کرنا نہایت سخت اور تکلیف دہ
کا م ہے کیونکہ ایک شخص دس گیارہ گھنٹہ تک چار کو حرکت دیتے ہوئے قائم
نہیں رہ سکتا کیونکہ ممکن ہے۔ اسلئے تبدیل و تغیر لازم ہے۔ بعض وقت مناسب خیال
کیا گیا ہے کہ ایک روز صبح کو چار پانچ گھنٹے تک چار خشک کیجا یا کریں اور دوسرے
روز صبح کو رنگ پیدا کرنا چاہئے۔

پیداوار

نیلگری کے عمدہ منتخب موقع پر فی ایکرتیار شدہ چار دو سو پونڈ تیار ہو سکتی
ہے بشرطیکہ زمین کہلی ہوئی نہ ہو۔ سو ایکڑ زمین سے چوبیس چار کی کاشت ہو
بیس ہزار روپیہ سے لیکر تیس ہزار روپیہ تک نیلگری پر وصول ہوگا۔ اس
رقم میں نہایت عمدہ طور سے کل کام درست و مرتب ہونگے موقع کے لحاظ
سے کام کی اجرت میں کمی بیشی ضرور ہے اور ہر شے کا انحصار کاشتکار کے
انتظام اور لیاقت پر منحصر ہے۔

ٹیلگری پرچار کا مختلف تجربہ ہوا ہے۔ ایک ایکڑ زمین پر پانچ پانچ مربع فٹ کے فاصلہ سے درخت چار لگائے گئے اور ۷۵۰ اہوسے اگر بغیر ناگزیر امور کا لحاظ کر کے اس تعداد میں کچھ تخفیف ہی کریں تو ۷۰۰ سے کم ہونگے۔ ایک قطع اراضی جیسپر گہاس ہوا کرتی تھی اچھی طرح سے خدمت کینے تیسرے برس میں ۱۴۹ پونڈ چوتھی برس میں ۲۳۵۔ اور پانچویں برس میں ۲۶ پونڈ چار ۷۰۰ پودھوں سے نکلی۔

ایک موقع پر ایک ایکڑ زمین سے ۲۳۳ پونڈ تیار شدہ چار نکلی حالانکہ اس اراضی پر برسوں پودھے یونہی بے پروائی سے بڑے رہا اور دوسری فصل کاٹ کر لگائی گئی ہے جب ہی اس قدر چار نکلی ادویہ اراضی وہ تھی جیسپر گہاس ہوا کرتی تھی۔

ایک اور موقع پر جنگل کی ایک ایکڑ زمین سے جہاں مذکورہ بالا کی طرح پودھے برسوں سے یونہی بڑھے رہے تھے ۲۹۷ پونڈ تیار شدہ چار ہوئی۔ بہر صورت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک عمدہ موقع پر اوسط درجہ دو پونڈ چار فی ایکڑ پیدا ہوگی اور اگر عمدہ زمین اور اچھا انتظام ہو تو چھ برس میں پورے طور پر پیداوار کے قابل ہو جائیگی۔

چونکہ ساٹھ روپیہ فی ایکڑ سالانہ خرچ پڑتا ہے بشرطیکہ عمارت وغیرہ کی تیار ہوا سیلے ٹیلگری پر پوری پیداوار والی باغون کا انتظام کرنا بہت آسان ہو ہر طرح پر یقین کیا گیا ہے کہ ٹیلگری کی ایک روپیہ پونڈ فروخت ہوگی۔

انگلستان میں نیلگری سے ایک مرتبہ چار کے چند نمونے بھیج گئے تھے مگر اتفاق سے اوس میں کچھ ایسا نقص آگیا کہ وہ نمونے خراب ہو گئے اور اپنی وجہی قیمت نہ لاسکے۔

سبز چار کا نمونہ بہت بیفکری سے باندھ کر ہم اسیل تیاری کے لیے بھیجا گیا جس اثامین اوس میں بہت خیر ہو گیا اور اسلئے انگلستان میں ان تین نمونوں کی قیمت فی پونڈ ۲ شلنگ سے لیکر ۲ شلنگ ۶ پنس تک تشخیص ہوئی۔ اگر عودہ نمونہ پہنچتا تو ۲ شلنگ ۶ پنس فی پونڈ سے لیکر ۳ (پونے چار) شلنگ تک قیمت لگائی جاتی ۶۔

ستمبر ۱۳۲۷ء

مضامین

صفحہ

- ۱ { والیٹر کی حیرت افزا تاریخ
اور حیدر آباد
- ۱۵ { حنوط کی ہولی لاشیں
منقول از تصنیف مولو خیر الدین خان مخمور بنٹا
- ۲۳ { انتقالِ ملا علی صاحب دہشت گار
از عالمی جناب اکبر بشیر پرشاد بہادر بنیرہ مرحوم
- ۳۳ { دیباچہ سوانح عمری نواب لاہور
بہادر عماد السلطنہ کرسی الی الی
- ۵۳ { قومی تعلیم
از نواب عماد نواز جنگ بہادر -
- ۶۶ { بقیہ سفر نامہ نیلگری
بیان تہہ
- درالعلوم مسلمان علی گڑھ
ایضاً حیدر آباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

والنیشتر کا حیرت انگیز بیان اور حیدر آباد

ملک کے واسطے بھ ایک نیک فال کچھ عالیجناب مدارالمہم اسرار عالی نے
پھر سالہ والنیشتر کے اصلاح کے جانب التفات فرمایا ہمارے ملک میں خصوصاً اور
ہندوستان میں عموماً جا بجا والنیشتر کے قائم ہونے کی فی الحقیقت شدید ضرورت
ہے مگر افسوس ہے کہ جیسا کہ اکثر ہمارے ہم وطن اپنے اور ضرورتوں سے بیخبر
ہیں ایسا ہی والنیشتر کی حالت سے بھی واقف نہیں مگر نمٹ قیصری جو دنیا کے
سلطنتوں میں نہایت دانشمند مکر مست بلاشبہ اپنی رعایا کو جب ایسی ضروری
امر سے واقف اور ہمہ تن اس طرف مائل پائیگی تو بلا ریب نہایت خوشی سے والنیشتر
میں بہرتی ہونے کی اجازت دیکر چنانچہ نظیر بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں
ہماری سرکار ابد بایدار نظام الملک اصغیہ خدادادہ ملک کے جانب سے
والنیشتر کے رسالہ کے قائم ہونے کی تجویز ہوئی تو گورنمنٹ قیصری نے نہایت
خوشی سے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ اب ہم حیدر آباد کے طرف
متوجہ ہو کے والنیشتر کی فراہم منضبی اور مقاصد بیان کرتے ہیں نظام والنیشتر کی
منفی مجاہد جنگی معاون کے ہیں مگر حقیقت یہ صرف جنگی فوج ہی نہیں ہے بلکہ اپنی
ذات اور اپنے سرکار ابد اپنے ملک کے دلی خواہ اور ان کے ہر قسم کے کاموں
کے معین و معاون ہے۔

دنیا میں والنیشتر فوج کی ابتدا ۱۸۵۹ء سے ہو والنیشتر فوج علاء جنگی کاموں کے
اس وقت امور تیار برقی ٹپہ خاں اور سنگٹل وغیرہ ابواب کو بھی انجام دیتے ہیں اور زبیر

کا ساتھ دے دے اور پولیس اور محافظت راہ ہی ان کے ذمہ تدریب
ترہ سنے کو ہے جو لوگ کہ حفریہ سجدہ رکھے ہیں کہ والنیر فوج سے فقط جنگی امور متعلق
رہینگے اور اسوقت سرکار کے حسن انتظام سے کوئی اندرونی دشمن یہاں ایسا
نہیں ہے کہ جگہ وغیرہ والنیر فوج سے ہو سکے وہ غالباً غلطی پر ہیں بلکہ یوں
سمجھا جائیے کہ والنیر فوج صرف جنگی کاموں کی ہی معاون نہیں ہے بلکہ
سرکار کے ہر قسم کے کاموں کے معاون ہو اور ہوگی۔

علاوہ اسکے جو قوم امور فوج کا شوق حاصل کرے یا شبہ اسقوم میں شائستگی
قوت جیسی اور قوت دماغی بوجہ حسن حاصل ہوتی ہے بلکہ یہاں تک اس بات کو
عقل تسلیم کر چکے ہیں کہ ایسے قوم کے اولاد ہی رفتہ رفتہ قوی العقل اور
قوی جسم ہو جاتی ہے چنانچہ اس بات کے ثبوت میں ہم مسلسل والنیر
کی تاریخ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فوج والنیسر کی تاریخ

وزرا سے دولت انگلستان جو قوم و ملک کے حامی اور نگران کا رستہ جنگ و آتش کے بعد کچھ ایسے مطمئن اور حیس و حرکت ہو گئے کہ بحرانہ رونی اصلاح اور فریقی جھگڑوں کے تصفیہ کے اور کسی جانب خیال ہی رجوع نہیں کرتے تھے۔ فوج بحری اور بری کی دستگی کی طرف کچھ بھی توجہ نہ تھی۔ انہوں نے تمام فوج کو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور صرف روپیہ پیدا کرنے اور عیش منانے کی ہدایت تھی۔ اس خواب راحت اور طاقت اثر سے قوم کی بارگی چوکی اور فوراً ہنایت تیزی کے ساتھ متوجہ ہو گئی۔ خبر پرہ برطانیہ کے دور دراز مقاموں تک اس کی تحریک پہلگئی اور ہر دل متاثر ہو گیا۔ قوم کی کیا رگی جوش سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا عام رعایا اپنے گمراہ کنندہ پولیٹیکل افسروں سے بدلہ لینے کے لئے دست بشمشیر ہو گئی۔ اہل سیف کی فراہمی کا غفلتہ تمام ملک میں پھیل گیا۔

اس وقت انگلستان کو جو زبردست خطرہ اپنے غیر محفوظی کا تھا اس کو ملکہ معظمہ و کٹوریا قیصرہ ہند کے شوہر سے زیادہ کسی نہیں جانتا تھا۔ کسی انگریز قومی غرت قائم کرنے اور جبری غفلت مضبوط رکھنے میں ان سے زیادہ کبھی نہ کہ نہیں کی۔

وہ ہمیشہ وزرا سے تاکید کرتے رہے کہ اپنے ملک میں بری فوج کی قوت اور مضبوطی نہایت ضروری ہے پس حکام با اختیار سے وہ اپنی تحریر اور اپنے دانشمند شیر کے ذریعہ سے بالاستقلال سلسل ہی کو شش کرتے رہے۔ ڈیوک

آف ولنگٹن اور ارڈیا مسٹن کی طرح پرنس البرٹ شوہر ملکہ وکٹوریہ ان حضرات سے خوب واقف تھے جو فوج کی کمی اور محافظت کی عدم موجودگی بلکہ دریائے ٹیمس اور اسکے معبروں کے بے حفاظت رہنے سے تھا۔ اس سلسلہء نہایت مبارک اور اطمینان بخش سال تھا کہ الی انکلسٹان اپنی کمزوریوں پر نظر کر کے والنٹیر فوج کی ترتیب دی۔

جیلج ایک سال بعد ایک بڑے تاریک اور دیر پا طوفان کے آفتاب کی روشنی دیکھ کر بے امنی خوش ہوتا ہے اسی طرح پرنس البرٹ شوہر ملکہ منظم نے اس عالم آشوب خواب غفلت کے بعد والنٹیر فوج کے مرتب ہونے پر اطمینان اور مسرت ظاہر کیا۔ بعد ازاں اس نے اسکے قواعد اور نظم ترتیب دیا۔ جو ۲۵ مئی ۱۸۷۱ء کو محکمہ جنگ سے شایع ہوا۔ پرنس نے اپنا فرائض ناک موت تک حتی المقدور اس جدید فوج کی مضبوطی اور دائمی قیام کیلئے بڑی کوشش کی اور یہی چاہتا تھا کہ ملک کے عام نظم و نسق میں اسکا بھی شمار ہو۔

فی الحقیقت ۱۸۷۱ء میں والنٹیر کا قیام ہونا انگلستان کے زبردست اور نہایت اہم تاریخی واقعات میں سے ہے اگرچہ ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ سلطنت سے لڑائیوں اور اصلاحی قانون وغیرہ وغیرہ کی دہم دہی اور نہایت خوبی سے تمام دنیا میں ریل کا جال بچھ گیا اور تار سے زمین گھیر گئی۔ ذیلیلی اور حفیر نوآبادیان ترقی پذیر ہوئے جمہوری خیالات نے ہی آہستہ آہستہ اپنا گہر کر لیا۔ بلاشبہ ان واقعات کا اثر قوم اور ملک کی بہبودی پر بہت کچھ

پڑے۔ اگر کسی ملک میں ایک بڑے فرقہ کو پوری جنگی قوت کا حاصل ہونا جو اپنی جان و مال و عزت اور ملک کو دشمن سے بچا سکے قومی عزت اور عظمت کی نشان دہانی میں اور جو لوگ اس عزت کی قدر کرتے ہیں وہ بیشک تسلیم کریں گے کہ والنٹیری کی تحریک تمام واقعات مصرح بالا کی قوم اور ملک کے لیے بدجسب افضل ہے۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ جو فوائد قوم کے لیے متصور ہیں اور یہ قدر فائدے دوسرے طریق میں والنٹیری کی قوم کے حاصل ہو سکتے ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ قومی تعلیم اور والنٹیری یہ ملک کے بہبودی کے لئے لازم و ملزوم ہے۔

والنٹیری کا اثر تمدن پر

قبل اسکے کہ ہم والنٹیری کا اثر جنگی بیان کریں مناسب ہے کہ اسکے تمدنی رنخ کو بھی تو جانچیں اور جو اثرانگیزیوں کی زندگی پر اس سے پڑتا ہے بنظر غور دیکھیں یورپ کے اعلیٰ سلطنتوں نے زبردستی سے رعایا کو فون میں بہرتی کرنے اور فوجی خدمات کے دینے کا جو طریقہ نکالا ہے اور جو شکل قانون حال کے یہی طریقہ پشت بہ پشت مسلسل جاری رہا کچھ شک نہیں کہ اوس سے لوگوں کی آئندہ جیسی قوت قدرتی بناوٹ اور تمدنی میں ترقی ہوگی اس قاعدہ کے موافق تقریباً ہر جوان آدمی کو لازمی طور سے بچپن سے کار خوراک ڈالی میں لگانا دیا جاتا ہے اور ابتدائی جوانی کے دو تین برس فوجی تعلیم میں بسر ہوتے ہیں جس سے خواہ مخواہ نہی اور مردانہ تربیت کا عہد

ہوتا ہے۔ بعدہ وہ نوجوان سپاہی نظم و تربیت کی عادت۔ انفرن کی نشت۔
جسبم کی صفائی اور وقت کی پابندی سیکھتا ہے۔ غرض اوسکو وہی تعلیم پائی
ہے جس سے وہ غیر خواہ ملک اور نیکہ رویہ باشندہ ہو۔ اوسکی طبعی ترقیوں
کی طرف بہت خیال رجوع ہوتا ہے۔ جلوگون کی اس طرح تعلیم و تربیت ہوتی
ہے نہ صرف وہ بھی تندرست اور صحیح سالم ہوتے ہیں بلکہ انکی اولاد بھی بڑے
ملو بہت چاق اور توانا ہوتی ہے۔ اور مجرد وہ ہون لازمی سلسلہ کا بہتہ نتیجہ ہوتا ہے
کہ قوم کی قوم جسمانی اور دماغی قوتوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔

فوجی سکولوں کو اگر قطع نظر کیجئے تو یہی میری دانست میں فوجی تعلیم کا سلسلہ
ہر قوم کے لئے مفید ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سلطنت کا بہت بڑا
عظیم سہم کہ گو کتنا ہی شرح ہو مگر ایک ایسی تربیت کا قایم کرنا ضرور ہے
جس سے تمام قوم کے تحت جہانی و دماغی درست ہوتی ہو جس قوم کے
ادنیٰ دلبے تہیہ۔ بہت قہر۔ اور رگ پٹھے ضعیف اور خلقی کمزور ہوں تو اس
بد نصیب قوم کو گو کیسی ہی ملکی آزادی ہو اور تمام عمر کتابی تعلیم دی جائے مگر کوئی
فائدہ نہ ہو گا اور وہ فطرتی نقص کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ یہ سچ ہے کہ تجارت
اور صنعت سے دولت اکٹھا کرنا ملک و قوم کے لئے نہایت عمدہ بات ہے
مگر قوم کے آدمیوں کا مضبوط۔ بہادر اور تندرست ہونا افضلترین قومی
اور ملکی عزت ہے۔

کسی دو قوموں کو چھبے ہو ایک دوسرے پہلو پہلو آیا ہوں اور

قومیت اور تہذیب میں برابر ہون انہیں سے ایک قوم کو برہمنی فوجی قواعد اختیار کرنے دیجئے اور دوسرے کو اپنے حالی پر چوڑ دیجئے۔ پہرہ دیکھ لیجئے کہ ایک صدی نہ گزرنے پائیگی کہ اول الذکر قوم کے بچے قومی الجشتہ اور ہونہار اور جویہ ہونگے اور دوسرے قوم کی اولاد ایسی ہوگی جیسا کہ گجرات آبادی یا بخار زدہ دیہات اور قبضات کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بمقابلہ ان جماعتوں یورپ کے جہاں نوجوانان ملک سے جبری فوجی خدمت لیجاتی ہے انگلستان میں والٹیر فوج سنے وہ ناموری اور غربت پیدا نہیں کی۔ تاہم جو کچھ کیا اور کسے ہی سہی وہ بہت کچھ ہے۔ ملک غیر میں جبر جبریہ فوجی خدمت سے نام نہ ہو سکتا ہے اور کچھ جبر انگلستان کو ہی والٹیروں کے بدولت حاصل ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں فوج والٹیر میں تعدادی ۴۵۴۵ سپاہ نوجوان داخل ہوئے انہیں سے ۷ ہزار سپاہیوں کی تربیت معمولی خواہ اندادی افواج میں پہلے سے ہوئی تھی۔ دوسرے سال والٹیروں کا داخلہ ۱۸۵۷ء ہوا ان دونوں سالوں میں مجموعاً ۸۸ ہزار تربیت یافتہ جوان اپنے خانگی کاموں پر واپس آئے اس وقت تک نہ کیا جاتا ہے کہ فی الحال انگلستان میں ۷ لاکھ سپاہیوں جو والٹیر فوج میں رکھ ضروری قواعد و تربیت سے فراغت پاچکے ہیں اگر انہیں ۲ لاکھ ۲۶ ہزار ۷ سو ۲ سپاہ اور داخل کئے جائیں جو حال میں شریک ہو کر قوی سبکدہ رہے ہیں تو مجموعی تعداد قریب و سس لاکھ کے ایسے سپاہ کی

پائی جائیگی جنہوں نے دماغی اور جسمانی قوتوں میں ترقی کی ہے اور جسکو
والنیر کہتے ہیں۔

لاریب اس معاملہ میں شاہنشاہ جرنی کو بدرجہا تقدم اور تفوق حاصل
ہے جنہوں نے اپنے ملک کے نوجوانوں سے فوجی خدمتیں لین اور انکو
آرام و راحت جسمانی و روحانی ترقی و مسرت کیلئے کل ضروری سامان و کمالات
ڈریس وغیرہ نہایت عمدگی سے دیا کیئے اور تربیت دی۔ انگلستان
میں جو کچھ والنیروں نے اسی نمونہ پر کارروائی کی وہ بھی حسب حیثیت
ضرور قابل تدریس ہے جس سے قومی صحت و تندرستی میں بڑی ترقی ہوگی
اور ہوگی یہ فائدے نہایت بیش قیمت ہیں جب ۱۲ مئی ۱۸۵۹ء
کو محکمہ جنگ سے ایک اعلان والنیر فوج کے تقرر کے بارے میں جاری
کیا گیا تھا تو لوگوں نے اس قدر اشتیاق کے ساتھ شرکت کی کہ جنگی اور اس
زیادتی کے ساتھ اہل پڑے کہ گویا معلوم ہوتا تھا۔ انگلستان کے
اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے ہی انسرت کی خواہش کی۔ انہوں
سے بہت سے ایسے ہی تھے جو فوج میں پہلے خدمتیں کر چکے تھے۔

۱۸۵۹ء کا موسم گرامتیم بنیں ہوا تھا کہ ایک لاکھ ۱۹ ہزار والنیروں کا
نام درج رجسٹر ہو گیا۔ اوس زمانہ سے پہلے نہایت مضبوطی کے ساتھ
یہ قومی امتیاز کا قابل فخر و دلچسپ رہا گیا۔ نومبر ۱۸۵۹ء میں اشخاص جیسے
شدہ کی تعداد ۵۲۷۴۰۰ تھی جنہوں سے ۲۲۰۸۲۹ قوا بعد ان فارغ التحصیل

خزانہ سرکاری سے ہتیار۔ پوشاک۔ اور گولہ بارود اس فوج کو دی جاتی ہے اور جب کیمپ میں ہوتی ہے تو ضروری سامان اور ڈیرے وغیرہ دے گئے جاتے ہیں۔ دریس اور مکانات اور دوسرے اخراجات فوجی کے لئے گورنمنٹ ایک ہندو اسٹنگ سنہ پت سالانہ فی کس قواعد و ان اور فارغ التحصیل کے لئے دیتی ہے۔

انگلستان میں منجملہ کودہ بالا تعداد فوج کے ۱۴ ہزار ایسے گولنداز ہیں کہ اگر انکو تو بچانہ باقاعدہ میں شریک کر کے کسٹڈ اور تعلیم ہو تو بلاشبہ اس قابل ہو جائیگے کہ جنگ کے وقت ساحل البحر کے فوجی تو بچانوں میں شریک ہو کر برابر کام لیں۔ تمام افواج میٹشیا یونیورسٹی۔ اور والنٹیر میں کوئی میدانی ٹوپ (فیلڈ گن) نہیں ہے امید ہے کہ ہم بہت جلد میٹشیا اور والنٹیر فوجوں میں میدانی ٹوپیں دیکھیں گے اور پورا نے تعصب انگیز خیالات جو ہنوز ہمارے رائل کونٹری کے افرو میں ہر یقیناً بہت جلد جاتے رہیں گے۔

والنٹیر کی فوج اس وقت تارپہ خانہ اور سکنل وغیرہ کا کام ہی دیتی ہے امید ہے کہ جلدی کاموں کے متعلق ہی اسے کام لیا جائیگا علامہ برین ریل اور پولیس اور حفاظت راہ وغیرہ کام ہی اسے متعلق ہوگا۔ بڑی تعریف والنٹیروں کی اسلئے ہے کہ اوسین ہر طبقہ کے لوگوں نے جب لوٹنی اور جوش قومی سے شریک ہو کر اس طرح کام کیا ہے کہ آج ادنیٰ

منہ حسن جلد دوم

پورا ہر وہ کہہ سکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ والٹیرین کو شروع شروع میں بڑے بڑے دشمنوں کا سامنا ہوا۔ انکی پنج اخباروں میں برابر تضحیک ہوتی تھی بعض جھوٹے لٹھے اور تھپے اونکے بدنامی کیلئے لگا رہے تھے۔ اچھے اور جلدیوں میں اپنے عقیدہ لگا دیا جاتا تھا۔ فوج کے افسر باسٹنا سے چند کے والٹیرین کو عموماً نگاہ نفرت سے دیکھتے تھے۔ لشکری افسر جب ہمیشہ فوج کو پسند نہیں کرتے۔ سپہنہر اس عہد پر اور نوزائیدہ فوج والٹیرین کو کب محبت پہرے آنکھوں سے دیکھ سکتے۔ اور یہی ہی سمجھا کرتا کہ اگر والٹیر فوج سے متعلق طور سے قائم ہو گئی تو عجب نہیں کہ فوج باقاعدہ کہ بہت قدر کم ہو جائے۔ جب والٹیرین کی پریڈ پر قواعد ہوتی اور نئی فوج کے قائم ہونے کا وجہ سے قواعد میں غلطی ہوتی (جو لازمی بات تھی) تو لشکری افسر ازراہ تجربہ خوب متحکک کرتے۔ اس طرح انکی اور حال ڈال پر جو ابتدائی حالت میں جنگی نمونہ اور واقف کاری کے ساتھ نہ تھا۔ انرا ان فوج ٹھکانے سے تھے۔ اگر ان سے کوئی کہنا کہ یہی والٹیرین سی زمانہ میں خوب ترقی کر چکے ہیں آج آپ تو عقیدہ لگا رہے ہیں تو اسکو وہ منہسی رنگی میں اڑا دیتے کیونکہ وہ تو سمجھ ہوئے تھے کہ والٹیرین کچن کا کہلونا ہے۔ انکا قیاس اس تھا کہ جس جطر کی بغاوت کے فائدہ کر کے یہ ایک عجیب عارضی طور سے قائم کیجاتی ہے اور سیطرے والٹیر فوج کا یہی حال ہے اور جب وہ ضرورت عارضی سرخ ہو جائی

جلد دوم حسن بنیو

یہ عارضہ ہی جانا ہیگا مگر نا خیال غلط نکلا اور والنٹیروں کی غرت و عظمت روز افزون رہی۔

منجملہ ان تین زمانوں کے جنہیں تخت انگلستان پر شورون نے حکومت کی ملکہ الکتھ کا نام اس لیے روشن ہو گیا کہ اس کے ایام سلطنت میں اسپانیہ کا بیڑہ جہاز است جو انگلستان پر حملہ آور ہوا ہتھ بٹا ہوا اور ملک این کی سلطنت اس عرصہ میں سے یادگار ہو گئی کہ ان کے عہد میں انگلستان کی بحری قوت بہت ترقی پذیر ہوئی اور وزیر مالہ و رد سے ایک عالم ڈرتا تھا۔ ملکہ عظمیٰ و کٹوریا کا زمانہ سلطنت بدینو چھ مشہور ہو گیا کہ ان کے عہد سعادت میں والنٹیروں کی ایجاد ہوئی جو آج دس لاکھ تک موجود ہیں۔

فوج والنٹیر کی کوئی نظیر دوسرے ملک میں نہیں ہے۔ اس کے آدمی کے ابواب اس طرح ہیں کہ جس قدر اس کا صندوق ہے منجملہ اسکے تین حصہ (یعنی روپیہ میں بارہ آنہ) افواج باقاعدہ کے فوج سے ملتا ہے اور بقیہ اخراجات کے لیے اہل ملک بطور عطیہ کے وقتاً فوقتاً دیا کرتے ہیں جو اس کے حب الوطنی اور فوج والنٹیر کے مقبولیت عام کی دلیل ہے۔ پہلے کی طرح فوج باقاعدہ ملکہ اسٹور اب والنٹیروں سے نفرت نہیں کرتے بلکہ اس کی قدر کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس کے گرد سے باقاعدہ فوج کے لیے اجیڑا دیتا ہے۔

دہندہ اسٹاف ملتا ہے۔ ہم شکر گزار ہیں کہ فوج والیٹیر نے بہت سی ضروری ترسیلین کین اور فضول باتوں کو قواعد سے کال ڈالا۔ اسوقت والیٹیر فوج بر حصہ ملک کے مقامی فوج میں شمار

کیجاتی ہے جو پیدل اور سوار تو بچاؤن میں تقسیم ہے۔ امید ہے کہ موجودہ ارتباط مختلف قسم کے پلٹنوں میں روز افزون ترقی کرے گا۔ والیٹیروں کے پاس اسوقت مارٹین ہیری رائفل ہیں مگر کچھ عجیب ہتین کہ بہت جلد جدید نمونہ کے رائفلین انکو دیجاہیں۔

شملہ میں شیل رائفل ایسی ہی قائم ہوئی جو والیٹیر کی ترقی کی ایک لیل ہو گئی ہے۔ یہ فوجیوں کو بھلا کر اور بے اندازگی پس تلگو ہر صورت سے امید کرنی چاہیے کہ اب حیدر آباد

والیٹیر جن کی از سہ نو زندگی ہو چکی اور میں اہل ملک اپنے فخر ایض حب وطنی کے بجا آوری میں نہایت خوش دلی سے شریک اور مستعد ہوں گے اور جس طرح انگلستان کے امراد شفا جوش حب الوطنی و پرہبودی قوم کے لئے کجیاں مبدیہ قالب ہو گئے ہیں اس طرح ہمارے

اہل ملک جنہوں نے پہلے پہل نہایت خشک سے اس نامور اور مشہور رسالہ میں حصہ لینے کی جدوجہد کی ہے اپنے حب الوطنی و پرہبودی قومی کا ایک ایسا نمونہ قائم کرینگے جس سے دوسروں کو جوا تک کسی وجہ سے شریک نہیں ہوئے ہیں ترغیب پیدا ہوگی۔ ہم شروع میں پنا کر چکے ہیں کہ والیٹیر کو ایسی فوج ہتین ہے جس کو کوئی قسم کا معاوضہ

نقدی ملے بلکہ یہ فوج ملک کی مجسم عزت ہے اور چونکہ اس میں نامی
 شائیر اور اراکین خاندان شاہی اور مغز با شندگان ملک برضامندی
 خوشتریک ہوتے ہیں اس لیے اسکے اعزاز اور ملکی خیر و امتیاز کے نسبت
 کسی قسم کا شک ہی نہیں رہا ہے یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ اور ملک
 کی عزت و عظمت جس کی افواج کی عدا کی اور ترتیب و تہذیب پر منحصر ہے
 مگر چونکہ عام افواج میں پہلے سے تہذیب اخلاق کا سبق نہیں دیا جاتا
 اور ان کی حالت بھی مقتضا سے تعلیم و ترتیب شایستہ ماقبل شرکت
 افواج نہیں ہوا کرتی اس لیے ان کے چال چلن درست رکھنے اور جبہ اولیٰ
 متعلقہ کی درستی افواج والٹیر کے برتو سے ہوتی ہے جنکے مشرف
 اور خاندان ہونے سے تہذیب اور شایستہ زندگی کا متحدہ حصہ
 صرف کر چکے ہیں حقیقت میں والٹیر فوج باقاعدہ افواج کی مصلح ہوتی
 ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں والٹیر بجا سے خود مصلح قوم ہے۔
 امید ہے کہ جن امیدوں سے والٹیر از سر نو اس ریاست عظیمہ میں قائم
 ہوا ہے اس کو وہ لوگ اپنے جملہ خرائض متعلقہ سے ثابت کر دینگے۔
 یہ امر کقدر فخر کے قابل ہے کہ خود ہمارے حضرت بندگانِ تعالیٰ علیہ السلام
 اس والٹیر فوج کے اثر بری کر نل ہیں جیسا کہ ملکہ و گٹوریا والٹیر کے مجلس
 میں بذات خاص شریک ہو کر سب سے پہلے ایک مذوق جلاسنے سے
 والٹیر کی عزت افزائی کی اس طرح ہمارے حضرت بندگانِ تعالیٰ اس فوج

انزیری کرنل ہونے سے والنٹیر کی حرمت کو دہلا کر دیا اور تیر جیہا کہ
ملکہ معظمہ کے زمانہ میں والنٹیر قتل فخر یادگار ایجاد ہوا ہے
اسی طرح ہمارے ملک میں حضرت بندگان عالی کے عہد میننت مہد
میں اس رسالہ والنٹیر کی یادگار اور احباب دت اہل فخر ہو۔

و

قدیم زمانہ کے حنوط کئے ہوئے لاشیں

۱۲۹۹ ہجری مطابق ۱۸۸۱ء میں قدیم زمانہ کے حنوط کئے ہوئے سلاطین کی لاشیں شہر اتینس نواح مصر سے برآمد ہوئے اسکی کیفیت یہ ہے کہ شہر اتینس کا رئیس اعظم ابو الرومال نامی قدیم زمانہ کی نادر چیزیں جو اس شہر کے ویران زمینوں اور قدیم کھنڈیروں اور عمارتوں سے ملتی تھیں لوگوں کو دکھانا اور اذلو فر وخت بھی کرتا تھا اور کبھی کبھی ایسی چیزیں خود عوام کو بھی ملجایا کرتے تھیں۔

اہل فرنگ جو ہمیشہ نادر چیزوں اور قدیم اشیاء کے خواہان اور مہم جو تھے یہاں رہا کرتے ہیں اور اسکے تلاش میں تمام دنیا کی سیر و سیاحت کرتے پرتے ہیں شہر اتینس کی یہ کیفیت سنکر اس شہر میں ہی آنے جانے لگے اور نادر قدیم قوموں کی پرانی چیزیں خرید کر نیکے منشاء میں ایک شخص قوم فرانس کا رہنے والا اتینس کو گیا اور وہاں بہت سی ایسی چیزیں دیکھی کہ خود دار السلطنت فرانس کے عجائب خانہ میں موجود تھیں ہر چیز اس شخص نے دریافت کیا کہ یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں مگر اسکا اصلی پتہ نہ لگا۔ مگر اس شخص کو کہیں سے ایک لٹھو ملا جس پر سنہ ۱۸۷۰ء طوفان نوح کثہ کیا ہوا تھا پھر اس فرانسس نے اس لٹھو کو پیرس دار السلطنت فرانس میں لے گیا اور پروفیسر موسورس کو بلایا انہوں نے اس خط کو باسانی پڑھ لیا بلکہ فرانسس نے لکھا۔ اور جرمنی میں علم فضل اور حکمت و نہرو ضاعت کے تیلیم کے سیکرٹری

بعد اس کے خود پر و فیس کو اتنیس جانیکا شوق پیدا ہوا۔ اور اسی غرض کیلئے دو
 ہینیون کی خدمت لیکر چار پانچ آویسوں کے ساتھ مصر ہوئے۔ وہاں کے شہر
 تکس؟ پچا اور ابو الرومال رئیس اعظم کا وہاں ہوا جب موسورس
 ان کا قیدی ہونے کی کیفیت دریافت کرنے لگا تو ابو الرومال سخت ناراض ہو کر وہ
 سو ہیر ہینیون کے ایک تنگ و تاریک حجرہ میں قید کر دیا اور تیسرے دن
 ان کو کہنا باجانی دیتا تھا۔ وہ ہینیون تکس اور نکو ایسی ہی مصیبت اور سبب
 غرضی میں رہنا پڑا مگر کوئی صورت رانی کی نظر نہ آتی تھی آخر کار جب اپریل
 میں پیرس کے مدرسہ السنہ قدم کے استخوان کا زمانہ قریب آیا تو پیرس
 کے حکاموں سے موسورس کے خدیو کو لکھا کہ پروفیسر موسورس کی تلاش کر کے
 جلد روانہ کرو۔ مگر خود پروفیسر نکو مصر میں نہ پایا اور مصر بالا کے حاکم محمد کو لکھا
 کہ پروفیسر مذکورہ کی تلاش کریں اور سب سے بڑی کوشش سے دریافت کیا تب
 کہیں اوسکا تہ ابو الرومال کے پاس لگا حاکم موصوف اوس رئیس کی سخت
 زبردستی کی اور کہا کہ ایسی بد چال سو یہ ڈر ہے کہ کہیں فرانس جنگ کو آدھ ہو
 تمہارے شہر کو برباد نہ کر دے۔ یہ سنکر ابو الرومال نے معافی چاہی اور پروفیسر
 موسورس و دو اسکے ساتھیوں کو قید سے چھڑ دیا۔ من بعد پروفیسر مذکور نے مصر ہو کر
 بہت اشتهار پایا کہ جو شخص قدیم زمانہ کے قوموں کے آثار کے خیر و شر سے
 انداز میں آرا بخند پرانی زبانوں اور پرانی خطوں کی ہی تعلیم کجاتی ہے اسی مدرسہ کے اساتذہ
 کے تہہ عالم کا نام موسورس تھا

جلد دوم حسن منظر

کہا کرتی ہیں اطلاع دیگا تو اس کے پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ پھر
 پرونسہ بند کو سننے میں مارون اشبیلی کو جو شہر مصر میں قدیم اور عجیب
 چیزوں کے پیدا کرنے اور تلاش کرنے کے مہتمم اور عجیب خانہ کے مالک
 تھے اس کام میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود پیرس کو چلے گئے بعد چند روز
 کے میں مارون اشبیلی کے پاس ابوالرومال کا چوٹا بھائی آیا اور کہا
 کہ اگر وعدہ کے مطابق انعام دو تو میں نہایت عجیب چیزوں کا تہہ بٹلا دوں
 پھر میں مارون اشبیلی نے بلاتل اس کو پانچ ہزار روپیہ دے دیا اور اپنے
 ہمراہ پانچ آدمی اور لیکر ابوالرومال کے بھائی کے ساتھ آنتینس کو روانہ ہوا
 اور وہاں پہنچ کر اوسنے اس کو ایک دن وہاں رکھا۔ جبکہ اوس کے ہمراہ آنتینس
 کے مغربی دروازے سے ایک ہولناک بیابان میں پہنچا وہاں ایک
 چوٹا سا تالاب اور پہاڑ تھا اور نہ کوئی انسان اور حیوان دکھائی دیتا تھا۔
 پھر وہاں سے ہی آگے چلے تو ایک ٹوٹا کنواں ملا اس سے ہی آگے
 چلے تو ایک پہاڑی نظر آئی اس کے دامن میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا
 تھا اور وہ پتھر ایک غار کے منہ پر تھا جو پہاڑ کے دامن میں تھا۔ اور
 اوس پہاڑی اور پتھر سے دو زنجیریں بڑی بڑی اندر ہی اندر لپی
 بند ہیں تھیں کہ سوائے واقف کار کے اور کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا کہ
 یہ کس لیے ہیں اور کس چیز سے بند ہی ہوئی ہیں۔ مگر ابوالرومال کے
 بھائی نے میں مارون اشبیلی کو ہمراہ لیکر وہاں اُترا اور کہا کہ ایک

بہاری سل اس پہر پر رکھ دو جہان زنجیرین میں پہر ابوالروناں کے
 بہائی نے پہاڑی پر چڑھ کر زنجیر و کلو ہلانے لگا اور اسی کے کہنے کے مطابق
 مشر مارون اشبیلی نے پیچھے سے ان زنجیر و کلو ہلاتا تھا چن چن جھنڈوں
 کے بعد وہ بہاری پہر غار کے منہ پر سے ہٹ گیا پچھے پہاڑ کے دامن
 میں ایک اندھیرا غار بہت عمیق نمودار ہوا۔ ابوالروناں کے بہائی اور
 مارون اشبیلی نڈر بے خوف اس غار میں اتر گئے بیٹس میں گز کے لائے وہاں
 دو صندوق تھے اور ایک بڑا چرمی صندوق بھی تھا انکو تنو آدمیوں کی مدد سے
 باہر نکال لائے اور کہول کر دیکھے تو چرمی صندوق میں خانہ داری کے اسباب
 اور صنایع کے اوزار اور ہتھیار اور بہت سی پرانی اور قدیم سلاطینوں کے
 کتے تھے۔ اور ہر ایک صندوق میں تیرہ تیرہ قوم کی کشتیاں اور ہر
 کشتی میں ایک ایک لاش جنوٹ کئے ہوئے لاش سے بالکل صاف
 و پاک دھری ہوئی تھی۔ ان لاشوں کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
 کسی نے انکو پاک و صاف کر کے روغن لگائے اور سبز پتے اوپر چائے
 رکھا ہے۔ علاوہ اسکے ایک سنگیں گاڑی ہو کر گھوڑا ہی وہیں ملا۔ ان سب کے
 دس بارہ چکر ٹون اور بہت سی مزدوروں نے اٹھ کر قہارہ میں لائے اور
 پروفیسر موسورس کو تار پر اطلاع دی گئی۔ یہ سننے ہی پر پروفیسر فوراً قہارہ
 پہنچا۔ یہ ایک مستم کا مرکب دو اؤکٹا تھا جو مرد جسموں پر لگاتے تھے جس سے
 جسم ٹھہرنے اور گانے سے محفوظ رہتے تھے۔

چونکہ وہ پروفنڈا سنہ قدیمہ اور پرانی حروف و خطوط سے خوب آشنا
 تھا ہر ایک سکے کو بہت غور سے دیکھا اور بتلایا کہ یہ سکہ فلان فرعون کی وقت
 کا ہے اور یہ سکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اور ہر ایک
 لاش جنوط کیے ہوئے اور انپر بار یکہ حریر کے کپڑے لپٹے ہوئے
 اور سنبڑتے جائے ہوئے تھے۔ اور اون لاشوں کے پشت پر ایک
 ایک سپر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اونپر ناد نقش و نگار اور قدیم حروف اور
 اگلے زمانہ کے زبان میں عبارتیں کندہ تھیں جو ان لاشوں کی زندگی کی
 ایک مختصر تاریخ تھی پروفیسر موصوف تختیوں کی عبارتوں کو پڑھ لیا اور بیان کیا
 کہ ان تختیوں میں سے اکثر تختیاں قدیم ایرانی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔
 یہ لاشیں بڑے بڑے پادشاہ اور اونکی بیگیوں اور شہزادوں کی تھیں۔
 انکے مرینکے بعد قوم کے قدیم رسم و رواج اور بت پرستوں کے مذہب
 کے دستور کے موافق بطور تبرک و یادگار کے جنوط کئے گئے ہوئے تھے
 تختیوں میں ہر لاش کی زندگی کا تہوڑا تہوڑا احوال اور سوانح عمری
 طوفان نوح کے سنہ کے حساب سے کندہ کئے ہوئے تھے چونکہ اس
 زمانہ کے لوگ سنہ طوفان نوح سے بہت کم واقف ہیں اسلئے اس

سلسلہ اُس زمانہ میں فرعون مصر کے پاپ پادشاہ کو کہتے تھے

لے یہ وہ عبرانی نبی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قوم یہودی کی زبان تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کی وقت نبی اسرائیل کے قوم کی زبان تھی۔

فاسل پر دفسر نے ان عبارتون کے ترجمہ میں بجائے سنہ طوفان نوح کے
سنہ قبل ولادت حضرت مسیح لکھ دیا۔ اور اوسکو قی۔ م۔ سے تعبیر کیا
بعد ولادت مسیح کو۔ ب۔ و۔

پہلے مندوقی میں تیرہ لاشیں بادشاہ ہونکے عظمے بسے ہوئے اور گردن پہنے
گینڈے کے چمڑے میں منڈھی ہوئی اور موم کے پتیلوں میں لپیٹی ہوئی
موم کے کشتیوں میں دھرے ہوئے تھے۔

(۱) پہلی لاشیں۔ بادشاہ رمان ابن کارالاسل^{۲۵۲} قی۔ م۔
(۲) دوسری لاشیں۔ بادشاہ لکھوی ابن رمان^{۲۵۳} مدت سلطنت
۵۴ سال۔

(۳) تیسری لاشیں۔ تاج سلاطین بادشاہ کچیلو ابن لکھوی ابن رمان ابن
کارالاسل^{۲۵۴} نسل بست^{۲۵۵} قی۔ م۔

(۴) چوتھی لاشیں۔ بادشاہ سترکیلو نسل بست^{۲۵۶} وچہارم^{۲۵۷} قی۔ م۔
(۵) پانچویں لاش بادشاہ لچیشہ ابن ساران گاچا ابن وودوم^{۲۵۸} نسل
بست و سیوم^{۲۵۹} قی۔ م۔

(۶) چھٹی لاشیں۔ بادشاہ لڈلینا ابن پودویچ^{۲۶۰} نسل بست وچہارم^{۲۶۱} ازمنہ
سیرم^{۲۶۲} قی۔ م۔

(۷) ساتویں لاشیں۔ بادشاہ ہولم ہو ہو ابن کارک تالیسی مدت سلطنت
۷۶ سال^{۲۶۳} قی۔ م۔

(۸) آہوین لاشش بادشاہ وڈی یونا بن عمران قلی ساکلان ششہ - ق - م -

(۹) نوین لاشش بادشاہ جہکک ابن ہسان نسل ہند ہم ششہ - ق - م -

(۱۰) دسین لاشش بادشاہ جہکک ابن کر جان جی جہم کز ششہ - ق - م -

(۱۱) گیارہوین لاشش شہزادہ کولوانی ابن بادشاہ جہکک ابن کر جان جی

جہم کز - نابانغ ششہ - ق - م -

(۱۲) بارہوین لاشش شہزادہ پلشن ابن بادشاہ جہکک ابن ہسان نسل

ہند ہم نابانغ ششہ - ق - م -

(۱۳) تیرہوین لاشش شہزادہ جہکک پانیرن ابن بادشاہ لم فونی فص ہما -

نابانغ ششہ - ق - م -

دوسری لاشش تیرہوین تیرہوین عورتونکی ہر لاش

جنوٹ کے ہوئے اوسے طرح پر جب طور پر کے

مردون کی لاشیں تھیں شتیون بن دہری تھی -

(۱۴) پہلی لاشش - ملکہ سیریوانی کرسی بنت بادشاہ تی سالی زوجہ کرینی

ششہ - ق - م -

(۱۵) دوسری لاشش ملکہ سیریوانی بنت بادشاہ لم فونی نس بارا -

ہو کم ہو ہو ہو ششہ - ق - م -

(۱۶) تیسری لاشش ملکہ تیریولی جدہ اعظم نسل چاروہم ششہ - ق - م -

(۱۷) چوتھی لاشش ملکہ صدی بای بوا سخی کی - نی بنت بادشاہ

- کو اسان زوجه شهزاده جهنگه پادشاه نسل دوازدهم ششلاق - م
- (۵) پانچوین لاش ملکه نرخی نالادون بیگم شهزاده قلم نادره جو ششلاق - م
- (۶) چپٹی لاش شهزادی کوتیلا بنت پادشاه قلم نادره جو ششلاق - م
- (۷) ساتویں لاش ششلاق نرخی پادشاه زوجه کرپان جی جیہکم ششلاق - م
- (۸) آٹھویں لاش ششلاق نرخی قمر حسن برہی زوجه شهزاده لالہ بہشیرہ بادشاہ ازکنای نسل پنجم ششلاق - م
- (۹) نویں لاش ششلاق نرخی دلال بنت ششلاق لولکان نسل ہستم ششلاق - م
- (۱۰) دسویں لاش ششلاق نرخی کاست یا قی بنت ششلاق لولکان نسل پنجم ششلاق - م
- (۱۱) گیارہویں لاش - ملکہ اورنا بیگم یارن نالابا نسل چہارہ از شاخ دوم ششلاق - م
- (۱۲) بارہویں لاش ششلاق نرخی فغان ششلاق نرخی ششلاق نرخی ام ہاس ششلاق - م
- (۱۳) تیرہویں لاش - ملکہ لالی باخان بنت بادشاہ لوراسن نابالغ نسل بہت دوم ششلاق - م

کل نفس ذالقت الموت

راجہ نذیر بہادر پٹنہ کارنگا انتقال

اندر افسوس موت وہ شے ہے جو ہر ذی روح کے لئے امر لازمی ہے ایک دن سب کے لئے فنا ہے۔ گوشہ قبر میں آرام کرنا ہے۔ دنیا و مافیہا سے ہاتھ دھونا ہے۔ اس کے کیونکہ نجات نہیں۔ کسیکو ہمیشہ کے لئے عیادت نہیں۔ عجب حیرت ہے اور کیسی غفلت ہے کہ ہوشیاری نہیں۔ عجب نیند ہے کہ جسکو بیداری نہیں۔ یہ وہ نوحیت ہے کہ استغراق سے ہی سبقت لے گئی ہے۔ یہ وہ عالم ہے کہ جسکو آرزو نہیں۔ یہ وہ بخودی ہے کہ خودی کی خبر نہیں نہ تمنا ہے۔ نہ فکر ہے۔ نہ غم ہے۔ نہ حسرت ہے۔ ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔ کہ جیکے ڈوبنے کا پتا نہیں۔ یہ ایسا سخت مرض ہے کہ جسکی دوا نہیں۔ یہ ایسی سخت بلا ہے کہ جسکی دعا نہیں۔ کیا لڑکا کیا جوان کوئی اس سے نجات نہیں پایا۔ سیکڑوں شیر خوار آغوشیں مادر سے گھوارہ لحد میں آرام گئے۔ اور ہزار مانو جوان عروس لحد کے ساتھ ہم آغوش ہوئے۔ اور ایسے بچہ پڑے ہیں کہ کبھی اوٹینگے ہی نہیں۔ خدا جانے کس قیامت کے نیند میں سوئے پڑے ہیں۔ اور کس نشہ میں سرشار مست خواب میں از خود رفتہ ترسے ہیں کہ سانس ہی نہیں لیتے۔ کسی طسرفا انگڑاؤ ٹٹا کے دیکھنے کی قسم کہانی ہے۔ ادن کے پس ماندہ ہزاروں طرہ جیسے چلاتے اور پیٹتے ہیں کہ دودو باتیں کرے۔ مگر او نہیں کب اونکی پروا اور عرض ہے۔

کیسکی تمناؤں کا خون ہو جائے۔ اور آرزوئیں خاک میں ملین۔ مگر وہ نہیں اپنے کام سے کام لے۔ اور انکی حیثیت انسانی دیکھی جائے تو کیا چیز کم ہے۔ سب کچھ ہے۔ اگر حفظِ صحت دیکھی جائے تو وہ نہیں ہم سے زیادہ ہے۔ مگر اندر بے خودی۔ کیسی پرلے درجہ کی خودی ہے۔ ہمارے آہ و زاری پر ترس کہاتے ہیں۔ نہ ہمارے دردِ آئینہ بائیں اس طرف متوجہ کر سکتے ہیں ساری دنیا اس سے عاجز ہوگی۔ اچھے اچھے فیلسوف کا بھی زور پھل سکا۔ اور نہ عقل قابو پا سکی۔ کیا فرے بین بین اور کس تماشہ میں مصروف ہیں۔ جو لوٹ انکی قسم کہا ہے بین سے

جو کوئی جاتا ہے پھر آتا نہیں کیا عدم بھی دل لگی کی جاسکتا ہے مان یہ حالت موجودہ سب کے لئے ہے۔ مگر جنہوں نے اس دنیا سے فانی کولات مار کر سامنے سے ہٹا دیے۔ اور بے پروا بیٹھے تھے جھگو اب تدا اور انتہا پر نظر نہ تھی۔ اور نہ پہلی بریسی غرض رکھتے تھے۔ جب طرح دنیا میں آئے تھے اسی طرح سفر کئے ہیں۔ اور جنہوں نے کل کامنات کا خلاصہ پا چکے ہیں۔ اور خالی ہاتھ چل بسے ہیں۔ اور جنکی شانیں یہ ہیں جنکو ہے۔ کان را کہ حساب پاک است از حسابہ چرباں۔ اونکے سب سے نالے دہنگ ہیں۔ اور ہی فرے ہیں۔ اونہوں نے اس موت کو عین حیات سمجھا۔ اسخواب کو عین بیداری جانا۔ اس جدائی کو عین وصل تصور کیا۔ اونکو اس قیامت کا اطمینان حاصل ہے۔ کہ کسی کو بھی نصیب نہوگا۔ غرض

دنیا کے عجب معاملات ہیں کہ اسکایان حیطہ تحریر سے خارج ہے۔ مگر یہ مفقود
 دل جو پہلو میں مثال سیاب مچلتا پڑا ہے۔ اسکی اور ہی حالت ہے۔ الامان
 اس دل پروردگار کا براہو۔ جوانان کہ ہر ایک طرح سے مجبور کر رکھا ہے اقدار
 کیا اسکا حالی بیان کروں یہ وہی دل ہے جسے یوسف کو زینجا کے چاہ الفت
 میں جھوک دیا۔ یہ وہی آفت جان ہے جسے جنون کو لیلہ کے فرقت میں
 راہ نوردی کروایا۔ غرض جسکے ساتھ رشتہ الفت کا سلسلہ باندھتا ہے اوپر
 سو جان سے خدا ہوتا ہے۔ لگاؤٹ اس قدر ہلاتی ہے کہ از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔
 اہ وہ وقت یاد آتا ہے اور صدمہ دلدلہ از سے سینہ بہر آتا ہے جب میر سید
 مرحوم کا انتقال یاد آتا ہے۔ اس حالت کا بیان مختصر طور پر بیان کرنا مضائقہ نہیں
 سمجھ کر کجبل حالات سے ناظرین کو خبر کرتا ہوں۔ ہمارا آج کے خاندان کے حالات
 تواریخ دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہونگے۔ اسکایان طوالت سے ہے۔ اب ہم
 ہمارا آج کو ذاتی حالات۔ وہ ایسے ہیں جسکے لکھنے کو ایک دفتر چاہیے۔ اس قدر
 کہنا کافی ہے کہ ہمارا آج بیشک فرد فرید اور لا جواب تھے۔ انکے اخلاق اور
 مروت اور سخاوت اور شجاعت مالک کی فرمانبرداری یہ اوصاف فطرتی
 تھے جس سے ہر فرد بشر واقف ہے۔ ہاں سبوا اسکے ہمارا آج کے
 عقائد اور طریقہ بالکل صوفیانہ تھا۔ ہر چند کہ ظاہر میں مذہب ہندو سے
 اس قدر تعلق تھا کہ انکی پیدائش خاص اس مذہب میں تھی۔ مگر باطن میں تا
 ملتہ و مذہب اور شرک و کفر سے بری تھے۔ بلکہ ایک اچھی خاصہ موصوفہ تھے۔

مرحوم کے اشریاء سے یہ بہت معلوم ہوتا ہے کہ عالم طفولیت سے فقر و
 ساتھ یکدلی تعلق تھا۔ جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فنا فی الفقر کا درجہ حاصل کر لے۔ اور
 مذہب یہ تھا کہ خدا صفا و پاکہ۔ مرحوم کے ہی فیض تربیت کا باعث ہے
 بلکہ امر موروثی کو ترجیح ہے۔ کہ یہ راقم کو بھی عالم طفولیت سے فقر و
 ساتھ دلی تعلق اور اعتقاد ہے۔ چنانچہ مرحوم کے پسند پذیر اور نصیحت فیض
 اثر اس قدر موثر ہوئے کہ حضرت چنڈا شاہ صاحب قادری ساکن بیدرام
 فیوضہ با خدا ولی کامل جو اس وقت حیدرآباد میں قریب اسٹیشن بلدیہ حیدرآباد روٹ
 افروز ہیں۔ اور چنگا ہر ایک فرد شہر مداح ہے۔ اور نہر ہر شخص معتقد ہیں
 ایک زمانہ سے اونکے گیمینٹ لزوم سے مشرف ہوا۔ اور ہنوز فیض صحبت سے
 شرف حاصل ہے خدایتالی ہمیشہ با اعتقاد ثابت قدم رکھے۔ جب کے مرحوم
 اس بات سے مطلع ہوئے کہ راقم حضرت مدوح کا معتقد ہوا۔ اس قدر نشان
 ہوئے کہ گویا اپنے ذات کے لیے انھی صل ہوا۔ بے ساختہ یہ لفظ فرمائے
 کہ الحمد للہ ہمارے فیض صحبت کا کچھ تو اثر ہوا۔ اور یہ کہتے تھے کہ کہتی مسف
 ملت و مذہب نہیں رکھنا۔ اور اس جملہ پر عمل کرنا۔ خدا صفا و پاکہ صریح
 متاع نیک بہر دوکان کہہ باشد۔ غرض اونکی محبت دلی اور رعایت سرفزاری
 کا حال کہان تک بیان کروں۔ اور کس منہ سے اونکے تفضلات بزرگانہ کا کثرت
 ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ سیوائے ان اوصاف ہمینہ کے مالک
 کی فرمانبرداری اور خیر خواہی کا اس قدر خیال تھا۔ کہ جبکہ بیان۔ بارہا سیوا

اور نصیحتوں کے فرماتے تھے کہ دنیا کی یہودی چاہے تو مالک کی فرمانبرداری اور ضرر خواہی میں اپنے مایہ عمر کو صرف ضائع کرے۔ اور عقبی کی بہتری اور فلاح چاہے تو مرشد اور رہبر کی اطاعت گزاری کرے۔ اس کے سوا اور کوئی خیالات دو نوچان کے یہودی کے لیے بڑھکر نہیں۔ القصد جامعہ بشیر میں ایسے باکمال بہت ہی کم نظر آئیں گے۔ افسوس صد افسوس ہزار افسوس۔ اس چرخ کچ رفتار نے کیوں کو تہ خاک کر دیا۔ بتاریخ ۱۲۔ رمضان المبارک ۱۳۸۵ شب سہ شنبہ کو عجیب و دو استعمال فرمائے اور اسی شب کو نو بجے شب کے بخار اس شدت سے آیا کہ قریب ایک بجے شب کے میہوش ہوئے۔ تمام رات میہوشی رہی۔ صبح میں ہوش آیا اور بخار کم ہوا۔ بعد ازاں ایک بار اجابت ہوئے جس میں خون شامل تھا جب کہ ہوائی ضروری سے فارغ ہوئے۔ شمس الحکماء و اکثر جو معالج تھے ان کو طلب فرمائے۔ اس وقت مزاج اس قدر درست تھا کہ اپنی کیفیت مفصلہ بیان کئے۔ بشرہ سے ہی کوئی علامت موت کی ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اور حکماء ان کی تشخیص سے کوئی ایسے ملک کیفیت ظاہر نہیں ہوئے چنانچہ راقم نے ہی مزاج کی حالت دریافت کی بہت ہی اچھی طور سے کیفیت بیان کئے۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ حضور پر نور دام ملکہ سے عرض تبدیلی آب دہوا۔ بہی جانیکے لیے اجازت لینا چاہیے۔ چنانچہ ایک شخص معتبر کو۔ روانہ ہوئے۔ لے سکھ دیئے۔ بعد ازاں کچھ توڑیسی دو استعمال فرمائے اور کرسی پر

بیٹھے رہے۔ قریب گیارہ بجے کے۔ جب تمازت آفتاب زیادہ ہو گئی۔ رقم
 نے اور چند صاحبوں نے کہا کہ اس مکان میں گرمی زیادہ ہے۔ جب معمول
 تہ خانہ میں تشریف لیا۔ عین مناسب ہو گا۔ اس وقت میں ہر جگہ بیہوش
 تھا۔ مگر مزاج صاف نہ تھا۔ غرض اوشے اور تہ خانہ میں تشریف لگئے۔ بسبب
 نقاہت و شغف سبھا لے ہوئے تھے۔ جب اس تہ خانہ میں پہنچے۔
 بعد پانچ منٹ کے دوبارہ اجابت ہوئے۔ جس کے ساتھ یہ بیہوشی طاری
 ہو گئی۔ قریب باؤ بجے کے خوش الحکا سناج تھے آئے اور مزاج کی
 حالت دریافت کی اور نبض دیکھا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ پیر بخار کی آمد
 ہے۔ غرض بخار شروع ہوا۔ اور مرض بڑھتا چلا اور بیہوشی کا غلبہ ہوا۔
 شمس الحکا کی یہ رائے ہوئی کہ اس تہ خانہ سے کوئی ہوا دار مکان میں
 لیا جانا چاہیے۔ کیونکہ جہاں ہوا نہیں آتی ہے اور سردی زیادہ رہتی ہے
 مسامات بند ہوتے ہیں اور عرق نہیں آتا ہے جس کے باعث بخار میں تخفیف ہی
 نہیں ہوتی۔ ان کے کہنے موافق۔ وہاں سے بکیر اوٹھا لگئے۔ اس
 بیہوشی میں تھوڑے دور یعنی اخیر دروازہ تہ خانہ تک از خود چلتے ہوئے
 گئے۔ جب قریب پہنچے قوت رفتار نے جواب دیا۔ دفعتاً کھڑے ہوئے
 ہر چند کہ منشی مرزا اسحاق بیگ اور راقم نے اور اور لوگوں نے ان کے
 چلنے کے لیے سسکی مگر بار آمد نہیں ہوئے۔ آخر شکر سی پر بیٹھا کہ
 دوسرے مکان میں لے گئے۔ رفتہ رفتہ بخار کی شکایت بڑھنے لگی۔ اور

خداوند نعمت بندگان عالی شعا

بیہوشی کا فبلہ زیادہ ہوا۔ چنانچہ حکیم محمد باقر علیخان صاحب کو طلب کیا اور ان
نے بعد تشخیص مزاج باتفاق ڈاکٹر شمس الحکما دوا تجویز کیا۔ جس کے
دو خوراک حسب تجویز اوہنوں کے پلائے گئے۔ بعد ازاں نواب
سراسمان جاہ بہادر نے ڈاکٹر اعتماد الحق کو روانہ کیا۔ مگر
چونکہ اس وقت مین مزاج حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اس لیے
اوہنوں نے کوئی اپنی راے نہیں دیا۔ واپس چلے گئے۔ قریب
چھ بجے کے ڈاکٹر لاری صاحب کو طلب کیا گیا مگر ڈاکٹر صاحب نہ پہنچ سکے
باتفاق رائے مکہ سے مذکور سنگیان بھی دی گئی تھی۔ ماسوا اسکے
بہت سے تجویزین جو کرنے کی تھیں کئے۔ مگر بمصدق۔ اذ احبار
اعلہم لایستأخرون ساعتہ ولا بتقدمون۔ مرض بڑھتا چلا جون جون
دوا کی کا نقشہ جم گیا۔ سب کے دلوں جگہ چوڑ دیا۔ یاس کا عجم
چھا گیا۔ قریب نو بجے کے نزع کی حالت شروع ہوئی۔ پوسے گیارہ کو
روح قالب عنصری سے جدا ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ناظرین یہ
خیال کریں کہ انکا اس عالم فانی سے گزرنا کس قدر شاخ گذرا ہو گا جسکی
حالت حیطہ تحمید سے خارج ہے۔ وہ شب ایک آفت کا سامنا اور قیامت
کا نمونہ تھا۔ اسے واسے کی صدا درود دیوار سے گونجتا تھا۔ یہی زیادہ
مصیبت کا سامنا یہ تھا کہ ایسے حادثہ جانکاہ کے وقت ہمارے
سرمایہ نخل سبحانی شکار کے لئے رونق افروز ہوئے تھے عین

اوس وقت بذریعہ تار برقی اطلاع دی گئی۔

ہاں کیا کہتا تھا اور کیا کہہ چلا۔ مرحوم کا اکثر یہ خیال تھا کہ لباس ظاہری بدلنا جائز ہے۔ مگر مشیت ایزدی میں کیسکو دخل نہیں کچھ بن نہ پڑی۔ خیر تمام رات قیامت سے گزری صبح میں میت کی تیاری ہوئی۔ جب میت روانہ ہوئی یہ دیکھا گیا کہ مکان سے تانبہ رُود موسیٰ دو طرفہ خلائی کی پرچول جمع تھی۔ بلکہ سنا ہی گیا کہ اکثر لوگ کرایہ سے سکانات لیسکر بیٹھے تھے۔ ہر ایک فرد بشر کے زبان سے۔ سوائے افسوس حالت فنا اور تعریف ایام زندگی کے اور کوئی بات نہیں سننے گئی۔ چنانچہ اوقات میں نام فوج کا اوٹے بندوقین لئے ہوئے چلنا۔ اور غم کے باجمہ و لگداز کی آواز جان لیتی تھی۔ جب رُود موسیٰ کے کنارے پہنچے۔ ایک بیشما تودہ ہینرم صندل وغیرہ میں میت کو رکھراگ دئے افسوس کس قدر سنگدلی اور ہیرمئی کی بات ہے۔ جو ایسے ناز و نعم کے پلے ہوئے اور حجاب بعد آغوش محبت والدین میں ایسے آسائش آرام کے ساتھ رہا ہوا ایک چشم زدن میں جلکرا خاک ہوا۔ مگر ان یہاں یہ بھی ایک بات جو بیان کی جاتی ہے۔ خالی از تعجب نہیں ہے۔ اور ہر ایک کے لئے یہ بات سہونا بہت دشوار ہے۔ یعنی اوس جسد میں جسکو گنجینہ عرفان کہئے تو بجا ہے بہت دیر تک نہ جلا بلکہ اسقدر ضرورت ہوئی کہ سوائے اوس بشمار تودہ ہینرم کے۔ اور لکڑی بہت سی دی گئی۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو ایسے ایسے

جلد دوم ص ۳۱ نمبر

غیرین سن پایا کہ ہیبت زدہ ہو گیا۔ جب قدرِ خالفین ہو آادہ شرارت ہوئے۔
 مگر بفضلِ ایزدی اور توجہاتِ خداوندی یعنی ظلِ سبحانی بندگانِ عالی محفوظ رہا۔
 حضورِ اقدس و علی سے نواب سر آسمانجاہ بہاد کے پاس تار برقی پہنچا اور اس
 سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت اقدس علی نے۔ انہی ایک نیکو قدم کے
 گذر جائیں گے نہایت تاسف فرمایا۔ اور اس راقم کے نسبت جو موروثی حائز
 ہے تشفی اور تسلی کا ارشاد ہوا۔ جب دوبارہ زندگی ہوئی اور ہر ایک امر کی توجہ
 ہے وہ حکمِ عالی نے۔ مخالفوں کو عقدِ لسان کا اثر کیا۔ سچے ہی یہ ہے
 کہ میرے آقا خداوندِ نعمت کی سرفرازی اور پرورش کی نظر اس راقم
 کے شامل حال ہے۔ خدا تعالیٰ اس راقم کو اپنے آقا کی اطاعت گزاری
 اور جان نثاری میں تا دمِ زیت ثابت قدم رکھے۔ اور میرے مالک کو
 مجھ سے خوش و خرم رکھے۔ ناظرین بھی دعا فرمادین۔ بفضلِ ایزد و بھلا
 و حبیبہ۔ آقا زما در ظلِ سبحانی بندگانِ عالی مسندِ حکومت پر درگاہِ باجست
 و اقبالِ دائم و قایم رہیں۔ آمین دعا از من و از جملہ جہان آمین باد ❀

کشتن چڑا و غنائت

سواخ عمری یا لائف
 ارم آرمگاہ جناب نواب سرمیر لایق علیخان بھباد
 سالار جنگ رابع منیر الدولہ مختار الملک عمال السلطنتہ
 کے سی۔ آئی۔ امی۔ استغفی
 وزیر عظم حیدر آباد دکن
 انش و کش

یہ امر نہ صرف قدیم مصلحت ہی ہے بلکہ اشد ضروری اور لازمی جو
 کہ فردوس منسل کے حالات زندگی لکھنے سے پیش تر ایک مقدمہ لکھوں۔
 جس سے اس نادار اور غریز الوجہ و علم بعمری سواخ عمری یا لائف کسی تشریف اور
 فلاسفی اور اسکے عظیم النظیر فائدے ناظرین پر سمر پرم کا سا عمل ہو نہ کہ کراؤنچو
 دنگ کر دین۔ اگر ایسا نہ کروں تو خاص کہ ہمارے ملک بین زمانہ کی ہوا کچھ اسی
 چل رہی ہے۔ کہ ناظرین اسکو ایک نا اول یا افسانہ یا سٹوری سمجھ کے پڑھ لیں
 اور جو غرض اسکے لکھنے یا پڑھنے سے ہے وہ ہرگز حاصل نہ ہو گی۔ حالانکہ اس
 نایف سے خاص النحاص بہر اسطاب یہ ہو کہ ناظرین کو اس سے الو الغمی
 و غیرہ صفات اہلیت وانسانیت ہی حاصل ہوں۔ اور یہ کہ ایک طور
 کی تبلیغ ہی ہوتی ہو۔ کیونکہ نا اول افسانہ اور سٹوری اس علم کے متقابل

خواب پریشان کی سی وقت رہتا ہے جس کو محقق اصناف اعلام کہتے ہیں۔
 (۲) اس علم اپنے سوانح عمری کے چوٹ اور ٹکڑا کر ہے تو علم قاسم
 ہی ہے یہ بات بھی خوب یاد رہے کہ علم سوانح عمری اور علم تواریخ میں تاہم
 فرق تو ہے جسکو میں اس کے چل کر بیان بھی کروں گا مگر خبر دوی فرق ہر کچھ بہت ایسا
 فرق نہیں۔ سوانح عمری کے لکھنے میں اوپر اوسکے پڑھنے میں عام اس سے
 کہ وہ زندہ آدمیوں کے ہو جیسا کہ مہذب ملکوں میں دستور ہے یا انکے جو
 اس قافی دنیا سے رخصت ہو کر غیثانی جہان بے ہوا میرا بہت کچھ بیان
 ہے کیونکہ میں اس علم کی تعریف فلاسفی اہلیت اور حقیقت اور تنقیص میں
 سو غفہ کے ایک یادداشت پہی لکھی ہے مگر افسوس ہے کہ اس رسالہ میں اس کے
 دسج کرنے سے روکا گیا ہوں۔ اس نظر سے اس شریف علم کے نسبت اس
 رسالہ میں محض اسی قدر لکھنے کی اجازت پاتا ہوں کہ جو ذیل میں عرض کرتا ہوں۔
 البتہ احتیاطاً یہ بات بھی یاد دلاتا ہوں کہ علم سوانح عمری کا تالیف کرنا ایک
 الگ امر ہے اور اوسکا پڑھنا دوسرا پوائنٹ ہے۔ مگر میں اس بحث میں علیحدہ
 علیحدہ بحث نہ کروں گا بلکہ دونوں امروں کی اس رسالہ میں خاص کر جیسے ختم
 کی قید اور اسکا لحاظ ہے مشترک بحث کروں گا۔ بہر حال دونوں امروں کا مدار
 یہی واحد ہی ہے۔

(۳) علم سوانح عمری یا لائف ہی وہ علم ہے کہ جس کے مطالعہ سے
 ناظرین اور شاہدین اصل انسان ہو سکتے ہیں۔ ورنہ وہ بڑے اور ضائع
 ۳۳

آدمی ہی رہتے ہیں۔ میں خالص آدمی اُسکو کہتا ہوں کہ جسے نذرانہ
نے سرائت نہ کمی ہو۔ اور یہ ایک سلمات میں سے ماہیت ہے کہ آدمی
اور انسان میں وہی فرق ہے جو حیوان مطلق اور حیوان مطلق میں ہے۔
خیر الناس انسان کا سوانح عمری کا لکھنا یا پڑھنا تو ایک طرف رہا۔ اگر کسی
اشر الناس آدمی کے لائف ہی لکھے یا پڑھے گی ہے۔ تو وہ بھی پاکیزہ
ان کو لئے عبادت اور تنبیہ کا باعث ہوئی ہے۔ یہ بات ہی درست
اور صحیح بلکہ تسلیم کے قابل ہے۔ کہ اور شر النفس اُسکے مطالعہ سے شرارت
سیکھتے ہیں مگر ایسا مؤلف جو سچے فلاسفوں نہ کہ جھوٹے فلاسفوں کے نقش
قدم پر چلتا ہو اور یہ کہ مگر دنیا لوگوں سے ہمیشہ خلاف ہو قافی اور
نور و نورون میں سے کسی کو بھی پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا جب کسی خیر الناس
کی سوانح عمری لکھتا ہے تو اُسکے پڑھنے والوں کو اُسکی پاکیزہ زندگی پاکیزہ
چال ڈال اور پاکیزہ روش سے ایک ایسی لینی ٹرن حاصل ہوتی ہے
کہ جسکے دلربا اور نور افروز روشنی میں وہ چلتے ہیں۔ اور پھر ہر جگہ اور اُس
نیچ اور شیب و فراز کے موقع پر سنبھال سنبھال اور تول تول کرتا قدم
رکھتے ہیں۔ جس سے کہ کچ روئی اُنکے پاس تک ٹپکنے نہیں پاتی۔ اخلاقی
کتا بون نے دینا پر لاریب بے انتہا احسان کئے ہیں اُنکے مؤلفوں کی شکر گزاری
لازمی ہے جو آدمیوں کے سچے دوست اور اُنکے پورے بھروسے کے ہیں۔
وہ زمانہ خیر باد کہہ چکا ہے۔ اب محض علمی و عودوں سے کچھ نہیں بنتا

اگر میدان مانتہ میں ہے تو عملی نتیجوں کے۔ کیونکہ ایسا ہونا چاہیے لاکلام
ایک اچھا حکم ہے مگر ایسا کر کے دکھاؤ جو فلاں خیر الناس نے کر کے دکھایا ہے
پہلے حکم پر بدرجہا غالب ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حکم ہی نہیں کیا جاتا بلکہ
کچھ کر کے ہی دکھایا جاتا ہے۔

(۴) سوانح عمری کے علم کا عالم یا ماہر نہ وہ جو اوسکو ایک افسانہ اور
سمولی ناول سمجھ کر پڑھتا ہے اس سے خلافت کا مادہ اور جوہر اس قدر
حاصل کرتا ہے کہ اس کے اس تفرس کا نام اکثر خوش اعتماد کہو یا اسیں کہ
لوگ پیش گوئی رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ تفرس ہی ہوتا ہے پیش گوئی اور
پیش خبری۔ بڑے بڑے معزور اور گردن کش ایم۔ اے۔ اور بی ایچ
ڈی۔ ہی بتائیں کہ اس علم سوانح عمری کے بغیر اس فروغی مسئلہ پر عبور ہو سکتا
ہے۔ کہ دنیا بہر کے قوموں کی ترقی اور منزل کے اسباب کیا تھے اور کیسے
اقبال مند قومیں اوبار کے گڑھے میں سر کے بل گر پڑے اور پھر وہ قومیں اوبار
کے گڑھے میں سر کے بل گرے ہوئے تھیں کیونکہ عمران یا یون سہی کہ اون
اور عروج پر پہنچ گئیں۔ ایک دستور کی بات ہے کہ بیٹا باپ کے نام سے
نام پاتا ہے۔ مگر سوانح عمری کے علم کا فاضل کہتا ہے کہ یہ کوی عجیب و غریب
اور طرفہ ماجرا نہیں بلکہ دنیا کے پر وہ پر صیح نظیریں موجود ہیں۔ کہ باپ نے
بیٹوں کے نام سے نام پایا۔ جیسے کہ شیخ مبارک بزرگ مقدس نے اپنے
بیٹوں ابوالفیض فیضی فیاضی۔ ابوالفضل۔ ابوالبرکات ابوالخیر

ابو المکارم - ابو ثراب - ابو حامد - ابو راشد سے شہرت پائی۔ اپنے دو تواس
 رتبہ کو پہنچے کہ چغتایہ خاندان کے آفتاب محمد جلال الدین اکبر شاہشاہ
 مملکت ہندوستان کے وزیران اعظم اور دستوران منظم ہوئے جب مملوک
 اہل عرفان نے ہمارے موتیوں والے اکبر ہی کے دلولہ اور امینک سے
 اس تاجدار سے ملاقات کی۔ تو فلاسفر (گرو تپو) فلاسفر نہیں بلکہ سچے فلاسفر
 نے بیٹوں ہی کے استفسار پر حکم لگا دیا۔ کہ ظل اللہ کا مزاج اقدس خیر علی ایسا
 واقع ہوا ہے اور اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں گے اور ویسے کام ظہور میں
 آئیں گے وغیرہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ کیا جیسا کہ اس واجب التکریم و تعظیم اور
 وحید القدیر بزرگ نے فرمایا تھا۔ اب یہ سوال خود بہ خود لازمی ہو گیا ہے۔
 کیا اس واجب الاداب فرید عصر نے وہابیات علم نجوم اور محض جہوٹے علم
 رمل اور زے وہمی اور خیالی علم جفر سی اکبر کریم الشیم منبع رحم کی مزاج افشا
 کو پہچان لیا تھا ؟

نہیں نہیں صرف علم سوانح عمری کے بدولت اور اس کے زور سے پہچانا تھا۔
 سچ بات تو یہ ہے کہ یہ سوانح عمری (پیشگوئی ہی ہے)۔

(۵) **فرسی اکنومی** یا نذر الوجود جس کو اپنے زمانے کے زرقی کے
 عہد میں عرب کے نامدار فاضل علم قیافہ کہتے تھے اور آریں محقق اسی علم کا
 نام اپنے اقبال کے دنوں میں سائل مدرس یک رکھتے تھے۔ ایک بہت ہی لذت
 عجیب و غریب اور دلربا علم ہے۔ اگرچہ صوبہ پنجاب کو لیٹ فاضل کشن خا

جنت آراگاہ جنرل ایڈورڈ صاحب سے تحقیقی رائے کے مطابق اہل
یورپ اور عرب کے محققین اور آریکن مدققین کے تصانیف میں یہ فرق ہے
کہ پہلے گروہ والی جرح کو متاخرین مدققی اور بال کے کہاں نکالنے والے اور ہر
بات کے تہ کو خواہ وہ کیسی ہی باریک و دقیق اور لائق کیوں نہ ہو پہنچنے والا کہا جاتا
ہے اور کہنا ہے پڑتا ہے اس علم کا موضوع علم صرف آدمی کے حصہ
کو گرداشتہ ہیں۔ اور دوسرے تیسرے فرقے والے انسان کے تمام جسم کو
اس کا موضوع کہ ٹھہرتے ہیں۔ خیر خواہ کچھ ہی ہومین میان نہ اسکی بحث
ہی کرنا چاہتا ہوں اور نہ اس موقع پر ایسے چمٹ ہی لکھتا ہوں اگرچہ ایک اور
مقام پر لکھوں گا اور ایک موقع پر لکھ ہی چکا ہوں۔ اس وقت فلسفہ معر
کے عزیز باغرخوان جو کہوں سوچ رہے ہیں (۱) میں نے جنت آراگاہ
کے ہم عصر ہو کر صرف یہ لکھا ہوں۔ کہ وہ ایک ٹرا ہی نا اور اور حیرت کے عالم
میں ڈالنے والا علم ہے۔ اسکا حاصل کرنا یوں تو کچھ بات نہیں لیکن نجاب
کے با اقبال اور با جبر اور فلاسفر دماغ امیر ابن امیر جناب سوز کا
دیال سنگھ صاحب جہاد مجتبیہ دم حشمتہم کے قول متعل کے
موجب اس علم میں پریشانی برسوں کے پریکٹس پر منحصر ہے۔ غرض کہ سوانح
عمری کا علم ایک ایسا علم ہے کہ جو ٹیک ٹیک فزائکس می یا فزائکس جی یا فزائکس
یا سادہ ٹیک سے ملتا جلتا ہے۔ جیسا فزائکس کے علم کا موضوع ہے آدمی
کا چہرہ ہے ویسا ہی علم سوانح عمری کا موضوع ہے دنیا بھر کے قوموں

یا شخصوں کو ترقی اقبال اور فیض انکے قنزل اور ادجار کی حقیقت
اور واقعی اسباب کا پچھا تھا۔ اس شریف اور اعلیٰ درجہ اور
دستیق علم کا ڈاکٹر یا حکیم ایک قوم یا شخص کے افعال و کردار خصوصاً اسکی
سوانح عمری صلی الخصوص اسکے لائف اسکے جو چال ڈال اور رنگ و ہنگ
ظاہر ہو معلوم کر کے قطعی حکم لگا دیتا ہے اور لگا سکتا ہے بلکہ لاکھوں تجربوں
سے ثابت ہوا کہ لگا دیا ہے۔ کہ یہ قوم یا شخص اقبال مندی کے آثار رکھتا ہے
یا دوبار کے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر وہ قوم یا شخص اقبال مند ہے تو اس
سے گرا چاہتا ہے یا او سکوت قائم رکھنے والا ہے۔ اور اگر دوبار زدہ ہے تو
اقبال کہہ اسمان سا اونچی منزل پر پہنچ سکتا ہے کہ نہیں۔ اور اگر پہنچ سکتا
ہے تو کیسی جناب باری تعالیٰ جل جلالہ و عم نواہ کی حمد و ستائش ہو کہ جس
نے فانی انسان کو ایسا دماغ اور عقل دی کہ وہ ایک سچا علم ایجاد کرتا ہے
اوپر اوسکے ذریعے کو یا غیب کے باتین بیان کر دیتا ہے جو ٹیک ٹیک دیسی ہی
ہوتے ہیں۔

(۶) زیرک اور نفیم آدمیوں نے (جسین ناظرین کا فریاد یہ دلف ہی ایک مثل
ہے ۲۲) علم یعنی سوانح عمری سے ایسی آنکھیں پائی ہیں۔ کہ ہایون ہارے
موتیوں والے شہنشاہ اکبر ظل اللہ کے والد کے تکلیفات کو بڑھوں
کی سی کہانیوں یا اپنی زبان کے اونٹاننا ظمین یون کہوں کہ افسانوں اور فرنگی
عاقل لوگوں کے لیٹگوینج میں یون کہا جائے کہ ناوٹوں کی سی وقت نہیں ہوتی

اور یا اگر با نون کو نیند نہ آتی ہو تو انکے سلا نے کے لیے اونکا منتر پھین پھینکتے۔
 ہین ہین ہم لوگ ان تکلیفات سے جب کہ وہ اولی العزم شہنشاہ ہندوستان
 کے میوٹھی کے فلنگ کا مقابلہ نہ کر سکا (جیسا کہ ہماری برٹش گورنمنٹ نے
 اسی ہندوستان میں ^{۱۸۵۷ء} ایک ہزار آٹھ سو ستاون عیسوی میں مقابلہ
 کیا اور اپنے اقبال خدا داد کے تصدق سے اسی فلنگ کو اپنی تیز تلواری کی دوار
 اور آب سے بالکل فرو کر دیا) اور ہندوستان سے ہاگ گیا۔ اور پھر
 اسکے نمایان کامیابی سے ^{۱۸۵۷ء} پندرہ سو چودہ عیسوی ^{۱۸۵۷ء} اٹھارہ
 سو ستاون عیسوی تک جو تین سو تینتالیس برس کی مدت ہوتی ہی رہی تھی
 کا عادی ہونا اور کامیابی کے لیے مستعد رہنے کا بہت ہی نادار اور اکیس صفت
 اور دونوں جہان میں مفید سبق سیکھتے ہیں۔ اسکے علاوہ فرانس کے
 مشہور و معروف مغرور گردن کش گردانا شہنشاہ فرسٹ نیپولین بونا
 پارٹ کی ترقی اقبال جو سولجر کے لشکر سے شہنشاہی کو پہنچا۔ اور پھر اسکی
 نصیبت جو ہمارے شہنشاہ انگریزی قوم کے ہاتھ سے ^{۱۸۵۷ء} اٹھارہ سو پندرہ
 عیسوی میں گرفتار ہو کر قید فرنگ میں رہا اور سات سال تک قید رہا۔
^{۱۸۵۷ء} اٹھارہ سو اکیس عیسوی میں متید کی حالت میں مر گیا۔ شائقین علم
 سوانح عمری کو ذی حوصلہ ہونے کا سبق سکھا کر مصیبتوں میں برداشت
 اور تحمل کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ پھر ارم نشین اور شیخ مبارک (فیضی اور
 ابو الفضل وغیرہم خلف الصدقون کے والد) کی مصیبتیں باوجودیکہ علم میں

سمندر اور صفات میں فرشتہ تھا ایک بار تو پتھر دل سے پتھر دل آدمی کو بھی حیرت
 بین ڈال دیتے ہیں اور پھر اکبر چشمہ رحم کے عہد مہدلت مہدین اُسکے سامنے
 کی آنکھیں (لبرٹی آف آپننڈین) جس پر وہ علامہ العصر شیفہ اور فریفتہ تھا اور
 فرزندوں کے اعلیٰ سے بھی اعلیٰ رتبہ کے اقبال مند ہی حوصلہ بخشی ہے۔

حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے وقت ہی مصر کے بادشاہ فرعون نام کے دوسرے
 پوشیدہ کیا جانا پھر فرعون ہی کے بیٹی کا بیٹا کہلا کر مصر کے بادشاہی تختوں میں
 پرورش پانا اور اُس کے بعد فرعون کے دختر نیک اختر کے شاہزادے کہلا کر نکلی نسبت
 اپنے قوم کے مصیبتوں میں ساتھ دینے کو ترجیح دینا جو ان دنوں
 مصر میں قید تھی۔ اور پھر بتیق نام ایک مشہور بزرگ کے ہاتھوں کو
 اہل اسلام حضرت شعیب کہتے ہیں۔ بکریاں چرانا اور آخر اپنے قوم بنی اسرائیل کو
 فرعون کے بندی خانہ سے چھڑانا علم سوانح عمری کے پڑھنے والے کو خدا کے
 نادر مطلق کی حیرت بخش قدرت اور عظمت کا سمجھ دار اور زیرک انسان کا تو کیا
 ذرا اس کے پاک ہستی کے منکر کو بھی قابل کر دیتا ہے۔ اوپر لکیر کے مستقیم بلکہ ایک
 لائبریر کا ہندوستان کی بادشاہت کا حقدار نہونا تو بھی ایک شہنشاہ عالم جاہ
 ہو جانا۔ اور باوجود اہل شرع اور نمازی ہونے کے اپنے سن والد شاہجہان کو
 گرہ کے قلعہ میں قید کرنا۔ اور اپنے بڑے بھائی یوزر سے اہل عرفان اور
 سنی اہم پروردگار و شہداء اس اشکوار اور اپنے اور بھائیوں کو بے رحمی سے
 مروا ڈالنا اور سرحد جیسے تارک الدنیا نہ کہ متروک الدنیا کو قتل کر ڈالنا اُس کے

اوبار اور تباہی کے علامتوں کو انکے ان کاموں سے معلوم کر لینا
 سوانح عمری ہی کے علم کے شائق کا خاص الخاص کام ہے۔ ناول اور افسانوں
 کے شائق کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ اچو دیالو ہی کے سورج منی راجہ سرت
 کے سید خلف الصدق سری رام چند رچی کا باپ کی فرمان برداری
 سے بارہ برس تک بن داس کا قبول کرنا اور اوسی دکن سے جبکہ والہ سلطنت
 حیدر آباد فرخندہ بنیاد سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے طرح طرح کے مصیبتوں کا
 مقابلہ کرنا لگراف ٹکرنا۔ صرف سوانح عمری کے نادر علم ہی کے شائق ہی کو معلوم
 کر سکتا ہے۔ کہ حسین اصل خدا پرستی کی بنیاد اور پوری اقبالندہ
 کی علامتیں ہوتی ہیں۔ وہی صرف وہی باپ کی فرمان برداری کرتا ہے۔
 ایسا ہی اقبال مند اس امر کو اپنا پرنسپل گردان لیتا ہے کہ۔ نوکر چاکر ہو تو بدل لون
 باپ برا ہو یا بھلا اسکو کیسے بدل لون۔ اور یہ کہ اگر اسکی فرمانبرداری نہ کروں تو
 وہ والد اور مین بیٹا کیونکر ہونا فرمان شخص والد کو اپنا بیٹا اور نوکر سمجھتا ہے
 اور آپ کو اسکا باپ اور اقا اور بہانا اس کے ادب اس ملک جہنمی ہوئے ہیں۔
 دے اب میں اس انٹروڈکشن کو ختم کیا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس مختصر
 رسالہ کے لئے سوانح عمری کے علم کے فلاسفی اور اس کے فائدے کافی
 ہیں۔ مگر پھر بھی ناظرین سے دو ایک اور بھی ضروری امور کی جو اسی علم کے
 متعلق ہیں گزارش کی اجازت چاہتا ہوں۔
 وہ، مصیبت ہر فرد بشر کے لئے چپ تک کہ وہ جسم کے قیدین ہے

کیسلی ہے۔ اور جب وہ روح میں آزادی حاصل کر لگا تو پہر اس کھٹکے سے ہی
 آزاد ہوگا۔ ایک بڑا ہی تجربہ کار شخص جس نے اپنے کو ایک ادنیٰ درجہ
 بلکہ اگر اور بھی سچ کہوں تو اسفل السافلین کے سے رتبہ سے اعلیٰ درجہ کے
 بلکہ قاب و قوسین و اودنی کی سی عالی پایگاہی میں اپنے ہی دست و بازو
 اور تدبیر اور اوپر بلے ذریعوں کے ذریعہ خدا کی مہربانی سے پہنچایا۔ کہتا ہوں
 جس کو میں بادی ایزادی یاد دلاتا ہوں کہ انسان کی عمر خواہ کوی کیوں نہ ہو
 ہمیشہ خوشی اور خرمی سے نہیں گذرتی۔ اور پہر کس زور سے کہتا ہے کہ سچی بات
 تو ایک ہے کہ انسان کو گویا خوش نصیب کہنا چاہیے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو
 وہ آرام اور غفلت میں بسر کر کے جفاکش اور دُوبینی کا مادہ ہی اپنے میں
 سے بشرطیکہ دنیا کو پیدا کر نیو اسلے نے اسے دیا ہو۔ کیونکہ بیٹے گا۔

(۹) مجھ کو خود تقریباً پچاس برس سے تجربہ ہے اور یہ کہ صحیح تجربہ ہے
 صرف ایک خیال ہی نہیں جس کو اکثر محرب و محرق انجوزبان پر رکھتے ہیں
 اور ہر موقع اور بلے موقع اسکو فلسفی ریزن کے جگہ استعمال میں لاسے
 ہیں۔ کہ بعض آدمیوں کے طبیعتیں قدرت اور نیچر ہی سے ایسے واقع ہوئی
 ہیں۔ کہ مصیبت انکے حق میں اصل معلم اور بچا استاد بلکہ ایک درد منداقائی
 ہے۔ ایک پُرانے زمانے کا ٹراپرافٹ جو اپنے وقت کا بہت ثابا و شاہ
 تھا کہتا ہے کہ بھلا ہوں کہ میں نے اُسٹھیا کہ میں نے تیرے حکم کو سیکھ لیا
 یہ اس نے اپنے پتے خدا کو جس کو وہ اپنا حقیقی معبود سمجھتا تھا مخاطب کر کے کہا کہ

منبر حسن جلد دوم

اور بہت ہی سچ کہا ہے۔ میں نے اپنے واجب الادب معلم کے قول کو یوں ہی انداد ہند اپنی انگلیں بند کر کے قبول نہیں کیا بلکہ ہر طرح سے کھٹی پر کبھ کر اور ترازو میں تول کر اور دوزخ میں عینک سے دیکھ کر اور یہ کہ ناسلاک کر ہی قبول کیا ہے کوئی چھکواس وجہ سے کچھ نہ کہہ کہ میں اسکو جو ایک طرف تھا ہے کیوں پر کہا اور کیوں تولا اور کیوں دیکھا اور کیوں ناسلاک لیا یوں ہی اندھوں کی طرح سے کیوں نہ مان لیا۔ مگر سالہ کرنا ظہر صاحبان !!! میں مجبور ہوں میری کچھ اختیار میں نہیں کیونکہ میری طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو افسوس تجربہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں میں انکا بار بار تجربہ کر ہی لیا کرتا ہوں۔ اور یوں اگر آسمان سے فرشتہ ہی مجھے کہے تو نہیں مانا کرتا کیوں کہ میرے وہ دن گئے کہ اس سے پہلے تو کن مہینتوں پر یوں ہی علم الیقین یعنی ہتھار کل فیتہ رکھوں اور عین الیقین یعنی ٹرسٹنگ فیتہ کے مرتبہ پر ترقی نہ کروں۔ اسے کاش اس سے رسالہ کے ناظرین اسی علم سوانح عمری کے متعلق امور میں ہی پسندیدہ شیوہ اور شایستہ روش قبول فرمائیں یوں ہی اٹکل کچھ کسی مہیت کی ذمہ دار نہ ہو جائیں۔

(۱۰) میرا بار بار کا وہ یہ کہ صحیح بالکل صحیح تجرکہ ہے یہ مہیت بتاتا ہے۔ کہ البتہ بعض آدمیوں کے مزاج ایسے ہیں واقع ہوتے ہیں کہ ادن کو مصیبت کی کچھ ضرورت ہی نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بات ہی ہے کہ ایسے فرشتہ طینت یا ہوسے جو ہاں کے لوگ کم بہت ہی کم بلکہ نادر الوجود ہوا

کرتے ہیں۔ ایسی ہی پاکیزہ دل رکھنے والوں کو بڑھاکے یا ولی اللہ کہا
 گیا اور کہا جاتا ہے اور آئندہ ہی کہا جائیگا۔ اور بعض انسانوں کی گویا پھر
 ایسی ہے کہ مصیبت اور دکھ انکا اصل مسلم اور سچا استاد یا درو مند انا لائق
 بنیں ہوا کرتا۔ مان یہ امر سخت بحث طلب ہے کہ ایسے آدمیوں کے کائنات
 اور قوت تیز اور خصوصاً انکے دی شش آف کیرکٹس میں ضرور فرق ہوتا ہے
 کہ نہیں۔ برسوں بلکہ اگر اور سچ کہوں تو صدیوں کے چھان بین اور تحقیق
 اور تیز تدقیق سے یہ امر مسلم الثبوت ہوا ہے کہ ایسوں کا حال یہ ہے کہ انکے
 کائنات میں قوت تیز اور علی الخصوص انکی دی شش آف کیرکٹس یا قوت سن
 اویا بالکل ہی مرؤہ ہوتی ہے۔ اس پر بڑے بڑے واقعات شاہد ہو سکے اور
 عادل بین اور ہر ایک قوم میں اسکے گواہ پائے جاسکتے ہیں۔ بھو دیو
 میں فرعون کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ بیٹ ہی مشہور اور غیر قوتوں
 میں زبان زرد خاص و عام ہے۔ پھر عیسائیوں میں یہود اسکے کو ملی
 کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ گویا میرے کی نوک سے عقیق پر پڑنے کے بعد
 ہے۔ علاوہ اسکے آریک لوگوں میں راؤن اور کٹس کا واقعہ ایک ایسا
 واقعہ ہے کہ نہ راؤن برسوں سے عام و خاص کے زبان پر ہونے کے
 علاوہ اعلیٰ درجہ کے پتھر تاریخوں میں بھی درج ہے۔ اور اس سے
 تاریخیں کہ جنکو صحیح اصولوں کے مطابق تاریخی وقت دی گئی ہے، اور دیکھتے
 ہیں اہل سلام میں ابو جہل اور ابی لب کا ایسا ماجرا ہے کہ ہرگز ہرگز

پوشیدہ رکھنے سے ہی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ غرض کہ اس رسالہ کے ناظرین کو متذکرہ بالا شخصوں کے لائف پر جیسا کہ چاہیے عبور ہو تو انگو بہت اچھی طرح سے ثابت ہو جائے۔ کہ درحقیقت نہ ان کے کائنات میں کچھ دم تھا۔ اور نہ ان کے موت تیز ترین کچھ جان تھی اور یہ کہ ان کی دی سٹیشن آف کیرکٹر میں بھی کچھ حس نہ تھی۔ مجھ کو اس وقت خصوصاً اس محدود صفحہ اور محدود موقع پر ان کی سوانح عمریوں بیان کرنے کی نہ تو فرصت ہی ہے اور نہ اجازت۔ مگر ان کے لائف اور ان کے کیرکٹر آفتاب کی روشنی سے ہی زیادہ ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی حیرت انگیز حالات اور واقعات سے ناواقف ہے تو نہ اس کو علم قائم رہے ہی سے مسئلہ خاوندہ پہنچے گا اور نہ علم سوانح عمری سے ہی کچھ حاصل ہوگا۔ وہ بڑے عجب واقعات ہیں (۱۱) میں جب لافز آف یخس میں غور اور تامل کرتا ہوں تو صیحا اور پتیا دیکھتا ہوں۔ کہ لوبا جو ایک مشہور ترین دہات ہے ہستہ ہی تیز آگ سے پگھلتا ہو اور چاندی جو وہ بھی ایک مشہور دہات ہے لوسے کے نسبت ذرا کم آگ میں پگھلتی ہے۔ اور کنڈن لینے والا جو ایک سب سے مشہور دہات ہے اور بڑی قیمتی ہے ایک ذرا سی آگ دکھانے سے موم کے مانند نرم ہو جاتا ہے۔ مگر تہر کو (جس کو دکن ویس میں گنڈو کہتے ہیں) کیسی ہی تیز آگ بلکہ جلتی ہوئی آگ میں ڈالو۔ ہرگز ہرگز نہیں پگھلتا اور مطلق نہیں پگھلتا موم ہونا تو ممکن اور ایسا ہوتی بات ہے۔ پس آدمیوں کے گروہ میں سے بعض آدمی لوسے کی سی

طبیعت رکھتے ہیں۔ اور بعضوں کا مزاج چاندی کا سا ہے۔ اور بعض کندن کی سی اصلیت رکھتے ہیں اور بعض کجست بہترین۔ ناظرین کو ذرا اب دل کے انگہیں کھول کر اور ذرا گہری نظر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بڑا نازک موقع ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ کہ دنیا کے پردہ پر پرافٹ لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ اور فلاسفوں کا ایک مجمع ہے۔ بہر آقاؤں ہمارا جون بادشاہان شہنشاہوں کا ایک سلسلہ ہے۔ ان تینوں مقدس ہندب اور مشہور گروہوں میں سے چند کا نام پیش کرتا ہوں جو معصیتوں سے بہین پرکھ سکے جیسے کہ حضرت نوح ابراہیم یعقوب یوسف دانیال موسیٰ اور خداوند مسیح۔ یہ عرب کے بنی ساری کرشن جی۔ سری رام چندر جی وغیرہ۔ تھان سقراط فیثاغورس جاردینو برنولڈ وغیرہ حضرت داؤد سکندر ہائیون کالکیر بونا پارٹ طفر۔ واجد حیشاہ وغیرہ۔ میں اس وقت اس امر کی بیان کی مصلحت نہیں سمجھا کہ ان تینوں مقدس ہندب اور مشہور گروہوں میں کس گروہ یا کس شخص کو تو ہے چاندی ظلا اور پتھر سے تشبیہ دون۔ کہیں میرا یہ بیان ایک ریجن یعنی غیب ہو جائیگا جب مجھے یا ان اس وقت مطلع نہیں۔ تیسویں میں اس بات کے بیان سے انہول کے ولولے اور اٹنگ اور فیلنگ کچھ کم نہیں سکتا کہ ان تینوں گروہوں میں ایسے شخص تھے جو تذکرہ بالادان اور گنڈو (یعنی پتھر) سے تشبیہ تمام کہتے تھے۔ چنانچہ جو شخص علم تاریخ اور نیز علم سوانح عمری سے باہر ہوگا اسپر حیا کہ چاہیئے مسلم الثبوت ہو چکا ہوگا

کہ اصل معاملہ جیسا کہ میں نے چیلنج ہی کیا ہے حقا اور تحقیقا یوں بھی ہے
اب میں پھر بڑے زور سے اصلی سیکٹ پراتا ہوں کہ میرے پیری گراف
چارم - ششم - دھم - اور یازدھم کے عبرت بخش بحثوں کا اوسی
سیکٹ سے جس سے میرے اس تحریر کا عنوان معنون ہے یہ تعلق ہے کہ
جب تک ایک آدمی سوانح عمری کے علم کا ماسٹر نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو اس
جہان ہی میں چین اور آرام کے ساتھ اپنی زندگی گزارا سکتا ہے۔ اور نہ
ایوانہ لے جہان میں جو فانی نہیں بلکہ غیر فانی ہے اور جس کا یہ جہان
ایک فوٹو ہے تلی اور اطمینان کے ساتھ رہ سکتا ہے غرض کہ انسان دنیا
میں رہ رہ کر آدمیوں کے مختلف خاصیتوں سے واقف نہیں ہونا چاہتا
تو اس کو نہ آدمی کہلانا چاہیے اور نہ انسان بلکہ کچھ اور کہلانا چاہیے جو اس کو
موزوں اور انسب ہو۔ پھر اسکے لیے کیا یہ دنیا اور کیا وہ دنیا ایک ہی
سی ہے۔ کیونکہ ایک عارف باللہ نے جو سچا فلاسفہ ہی تھا سچ کہا
کہ کیا راحت دلی اور تسلی قلبی اور کیا دلی عذاب اور قلبی تکلیف عارف
اور اہل علم کے لئے ہی ہے۔ اجمل جبریل علم کو درجست اور تسلی
سے کچھ سرکار اور نہ عذاب اور تکلیف سے کچھ کام۔ وہ بالکل بقیہ
کے مانند ہے چونکہ تو اک میں جیلے اور نہ پانی میں شمرے۔ یہ جو کچھ دنیا میں
زمین اور آسمان افتاب اور مہتاب جہنم اور بہشت ہر اہل عرفان اور
فہمی علم کے لئے ہی ہے اجمل اور بے علم کے لئے کچھ ہی نہیں۔

(۱۲) اس رسالہ کے ناظرین! آپ گہبرانہ جائیں اب میں انٹرویو و دکشن کے ملاحظہ کے لیے آپکا قیمتی وقت اور نہ کوٹھا۔ صرف دو تین بائیں ہی اسکے خاتمہ میں اور عرض کر کے اس مقدمہ کو تمام کرتا ہوں اور پھر اصل مطلب یعنی فرد و مشنل ممدوح الاوصاف کے لائف شروع کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس مقدمہ کے ساتھ آپ سکر ایک سٹوری نہ سمجھیں گے

(۱۳) الحاصل جن لوگوں کا تذکرہ میں نے پیرے گرامت پانزدہم میں کیا ہے ان سب کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز سوانح عمری پڑھنے سے ایک تعجب خیز اور حیرت بخش اثر دلیں پیدا ہوتا ہے۔ اور انکے لائف میں اس درجہ تک اثر کشش ہے کہ ناظرین اور شائقین کو ایک ایسی مینا انکھیں ملتی ہیں کہ وہ اس نیلی چیت کے پردہ میں جو کچھ ہے دیکھ لیتے ہیں اور پھر چودہ طبق کی یہ خبر رکھتے ہیں۔ مان میں اس بات کو ہی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انکے لائف کے اثر کشش کا عمل انہیں پر ہو گا جو صحیح اور سالم کانشنس رکھتے ہیں پس ایسوں کے جتنی میں یہ علم اکیسے ہی بڑھ کر کام کرتا ہے۔ خاص کر یہ علم یعنی سوانح عمری کا علم اپنے بھائی کو بتاتا ہے۔ کہ جن لوگوں سے اپنی غیر فانی اور ابدی روح کو اس جہان میں جو ابدی اور غیر فانی جہان کا عکس ہے عرفان تعالیٰ اور رشتی کے خاص الخاص و رجون او خیر لون کو ملے کر لیا ہے۔ ایسا کہ یہ افعال انکے عادت مانی اور سیکینڈ نیچر ہو گئے ہیں تو ان لوگوں کے روحین جو اصل انسان

یہی ہیں انیواسے جہان میں گویا پرس اور ڈیوگ ہو گئے۔ اور جنہوں نے
ایسا نہیں کیا وہ اس جہان میں گویا پرس اور ڈیوگ کیوں نہ ہوں گے۔
پہنچ کر قلیون اور گنا گروں کی اور اس اور نامید گہیرا ہٹ اور سبے
چینی میں ہو گئی۔ اور یہ بات یاد رہے کہ بہت سی کارگر اور اطہان دینی
والے دیلون اور برہانوں سے یہ امر ثابت ہو کر تیسرا کیا گیا ہے کہ انسان
کی روح فانی نہیں بلکہ ابدی اور غیر فانی ہے اگر اس زمانہ کے ناظرین میں
سے کوئی اس بابت اور حقیقت کا شکر ہو یا یوں سہی کہ اسکے سمجھ میں
نہ آتا ہو۔ تو میں اُن وجہوں اور دیلون کو انکے سامنے پیش کر کے انکے
اقرار اور تسلی کا ذمہ واں ہوں کیونکہ اگر انسان کی روح ہی چند روزہ
اور فانی ہوئی تو پھر نہ عقاب اور عذاب کچھ چیز ہے اور نہ ثواب اور
نیکی۔ اور یہ کہ بہت ہی بہر کچھ چیز نہیں ٹھہرتا ہے اور نہ جہنم۔ بلکہ جناب
باری تعالیٰ غرا ستمہ جو انیسے ذات اقدس اور اعلیٰ میں قادر مطلق ہو اور نور کا
بانی مبنی ہے اور آپ اس میں رہتا ہے اور جوازی اور ابدی ہے اور
جس نے انسانوں کی روحوں کو پیدا کر کے انہیں ابدیت اور عدم فنا پذیری
کے خاصیت خاص رکھی ہے اور اگرچہ اسکے علم ازلی میں انسانوں کے
روحیں تھیں مگر وجود فی الخارج کے عرصہ میں نہ تھیں (پناہ یہ خدا)
ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہ ہونے چاہیے کہ ہر ایک چیز
کا پیدا کر سنے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہی ہوتا ہے پس جسے آسمان اور زمین

آفتاب در مہتاب و ز اور چیرون کو پیدا کیا ہے اس کا کیا کہ نام امد یا خدا ہے جس پر اسکے
پتے عارف تصدیق ہو رہے ہیں اور یہ کہ ہر ایک انسان اپنی غیر فانی روح کے اعتبار سے
اسکا منظر خاص اور گویا آئینہ ہے۔

(۱۴) اس عہد میں یہی جو عین روشنی کا زمانہ کہلاتا ہے اور لاریب سیما ہی جو پہلی سا
اہیت سر انکار نہیں کیا گیا۔ اور نہ بڑے سے بڑے فلاسفر اور عارف کامل انکار کر ہی
سکتے ہیں۔ کہ یہ جہان جہین ہم اب بے با دین آئینا ہے جہان کا موٹہ او ویکس بلکہ فی الواقع
ہے۔ ایک کامل صاحب عرفان اور ایقان کا قول ہے کہ جن لوگوں نے اسی مینا میں اپنی
پتے معبود کو جان کر اسکی پرستش کی ہے۔ جس سے کہ رضا اور تسلیم کا عالی رتبہ حاصل کر لیا
ہے وہ اس مینا میں فردوس آگاہ ہونے کے لیے قابل اور مستعد ہو گئے ہیں اور
جنہوں نے اسی جہان میں اسباب و مہموقع کر بیٹھے آئے ہیں وہ دنیا کو مبدع برحق کو
نہیں پہچانا اور اپنی زندگی کا مناسب حصہ اسکو حمد و ستائش میں صرف کر کر اسکی رضا
کا عالی درجہ نہیں پایا۔ اگر وہ جنت نصیب ہو ہی گئی تو بھی جس کو کاملین دلی رحمت
اور قلبی تسلی لکھتے ہیں نہ پاسکیں گے۔ جس شخص کو ذرا ہی عرفان اور ایقان سے لگاؤ
اور تسبیح و ہر روز اپنی انہوں سر دیکھتا ہے۔ کہ انسان جس سو سائٹی اور محبت کا ہوتا ہے
اسی سو سائٹی اور محبت کو پسند کرتا ہے۔ چور چورون کی جامع پر دل دیتا ہے متوالا
منوالون میں خوش رہتا ہے اہل عرفان اہل عرفان ہی کے محبوبون میں روحانی حیرت
حاصل کرتا ہے فلاسفر فلاسفر وں کے گروہ سے تسلی پذیر ہوتا ہے غرض کہ
جنسیت علتِ خم کا مسئلہ جو دنیا میں پرانا اور قدیم مسئلہ ہے

ثابت ہو گیا ہو۔ چھ ہزار برس کے تجربوں نے یوں جہان تک کرنا ہیج کے دفتر ملتے ہیں وان تک اس
میکہ کو بالکل صحیح ثابت کرنا ہے۔

(۱۵) نظریات فاضل اور فلاسفر ہل جو فان اسی دنیا میں اسی جسم کو ساتھ حسین فانی
کا غیر فانی کر ساتھ کبر اقلع ہے۔ تقدیس باطنی اور روحی شناخت اور دنیا کو مختصر برحق کی حق
کو اپنی عادات ثانی کر لیتے ہیں جسکو سکینڈ ٹیچر ہی کہا جاتا ہے جو امر انسان کو حق میں سب سے
ضروری ہے وہ یہی ہے کہ صرف علم الیقین کے ہی مرتبہ میں نہ رہے بلکہ اس ترقی کر کے عین الیقین کے
اصل درجہ پر ہی آئے۔ گوکہ کلام ایک چیز ہو اور عمل دوسری ہاں ہیبت جو ظاہری یلین ہی
جس کا خود ایک چیز میں مگر جب تک کہ محویت کا عالم حاصل نہ ہو اور نیز اس میں کائنات نصیب نہ ہو
اس باطنی انسان کو حق میں جو روح مراد ہے اور کوئی ملک اور چارہ نہیں۔

(۱۶) لونا ظہرین آپ صاحب کو گیلہٹ اس بیان کو جو دل لہاں والا ہے ہنوا اذہا
ہی چہرہ اگر اصل کجکٹ یعنی مدد و الوصف جنت آرام گاہ کی سوانح عمری کو چاہا تو جہد لاتی ہے
دعا ہمارے فہم ناظرین یہ جو سمجھ گئے ہو گو کہ اصل مطلب یعنی مرحوم شفق کی سوانح عمری
کے بیان سے پہلے بڑے آئندہ کے ساتھ یہ پیش رو دکشن اس بنا پر لکھا گیا کہ لائف کو علم کے
قائد و کجکٹ جیسا کہ چاہیئے واقفیت ہو جائے۔ اور یہ کہ فردوس مشرق کو لائف ہی و انسا
اور سٹوریوں کے لئے پیش ہے جا۔ بلکہ عبرت کے نگاہ اور ادب باہمی
بچنے اور اقبال کے حال ہو سکتی نظر سے پڑ ہی جائے۔

رستم
رجب علی

قومی تعلیم

آجکل لفظ تعلیم اور قومی تعلیم پر جا بجا عظیم مباحثہ ہو رہا ہے۔ مدرسۃ العلوم علیکم السلام کے متعلق جو مباحث ہو رہے ہیں ان کی وجہ سے غیر معمولی جوش کا اظہار تعلیم کے متعلق بعض حلقوں میں ہے۔ قومی تعلیم کے مفہوم کو بعضوں نے بہت ہی دور جا پھینکا اور بعضوں نے ایک مدرسہ کی کتابی تعلیم کو قومی تعلیم کا حاصل قرار دیا۔ قومی تعلیم اپنے اصل معنی میں اس قدر وسطول ہے کہ اگر ہم زمین و آسمان پر گزرتے ہوئے اور اس کے مختلف کیفیت جو مختلف ملکوں میں ہے اور زمانہ گزشتہ میں تھی لکھیں تو تمام رسالہ کیا ایسی کتب جلدیں کافی ہوں۔ باوجود اس ناقابلیت کے ہم قومی تعلیم کا بیان مختصر اور ناکافی سلسلہ اور جا بجا کی پچھلی تعلیمی حالت پر مبنی نذر ناظرین کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ عشر عشر حصہ ہی نہیں کر سکے۔

اس بیان میں ہندوستانی تعلیم کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ صرف یورپ۔ انگلستان۔ اور ممالک متحدہ کے ان مدارس اور انتظام تعلیم کا مختصر بیان ہے جو پچھلے دنوں اپنے اپنے مقام پر تھی۔ مسلمانوں کے ملک اور ان کی تعلیمی حالت ہمیشہ افسوسناک رہی اور اس زمانہ میں بھی یہ افسوسناک و ہتھ نہیں مٹا۔ ممالک اسلام کی قومی تعلیم کا ہون میں مصر کا مدرسہ یا جامع اظہر بمقابلہ کسی اسلامی قومی تعلیم گاہ کے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ سلطنت ترکی کی تعلیم کا ہون کی مشیج اور جدید کیفیت ہمارے ناظرین

جلد دوم حسن نسب

گزشتہ رسالہ میں مسرت کے ساتھ پڑھی ہوگی مسرت اسلئے نہیں کہ بچا
 دیگر شایستہ ملک کے وہاں علوم و فنون کی ترقی ہوئی بلکہ اسلئے کہ جہالت
 کی تاریکی میں شعاع علم پہنچی۔ عرب۔ ایران۔ بخارا وغیرہ کی قومی تعلیم
 کا بڑا حصہ غالباً اندہی اور اخلاقی تعلیم ہے۔ علوم جدیدہ کی طرف قومی
 رجحان نہیں ہے۔ اسلامی ممالک کی مجموعی آبادی میں تعلیم یافتہ بالعموم
 بہت کم ہیں افسوس یہ ہے کہ یہی حالت مسلمان ہندوستان کی جہان کی قومی
 تعلیم کے سلسلہ سے مسلمان فرقہ نے اپنے تئیں عرصہ دراز تک علیحدہ رکھا۔
 ہندوستان کے مسلمانوں کو اس زمانہ میں تعلیم جاری رکھنا اور
 قومی اور مذہبی حیثیت کے لحاظ سے آسان نہیں ہے۔ غیر زبان کا سیکھنا اپنی
 مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے ساتھ لازمی ہے۔ ایک کے کھونے سے دوسری ہی جاتی
 رہتی ہے۔ غالباً یہ حالت ہندوستان میں کسیدوسرے فرقہ کی نہیں ہے۔
 گورنمنٹ جبکی ماتحتی میں مختلف اقوام آباد ہیں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں
 کرتی جو سب کی ضرورتوں کو کافی ہو اسلئے اسلئے اپنے مدارس سے ایک بڑا
 ضروری جز اوڑا دیا جو بہت کچھ مسلمانوں کی علیحدگی کا باعث ہوا۔
 ہندوستان کے مختلف اقوام کی ضروریات اس قدر ایک دوسرے سے
 جڑی ہیں کہ اورنگی مجموعی تعلیم کو قومی تعلیم معجز معنی میں نہیں کہہ سکتے۔
 آئینہ میل سرسید احمد خان بجا درخیم الہند نے علی گڑھ میں مدرسہ العلوم کی
 بنیاد اس غرض اور نیت سے ڈالی کہ اس میں مسلمانوں کی وہ تعلیم ہو

جس کو ایک محدود معنی میں مسلمانوں کی قومی تعلیم کہہ سکیں۔ چنانچہ خوشی کی بات ہے کہ وہ بہت کچھ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئے۔ مگر اس وقت وہ کلچر ایک کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔ دیکھا جاوے کہ قوم اس پندرہ سالہ فوجی کلچر کے لئے آئندہ کیا انتظام کرتی ہے (۱) آیا عمدہ حالت میں قومی امت قائم رکھنے کے لئے باقی رہتا ہے۔ (۲) بذات کے ساتھ اس کا آئندہ منہم رہتا ہے۔ (۳) یا دنیا سے معدوم ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ ہماری قوم اوالہ لغوی سے کام نہ لے اور نتیجہ کو اچھی طرح سے سمجھ کر موجودہ کشتیوں کو نہ سلجھائے پہلے فرقہ میں اس مدرسہ کی زندگی محال ہے۔ اگر دوسری حالت میں مدرسہ کار ہوا تو ہماری خواہش ہے کہ وہ تیسری حالت میں آج ہی پہنچ جائے۔

ہم مختلف ممالک کے قومی تعلیم کو بیان کرنے میں امید ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیمی حالت کا موازنہ اس سے ہو جائیگا اور مسلمانوں کی تعلیم کی ایک ذہنی تصویر انکھون کے سامنے جلوہ گر ہو جائیگی۔ مخصوص مدرسہ العلوم علی کی نسبت علاحدہ طور سے دوسری جگہ بحث کی گئی ہے۔

ہندوستان کی موجودہ تعلیمی حالت کو پورے طور سے قومی تعلیم کے معنی میں سمجھنا اس کی مردم شماری کی روش سے حسب ذیل ہے۔

اس میں دس ریاستیں شامل ہیں جن میں جان بالمقابلہ زیادہ مارکی چھائی ہوئی ہے مگر جس قدر برہماؤس زمانہ تک نگریزی مضامین تماشیک ہے۔ پس پھر آبادی برٹش ہندوستان میں برہماؤس قریب ۵۰ کروڑ کے ہے۔ ان میں سے پچھ

کر دست کی بقدر زاید صاحب سواد ہیں خواہ وہ هنوز زیر تعلیم ہوں یا نہ ہوں
انہیں سے مسلمان لڑکوں کی حالت حسب ذیل ہے۔

زیر تعلیم ————— ۴۷۳۶۱۱

قابل نوشتہ خواندہ جو زیر تعلیم نہیں ہیں ————— ۸۶۷۰۰۳

کل آبادی مرد مسلمانوں کی ————— ۲۳۱۲۲۳

اور مسلمان لڑکیوں کی تعلیمی حالت یہ ہے زیر تعلیم ————— ۲۳۶۳۲

اور قابل نوشتہ خواندہ جو زیر تعلیم نہیں ہیں ————— ۳۲۲۹۵

اور مسلمان عورتوں کی آبادی ————— ۲۱۹۸۷۹

غرض ————— ۳۳۰۲۵۰۵۱ ————— مسلمانوں میں

۲۳۷۹۷۱۳ صاحب سواد ہیں —————

قومی تعلیم

لفظ تعلیم سے عام طور پر وہ فعل مراد ہے جس سے انسان کی تمام قوتیں اور قابیلیتیں زور اور آزادی کے ساتھ کام میں لاسکیں۔

قومی یا ملکی تعلیم وہ ہے کہ اس فعل تعلیم کا اطلاق کسی خاص ملک کے تمام باشندوں سے ہو تاکہ علوم الناس اپنے اپنے مقاموں پر اس قسم کی دماغی قوت حاصل کریں جو مہذب زندگی بسر کرنے کے قابل ہو۔

قومی تعلیم کے بارے میں تین امر تحقیق طلب ہیں۔ فرد یا مجموعہ تعلیم سے کیا مراد ہے؟ کون اوسکا ذمہ دار ہے؟ اور کارروائی کس طرح ہونی چاہیے؟ پہلے سوال کا جواب اصول تعلیم پر مبنی ہے اور ہر ملک کو دینا چاہیے کہ ہر ایک شخص کو تعلیم یافتہ بنانے کے پہلے کس قسم کی تعلیم دینی چاہیے۔ دوسرا اور تیسرا سوال عملی ہے۔ ایک مین مناسب ذرائع تعلیمی پر لحاظ رکھنا چاہیے۔ اور دوسرے مین موزون طریقہ تعلیم قومی کا خیال رکھنا چاہیے۔

اصول تعلیم

تعلیم کے معنی جو اوپر بیان ہوئے وہ تعلیم کا صحیح خیال ذہن میں پیدا کرے گا اور اوس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم کا کام یہ نہیں ہے کہ علمی ذخیرہ انسانی دلون میں اسقدر نمود کر دیا جائے کہ اوس سے قابلیت اور قوت کے لئے کام لین اور مماغی فہم اور طاقت کو ان خارجی چیزوں سے ملے جیسا کہ

ذہنی قوت سے ہے۔ انسانی خلقت اپنی ازلی بنا و رٹ سے اس طرح کہی گئی کہ اس کو بے انتہا دنیاوی تعلقات سے ہر دم سامنا رہتا ہے۔ اور وہ اپنے حواس خمسہ سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ قلب کی قوت اس طرح بنائی گئی ہے اور اس دنیا کے تعلقات اور مناظر سے اس طرح مناسبت پیدا کی گئی ہے کہ جو اشیاء خارجی طور سے اس پر منکشف ہوتے ہیں اس کی مناسبت حال اندرونی قوتیں فوراً حرکت میں آتی ہیں اور اس منظر کا فوراً ایک نقشہ دماغ میں گڑھتے ہیں اور ذہنی تصویر قائم کر لیتے ہیں اور اس طرح علم اور تجربہ کے سانچے میں ڈبل جاتے ہیں اگرچہ دنیاوی خیالات کا مادہ پیش نظر نہیں ہوتا مگر اس کو شکل دے دینا کچھ جاتی ہے۔ اور یہ قوت حیوانیہ کا نتیجہ ہے۔ فطرتی قوتیں اور قلبی اور دماغی کششیں جو اس کو قبضہ میں لاتی ہیں اور ذہنی شکل میں شکل کر لیتی ہیں باہم مختلف طریقوں میں رہتی ہیں۔ انسان کے بچپن میں فطرتی قوتیں غالب رہتی ہیں۔ چاروں طرف کے نظائر انسانی خیالات و قوت پر غالب آجاتے ہیں کیونکہ قوائے عقلی جو فطرتی زور کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اور جن پر فطرت کا زیادہ اثر پڑتا ہے دفعتاً ترقی نہیں کر سکتے اس لئے طبعی خواہشات پر انسانی قوتیں ذرا شکل سے غالب آسکتی ہیں اس لئے ذہنی قوتیں جو پیچیدہ خیالات تہذیب کو درستگی کے ساتھ مرتب کر نیوالی ہوتی ہیں اکثر بیکار گزر جاتی ہیں اور اپنا کسی قسم کا اثر نہیں پیدا کرتیں۔

بجلاف ایسکے جب انسان کی عمر بڑھتی ہی ہر توانسان اپنی زیادتی
عمر کے سبب فطرت کا تذکر کر سکتا ہے۔ اور اس وقت انسان کی قوت عقلی
قوت فطری سے جو چاروں طرف کی قدرتی اشیاء کے لطائف سے ادھر
اثر پڑتا ہے زیادہ قوی ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ فطرت مغلوب ہو جاتی ہے
اور فطرت بجائے فرمانروائی کے انسانی ہمت کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔
انسان کی زندگی کی ترتیب اس باقاعدہ طرز سے ہوئی ہے کہ وہ رفتہ
اپنی مشہور عالمگیر ذہنی قوت پر قادر ہو جاتا ہے اور بجائے اسکے کہ محض
عقل انسانی کا وجود ہے وہ ہر روز انسانی ضروریات کی راہ نکالنے کے
لئے زور دے لگاتا ہے۔

پس جو کچھ انسان کی دو حالتوں میں فرق ہے وہ حقیقت میں تعلیم
تفاوت ہے بشرطیکہ اسکے وسیع معنی لئے جائیں انسان اپنی خلقی ذہانت
سے ہر کام میں زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے اور اپنی عقل و تجربہ سے عمدہ کام
کرتا ہے اسکا نور عقل اور اسکے خیالات ہر کام میں رہنمائی کرتے ہیں اور یہ
سب باتیں تعلیم کے وسیع استعمال پر زیادہ منحصر ہیں چون انسان اپنے
مختص اور خفیہ جہلی قوتوں کو باہر لا کر کام میں لگاتا ہے اسقدر اپنے عقل
فہم میں روز افزون ترقی کرتا جاتا ہے۔

خود اختیاری تعلیم

انسان کا جب کوئی بڑا گروہ کسی خاص مقام میں آباد ہوتا ہے اور وہاں اسکو

اپنی ترقیات کے تدرقی مواقع مہیا ہوتے ہیں نو وہ گروہ لازمی طور سے تہذیب کی جانب مائل ہوتا ہے۔ لوٹ مار یا شکار کی عادت اور اسی طرح سے وحشیانہ طریقے رفتہ رفتہ چھوٹتے جاٹے ہیں اور آخر کار سہ قتل طور سے ایک شہر یا قصبہ میں آباد ہو کر کسی صنعت یا زراعتی مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں ان مشغولوں سے جائیداد اور مال پیدا ہوتا ہے اور جب مال و مطلق اکٹھا ہوتا ہے تو ضرورتاً وہ ان کے انتظام کے لئے حکومت قائم ہونی ہر ایک قانون بنایا جاتا ہے تاکہ جان و مال کی حفاظت ہو اور آئندہ ترقیات کا بہرہ سہ رہے۔ اور جب گورنمنٹ کے مقررہ اصول قوانین کے تحت لوگوں کی جان و مال کی حفاظت ہو جاتی ہے تو تجارت و اسباب و زر کا ایک دوسرے سے تبادلہ شروع ہو جاتا ہے اور دولت اکٹھی ہونے لگتی ہے۔ اور اس قدر مہلت ملنے لگتی ہے کہ ہوشیار آدمی اپنے اوقات فرصت میں زندگی کے اور ہنروں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جب کہ یقین کا علم و فن دنیا میں پیدا ہوا گروہ کیسا ہی ابتدائی حالت میں چھو پھراؤ سکی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی جاتی ہے خواہ اس کا حسن ظاہر ہی ہو یا نہ کی طرف مائل ہو خواہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا منظور ہو اور یا کسی بڑے اور نامور شخص کی نظم میں تعریف کرنا ہو۔ انسان کی رفتہ رفتہ خود رو ترقی کا یہی طریقہ ہے اور اسی ترقی کے ساتھ ہی مذہب کا بھی خیال پیدا ہوتا ہے اور خراب و بد مذہب پرستی سے ترقی کرتے ہوئے

خالص خدا کی عبودیت پر انسان پہنچ جاتا ہے۔
 ان سب باتوں کو خود اختیاء حکام تعلیم کسی ایک قوم کی کہو جاتی
 ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایک قوم موزوں حالت میں متواتر کوشش کر رہی
 ہو گی اور دنیا کی کوئی بڑی قوم ایسی نہیں جو اس خود اختیاری
 تعلیمی ترقی کی ممنون احسان نہ ہو۔ تاریخ حقیقت میں خود اختیاری
 ترقیات اقوام کا ایک مستقیم دفتر ہے جس میں علاوہ اس ترقی کے جو
 خارجی ترقیات اپنے اپنے زمانہ میں ہوتی ہیں ساتھ ساتھ دیر رہا کرتی
 ہیں اور فلسفہ تاریخ بتلاتا ہے کہ کیونکر انسانی ترقی مختلف ذریعوں سے
 ہوئی۔

ایرانی تعلیم

دنیا کے مختلف قوموں کی تاریخ تعلیمی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے
 ابتدائی اور اول ایرانی ہیں جنکی تعلیم کے طریقہ اور تفصیلی کیفیت ایک
 سلسلہ کے ساتھ اب تک موجود ہے۔ ان لوگوں میں پوری تعلیم پانچ برس سے
 لیکر بیس برس تک ہوتی تھی۔ اور اس اثناء میں دہ تین باتیں سیکھنی تھیں
 سواری۔ تیر اندازی۔ راست بازی۔ اول کی دو باتیں وحشیانہ طریقہ کا
 پتہ دیتی ہیں مگر موخر اندکراس امر کی شاہد ہے کہ وحشیانہ طریقہ سے انہوں
 نے اعلیٰ تہذیب کی جانب توجہ کیا۔ اور جسمانی عمل سے گزر کر اخلاقی ترقی
 میں پہنچے اور طلباء کی جسمانی ترقی کے ساتھ علمی زمانہ نے روحانی ترقی

کی بھی فکری۔ اس طرح اخلاقی تعلیم کا چرچا ایرانیوں میں قبل مئی
تعلیم کے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب اسکا ایرانیوں میں بالکل اثر نہیں پایا
بجز ان چند مستثنیات کے جنکو مذہبی تعلیم دی گئی ہے۔

یونانی تعلیم

جب ہم مشرقی دنیا سے مغربی دنیا کی طرف نظر کرتے ہیں اور یونان کے
طرز تعلیم اور یونانی تہذیب کی زندہ تصویر دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی کی
آب و ہوا کو وہاں بالکل تبدیل شدہ پاتے ہیں۔ وہاں خلقت انسان فی بالغ
حواس خم نہیں پائی جاتی اور نہ انسان کی رہنمائی محض خارجی تاثیرات سے
ہے۔ ہر یونانی جانتا ہے کہ خدا کی روح اور عقل اسکو عطا کی ہے جس سے وہ
تاثیرات عالم کے مقابلہ میں کھڑا ہو سکتا ہے اور اندرونی و بیرونی قوتوں سے
سجوبی کام لے سکتا ہے۔ اپنے اندرونی قوتوں کی حرکت کو چاہتا ہے اور بیرونی
اثر دن کو اپنی مستقل مزاجی سے دور کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل یونان اپنے
دل و دماغ میں تاثیرات عالم کا ایک خیالی نقشہ پہنچتا ہے لیکن اسکو محض خیالی
نئے وقت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ دلوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اس سے
سجوبی واقف ہے۔

رومی تعلیم

یونانیوں کا جو کچھ رومی تعلیم سے متاثر ہوا وہ غالب درجہ عملی نہ تھا بقایہ لشکر رومیوں کی
تعلیم کھینچا تھا۔ یونان میں ہر ایک شہر انسان کی ترقی کے متعلق خیال

جلد دوم حسن نمبر ۹

کجاتی تھا اور اسکی عزت و عظمت امنکے دلون میں اوسپقدر ہوتی تھی جسقدر
اوسکا خیالی حسن و خوبی کا اثر اونیپر پہونچتا تھا۔ بخلاف اسکے رومیون میں ہر شئی
کا عملی فائدہ ملحوظ نظر رکھا جاتا تھا چنانچہ اہل یونان علم ریاضی میں مصروف ہوتے
تھے مگر انکی مصروفیت کسب باطن کے لئے تھی حالانکہ علم ریاضی اور علم حساب
اہل روم کے نزدیک محض جنگ یا تجارت میں کامیابیاں لانے کے لئے تھا۔
یونانی علوم طبعی کو جہاں فی خوب صورتی کے لئے پڑھتے تھے حالانکہ رومی اس
سے محنت کی توڑتا اور زیادتی اوقات چاہتے تھے رومیون کے سلسلہ تعلیم
میں لکھنا پڑھنا اور حساب تھا اسکے سوا کسب قدر جغرافیہ اور اپنے ملک
کی تاریخ پڑھاتے تھے۔

جب یورپ میں مذہب عیسوی کا چرچا ہوا اور یکمی بعد دیگرہ اہالی
ملک اس مذہب کو قبول کرتے گئے گو اس جدت مذہب کے ساتھ ہی علم
و تہذیب بھی جدید ہوئی اور قدیم عمارات ڈھا کر بالکل از سر نو جدید تعمیر
کھڑی کی۔ اگرچہ اوس زمانہ میں بھی یونانی عقل و حکمت بڑے زور و زنجیر
زمانہ وسطی کی تعلیم

اس زمانہ کی تعلیم کے دو حصہ قرار دیے جاسکتے ہیں (۱) اول اصولی۔ دوم
اول میں بہادری عزت۔ مردت۔ عورتوں کا اغاز۔ سچائی۔ جاخبری۔ پرہیزگار
جو شخص کہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوتا تو اس کو پورا جنٹلمین کہتے
اس میں تعلیمی شاخ کوئی بھی نہ تھی یہاں تک کہ لکھنا پڑھنا بھی مشروط تھا

جلد دوم حسن منسلہ

دوسرے حصے میں صرف دماغ - بلاغت - ریاضی - اقلیدس - ہیئت اور موسیقی
لیکن یورپ میں علم کی تجدید اچھی طرح سے اوسوقت ہوئی جبکہ
ترکوں نے حملہ کرکے قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ یورپ کے سابق طالب علم علم حاصل
کرتے اور تمام یورپ میں اشاعت دیتے تھے اوسکے ساتھ چند تین
اور ہو گئیں جس سے علمی دنیا کی بہت جلد ترقی ہوئی یعنی چھاپے کی کل جاری
ہوئی اور امریکہ ظاہر ہوا اور رفا ریش شروع ہوا رفا ریش کے پہلے سے
تمام جرمنی اور انگلستان وغیرہ کے تعلیمی جسد میں روح پڑ گئی۔

مختلف قسم کی تعلیمیں

انسان کو عموماً پانچ قسم کی تعلیم دیکاتی ہے ۱ طبعی - ۲ دماغی - ۳ اخلاقی -
۴ ملکی - ۵ مذہبی۔ ان پانچ صیغوں میں انسانی آئندہ زندگی بچتہ ہو جاتی

ہے۔
تعلیم طبعی - اس قسم تعلیم کا انحصار قدرت اور اتفاق پر رکھا گیا ہے۔
اسمیں مفصلہ ذیل امور قابل لحاظ ہیں۔ اول حفظان صحت کا قایم رکھنا یعنی
صفائی - تازہ ہوا - کثرت خوراک - تدریج محنت اور تفریح - دوم قواعد یعنی
کو قوت دینا جسکے اسباب جنگی مشق سیر اور ریاضت ہیں۔ سوم کسی خاص قسم کی
حادث پیدا کرنا۔

تعلیم دماغی - تعلیم دماغی کا بڑا اصل الاصول مادہ خیالات کی درستگی ہے
جب انسان کی نظر سے کوئی شے گزرتی ہے تو فوراً قلبی حرکت سے اوسکا نقشہ اس کے

جلد دوم حسن نمبر 9

دماغ میں جم جاتا ہے۔ اسے سطح دوسرے دوا سے جس بات کا علم ہوتا ہے اس کا اثر فوراً دماغ پر عمل گئی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک نہایت قابل شخص کا قول ہے کہ جس قدر میں نے زندگی کے ابتدائی تین برس میں تحصیل کیا اس کے برابر بقیہ تمام عمر بھی حاصل ہوا۔ دوسری بات اس کے متعلق یہ ہے کہ جن باتوں سے دل پر اثر پڑتا ہے اس کو ظاہر کرنا۔ ذہنی قوتوں کا بڑا کام باتوں کا سنا محفوظ رکھنا۔ اور بروقت ظاہر کرنا ہے۔

اخلاقی تعلیم۔ اخلاقی تعلیم وہ ہے جس سے انسان فی مرضی قوت مینہ کی تعلیم کے موافق اجرائے افعال میں کام کرے جس طرح قوت ذہنی پہلے پہل محض ابتدائی تصور وادراک سے رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے کمال عقل و فہم و دانائی تک پہنچتی ہے اسی طرح انسان فی مرضی جس میں پہلے محض خیال کی ایک تحریک پیدا ہوتی ہے بعد رفتہ رفتہ پوری آزادی اور خود اختیاری حالت تک پہنچ جاتی ہے۔ اور جس طرح ذہنی تعلیمات قواعد عقلیہ کو بتدریج مضبوط کرتی ہیں اویسی سطح اخلاقی تعلیمات انسان فی خواہشات کی خود اختیاری حالت کو مضبوط کرتی ہے۔ لہذا کون کی ابتدا تصور و حالات میں ضرورت ہوتی ہے کہ ان کی خواہشات کی ہوشیاری سے رہنا ہی کیجئے۔ کیونکہ لڑکوں کی خود استیاری حالت کی ترقی پہنا فی قوتوں کے ساتھ بنا سبب تعلقات بیرونی جو اگر فی ہر

پولٹیکل تعلیم پولٹیکل تعلیم کسی ایک گروہ کی بہت کچھ اختیار کی ہوتی ہے رفتہ رفتہ لڑ

مختلف قسم کے تجربات حاصل کرنے سے ایک قوم کو خود اختیاری حکومت کا طریقہ آتا ہے اور پولیٹیکل نظرون سے ایک شخص واحد اپنے گروہ میں اعزاز پاسکتا ہے۔ بہت سی مناسبت ضروری باتیں ایک آزاد شہر کے باشندے کے لئے ہوتی ہیں جنکا جاننا اور سمجھنا ضرور ہوتا ہے جسکے نہ جاننے سے شخص واحد وزیر سلطنت کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ گورنمنٹ کی چال ڈھال اور اس کے فرائض کا علم۔ ہر شخص کو اپنی ذاتی آزادی سے عام بہبودی کے متعلق کیا کیا کرنا چاہیے۔ اس گروہ کے کل مفید قواعد کی پابندی اور متابعت کی ضرورت جابجا دیگر اقسام اور اسکے حقوق۔ راس المال اور محنت کے باہمی تعلقات اور آقا و ملازم کے باہمی فرائض۔ دولت پیدا کرنے کے قواعد و قانون۔ تجارت میں آداب مشارکت۔

اگر ان ضروری باتوں کی ابتدائی تعلیم کسی گروہ میں نہیں ہوتی تو ایک جانب بغاوت و سازش اور تملکہ انگیز اور فسادات اور دوسری جانب بظلم ناخوشی۔ برائی اور ابتری پہنچاتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر لڑکے کو اس طرح کی تعلیم و تربیت دی جائے کہ وہ تمدنی مسائل اور شہریت کے ابتدائی تہذیب سے آگاہ ہو جائے۔

مذہبی تعلیم

مذہبی تعلیم کل قسم کی تعلیموں کی سر تاج ہے اس سے بڑی غرض یہ ہے کہ ہم اپنے کل اخلاقی ضروریات اور قانون میں خدا کی مرضی حاصل کریں۔ مذہبی تعلیم ہم کو

سکھلاتی ہے کہ ہم اپنے خیال کو زور کے ساتھ خداوند تعالیٰ اور اس کے لامحدود
 قوتوں کی جانب مائل کریں یعنی ہمیشہ موجود رہنے والے قادر مطلق خدا تعالیٰ
 جل شانہ کا خیال کریں جو سب کو دیکھتا ہے۔ اور حکومت و ہدایت کرتا ہے خواہ وہ
 اچھے ہوں یا بُرے۔ اعدہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی مرضی کا کیا ثبوت ہے
 ایا عالم میں اس کا ظہور نہ دیکھ سکتے ہیں؟ قدرتِ استیلا کے ہر بارہ راست کسی اور
 حیثیت میں منکشف ہوئی ہے۔ مذہبی تعلیم بچپن میں دینا۔ یا قبل اسکے کہ وہ
 علم کو یا ایک مذہبی باقون کی سمجھنے کی قدرت حاصل ہو تب لانا انجامِ خیر
 کرنا ہے۔

انگلستان بلکہ کلی العموم تمام یورپ میں کوئی تعلیم یافتہ شخص ایسا نہ ہوگا جس نے انچون اقسام میں ہر ایک پر وقت و محنت
 نہ اٹھایا ہو۔ میں شرع میں بیان کر چکا ہوں کہ ہندوستان کے سرکاری مدارس میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم بالکل
 ہوتی جس کا خود گورنمنٹ کالہاؤنڈریز کو بہت کچھ نفوس ہر اور حسی برائی کا رد و برز ثبوت ملتا ہے۔
 ہمارے علی گڑھ کالج میں آئریبل سرسید احمد خان نے اس قسم کی ضرورت کو جو تمام ہندوستانی مددگار
 و کالج میں پائی جاتی ہے اپنے بیان میں فرمایا ہے اور ہندوستان میں ٹیچنگ کی ضرورت کو بھی اس نے
 ٹیچنگ کی تعلیم کا براہ راست مسئلہ ہو مگر سلف سپکٹ (خود ہندوستانی) تعلیم کا بہت بڑا اثر ہے مذہبی تعلیم کا
 مجھ کو اپنے ایک عزیز کے داخلہ سے جو وہاں فی الحال یہ تعلیم ہر بار پڑھتا ہے۔ لاڈل ڈورن نے حال
 جب رستہ العلوم علی گڑھ کا ملاحظہ فرمایا تو وہاں کہ اخلاقی تعلیم کی تعریف کی جس کی سرکاری مدارس میں ضرورت
 پائی جاتی ہے۔ یہ مجموعی نظر اس میں قومی میں اعلیٰ اقسام کی تعلیم ہوتی ہے۔ حسن

تعلیم جرمنی

تمام ملکوں سے زیادہ جرمنی میں باقاعدہ اور نہایت مکمل طریقہ سے قومی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے اس لئے کچھ اسکا اصول اور مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔
 اول یہ کہ جرمنی میں کیسی خاص کردہ کے لئے تعلیم نہیں ہے بلکہ علی العموم بلا امتیاز
 احد سے تمام رعایا کو تعلیم دی جاتی ہے اور صرف ابتدائی تعلیم ہی نہیں
 دی جاتی بلکہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ کل مدارس سرکاری ہوتے
 ہیں اور کل احکام و ذریعہ تعلیمات سے جاری ہوتے ہیں جو صرف بادشاہ
 کا ماتحت رہتا ہے۔ تعلیم کے تین صیغے ہیں۔ اول یونیورسٹی۔ دوم اعلیٰ مدرسہ
 سوم ابتدائی مدارس۔ ابتدائی مدارس قصبات و دیہات میں بھی ہیں۔
 انتظام تعلیمات کا اسطر سے ہوتا ہے کہ تمام سلطنت کو دس صوبوں میں
 تقسیم کیا ہے ہر صوبہ میں اضلاع اور ہر ضلع میں حلقے اور ہر حلقے میں
 گروہ تقسیم ہیں یہ ملکی تقسیم ہے اور اسی تقسیم سے تعلیم کا سلسلہ بھی جاری
 رہتا ہے۔

اول صوبوں کو لیجے تقریباً ہر ایک صوبہ میں ایک یونیورسٹی
 ہے۔ یونیورسٹیوں کا انتظام ایک ایک کشتہ کرتا ہے اور کشتہ کا تعلق براہ
 راست گورنمنٹ سے رہتا ہے اس لئے درمیان میں کسی صیغہ کے افسر کی
 مداخلت ہونے نہیں پاتی اور کل تقررات اور انتظام براہ راست گورنمنٹ
 سے ہوتے ہیں۔

جلد دوم حسن نمبر 9

اب اعلیٰ مدارس کو لیجیے۔ انکا تعلق سوبوں کے افسر دہ سے رہتا ہے۔ ہر سوبہ میں ایک مجلس مقرر ہوتی ہے جسکے تعلق گرجون مدرسوں اور عام حفظ خانہ صحت سے رہتا ہے۔ ان میں سے ہر لوگوں کو تعلق ہداہس سے رہتا ہے اور انکی تفری اور تنخواہ گورنمنٹ سے ملتی ہے اور ہر تعلق گرجون سے رہتا ہے وہ سب پادری ہوتے ہیں اور مدارس کے متعلقین میں دار رہتے ہیں اس طرح سے نہ ہی وغیرہ یہی اشاعت ملنے نہیں پاتے۔ پس جس طرح یونیورسٹی کا تعلق صدر حکومت سے رہتا ہے اور سب طرح اعلیٰ وجہ کو مدارس کی تعلق سوبہ کی حکومتوں سے رہتا ہے۔

اب مدارس ابتدائی کو لیجیے۔ انکا تعلق ملک کے چھوٹے چھوٹے تقسیم شدہ حصوں سے رہتا ہے۔ مثلاً اضلاع جیسے کردہ۔ ہر گروہ میں ایک ابتدائی مدرسہ لازمی ہے۔ ہر ایک کو ایک مدرسہ آنا ضروری ہے تا وقتیکہ اس طرح کی معقول تعلیم جو اور زیادہ سے ہوتی ہو بیان نہ کرے۔ ان مدارس کے بنام کے لئے یہ پندرہ سب کیا گیا ہے کہ پچھلے زمانہ کے جو فنڈ اور اوقاف میں ہیں وہ بہت ہو شکاری سے قائم رکھے جائیں اور کام میں لائے جائیں۔ دیہات کے زمیندار اور طلباء کے باپوں کو مدرسہ کے مجلسوں میں شریک ہونا ہوتا ہے جسکے اوپر یہ فرض ہے کہ باہمی مساوات سے قیام مدرسہ کے لئے مذکورہ چیز کریں جبکہ کسی مدرسہ میں وہانکے لوگوں کی غربت کی وجہ سے فنڈ قدر کافی اکٹھا نہ ہو تو جہاں جہاں زیادہ روپیہ وصول کیا گیا ہو وہ روپیہ

ایسے مفلس مقاموں کے مدرسوں کے لئے تمام ضلع میں برا بقیہ کم کر دیا جاتا ہے۔
 نگرانی کا سلسلہ بھی بہت معقول رہتا ہے۔ صوبوں کے ناظرین کے اوپر
 ایک نگران رہتا ہے جو بطور وزیر تعلیم کے کام کرتا ہے اور مقامی مدارس کے
 کچھپوں اور صوبہ دار حکومتوں میں ہی افسر درمیا نی رہتا ہے۔ مقامی منتخبوں
 کو بہت کم اختیار دیا گیا ہے۔ اور قانون بنانے کی مطلق اجازت نہیں ہے
 اونکا کام صرف فنڈ جمع کرنا ہے پانچ مدرسوں کے بارہ میں کہنے سے کاستھان
 ہے۔ لیکن اونکے اجراء کار میں دخل نہیں دے سکتے اور نہ طریقہ تعلیم میں مداخلت
 کر سکتے ہیں۔ یہ گورنمنٹ کا کام ہے کہ مدرسوں کی لیاقت کو جانچے جو غیر
 امتحان مقابلہ دے ہوئے مقرر نہیں ہو سکتے۔ چونکہ مدرسوں کو طریقہ تعلیم
 سے واقفیت رہتی ہے اور اونکو گورنمنٹ بعد امتحان لینے کے مقرر کرتی
 ہے اسلئے یہ اپنی جگہ پر خود مختار اور اپنے سوسائٹی میں ممتاز رہتے ہیں۔
 ۱۸۷۷ء میں مدارس جرمنی کی تعداد حسب ذیل تھی۔

ابتدائی مدارس — ۲۳۰۳۰ — دیہاتی اسکول — ۱۲۰۲ —

قصابی اسکول — ۱۰۰ — مجموعی تعداد ان کی — ۲۲۳۳۲ —

جن میں ۲۵۲۰۷۷۵ — طلباء تھے۔ انکے علاوہ ۱۱۷ —

اعلیٰ مدارس جن میں ۲۹۴۷۲ — طلباء تھے۔ اور ۳۸۲ —

بچوں کے مدرسہ نھر جن میں ۲۵۰۰ — شاگرد تھے۔

۱۸۷۸ء میں جرمنی کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ تھی جن میں

جلد دوم حسن نمبر ۹

قیاساً قابل مدرسہ طلباء کی تعداد تین سو لاکھ تھی۔ انہیں سترہ خیمیں لاکھ سرکاری مدارس میں تھیں باقی چار لاکھ یا خانگی تعلیم میں مصروف تھی یا کسی وجہ سے داخل مدرسہ نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں علیٰ اعلیٰ و ادنیٰ سب کے لئے تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

پس آپ مہربانی سے غور کیجئے کہ منجانبہ لکھ کے چھپیں لکھ لڑکوں کا عمدہ تعلیم پانا کس درجہ حیرت کے قابل ہے اور یہ کیونکر انہی قوم دنیا کی تمام قوموں سے لائق و فائق نہ ہوگی۔ اب اس قوم کو مقابلہ میں ہندوستان کے مسلمان لڑکوں کا مقابلہ کیجئے جو اس وقت تعلیم پاتے ہیں پھر آپ کو ہماری بہت حالی کا اندازہ نہایت آسانی سے معلوم ہو جاوے گا اور نیز اس بات کو خیال کیجئے کہ جس قوم کی تعداد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہو چکی ہے قریب پچیس ہزار مدرسہ ہیں۔ مسلمان جنکی تعداد پانچ اور چھ کروڑ کے دیر میں ہر پھر ایک مدرسہ علی گڑھ کیا کام کھانگا ہر جس میں کچھ فوجی حیثیت پر تعلیم ہوتی ہے

تعلیم ہالینڈ

جرمنی اور ہالینڈ میں بہت فرق ہے میان تعلیمات کا تعلق براہ راست گورنمنٹ سے بہت کم ہے بلکہ مستظہرین کو ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ صرف وزیر داخلہ کو مدارس سے کچھ تعلق رہا کرتا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے مدرسہ کے انسپکٹر مقرر ہوتے ہیں جو اپنے اپنے اضلاع میں بغرض نگرانی تعلیم سفر کرتے ہیں۔ مدرسہ کے ناظر گاہ گاہ بطور مجلس اعلیٰ کے جمع ہو کر تعلیم کے متعلق

بحث کرتے ہیں ہر ضلع میں ایک انتظامیہ مجلس بھی ہوتی ہے۔ مینوسپل کو کوئی اختیار نہیں رہتا۔ ابتدائی مدارس کی کل کیفیت ناظرین کے ہاتھ میں رہتی ہے اور مدرسہ کے قیام کے لئے فنڈنگ کا کوئی قانون نہیں رہتا بلکہ ضرورت کے وقت اہل قصبات سے روپیہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ ایک سلسلہ سے مدرسہ قائم رہے۔

تعلیم فرانس

اب فرانس کا حال سنئے کہ شل جرمنی اور ہالینڈ کے تعلیمات کا سلسلہ تین حصوں میں تقسیم ہے۔ اول یونیورسٹی۔ دوم کالج۔ سوم ابتدائی مدارس۔ یونیورسٹیوں میں پانچ صیغے ہیں۔ یعنی علم الکلیات۔ قانون۔ طبعاات۔ اور یونیورسٹیان براہ راست گورنمنٹ کے ماتحتی میں زیر حکم و زیر تعلیمات رہتی ہیں۔ فرانس کے کالج دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول شاہی کالج جو بالکل سرکاری ہوتے ہیں۔ دوم امدادی کالج جس میں کچھ گورنمنٹ اور دینی ہے کچھ مینوسپل مگر انتظام سب سرکاری رہتا ہے۔ ابتدائی مدارس میں پہلے بہت سے عید ب تھے مگر تب سے گورنمنٹ نے براہ راست اپنا ذمہ لیا ہے تب سے بہت کچھ درستگی ہو چلی ہے۔ اس لئے ان میں حریم کرن جمنیا اور ہالینڈ پہنچا گیا تاکہ وہ ان کے سلسلہ تعلیم پر رپورٹ کرے جس کی رپورٹ پر جدید قانون بنے۔ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ تعلیم عام کر دی گئی اور اسکے چند قواعد یہ ہیں۔ ہر ایک دیہات میں ایک مدرسہ ضرور

ہونا چاہیے جس مقام میں چہ ہزار کی آبادی ہو تو وہ ان اعلیٰ درجہ کا مدرسہ ایک اور ہو۔ ہر ضلع میں ایک نارمل اسکول بھی ہونا ضروری ہے۔
۱۸۴۰ء میں مفصلہ ذیل مدارس و طلبہ وغیرہ تھے۔

تعداد دیہات فرانسس	۳۴۰۴۸	تعداد ان دیہات کی	۳۴۵۴۸
تعداد دیہات بغیر مدارس	۲۴۶۰	جن میں مدارس ہیں	
کل تعداد ابتدائی مدارس	۵۹۸۲۸	تعداد ناظران مدرسہ	۸۷
تعداد نائب ناظر	۱۱۳	مدارس مزدوران خکوشام	۶۴۳۴
تعداد طلباء مدارس ابتدائی	۳۱۶۲۲۹	کو درس دیا جاتا ہے۔	
تعداد طلباء خیراتی	۷۳۸۲۰	تعداد نارمل اسکول	۷۸
تعداد مدرسین نارمل اسکول	۲۹۵	تعداد کالج	۳۵۸
طلباء کالج	۳۱۳۱۶		

اس حیرت انگیز تعداد مدارس و شاگردوں کے دیکھنے کے بعد آپکو (ناظرین) معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کو اپنی قوم کے واسطے بہت کچھ کرنا باقی ہے باقی کا لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے اس کا معنی یوں نہ سمجھیں کہ سمجھنے بھی کچھ کیا ہے اور کچھ باقی ہے بلکہ جو کچھ اجنبک ہوا ہے وہ فی الحقیقت کچھ بھی نہیں ہے اگر آئندہ کچھ کیا جاوے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمیں سے ابتدا ہے، بکئیے خداوند کریم کب ہماری قوم کے کشت امید پر علم، ہنر کا باران رحمت نازل فرما کے سرسبز کرے گا۔

تعلیم امریکہ

ممالک یورپ سے امریکہ کا طرز تعلیم بالکل جدا ہے وہاں تعلیم بالکل جمہوری گورنمنٹ کی جانب سے ہے مگر بواسطہ رعایا دارالسلطنت سے کہیں اس بات کی منظوری نہیں ہوتی کہ کمان کہان مدارس جاری ہوں بلکہ ہر صوبہ کی گورنمنٹ پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ بطور خود تحقیقات کر کے رپورٹ کریں کہ آیا انکے صوبہ میں سہ کاری مدارس کی ضرورت ہے یا نہیں چنانچہ اس بنیاد پر کچھ صوبے ایسے ہیں جنہیں کوئی سہ کاری مدرسہ نہیں لیکن غالب قاعدہ ایسی ہے جو ان قانوناً سلسلہ تعلیم کا قایم ہے اور ایک صوبہ کی کیفیت دوسرے سے بالکل جدا ہے۔

ہر قصبہ جہاں ڈیڑھ سو خاندان آباد ہوں وہاں کے لوگوں سے اس قدر خرچ لیا جاتا ہے جس سے دو مدرسہ نو عینے تک یا تین مدرسہ چھ ماہ تک قایم رہ سکیں اور اگر پانسو خاندان ہوں تو دو مدارس تمام سال کے لئے یا تین مدارس آٹھ ماہ کے لئے بالضرور قایم رہیں باقی عینوں کے مصارف سرکار سے ملتے ہیں۔ ان مدارس میں ابتدائی تعلیم لکھنا پڑھنا حساب۔ انگریزی۔ صرف و نحو اور جغرافیہ ہوتی ہے۔

ہر قصبہ جس میں پانسو خاندان ہو سکو یہ بھی لازم ہے کہ ایک مدرسہ اعلیٰ درجہ کار کے جمین اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ پہلیش۔ تاریخ اور بعض علوم جدیدہ پڑھائے جاتے ہیں۔

جس مقام میں چار ہزار آدمی آباد ہوں وہاں علاوہ اور مدارس لے
ایک اعلیٰ غیر ملکی زبان کا مدرسہ بھی ہو اور یہ کل مدارس عام و خاص
لوگوں کے لئے کھلے ہوں۔ اخراجات کے لئے ہر ضلع سے ایک مسافر
کا ٹیکس لیا جاتا ہے۔ اگر ٹیکس خراجہ ادا کرنے میں کسی ضلع نے غفلت کی تو اسکو
اپنے حصہ کا دو چاند ٹیکس بطور جرمانہ کے دینا ہوتا ہے اگر بیوجہ کوئی لڑکا اس
سے علمی کیا جادے تو وہ اپنے والدین یا مربی پر نالاش کر سکتا ہے۔

بشرطیکہ والدین تعلیم سے باز رکھنا چاہیں۔

تعلیم انگلستان

انگلستان کی عام تعلیم بجا بلکہ کسی دوسری ترقی یافتہ قوم کے نہایت بہت
حالت میں ہے۔ جن لوگوں کو بیس تیس برس کی گزشتہ حالت یاد ہو وہ بزرگ
خوب جانتے ہیں کہ کس قدر تاریک حالت طریقہ تعلیم قومی کی تھی۔ رہائش
کے بعد سے لوگوں کو تعلیمی سرگرمی کا خوب اظہار ہوا اور خیراتی رقمیں
وغیرہ تعلیم کے لئے وصول ہونے لگیں۔ انہیں سے بعض رقمیں تو بالکل فضول
مدارس میں مثل گرامر اسکول کے دی گئیں۔ اور بعض محض چند محدود
غریبوں کو گرجوں میں تعلیم کے لئے رقمیں دگئیں۔ یعنی کیا جاتا ہے کہ اگر اس
قسم کی رقموں کا استعمال مناسب طرح سے کیا جائے تو تمام ملک کے سلسلہ
تعلیم قومی کے لئے نہایت مناسب اور موزون ہوگی۔ باوجود ان سب باتوں
کے اس صدی کے شروع میں عام تاریکی جمالت کی چھائی ہوئی تھی۔

لنگا سٹیرن اسکول

مستشرقین جو زف لنگا سٹیرن نے لندن میں آکر رات دن تعلیم کی متعلق محنت و جانفشانی کرنے پر آمادہ ہوا اور بہت سے لڑکوں کو اپنے گرد جمع کیا بلکہ معقول قیاد و جوان مرد اور عورتوں کو اپنے طریقہ اور طرز تعلیم کے ساتھ مختلف مقامات میں تعلیم دینے کے لئے بھیجی اسی سے موجودہ مارل اسکول کی بنیاد پڑی۔

انگلستان میں مدارس کی ترقی اور تعلیم کی اشاعت برٹش اینڈ فارین نیشنل اسکول سوسائٹی کی وجہ سے ہوئی جسکے اراکین تمام ملک میں پھیل کر تعلیم کی اشاعت کرتے رہے۔ لیکن ملک کی ضروریات ایسی ادنیٰ تعلیم سے سرفراز نہیں ہو سکتی تھی۔ مدارس کے لئے اخراجات بھی کم تھے مدرسوں کی خود عمدہ تعلیم نہ تھی۔ کوئی مارل اسکول اپنے صحیح معنی میں اس وقت نہ تھا۔ اس زمانہ کی تعلیم محض پسند و نفیلح تک منحصر تھی۔ ۱۸۳۳ء تک یہی حالت رہی بعدہ پریوی کونسل کے لارڈون نے انہیں مجالس کے ذریعہ سے مدارس کی تعلیمات وغیرہ کے لئے تھوڑی تھوڑی رقم دینا شروع کیا جب ۱۸۳۹ء میں اس قسم کی رقموں کا مقابلہ زیادہ ہونے لگا تو تعلیمات کے معاملہ اور امور کے طرز کو درست کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ مارل اسکولوں کو بھی امداد پہنچائی گئی اور ایک تجویز اس قسم کی قرار پائی کہ سرکاری امداد کے ساتھ سرکاری ٹیکس کی بھی ضرورت ہو۔

۱۸۳۹ء میں سرجمیس شمل ور تھہ معتد تعلیمات نے ایک یادداشت پیش کی
 جس میں طالب علموں کے مدارس میں عمدہ مدرس کا امیدوار کرنا اور تنخواہ دینا۔
 مدرسوں کو امتحان مقابلہ کے۔ ٹیفلیٹ پیش کرنے پر عمدہ علم کار قرار
 دیا تھا۔ اسکے سوا آلات نقشہ جات وغیرہ کا بہم پہنچا کر دیا تھا۔ اس
 وقت سے برابر تعلیمات میں ترقی ہوتی رہی اور کل مذاہب بلکہ خانگی شجر
 کو بھی امداد تعلیمی دی گئی چنانچہ انگلنڈ اور اسکات لینڈ میں صرف سولہ
 میں مختلف ابواب سے تعلیمات کا خرچ ۶۳۳ ۲۲۳ پونڈ ۲ شلنگ
 ۴ پنس ہوا۔ یہ کل بائین ملک کی حاجت رفع کرنے کو بھی کافی تھیں
 گو نمٹ صرف انہیں کو امداد پہنچاتی جو طالب امداد ہوتے ہیں ہرگز
 مذہب کے قدیم مدارس اتیک قائم ہیں گو نمٹ کی امداد کل مدارس میں
 چاہتے بعض تو مداخلت سرکاری سے انکار کرتے ہیں اور بعض اسکے
 قواعد کی پابندی اور اسکے امتحان وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں اس وقت
 بہت سے دیہات و قصبات میں گرجوں خانقاہوں اور اور ذریعہ
 تعلیم اس قدر پہلے ہو کہ ضروریات رفع ہو جائیں اس بطور اعلیٰ شہر
 میں مدارس کی کثرت سے ضروریات رفع ہو گئی ہیں مگر جب ہم
 کثرت آبادی کا لحاظ کرتے ہیں اور بنظر غور تعلیم کی مجموعی حالت دیکھتے
 ہیں تو ہنوز بہت کم درجہ کی تعلیم معلوم ہوتی ہے چنانچہ تعلیمی حالت آخری
 مردم شماری سے خابت کم ثابت ہو گئی۔ پانچ لاکھ میں اس

جلد دوم حسن نمبر ۹

حاضر ہی تمام مدارس کی از روئے تحقیق ۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء تک یعنی انھوں نے
 اور ویلز میں جس قدر آبادی پانچ اور پندرہ سال کے بچے میں ہر اوس میں
 سے صرف ۲۳ فیصد ہی تعلیم پانچویں میں اور جب یہ خیال ہوا ہو کہ اس
 مجموعی تعداد میں اعلیٰ اور متوسط خاندان کے بچے شامل ہیں اور اوسے درجہ
 کے لوگوں کے بچے بھی جو نہایت اتر مدارس میں زیر تعلیم ہیں جنکا تعلیم پانا
 برائے نام ہر اسی میں شامل ہر تو اس تعلیم کی نہایت درجہ اتری معلوم
 ہوتی ہے۔

انگریزی یورپین وار میرکہ کی تعلیم کا مقصد

مالک یورپ کی تعلیم تقریباً بالکل گورنمنٹ کے ہاتھوں میں ہو رہا ہا کہ
 صرف فنڈ جمع کرنا اور کسی قدر نگرانی کرنا ہے۔ مدرسوں کی تقرری میں اپنے
 کچھ راسے لی جاتی ہے مگر طریقہ تعلیم میں کچھ مزاحمت کرنا یا کسی قسم کی ہڈ
 ڈالنا انکے اختیار کے باہر ہے۔ جاہلی خانگی مدارس (پرائیویٹ) چھوٹے ہیں
 پائے جلتے ہیں گورنمنٹ کے اعموم کل مدارس سہ کاری ہیں۔

بخلاف اسکے انگلستان میں کوئی مدرسہ سرکار کی طرف سے نہیں قائم
 ہوتا یا سٹاٹس جنگی اور بحری اور غربا کے مدارس کے اور نہ سرکار کو ان
 مدارس کے انتظامات میں کچھ دخل ہے صرف اوسکا کام خانگی مدارس میں
 بشہ ایٹ مشروطہ ادا دینا ہے۔

امریکہ میں ان دونوں مقامات کی تعلیمی طریقہ سے جڑیں

دہان کی گورنمنٹ مدارس کا تقریباً مقامی آبادی کے اپنی جانب سے کرتی ہو اور جو اب بھی اپنے تعلق رکھتی ہیں مگر گورنمنٹ کے اور تعلقات باقی نہیں رہتے۔ مثلاً مدرسہ کی تعمیر کس وضع کی ہونی چاہیے۔ مدرسوں کی تنخواہ کیا ہو۔ طریقہ تعلیم کیا ہونا چاہیے۔ تداویر نگرانی کس قسم کریں اور مدارس کے فیس کی مقدار کس طرح قائم کرنی چاہیے اور کل سامان تعلیم کیونکر مہیا کرنا چاہیے۔ یہ سب کام مقامی آزاد باشندہ دیکھا ہے۔

امریکہ اور یورپ کے تعلیمی طریقوں سے انگریزی طریقہ بالکل جدا ہے اگر اوس کا کچھ صحیح حال بیان ہو سکتا ہو تو انہیں مختصر لفظوں میں کہ وہاں ہر فرقہ مذہب اپنے طور سے عوام الناس کو تعلیم دیتا ہے اور گورنمنٹ خواہشمند ان امداد کو یکساں اجازت کرتی ہے۔

انگریزی طریقہ تعلیم کے فوائد

انگریزی موجودہ طریقہ میں چند فوائد ہیں ایسے ہیں جو دوسرے ممالک کے طریقہ تعلیم میں مفقود ہیں۔ سب سے اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس طریقہ تعلیم سے مقامی لوگوں کا تعلق بہت رہتا ہے۔ گورنمنٹ یا سینٹ پولی کے متعلق مدارس میں گورنمنٹ کے افسروں کی پوری مداخلت رہتی ہے۔ اور اگرچہ افسران سہ کارمی کی مداخلت سے مدرسہ کا کاروبار پورے انتظام کے ساتھ چلا یا جاتا ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں زیادہ جمالت اور تادیبی ہو وہاں سرکاری انتظام کے مدارس سے زیادہ خود مشغوری مداخلت

کی خواہش کی جاتی ہے۔ مدارس کے طلباء اور اسکے والدین ہمیشہ اس امر کے خواہشمند رہتے ہیں کہ اداں کو اپنے نئے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کا موقع ملے جو اداں کی خیر خواہی کی کوشش کیا کرتے ہوں۔ بس سب سے عمدہ بات مدارس اور طلباء مدارس کے لئے مقامی لوگوں کی دلچسپی ہے جس سے روز افزون لوگوں کو حوصلہ ہوتا ہے اور اطلاقی امداد پونجی ہے۔ پس جو لوگ غریب طلبہوں میں عمدہ خیالات اور تعلیم کی اشاعت چاہتے ہیں وہ لوگ غور کریں گے کہ اگرچہ انتظام اور کارروائی مدارس کی بندر بیدار انسان سرکار ہی ہمت چاہی ہوتی ہے مگر بچیاں اونکی حالتوں کے زیادہ تر مناسب ہے کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے روزمرہ اداں کو دلچسپی کے ساتھ تعلیم سے نفع پیدا ہو۔ پس انگلستان کا یہی طریقہ موجودہ زمانہ میں ہے جس کی عمدگی پر اکثر دیگر ممالک حید کرین تو بیجا نہیں۔

انگریزی تعلیم کے تقاضا

جہاں اسکے فوائد ہیں گئے گئے وہاں اسکے بین تقاضا بھی ملاحظہ ہوں۔ اول۔ ابتدائے تعلیم کا سلسلہ بالکل کمالیت کو نہیں پہنچتا۔ عام لوگوں کی طرف سے مدارس کے ضروری سامان کی فراہمی محض اتفاق پر چھوڑ دی گئی ہے۔ اگر کتب مقام پر مدرسہ جاری کرنا چاہتے ہیں جاری کریں مگر قیام مدارس کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ اسکے محض اصطلاح میں ضرورت

جلد دوم حسن نسبہ

زیادہ مدارس ہیں اور بعض اکثر آباد اضلاع میں ایک مدرسہ ہی ہیں ہر ملک جہد ر غربت فوہ اضلاع ہونگے اوسیتدروہان مدارس کی کمی ہوگی۔ کیونکہ ایسے مقاموں پر کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو انتظام اور نگرانی یا کچھ امداد کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ طریقہ تعلیم قومی طریقہ نہیں کہا جاسکتا۔ انگریزوں کی کچھ عموماً تعلیم سے نہیں بلکہ عموماً تجارت میں شہسک ہیں۔ خیریت تو یہی ہے کہ تعلیم کا سلسلہ مذہبی مجالس کی طرف سے جاری ہے۔ علاوہ براین انگلستان کا طریقہ تعلیم بہت کچھ فریقی ہے۔ یعنی مذہب کے مختلف فریقوں کے لحاظ سے تعلیم ہوتی ہے۔ اگر تعلیم ایک طریقہ سے تمام فریقوں کے لئے ہوتی اور دینی اور دنیوی تعلیم برابر امداد کرتی جیسے تمام ملک یکساں دیکھی جاتا ہے اور صرف اپنے ناظروں کے ذریعہ سے رپورٹ مدارس سنا کرتی تو ایک سلسلہ تعلیم کا قرار پانا۔ اور کچھ بات ہونے سے بہت قوت ہوتی۔ جو طریقہ میں کفایت شعاری ہی نہیں ہوتی۔ اگر ملکوں کی تقسیم اضلاع میں ہوتی اور اس لحاظ سے تعلیم کا سلسلہ قائم کیا جاتا تو کفایت اخراجات بہت ہوتا اسوقت بحیثیت نام فریق کے مدارس کو کہیں بھی امداد دی جاتی ہے جس سے فائدہ کم اور حسیج بہت ہوتا ہے۔

اصلاح طریقہ تعلیم انگریزی

انگریزی تعلیم کے نقص و صواب بیان کیلئے ضرور ہوا کہ جو امداد قابل اصلاح ہیں ان کا بھی ذکر کرنا چاہیے۔

تب سے پہلے ملک کی تقسیم از روئے تعلیم ضلع وار ہوئی چاہیے۔ موجودہ تقسیم مذہبی تعلیم بہت استعراض کے قابل ہے۔ دوسرا امر اصلاح طلب یہ کہ مقامی لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ سرکاری افسروں کی طرف سے اس امر کی تحقیق کی جائے کہ کن مقام میں کیسے اور کس قدر تعلیم کی ضرورت ہے اور اس امر کے دریافت کے لئے موجودہ مدارس گو وہ کسی قسم کے ہوں کافی بیز سیدی بات اصلاح طلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی طرف سے ایک مجلس انت داروں کی مقرر ہو جسکو اختیار دیا جائے کہ وہ ہر مقام کی امانت اور خیرانی رقموں کو اپنے اختیار میں لیکر اس کو مناسب طریقہ سے استعمال کریں اور آمدنی پیدا کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ نکالیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہر مقام میں از روئے حیثیت اخراجات مدرسہ جاند اور پر محصول لگایا جائے اور محصولات مدرسوں اور عام اخراجات مدرسہ میں صرف ہوں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ محصول دینے والوں کو ایک جماعت مستظہرون کی مقرر کرنے کا اختیار دیا جائے جنکے پاس وہ آمدنی رہے اور اپنے اختیار سے بشرط مشروط و مستثنیٰ طور سے مختلف مدارس مقامی میں تقسیم کریں۔ چھٹی بات یہ ہے کہ جن مدارس میں عام رعایا کے محصول سے کام چلتا ہے اس میں سرکاری ناظرین امتحان لیکر رپورٹ کیا کریں۔ موجودہ اقطاعات متعلقہ مدارس مقامی میں مداخلت کی چند ان ضرورت نہیں ہے صرف یہ انتظام کرنا ہے کہ مذہبی تعلیم بالکل جدا کر لی جائے اور والدین کو اختیار ہو کہ اگر وہ معترض ہوں تو مذہبی مدارس سے

لڑکوں کو علیحدہ کر سکیں۔ اسکے سوا اور کوئی اصلاح یا مداخلت نہیں ملے گی
مین کرنی مناسب نہیں ہے اور نہ وہاں کی رپورٹ سرکاری طور سے کرنی
لازم ہے۔ یہی طریقہ ہے جس پر عمل درآمد کرنے سے انگلستان کی تعلیم میں
ترقی ممکن ہے۔

نارمل اسکول

اول اور سب سے زیادہ عمدہ طور سے قومی تعلیم جاری رکھنے کا ذریعہ نارمل
اسکول ہے۔ جہاں عمدہ اور مکمل طور سے مدرسوں کی تعلیم و تربیت ہو یہی
کافی نہیں ہے کہ مدرسوں کا علم کافی ہو بلکہ یہ ضرور ہے کہ کام کرنے کی اہمیت
پوری قابلیت ہو۔ وہ لڑکوں کی خاصیت کو سمجھیں اور ان کے دل لگانا
طریقہ جانیں۔ بغیر سختی کیے ہوئے پوری تربیت دین اسکول کی نہایت
اور تنظیم عمدہ طور سے جانیں اور طالب علموں کے قابل پسند طریقے جاری
کریں کہ ان کے دل بستگی ہو۔ انکی مشکلات کو روکیں۔ راستہ صاف کریں۔
حوصلہ بڑھائیں۔ مستی دور کریں۔ ترغیب پیدا کریں اور دماغی ترقی
بیشبہ بزیبہ بڑھاتے جائیں۔ یہ سب باتیں خاص طور سے تربیت دینی
جیسے حاصل ہوتی ہیں اور اس قسم کی تربیت صرف نارمل اسکول میں ہو سکتی ہے

تنظیم مدارس

مدارس تین قسم کر کے جاسکتے ہیں اول وہ کہ جس میں مدرس کے سوا خلیفہ
بڑھاتے ہیں خلیفہ ہر روز تھوڑے عرصہ کے لئے ادا کرنے کے طالب علم کو

تعلیم دیتے ہیں جو خود چند روز پہلے وہ حاصل کر چکے ہیں اس سے گورنر
 نوٹریسی ہی فرصت مل جاتی ہے مگر اس سے عمدہ تعلیم میں فرق ہو جاتا ہے اور جو
 نہایت ضروری باتیں متعلق اخلاق اور تہذیب ہیں اوس کی تعلیم خلیفوں
 سے نہیں ہوتی دوسرا ذریعہ تعلیم کا مجموعی گروہ کو ایک سبق دینا ہے
 وہ اس طرح کہ زمینہ بر زمینہ لڑکوں کو مسلسل پڑھا دیتے ہیں کہ مدرس کی نظر
 سب پر ایک آن میں پڑتی ہے اس میں اس بات کی کوشش کی جاتی
 ہے کہ ایک سبق ایک ہی وقت میں سب لڑکوں کو دیدیا جائے۔ اخلاقی
 تعلیم میں کچھ مدد اور فائدہ اس سے ملتا ہے مگر دماغی تعلیم کے لئے سخت مضر
 ہے۔ کیونکہ مختلف لیاقت طلباء کے طلباء ایک ہی قسم کے سبق سے کنٹر
 مستفید ہو سکتے ہیں۔ تیسرا طریقہ ان دونوں طریقہ مذکورہ بالا کے بیچ
 میں ہے جس میں لڑکوں کو بحیثیت ان کی عمر اور لیاقت کے تعین کی جاتی
 اور ہر فرقہ کے لئے ایک مناسب درجہ کا مدرس مقرر کیا جاتا ہے۔

مدارج اسکول

عام مدارس کو رفتہ رفتہ ترقی دینا۔ یا طالب علموں کو ایک مدرسہ سے
 دوسرے مدرسہ میں ترقی کرینا کا موقع دینا۔ نہایت ضروری ہے جو منی
 میں تین قسم کے مدارس ہیں۔ اول کنٹری اسکول جس میں صرف ابتدائی تعلیم
 ہوتی ہے۔ دوم ٹاؤن اسکول جس میں کچھ علم ریاضی اور علوم جدید کا
 جدید زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔ سوم جیٹریم یعنی اعلیٰ مدارس جن میں

اعلیٰ درجہ کی تعلیم علمی اور پیشہ وری کی ہوتی ہے۔ — ہالینڈ میں پانچ قسم کے مدارس ہیں۔ مدارس غریبہ۔ مدارس درمیانی۔ مدارس قصباتی۔ فریج اسکول (اس میں خدمت خواہ تجارت کی تعلیم ہوتی ہے)۔ گرامر اسکول جس میں قبل داخلہ یونیورسٹی کی تعلیم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا کیفیت تعلیمی تمام ملک کے لئے سودمند ہے کیونکہ دینی میں کوئی قوم اور ملک ایسا نہیں ہے جہاں کہیں نہ کہیں قومی ترقی کمال درجہ کو نہ پہنچی ہو مگر ان کی موجودہ حالت نہایت اتر ہے رہا ہوتی جاتی ہے بلکہ وہاں تہذیب اور تعلیم ضروری کا سلسلہ قائم نہیں ہوا۔ پس ہر ایک قوم کی خوشحالی و بد حالی اہل شہر کے خیالات و قیاد پر منحصر ہے جہاں اون کی قوت عمدہ اور مضبوط حالت میں ہے وہاں اہل قوم صرف اپنے رتبہ پر قائم نہیں رہتی بلکہ ترقی کرتے ہیں اور جہاں جمالت تعصب اور ضعف اعتقادی کی حکومت ہوتی ہے وہاں رفت و رفتہ شیرازہ شکست ہو جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ موجودہ اقوام کی آئندہ عزت و عظمت انکی تہذیب و شایستگی میں حصہ لینے کے موافق ہوگی۔ — حسن

بقیہ سفرنامہ نیلگری (گذشتہ اشاعت سے آگے)

۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء

آج سات بجے بیدار ہوا۔ چوٹی حاضری دیکھ بکچے ہوئی اور ساڑھے بارہ کو
برک فاسٹ۔ ایک بجے مین تبدیل لباس کر کے تیار ہو گیا کیونکہ ہمارا اجہ کے
تشریف آوری کا وقت قریب تھا۔ ایسے ہیلام رسول صاحب ڈاکٹر اور پنورنگم
ایوننگ ڈرس پہنا، مگر میر فیاض علی صاحب اپنے قدیم درخت تھے یعنی قبلے
شال دربر و دستار سرخ برسہ اور میر کاظم علی صاحب بھی معنالی درس میں
تھے اور سیاہ رنگ کا قبا پہنے ہوئے تھے کہ ہمارا اجہ ہمارے سواری آئی بڑے
ڈہانچے کی لینڈ و گاڑی تھی جو ٹری ٹیلیو سٹرنگ کلان لباس نہایت اچھے تھے
کوچ بانکس پر کوچان کے بازو چیرا سی بیٹھا ہوا تھا ہر دو ٹل ڈرس میں تھے
چیرا سی کا پانچواں سال شروع کا تھا گاڑی میں سید ہی طرف خود ہمارا اجہ صاحب
اور بائیں طرف سٹرک مارٹن پر یوٹ سکرٹری جنکی بڑا سی سال کی ہوگی مگر چاق و چوبند
اور جبروئی ہمارا اجہ لکھے ایڈی کا لکھے صاحب خوشنور و چہ جوان ہیں اور
ہمارا اجہ کے داماد ہیں اور گریٹر رار دو بھی بولتے ہیں لیکن انگریزی بھی
جانتے ہیں پر یوٹ سکرٹری اور ایڈی کانگ ایوننگ درس میں تھے
ہمارا اجہ ہمارے انگریزی ڈرس پہنے ہوئے تھے مگر سر پر سرخ بنارس رومال
تھا اور بکند ہون پر ملک کے رواج کے موافق زرین بٹن ڈاسلے ہوئے تھے

منبر حسن جلد دوم

جوان ہی لگی پورٹیکو میں بچپنی میں استقبال کو گاڑی تک گیا اول ایڈی کانگ
 اتر سے بعد ہماراجہ بطریق درباری سب لوگوں کا سلام ہوا۔ درانگ دوم میں کو پنج
 پر ہماراجہ بہادر تشریف رکھتے اور سید ہے ہاتھ کی کرسی پر اور بائیں ہاتھ کی کرسی
 پر پریوٹ سکریٹری اور دوسرے کرسیوں پر ایڈی کانگ اور باقی سب لوگ وجہ
 بدرجہ بیٹھے پھر پریوٹ سکریٹری ہماراجہ کے التامین میں جو زمانہ خورد سالی میں
 گوشتنٹ قیصر کی طرف سے مقرر تھے۔ بعد از تشریف رکھنے ہماراجہ بہادر کے
 ہمراہی کے لوگوں نے نذیرین گذرانی ہماراجہ بہادر ہاتھ رکھنے واپس کیا۔ ہماراجہ
 چہرہ سے نہایت چالاک اور مدبر پائے جاتے تھے اردو نہیں بول سکتے انگریزی
 اور کٹری زبان کے مشتاق ہیں اور نہایت خلق سے ہمکلام رہتے کوئی دس
 منٹ کے بعد میں نے اپنے ہاتھ سے ہماراجہ بہادر کو پھول پان اور عطر دان
 دیا اور پریوٹ سکریٹری کو۔ ایڈی کانگ کو میر فیاض علی صاحب نے پھول
 پان دیا کیونکہ یہ کام ہمارے شہر میں ہی اپنی کا تھا۔ رخصت کے وقت لگی
 ایک مشائیت ہوئی قبل سوار ہونیکے مکر راجہ صاحب بہادر نے سب کا سلام لیا
 اور بعد سوار ہونیکے خود ہی سب کو سلام کیا۔ واپسی کے وقت داہنی ہاتھ پر
 پریوٹ سکریٹری اور بائیں ہاتھ پر ہماراجہ صاحب بہادر بیٹھے تھے ۲ بجے
 کے بعد میں مع ڈاکٹر صاحب کال کرنے کی غرض سے گاڑی میں سوار ہو کر
 روانہ ہوا اور لاڈ مارٹن ایڈی کانگ، گورنر اور میجر جن لمٹری سکریٹری اور سٹر
 کلارڈ ورن پریوٹ سکریٹری گورنر بھی سسے ملاقات ہوئی لمٹری سکریٹری

صاحب نے بمحکمہ پولیس میں شریک ہونکی دعوت دی جو آج ہو گا۔ میں نے حسب
معمول گورنمنٹ ہوس کے بک میں جو خاص ملاقاتیوں کی فہرست ہوتی ہے اپنا نام
ہی لکھ دیا۔

۲ بجے بجنگھ کو واپس آیا اخبارات اور خطوط و تار وغیرہ جو پٹہ سے آئے تھے ملا خط
کیا چار بجے چار بیابانج بجے ریڈنگ ڈرس (لباس سواری) میں معہ ڈاکٹر صاحب
کے سوار ہوا اور پولو گرونڈ پہنچا پولو شروع ہوا۔ میں ہی گورنمنٹ ٹیم میں شریک
ہوا اور ایک ٹیم کیلے۔ ساڑھے چھ بجے مکا گلو واپس آیا۔ راہ میں نواب قارا
یہا در سے ملاقی ہوا ببادرمند و روح کا مزاج دوروز سے سست ہے اور بیچ
میں بخار ہی آتا ہے آج ہی کے روز ساڑھے ۳ بجے کرنل سر ایورسینٹ جان
ریڈنٹ میسور جو منہم ریڈنٹ جید ربابا ہی رہ چکے ہیں ملاقات کو آئے تھے۔
ہمارا چہ میسور چار شنبہ کو بنگلور اور وائس میسور جانے والے ہیں۔ اب معلوم
ہوتا ہے کہ یہاں کا سینئر (موسم) قریب الختم ہے۔ آج ہمارا چہ وزیر
ہی نیلگرٹی داخل ہوئے۔ آٹھ بجے دفتر ہوا۔

۲ رمضان شنبہ ۱۲۸۷ھ

آج سات بجے سیدار ہوا۔ پولس گارڈ (حسین چہ جہان اور ایک حوالدار ہے) آج صبح
ہمارے تعیناتی کے لیے سہ کار سے آیا اور ہمارے قیام مکسٹین
رہ گیا۔ راجاؤن اور متواہون کے مکان پر جو نیلگری میں بطریق ہوا
خوری آبا کرتے ہیں گورنمنٹ قیصری سے پہرہ تین تین جہاں آج گورنمنٹ ہوس

ڈاکٹر میر یوسف علی صاحب کے نام دعوتی کارڈ پہنچا جو ۲۴ مئی کو کوئٹہ میں
برتبہ ڈسٹرکٹ کے ہال میں مناجات ہو گا۔ دس بجے کے بعد یہاں کے جنگلی لوگ
جنگلوں میں گئے ہیں سچے اپنی عورتوں کے آگے جنگلوں میں نہایت دلچسپی دیکھا
علی گڑھ کے ایک لڑکے کو ہونی میں مرد عورت سب کے سر میں لالہ لالہ بال ہونے
میں حسین ناریل کا تیل ڈال دیتے ہیں اور تمام بدبو اور سکی پہیلی رہتی ہے مردوں
پہننے میں لڑکوں کی پتھری ہوتی ہے لڑکے بہت سے ہوتے ہیں اور وہی ایک باندھی رہتی
ہیں۔ عورت چوہلی پہننے پنتے میں اور ایک ہی کپڑا کندھوں سے پیر تک
پٹ لیتے ہیں اونکی بات چیت کا ایک حرف بھی سمجھ میں نہیں آتا کہیں
بہت دہی آواز سے بات کرتے ہیں اور صدا بالکل بندروں کے پیچھے
کی سسی نکلتی ہے بچے بالکل برہنہ ہوا دروازے پر رہتے ہیں الغرض ان
عورتوں نے بعد اسی بات چیت کرنا شروع کیا۔ اس میں کوئی تلفظ
نہ تھا بلکہ صرف آواز ہی جس میں غین کا بہت استعمال ہوتا تھا اس
گائے اور بچا نے میں اور مارچر او کچھ نہ تھا حلق سے آواز میں برابر نکالتی
تھی نہ بہت چوٹے چوٹے آوازوں میں راگ تمام کرتے تھے مگر کچھ
عربی سے ملتا تھا۔ انکو دس روپیہ انعام دیا گیا اور یہ لوگ ہم سب کو بہت
محظوظ کر کے رخصت ہوئے۔

آج (۱۱) بجے برک فاسٹ سے فارغ ہوئے، ابھی وقت ایک اور بچہ
جنگلی اور شہر کے لوگوں کا بجا جاتے ہوئے چینی تھینا میں آدھی ہونے لگی

دور سے پہلے کی آواز نہایت ست و شیریں معلوم ہوتی تھی یہ باجا قریب قریب مہرم کی بانی یا افغان پولیس کے باجے کی آواز سے ملتا ہے ان باجے کے آلات میں چھوٹے چھوٹے دف اور مٹھنا کی جی شکل کے آلات تھے جانیوالے بالکل جھکی آدمی میں اور ناچنے والے قریب ایک دہریں کے شہری تھے۔ یہ قوم بڑے گڑ کے نام سے مشہور ہے جو قدیم سے یہاں بستے ہیں ناچنے والوں کا لباس چمکنی کاہنہ بند توڑ کا ہوا بطور لٹنگ کیر وار کے تھا اسکے نیچے بعضوں کے ہاتھ اور بعض دھوتی پہنے تھے اور بعض تو بالکل برہنہ تھے سب کے جسم میں کوٹ تھی جو ایک ہی رنگ کے تھے اور ان کے سروں لال رنگ کے پٹے تھے ان کا ناچ ہی قریب قریب انگریزی اور عربی ناچ کے تھا یہ لوگ حلقہ باندھ کر ناچتے تھے۔ اور باجون کی تال پر پاؤں ڈالتے تھے اور جیسا جیسا باجے کا ٹیون آواز نہلتا تھا ان کا رقص ہی بدلتا تھا اور پاؤں کی حرکات بھی۔ گانا کسی قسم کا نہ تھا ایک بوڑھا چٹھی ہاتھ میں لے ہوئے بطور بیٹھ ماسٹر کے اشارہ کرتا جاتا تھا۔ بعد اس طرح کے قابل یادگار ناچ کے ختم ہونے کے یہ لوگ رخصت ہوئے اور انکو وہ اوروں پر انعام دیا گیا۔ آج بطور ایک پک پک لنگ کے واسطے فال پر جو ہمارے بنگلہ کے حد میں ہے اور اسی راہ سے برن فیسٹے مکان کے تالاب میں پانی آتا تھا اوپر کے پہاڑوں سے شب و روز تین سو فٹ کے برابر پانی گرتا رہتا ہے ہم تمام لوگ گئے تھے تو بڑے دیر پھرے اور چار خودی بھی وہیں ہوئی۔ سوا پانچ کو میں سوڈا کٹر صاحب و مرا لاظم علی صاحب انکے گاڑی میں اور سید غلام رسول میر فیاض علی صاحب

پتھر نگم دوسرے گاڑی میں سوار ہوئے اور اوس بنگلہ کے دیکھنے کو گئے جو حال میں حضرت نبدگانہ عالی نے خرید فرمایا ہے۔ ہمارے مکان سے یہ بنگلہ تین میل ہو گا حسین ایک میل سے زائد کی چڑائی ہے۔ بیان کے سبب مکانوں سے اسکی بلندی زائد ہے یعنی آٹھ ہزار نو سو فٹ بلند سے ٹرک نہایت گہاؤ سے لگیا ہے اوسکے اوپر کوئی بنگلہ نظر نہیں آتا۔ اور اوس مقام سے دیکھا گیا تو کوئی پہاڑ بھی اوس سے بلند نہیں ہے۔ احاطہ بہت وسیع ہے اور مکانیت بہت بہت ہے۔ ہر ایک کمرہ نہایت وسیع اور فرش تمام چوبیس فٹ ڈائنگ روم ڈرائنگ روم تو بہت بڑے بڑے تھے اور پانچ بڈ روم معہ حجرہ جات بتعلقہ کے موجود ہیں طویلہ اور خدام کے مکانات اور بہت سے امکنہ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں اور ایک نایع گہرا بیڑ گاہ بہت وسیع ہے۔ اور اوس کے متصل طویل تین باچاریگی بعد دیگرے بڈ روم وغیرہ جو زمانہ رکھنے کے لئے نہایت موزون ہیں ہر حال مکان نہایت عمدہ اور خوش وضع ہے اور اعلیٰ حضرت کے لائق لیکن آبادی سے بہت دور اور حالت موجودہ بہت خستہ ہے اگر ۲۰ ہزار روپہ اس مکان کے مرمت اور ترمیم میں خرچ کیا جائے تو یہ مکان مستحکم ہو جائیگا احاطہ ہی بہت بڑا ہے اور ایک چھوٹا سا کٹہہ ہی واقع ہے اور سب سے علیحدہ مگر قریب میں ایک بنگلہ چار آدمی کے رہنے کے لائق کالج ٹھکے نمونہ پر بنا ہوا ہے۔ اس بنگلہ کا نام اسنوڈن ہال ہے جس میں سابق جنرل رابرٹ کمانڈر انچیف رہتے تھے حضرت نے اس بنگلہ کو سوائے اخراجات و کھار کے

سوسہ ہزار روپیہ مین خرید فرمایا ہے غرض وہاں سے مکان کو سات بجے واپس آیا اور آٹھ کو ڈنر کیا بعد ڈنر ایک عرضی کیفیت معانہ مکان اور ضرورت ترمیم کی علیحضرت کے پیشگاہ مین گذرانے کے شب کے بارہ بجے خوابگاہ مین گئی۔

۲۱ رمضان سن۱۳۲۶ یوم چار شنبہ

سات بجے بیدار ہوا۔ سردی بہت کم ہی تھی یا میٹر (مقیاس الحرارت) ۶۹ درجہ پر ہے ایک جوڑی اسب سبزہ رنگ جو سابق کے چکر کے ساتھ ملکتی ہے بارہ سورویہ کو خرید اہل راجہ میور آج آٹھ بجے سید امیور کو بند لیوہ ڈاک گاڑی کے روانہ ہوئے میویر پان سے ۲۸ میل ہے اور ٹانگے کا پٹہ ہے۔ سو تہ اندین پلو تیار ہو چکی ہے ابھی پنجنگی ہونی ہے پانچ ٹرین بنین چلی فیدروز مین چلنا شروع ہوئی اور سوقت بھٹی اور پونہ کے لوگ میور تک آکے وہاں سے پٹہ پر نیلگئی کو آئینگے۔ اگر ایسا ہو تو نیلگئی ہر سال موسم گرامین بہت جمع ہو کر یگا آج تمام دن مین کافی کے حالات کی تحقیقات کرتا رہا حیرت ہے کہ یہاں کی روپین لوگ کس قدر سو مند کاموں مین اپنے آپ کو مصروف کرتے ہیں۔ ساڑھے بارہ کو برک فاسٹ ہوا تین پہر کی چار خوری پہر اوسی دائرہ فال پر ہوئی جیسا ذکر ہو چکا ہے۔ بعد چاندنی کے بندی کو پرست میل تک پیدل مشی کیا فی الحقیقت یہ نہایت ہی برفزا جائے ہے ساڑھے پانچ بجے مکان مین داخل ہوا۔ ڈنر آٹھ بجے ہوا اور گیارہ بجے استراحت۔

۲۲ رمضان ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۲ جون ۱۹۵۷ء

آج آہستہ بکج بیدار ہوا شب میں بہت سردی تھی خصوصاً آخر حصہ شب میں
ٹھنڈی ہو چلی۔ ۵ بجے تقریباً حرارت دیکھا گیا تو (۶) درجہ پر تھا۔ اور اوش
تک ہوا میں اچھی برودت تھی۔ دس بجے تقریباً ۶.۵ درجہ پر تھا۔ ۱۲ بجے برک
فاسٹ ہوا۔ آج بھی تمام دن کافی کی کیفیت اور اسکی تاریخ دیکھا اور دریا
تار با علاوہ اسکے۔ چند تختجات انعام بھی دیکھا۔ سو اپنا پنج بجے میں اور ڈاکٹر
صاحب سیل فٹن میں سید غلام رسول میر فیاض علی صاحب مرزا کاظم علی صاحب
نورنگم کہلی گاڑی میں سولہ لارنس اسلیم روڈ سے دامن پہاڑ ہوتے ہوئے
بلبرقی ہوا خوری چلے تین سیل کے بعد تمام جنگل میں چاوا اور سنگو ناک زراعت
نظر آنے لگی سوائے اسکے اور کوی مکان یا آبادی کا نشان ملا۔ ہم فرن ہل
کے گیٹ پر سے گزرے جو مہاراجہ میسوکا بنگلہ ہے احاطہ نہایت وسیع
ہے چونکہ مہاراجہ صاحب میسور روانہ ہو چکے ہیں اسکے دیکھنے کے لیے مکان کے
اندر گئے مکان بہت وسیع اور شاندار ہے شاہی پیالیس ہے اور ایک
دوسرے کے متصل مکان کے دو قطعوں میں کئی ہیں ایک تو انگریزی فٹن کا
اور دوسرا چھکھ ہندوی وضع کا۔ آرائشی سامان بھی بہت بہتر اور اول
درجہ کا ہے پورٹیکو پر جہنڈا اوڑتا ہے۔ اب مہاراجہ کے زہنے کی باعث
سے پھر میرا پٹیا ہوا ہے۔ اسی مکان میں زمانہ سابق میں چھ روز کے واسطے
میں قیام ہی کیا تھا۔ بلیرڈ روم علیحدہ بنی ہوئی ہے۔ طویلہ بہت بڑا اور باد

کون کے رکھنے کا مکان علیحدہ بنا ہوا ہے اسی اعادہ میں بطور کاٹیج ایک
ٹیٹھ کے نیچے چھوٹا سا ایک مکان علیحدہ بنا ہوا جسے سینکڑیڈنٹا با دیوان سٹین
اوسین ہ بیڈ روم۔ ڈائننگ روم۔ ڈرائنگ روم۔ وغیرہ بنی ہوئے۔
چھپے کی طرف طویل گلیا رسی کے ہیٹ میں کچھ کمرے ہیں جو آفس کا کام دے
ہیں اس مکان کی نگہداشت کی غرض میں مارٹن صاحب نامی ایک انگریز انٹرن
سورویسہر پر ملازم ہیں۔ اسکے متصل ایک بنگلہ جنرل اسٹورٹ صاحب کا ہے
جو حال میں مہاراجہ نے خریدا ہے۔ الغرض بعد ملاحظہ اکندہ ہم سب ملک ہوں
پہونچے بریڈ روم میں بغرض بازی گئے تو معلوم ہوا کہ اس پوئل میں بہت سے
مسافر ہو جائیں گی وجہ سے میجر نے بریڈ روم میں ہی ۲ بنگ ڈال دیا ہے اور
دو صاحب فروش ہیں بدین سبب وہاں سے واپس ہوئے اور سارا ہے سات
کو مکان پہنچنا پڑی سدی عمر خانہ ان کے تار سے معلوم ہوا کہ بڑی ہائی پوٹہ ہو چکے
ہیں آج شب کو بلدہ میں داخل ہوں گے۔ ۸ بجے ڈنر ہوا۔ ۱۲ بجے آرام کیا۔

۲۳ رمضان ۱۳۸۶ کو جمعہ

آج سات بجے بیدار ہوا۔ مقیاس الحرارت ۶۵ درجہ ہے۔ صبح سوئے ہوئے
بلدہ سے ایک غلامی باورچی آیا۔ سارا ہے بارہ کو برک فاسٹ ہوا۔ اور کچھ سا
از قسم جو ابرو وغیرہ فروخت کیلئے ایک مارسی لایا تھا۔ بعد ملاحظہ میں تین چار سو
کا اسباب خرید گیا۔ سارا ہے ۵ کو پولو دیکھنے گیا۔ گورنر ٹیم و باگھاہیم کل رہا
تھا تھوڑی دیر ہم وہاں ٹھہرے اسی عرصہ میں نواب وقار الاہر بابا و برہی

لائے چہ بجے دس منٹ پر ملک ہٹل کو گئے۔ پوسٹ نے، کو مکان پہنچنے
 میں نے جلد تبدیل لباس کیا اور لیوی دس میں گورنر ہوس کو ڈنر کی دعوت دی
 گئی اور ڈاکٹر صاحب بعد غذا سے شام ہسبجہ بال کی دعوت پر شریک ہوئے
 ساڑھے بارہ بجے شب کو واپس آیا ڈنر کے میز پر کوئی لیڈی نہ تھی قریب
 سوا سم کے سب مرد تھے میں گورنر صاحب کے مقابل کے کرسی پر بیٹھا۔ نواب
 وٹارا لادرا بہادر اور راجہ ورنیا گرم۔ اور راجہ پدا کوٹہ اور میرے سوا سنے دوسرے
 کوئی نیشنل دعوت نہ تھا۔ بال میں ۳ حصہ لیڈیاں اور ایک حصہ منٹلین تھے۔ گورنر
 سے اور مجھے میز پر بیت ہمکلا می رہی اور بوقت مراجعت پہنچی فرمایا کہ میں
 بوجہ کم فرستی باز دید نکسکار پر سون ضرور آؤنگا اور اسکی اطلاع آپ کو ہو جائیگی
 بلجے شب کے بدلے سے بڑے بھائی کا تار آیا کہ اگر تین کمرے خالی ہوں تو میں
 ہی ننگری کو آتا ہوں۔ کل صبح جواب جائے گا۔

آج بھی کافی کامیاب دیکھتا رہا چونکہ کافی کی کاشت اور اسکی تجارت نہایت
 سود مند ہے اور اسکا بیان بڑا ہی دل چسپ ہے لہذا میں اپنے ممولون
 کے آگے کے لئے بطور غلامہ تاریخ کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

قہوہ کی تاریخ

معلوم ہوتا ہے کہ قہوہ کی بنیاد ابی سینا کے کوہستانی ملک نامدیا اور

کفایں ہوئی جہان سے سولہویں صدی میں عرب آئے اور سترہویں صدی میں
لنگھا اور میسور میں اور سترہویں صدی میں جزیرہ مارشیس اور بورن میں اور سترہویں
بٹاویا میں اور بعد ازاں جزائر وسٹ انڈیز میں۔ کاشتکاری کا شغل شروع ہوئی۔
عبدالقادیر محمد الانطری النجیری البنبلی جنہوں نے مصر میں قریب سترہویں صدی کے
ایک کتاب لکھی بیان کرتے ہیں کہ پندرہویں صدی کے وسط میں جمال الدین ابو
عبداللہ محمد بن سید الدوبانی عدن کے قاضی تھے۔ اتفاق سے انکا بی سینیٹا
جانا ہوا جہاں کے لوگوں کو قہوہ پیتے ہوئے دیکھا۔ بوقت واپسی وہ قہوہ کے
چند ذرت ہمراہ لیتے آئے اور انہوں نے تمام عرب میں اسکی اشاعت کی۔

شیخ علی شاد ولی بن عمر نے سترہویں صدی کے قریب میدان موخا میں
سکونت اختیار کی۔ انکی شہرت اسقدر جلد پہلی کہ قرب جوار کے لوگ وہیں آکر
آباد ہونے لگے اور رفتہ رفتہ ایک گاؤں آباد ہو گیا انہوں نے وہاں کے لوگوں کو
قہوہ کے استعمال کی بہت تاکید کی تھی جو بعد وفات کے انکے متبعین نے وہیں
انکا نہایت عمدہ مقبرہ بنایا۔

ٹریورنیر اپنے کتاب "ملکشن آف سیول لیشن" میں لکھتا ہے کہ ہندوستان
اور ایران میں قہوہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ لاند کے تجاروں نے ہرمز سے لے کر
اور تار میں اور بلبار ایسے کالدا۔ عرب۔ ماورالنہر اور دیگر صوبجات ترکی میں
پہنچایا۔ اسکو پہلے پہل ایک فقیر گوشہ نشین پیچشمولی نے ظاہر کیا جسکے پہلے کسیکو
علوم نہ تھا۔

تقریباً اسی زمانہ میں جبکہ قہوہ کا حال بولوں کو معلوم ہوا تو دین اور کسے
 پودہ لگائے گئے۔ ایک حاجی بابا بوند نامی نے عرب سے لاکر بیان
 پہلایا۔ انہوں نے پہاڑی پر ایک کالج اسکے متعلق تیار کیا اور وہیں تمام نشت
 ہوئی۔ یہہ کالج اب تک انکے نام سے مشہور ہے وہ اپنے ہمراہ صرف سات خدمت
 لانے میں حکمی ترقی اس قدر ہوئی تہی کہ انسانی ہاتھوں سے ترقی اور غربت کسی
 شے کا ممکن ہو سکتی ہے۔ مارچ۔ اپریل اور مئی میں قہوہ کے خوبصورت اور
 خوشبودار پھول ہوتے ہیں اور پہل نومبر ڈسمبر جنوری میں ہوتا ہے۔ اسکے
 پھل میں نہایت خوشگوار عرق ہوتا ہے اور بہونے کے بعد نہایت عمدہ غذا ہو
 جاتی ہے جسکو چار کو کو ادیغہ کے طرح بہت شوق سے لوگ پیتے ہیں اور
 تمام یورپ ایشیا۔ افریقہ امریکہ میں علاوہ چار کو کو ادیغہ منشی عرقون
 میں ہی کافی کو ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اسکے نباتاتی خاصیت میں باہم
 کچھ فرق ہو اور باہم اقسام ہی کچھ مختلف ہوں مگر خوشبو میں قریب قریب
 سب اقسام برابر ہیں اور یہہ عمدہ قیمتی جزو ضرور قائم رہتا ہے۔

عرب میں اکثر تہیوں اور جملکون کو حبس اندہ اور جوٹانڈہ کرتے ہیں اور بعض
 اوقات اکیلے جملکون کو۔ کسین کا بیان ہے کہ نفع قہوہ پہلے عرب میں شراب
 انگوری کا مترادف تھا۔ اور ڈاکٹر شارٹ اپنے کتاب میںڈبک تو کافی پینک
 میں کہتے ہیں کہ وائین اور اسپرٹ قہوہ کے تازہ گو وہ اور نیز اسکے خشک
 چمکے سے بناتے رہتے۔

سیرن قہوہ - اس قسم قہوہ کی پتیان اور پیل بڑے ہوتے ہیں اور عرب کے قہوہ سے زیادہ خوشبو بھی ہوتی ہے اور پیداوار بھی نسبتاً زیادہ ہے بعض وقت خیال کیا گیا ہے کہ اس میں ہیلیا کی بیماری ہوگی جو اور پتیوں میں لگ جاتی ہے کیونکہ اسکی جتون میں اس قسم کی بو ہوتی ہے کہ وہ عارضہ نہیں ہونے پاتا۔

افغانستان میں جعفر قہوہ لگا اور دیگر گرنیزی مقبوضات خواہ برازیل وسطی امریکہ اور دیگر مقامات سے لیا ہے اور اسکی تفصیل حسب ذیل ہے

سنہ	وزن ہندریٹ	قیمت
۱۸۷۷	۱۶۰۹۷۱۷	۷۷۸۸۰۱۲ پونڈ
۱۸۷۸	۱۲۷۳۴۱۰	۶۰۱۲۹۷۷
۱۸۷۹	۱۶۱۷۳۸۹	۷۲۴۷۵۶۸
۱۸۸۰	۱۵۵۵۹۳۹	۷۰۶۲۰۱۶

سیرن قہوہ ایسی بندیوں پر ہوتی ہے جہاں عربی قہوہ نہیں ہو سکتی سیرن کے آخر میں لنگامین پانڈو ایکٹر زمین میں سیرن قہوہ لگایا گیا تھا اور سنہ ۱۸۷۷ کے آخر میں ۳ ہزار سے دس ہزار ایکٹر تک تخمینہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان پتیوں کو وہ خاص ضرورت لگے رہے مگر نرتی اور پیداوار میں زیادہ نقصان نہیں پڑا۔ لندن کے لوگ ان پتیوں کو زیادہ پسند نہیں کرتے مگر امریکہ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔

کاشت قہوہ

اگرچہ قہوہ کی کاشت ہندوستان میں بہت تھوڑے دنوں سے ہو رہی ہے مگر اس منفعت بخش محسن کے جانب بہت سے لوگوں کی کشش و رغبت ہو گئی ہے اسکے کاشت میں خرچ بہت ہوا ہے اور لنگا اور جنوبی ہندوستان میں نقصان بہت کچھ آیا اور بعض حالتوں میں تو کاشتکاروں کی بالکل تباہی ہو گئی۔ اور گھنٹیں بے انتہا فائدہ ہی ہوا۔

گورنمنٹ وچ اپنے مقبوضات ہند میں قہوہ کی کاشت سرکاری طور سے کراتی تھی اور کوئی دوسرا شخص قہوہ بونے کا مجاز نہ تھا اور جا دا سے یہاں بہت قہوہ پہنچا کرتا تھا مگر آخر کو معلوم ہوا کہ قہوہ کی سونو پولی و مخصوص سرکار میں کاشت (گورنمنٹ کیلئے کچھ مفید نہیں۔

برٹش انڈیا میں قہوہ کی کاشت مغربی گھاٹ سے چوٹی اور اسکے ڈھالو مقامات پر یعنی سرحدِ مہاراشٹر سے لیکر اس کنارے کے جنوب تک ہوتی ہے علاوہ برہمن کورگ۔ ٹراونکور۔ وینا وینلگری۔ اور شیوری پٹاری اور مینی پٹاری پر ہی ہوتی ہے۔ میجر بیون نے ۱۸۲۲ء میں وینا دین قہوہ ایک عجیب شے سمجھ کر بویا۔ مشکوین نے کچھ دنوں کے بعد میور میں اسکا ایک باغیچہ تیار کیا۔ اور مشر گلپس نے ۱۸۲۳ء میں منوٹوڈی میں ایک باغیچہ بنایا۔ اور ۱۸۲۴ء میں قہوہ بلگام میں اچھی طرح ہونے لگا۔

اوس زمانہ سے قہوہ کی خوب ترقی ہوئی اور ۱۸۲۵ء میں کوچین۔ ٹراونکور

میسور۔ اضلاع مدراس کوہر و کا واقع بنگال میں ۱۶۲۹ء ایگر میں
 بین کاشت قبو ہوی انین سے ۱۶۲۸ء۔ ایگر میں اس وقت تک کمزور پودے
 سٹے ہیں نہ اعت میں ہر سال ترقی ہوتی رہی اور یورپ کے ملکوں کو روز
 افزون ترقی کے ساتھ قبوہ روانہ ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۸۵۰ء میں ۹۴۹۹
 ہنڈرڈ ویٹ قیسوں ۱۰۵۹ پونڈ کی روانہ ہوئی اور ترقی کرتے کرتے ۱۸۹۹ء
 میں ۳۶۱۰۳۷ ہنڈرڈ ویٹ قیسوں ۱۶۳۳۰۳۲ پونڈ کی روانہ ہوئی۔

لنگا

پرنکالیوں کے آئینکے پتیر عربوں نے لنگا میں قبوہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن
 باشندگان لنگا اسکی نرم پتیوں کو چکا کر بطور بھاجی کے کھاتے اور اسکی خوشبو
 کو خوشن چیلی کے پھول کے ہوتی ہے دیولون میں استعمال کرتے تھے۔ ڈچوں
 نے ۱۸۱۷ء میں قبوہ کے پودوں کو بٹا دیا لیکن اور اس وقت انہوں نے
 خود لنگا میں بھی اسکی کاشت شروع کر دی لیکن ۱۸۱۷ء میں بند کر دی گئی
 اسکی ذراعت عام طور سے لوگ کرتے رہے۔ جب انگریزوں کا قبضہ ہوا
 تو مسلمان اسکو دیکھ کر جمع کر کے لگائے اور کو لمبو میں لاتے اور معاوضہ
 چھوڑی۔ چاقو۔ روئی وغیرہ کے دیکھاتے۔

چڑیوں اور شخالوں کے ذریعہ سے قبوہ کی اشاعت تمام ملک میں بہت
 ہوئی۔ ۱۸۲۱ء سے قبوہ کی روانگی انگلستان میں روز بروز ترقی ہوتی رہی
 مگر یہ قبوہ وہاں کے باشندے بہت سارے پروائی سے جمع کرتے۔ اسکی

پہلی عمدہ طور سے تیار نہ کئے جاتے۔ اور ہر قسم کے قہوہ سے یہاں کا منبر گنہگار
 تھا۔ ۱۸۳۱ء میں دہان کے گورنر سر ایڈورڈ بارنس نے پہلے مرتبہ زیادہ
 ہوشیاری اور احتیاط سے تیار کرایا اور چونکہ نتیجہ نہایت کامیابی سے
 ہوا اس لئے اور لوگوں کے اپنے جنگلون اور فائدہ اراضیات میں اسکی
 کاشت کا شوق پیدا ہوا۔ ۱۸۳۲ء میں سات ہزار ایکڑ زمین سرکاری خریدی
 گئی اور کچھ صاف کر کے کاشت کی گئی۔ ۱۸۳۳ء میں ۶۰۳۳ ہزاریت قہوہ پیدا
 ہوئی۔ ۱۸۳۴ء پیمائش گریا پاڑ پر ایک چوٹا باغیچہ لگایا گیا۔ ۱۸۳۵ء میں پچاس
 باغیچے ہو گئے جن میں ایک بدرجہ اوسط دوسوا ایکڑ کے تھے اور اسی ہزار ہزاریت
 قہوہ نکلتی تھی۔ آخر ۱۸۳۵ء میں پچاس ہزار ایکڑ زمین کاشت تھی خرب مجموعی
 پچاس لاکھ پونڈ ہوا۔ ۱۸۳۵ء میں ۱۵۰۰۰۰ سے ۱۸۳۵ء میں ۳۰۰۰۰۰
 قہوہ کی ترقی ہوئی ۱۸۳۵ء فیصدی ہوئی اور ۱۸۳۵ء باغیچے سے لیکر ۱۸۳۵ء باغیچے
 اور پیداوار ۱۸۳۵ء سے لیکر ۱۸۳۵ء ہزاریت ہوئی۔

۱۸۳۵ء میں سکاکے ۱۸۳۵ء ضلع میں کاشتکاری قہوہ کی تھی اور زمین مزروعہ
 مجموعی ۴۸۱۵۲۹ - ایکڑ ہی۔
 لنگھامین قہوہ کی کاشت میں نقصان ہوا کیونکہ شروع کے کاشتکاروں نے
 اس جایدا حاصل کرنے کیلئے بہت قیمت دی۔ جسکے وہ جایدا دین بجا
 خاصیت اراضی کے مستحق نہ تھیں۔ چنانچہ ۱۸۳۵ء کی فصل میں بالکل ٹوٹا
 آیا اور ۱۸۳۵ء میں بہت کم فصل ہوئی کیونکہ اسی سال سے پتیوں میں عارضہ

شروع ہوا۔ اٹھ سے اٹھ تک سالانہ پیداوار ۷۷۵۹۰، ہنریٹ بدرجہ
اوسط لٹکا سے روانہ ہوئی ۱۹۷۷ میں ۷۷۷۷۷، ہنریٹ اور شیشہ ۸۸، ایک
سالانہ پیداوار ۷۵۸۵۷۷ ہوئی جب سے اس قسم کے خراب نتائج پیدا ہوئے
تو لوگوں کا خیال ادھر سے پھر کر کوکوا۔ سکونا۔ اور چارکی طرف رجوع ہوا۔

عرب

قبوہ کی کاشت خاصکرا طرف میں اور اضلاع عدن اور موغابین ہوتی ہے۔
اگرچہ عرب کے میدانوں میں سخت حرارت ہوتی ہے مگر بہاروں پر اعتدالی
موسم رہتا ہے اور قبوہ کی کاشت پیاروں کے نصف بندی پر ہوتی ہے۔
جب قبوہ کی کاشت میدان میں کی جاتی ہے تو محافظت کے لیے بڑے بڑے درخت
لگاتے ہیں جس سے دھوپ کی سختی رگمی رہتی ہے اور پہل قبل از وقت خشک
ہوئے پاتی۔ سال میں تین بار فصل کی درو ہوتی ہے زیادہ مقدار میں
ہینے میں ہوتی ہے جبکہ کاشتکار درختوں کے نیچے کپڑا بچھا دیتے ہیں اور شاخوں
زور سے ہلا کر پھلون کو گرا لیتے ہیں اور بور بار خشک کرتے ہیں بعدہ ایک دزنی
میلن سے اوسکو دور کرتے ہیں اسکے بعد اندر کی گری اسہی دھوپ میں خشک کرتے
ہیں قبل اسکے کہ ذخیرہ میں جمع کجائے خاص مقامان پیداوار قبوہ بنجر سیلہ
تزیادہ وغیرہ ہیں سب سے نزدیک موقع عدن سے ۷۷ میل پر ہے۔ گردوار کے
اضلاع سے بازار منغابین ماہ جنوری اور دسمبر میں قبوہ پہنچتا ہے۔ قبوہ کے
اقسام کم کی ہوتی ہیں مگر شہرزی سب سے افضل ہے۔

صفا سے نصف یوم کے راستہ پر قہوہ کی کاشت ہوتی ہے عرب میں قہوہ کی کاشت اکثر دامن کوہ - وادی اور دوسرے سایہ دار مقاموں میں ہوتی ہے جہاں کہ بلندی سے پانی بہہ کر آتا ہے اور چاروں طرف اس طرح سنگین دیوار اٹھائی جاتی ہے کہ مسافر کو نور سے کبلی ہوئی چھتین معلوم ہوتی ہیں۔ ان پودھوں کو نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے گو بہت پانی نہ برے۔ جہاں کوئی چشمہ نہ ہو ان باغیچہ نہایت لطف انگیز معلوم ہوتا ہے مگر پودھوں کیلئے پانی کی مقدار زیادہ چاہئے تاکہ اچھی طرح سے پھلون میں ترقی ہو۔ مشرقی ملکوں کا بیان ہے کہ نہایت عمدہ قہوہ میں کاموتا ہے لیکن دو تہائی تو عرب اور شام اور یمن میں صرف ہو جاتا ہے باقی تہائی حصہ یورپ پہنچ کر ترکون اور افریقہ کے مصرف میں آتا ہے گول سبزی سبزی یا لیل ہویری رنگ کی پھلیاں سب سے افضل سمجھی جاتی ہیں۔

نیپہر کا بیان ہے کہ عربوں نے قہوہ کو ابی سینیا سے لاکر یمن میں لگایا جہاں سے لائے اور جہاں لگایا وہ دونوں ملک بہت کچھ آپس میں ملتے ہیں۔ انہوں نے عرب میں لاکر برسوں اور صدیوں پہاڑوں کے صحت بخش مقاموں پر لگایا جہاں اکثر بارش ہوتی تھی اور تالاب اور چشمے بھرے ہوئے تھے۔

لنگکا

لنگا میں قہوہ کی کاشت سمندر کے سطح کے برابر ہی ہوتی ہے اور دو ہزار فٹ مرتفع مقام پر بھی کئے جاتی ہے۔ پودہ اپنی نوجوانی میں نہایت دلغوب

معلوم ہوتے ہیں۔ کافی سکے درخت بہت جلد بالغ ہو جاتے اور پہل کثرت لاتے ہیں مگر پھلیاں ہلکی اور ادنی ہوتی ہیں لکھائیں قہوہ کے عمدہ باغات ... ہزار ہزار سے ۴۵۰۰ فٹ بلندی تک ہوتے ہیں جہاں عموماً آٹھ سو سالانہ بارش ہوتی ہے اور ۱۵ دگری سے ۲۰ دگری تک مقیاس لحرارت رہتا ہے۔ تین ہزار فٹ سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک نہایت عمدہ خوشبودار پھلیاں ہوتی ہیں جس قدر بلندی پر شبنم کو نیچے کاشت ہوگی اسی قدر افضلیت پھلیوں میں ہوگی اگرچہ مقدار کم ہو جائیگی کاٹنے کے باغیچوں میں نہایت عمدہ پیداوار قہوہ ہوتی ہے جہاں کی حرارت ۷۷ سے لیکر ۶۶ درجہ تک رہتی ہے ان بلند مقاموں سے قہوہ کی پھلیاں کو لمبو کو آتی ہیں۔ جہاں سخت موسم ہونے سے خوب سکھاتی جاتی ہیں جنوبی مقام کے وسیع اراضی میں قہوہ کی کاشت میں بہت نافع ہوا کیونکہ پہلے تو موافق موسم کے ہونے سے پودہوں کو قوت ہوجی لیکن بعد کو موسم میں خرابی آجانے سے پودہ سے رفتہ رفتہ بالکل کمزور ہو گئے۔ خاص کاشت نو ہزار اور اکتوبر میں ہوتی ہے اور دوسرے بار کی مقدار ماہ مئی میں۔

لکھائیں عمدہ اراضی قابل کاشت کی قیمت فی ایکڑ آٹھ پونڈ سے لیکر ۲۰ پونڈ تک ہوئی اور ۲ پونڈ سے لیکر ۲ پونڈ تک فی ایکڑ خرید شدہ اراضی میں تیاری باغ تیر مکان شکر راہ وغیرہ میں خرچ ہوتے ہیں۔ تخم کاری کیلئے زمین عمدہ قسم کے دو فٹ عمیق ہو کیونکہ قہوہ کی جڑیں دو رتک پہنچتی ہیں اور تخم نصف فٹ کے فاصلہ پر بوسے جائیں۔ اگر زمین خشک ہو جائے تو سبب شادمان سے

ڈھاپ کر رات دن دہانی دینا چاہیے۔ اگر بارش عرصہ تک متواتر نہ ہوگی تو عجب
بنین کہ زمین کے اندر تخم سڑ جائیں گی اور گرمی کے لحاظ سے چھ ہفتہ سے
لیکرتین ماہ تک تخم اگنے کے لئے ضرور بین اور بعدہ چار ماہ کے بعد درختوں کا
نقل مقام کیا جائے۔

سیلون میں کام کر نیوالے جنکی تعداد ۲ لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس
کے جنوبی مقامات سے مئی اور اکتوبر میں آتے اور جنوری اور اپریل میں
واپس جاتے ہیں۔ نشیبی باشندگان جزیرہ اس کام کیلئے ناکافی
اور ناقابل ہیں۔

۱۸۶۶ء سے ۱۹۰۶ء تک شمال کے مزدوروں نے ۳ لاکھ ۸۵ ہزار سے
لیکچار لاکھ پونڈ تک پچایا یا اپنے وطنوں کو بھیجا ہو گا مگر حیان اس قدر مالی
فائدہ ہے وہاں جان کا بھی بڑا خطرہ ہے اس آہستہ برس میں ستر ہزار
مئی ملا باری مر گئے۔

جنوبی ہند

جنوبی ہندوستان میں قہوہ کی کاشتکاری ۳۵۰۰ فٹ بلندی سے لیکر
۴۰۰۰ فٹ تک ہوتی ہے۔ کینین نے پہلے پہل کامیابی سے قہوہ کی کاشت
کی اور "کینینس سوڈ" اور "کی قہوہ" کا نام شہور ہوا یہاں کی پہلیون کے ریشون
کی باہمی پسیدگی اور زیادتی کی خوشبو زیادہ شہور ہے۔ ۱۸۷۰ء سے اہل
یورپ اس کے زراعت کے باعث اہل ہند اور بہت جلد کینین کی قہوہ

تمام شہرت پذیر ہو گئی پانچ ۴ شلنگ فی ہنریٹ سے لیکر ۱۱ شلنگ فی ہنریٹ قیمت پہنچی اور دہائی لوگوں کی قبوہ بجائے فی من ایک روپیہ کے حصہ دار تھے روپیہ فی من قیمت ہو گئی (ایک من ۲۸ پونڈ یعنی چودہ سیر کا) پہلا باغ بودن بابا کے ہاڑی پر لگا یا گیا بعدہ منظور آباد میں۔

اس امر کی بھی کوشش کی گئی کہ میدانون میں پودے لگائے جائیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔

۱۱۲-۱۱۳ پونڈ فی ایکر بکنے لگے۔ اسی طرح جس قدر پورائے بنی ہوئی ہی قیمت میں ترقی تھی اور قبوہ ۵ شلنگ سے ۴ شلنگ فی ہنریٹ قیمت تھی۔ اسی زمانہ سے کاشتکاروں کو شک پیدا ہوا اور بعض اصلااح میں نتیجہ نہایت تباہ کن ہوا۔

کرگ میں قبوہ کے دشمنوں نے (کیٹرے) گھونس چوسے۔ سرمایہ کی کمی مالک کی عدم توجہی (زور شور سے حملہ کیا اور اگرچہ مزدوری ارزان غلام لائے سڑک پختہ موجود لیکن ۱۱۲ پونڈ فی ایکر یا غنچہ تا قابل فروخت تھا مگر ۱۱۲ پونڈ فی من ۵ شلنگ میں ۷۸۱۷-۱۱۲ پونڈ فی من ۲۱ روپیہ کو فروخت ہوئی۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ایک ایک جھل واقع نیک گری سے کل اخراجات دو سو روپیہ میں تیار ہو چکا ایک عرصہ کا سکونت چار ہزار میں تیار ہو گا اور گری ٹکانے۔ کل رکھنے اور گودام بنانے میں چار ہزار اور جس طرح ہونگے غرض کہ سو ایک زمین کی تیاری میں تیس ہزار کا خرچ

تختہ کیا گیا ہے۔

زمین

جنوبی ہندوستان (برٹش انڈیا) کی زمین باغ بنانے کے لیے عمدہ کہی جاتی ہے۔
موقع مرتفع اور سیلاب اور ہوائی طوفان سے محفوظ ہے جس واسطے پہاڑ
میں اسکے کہیت ہوں اور ان پر سایہ ہو وہ ہر موسم میں فائدہ مند ثابت
ہوے اور جہاں ہمیشہ دھوپ رہتی ہو اس کے پھل یاں قبل از وقت پک جاتی ہیں
کو رگ میں قبوہ اچھی ہوتی ہے۔ دستور ہے کہ جہاں خفیف حرارت اور نمی
ہوتی ہے وہاں قبوہ کی خوب پیداوار ہوتی ہے۔ کو رگ میں چھ مہینے خوب
بارش ہوتی ہے اور بقیہ ایام میں خوب تیز دھوپ۔ پہاڑی ملکوں میں
مٹی کو بھانے سے روک رکھنے کی ہی آب و ہوا قبوہ کیلئے موزوں ہے۔

ختم ریزی

جو تخم کہ ختم ریزی کے لیے علیحدہ رکھے جائیں مناسب ہے کہ ان کو جلد تر کام
میں لانا چاہیے کیونکہ بہت جلد اون میں سے اُگنے کی قوت زایل ہو جاتی ہے۔
کم عمر ونٹھی کے تخم میں وہ اوصاف نہیں ہوتے جو چار یا پانچ سالہ ونٹھے کے
تخم میں ہوتے ہی صاف عمدہ اور بعض جراثیم سے پاک پھلیوں کو زری
میں بونا چاہیے خود وہ عمدہ کہا د والی زمین ہو یا کوئی سایہ دار طرف ہو
فاصلہ ایک سقول درجہ تک ہو کیونکہ تا وقتیکہ وہ کچھ بڑھی نہیں دین
رہیگی۔ سایہ مہینے کے بعد زری (میرق) سے بود ہے نکالے جاسکتے ہیں

ایک بوشل مین دس نہر پود ہے ایک ایک زمین مین ہونگے۔ تہوہ کے پودہ
 قطار در قطار چھ چھ خواہ آہٹہ آہٹہ فٹ کے فاصلہ پر (۲۰) انچ عمیق اور ۸ انچ دو
 کے سوراخون مین لگانا چاہیئے۔ پتیون کو اس طرح کاٹنا چاہیئے کہ ہر شلخ پر
 دھوپ پونچے تیسرے چوتھے سال مین عموماً درخت تیار ہو جاتے ہن۔
 فہوہ کے درخت اگر بڑھنے پائین تو ہ افٹ تک بلند ہوتے ہن مگر پہل توڑیکے
 لیئے اسکو بڑھنے نہین دیتے اور صرف اس آسانی کے لیئے اسکو تین ساڑھے
 تین فٹ تک جانے دیتے ہن اس سے پیداوار مین کمی ہوتی ہے کم سے
 کم ۲۰ فیصدی کا نقصان ہے۔ اگر کوئی شلخ نکلی تو توڑ دانا چاہیئے کبھی زیادہ
 شاخون کا کاٹنا نہین چاہیئے۔ درختون کو حرارت آفتاب سے محفوظ رکھن
 ایسا نہو کہ جل جائین اور ایلئے سایہ کے قرب مین باغیچہ بہتر ہے اور
 اس طرح کہا دنانے سے مٹی کو محفوظ رکھنا چاہیئے جس عمر تک فہوہ کی درخت
 پونچتے ہن اسکی اتبک کامل طور پر تحقیق نہین ہوئی۔ لکھا۔ دیناد۔ مسور۔
 وغیرہ مین ویسی کاشت کار فہوہ ایسے درختون کو بکثرت پاتے ہن جسکی
 صحیح تعداد عمر معلوم نہین اور جو کئی پشتون سے برابر چلے آتے ہن۔

پھل

پہول پہولنے سے پہل لگنے تک آہٹہ نوہینے کا سبق ہوتا ہے سنبر پتیون
 پر سفید پہول نزدیک اور دور سے نہایت دل فریب معلوم ہوتا ہے پہولون
 کی عمر صرف یکروزہ ہے۔ ادھی اچھ کا پہل دہنٹی کے جڑ مین لگتا ہے جب

پورا بڑھ جاتا ہے تب ہی سبز ہی رہتا ہے اور پچھلے ایک ماہ پہلے زرد ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے سایہ پہنچانے سے مثل یا قوت کے آخر میں سرخ ہو جاتا ہے۔ آخری وقت میں تراوت زیادہ چاہیے۔ جب مثل خون کے سرخ ہو جائے تب بالکل ختم سمجھنا چاہیے۔ پکنے کے بعد فوراً توڑ لینا چاہیے۔

سیلون کی قہوہ

بازاروں میں سیلون کی قہوہ کو دھوئی ہوئی قہوہ کہتے ہیں موخہ کی قہوہ کو چھلکے دار کہتے ہیں اور یہ عمدہ و افضل ہوتی ہے۔

موخہ کی قہوہ

اسکی کاشت بہت مختصر سطح کھیتوں میں ہوتی ہے اور جب تک پہل خود پک کر گر نہ جائیں یا گراے نہ جائیں درخت ہی میں لگے رہتے ہیں۔ آب و ہوائے ملک عرب کے اقتضا سے اندر کا شیر سخت ہو جاتا ہے اور ماہہ سے اسکی کل اجزا علیحدہ کرتے ہیں۔

لنکا کی قہوہ

جب ہیلیان باغیچہ سے ذخیرہ ملانی جاتی ہیں تو گودہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ تانبے کے ایک ہیلن سے جسکو پبلیر کہتے ہیں ہیلیان دبائی جاتی ہیں کہ اوپر چھلکا علیحدہ کرتا ہے اور اندر کی گری دیکر نکلتی رہتی ہے۔ گودہ کے ساتھ بیج ہی نکل جاتا ہے جسکو ایک حوض میں لیجا کر پیر دھوتے ہیں اور اس طرح بیج جو عمدہ ہوتے ہیں وہ پانی کے اند بیٹھ جاتے ہیں اور صاف آب اتر آتے ہیں

اسکے بعد وہ چ تین روز تک دھوپ میں سکھلائے جاتے ہیں۔ سیلون سرد مقاموں میں قہوہ کی درستگی کا کام اچھی طرح نہیں ہوتا اسلئے کو لمبو میں پہنچا کر اور خاص کلون کے ذریعہ سے غیر ضروری اخراج علیحدہ کئے جاتے ہیں اور اسکے بعد وہ جہازوں پر روانہ کئے جاتے ہیں۔

تجارت کی نظر سے قہوہ کی غرت بلحاظ اسکے جامت شکل رنگ اور خوشبو کی ہوتی ہے۔ علاوہ چکنے کے جو ضروری ہے بشرطیکہ ممکن ہو ایک اور عمدہ ذریعہ اسکے شناخت کا یہ ہے کہ تازہ پس ہوئی قہوہ میں خوشبو خوب آتی ہے۔ عمدہ قسم کے قہوہ پینے کے بعد مجموعی نظر میں سیاہ معلوم ہوتی ہے۔ بعض قسم کے پھلین جب بہونی جاتی ہیں تو بھنبہ اونکا موٹا اور سخت پوست قائم رہتا ہے۔ خاص کر مسور کے قہوہ میں۔ برخلاف اسکے موخہ کی قہوہ جب بہونی جاتی ہے کہر کہری اور مختلف الالوان ہو جاتی ہے۔

ابی سینیا کی قہوہ ہی افضل ہوتی ہے مگر میں کے قہوہ سے اوسکا نمبر ادنیٰ ہے اوسکے بعد ہندوستانی قہوہ کا نمبر ہے عرب میں قہوہ کو اچھا گڑا ہی میں ہونٹے میں جب تک کہ کرکری اور سبز ہو جائے اور دھوا پیدا ہو۔ بعد نہایت ہوشیاری سے قبل اسکے کہ اوس میں سیاہی آئے یا جلجلائے آگ پر سے اتار لیتے ہیں اور کانچ کے برتن میں سرد کر لیتے ہیں۔ بعد گرم پانی میں ڈالکر ابالنے کی حالت میں متواتر ایک لکڑی

حرکت دیتے رہتے ہیں) ہاؤن دستہ سے چورچور کرتے ہیں اب اسے
وقت زعفران اور دوسرے خوشبودار چیز ڈالتے ہیں بعد چھان
لیتے ہیں۔

کھاد

جن باغیچوں میں خوب کھاد دی گئی ہو اسکی سرسبزی کی دھوم بھی خوب
رہی ہو مٹی سے اچھی اور مفید کام کھاد کا لیا جاتا ہے۔ درختوں کی پٹیاں
جو زمین پر گرین ہوں اور مقامی گھاس سے عمدہ کھاد ہوتی ہے گائے کا گوبر
کھاد کیلئے سب سے زیادہ مفید ہے۔ گو وہ بھی اوسمیں داخل کر دینا چاہیے
لیکن بوسیدہ لکڑی تہی وغیرہ سے علیحدہ رکھنا چاہیے کیونکہ قبوہ کے
دشمن بوسیدہ کھاد میں پیدا ہوتے ہیں۔ تمام باغیچہ میں ایک مرتبہ کھاد
پھونچانی کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ تھڑے تھڑے کر کے ہر دوسرے
تیسرے سال کھاد پھونچنا چاہئے ایک مرتبہ سیلون کے ایک باغیچہ میں بے
انتہا سب سے تمام و کمال خوب کھاد دی گئی ہو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ فی ایکڑ
۲۰ نمبر ویت قبو پیدا ہوئی

کھاد کے لئے ہڈیوں کا چوراگا گائے کا گوبر لکڑی کی راکھ نہایت
مفید ہیں اور آسانی سے ملتی ہیں۔

اگر اور چیزیں نملین تو جو نا وغیرہ بجائے انکے مستعمل ہو۔ ایک ڈاکٹر نے یہ
آزمائش کے لٹکا کے قبوہ کی نسبت لکھا ہے کہ قبوہ کی ایک ہزار پونڈ کھاد

مفصلہ ذیل اجزاء کے کیمیائی ترکیب پاتے ہیں۔ پوٹاش ۳۳ پونڈ چونا ۳۳ پونڈ میگنیشیا ۳ پونڈ۔ لوہا ۱۱ پونڈ سلفورک ایسڈ (تھک کنڈک) ۲ پونڈ کلورائن ۳ پونڈ کاربونک ایسڈ ۱۱ پونڈ فاسفورک ایسڈ ۱۱ پونڈ سلفٹ آف لائم اور کاربونٹ آف میگنیشیا اور فاسفورک ایسڈ کا دیکھنے کیلئے نہایت ضروری اجزاء بتلائی گئے۔

نفع و نقصان

جنوبی ہندوستان اور لنگھامین یورپین کو قہوہ کی کاشت خاص کر راضی کے خرید و فروخت میں بہت اچھا نفع حاصل ہوا۔ لیکن نقصان یہی ایسا عام اور زبردست ہوا کہ گورنمنٹ کے ملازم اور راضی خرید و فروخت کرنیوالوں کی کل جمع پونجی بالکل صاف ہو گئی چنانچہ ۱۸۱۲ء میں عام نقصان ہوا۔ قہوہ کی پیداوار میں موسم کے لحاظ سے بہت تبدیلی ہوئی جس کے سوا دھتوں کے مختلف اقسام و شمنوں کے زبردست حملہ سے عام تباہی ہو گئی۔ لنگھامین پہلا باغیچہ ۱۸۲۵ء میں باقاعدہ مرتب ہوا جس تک تباہ کن کیڑوں کی لشررت نہ تھی لیکن رفتہ رفتہ ترقی ہوتے ہوئے شکستہ میں وہ زور ہوا کہ عام کاشتکاران قہوہ میں عظیم تھلکہ ٹھکرایہ ڈالتا جس کی روپ میں ایسا ہی نہیں آلاؤ گویں کا فائدہ پہنچتا ہوا تھا ان کیڑوں کی عجیب و غریب حالت ہے جس درخت میں لگ جاتی ہیں پہرہاؤسکی ترقی بلکہ اوسکا وجود معدوم ہو جاتا ہے انکا عدم اور وجود ہی تعجب انگیز ہے کہی تو نہایت عجلت سے تمام باغیچہ میں پہلا ہوا دکھائی

دیتا ہے اور کبھی ہزاروں درختوں میں سے صرف ایک ہی پر ہے کسی باغیچہ میں بلکہ ایک ہی باغیچہ کے کسی ایک مقام پر سال سال بہر غایت اور دوسرے مقام میں بارہوں مہینہ موجود تحقیقات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی باغیچہ ایسا نہیں ہے جہاں ان مضر گیروں کا وجود نہ ہو بیش بہا یہ کھڑے چھوٹے مختلف الاجسام اور مختلف الالوان پتوں ہین - سفید - بھویرے - سیاہ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ قہوہ کا ایک اور سخت دشمن گہونس ہے یہ جانور پہلیاں نہیں کھاتے مگر چھال ایک انچہ تک نہایت صفائی اور صوری سے کھا جاتے ہیں اگر درخت کم عمر ہوتے ہیں کہ زسری سے نکال کر لگائے گئے ہوں تو وہ نیچے ہی نیچے درختوں کو کھود کر مسلم اپنے سوراخ میں لیجاتے ہیں باغیچوں میں ان گہونسوں کا ناہیشہ نہیں ہوتا بلکہ گاہ گاہ - لیکن لنگھان کوئی باغ ایسا نہیں ہے جہاں انکا قدم نہ آتا ہو۔ وہاں کے باشندوں کا بیان ہے کہ گہونس کی خاص غذا ایک پودا نیلوناچی ہے جب اوس میں کمی پڑتی ہے یا نہیں ملتا ہے قہوہ کی جانب توجہ کیجاتی ہے۔

دوسرے نقصان رسان جانور ایسے سخت اور مہلک نہیں ہیں گلہری پہلیوں کو کھاتی ہے مگر قہوہ چھوڑ کر گودہ ہضم کر جاتی ہے اس طرح شتال اور بندر گاہ گاہ تصرف کرتے ہیں ہرن بھی کبھی کبھی جنگل سے انگر پودہوں کی پنکینوں کو کھا جاتی ہے۔

ان نقصانات کا علاج مختلف طور سے کیا گیا اور اب تک بہت کم فائدہ ہوا منجہ بہت
 عاجون کو ایک یہ تھا کہ سرخ چوٹی دو ایک بہت سی لاجوری مکین مگر کجا علاج کے
 یہ نقصان ہوا کہ کہیتون کو اندر قابیون نے جانے سے انکا کرنا کیونکہ یہ مکین بہت زور
 کا مٹی تین بعد یہ تجویز ہوئی کہ ان کیڑوں کو جو پودھوں کے تنوں اور شاخوں میں لپٹے
 رہتے ہیں انہوں سے مل ڈالا کریں۔ گو اس سے بہت سے جانور خور امر جاتی ہیں مگر لاکھوں
 کا لکھا آسان نہ تھا اسلئے کامیابی کم ہوئی یہ دختون کے جڑوں میں روغن تارنگا یا گیا لگا دیا
 یہی خاطر خواہ فائدہ ہوا بعد یہ خیال ہوا کہ اعلیٰ درجہ کاشت میں شاید یہ جھک جانے
 نہ ہو چنچن مگر معلوم ہوا کہ جب تک کوئی ایسی تبدیلی نہ ہو جیسا طبعی اثر کہیتون پر پڑے کوئی
 فائدہ مرتب نہ ہوگا۔ پس کہنے ہوئے گرم اور ہوا اور کہیتون کی تجویز ہوئی جنہیں ہویٹل
 ایمر جو سخت ملک ہے مشکل سے زندہ رہے گا۔ یا اگر باغبانوں کی وسعت میں کمی کیجیے
 اور بجائے اس تفصیل کے اعلیٰ درجہ کے جن کا مشکاری سے کام لیا جاتا تو یقین ہو کہ یہ
 کثرت دشمنوں کی باقی نہیں رہی۔

احاطہ در اس میں قبوہ کے دختون میں لگایا گیا یہ جانور شاخوں میں چند سواری
 کرتے ہیں جس کا وجود معلوم ہو جاتا ہے مگر چند ہی روز کے بعد ناکھون کو ورون سواری
 نظر آتے ہیں اور سفوف مثل برادہ کے گرنا رہتا ہے۔ دختون کی پتیاں رفتہ رفتہ زردی
 پیل ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ مبرجہا کر پڑتی ہیں اور دخت خشک ہو جاتا ہے اگر نقصان
 سیکڑوں دختون تک محدود رہتا تو بیچارے کا شکار کسی نہ کسی طرح اس چھوٹے
 مگر خفاک دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے اور نقصان برداشت کر لیتے۔ مگر صد ایسی

مثالین موجود ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ ہزار باغیچے اس طرح تباہ ہو گئے۔
عرصہ دراز تک تو گھن کاہ لاج نہ ہو سکا مگر آخر کار معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے جس کے بچے نکلے ہیں
اور ان کی افزائش ہوتی ہے وہ بچے میں پیدائے جاتے ہیں۔ روشنی اور دھوپ زمی پر
پس قبوہ کی دھنوں کو دوسرے دھنوں کا سایہ پہنچایا گیا جس سے بہت عید اثر پہنچا۔

پتیون میں عارضہ

لنگامین پہلے پہل ۱۸۶۹ء میں اور جنوبی ہندوستان میں نشانی میں پتیون کا عارضہ دیکھا گیا
اس بیماری میں پہلے زرد داغ ہوتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس زرد داغ پر تاریکی
دنگ کی خاک پڑی رہتی ہے جو آسانی سے مل ڈالی جاسکتی ہے۔ یہ داغ رفتہ رفتہ بڑھتا چلا پتیون
میں ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پتیاں زمین پر گر پڑتی ہیں اور درخت بالکل بربت ہو جاتا ہے۔
موسم بہار میں پھر پتیاں پھوٹتی ہیں اور دھنوں کی ہر خات بہنیں مٹی۔ یہاں تک کہ فصلیں
پامال ہو جاتی ہیں۔ پس لنگامین ۲ لاکھ ہند روپیہ قیمتی دس لاکھ ۲۵ ہزار پونڈ کا
نقصان ہوتا ہے کہتے ہیں کہ یہی عارضہ جو دھنوں میں ہوتا ہے جھیرن کے گوشت اور
ریشے میں چھپک سی پیدا ہو جاتا ہے جو اسی قسم کے بیاریوں کے اسباب انسان اور دیگر ادنیٰ
حیوان میں ہوتے ہیں۔ ابھی تک ان ذرہ ناپود ہون کو دور کرنیکی کوئی ترکیب نہیں ملتی
جسکے تخم ناقابل فہم قلیل المقدار کے ہواؤں میں نہایت کثرت سے اڑتے ہیں اور دھنوں
کے پتیون پر پہنچ کر انکی غذا ہو جاتے اور بیماری پیدا کرتے ہیں۔ گندہک کو استعمال
کیس قدر فائدہ ہوتا ہے جو سیلون میں در استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں پہلے پتیون کے عارضے سے کچھ زیادہ اضطراب نہیں ہو لکین اب اسکی

ترقی برابر ہوتی رہی تو عظیم تہلکہ کا شکار دون میں پڑ گیا تقریباً سب کے سب متفق ہیں کہ بادر سے زیادہ مفید علاج جو بپائیسین پودے شروع شروع میں لگائے گئے تو امید لگتی تھی کہ دشمنوں کے کوکچہ خطرہ ہوگا مگر تجربہ سے پہلے امید غلط ثابت ہوئی ابکارگی کثرت سے پہلچا تا ہے اور بالاجہ غایب ہو جاتا ہے۔ اور اثر نہایت مضر ہو رہا ہے۔ محض پتیوں پر حملہ ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے شاخیں برہنہ ہائی جاتی ہیں اس عارضے سے درخت کی صحت و قوت پر حملہ نہیں ہوتا مگر جب پتیان جو پھلیوں پر سہ کئے رہتی ہیں گر جاتی ہیں پودہ آفتاب کی تپش سے رقتہ رقتہ مر جاتا ہے اور فصل خراب ہو جاتی ہے۔ سہ ماہی تک اس بیماری سے سیلون کے پودوں کو کم نقصان ہوا تھا وینا میں کوئی باغیچہ نہیں بچا مگر ٹراؤنکور کی ۲۵ باغیچوں میں صرف ایک میں تپ ہی کم اثر اس عارضہ کا ہوا۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ پوٹاش گنیسے شیا اور امونیا کے استعمال سے پتیوں کے اس عارضہ میں تخفیف ہو جاتی ہے اور تجربہ کیا گیا ہے چونکہ استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے بہت سے ماہرین علم نباتات مختلف دویہ تجویز کیا ہے۔ بیرن ملر کا بیان ہے کہ سہ ماہی میں لکھامین پتیوں کے عارضہ سے ۲۰ لاکھ پونڈ نقصان ہوا مگر حسب قید بچا کر ویسی اس دشمن کے پال و خربانہ ہو گئے وہ آفت کسی پر نہیں آئے جہاں تقریباً بالکل کاشت کاری ترک کر دی گئی مثلاً کہ پہلے دی کی شکاروں کا دگر وہ تھا ایک خواہشمند تھا کہ ذنیہ کی عمدت پر صرف اعلیٰ درجہ کی بکادری دوسرا اس امر کا مخالف لیکن متواتر تھا ہیون کے سبب بہت جلد زراعت کو نقصان پہنچنے پر ہوا لکھامین پلا عارضہ پتوں کا سہ ماہی میں معلوم ہوا سہ ماہی میں عام طور سے پگلیا پگلیا میں ۱۰ لاکھ ہندرویت قومہ انگلستان واندہوی مگر سہ ماہی میں ۹ لاکھ گئی تھی اوکھ بعد سے فی ایکڑ ہندو

پر کہیں نہیں ملی۔ بلکہ چوتھے برس فی ایک ۳ ہنڈ رو بیٹ ہو گیا۔

میتون مین بوسیدگی

کولاروگا ایک قدیم دشمن اور اق شجر جو میور کے قہوہ کی میتون مین پایا جاتا ہے یا مین مین اسکی زیادتی ہو جاتی ہے اور جس تپی پر اسکا اثر ہوتا ہے وہ سیاہ ہو جاتی ہے اور گر پڑتی ہے یہ اس کے بعد کل چلیاں ہی زمین پر رہتی ہے لیکن جو باقی رہے ہیں تو وہ پختہ ہو نیکے قبل ہوتا ہے کہ جانتے ہیں۔ آزمائش کرنے پر معلوم ہوا کہ میتون کے چمچی کی سطح سفید سفید ہو جاتی ہے بہ جاتی ہے مگر تھفیفہ طلب ہے کہ سیاہی جو میتون مین دوڑ جاتی ہے وہ ادسکا نتیجہ ہے جو کاسبب اس میں شکستین کہ اسی بوسیدگی کی وجہ سے کافی ابرسانی اور شاخوں کا پرتھار طرف سے ہوتا ہے۔

اسمب

ایک اور نقصان سان شبہ قہوہ کے باغیچوں میں ہوتی ہے جو کہ اسمب یعنی جڑ کے مین جب تک کہ کیا جاتا ہے تو ایک خاص قسم کی بوختی میں پھونکنا ہوتی ہے کہ اسکا شروع و راز کے بعد قہوہ دھونکو نقصان پہنچتا ہے اور یہ بوختی بظاہر معلوم اثر سے مہمنا شروع ہوتی ہے یہ عارضہ زیادہ تر کو رگ مین ہوتا ہے۔

ایک خبر قہوہ کی میتون کے دشمنوں کے ایک ہی ترکیب بتلائی اور آزمائش کرنے پر پوری اتوری کی پتلی بہت سے کٹے لیکر قوت دار خوردی کا شیشہ پر رکھا اور ایک قطرہ سوڈہ واٹر کا قطرہ ڈر دیا فوراً ان کی رٹوں نے علیحدہ اختیاری کی اور مر گئے ایسا کوئی عسرق در زمان قہوہ کیلئے مفید ہوگا

ایک گندہک استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔

اس سادے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ دیکھیں کہ شاید قوموں نے اپنے فرانت اور دنانی سے کہاں تک ان تمام سود مند کاشت اور تجارت میں ترقی کی ہے اور یوں قوم ترقی کرتی جاتی ہیں برخلاف اسکے ایک ہمارے قوم کی حالت ہے کہ اس طرح کے مفید اور نفع بخش کاموں کے لئے مطلقاً توجہ نہیں کرتے اگر کوئی شخص دل سوزی ہو قوم کی طرف توجہ ہو اور لکھے فائدہ کی کہے تو اس سے بھی جی چراتے ہیں کہ جن کاموں میں نفع عظیم ہو اس میں جان مال کا نقصان ہی ہوتا ہو مگر بہت اور غم خیز اور سوسے وغیرہ فکر سے تمامی قسم کے نقصانات کی تلافی ہوتی ہے ہمارے ملک میں دھن کوہ چند رنگی واقعہ پر گنہ امر آباد اور نیز بکھال اور ایٹور ناگارم وغیرہ غالباً کافی کے کاشت کے واسطے مفید ہوں اس نواح میں کہیں کہیں ساٹ (۱۰) شراپ تک بارش ہوتی ہے اور یہ مقامات سطح سمندر سے بہت اونچے ہیں اور یہاں بڑے بڑے اشجار بھی موجود ہیں اور جا بجا پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہے کچھ عجیب ہیں کہ ایسے مقامات میں کامیابی ہو بشرطیکہ عمدہ طریقہ سے امتحان کیا جائے ہمارے ملک میں اسوقت مولوی عبدالحی صاحب مددگار ہتم بند و بست خلع کہم کافی کے باغات دور اسکے کاشت کے حالات سے خوب آگاہ ہیں اور وہ اسوقت اپنی مقامات میں دورہ کر رہے ہیں جہاں کافی کی کاشت ہونا عین یقین سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اس کا کیا وجہ ہے کہ ہمارے لائق مددگار اس طرف توجہ نہیں فرماتے اور ایسے مفید کام کا ہونے سے عام کو اطلاع نہیں دیتے۔

کچھ سال گذرے کہ دلی احمد صاحب بقصد سائنس خلیج ایلکندل نے تعلقہ سرسہ میں ایک کافی کا باغ امتحان لگایا تھا من بعد علی بن عبداللہ سابق ہتم افزائش نسل چو بابا کے لکڑی میں

وہ باغ دیا گیا تھا جھکوا دیا ہے کہ اس باغ کی کاشت مین کامیابی ہوئی اور ایک بار سات پلے کافی دہان سے تیار ہو سکے بلکہ کو آئی اور فروخت ہوئی نکلتے ہیں کہ کافی عمدہ تھی علیٰ ہذا علی بن عبد اللہ نے باغ عامہ مین آم کے بڑے بڑے درختوں کے سایہ مین بہت سے کافی کے درخت کے پوسٹے تھے چنانچہ وہ تمام درخت اس وقت مین کمال شادابی کے حالت مین موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر کافی کی کاشت عمدہ ہو سکتی ہے بشرطیکہ مختلف قسم کے بیاریوں سے اسکو بچایا جائے اور مختلف مقاموں مین اسکا امتحان ہو۔

مین نے خود ارادہ کیا ہے کہ بہت قریب اپنے جاگیر کے کسی عمدہ موقع کو نکال کر کے دہان کافی کے کاشت کا امتحان کروں۔

اور مین وعدہ کرتا ہوں جو شخص ہمارے ملک مین کافی کا باغ لگائے اور کامیاب ہو بشرطیکہ اس کا باغ ایک ایک راضی سے کم ہو تو مین خود اپنی جیب خاص سے ایسے شخص کو پانچ سو روپیہ انعام دوں گا فقط

نہایت

مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڑھ

علی گڑھ کالج کے آئندہ بہبود اور انتظام کے بارہ مین آجکل بہت کچھ شور و غل مچا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا اہم معاملہ ہے کہ صرف ممبران مدرسہ ہی کا حق نہیں ہے کہ وہ اسمین اپنی رائے کا اظہار کریں بلکہ تمام قوم اور علی الخصوص اہالی حیدر آباد جنکی امانت بمقابلہ کسی شخصی یا ریاستی ادا کے بدرجہا زیادہ کالج موصوف کو مل رہی ہے اپنی خالص رائے اور اظہار مافی الضمیر کا حق رکھتے ہیں۔ بیشک۔ یہ وقت ہے کہ کالج علی گڑھ کا آئندہ انتظام آج ہی سچ لیا جائے مبادا سہل انکاری مین دیکھتے ہی دیکھتے حالت مرض کی انتہا ردی ہو جائے کہ آخر کار آخر لعل لاج بھی کوئی فائدہ نہ پھونچے۔

اگر کالج کے اعضاءے رئیسہ کی درستی آج ہی کر لی جائے تو آئندہ نہ کوئی اختلال واقع ہو اور نہ ضعف۔ کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ انریبل سید احمد خان بہادر آفتاب لب باہیم اگرچہ انکے تمام دوستوں اور قوم کے بھی خواہوں کی زبان پر ہر وقت یہی دعا ہے کہ خدا اوں کی عمر میں زیادہ برکت دے اور جس قدر مدت مافوق العادت تک طبیعت زور لگا سکتی ہو انکو سلامت رکھے۔ سید صاحب موصوف نے جو بقیہ کام قوم کے لئے کیا وہ ایسا اندر من شمس ہے کہ اسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ اگر انتظام مدرسہ انکی زندگی میں خاطر خواہ نہوا تو انکو قبر میں چین پڑے۔ جس شخص نے اپنی تمام زندگی کا جھل

قومی یہودی قرار دے لیا ہوا اور اپنا کل وقت صرف ایک ہی خیال میں صرف کر کے بہت دور تک اوسکو کامیابی کی صورت میں دکھا دیا تو کیونکر ممکن ہے کہ اوسکے آئندہ فعل انداز مشکون کو دیکھ کر زندہ درگور نہو جائے اگر فی الواقع قومی ترقی کا زینہ تعلیم ہے تو تمام ہی خواہاں قوم کو لازم ہے کہ اس معاملہ میں بنظر غائر غور کریں۔

سید احمد خان بہادر تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں فرہین اور دنیا کے لائق ترین اشخاص میں شمار ہوتے ہیں اور انکا تجربہ تعلیم انتظام تعلیم کے متعلق مستند اور مجرب اور قابل تقلید ہے۔ انہوں نے ہمیشہ ہذا زندگی کا معتمد بہ حصہ صرف کرنے کے بعد ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس میں ہزاروں مزارحمون کے بعد انکو اس قدر کامیابی ہوئے کہ تمام ہندوستان کے کالجوں میں من حیثیت المجموع اوسکو افضلیت ہے۔ نہایت درجہ کی جانکاہی اور استقلال و تحمل کے بعد نوم کے روبرو فقیرانہ جہولی ڈال کر دیوزہ گرمی کر کے لکھو کاروپہ کا سہارا جمع کر لیا جو حقیقت میں اون لوگوں کے نزدیک جو ہندوستان اور ہندوستانیوں کا بانی خصوصاً مسلمانوں کے موجودہ حالت سے وقف ہیں ایک امر غریب بلکہ مستنقع الوقوع معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب کے تمام نفع و عوائق کو تمام وقتوں اور مشکون کو جیسا کہ آخر کار وہ کامیاب حاصل کی جو کم کیونکہ نصیب ہوتی ہے۔ مصلح و خیر کی کثرت و رزسی میں

اگر کسی نے زمین پر کوئی کریم کر کیا تو بڑا کام کیا اور اگر زمین عجبت کیا کہ
تخم ریزی بھی کر پایا تو اوسکا کیا کہنا ہے؟ گویا نور علی نور ہے۔ مگر یہ حساب
نے نہ فقط زمین کو درست اور تیار کیا بلکہ تخم ریزی بھی اپنے ہاتھوں سے
کی اور نہ فقط تخم ریزی اپنے ہاتھوں سے کی بلکہ اپنے کاشت کو سرسبز
و شاداب ہوتے دیکھ لیا اوسکو بار آور ہوتے دیکھ لیا بلکہ اپنے ہاتھوں
سے خرمن کیا اپنے ہاتھوں سے اوسکے دانوں کو جمع کیا اور حضرت
یوسف علیہ السلام کی طرح آئندہ کی خشک سالیوں کے واسطے
خدا کا انبار لگا دیا۔ اگر مسلمانوں میں کوئی شخص قومی خدمت کے واسطے
میں شکر یہ کام مستحق ہے تو یہی ایکس غریب الوجود سید احمد ہیں۔

لیکن کالج جو حقیقت میں سید احمد خان کی ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی
ہے آئندہ خطرات سے بے کھنگنہ نہیں ہے اس لئے ایک دور اندیش اور
پختہ کار نا خدا کی طرح جو حقیقی المقدور طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے قیوم
واقعہ سے پہلے ہی انتظام کر لیتا ہے۔ سید صاحب کو ضرور ہوا کہ وہ بھی
سے اون تدبیروں کو مضبوط کریں جسے یہ قومی جہاز آئندہ کے خطر و
سے بچکر لنگر گا و مقصود تک پہنچ جائے اور ہمیشہ کے واسطے مامون
اور معنوں میں ہو جائے۔ اور ہم لوگوں کا فرض عین اور عین فرض ہے کہ اپنے
اعلیٰ درجہ کی سعی و کوشش کو اون کی کمک اور مدد میں صرف کریں
اور اس کام میں غرض اور نفسانیت کے دواعی کو نزدیک نہ پہنچنے دیں

قوم کے لئے یہ تو خوشی کی بات ہے کہ اتنا بڑا تیار شدہ کالج جو پہلے
 برس سے باقاعدہ جاری ہے اس کے سپرد کیا جاتا ہے مگر یہ بڑے حیف کی بات
 ہو گی کہ وہ اس کو اپنے سورتدبیر ہی سے پست حالی میں پہنچا دے۔
 اسکے تحفظ کے لئے ضرور ہے کہ ایک مستحکم نہ برا نہ حصار اس کے گرد گھمبھن
 تاکہ پست خیالی کے مضراثر دن سے محفوظ رہے۔ ایسے قواعد نہ ہوں
 جو صرف گفتی کے لئے کثرت اور قلت کے ناموزون فیصلہ پر مبنی ہوں
 کیونکہ ایک لایق اولوالعزم و بزرگوار شخص کی رائے سیکڑوں آدمیوں
 کی رائے پر فائز ہوتی ہے۔ بان میں بان اور نہیں میں نہیں ملا دینے کا
 تو دینا میں بہت ہیں مگر بات کی تھمک چھو پنچنے والے معدودے چند
 ہوتے ہیں۔ جہاں پبلک معاملات میں ذاتیات پر حملہ کرنا فرض خیال
 کر لیا گیا ہو اور جس ملک میں مفید عام رايوں سے قطع نظر کر کے اہل الکرا
 کی شخصی محاسن اور معائب کی تفتیش جزو اعظم قرار دی گئی ہو وہاں کی
 مجارٹی اور منارٹی (کثرت و قلت آراء) کا خدا ہی فیصلہ کرنے والا ہے
 ہمارا ملک ہنوز ان معزبی شائستگی کی نعمتوں سے مالا مال نہیں ہوا
 اور جب تک پبلک اور پریوٹ معاملات میں تمیز نہ ہوگی ہم آزار سے
 کی عزت کے مستحق نہیں۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ علی گڑھ کالج کے
 کل انتظام کثرت و قلت رائے پر فیصلہ ہوا کئے آئندہ ہونا کیا معنی
 مگر توڑیے غور اور کالج کی تاریخ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ تناظر

فیصدی معاملات کا تصفیہ محض سید احمد خان صاحب ہی کی رائے پر ہوتا رہا ہر مگر حقیقت یہ ہے کہ حج و طحا کے دم کے ساتھ سیاری برات ہر چوتھ سید احمد خان کے دم میں دم ہر اوس وقت تک کوئی مشکل مشکل نہیں ہر مگر طبیعت ہی گردش وہ زمانہ کالج کو دکھائے گی کہ سر سید نہ ہوں تو تفسیہ بد بجا بیگا تفسیہ لا ابا حسن لما کا معاملہ ہو جائیگا۔ اس واسطے ضرور ہے کہ ہم ابھی سے اوس وقت کی پیش بند ہی کر لیں اور سید صاحب کے جیتے جی اس کام کو معطل نہ چھوڑیں۔

میرے نزدیک ایک سید ہی اور صاف رائے یہ ہے کہ حج مہینے گزشتہ زمانہ میں معاملات کالج کو سید احمد خان کے صوابدید پر چھوڑا تھا اوس طرح ہم کو ضرور ہے کہ اوسکے آئندہ کے بہبود میں بھی اونہیں کے صوابدید پر تکیہ کریں اور اوسکے تجویزوں کو خود پستہ ہی کی مقراض سے نہ تراشین۔ یہ امر محتاج شرح و بیان کا نہیں ہے کہ قوم نے ابتداء سے سید صاحب پر بھروسہ کیا۔ سید صاحب کی امانت و خلوص نیت پر اعتماد کے والیان ملک نے امداد کے ہاتھ بندھ گئے۔ میرے والد علی گڑھ نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر مرحوم چی۔ ایس۔ آئی۔ نے جو ملک عالم کی نظروں میں ممتاز تھے محض سر سید احمد خان کی ملک پر بھروسہ کر کے جیب خاص اور اپنی سرکار دولت دار کی طرف سے کالج کی اعانت فرمائی اس طرح میرے بھائی ارم نشین نواب سر لایق خان بہا۔ کے سی۔ آئی۔ ای

عماد السلطنہ سالار جنگ مرحوم نے بنفس نفیس کالج کو ملاحظہ فرمایا اور ہمدردی کے ساتھ پیش رقم امداد سے باعث رونق کالج ہوئے۔ علی ہذا سرسید جاد بہادر اور بہت سے رؤسائے ریاست نے بکثرت وہ پیشانی پریشان سے مدرسۃ العلوم کی عزت افزائی کی۔ یہ امر اے عظام سوا سے سید احمد خان کے کسی اور کے نام تک سے واقف نہ تھے فقط انہیں کے اعتماد پر سید نے شامانہ اعانت کرتے رہے اب کیا وجہ دکھائی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے اعتماد میں کمی کریں اور سید صاحب کی رائے کو ضعیف سمجھیں۔

اس وقت کالج کے متعلق دو امر مابہ الجث ہیں۔ اول آئریبل سرسید احمد کو بحیثیت سکرٹری اختیارات کامل ہونا۔ دوم سب سے بڑا اور نہایت ضروری امر سرسید کا جانشین مقرر کرنا۔

جب یہ امر مسلم ہے کہ آئریبل سرسید کی ذاتی کوششوں سے مدرسۃ العلوم کا وجود قائم ہوا اور انہیں کے ذاتی جاہلیت اور اخلاقی مراسم سے آج کالج اپنے قابل فخر حالت تک پہنچا ہے تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کو وہ ضروری اختیارات کیوں نہ دیے جائیں جو نظم و نسق اور حسن و خوبی مدرسہ کے لئے وہ مناسب سمجھتے ہوں۔ آئریبل سرسید احمد خان کی مخلوق کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اگرچہ قوم کے اور چند بزرگوں نے اپنے اپنے مقام پر کوششیں کیں جنہو جمع کیا لیکن حقیقت میں مختلف خیال کے لوگوں کو اپنا ہمدستان بنالینا خود سید صاحب کے انتہا درجہ کی مدد ہی

جلد دوم حسن نمبر ۹

کابینہ ثبوت ہر قوم کو ان مختلف سرگرم ممبروں کا بھی سید صاحب کے ساتھ شکر گزار ہونا چاہیے اور میری دانست میں وہ ممبر بھی بجائے خود مشکور ہونگے کہ ان کی خدمتوں سے قوم نے چشم پوشی نہیں کی اور ان کی سعی و کوشش نامشکور نہیں ہوئی۔ سید صاحب کے خدمات کا اعادہ مشکل ہو کر کیونکہ ان کی عمر کا کوئی حصہ نہیں ہر جو اسی سعی و کوشش میں صرف ہوا ہو۔ اپنی زندگی اپنا مال اپنی جان اپنا وقت غیر سب کاسب اونہوں نے قوم کی راہ میں صرف کیا۔ علم کا چرچہ پہلایا۔ مسلمانوں کے حقوق کی سطح سرکار سے وکالت کرتے رہے۔ نگین فایم کین۔ سوئٹیاں بنائیں مفید اجبار جاری کئے۔ مفید کتابیں تصنیف کئے اور کراتے رہے۔ آخر جب مسلمانوں کی تعلیم اور اسلامی مدرسہ کے قیام کا خیال ان کے ذہن میں باقی اور مضبوط ہو گیا اور وقت اونہوں نے پہلا کام اپنے ارادہ اور صرف سے یورپ کا سفر کیا۔ اپنے وطن کی بہتری کے واسطے غربت اختیار کی۔ انگلنڈ میں رہ کر ادھر سروریم پیور اور عیسائی پادریوں کے جملہ کاندھان شکن جواب دیتے رہے اور دہرا گفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں اور اسکے جملہ امور متعلقہ تعلیم کے چرچے اتارنے میں مشغول رہے اور وہ ان تعلیمی قواعد کو ہندوؤں کے مسلمانوں کے ضرورتوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد سید صاحب مدنون مسلمانوں کی ترقی تعلیم انگریزی اور دوسرے امور متعلقہ پر غامضی لکھواتے رہے۔ جب وہ اپنے ابتدائی مقاصد میں کامیاب

ہو گئے تو ایک طرف مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور دوسرے طرف تہذیب
 الاخلاق شائع کیا گو میری ذاتی رائے تہذیب الاخلاق کے بعض ہیں کچھ نسبت کچھ ہی
 لیکن اس میں کوئی مرد انصاف نہیں شک نہیں کر سکتا کہ تہذیب الاخلاق
 نے قوم کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ میں یقین کہہ سکتا ہوں کہ جب وہ زمانہ آدھکا
 کہ کوئی بڑا اتفاقاً معنی و سخن ہندی زبان کی تاریخ لکھیگا تو وہ سید احمد
 اور تہذیب الاخلاق کو اپنے زبان کی اثر بچہ کے طبقہ ریفا مرز میں سب
 سے زیادہ عزت کی جگہ دیگا۔ غرض یہ کہ قوم کے فائدہ اور کل بح کے قیام
 کے لئے جو ذرائع انہوں نے اختیار کئے وہ انہیں کے لئے مخصوص ہیں کیونکہ
 عام طور سے روپیہ وصول کرنا جبکہ نہ سرکاری زور ہر نہ دینے والے کو
 ذاتی منفعت یا معاوضہ کی امید ہر کچھ آسان بات نہیں ہر بلکہ یہی ایک
 اونکی جانفشانی۔ وجاہت ذاتی۔ ہر دغریزی کی کافی دلیل ہر۔ یہ ظاہر
 ہر کہ سر سید قدیمی باشندی دہلی کے ہیں اور انہوں نے صرف مدرسہ کے لئے
 اپنا عزیز وطن چھوڑا اور استقلال کے ساتھ مدرسہ سے متصل بود و باش
 کر کے اپنی تمام زندگی اس کے تعمیر۔ انتظام۔ نگرانی۔ خط کتابت تحصیل
 میں وقف کر دی۔ میرے نزدیک یہ واقعات اس امر کے کافی شہادت
 دیتے ہیں کہ مدرسہ کا وجود۔ اس کا نظم و نسق اس کی موجودہ حالت بالکل
 سید صاحب کی ذات سے وابستہ ہر۔ جو استحقاق کا بچ کے حملہ امور کے متعلق
 اذکو حاصل ہر اس کا کوئی دوسرا شخص مدعی نہیں ہو سکتا اور اگر مدعی ہو تو اس کا

دعوی قابل سماعت نہیں ہے۔ میری رائے جہاں تک مدرسۃ العلوم کا سوڈو بہبود متعلق ہے سید صاحب کو سیاہ و سفید کا مالک بنانا اور ذمام اقتدار پہا اونکے اختیار میں چھوڑنا فقط مقتضائے انصاف بلکہ عین انانیت ہے۔

تمام ہندوستان میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں اور اس کثیر جمیعہ کے لئے یہی ایک مدرسۃ العلوم قومی حیثیت سے قائم کیا گیا ہے۔ بیشک یہ افسوس ہوگا اگر اوس میں کوئی ضروری بات جو قومی شان و شوکت کے لئے مناسب ہو چھوڑ دی جائے یا اوسکی آئندہ کی کامیابی اور ترقی میں کوئی خلل واقع ہو۔ میرے نزدیک جس طرح آغاز اس کام کا سید احمد خان کے ہاتھوں ہوا ہے اوس طرح انجیٹم اسکا اونہیں کی رائے سے ہونا چاہیئے اگر یہ کام اون کی رائے پر محمول نہ کیا گیا اور اون کے بعد کسی ایسے شخص یا اشخاص کے ہاتھ میں آگیا جسکو سید صاحب کی رائے اور ارادوں کے ساتھ پوری ہمدردی نہیں ہے گو نیت اون کی کیسی ہی درست اور خالص ہو تو مدرسۃ العلوم کا خدا ہی حافظ ہے۔ اسکی بھی وہی صورت ہو جاوے گی جو اور دس یا اس لنگڑی کوششوں کی صورت ہوئی ہے۔ اختلاف اور انسانییت کی کشمکش میں ہمارے پروردہ اور ہونہار درخت کی ٹہنیوں سے نانبائیوں کے تنوں گرم ہونگے۔ ایک والا العزم خالص النیت شخص کی عمر بہر کی محنت ایک آن آن میں خاک تر ہو جائے گی۔

کالج کی آئندہ قسمت

اب رہی یہ بات کہ مدرسۃ العلوم کی ترقی کے واسطے کس قسم کی کوششیں
 درکار ہیں اور سید احمد خان کی تجویزیں ان فکروں کے موافق ہیں یا منافی
 اس مسئلہ میں غور کرنے سے پہلے ہی پہل ایک اصول موضوعہ کو سمجھ لیں
 چاہیے جسکے بغیر یہ بحث بے سود ہے۔ وہ اصول موضوعہ یہ ہے کہ مدرسہ سے
 غرض تعلیم اور مدرسہ قومی کی غایت تعلیم قوم ہے اور تعلیم کے یہ معنی نہیں ہیں
 کہ چند کتابیں پڑھا دیں۔ چند ٹیکلین صاف کرا دیں۔ چند مسئلہ یاد کرا دیں
 تعلیم سے یہ مراد ہے کہ متعلم صفات انسانیت پیدا کرے اور مکتب یا مدرسہ
 سے آدمی بن سکے نکلے۔ اوسکے قوائے جسمانی و روحانی کو معتدل ہو جائے۔ اخلاق
 درست ہو جائیں۔ جوہر کھلیا جائیں۔ دنیا میں اپنے اہلے جنس کے ساتھ
 مردانہ معاشرت و معاشرت کر سکے۔ حقوق عباد و حقوق معبود کو سمجھے۔ اور
 خداوند عالم اوسکو جس حالت میں رکھے اوس حالت کے مقتضائے موافق اپنے
 فرائض منصبی و ملی کے ادا کرنے پر قادر ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صفات نقطہ
 مکتب میں بیٹھنے اور سبق پڑھنے سے نہیں حاصل ہوتے۔ اور یہ امر بھی مسلم
 ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان تعلیم یافتہ گو۔ اہم۔ اے۔ اور ایل ایل ڈی
 کیون نہوں ابھی اسکے قابلیت نہیں رکھتے کہ اوسکے اخلاق اور طرز معاشرت
 کی اونسے کم عمر کے لڑکے تقلید کریں۔ اونہیں سے عمدہ سے عمدہ لوگ ابھی
 اس کو چہ میں طفل مکتب ہیں۔ اونہوں نے ایک حد تک علم حاصل کیا ہے مگر
 اونہیں وہ اثر کہاں ہے جو سیکڑوں برس کے تمدنی ترقی کے بعد کسی اعلیٰ

کی سوسائٹی کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ابھی تک سوسائٹی کوئی چیز ہی نہیں ہے کہ ہم اسکی عمدگی یا عدم عمدگی سے بحث کریں۔ ہم ابھی ایک مدت تک اہل انگلستان کے مدد کے محتاج ہیں۔ انہیں کے اعلیٰ طبقات کے لوگوں کو اسوقت یہ شرف حاصل ہے کہ ہم کو اپنے مقاصد کے موافق پوری تعلیم دے سکتے ہیں۔ پس ایک مدت مدید تک ہم اسکے محتاج ہیں کہ انگلستان سے صاحب علم اور شریف خاندان لوگوں کو پیدا کر کے اپنے مدرسہ کی تعلیم انکے دست اقتدار میں تفویض کر دیں۔ اسکے بغیر نہ کوئی چارہ ہے نہ کوئی دوسری راہ ہے۔ یہ مسئلہ مہذب و مسلمان سب کے نزدیک ایسا مسلم ہے کہ اگر آج کسی بڑے کالج میں سے انگریز پروفیسر اور پرنسپل لوگ نکال لئے جائیں تو کل تعداد طلبہ کی چوبہائی رہ جائیگی۔ پس جو لوگ کہ یورپ میں لوگوں کو بلائے اور بلا کر خوش رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ کیونکر کالج کی سربراہ کی اہلیت رکھ سکتے ہیں۔ جو لوگ اسکے درپے ہیں کہ پروفیسروں کی جگہ گھٹائی جائیں انکو کیونکر لائق پروفیسر مل سکتے ہیں۔ گووس اور بوس مثل مور و ملخملین گے بوچرٹون اور چارڈن کے تعلیم یافتہ اولاد انگلستان میں ہی بہت دستیاب ہونگے مگر شرفا زادوں کی تعلیم و تربیت انکے ہاتھوں میں نہیں ہو سکتی۔ مدرسہ کی غایت و غرض ہی فوت ہو جائے گی اور مدرسہ قالب بیکان رہ جائیگا۔ حق یہ ہے کہ مدرسہ العلوم میں شریف اور مہذب انگریزوں کا موجود ہونا مدرسہ کی خوش قسمتی ہے۔ اور اس وقت تک جبکہ

ترقی اور نام آوری مدرسہ فرحاصل کی ہر وہ اونین کے طفیل سے ہے۔
 اگر اس خوش قسمتی کی کوئی وجہ قرار دی جاسکتی ہے تو وہ آنریبل
 کی سکریٹری شپ ہے جس کے بھروسہ پر دور و دراز مقامات سے اعلیٰ درجہ
 کے یورپین جنٹلمین آتے ہیں اور بلا ضمانت کافی اور بلا امید نشن کے مصروف
 تعلیم ہوتے ہیں۔ اگر سید صاحب نہوتے تو ایسے نامور لوگوں کا ایسے مدرسہ
 میں آنا جہاں گورنمنٹ کی ذمہ داری تک نہیں ہے قریباً محال تھا۔ مگر دنیا
 کوئی عمر سردی لیکر نہیں خلق ہوا آخر ایک نازک دن سید صاحب حسرت
 بھروسے سینہ سے کلچ کو الوداع کہیں گے۔ اس حادثہ ناگزیر کے بعد اس کلچ
 میں کسی یورپین تعلیم یافتہ کا آنا ناممکن ہے تا وقتیکہ اون کو کافی ضمانت نہ ملے
 اور ہر طرح سے بھروسہ نہ ہو۔ لازم ہے کہ اون کے بعد ایسا وجہ او با اختیار اس
 خدمت کا جائزہ لے جس کا اعتبار یورپین سوسائٹی میں سید صاحب سے کم
 نہ ہو۔ اب یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ وہ کون ہے جو مدرسہ کی سکریٹری شپ
 کا بلحاظ قابلیت اجراء کا مستحق ہو۔ مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی
 ام۔ جی۔ اور آنریبل جسٹس محمود اس عہدہ کے متعلق نامزد کئے جاتے ہیں۔
 جناب مولوی سمیع اللہ خان صاحب منجملہ اون بزرگان قوم کہ جن
 جگہ نام پوری تعلیم کے ساتھ لینا چاہیے۔ عدالتی کاموں میں انکو بہت کچھ
 عزت حاصل ہے۔ انہوں نے ہائی کورٹ کی وکالت سے ترقی کر کے ڈسٹرکٹ
 جج کی عزت حاصل کی۔ ہمیشہ تعلیم کی طرف بھی اہل کی توجہ مبذول ہے

اور مدرستہ العلوم کے انتظام میں بھی انہوں نے سید صاحب کو بہت کچھ مدد دی
علی گڑھ کالج کے متعلق جسدِ علمیہ علیحدہ کمیٹی بیان ہیں سب میں سمیع اللہ خان بہا
کو ممتاز جگہ ملتی ہے۔

آنریبل جسٹس محمود کی ہائی کورٹ کی ججی اس امر کی کافی شاہد ہے کہ انہوں
نے اپنے ذاتی علم و قابلیت اور نیک کرداری۔ اور معاملہ فہمی سے کہاں تک
غرت حاصل کی ہے۔ پانچ کروڑ مسلمانوں میں آج ہائی کورٹ کے جج کی غرت
انہیں کو حاصل ہے۔ تمام قوم کے فہمیدہ اشخاص نے ان سے آئندہ بڑی بڑی امینین
قائم کی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ انکو اس قسم کے موقعے ہیں کہ وہ اپنے نامور باپ
کے قدم بقدم چلکر گورنمنٹ اور قوم کی نظروں میں اعزاز حاصل کریں۔ آنریبل سید
محمود نے صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ انگلستان کی اعلیٰ سوسائٹیوں میں بھی
اعزاز حاصل کیا۔ انکو میرے والد مرحوم نے اصلاحِ عدالت کے لئے یہاں طلب
کیا تھا مگر زیادہ عرصہ تک قیام نہ فرمایا اور بخوشی خاطر چلے گئے۔ اس شہر کے قیام کے
زمانہ میں انہوں نے اپنی لیاقت اور انسانیت اور خوش اخلاقی سے ہر شخص کی
نظر میں غرت حاصل کی۔ یہ امر ہر صاحبِ رائے کے نزدیک مسلم ہے کہ آج انگریزی
لیاقت میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے ہو جس طرح سے انکی لیاقت مسلم ہے اور سیاح
انکی دیانت و امانت اور سلاستِ طبع اور استقامتِ رائے بھی مسلم ہے ان کو سید
سے زیادہ مشہور کیمبرج کے طرزِ تعلیم کا ذاتی تجربہ حاصل ہے انکو یورپ میں سوسائٹی میں
ایسے نامور باب سے زیادہ معاشرت کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ انکو اہل یورپ کے

خصایل اور طرز معاشرت کا زیادہ تجربہ حاصل ہو وہ خود ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں جس قدر انکو یورپین اخلاق کی معلومات ہو اور سیکھنا ہو اس کے محسن حاصل کرنے کے بجائے ذریعہ معلوم ہیں اہل انگلستان بھی انکی مستقل مزاجی - اخلاق اور خوبی اوصاف سے جو یورپین سوسائٹی میں قابل تعریف ہیں بخوبی واقف ہیں۔ علیگڑھ کالج کے انتظامی اور علمی معاملات میں آنریبل جسٹس محمود کی رائیں ہمیشہ قابل لحاظ سمجھی گئیں اور وہ جان و دل سے مدرسہ کے بہبود میں اپنے اوقات گرانمایہ صرف کرنے کو موجود ہیں۔ پس میرے خیال میں اس وقت محمد مصباح کو کئی چیزوں سے خود سید احمد پر تفوق ہے یعنی اول تو وہ یورپین تعلیم یافتہ ہیں اور انگلستان کی اعلیٰ سوسائٹی ان سے خوب واقف ہے اور ان پر اعتماد رکھنے کی کافی وجہ سمجھتی ہے۔ دوم مدرسہ کے کاموں سے بقول مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کے انکو پوری واقفیت ہے۔ تمام افراد قوم میں گورنمنٹی نظروں سے انکو عزت ہے نیز مسلمان سوسائٹی میں ان سے زیادہ کوئی اور موقر نہیں۔ پھر جانکد میرے خیال کو وسعت ہوتی ہے مدرسہ العلوم کے لئے ایک ایسے سکریٹری کی ضرورت سمجھتا ہوں جو ایشیائی اور یورپی تعلیمی طریقوں سے صرف آگاہ ہی نہ ہو بلکہ دونوں جگہ کی مغز سوسائٹیاں اوس کو خود نظر عزت سے دیکھتی ہوں اوس میں ضروری اوصاف ایسے ہوں کہ ان پر اپنی اور غیر قوم کو اعتماد کلی ہو وہ کسی فریق یا مذہب یا جزو مذہب سے تعصب نہ رکھتا ہو۔ خود تعلیم و تربیت یافتہ انگلستان ہو اور گورنمنٹ میں بھی اوسکا اقتدار ہو۔

ان مجموعی صفات کے ساتھ اگر کوئی شخص کالج کا آئندہ باقاعدہ لائف سکرٹری ہو سکتا ہے تو وہ بجز سید محمود کے اور کوئی مستحق نہیں۔ آئرل سید جو کالج کے جُز و کُل امور سے خوب واقف اور صحیح نتیجہ نکالنے کے قابل نہیں بلکہ بخار شہ پداری و فرزند ہی انہوں نے محض مدرسہ کی بہبود اور قیام دوام کے لحاظ سے آئرل سید محمود کی نسبت فیصلہ کیا ہے۔ اگر آئرل جسٹس محمود سید صاحب کے فرزند نہ بھی ہوتے تو بھی انہیں کے حق میں فیصلہ ہوتا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ آئرل جسٹس محمود سید صاحب کے فرزند بھی ہیں۔ مگر فاری رشتہ آئندہ کی سکرٹری کے لئے لازمی نہیں تھا اگر کسی لیاقتوں اور خدا داد عزتوں کی جامعیت ان میں نہ ہوتی۔ اگرچہ آئرل سید محمود نے اپنے باپ کے حین حیات میں زیادہ سرگرمی سے مدرسہ کے متعلق کام نہیں کیا۔ مگر جو لوگ کہ ان کی آفتل زندگی سے واقف ہیں اور دیکھتے ہیں کہ چھپہ مقدمات میں کیسی کوشش اور جانفشانی کرتے اور حل عقد و مین سرگرمی دکھلاتے ہیں وہ پورے طور سے قائل ہیں کہ جب ان پر اس اغزاری خدمت کا بار پڑے گا تو لامحالہ کالج کی عزت کے لئے اپنے نامور باپ کی عزت کے لئے۔ اپنی اور قوم کی عزت کے لئے وہ ویسی ہی دلچسپی ظاہر کریں گے جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں۔

ایک ضعیف اعتراض آئرل سید محمود کی نسبت اور ہے۔ کہ وہ انگریزی پوشاک پہنتے ہیں اور ان کے خیالات انگریزوں کے سے ہیں؟

کہ مسلمانوں کے مدرسہ کے لئے ایک مقرر اور پورا مسلمان سکرٹری ہونا چاہیئے۔ مگر محکوم ایسے ضعیف اعتراض پر تعجب آتا ہے کیونکہ خود سید احمد صاحب انگلش درپیش میں اور خیالات انگریزی میں رکھتے ہیں اور انہیں کے ہاتھوں مدرسہ العلوم کو کامیاب بنائی ہوئی ہے تو ہم کو گزشتہ تجربہ آئندہ کی ضرب دیتا ہے کہ سید محمود کے زمانہ میں کوئی جدید مزاحمت نہ ہوگی بلکہ خوب ترقی ہوگی۔

اگر ہمارے مقرر اور مقدس حضرات ایسے عظیم الشان کالج کے سکرٹری شب انجام دینے کے قابل ہوتے تو آج چاروں طرف قومی فوجوں کی آواز سمع خواش اور جاگداز نہ ہوتی بلکہ اور بھی بہت سے کالج اس وقت دستہ میں موجود ہوتے۔

خاتمہ پر میں نہایت افسوس سے لکھتا ہوں کہ اس کالج کے متعلقان اور واجب التکریم لوگوں میں اختلاف آراء ہو گئی۔ اگرچہ مخالفت یہی کمزور ہو۔ بہر حال ہماری قوم کے نامور افراد نے ان دونوں زیر بحث مسائل پر غور سے توجہ فرما کر کالج کو آئندہ مصائب سے بچانے کی فکر کی تو اس کی سعی قوم کی نظروں میں مشکور ہوگی واللہ سرتہ

العلوم مسلمانان اور خود مسلمانان
کا خدا جی نظم

ہو۔

اطلاع

۱۔ اس رسالہ کی قیمت حسبہ داران ممالک محروسہ سرکار عالی بذریعہ
 ذریعہ اولہ اور خریداران ممالک انگریزی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما سکے۔ منجہ
 کو ممنون منہ ماین -

۲۔ ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں لہذا وقتاً
 عدم و قیمت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہے یا داپس آتا ہے -

۳۔ اگرچہ رسالہ حسن خباہات کے معاوضہ میں بھیجا جاتا ہے مگر یہ تو نہیں
 ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے - مگر اکثر
 صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں
 ہم ادون حضرات کا معاوضہ ہی قبول کریں گے جو صاحب اپنے اخبار میں ماہوار ہی
 ایک بار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب طلبدہ و مرسل ہوگا طبع فرمائیں +

محمد عبدالقصد خان مدیر رسالہ حسن

استعار باعنا

ہمارے باغ واقع منیر آباد میں ایٹا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دوراز سے آئے ہوئے مختلف قسم کے سیودن کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام منہ تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق و خواہش کو بہن طلب فرمائیں جو پودے تیار نہوں تاریخ اطلاع سے دو ماہ کے اندر پہنچے جائیگے کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی (پونڈی) آم ۴۴ - قسم فی ۱۲	(۲) سیب ۳۳ اقسام فی ۱۱
(۳) شقالو ۱۷	(۴) آلو بخارا ۹
(۵) انار - ۵	(۶) شہتوت ۲
(۷) پیرنگری میوہ ۶	(۸) زندالو ۵
(۹) جام (امروہ) ۷	(۱۰) سنقر ۱۲
(۱۱) چکو ترا ۵	(۱۲) انجیر ۵
(۱۳) انگور ۵۲	(۱۴) دہلی چین کامیوہ ۵
(۱۵) کھٹ ۵	(۱۶) سورسپ یہ ایک انگری میوہ ہی ۵
(۱۷) سیجا پیل ۱۴	(۱۸) رام پیل ۱۴
(۱۹) ہر فالو ٹری ۱۴	(۲۰) سیڈو ٹیلا (یہ نہایت انگری میوہ ہی ۵)
(۲۱) زیتون ۵	(۲۲) سوز مختلف اقسام ۱۴
(۲۳) ٹکڑن (انگریزی میوہ دو قسم) ۵	(۲۴) اشترابیری ۵

۲۵	پنپس	۱۸	۲۶	برید فوٹ (روٹی پل)	۱۷
۲۷	کرک	۱۷	۳۸	ترنج	۱۴
۲۹	پل پل (الہ آبادی)	۱۸	۳۱	کاجو	۱۸
۳۱	لیمو ۲	۱۷	۳۲	کوٹ	۱۸
۳۳	گلانی جام	۱۷	۳۴	گلاب پل	۱۷
۳۵	کچور	۱۸	۳۶	پیر ۳	۱۸

المشتر
منیجر رسالہ حسن
کاجی گورڈہ میاں آباد چار گھاٹ

اشتہار تاریخ عرب

ہمارے بطبع میں ترجمہ تاریخ عرب میں مولفہ محسن پر و فیض عربی یونیورسٹی کیمبرج
طبع ہوتی ہے اس مشہور کتاب کی تصنیف کی حقیقت نہیں جن حضرات کو خریداری منظور
ہو یا پھر دیکھ کر طلبہ فرامین مابندینہ دہلو پی اسل پارسل کے ۔

المشتر
منیجر بطبع حسن

اعلان

بکھر پڑی آٹا سویٹیز شین کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے یہ دہی عدم گو

کتاب ہے جس کا آرٹیکل ہمارے رسالہ نمبر جلد دوم میں درج ہے
یہ کتاب غایت شہرت سے محتاج تعریف نہیں اگر خریداری کی سود و خوشن
ہم پہنچ جائیں تو ہم اس کو چھاپ دیں گے۔

اشتہار طبع

ہمارے طبع میں تجارتی اور معمولی صب ذیل اجرت پر اشتہار طبع
ہوتے ہیں اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کے لئے (آدھا آنہ)۔
ششماہ کے لئے اسی ماہ کے لئے ۲/۱
مگر ایک روپیہ سے کم کا اشتہار درج نہ ہو گا۔

لمشہر
منیر رسالہ حسن

ضمیمہ رسالہ حسن
ہم ذیل میں اجرتی اشتہار بخندہ درج کرتے ہیں۔

تدبیرہ جوانی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کیلئے حکم الہی کا رکھتا ہے جس سے ہر ہفتہ سالہ لڑکے بکسان
نفع ہوا ہے اور سبک استمال میں نہ کسی قسم کے برہنہ کی ضرورت ہو نہ آبد وغیرہ کا کچھ خطرہ لگے
بہ کہ جو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامرد کو نواہ دہ کسی سبب سے عارض
ہوں بحسن خلقی یا دراز نامرد کی انجی معجز نما اثر سو دن کرتا ہی اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے
فائدہ کامل ہوتا ہی ترکیب کا غنہ ہر تہلے کے ملتا ہی قیمت فی شیشی پانچ روپیہ محمول ۴۱ اور ہر ایک شیشی میں ایک
روغن رہتا ہے

دوا عجیب سے کشتہ زرد

زرد کاشتہ جو باہر اسباب تیار کیا گیا ہے جہاں جفتہ جانول کے برابر جو ایک ہوتی قیمت فی خوراک بکرو پیہ پانچ
یا گیارہ روز کی خوراک میں نصف فائدہ ملی ہوگا خواص ان برکتوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اسکے خواہ
وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزا کہنے ہو یا جدید۔ دافع جراثیمی دماغ و عظام کیلئے دار و دافع نفس و نفس سرکہ خواہ
جدید خشک یا تراور لاغری بدن اور دفع دہشہ میں تو حکم اکسیرم کارکتا بنگ کیسی ہی نفس کبی لٹ روی ہو کہ
غراب ہوگی ہونفہ قیمت ہوگی (اکسیر حیات) لیند عرق بخاہ۔ امراض صنف بصر و مفاد انواع درود
انصاف تہ جریا و تہیات دق استقامت حال آنکس یوزا۔ جریا۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر و دباوی
اور شرانخوری اور چاند و نوشی جو خشکی لاغری اور صنف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سکونیر پر ہر دن کرتا ہی
بول لکھا کہ کو کافی ہوگی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ محمول بکرو پیہ ۴۱ (عجیب چیر)

مہم جو حسن

تخلیل ہو اسیر غنی و بادی و خلیل در دیکر کجی و خیر کجی پہلی ہی روز ایک دو بار کو استمال کر دو دو جریان جو دفع ہو تا ہی در تین ہفتہ میں بغضہ در دوسرے بالکل دفع ہو جاتی ہیں اور پہر کہیں عود نہیں کرتا ورنہ عرق ہاشم قیمت پانچ روپیہ بمحصل ہر جہاں نما اس عرق کو گلاب و گلابی و روشنی تیز ہوتی ہے۔ ہوتی۔ دہند۔ در دو سرخی شہم جلد عیار یوں کہ دفع کر تا ہی قیمت پانچ روپیہ بمحصل ہر روزن عرق ۶ ماسہ ۔

خضاب نایاب

بمیشل رنگ شنگ ہو ناد خضاب ہے

گویا کہ آمد آید فصل شباب ہے

جیسی کہ عوام میں خضاب کو دقتین واقع ہوتی ہیں شہر خضاب پر ظاہر ہیں نفی جو تہہ آشوبین روز مہندی لگا کر باندھنا اور بعد دو تین گنٹہ کے پہر دوسرے لگا کر باندھنا اس میں قریب ۶ گنٹہ کے وقت ضائع ہوتا ہے اور بالکل سیاہ ہونے کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور دوسرے کا پانی جب دماغ میں جذب ہو گا تو اس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ کے جقدر کہے بجائی نہیں وقت کے سبب سے یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا جس قدر تعریف کی جائی ناظرین سے امید ہے کہ قیمت ہجکے طلب کر لیں اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ نہوڑی تعریف اسکے اجڑا کی ظاہر کرتا ہوں دافع بالزہار شستہ ضعف دماغ علاوہ براین خوشبو میں بے نظیر مثل کیوڑہ باعث درازی منفع دماغ ہے بالون میں کھنی نہیں آنے دیتا بلکہ نکلا کر کہتا ہے سیاہی میں بالون کو مثل اصل بالون کے کرتا ہے دوسرے روز بطور روغن ضیلی لگانا ہوتا ہے کسی خیر سے باندھنی کی ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگاؤ تو بال مثل اصلی بالوں کے سیاہ ہونے کے کوئی تمیز نہ ہو سکتی کہ خضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۳۰ روپیہ بہرے دیکر ہوا ہوتا ہے قیمت فی بوتل ۱۰۰

ضمیمہ حسن

علاوہ معمول نصف شبی دور و پہ چہارم شبی عہد اس سے کم غیر ممکن ہے میری شفا خانہ میں علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واقع ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی تہ تکثرت جو صاحبان بورہن بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائے ہیں او نیز سند و ستانی خطوط۔ صحت قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہو گئے چاہئے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت بائی اور بغیر سفارش بہت ملکوں کو سائیکٹ موجود ہیں آدہ انہ تکثرت ہجرت طلب کریں کہونکہ بعض حکیموں نے اپنے شہر کے رئیسوں سے خوشامد کر کے ٹیکٹ بتائے پس میرے ٹیکٹ اور ان حکیموں کے ٹیکٹ میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے ٹیکٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تا کہ دہو کا نہو۔ ایک طویل فہرست بہت سی ادویہ کی جو اخبارین گنجائش طبع نہیں کرتی اور ہر لطف زندگی تا دم مرگ انسان قایم رہتا ہی۔ قابل ملاحظہ ہو جو صاحب چاہن کارخانہ طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سی ظاہر ہوگی۔

المشہد شہر
حکیم ابو الحسن شفا خانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ المند
محرب از کوہ شہر طبعہ و امین

امراض ذیل کے ادویہ شفا خانہ زبہ الکلمہ ڈاکٹر غلام نبی ڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو ۱۸۷۷ء سے جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست دوسرا ٹیکٹ گٹ آدہ سے مل سکتی ہیں (طلالہ) جو استعمال بچپن کے نقص گوئی رطوبت و بگاڑ و رکوتا ہے فی تولہ لکھ (سیرپا) و افغانہ مدی رقت منی جو ان سستہ انزال احتلام دائمی قبض ضعف اعضا و ریشہ و معدہ تاریکی چشم درد سرد وغیرہ جو کمزور

ضمیمہ حسن

مسکرات و اقسام فوٹس سے کمی اشتہا ضعف جگر دستی لاتی ہو دو در کر تاہی ہو
 لعلہ (سوزاک و قرصہ) پناہو بار بار انا علی العموم ۸ گنہہ بین اپنا اثر سترن
 ریم وغیرہ کو دور کرنا ہے فی تولہ ص (ہمیرا شل خجہ شہو دار) بالون کو
 سیاہ رکھتاہی نزلہ زکام بریزش درد و ضعف دماغ و بصر کو مٹاتاہی فی شیشی سے (حب
 آتشک) ہا منہ آمی فی دوست دور کر تاہی ہر ہوتاہنین دہفتہ لعلہ (کحل الجواہر)
 سرمد نقوی بصر حافظ بینائی داغ نزلہ دہند جالآخارش پانی جانا ۳ ماشہ سے
 (عجیب الاثر سنون) دانت کا ہلکا کڑا لکنا بد بو سیل خون جانا مسوڑون کی
 ۴ تولہ ص (حب بواسیر) بادی خونی سونگی شیشین قبض کو مفید دہفتہ ص
 (حب بادطیس) بار بار اپنا پیشاب کا دپاس و کمزوری دلاغری کو داغ ہری تولہ
 (حب قائم مقام) افیون دچاند و باضر و مہرچ نشہ چوت جا کافی تولہ ص
 (عرق ساء اللہ) مفرح مولہ خون مقوی دماغ ضعف جگر و دل دماغ و منہ
 در دوسرے تاب تہی دمع اغصا ص لاغری ضیق النفس سر نہ کہنہ ابی قاعدگی
 ایام صیف لغوہ فالج عرشہ فی بوتل ص ۳ بوتل سے کم -
 (روغن اعجاز) ناسور ہگنڈر - تالہ کا سوراخ - خا زیر - بدکٹری خون
 کے کالی کہانی - تے ایام ممل - خسرہ جک کو داغ کرنا ہے ۲ تولہ ص
 رسالہ داغ آتشک و سوزاک رسالہ ہیفیہ رسالہ بواسیر مضر و مسکرات رسالہ فصاحت سالانہ
 ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

المشتر

الحکماء اکثر غلام نبی ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور

اشہار

- (۱) اس رسالہ کی قیمت پانچ سو روپے سالانہ ۷۷۷ بابۃ ۶۶۶
 (۲) کم آمدنی والوں کو پینے جس کی خواہ وہ پڑھ لے سو سے زائد ہو سالانہ ۷۷۷ بابۃ ۱۲۱۲
 (۳) جو صاحب سبک علمی مضمون یا ترجمہ عنایت فرمائیں گے انکو ایک شرفی نذر
 دیا جائیگی۔
 (۴) دو قرین مضامین ہر ہفتے کی ۲۰ تا ۳۰ تک پہنچ جانا چاہیے۔
 (۵) ناپسندہ غیور نہ طبع ہو گانہ واپس۔

شرعہ مستحق

حسن عبادت الخاطب نواب دناور جنگیاد

ذیل کی کتابیں ہمارے دو قرین موجود ہیں۔

(۱) ترجمہ تاریخ افغانستان مصنف بی۔ اے واکر برٹرائٹ لا قیمت۔ ۷۷۷

(۲) بچوں کی پرورش کے طور طریقہ واکٹر ماروسی کی کتاب کا ترجمہ مس

اید عٹہ بورومین صاحبہ نے کیا ہے اور التعمیم پایا ہے۔ ۷۷۷

(۳) زراعت و کرم مصنفہ حسن بن عبادت الخاطب بہ نواب غلام نواز جنگیاد

۷۷۷

اشہار
 محمد عبد الصمد خان

حیدر آباد دکن

منسلہ

حسن

جلد دوم

اکٹوبر ۱۸۸۹ء

مصناین

صفحہ

تجارت کی پچاس تائخ .. از نواب عماد نواز جنگ بہادر .. ۱۰
مسلمانوں کے خوش و خروش کی سچی تصویر .. از مولوی محمد امین حسین صاحب .. ۲۵
بقیہ سفرنامہ نیلگری .. از ایچ بی علی شاہ ذابجہ الملک (میں) .. ۳۱
عزیز کو سولیشن کی تائخ .. از مولوی خدیو سید عیسیٰ صاحب مالک و ایڈیٹر .. ۵۵
(اس صفحہ کے ترجمہ کو مولدین ایک شرفی نند گوئی)

مسجد دمشق از نواب عماد نواز جنگ بہادر .. ۶۵

جرمن کے جعلی پیسہ .. ایضاً ۷۳

حیدر آباد کن

مطبع حسن میں چھاپا

جلد دوم حسن نمب

رسید زر

منیجر شکریہ کے ساتھ ادون حضرات کے اسمائے گرامی ورج ذیل کرتا ہوں جنہوں نے زر چندہ سے اعانت فرمائی۔ امید کہ دوسرے حضرات بھی چندہ سے ممنون فرمائیں گے۔

جناب مولوی محمد کرام الدین صاحب	جناب سید محمد عبد اللہ صاحب جمعہ اربعہ
مددگار مال	غلام علی صاحب قریشی مندرم اول نقد
جناب مولوی عبد الملک صاحب تعلیم	مولوی عصفقر علی صاحب
جناب نواب بشیر نواز صاحب بہادر اول نقد	غلام محمد علی صاحب
مولوی سید غلام رسول صاحب	میرزا امجدی خان صاحب
مولوی اجے محمد محسنی الدین صاحب مددگار نقد	مولوی نجم الدین صاحب فقیہ ہونڈی
مولوی محمد امجد علی خان صاحب	غلام غوث خان صاحب
نواب غلام منیر الدین بنیوان بہادر مددگار	مولوی تنید الحق صاحب چندہ اسی
مولوی سید علی حسن صاحب	مولوی عبد اللہ صاحب سرس
جانب لونی کی الدین صاحب مددگار	میر فیاض علی صاحب
میر احمد شریف صاحب میرنشی نظامت	مولوی بشیر الدین احمد صاحب دگا
ڈاکٹر میرزا یوسف علی صاحب	نواب منصور یار جنگ بہادر
جناب حکیم سعید الدین صاحب	نواب سید محمد زین الدین صاحب
نواب یار جنگ بہادر رامپور	میر نواز جنگ آصف الدولہ شیخ الملک

نمبر

حسن

جلد دوم

اطلاع

نیل اس سالہ کی قیمت خریداران مالک محروسہ سرکاری بندر لجنہ زرمبادلہ اور خریداران مالک انگریزی بندریہ منی آرڈر سال فرما کر سٹیج کو ممنون فرما دینگے۔

نیل ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے ہیں بسا اوقات عدم وقت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہے یا واپس آتا ہے۔

نیل اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاوضہ میں بھیجا جاتا ہے مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے۔ مگر اکثر صاحبان مطبع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں۔ ہم ان حضرات کا معاوضہ ہی قبول کرینگے جو صاحبان اخبار میں ماہوار یا یکبار رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الضرورت علیحدہ مرسل ہوگا طبع فرمائیں۔

اعلان

بکلیہ ہٹرمی آف سویڈر لین کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے۔ یہ وہی عظیم الوجود کتاب ہے جسکا آرمیکل مہارے رسالہ نمبر ۵ جلد دوم میں درج ہے۔ یہ کتاب غایت شہرت سے نفعا تعریف نہیں اگر خریداری کی سو در خود ستین ہم بیچ جائیں تو ہم اسکو چھاپ دیگے۔

اشتہارِ باغستان

ہمارے باغ واقع منیر آباد میں الیشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور و دراز سے آنے والے مختلف قسم کے میوؤں کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر شاید تمام ہندوستان میں بہت کم

ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق خواہش کریں طلب فرمالیں جو پودے تیار نہوں تاریخ اطلاع سے دو ماہ کے اندر پہنچ کر جائیں گے کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی (بیوندی) آم	۴۴	اقسام فی ۱۲	(۱) سیب	۳۳	اقسام فی ۱۲
(۳) شفتالو	۱۰	۸	(۲) آلو بخارا	۹	۸
(۵) انار	۵	۴	(۶) شہتوت	۲	۴
(۷) پیرانگریزی میو	۶	۴	(۸) زرد آلو	۵	۴
(۹) جام (امروہ)	۴	۴	(۱۰) سترا	۱۲	۴
(۱۱) چکوترا	۵	۴	(۱۲) انجیر	۵	۴
(۱۳) انگور	۵۲	۸	(۱۴) وادی چم کا میو	۵	۴
(۱۵) لکھاٹ	۵	۴	(۱۶) سوپا یہ انگریزی میو	۴	۴
(۱۷) سیت پھل	۴	۴	(۱۸) مٹام پھل	۴	۴
(۱۹) حراف لیوڑی	۴	۴	(۲۰) مسوڑیلا یہ نہایت عمدہ انگریزی میو	۴	۴
(۲۱) خرمیون	۴	۴	(۲۲) موز مختلف اقسام	۴	۴
(۲۳) پھول (انگریزی میو) دو قسم	۴	۴	(۲۴) اسٹرابیری	۴	۴
(۲۵) پھنس	۸	۴	(۲۶) برٹیفروٹ (روٹی پھل)	۴	۴
(۲۷) بکریک	۴	۴	(۲۸) ترنج	۴	۴
(۲۹) پھل پھل آبادی	۸	۴	(۳۰) کاجو	۴	۴

۸	۴	(۳۳) کوٹ	۲	(۳۱) لیو
۳	۴	(۳۴) گلاب پھل	۳	(۳۳) گلابی جام
۸	۸	(۳۵) سید ۳	۵	(۳۳) کچور

المشقر

منیجر رسالہ حسن
کاچی گڑھ حیدر آباد چاند پور

پیر اخبار گوجرانوالہ پنجاب کے لایق اوڈیٹر نے پبلک کو مختلف مضامین مضبوط و قویٰ
مطلع کرنے کے لئے ایک نہایت آسان اور کم خرچ ذریعہ قرار دیا ہے۔ یعنی کتابوں کی حیثیت میں
اون مضامین کی سلسلہ دار بحث چھیڑی جائے گی جو ہمارے پوشیدگی سے رہیں اور
مارل ضروریات کو ایک حد تک رفع کر سکیں گے۔

ان کتابوں کی قیمت فی جلد ۲ روپے نام نہ ہوگی۔ ہیکو اسید ہے کہ اس آسان اور
ذریعہ سے مختلف کار آمد اور ضروری باتیں پبلک کو معلوم ہونی رہیں گی۔
اور پبلک لایق اوڈیٹر کی مالی امداد سے حوصلہ افزائی کرتی رہے گی۔

اوڈیٹر صاحب پیر اخبار گوجرانوالہ پنجاب سے یہ کتابیں مل سکیں گی۔

المشقر

منیجر رسالہ حسن

تجارت اور اسکی لحاظ پانچ

دنیا میں تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہو کیونکہ تجارت صرف سامان معیشت ہی کے تبادلہ کو نہیں کہتے بلکہ علم و اخلاق و تجربہ و طرز معاشرت یک قوم کے دوسرے قوم کو ایک شخص کے دوسرے شخص کو اس طرح فائدہ کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں کہ تجارت مال و زر سے بدرجہا مفید ہوتا ہے۔ اور اس قسم کی تجارت جس سے انسانی خیالات میں تبادلہ ہوا ایک ہی شہر بلکہ ایک ہی ملک کے افراد میں اس قدر آسانی سے ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو خبر نہیں ہوتی۔ مگر دنیا کے ایک حصہ کا حال دوسرے حصہ میں ظاہر کرنے کا آگے ہمیشہ تجارت ہی رہا ہے۔ اور اس معنی میں ہم اوسے تبادلہ اشیاء کا ذکر کرینگے جسکو عرف میں تجارت کہتے ہیں تجارت کے استعمالی معنی تو کسی شے کا معاوضہ کسی شے خواہ زر نقد کے بدلے میں لینا یا دینا ہے۔ اس قاعدہ کے لحاظ سے قدم زمانہ میں تجارت محض اشیاء کے تبادلہ پر منحصر تھی کیونکہ سونا اور چاندی جو زمانہ کے زرقی کے ساتھ ہر شے کی اصل قیمت ٹھہری بعد کو استعمال ہوئی۔ اس زمانہ میں جبکہ سونے اور چاندی کے استعمال سے ہم لوگوں کو ہر شے کی ایک مقرر قیمت دینے میں نہایت درجہ آسانی ہے جب قدم زمانہ کے مشکلات کو جو مبادلہ باہمی اشیاء سے ہوتی تھی سوچتی ہے تو کس قدر نقصان محسوس وقت کا حال معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ایک شخص کو جبکہ پاس کپڑا ہوتا جو تکی

ضرورت ہوتی تو وہ اپنا کپڑا بجا و فہ جوتہ کے دیتا اگر جوتے والے کو کپڑے کی ضرورت نہوتی بلکہ ایک آہنی اوزار کی تو مجبوراً کپڑے والے کو آہنی اوزار کیلئے کسی لوہار کے پاس جانا ہوتا اور کپڑا دیکر وہ مطلوبہ اوزار لینا بشرطیکہ لوہار کو پانچواں سا و فہ ضرورت ہوتی ورنہ اس کے حسب خواہش کپڑے والے کو کہیں اور بیٹے کو کسی شے بد سے بین لاکر فراہم کرنا ہوتا۔ غرض ہزاروں وقتوں سے کوئی ضروری شے حاصل ہوتی ہے۔ اب ترقی یافتہ ملکوں میں مبادکہ کی رسم ہم موقوف ہو گئی اور زر نقد و خرید و فروخت کا پھرایا گیا۔ مگر کاروبار تجارت اب بھی ہنوز بڑی مقدار میں مبادلہ اسباب ہوتا ہے۔ ہندوستان کی دولت بصورت اسباب خام و زر نقد تمام دنیا میں عموماً اور انگلستان میں خصوصاً بہت زیادتی کے ساتھ جاتی ہے کیونکہ ان اسباب خام کو قابل استعمال و تکمیل تک پہنچانیکے لئے ہنوز اس نامور گورنمنٹ نے ہی بیان کارخانے قائم نہیں کیے۔

تجارت کے اس بیان میں تین باتوں کا ذکر ہوگا۔

تاریخ تجارت - اصول تجارت - زمانہ حال میں تجارت کا لگناؤ بڑاؤ

تاریخ تجارت

سب سے لائق لوگوں نے اس امر کی تحقیقات کی ہے کہ تجارت کی ابتدا کس قوم میں سب سے پہلے ہوئی۔ مگر چونکہ تجارت کی ابتداء کو کسی مخصوص

قوم سے خصوصیت ہنن اسلئے وہ سوال یوں اٹھایا گیا کہ چونکہ تجارت کا انحصار کثرت آبادی پر منحصر ہے اسلئے یہہ دیکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے نہایت گنجان آبادی کہاں ہوئی۔ تحقیق اور قرائن سے معلوم ہوا کہ گرم ملکوں میں آبادی سب سے پہلے ان مقاموں پر ہوئی جہاں سیرابی کے کچھ نہ کچھہ قدرتی سامان موجود تھے۔ خواہ وہ دریا کے فصلی سیراب سے ہوئی ہو یا پہاڑوں پر سے پانی بہنے سے ہو یا کوئی اور ذریعہ سے چنانچہ مصر میں دریا سے میل۔ شام میں دیائے فرات اور ہندوستان میں دریا سے گنگ اس قرائن کے مویدین کہ ان ملکوں میں مذکورہ بالا دریاؤں کے جوار میں آبادی کی کثرت اور تجارت کا پہلے پھل شیوع ہوا گرم ملکوں میں ایسے تراوت بخش مقامات نہایت فرحت انگیز ہوتے ہیں ان مقاموں کی سبزی انکھوں میں ٹھنڈک پیدا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دور دراز کے لوگ جذب مقناطیسی سے ان سرسبز مقاموں پر انکرا آباد ہوتے ہیں۔

ہر کجا چشمہ بود شیرین + مردم و مرغ و مور گرد آیدند۔
 از قدرتی لہلہا وٹ اور خدائی فرشش فصل اور خوشگوار آب و ہوا سے
 بیچارے سرد ملک کے باشندے بالکل ناواقف ہیں کہ ان ملکوں
 میں ان اوصاف کے ساتھ کوئی قدرتی یا مصنوعی مقام نہیں۔
 تجارت کی ابتدا تو اسی زمانہ سے سمجھنی چاہیے جبکہ انسان کی آبادی کسی
 مقام میں کثرت سے ہوئی ہو۔ ہندوستان میں قدیم الایام سے تجارت

ہوتی ہو اور باوجودیکہ قدرتی زرغیزی بیان روز اول سے ہی مگر اہل ہند نے زر و تجارت
 پیشہ کی نامی مثال کی ہے حضرت یوسف کا اپنے بیانیوں کے عربوں کے ہاتھ فروخت ہونا
 جو اونٹوں پر سوار ہو کر مشرق اور دیگر اشیاء مصر لجاتے تھے تاریخی شہادت ہے
 عربوں کی بگڑت یہ بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ یہ عرب بجا حضرت اسپینہ
 ملک اور شام کیلئے غلام لایا کرتے تھے۔ جس شخص سے بنی آدم کا استفادہ تعلق ہو ان
 رفتہ رفتہ ترقی اور تہذیب پیدا ہونی خداوند شامی قدرت ہے۔ شروع میں
 اسباب تجارت جو سبہ اقتصادی زمانہ کم مقدار میں خرچ ہوتا تھا مگر اپنے پشت
 پر ہاندھ کر فروخت کیا کرتے تھے جیون جیون ضرورت زیادہ ہونے لگی اور
 انسانی قوت گرا بنا اسباب کی تسخیر ہو سکی تو جانوروں سے کام نکالنا شروع
 کیا۔ اور انہیں کے پشت پر اسباب لا کر شیب و فراز لگی کوچوں میں دور
 کرنے لگے مگر جب زمانہ کی رفتار نے تجارت کی وقت زیادہ بڑھائی تو اس تبدیلی
 ترقی سے سجادہ ہو کر زیادہ ہندب طریقہ کی جستجو ہوئی تاکہ کثرت کا راد آسانی
 و قلت وقت سے کام ہو اور وقت سڑکوں کی بنیاد پڑے۔ گاڑیوں کی
 راہیں نکالی گئیں بعدہ سڑکوں کی خوشگلی اور گاڑیوں میں مفید ترسین ہونے
 لگیں اس سے اور بہت سی ایسی مثالوں سے ظاہر ہے کہ زمانہ اپنے ساتھ اپنی
 روشیں ہمہ کو چلاتا ہے ہم زمانے کو اٹے اپنے طرف نہیں کینچ سکتے ایک
 مشہور مثل ہے زمانہ باتونہ ساز تو بازمانہ ساز اور ضرورت مصدر ایجادات
 ہے۔ اسکا اثر منجمد اور لمبور کے تجارت کی روز افزون ترقی میں بخوبی باآیگی۔

جلد دوم حسن بمبئی

اور سلسلہ سے معلوم ہوا کہ کیونکر انسان نے اسباب تجارت کو اپنے پشت سے جانزدون پر اور جانزدون کے پشت سے بیل گاڑیوں پر کہا بعدہ ترقی قاری کے لحاظ سے نوے کی پٹریوں پر ٹیل گاڑیاں بنائیں۔ اسکے بعد اسٹیم انجن جاری کیا جس سے ہزاروں بیل گاڑیاں بارہ دن نہایت محنت سے نقل و حمل ہوتا ہے اور ہزاروں کو قابو میں لانے اور مشرق و مغرب کو تجارتانہ سلسلہ میں مسلسل کرنے کو جہازوں پر ناؤں، زرتقی ہوتی رہی اور بالآخر ہادی خطرناک جہازوں سے متجاوز ہو کر دھانی کشتیوں سے کام لینا شروع کیا۔ ملکوں میں اندرونی تجارت اور ملکی زراعت کی ترقی کیلئے بہترین پریل ٹریس سے سارے ٹیکنوں، ٹھالین، غرض زمانہ کی ضرورت سے ہزاروں راہیں کھولیں۔ اگر بغرض محال ایک شخص سترہویں صدی کا اس انیسویں صدی میں زندہ ہو کر اپنے ملک کی موجودہ حالت کو دیکھے اور اپنے وقت سے مقابلہ اور موازنہ کرے تو اسکو معلوم ہوگا کہ گویا وہ اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

جب یہ قرائن سے ثابت ہو چکا کہ عربوں، شامیوں، مصریوں اور ہندیوں نے اپنے آبادی کا مجموعی حصہ بمقابلہ دوسروں کے زیادہ وسیع کیا، انکی تجارت ہی سب سے افضل رہی ہوگی لیکن جو کچھ ہو بھی تجارت میں انکی سہیت ہی کم ترقی کی کیونکہ علم جہازانی عمل کے طرح بڑی نام تھا۔ جہلیں اس زمانہ میں ہر ملک کی شہر شہروں میں جو سمندر سے قرب واقع ہیں ایک شہر بحری تجارت اور جہازی خدمت کا پایا جاتا ہے اس زمانہ میں مخصوص شہر

برای نام چند اشخاص اس کام کا بیڑا دوٹھاتے تھے کشتیوں کی ساخت ہی ایسی ہوتی جو اس زمانہ ابتدائی کے جہاز راٹون کی طرح اجازت نداشتی کہ وہ ساحل چھوڑ کر کچھ آگے بڑھنے کی جرأت کریں حالانکہ وہی اصول اس ترقی یافتہ زمانہ میں جہاز رانی کیلئے خطرناک خیال کجائے ہوئے کیونکہ اگر ملک کے متصل کشتی بانی ہو تو ہوا کی قلت اعانت سے محض ہاتھ پیر کے بل پر سارے جہاز رانی کا انحصار ہو جائے جو خطرناک اور دشوار ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مصر نے سب سے پہلے بحری تجارت کو شہرت دی۔ بحر قلم اور حور مصر میں انہیں کے جہازوں کی آمد و رفت رہا کرتی۔ اب تک ہنیک معلوم نہیں ہوا کہ بحر قلم کی راہ سے مصر اور ہندوستان کے مابین کب سے تجارت جاری ہے جب یونان بارٹ مصر پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا تو اس نے ہندوستان اور مصر کو روسی تجارت منسل کر نیکاراواہ کر لیا تھا۔

جریرہ کریٹ سب سے پہلا مقام ہے جہاں مصریوں کی آمد و رفت سے شائستگی نے اپنا جنم لیا۔ اسکے بعد پہر اور خرائر سرفراز ہوتے رہتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار برس پہلے مصریوں نے یونان اور جریرہ کریٹ میں بود باش اختیار کی اور پانچ سو برس اس شائستگی کے حاصل کرنے میں یونان نے صرف گئے جو اسکے پوٹیکل شہر کا باعث ہوا جبکہ ایران نے بڑی کد و فرسہ اور سپرٹرمائی کی تھی۔

اب ہم چند قدیم مشہورون کا کچھ حال تجارتانہ لکھتے ہیں اوسی ضمن میں

بعض الوانغزم بادشاہوں کا تذکرہ بھی آجائیکا جس سے معلوم ہوگا کہ اُن لوگوں کو اُس غیر ترقی یافتہ زمانہ میں ہی ملکی سرسبزی کے وسائل سے غفلت نہ تھی۔ اور جو سالانہ ترقی آج میسر ہیں اور ذرائع ملکی بہبودی کے تلاش کئے جاتے ہیں حقیقت میں انکی ابتداء ایسے زمانہ میں ہوئی جسکو ہم لوگ تاریک اور غیر تربیت یافتہ کہتے ہیں۔

ثانی :- یہ شہر بلخاظ وسعت تو کچھ قابل وقعت نہ تھا مگر موقع تجارت کے لحاظ سے وہ ہمیشہ سرسبز اور عمدہ رہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے سکندر اعظم کے حملہ تک جسکو سات سو برس کا عرصہ گذرتا ہے اس شہر کی تجارت شہرت رہی۔ جب یونانی فوج بمائیتی سکندر نے اس شہر پر حملہ کیا اور اہل شہر نے جس طریقہ سے اوسکی محافظت کی تو یونانیوں کے دل میں عموماً اور سکندر کے دل میں خصوصاً اوسکی وقت بلخاظ موقع تجارت بڑھ گئی۔ سکندر اعظم نے اپنے ہمراہیوں پر اس امر کا بھی زور دیا کہ مفتوحہ اقوام کے طرز معاشرت اور آداب تجارت سیکھیں جو اسکی حقیقت میں مدبرانہ چال تھی۔

سکندر یہ کہ بنا سکندر اعظم کے اعلیٰ درجہ کی دور بینی اور خدا واد عقل کی شاہد حال ہے جسکو دراز اول سے آج تک ترقی ہی ہوتی رہی یہہ مقام از روئے تجارت ایسے عمدہ اور مفید موقع پر واقع ہوا ہے کہ یوآدرایشیا اور افریقہ کی منڈی ہو گئی ہے۔ سکندر اعظم اسکے ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہا۔ اور ہر یونان کے دار الحکومت اتینہ کی تباہی ہوتی رہی اور ہر سکندر یہ کہ ترقی۔

مگر ان دونوں مقاموں سے افضل تر کار بھیج تھا جسکی تباہی کا بدنامدار سلطنت
رومیہ کبریٰ کے تاریخی صفحات پر ہمیشہ رہیگا۔

کار بھیج بڑے عمدہ تجارتانہ موقع پر آباد تھا۔ محفوظ بنادر۔ تہہ تجارت مشرق اور
مغرب میں ہوتی تھی۔ مصر کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا اور فرانس۔ اسپین۔
سیسیلی وغیرہ میں کوئی عدم مقابل نہ تھا۔

رومیہ اور کار بھیج میں بڑا فرق یہی تھا کہ اول الذکر جنگی اور زبردستی کارروائی
کرنا رہا اور موخر الذکر عدم آزاری اور سبک روی۔ اہل روم نے جہاز رانی میں
کبھی اعلیٰ غرت حاصل نہیں کی تھی چنانچہ جب رومیوں اور کارتیجیوں سے لڑائی ہوئی
تو رومیوں نے اپنے جہازی نا تجربہ کاری سے بہت نقصان اٹھایا مگر بالآخر کامیاب
ہوئے اور اس فتح سے انکی وسعت سلطنت ایک جانب افریقہ کے شمالی حصہ
اور دوسرے جانب یونان و مقدونیہ تک ہو گئی جس سے تجارت کو بہت فروغ
ہوا۔ بحری رہنمائی موقوف ہوئے۔ بحیرہ روم۔ بحیرہ ہند۔ بحر قزقم اور خلیج فارس
میں رفتہ رفتہ جہاز رومی پہنچنے لگے اور وقت تک جہازی کمپانی تسلط
نہیں تھا بلکہ ہوا پر سارا دار مدار تھا اور سیکے موافق جہاز رانی ہوتی تھی۔

مسلمانوں نے اپنے زمانہ حکومت میں تجارتانہ مواقع خوب ڈھونڈے
تھے جس سے اونکی دانشمندی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر سکندر نے سکندریہ بنایا
اور اس خصوص میں لوہائے نیکلامی بند کیا تو عربوں نے بصرہ۔ بنو اد جبریل الطبر
(جبل طارق) عدن۔ قسطنطنیہ۔ کار بھیج۔ سکندریہ۔ وغیرہ تعمیر کیا یا اپنے

قبضہ میں لائے جو اب تک دنیا کے مشہور بندر گاموں اور تجارتی موقعوں میں ممتاز جگہ پاتے ہیں۔ اسکے سوائے مسلمانوں نے نہایت عمدہ اور باموقع ممالک جزائر پر قبضہ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پوسٹیکل دور بینی کس قدر تھی اور کماتک تجارتی مواقع ڈھونڈنے میں جان کھپاتے تھے چنانچہ صقلیہ۔ (سسیلی) صندرب (سیپرس) روڈز۔ کریٹ۔ یونان۔ مصر۔ ٹریپولی۔ ٹیونس وغیرہ جزائر اور تجارت کے لئے نہایت با وقعت اور ضروری مقامات ہیں ان مشہور اور گام تجارتی موقعوں اور ملکوں میں سے باستثنا۔ جبرالٹر۔ عدن۔ سسیلی۔ اویونان کے کل مسلمانوں کے قبضہ میں اب تک ہیں۔ عدن کا صرف بندر انگریزوں کو رہا ہے باقی شہر عدن پر سلمان قابض ہیں جزیرہ کریٹ تیس برس جنگ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ جو آج کل ملکی زرنگاہ ہو رہا ہے۔

یون تو دنیا میں کوئی سلطنت قیامت تک کر لئے سسٹ لیکر آتی نہیں ہمارے اعتقاد کے موافق ہر شے کی ابتدا و انتہا نہ ور ہر سلطنت کی بنیاد۔ ترقی کمال بعدہ انحطاط زوال اور آخر میں تباہی لازمی ہے۔ پس جو آج کیفیت اعلیٰ درجہ کی کسی ایک سلطنت کی ہو وہی حالت حسب اقتضا زمانہ کل ہماری تھی۔ ہم دنیا کے رد و رد و محبوب نہیں تھے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مدبرانہ کارروائی نہیں کی اور آسانی سے عمان سلطنت حملہ آور دن کو دیدی بلکہ دنیا کی تاریخ ہمارے قدرت و دانائی اور پولٹیکل دور بینی علوم کی اشاعت فنون کی دستگیری کی شاہد ہے اور اس پر آشوب زمانہ میں بھی جو مرتبہ آج سطح زمین پر ہم کو حاصل ہے وہ کچھ شکر ہے

قابل نہیں گونہ گوند امت سے مبادلہ ہو گیا ہے۔ ہمارے تجارت میں کساد بازاری
اگر۔ ہمارا راس المال لٹ گیا۔ جس بجات ناپرسیانی جمالت کے تاریک غما
میں پڑی ہے۔

سلطنت رومیہ کبریٰ جسکا بول بالا افریقہ اور یورپ کے بہت بڑے حصہ میں
تھا آج حسرت بھری آنکھوں سے اپنی پچھلی عظمت کو رو رہی ہے۔

جب سے اس سلطنت نے اپنا دارالسلطنت بمقام سلطنتیہ تبدیل کیا اور سکون
بروز باوجود دھت فکر اور عمدہ جنرل اور فوجوں کے انحطاط ہی ہوتا رہا۔
اور پانچویں صدی میں اس قدر قوت باقی نہ رہی کہ وحشی دشمنوں سے اپنا ملک محفوظ
رکھ سکے۔ چنانچہ۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور گال میں ہر دم فتنہ و فساد برپا رہا اور
ملک و مال کی پامالی ہوتی رہی۔ شہر ویران ہوتے گئے۔ طوائف الملوکی پھیل گئی
اور تجارت کا خیال لوگوں کے دلوں سے بالکل جاتا رہا کیونکہ ہر موقع پر تلوار کر
کام لیا جاتا تھا۔ جب سلطنت رومیہ کا یہ حال دیکھا تو سودا گروں نے ونیس
میں بود و باش اختیار کرنی چاہی۔ یہ مقام عجب پر فضا اور دلکش ہے اور
اپنی مثال دنیا میں نہیں ملتا۔ تمام شہر پانی پر آباد ہے۔ شاہراہیں پانی کی مین
گلی کو چون سے کشتیاں چلتی ہیں۔ مکانات نہایت نفیس آبادی پر فضا
آب دہوا خوشگوار۔ غرض اس دلکش اور محفوظ مقام میں تاجروں نے
مستقل مقام اختیار کیا۔ اور تجارت کو بہت فروغ ہوا۔ جن شہروں کو
قدیم زمانہ میں تجارتانہ فروغ ہوا تھا اور مین ونیس کو بہت بڑی شہرت تھی

اور اوسکا دلفرا مقام دور و دراز کے تاجرون اور سیاحون کو کھینچ لایا تھا
ویس کر بعد پتیا کو تجارتانہ شہرت ہوئی۔ ہمارے ناظرین شہر جنوا کے
نام سے کم سے کم بہت واقف ہونگے کیونکہ وہاں کی اور وہاں کے طرز کی
گھیریون نے پچھلے زمانہ میں بڑی ناموری پیدا کی۔ جنوا کے برابر پتیا کو فروغ
نہیں ہوا کیونکہ اس شہر سے بیرونی تجارت کا تعلق بہت زیادہ نہ تھا۔
سنا ایک ہزار عیسوی سے چودھویں صدی کے نصف ثانی تک جنوانے اپنی
شہرت از روئے تجارت قائم رکھی اسی زمانہ میں ویس اور جنوا کے خلیج
ہو گئے اور تجارت میں زوال آگیا۔

قسطنطینیہ پندرہویں صدی تک جنگی حملوں سے بچتا چلا آیا تاہم اس اثنا
میں بہت سے خفیف حملے پھونچے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مغربی یورپ
میں تہذیب پہل چکی تھی اور چہا پہ کی ایجاد سے ایک عظیم تغیر پیدا ہونے
والا تھا۔ اگرچہ مشرقی یورپ میں بمقابلہ مغربی یورپ کے علم و تہذیب
کا اوس وقت زیادہ چرچا تھا مگر یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ قدیم علوم
و فنون تجارت و صنعت مشرقی حصہ یورپ میں محفوظ اور قائم تھی۔

قسطنطینیہ کی تجارت ایک جانب سکندریہ سے دوسری جانب ویس
اور دیگر بنا در اٹلی سے اور تیسری جانب ہندوستان سے تھی۔ جب عربوں
نے مصر پر قبضہ کر کے ہندوستان کا راستہ بحیرہ قزیم سے بند کیا تو تجارت
براہ بحرِ فیلیج فارس اور دریائے فرات جاری تھی۔

تجسس راہ ہندوستان

چونکہ ابتدائے زمانہ میں عربوں کی تہذیب و شائستگی ایک تاریخی ستمند شہادت ہو اس لئے انھوں نے اپنے اور اندرونی و بیرونی تعلقات کی وسعت کے ساتھ تجارت میں بھی حسب ترقی زمانہ وسعت دی۔ یورپ اور ہست سے ایشیائی ممالک میں ہندوستان کی بیش بہا اور خوش بویات کا چرچا حضرات عرب کی بدولت ہوا۔ عرب سے ہندوستان تک تو وہ لوگ چوڑے چھوٹے جہازوں کے ذریعہ سے تجارت کرتے تھے مگر او دہر عرب سے ہندوستان اشیاء اندرونی ممالک کے ذریعہ دست بدست پہنچتی تھیں۔ یورپ میں ہندوستانی اشیاء کی بڑی قدر و منزلت ہوتی تھی اور باوجود مضاف و رافع و درست بدست فروخت ہونے کے یہاں کے مصالحوں اور دیگر بیش قیمت خوش بویات وغیرہ یورپ میں ارزان معلوم ہوتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں یورپ میں کو ہندوستان کی طرف بڑھنے کا شوق ہوا۔

پندرہویں صدی میں منجملہ دیگر فرنگی قوموں کے پرتگالیوں کو سمندر کی راہ کر ہندوستان پہنچنے کی بڑی ہی فکر تھی ان سے زیادہ کوئی اور اس شخص راہ میں نہیں لگا ہوا تھا برسوں کی سرگردانی اور کوشش میں ہندوستان کی راہ افریقہ کے گرد سے ہزار وقت و مایوسی دریافت ہوئی۔ جس مقام پر پرتگالی ہندوستان کی طبع میں اپنے اوپر جبر کر کے بخوف طوفان واپس جاتے تھے وہی مقام بالآخر انکی امید و نیکو سرسبز کرینیاں لا ہوا اور ان میں

جلد دوم حسن نمبر

راس خوش امید نام رکھا۔ اور محلہ امین ہندوستان کی راہ بین کی قدرت اور انسانی جدوجہد کا نتیجہ ہوا کہ جو عرب ہمان یورپین کے آنکے حرکت ہوئے اون کا اب نام دفن ان نہیں اور جن پرتگالیوں نے برسوں کی لگاتار کوشش و جانفشانی میں ہندوستان کی راہ نکالی اور دوسروں کو بتلایا کہ وہ ایک ذلیل ترین گوشہ (گوا) میں خاموش بیٹھے ہیں۔ مگر جنہوں نے دو برس کے بعد تجارت کا ڈھنگ ہندوستان میں ڈالا جبکہ یہاں مسلمانوں کی حکومت اوج کمال پر تھی۔ آج وہ پورے طور سے مالک ہیں "ملک الایام نداولہا بین الناس" میں کسکو کلام ہر۔

امریکہ کی دریافت

فن جہاز رانی اور تجارت کے روز افزون ترقی سے علم جغرافیہ کے منجملہ اور علوم و فنون کی بہت بڑی ترقی ہوئی مگر پندرہویں صدی تک اس علم نے ادنیٰ ترقی حاصل کی تھی کیونکہ دنیا کا صرف ایک حصہ لوگوں کو معلوم تھا اور زمین کو بجائے کرہ گردش کے بطریقہ سوسنی تعلیم کے موافق مسطح اور قائم بالذات سمجھے ہوئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا جیسا کہ اب تک بہت سے نہیں سمجھتے کہ عظیم براعظم کی رُو سے نشیب و فراز کوئی شے نہیں۔ اور ہم بنا بخت دورہ زمین کبھی نشیب میں جلتے ہیں اور کبھی فراز میں۔

کولمبس جو اٹلی کا ایک مشہور جہازران تھا سب سے پہلے اس امر کا قائل ہوا کہ سمندر پار ضرور کوئی اور قطع زمین ہوگا۔ جسکے تجسس میں وہ جان پر کھیلنے

نوٹیاں رہتا مگر عرصہ دراز تک روپیہ کی امداد نہ ہوئی

اسی زمانہ میں انگریزوں نے لیکننگڈا + ستار عیوب قاسمی اسی جاتی
بلاخرہ سپانیہ کے دور میں ملکہ ایزابلا کے بدولت دولت ملک و مال غنیمت ہوئی
اور امریکہ کا وجود کو لبس کی محنت سے لوگوں کو ظاہر ہوا۔ مگر زمانے کی فائدہ
شناسی کا یہ کافی ثبوت ہے کہ اس قطع ملک کو جبکہ آج ہم لوگ امریکہ کہتے ہیں
ایک ایسے شخص کے نام پر موسوم ہوا جس نے لبس کر بعد امریکہ میں قدم رکھا۔
تجارت کے لحاظ سے امریکہ مقبوضہ ہسپانیہ کو وہاں کے کان طلائے
بہت شہرت دی۔ مگر خود ہسپانیہ کو فائدہ برائے نام ہوا کیونکہ فرانس و جرمنی
وانگلستان نے وہاں کے طلائی معدنیات سے مقابلہ خود مالک معدنیات
کے بدرجہا زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ ایک دوسری بلا ہسپانیہ پر یہ نازل ہوئی
کہ اس نے مسلمانوں اور یہودیوں کو جو اس ملک میں صاحب صنعت و حرفت
تھے اور جس سے وہاں کی تجارت کا اعتماد تھا خارج الملک کر دیا اور کلیتہً
تمام ملک خیرینہ جہلاؤں سے اشخاص کا رہ گیا۔
تجارت جو سرسبز ملک کے لئے لازمی ہے بجا فریقی تعصب سے اکثر ملک
پامال ہو گئے ہیں۔

انگلستان کی تجارت اور جازرانی جیسی کہ اب ہر زمانہ گزشتہ میں
کبھی خیال میں بھی نہ تھی اور یورپ کی تجارت میں کوئی اشارہ تھا جبکہ وہ
وہی ابتدائی اصول تجارت قرار دی جاسکتی ہے یعنی انگلستان کے شہریوں

جلد دوم حسن نمبر

بمقابلہ دوسرے ممالک کے شہروں کے گنجان آبادی نہ تھی آبادی کی وسعت اور چند پولیٹیکل معاملات کی پیچیدگی سے تجارت میں ترقی ہونے لگی۔ جس کی ابتدا سترہویں صدی کے نصف سے ہوئی۔

اتھارہویں صدی کے شروع میں جہازوں کا مجموعی وزن ۲ لاکھ ۷۰ ہزار ٹن اور پچاس برس کے بعد ۶ لاکھ اور سو برس کے بعد ایک کروڑ چھ لاکھ ٹن ہو گیا۔

۱۸۵۲ء میں کل انگریزی باوی جہازوں کی تعداد ۳۱۹۴۳ تھی۔ اور ڈھائی جہاز ۱۴۱۴ تھے۔ اور ان دونوں کا وزن ۴۰۸۰۳۸۵ اور ۲۲۳۶۱۶۷ ٹن بالترتیب تھا۔ لیکن اس زمانہ میں قواعد بھی ترقی ہوئی۔ خاص کر دفاعی جہازوں میں۔ جس کا وزن قریب ۳۴ لاکھ ٹن کے ہر (۲۸ من کا ایک ٹن ہوتا ہے)

حال میں جب لارڈ سالسبری وزیر اعظم سلطنت انگلشیہ نے بحری قوت کو اور بڑھا چاہا تھا جس کے متعلق دونوں ہوسوسون سے بل بھی پاس ہو گئی اور وقت بیان کیا تھا کہ انگلستان کو اپنی بحری قوت کے قایم رکھنے کو کم سے کم اس قدر مضبوط رہنا چاہیے کہ یورپ کی کوئی دو سلطنت متفق ہو کر تنہا انگلستان کا مقابلہ نہ کر سکیں انگلستان کے بعد از دسے قوت بحری ممالک متحدہ امریکہ کا نمبر ہر جس کے دونوں قسم کے جہازوں کا مجموعی وزن تقریباً ۳۶ لاکھ ٹن کے ہر۔ اگر انگلستان اور امریکہ کی مجموعی بحری قوتوں کا موازنہ کیا جائے تو تقریباً دو چاند کا فرق ہو گا۔

اصول تجارت

تاجرون کے اصول میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں

۱۔ مال تجارت کا صدر مقام سے لانا اور جلد فروخت کرنا از دیاد اعتبار کی دلیل ہے۔

۲۔ تھوڑے نفع پر مال جلد فروخت کرنا بہتر ہے بلکہ اس کے کہ زیادہ نفع کی امید پر مال عرصہ تک پڑا رہے۔

۳۔ زبردستی زیادہ اعتبار کی ضرورت ہے۔

۴۔ باقاعدہ ادائی اور وقت موعودہ پر قرضوں کا ادا کرنا آئندہ کے سبب مضبوط کرنا ہے۔

۵۔ تھوڑے نفع پر مال بچینا شہرت اور کثرت فروخت کا سبب ہے اور جو قلت

منافع سے کمی آمدنی کا گمان ہے وہ زیادتی فروخت سے پورا ہو جاتا ہے۔

۶۔ اشیاء کی مقررہ قیمت سے سودا گروں اور خریداروں کو دقت اور محنت

سے بچاؤ ہوتا ہے اور فضول جنجھٹ سے نجات ملتی ہے۔

۷۔ ایمان داری جتنے فروخت میں قوت ہوتی ہے گو کیا برکتی فائدہ نہیں ہو جاتا

بر خلاف بے ایمانی کے کہ ایک دوسرے میں کچھ دولت آجائی

ہو مگر پھر ایسے شخص بازار میں صفحہ نہیں دکھا سکتا۔

۸۔ ذاتی محنت سے تجارت میں بڑا تجربہ ہوتا ہے دوسروں پر تکیہ کرنے اور

خود آرام کرنے سے بدنامی اور کساد بازاری ہوتی ہے۔ اور تجارت کا

جلد خاتمہ ہو جاتا ہے۔۔

۹۔ زیادہ فائدہ اُن ملکوں میں ہوتا ہے جو زیادہ آباد ہوں اور جہاں قدیم باشندے ہوں کیونکہ یہ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور قیمت باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔
۱۰۔ نو آباد ملکوں کے لوگ اکثر خالی گھومتے ہیں۔ ایسے ملکوں سے خرید و فروخت کرنے میں ہمیشہ وقت ہوتی ہے۔

۱۱۔ جہانگت مکن ہو تجارت آزادانہ ہو۔ رکاوٹ ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے۔
گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ رکاوٹوں کو دور کرے تاکہ آسانی پیدا ہو۔
۱۲۔ موٹی پولی عینی حقوق مخصوص عام تجارت کے منافی پائے گئے۔ اس سے صرف دوسروں کے بوجہ حقوق سلب نہیں ہوتے بلکہ اصول تجارت پر ایل کمپنی ہب کم رجوع ہوتے ہیں کیونکہ انکو بوجہ مخالفت سرکاری کسی قسم کا ایڈ نہیں ہوتا۔

۱۳۔ جب اس المال کم ہو تو موٹی پولی عینی حقوق مخصوص کی قدر ضرورت ہے لیکن اس المال کی زیادتی پر ہرگز قایم نہ کرنا چاہیے۔

۱۴۔ کارخانجات صنعت و حرفت میں محنتوں کی تقسیم لازمی ہے۔ کیونکہ ایسے کارخانوں میں ہر عہد کے آدمی ارزانی اور آسانی سے ملتی ہیں اور کام کی تکمیل عمدہ طریقہ پر ہوتی ہے۔
۱۵۔ تاجر کو خرید و فروخت میں آزادی ہونی چاہیے اور انکو اپنے مال فروخت کرنے یا روک رکھنے سے مالکانہ حق ملنا چاہیے۔ بجز غلہ کو وہ ہر شے کو سب موسم تک فروخت کرنے یا روک رکھنے کے پورے طور سے مجاز رکھے جائیں۔

محنتوں کی تقسیم و تقسیم قوت اور کثرت کارخانہ تجارت کا اظہار کرتی ہے اور
 کاموں میں آسانی اور تکلیف اور عمدگی ہوتی ہے اور بعض محنتوں کے تقسیم و تقسیم سے ہر
 ایک محنتوں کی تقسیم کثرت آبادی پر منحصر ہے جہاں مختلف صنعتوں اور کاموں
 کے لوگ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اور مختلف ہاتھوں سے ایک شے مکمل طور سے
 تیار ہو جاتی ہے۔ محنت کی تقسیم کی کمی ایک دوسری اور قسم ہے اور وہ ملکی تنظیم
 ہے یعنی تجارت کی مختلف شاخ مختلف ملکوں میں عمدہ طور سے تیار ہو کر کثرت
 مجموعی بازار کو رونق دیتی ہے۔

بعض سلاطین کو یہ ضبط ہوا کرتا ہے کہ کل اشیاء جو ملے ملک میں خرچ ہو
 ہیں وہیں تیار ہوں اور دوسرے ملک کی محتاجی نہ ہو۔ گوبادی النظر میں یہ
 اصول ملک کی ہمدردی ظاہر کرتا ہے مگر حقیقت میں خلاف عقل ہے۔ جن چیزوں کا
 مصرف کسی ایک ملک میں ہوتا ہے اگر اس کے تیار کیے سامان از ابتدا ناقص
 اس ملک میں کثرت سے موجود ہیں اور بنائے والے اور دیگر ضروری اوزار
 وغیرہ سب کالیت و جامعیت سے ہیں تو اس کا بنانا مفید و لازمی ہے۔
 لیکن جب ایسا نہیں ہے تو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

مثلاً فرانس کو بمقابلہ انگلستان کے دفائی کارخانوں میں کہیں فائدہ
 نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں کوئلہ کی ایسی کالین کہاں جو انگلستان میں موجود ہے
 علیٰ ہذا ہندوستان میں تیار کیے سامان بہت ہیں مگر اس کے بنا ہونے
 اور ضروری سامان وغیرہ عمدہ موجود نہ ہونے سے فائدہ کے ساتھ ساتھ

نہیں کئے جاسکتے۔ کاغذ کے کارخانے یہاں چار پانچ قائم ہیں۔ مگر جہاں تک
مجھ کو تجربہ ہے یورپ کے کاغذات یہاں کے مصنوعی کاغذوں سے ارزان
پڑتے ہیں جو تعجب کی بات ہے کیونکہ یہاں سب سامان تیار ہی موجود
کارخانے اور بازار موجود۔ بخلاف یورپ میں ممالک کے کہ سامان کی پہل
بیرونی اور ہزاروں میل کا سفر کر کے مختلف قسم کے محصولات ادا کر کے
بعد بازار میں ملکی کاغذوں سے ارزان فروخت ہوتے ہیں۔
غرض ایسی ملکی ہمدردی ملک کے اور اپنے لئے ہمارے جان بچاؤ
ہے۔ ہاں خود مختار ملکوں میں کچھ رکاوٹ ہو جاتی ہے یعنی اپنے ملک کی
مصنوعات کی ترقی کے لئے یا کم سے کم اونکی پوری لاگت آنے کے لئے
بیرونی اسباب درآمد پر ہماری محصول لگاتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا
ملک کو صدمہ پہنچانا ہے کیونکہ اس سے چند آدمیوں کو فائدہ اور تمام
کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ فرانس اور امریکہ میں بعض اشیائے ملک
غیر پر اس قدر محصول لگا دیا ہے کہ وہ ملکی اشیاء سے ارزان فروخت نہیں
ہو سکتیں اور اگر ایسا گران محصول نہ لگایا جاتا تو ملکی مصنوعات کو کوئی
پہنچتا بھی نہیں۔

اگر تجارتانہ نظر سے ممالک یورپ کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے
پر نظر پڑتی ہے جسے نکات تجارت کو خوب سمجھا ہے۔ بعدہ فرانس اور ہالینڈ
فرانس اپنی ترقی تجارت میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ ان جملہ تقاضوں سے پہلے

آپ کو بری کر دیا جو تجارت عامہ کے لئے مضر سمجھے گئے ہیں۔

باقی اور ممالک یورپ تو اس کو چہرے سے محض نابالہ ہیں اور جس چیز سے وہ عام تجارت کا اندازہ کر سکتے ہیں وہ محض انکی مقامی تجارت ہے۔ خود انکے مین مہنوز وہ فیرق قوت کے ساتھ موجود ہے جو عام تجارت آزادانہ کا نصف ہر مگر اسمین بھی زوال آتا جاتا ہے۔

تجارت میں گھٹا و بڑھاد

یہ تو شاید مقبولہ اور عام طور سے تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ جو شہر ایک شہر کے جوڑ و ترقی کی وجہ ہوتی ہے وہی شہر بہ تبدیل مزاج و قوت اور سکونیت و نابود کی بھی طاقت رکھتی ہے۔ جنگ جو اکثر توسیع ملک و ترقی تجارت کے لئے ہوتی ہے اس کے زوال کا بھی وہی باعث ہوتا ہے اور بعض حالات میں تو بار پامال ہو جاتی ہے۔

ایام جنگ میں انسان کے گروہ کے گروہ و سول پیشوں سے علیحدہ کر کے جنگ کی طرف مائل کئے جلتے ہیں اور بہتے ضروری صیغجات انسانی زندگی بسر کرنے کے ہوتے ہیں اور انکی جانب توجہ کم کی جاتی ہے۔ صنعت و حرفت کو کاٹنا بند یا سست ہو جاتے ہیں اور ساری محنت اسباب حرب و ضرب میں جسج کی جاتی ہے۔ زر نقد کا چلن کم ہو جاتا ہے کاغذی گھوڑے رفع ضروریات کرتے ہیں۔ نیکون سے روپیہ نہیں ملتا نرخ فقرہ و طلا بڑھتا ہے اور یہی سامان گرانی اشیاء کے ہوتے ہیں بعض اقسام کی تجارت میں فروغ اور اکثر میں زوال ہوتا ہے

اور جب وہی سامان جنگ و جدال مبدل بصلح و امان ہو جاتے ہیں تو گرائی
اشیا بھی مبدل بارزانی ہوتی ہے۔

اسکے سوا ہندوستان کی طرح جن ملکوں میں سکہ نفروں کا رواج ہے اور انکو ایسے
ممالک کے ساتھ معاوضہ تجارت کرنے میں سخت مالی نقصان ہوتا ہے جو ان سکہ
طلائی کا عام رواج ہے کیونکہ سکہ نفروں کی قیمت روز بروز کم اور طلائی کی
زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہ سامان تجارت کے سستی اور تیزی کے ہیں۔

تجارت ہند

اب ہم کچھ اپنے ملک کی تجارت موجودہ کا حال پیش ناظرین کرنے ہیں۔
امید ہے کہ لطف سے خالی نہ ہوگا۔ ہندوستان باوجود اپنی قدرتی زرخیزی
ہمیشہ سے تجارت کرتا رہا۔ لیکن زمانے کی رنگت کے ساتھ اسکی تجارتوں
میں عظیم تغیر واقع ہوا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح اس ملک
کے بعض مقرری گروہ ذات کی تقسیم کے لحاظ سے تجارت میں پشت و پشت
لگے رہتے ہیں اور جنکا کام بجز تجارت کے اور کچھ نہیں یہ مثال دنیا کے کسی
حصہ میں نہیں ہے اور اسی لئے یہاں کے لوگوں میں بالعموم حساب و کتاب
کا مذاق زیادہ ہوتا ہے۔

مارہ وارسی۔ کہتری۔ کنہی۔ بنیا۔ ہندون میں۔ خوجہ۔ ہورے۔ مین
مسلمانوں میں۔ اور پارسی ہندوستان کے اقوام میں تجارتانہ مصروفیت ہے
ہندوستان کے ہندون کی تعداد تو پنج چھ ہیں مگر اصل میں کلکتہ

جلد دوم حسن نمبر

مبسر خاص تجارتی ہندوہین۔ علی انخصوص مبسر جو روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے ترقی تجارت کے بدولت مبسر کی آبادی بھی بمقابلہ کلکتہ و مدراس کے نہایت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور آج اسکو جبلہ بلا دہند پر لحاظ کثرت آبادی فوقیت ہے۔

ہندوستان کی تجارت گزشتہ پچاس برس میں تقریباً دوچند کے ہو گئی ہے اس کی تجارت کے چار طریقے ہیں۔ اول بحری تجارت ممالک دیگر سے۔ سطحی تجارت بنادر مستقرہ ملکی سے۔ سرحدی تجارت ممالک متصلہ سے۔ اندرونی تجارت مختلف بلا دہند سے۔ ہند کی تجارت مجموعی سالانہ ڈیڑھ ارب سے زائد ہے۔ اور اس لئے تمام ایشیاء کے ملکوں میں اسکا نمبر اول ہے بلکہ بحیثیت مجموعی انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے بعد تمام دنیا میں اس کا نمبر آتا ہے۔ گویا تجارت کے لحاظ سے تمام دنیا میں اسکا پانچواں نمبر ہے۔

مال درآمد و برآمد کے اوپر اور اس کے نوعیت کے لحاظ سے ملک کی اسودگی اور لیاقت سمجھی جاتی ہے۔ جس میں ہمارا ہندوستان ناقابل ثبات تہہ اگر درآمد مال کی مجموعی قیمت کچھ کم بیش بدرجہ اوسط ۷۰ کروڑ ہوتی ہے۔ اور برآمد کی زاید از ۸۰ کروڑ۔ مگر لحاظ نوعیت اسباب ہندوستان ذلیل ثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ علاوہ ایک بہت بڑی قسم یعنی زاید از ۱۵ کروڑ سالانہ نشین وغیرہ کے ہندوستان سے بیش قیمت مال اور پیداوار جو زندگی کا بہت بڑا جز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً گیہوں۔ چاول۔ چائی۔ شکر۔ قہوہ۔ میوہ۔ روئی۔ سن تخم روغنی۔ چمڑا۔ ساکو۔ اون۔ تیل۔ نیل۔ گندہک۔ ریشم۔ افیون۔ سونا

جلد دوم حسن منسلہ

چاندی۔ لوہا۔ کوئلہ۔ موقی۔ وغیرہ۔ اسکے معاوضہ میں جو کچھ ہم کو ملتا ہو وہ بہت کچھ عطاے توفیق سے تو بخشدیم کا مصداق ہوتا ہو۔ مثلاً روئی سے کپڑا نکرا آگیا۔ لوہا گیا اوزار و کل وغیرہ لگے۔ غرض یہاں سے سامان اشیاء ہم پہنچاے جاتے ہیں اور وہاں سے پھر ہمارے لئے تیار شدہ چند گنی قیمت پر واپس آتے ہیں۔ اسکے ہوا کچھ منسوخی یا تھی گھوڑے۔ کھلونے۔ جہاز فائز کرسی۔ میز وغیرہ آرائشی و تفریب چیزیں آتے ہیں۔ غرض ہندوستان سے سامان حفظ روح و روان اور انگلستان وغیرہ سے اسباب آرائشی جسم و مکان جاتے آتے ہیں۔ مبین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔

ہندوستان کی تجارت بحری میں ساتھ فیصدی انگلستان کا حصہ ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اس کے بعد چین۔ امریکہ۔ فرانس میں اور ممالک سے تجارت بحری ایسی نہیں ہو جو قابل ذکر سمجھی جائے۔

ہندوستان کی جو تجارت سرحدی ممالک متصلہ سے ہوتی ہے۔ یعنی افغانستان ایران۔ بخارا وغیرہ سے اس کا شمار بھی بہت خفیف ہے۔ کیونکہ راستہ نہایت مشکل گزارا ہے۔ سرحدی اقوام اکثر فعل آمد و رفت رہتے ہیں۔ علاوہ براین ان ممالک میں باسٹک و افغانستان اس کا رعب داب روز افزون ترقی پر ہے اس کے مصنوعات بلشبہ ہمارے زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ کابل کی راہ سے جو مصنوعات انگریزی روسی عملہ ارمی میں پہنچتے ہیں اس پر محصول بہت لگایا جاتا ہے ہندوستان میں مونوپولی سے نقصان رعایا بہت ہے جس طریقت

تجارت کو خود اہالی انگلستان اپنے ملک اور دیگر ممالک میں مذموم قرار دیتے
ہیں انہیں افسوس ہے کہ اوس کا عمل درآداب تک تیرمی کے ساتھ گورنمنٹ کر رہی ہے
انیون جو کروڑوں روپیہ کی ہر سال ہین وغیرہ جاتی ہے اوس کی کاشت اور فروخت
بدون اجازت خاص گورنمنٹ کے نہیں ہو سکتی۔ علی ہذا ملک وغیرہ۔
ہندوستانی گہون تمام وٹیا میں پسند کیا جاتا ہے اور بڑی کثرت اور عت
سے اس کی ترقی گزشتہ پندرہ برس میں ہوئی ہے۔ مگر یہ تعجب کا مقام ہے کہ ۱۲
فیصدی کوٹہ اگر کٹ نکلتا ہے۔ جس سے تجارت میں سخت نقصان ہوتا ہے۔
اگر امریکہ کی طرح صفائی کا لحاظ کیا جائے تو خرید و فروخت میں آرام و فائ
ہو۔

مٹاؤ نکلے جوش و خروش کی سچی تصویر

راقم مضمون کی صرف ذاتی رائے نہیں ہے کہ عروس ہندوستان کی دلنویس صورت کو بدنام اور قابل نفرت بنانے کی نہایت کارآمد و موثر تدابیر میں ایک یہ امر بھی شامل ہے کہ باشندگان ملک اوس فیاضانہ تعلیمی پالیسی کے استفادے سے بطایف اخیل رو کے جاہلین جسکا حامی انسان دوست لارڈ بلنگٹن پکارتے تھے اس خیال کو عملی اثر پہنچانے کے لیے مختلف صورتیں اختیار کی گئیں۔ کبھی صاف صاف ہائی ایجوکیشنل پالیسی پر نکتہ چینیان ہوئے۔ کبھی دیگر نکلے بانوں کے ذریعہ سے تحصیل علوم جدیدہ کا خیال دلایا گیا۔ اور بعض اوقات سنسکرت اور عربی زبانوں کی لالچ و لاکرا علی انگریزی تعلیم سے محروم رکھنے کی فکر ہوئی۔ جب دیکھا گیا کہ ہم اپنی نادانی محسوس کر چلے ہیں تو ایک جداگانہ اسٹپ لیا گیا جو فی الواقع ایشیائی اور مخصوص ہندوستانی طبایع کے مناسب حال تھا۔

یعنی ہمارے علوم مذہبی کی اشاعت کی گئی اور زور دیا گیا کہ انگریزی تعلیم نے تدمہ اور اندھیری کی اشاعت کی ہے اور وہ ہندوستانی جو اس طریقہ تعلیم سے جدید زندگی میں درآئے ہیں اسچند اسباب پر یقین نہیں رکھتے۔

ایک مہربان و خدا ترس بزرگ برادران اہل ہندو کے مقدس شاستروں کے اعظا

ملاحظہ ہو رسالہ حسن نمبر

اور قدیمی آریا اقوام کی علوم و ترقی کے حامی پیدا ہوئے اور نصیحت خرمائی کے زمانہ حال کی تعلیم کو دگرگراہی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے صاحب نے مسلمانوں کی اعلیٰ انگریزی تعلیم کے منصوبہ کو اس کاہل و حیلہ جو قوم کو ایک مذہبی یونیورسٹی کا خیال دلا کر مست کرنا چاہا۔ مگر شکر صد شکر کہ عزیز سر زمین ہند کے رہنے والے و وزیر و این دوستانہ نصایح و تدابیر کی اصلی تہ کو پہنچتے جاتے ہیں۔ اور ان انسانی شائستگی کے مخالف حضرات کی ناکامی ترقی کرتی جاتی ہے۔

ایسی حالت میں کہ ان کے مقاصد کو نامہ ناکامیابی ہو ہی نہیں سکتی کسی باریک مخاطب تدبیر کی (چاہے فوری اثر نہ دکھلائے) ضرور توقع تھی۔ جو پوری ہوئی۔

یہ دیکھ کر کہ ہمارے ہندوستانی ایک یا دو پریسڈنسیوں میں معتد بہ حیثیت تعلیم کو پہنچ گئے ہیں اس لئے اب تعلیمی معاملات پر بحث و گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے شاید کہین اور ولولہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور یہ کہ ہندوستان کے پوٹیکل سوا دین روز افزون ترقی ہو رہی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ ہندوستان کی ملکی حالت میں دوامی موافق مطلب تغیر پیدا کیا جاوے ولایت کی ہفتہ وار ڈاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ہندو ممالک غیرین مذہبی و سوشل ترقی کی کامیابیوں کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے اور انہیں مباحث کی دلچسپی پیدا کی جاتی ہے۔ افریقہ میں وسعت مذہب اسلام۔ ترکی کی پولیٹیکل حالت۔ جاپان و تبت کے مسلمانوں کے تجارتی اقتدار۔ اور مصر و خطوط کی باہمی عید کیون کو ہمارے سر فرض خیال و گفتگو کے اصل مضامین بنانیکے کوشش کی جاتی ہے۔

اور صرف اس غرض کا نتیجہ کا انتظار ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی پوسٹیکل حیثیت بالکل جداگانہ قائم ہو۔ انکے مباحث کچھ اور ہی ہوں۔ وہ اسی ملک میں رہیں۔ یہیں کے قانون تعزیرات سے سزا پائیں۔ یہیں کا غلم نوش کریں۔ ٹیکس ادا کریں۔ اور یہیں کے ”کالے آدمی“ کہلائیں۔ مگر خیالی طور پر اپنے کو کہیں اور کا باشندہ خیال کریں۔ بوئے ب الوطنی اون کے دلون سے دور رہے۔ اور اونکے مقاصد مستثنیٰ ہو جائیں تب اوس وقت ہندوستان کے ساتھ ان دوستانہ خیالات کا اختتام ہو سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اگر ہم اس دانا دوستی کے راز اے پنہان کو عیاں کریں تو خوف طوالت مضمون کے علاوہ اس بات کا بھی خیال ہوتا ہے کہ جو لوگ اب تک اس مضر ذلت منی آفرینی۔ اور پریچ بندش کو نہیں سمجھتے جنہیں مکتہ چینی میں جلدی کریں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم انہیں دو ٹوک ”یونائٹڈ سروس میگزین“ کے راقم کو بھی شامل کریں۔ اور جو کچھ اوس بچارے نے فطر تشویش و خفقان میں عامہ فرسائی کی ہے واقعات و حالات عالم پر متوجہ کر کے اوس کا خوف رفع کریں۔ ”ٹیک نہادی کے پیرائے میں مذہب اسلام کو نقصان پہنچانکی کوشش“ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سٹر ولفورڈ (۱) لے اس شخص میں آئندہ ایک سلسلہ شروع کیا جاوے گا۔

لے صاحب مدوح کو سیلون اور ہندوستان کے اکثر خصوصین پاسنامہ مسلمان آبادی کی فہرست سے نذر کے گئے تھے اور اپنے مدرسۃ العلوم اسلامی (علیگڑہ) کی تعلیم کو ہماری ضرورت کے

سے آگاہ۔ لطف یہ ہے کہ تعصب و جہالت کسی مفید شے کے حاصل کر کے اجازت نہیں دیتا۔ اسکے علاوہ ابتدائی ترقی اسلامی کے زمانہ میں تمام مسلمان اتحاد کے ساتھ ایک ہی سر زمین سے مولدہ ملک گیری کے جوش میں پھلتے تھے۔ کیونکہ حالت جغرافیائی نے انہیں مجاز کیا تھا لیکن اب وہ اتصال جغرافیائی کہاں ہے؟ گو ان کی حیثیت جمعی کشادہ اور وسیع ہو لیکن وہ کشادگی اور وسعت منتشر ہے۔ اور کوبڑے بڑے مسخندرون اور بیابانوں میں تقسیم کر رہا ہے جو لوگ مسلمانوں کی ابلہ فریبیان اور خام خیالیان نظر حضرت انگیز سے دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ وہ قوی ہونیکے ساتھ ہی ہوشیار اور دانشمند بھی ہیں جو بائین اسوقت روز افزون ترقی عالم سے ناخروہین ادنیٰ نے مسلمانوں کو اپنے جہازرون۔ اپنی تجارت۔ اور سب سے زیادہ اپنی اخبارات وغیرہ کے سامنے بے حیثیت واپس کر رکھا ہے۔ ترکی خود تباہ ہو گئی۔ ایران آپ غرق ہو گیا۔ یونیس چل بسا۔ اور مصر کا زلوا چھین گئی پیکار کو شش ہے کہ بونہیروم واسے مردہ کا سر کاٹ ڈالا جائے۔

ہم نہایت سچائی سے کہتے ہیں کہ مادہ فساد و بناوت ہم میں معدوم ہے۔ کیونکہ ہماری تاریخ کے صفحہ غیر طاعت و غلامی سے پاک ہیں۔ ہمارا سوشیل اور پوٹیکل برتاؤ جو عیسائیوں کے ساتھ ہے وہ مذہبی جواز سے ہے نہ کہ کینہہ خوشامد سے۔ ہم نہ ملواری کہتے ہیں اور نہ مانگتے ہیں کیونکہ دوسروں نے کانگریس کے فیوہ ایکٹ اسلحہ میں ترمیم چاہی اور اس ترمیم کی مخالفت ہمارے سوا اور کسی نے نہ کی۔ جس ملواری چھین لینے کو دول یورپ متفق کیا تی ہیں وہ بدین گذرین کہ چھین گئی

اب صرف قبضہ باقی ہیں۔ اور شاید اس اسلامی جو شوخ و شنگ پر لکھنے والے کی
 انہوں میں تلوار کی تصویر خیالی ہوگی جسے اسکے دل میں اتنی ہیبت پیدا کی۔
 ہر ایک سوچنے والے کے اطمینان خاطر کے لیے یہ امر کافی سمجھ کر پیش
 کانٹیشن میں پر جوش و ذاتی نفرت یا عداوت رکھنے والوں کی رائیں ہر
 ملکی مسائل میں نظر انداز کی گئی ہیں۔ چہ جائیکہ راقم "یونائیٹڈ سروس" کی رائے
 (جو نہ تو انوکھی ہے اور نہ نئی ہے) جسکے عملدرآمد پر تمام دنیا کے یورپین تعلقات
 کو مدد ملے عظیم پہنچا۔

یہ ہی یاد رہے کہ ہر ایک سلطنت کے بیرون فی تعلقات نرم دل اور بانگ
 بد برون کے مابین سپرد ہوا کرتے ہیں جسے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حشیانہ
 یا احمقانہ اصول پر کبھی عملی اسٹپ لینگے۔

محمد منیر حسین

بقیہ سفرنامہ نیگلہ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

۲۴ رمضان ۱۳۸۵ھ

آج ساڑھے آٹھ کو بیدار ہوا۔ میرے فیاض علی صاحب جبکہ اونکے والد کی سخت علالت کی خبر آئی ہے۔ حازم مہین کہ آج یا محل بدھ کو واپس جائیں چاہیے۔ اسی وقت تار کیا گیا ہے کہ میرے فیاض علی صاحب استاد کی صحت سے اطلاع دین ۱۲ بجے پر پوٹ سکر ٹرمی گورنر صاحب مدراس کی ایک چٹھی آئی کہ گورنر صاحب ساڑھے چار بجے بازوید کی ملاقات کریں گے۔ بعد برک فاسٹ میں ملکان کی آراستگی میں مصروف رہا۔ چار بجے ۳۵ منٹ پر گورنر صاحب کے کچھن فول ایڈیوٹنٹ آفسر ساتوین بھووارتھ شریف فرما ہوئے۔ میں نے گاڑی تک استقبال کیا میرے کو ریف علی صاحب و میرے فیاض علی صاحب و پنڈیگم و سید غلام رسول اسٹاف میں تھے۔ گورنر صاحب نے گاڑی ہی میں سے سلام کیا او۔ ٹوپی او نارلی پولس گارڈ نے سلامی دی۔ گورنر صاحب نے فرمایا کہ نواب صاحب معاف فرمائیں مجھے پانچ منٹ کی دیر ہوئی۔ ۵ منٹ نشست رہی اور ہر او دہر کی باتیں ہوتی رہیں اور بڑے بہائی کی مزاج پر سی کی اور رخصت کی وقت فرمایا کہ میں غنیم گنجام کو تقریب دورہ ایک ماہ کے لئے پجشنہ کو روانہ ہوتا ہوں وہاں قحط کا اندیشہ ہر اسکا بند و بست ضروری ہے ایک ماہ کے بعد پھر

نیلگیری کو واپس آؤنگا اگر اس عرصہ میں یعنی میری غیبت میں نواب
جناب الملک بہادر بیان آئیں تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہہ دینا کہ مجھ کو
ملاقات کا بہت شوق ہے آپ سال آئندہ ضرور نیلگیری آئیں۔
صاحب مدد و ح نہایت ہی خلیق ہیں۔ گاڑی میں سوار ہوتے وقت
ڈاکٹر صاحب سے بھی ایک دو باتیں انگریزی میں ہوئیں۔ مکان اور
مقام کی بہت تعریف کی اور رخصت ہوئے۔ پھر میں نے چائے پکر
ہوا خوری کا قصد کیا۔ میرے ساتھ سید غلام اور ڈاکٹر صاحب اور دو دیگر
گاڑی میں اسٹاف کے لوگ چوزکم اور میر فیاض علی صاحب تھے۔
سکھ ہوٹل کو جا کر واپسی کے وقت تالاب اور پوٹو گریڈ پرست
ہوتے ہوئے بجے مکان میں داخل ہوا۔ سڑک سے سات کو اڑھ
ہوا۔ سید رسول ملازم فیاض علی صاحب ٹیپہ کی بندھی میں اسباب
لیکر و بجے متاہم کوروانہ ہوا۔ دو بجے استراحت ہوئی۔

اس موقع پر گورنر صاحب کی نسبت اس بات کا ذکر کرنا میجا نہ ہوگا
کہ یہ اعلیٰ درجہ کے حاکم صرف پانچ منٹ کی تعویق پر بہت دیر تک
معذرت و افسوس ظاہر فرماتے رہے۔ پس ہمارے امداد کو بھی وقت
کی پابندی نہایت ضروری ہے اور تمام شایستہ آدمی اپنے اس قسم
کے طریقوں اور پابندیوں سے مہذب گروہ میں داخل ہو سکتے ہیں

۲۵ رمضان ۱۳۱۶ھ یکشنبہ

جلد دوم حسن نمبر

آج آٹھ بجے بیدار ہوا۔ میر فیاض علی صاحب خاں کے ٹانگہ میں مطہم روانہ ہوئے۔ اگرچہ ترشح نہیں ہے لیکن ابرمحبیط آٹھ بجے۔ اس مقام پر جب ابر آجاتا ہے تو طبیعت بہت گہمرازی ہر اور نہایت ہی تنگ وقت معلوم ہوتا ہے اور سردی بھی کبھی قدر جو ناگوار مزاج ہو ہوتی ہے اور مقیاس انحرارت قریب ۱۱۰ کے ۶۶ درجہ پر تھا۔ ۵ بجے ہم سویم ہوٹل گئے کھانے پر دست مہر اس کو نسل فردکش تھے اور کل ہوٹل گئیج (بھرا ہوا) تھا لہذا واپس ہو کر سناک ہوٹل گئے اور سناک ہر کو واپس آئے۔ ۸ بجے ڈنر ہوا۔ ایک بجے استراحت۔ آج کا تمام دن نیلگی می کے حالات کے دریافت کرنے میں گزرا۔ یہاں کا علاقہ بلکہ کل ضلع دوسرے اضلاع سے اس سے بالکل علیحدہ کیفیت رکھتا ہے کیونکہ اس علاقہ کا بڑا حصہ پہاڑی ہونے سے یہاں کے انتظام اور کاشتکاری وغیرہ عجیب و غریب ہے ہر ہم آگے چلے مفصل کیفیت ایک جگہ لکھ دیں گے۔

۲۶ رمضان ۱۳۸۵ء دوشنبہ

آج ۶ بجے بیدار ہوا۔ یہاں کے بہت سے جنگلی لوگ آئے تھے۔ ان لوگوں کے حالات اور بود و باش کی کیفیت دریافت ہوئی اور ان کو صفہ انعام دیا گیا۔ ۱۲ بجے برگ فاسٹ کہا یا۔ بوجہ ترشح جو کل ہوئی تھی اور آج بھی صبح سے ہر پو پوینج جو آج مقرر تھا ملنوی ہو گیا۔ لیکن معمولی پو پو شام کو ہوا۔ ۵ بجے بعد سناک ہوٹل کو جا کر واپس آیا۔ آج

شب کو جنرل ہونڈ اور سٹر مری دسترورڈ کاڈز تھا۔ یہ سب صاحب وقت تشریف لائے۔ آج کی رات ان معزز مہمانوں کے ساتھ لطف سے کٹی۔ ۱۱ بجے رخصت ہوئے۔ یہ جنرل صاحب پشپن یافتہ ہیں۔ ۴۶ سال ہندوستان میں ملازمت کسر ہیں۔ کسے قدر اردو بولتے ہیں۔ ستربرکا سن ہے۔ آدمی نہایت ظلیق و خوش مزاج ہیں۔ آجکا دن بھی نیگییری کے حالات کے دریافت میں گزرا۔

۲۴ رمضان ۱۳۱۲ء شنبہ

آج ۷ بجے بیدار ہوا۔ صبح میں کچھ ترشح بھی ہوا۔ تمام دن ابرگرار ہوا۔ آفتاب نظر نہ آیا۔ سردی خوب تھی گویا لہن کا سادہ تھا۔ برک فاست پر جنرل ہونڈ اور سٹر مری آئے تھے اگرچہ سٹرورڈ کی بھی دعوت تھی لیکن صاحب مذکور ایک فوجداری مقدمہ کے جوری (پنپایت) میں شریک تھے اس لئے نہ آ سکے۔ بعد غذاے صبح ہم سب لوگ مع دعوتی اشخاص اوس کارخانے کے دیکھنے کو گئے جہاں بیئر شرب بہتی ہے۔ یہ کارخانہ ایک وسیع احاطہ میں جسکے اطراف دیوار گہری ہوئی ہے واقع ہے۔

کارخانہ کا مینجر جو ایک فوجوان ظلیق آدمی ہے اور دارہی و محنت بالکل صاف کرتا ہے۔ گاڑی تک استقبال کیا۔ پہلے ہم کچری میں گئے اور پھر سے ایک مشین (کل) دیکھی جو نلی کے ذریعہ سے جس قدر پانی آتا ہے اودھ صاف کرتی ہے۔ نلی کے ذریعہ سے ایک چکر داریج میں سے پانی کی

جلد دوم حسن نسبہ

دہارین باریک باریک مثل نوار دے کرتی ہیں۔ اسکے نیچے چوبی ٹاٹ لٹکا
 کٹڈہ) دہرا ہوا ہے پانی اس میں جمع ہوتا ہے اور دوسرے مشنوں کو یہاں سے
 جاتا ہے اور بیڑ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ مکانات کا رخانہ نہایت وسیع اور عالیشان
 ہیں ہم بیان سے اس مشین ہوں گوئی جہاں جو کا ہوسہ ایک آدمی ہزاروں
 من اس کل کے ذریعہ سے صاف کرتا ہے۔ اس مشین میں جو ڈال دی
 جاتی ہے۔ اندر والے رور کے ذریعہ سے پوست علیحدہ ہو جاتا ہے رول
 کے اطراف آہنی جالی ہے جس میں سے ہوسہ نکل جاتا ہے اور جو صاف ہو جاتی
 ہے۔ وہاں سے ایک کو ٹھہر مین گئی یہ مکان ایک جڑہ ناسٹکل پر ہے مگر
 اس قدر طویل ہے کہ چار سو آدمی مقابل یکدگر ڈنر میز پر بیٹھ سکتے ہیں
 یہ انج کا گودام ہے۔ یہاں جوٹکے خریطے صد ہا رکھے ہوئے ہیں۔ پنجاب
 ممالک مغربی و شمالی اور خاص نیلگیر ہی وغیرہ ہر ایک ملک کا جو بھرا ہوا
 ہے مہکو ہر ایک قسم اور ہر ایک ملک کے جو دکھلائے گئے۔ یہ مکان ڈونٹو
 ہے بیان سے ہم بدریعہ زینہ اوپر کے درجہ میں گئے۔ یہ بھی اتنی ہی
 کا کمرہ ہے۔ اس عمارت کے ستون اور چہت کل آہنی ہیں۔ اوپر کے درجہ
 میں ایک جانب آہنی حوض ۲۰ گز مربع اور ۵ فٹ عمیق بنا ہوا ہے۔
 یہاں جو بھرے جاتے ہیں اور کھرد کچرہ صاف کیا جاتا ہے۔ ایک جانب
 ۲۰ گز طول اور ۲ گز عرض کا ایک جڑہ ہے۔ اسکے تھہ میں تمام آہنی باریک
 باریک جالی ہے اوپر جو ڈال دیتے ہیں۔ اس سے تیسرے درجہ میں گئے

اندر چولہہ ہے جب اوس میں آگ روشن کرتے ہیں تو یہ تھوڑا اوس جلنے دار تو ہے
 بھوننی جاتی ہے اور پھر اوس جال کے روزنوں سے نیچے کے درجہ پر گرتی ہے
 اور یہاں حسب ضرورت بریان ہو کر نکال لی جاتی ہے۔ اس نیچے کے درجہ
 کی جال بہت باریک ہے تاکہ چولہہ میں نہ گر پڑے۔ ہم یہاں سے اوتر کر
 چولہہ کے تھہ خانے میں گئے۔ زمین کے اندر بذریعہ زینہ کوئی ۵ فٹ
 اوترنا ہوتا ہے۔ یہاں آہنی کشتیاں ہیں جس میں آگ روشن کی جاتی
 ہے۔ الغرض یہاں سے نکل کر ہم اب اوس بالا خانہ پر گئے جہاں بیڑ بنتی
 ہے۔ اس مکان سے اوس مکان کو جانے کو ایک چوبلی پل بنا ہوا ہے یہاں
 ایک مشین ہے اور اوس پر ایک چوبلی حوض بنا ہوا ہے جس میں بریان شدہ جو
 ڈالتے ہیں اور جو چرمی خرطوم کے ذریعہ سے اوس مشین پر گرتی ہے یہ
 مشین ایک ایک ہاتھ دو دبیز رولرون سے ملا ہوا بنا ہوا ہے اور اوپر
 اوپر ڈھالو ایک گز طول اور آدھا گز عرض باریک باریک تار کی تختی
 بنی ہوئی ہے۔ جو اسی پر سے رولرون پر گرتی ہیں اور تاروں کے کھنڈ
 سے یہ غرض ہے کہ اگر اوپر کچھ کچھ رہ گیا ہو تو وہ بھی صاف ہو جائے
 یہ دو نوں رولر ایک سے ایک چکر کھاتے وقت رگڑتے ہیں جن میں
 جو کوب ہو جاتی ہے۔ منیجر کا بیان ہے کہ ایک وقت کسی مزدور نے
 کسی وجہ سے اس پر ہاتھ رکھا تھا اوس وقت اوسکا انگوٹھا چور چور ہو گیا
 بہر حال یہاں جو نیم کوب ہوتی ہے اور پھر خرطوم چرمی کے ذریعہ سے

میں جاتی ہے۔ اس کے نیچے کے درجہ میں دو حوض بہت بڑے بڑے تھے۔
دو فٹ عمیق بنے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ جو تر ہوتی ہے اور دھوئی جاتی
ہے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا چوبی برج بنا ہوا ہے جس میں جو کچھ تھی ہے
اور یہ تمام کام بلا زحمت ان ان کلون کے ذریعہ سے نکلتا ہے صرف ایک
آدمی کی ضرورت ہوتی ہے یہاں اوسکا شیرہ نکلتا ہے اور نلیوں کے ذریعہ
سے چوبی صند و قون میں جو بطور حجر وں کے بنے ہوئے ہیں آتا ہے اور یہاں
خمیر ہوتا ہے۔ دو صند وق دیکھے گئے بادی النظر میں معلوم ہوا کہ رُڈنی سے
بھرے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں کف تھا جو اوسپر آگیا تھا اور بو بھی دیز
سے نکل رہی تھی۔ منیجر کا بیان ہے کہ ایک وقت ایک صند وق جو آٹھ
وقت شیرہ سے خالی ہوا تھا اوس کے صاف کرنے کی غرض سے ایک
آدمی اوس میں اترتا تیزی بُو سے بیہوش ہو گیا اور دو آدمی جو اوس کو
نکلانے گئے تھے وہ بھی بیہوش ہو گئے تھے اور وہ تینوں فوت ہو گئے۔
اس مکان میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے یہاں تھرماسٹر اور بہت سے پیمائشی کا
کے اوزار میز پر رکھے ہوئے تھے اور ایک سلیٹ کی تختی پر دو چھینی
چھوٹے چھوٹے پیالہ ہیں جس میں شیرہ بھرا ہوا ہے اور صند لی رنگ کا
کچھ در آئینہ اوسی سے امتحان درستگی خمیر اور شیرہ کا کیا جاتا ہے سب کے
نیچے کے مکان میں انجن تھا جس کو سب سے یہ سب اوزار کام کرتے ہیں
ایک آہنی چھوٹا سا حوض ہے جہاں نلیوں کے ذریعہ سے پُرتیار شدہ جمع

ہوتی ہے اور ٹوٹی کے ذریعہ سے سپون میں بھری جاتی ہے۔ یہاں سے ہم لوگ گودام میں گئے پہلے کمرہ میں دو چار آدمی شیشون کو جس میں بڑبندھی لاکھ کی مہراوراد سپر انفر دی ٹکڑا اور کارخانہ کے مارک کے چٹیان لگا رہے تھے۔ دوسرے کمرہ میں تمام شیشہ پرال کی گلاس میں فقہ تجھ دھرے ہوئے تھے چونکہ یہاں چار قسم کی شراب اور ترقی ہے جو مختلف قسم کے غلہ بنی ہے۔ اس کے ہر ایک قسم کے شیشون کا ذخیرہ علیحدہ علیحدہ لگایا گیا ہے اور ہر ایک قطار پر چوبی چھوٹی سی تختی پر قسم شراب کی لکھی ہوئی ہے سچ میں ایک چھوٹی سی مسند پر پانچ چھ گلاس ایک کشتی میں تھے۔ منیجر نے ہر ایک قسم کا شیشہ کھول کر ایک ایک گلاس بھر کے تواضع کیا بعضے ہمارے ہونے بعض بعض کا ذائقہ دیکھا۔ یہاں کا قاعدہ ہے کہ جو شخص دیکھنے آئے اس کو یہاں کی تیار شدہ شراب کا ذائقہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے پلو میں ایک دوسرا حجرہ ہے اس میں تمام پیسے بڑبند سے بھرے ہوئے ہیں ایک ایک میا قد آدم برابر ہے اور تمام لوہے کے پڑے پردے کے مخمیں نا ایسے سو پیسے ہو کر معلوم ہوا کہ بجا اب اوسط ہر ماہ چھپس پیسے تیار ہوتی ہے۔

ہم یہاں سے اس مقام پر گئے جہاں بذریعہ کل دفانی پانی باولی سے نکالا جاتا ہے۔ اس تمام کارخانہ میں پانی کی بہت ضرورت ہے اس کے بعد اس مکان میں گئے جہاں شیشہ صاف کئے جاتے ہیں اور پرال کے خلاف شیشون کے لئے تیار کئے جاتے ہیں یہاں سب عورتیں کام کرنے ہیں ہم یہاں سے ایک

سفالتی ڈھالیا میں گھر۔ میان پیپے بنائے جاتے ہیں کاریگر تمام اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ لکڑی ایک طرف چھپی جاتی ہے اور ایک طرف خیراد ہونے میں اور ایک طرف پیپہ کی ہیئت بنائی جاتی ہے اور اوپر لوہے کے کٹ چڑھائے جاتے ہیں میان عجیب لطف ہے دو آدمی ہاتھوں میں تھوڑے لئے ہوئے یکے بعد دیگرے گھوم گھوم کر اوس کٹ کو چھوڑتے تھے۔ یہ لوگ اتنا گھومتے ہیں کہ اگر دوسرا کوئی شخص ایسا کرے تو پکڑ لکھا کر گر جائے۔ ایک جائے خالی شدہ پیپے دھوئے جاتے ہیں اور کہیں اوزار صاف کئے جاتے ہیں اور کہیں کارک (ڈانٹ) بنائے جاتے ہیں اور کہیں چوبی دبیر تپے (جس سے پیوں کے روزن بند کئے جاتے ہیں) بنتے ہیں اس سے تھوڑے فاصلہ پر منیجر کا مکان نہایت خوبصورت وضع دار بنا ہوا ہے جس میں گلکاری بہت ہے۔ دیلیا کا پھول سرخ رنگ بنا جتنا بڑا دکھایا گیا ایسا کہیں نیلگیری میں نظر نہیں آیا وہ قریب قریب سو بج مکھی کے پھول کے تھا۔ جب ہم گاڑی کی طرف چلے تو کارخانہ کا آدمی ایک کشتی میں کچھ بناتاتی قسم کی ایک شے لایا جس کی شکل منا کے پتہ کی تھی اور نیم کوفتہ تھی۔ یہ جو کے ساتھ بیڑ کی تیاری میں شامل کی جاتی ہے اور اوسکا بیان تھا کہ اگر اسکو نکلیے میں بھر لیں اور سر ہانے لکڑ سوئیں تو نیند جلد آ جاتی ہے اسکا چکھ کر ذائقہ بھی دیکھا گیا۔ ہم منیجر سے رخصت ہوئے اور سیدھے سک ہوٹل گئے بلیر ڈروم عالی تھا میں نے

ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دو بازی کھیلا اور ایک بازی جنرل ہوز اور بہتر ہوئی۔ ۶ بجے یہاں سے جنرل رخصت ہوئے اور ہم یہاں سے ایک پارسی کی شاپ کو گھر جان چینی کے برتن اور جو اہر وغیرہ اسباب تھا قریب ہزار روپیہ کے اسباب خریدا گیا پونے سات کو گھر آئے ۸ بجے ڈاکر کھایا بوجہ گشت امروزہ طبیعت مضحل رہی دس بجے آرام کیا۔ آتشہ این کمر دین روشن تھے۔

۲۸ رمضان ۱۳۱۱ چار شنبہ

آج بجے بیدار ہوا۔ آسمان نہایت صاف ہے اور دھوپ بھی بہت تیزی سے پڑتی ہے سردی کم ہے مقیاس الحرارة ۶۷ درجہ ہے۔ ۱۲ بجے سر چارلس آرہمہنٹ کمانڈر نجف مدراس پریسیڈنسی باز دیدہ کو تشہیف لائے۔ ہمراہ کپٹن رسل ریڈی کا گنگھے۔ ۱۲ منٹ ملاقات رہی بعد رخصت برک فاسٹ کھایا پونے چار کو مین مع ہمراہی تالاب والی سڑک پر سیر کو گیا جہاں آج شرط اور اسپورٹ تھی۔ سڑک کے کنارے واسلے ٹیلہ پر ایک چوٹا سا میا نہ لگا تھا جس میں چامی و میوہ جات تھے اور بہت سی لیڈیاں اور جنٹلمین بھی موجود تھے۔ پہلی شرط پلان میں کی تھی جس میں ۵ گھوڑے تھے اسکے بعد ٹینٹ پگنگ (نیزہ بازی) ہوئی اور پھر ڈبل ٹینٹ پگنگ اور یا بوپر سوار ہو کر ٹینٹ پگنگ ہوئی بعد اسکے لیڈینز ریس (محور تون کی گھوڑے دوڑ) اس میں ۵ لیڈینز تھے اور شرط ایک میل کی تھی

جب یہ لہیر اپنے گھوڑوں کو تراٹ چھوڑتے تھے تو عجیب لطف معلوم ہوتا تھا۔ بعدہ آٹھ یا بون کی شرط تھی ہر ایک کو دو دو یا تیس اس شرط میں رہتا تھا کہ لطف میل تک دوڑ جائیں وہاں پر ہر ایک سوار بدلے اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت زور سے ونگ پوسٹ (مقام جیت) تک آئے جو آگے نکلا گواہ انعام پائیگا۔ اخیر شرط ایک میل کی تھی اس میں دو یا تیس ہی تھا۔ غرض تمام شرطیں رینگ پینگ کا انعام یورپ میں ہر ایک صاحب شرطین ختم ہو چکین تو اس شدت سے گھٹا چھائی کہ پناہ بخدا اس وقت کا تھا شا قابل دید تھا لہیر اور جنگل میں اپنی اپنی سواری کی تلاش میں تعجب انگیز گھیراٹ کے ساتھ دوا دوش کرتے تھے ہم اپنے گاریون میں سوار ہوئے اور میری ہے مکان چلے راہ میں ابراس قدر نیچا جاتا ہوا ملا کہ گویا ہمارے گاریون سے جاتی تھی ہاتھ پانوں میں ہو رہے تھے مکان پہنچے تک پانی نہ برساتا تھے قاطر شروع ہوا۔ آٹھ بجے ڈنر کھایا۔ شب میں دو بجے تک ترشح ہو رہی تھی ساڑھے دس بجے آرام کیا۔

اب میں حالات نیلگیری حسب وعدہ ذیل میں بیان کرتا ہوں اس کے مطالعہ سے غالباً ہمارے ملک کے فوجوانوں کو لطف آئیگا اور پھر ملک کے انتظام میں ان حالات سے مدد لین گے۔

نیلگیری
عام کیفیت

نھوٹے دن پیشتر تک ضلع نیلگیری صرف پہاڑی حصہ میں محدود تھا جس کے مختلف مقاموں کی بلند سی چہ ہزار فٹ سے لیکر قریب نو ہزار فٹ تک ہر حال میں انتظامی نظروں سے ملبار کا کچھ حصہ جو دنیا دکھلانا ہی نیلگیری میں شامل کر دیا گیا۔ اس حصہ کے شامل ہو جانے سے نیلگیری کے رقبہ اور آبادی اور آمدنی اور حدود و خستیا میں وسعت ہو گئی۔ چنانچہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری سے جو آخری مردم شماری دکھلانا ہی ہر مجموعی ضلع نیلگیری کا قیہ ۹۵۷ میل مربع اور آبادی ۹۱۰۳۴ ہے۔

جغرافیہ طبعی

ضلع کی توسیع کو پہلے یعنی اصل نیلگیری نو کوہستانی دیواروں سے جس کے گھرا ہوا تھا جو اس کے نام سے مفوم ہوتا ہے۔ اس سنگین پہاڑی چاروں طرف کے اندر چوٹی چوٹی پہاڑیاں گھاس اور جنگل سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ ان چوٹیوں کو جو جابی دکھلائی دیتے ہیں یہاں کے لوگ شولہ کہتے ہیں۔ سطح پہاڑ نہایت غیبی سطح ہے۔ پہاڑی کا ڈھال بالکل غیر مساوی ہے۔ کہیں اکباری نشیب آگیا اور کہیں رفتہ رفتہ نشیب و فراز واقع ہوا الغرض کل ان نشیب و فراز کی اوسط مقدار چہ ہزار فیٹ بلند ہے۔

نشیب میں ایک جانب میسور اور دوسری جانب ویناد کی زمین ہے جو سطح آب سے دو ہزار اور تین ہزار فیٹ تک بلند ہے۔ جس سے نیلگیری کو دو حصہ ہو گئی ہیں اور بیچ میں ایک دریا بہتا ہے جسکو مویار کہتے ہیں۔

جنوب مشرق کے دامن کوہ میں پہلے جنگل تھا مگر اب قومہ کے باغات روز افزوں ترقی کے ساتھ ہیں۔

اس پہاڑی ضلع میں چھ گھاٹ یعنی راستہ ہیں جن سے قرب و جو کر شہروں سے آمد و رفت رہتی ہے۔ ان میں سے چار راہیں مکمل ہیں گاڑیاں آتی جاتی ہیں خصوصاً کنور کی سڑک سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ مویار کے سوا ادرندیان بھی قرب میں واقع ہیں یعنی ہوائی۔ کالیکٹا۔ ضلع میں تالاب تو چھوٹے بڑے کئی مگر قابل ذکر ایک ہی ہے جو اکٹھنڈ میں تفریح و دلچسپی کا مرکز ہے۔ اسکے گرد ایک وسیع مٹرک گودرون پر سیر و تفریح کے لئے ہے۔ مینے اسی تالاب میں ایک کشتی خرید کر چوڑا ہے اور اپنے ایام قیام میں شام کے وقت نہایت لطف سے اس میں تفریح و سیر کرتا رہا۔

جنگل تو یہاں بہت ہے مگر بعض نشیبی مقام میں ساگوان وغیرہ شہتیر کر قابل درخت طے ہیں۔ گورنمنٹ کے صیغہ جنگلات کو اس سے بچاس ہزار روپیہ سالانہ کا فائدہ ہے۔

تفریح طبع و وسایل حسب مذاق اہل شوق یہاں کثرت سے ہیں منجملہ مگر جنگلی جانور۔ شیر۔ چیتا۔ ریچھ۔ وغیرہ۔ مگر شکاریوں نے یہاں وہ مسلسل طبع آزمائیاں کیں اور ان جنگلی خوفناک جانوروں کو نیست و نابود کرنے کا اس گرمی سے لگاتار سلسلہ باندھ دیا کہ چند ہی روز میں جانوروں کے سلسلہ کے ساتھ شکاریوں کے آئندہ مشاغل کا تار ہی توٹ گیا۔ مگر گورنمنٹ

لئے دیکھا کہ اگر یہی شب دروز رہیں گے تو لوگوں کی تفریح ہی جاتی رہے گی اس لئے دس برس کا عرصہ گزارا کہ جانوروں کے موسمی حفاظت کا اعلان دے دیا۔

تاریخ

ان فن ووق پہاڑیوں کی کوئی ابتدائی تاریخ نہیں ملتی اگرچہ پانچ قسم کے پرانی قوموں کی یہاں آبادی ہے۔ ان جنگلیوں کی کچھ ایسی حالت تھی اور اب تک ہے کہ ان میں کوئی زبانی شہادت قدامت کی ایسی موجود نہیں جو پائیدار صحت کو پہونچے۔ منجملہ ان اقوام کے ایک قوم ٹوڈا ہے جسکو یہاں کے اصلی باشندے ہونیکا دعویٰ ہے مگر بلا ثبوت۔ اور تحقیق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اونکا دعویٰ غلط بنیاد پر ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں سے کسی نے کبھی حکومت کی تھی۔ مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نواب حیدر علی بہادر نایک کے زمانہ حکومت میسور کے سو برس پہلے نیل گری پر تین راجہ تین مختلف زمانہ میں گزرے جسکی گڑھیان اب تک پچھلی عظمت کا کچھ نشان بتلا رہی ہیں۔

سترہویں صدی میں نیلگری میسور کے زیر اقتدار ہو گیا۔ اور نواب حیدر علی نے اپنے سلسلہ فتوحات میں عمان غریت نیلگری کی طرف پھیری تو منجملہ تین گڑھیوں کے ہونلی کلدرک اور ملیکوٹا پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں ضروری ناموں پر قبضہ کر لینے سے کومیتور اور ملایالم پر بھی قبضہ ہو گیا اور اس طرح مضبوط ہو جانے پر پہاڑی اقوام کو بہت کچھ زبردباری محسوس کرنا

کیا اور جب ٹیپو سلطان نے ادھر نظر اٹھائی تو بقول شخصی کہ اگر پرتوانہ
پس تمام کند بقیہ تیسری گرہی پر ہی قبضہ کر لیا۔

انگریزوں میں پہلے پہل ۱۷۸۱ء میں محکمہ بمبائش کے دو آفسر سٹر کینز
سٹر میک بنظر تحقیقات آئے۔

پانچ برس کر بعد اور دو انگریز اعلیٰ ملازم مستعانہ سول سروس مدراس چورڈ
کے نقاب میں کوٹ گڑھی کو راہ سے پھاڑ پر چڑھ آئے اور وہاں اپنے پر
حسب اتفاق ان کو معلوم ہوا کہ یہاں کی آب و ہوا یورپین ممالک کے موافق کر

خدا کے دین کا موسیٰ تیسرے پچھلے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبر می ہو جائے

چنانچہ دوسرے ہی سال سٹر سلیون کلکٹر کو میٹور نے گورنمنٹ مدراس کا خیال
اکٹمنڈ کی جانب ملتفت کیا۔ اور ایک سال کے بعد انہیں نے پہلا انگریزی وضع کا
مکان اکٹمنڈ میں بنایا۔

آثار قدیمہ

یہاں کے آثار قدیمہ میں قدیم زمانہ کی گڑھیاں اب تک موجود ہیں جو یہاں کے راجاؤ
نے اپنی حفاظت اور حکومت کے لئے تعمیر کی تھیں۔ قوم لٹوڈا کے مقابر بھی
موجودہ وضع کے پائے جاتے ہیں اور بہت سی قبریں کوہ کوہ دکنکالے گھن
جن میں سلمان جنگ۔ ظروف مسی۔ زیورات۔ ظروف گلی وغیرہ پائے جاتے
ہیں۔ ان مدفون یاد فیہ اشیاء کے موجودہ اقوام میں کوئی دعویٰ نہیں ملتا

جس سے اذکی قدامت بہت معلوم ہوتی ہے۔ حال میں ایسے مقابلے کس کو دے گئے ہیں۔

مردم شماری

۱۸۴۸ء میں اس ضلع کی مردم شماری ہوئی۔ جبکہ ۱۷۵۷ء قداوتی آدمی وقت ضلع کا رقبہ ۲۵۰ میل مربع تھا۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری بحیثیت مجموعی ۹۱۰۳۲ ہوئی جو ۲۱۵۹۰ مکانوں میں آباد تھے ازروے تقسیم مذہب ہند ۷۸۹۷۰ عیسائی ۸۸۸۸ مسلمان ۳۵۳۱ دیگر مذاہب ۲۲۔ ہندوؤں کی قداوت میں پہاڑی اقوام بھی شریک کر دیے گئے ہیں۔ اس ضلع پر کیا مختصر کر تمام مدراس میں عیسائیوں کی کثرت ہے خاص کر فرقتہ رومن کتھولک ہیں کئی بڑا قلعہ ہر سال میور سے قہوہ کے باغوں میں کام کرتے کو آتے ہیں اور اگرچہ قلعہ حصہ واپس جاتا ہے مگر تاہم ایک معقول حصہ ہمیشہ یہیں کا قیام اختیار کر لیتا ہے۔ اکلنتہ کی آبادی ۱۲۳۳۵ ہے۔

پہاڑی اقوام

پانچ قسم کی قومیں نیلگیری میں رہتے ہیں جنکے نام یہ ہیں ٹوڈا۔ بداکا۔ کوٹا۔ گورنمبر۔ ارکوڑ۔

ٹوڈا۔ دراز قد۔ وجیہ۔ اور بہادر ہوتے ہیں۔ وہ فی الاصل یہاں کی نسل نہیں معلوم ہوتی بلکہ سرور چہرہ کی بناوت سے محققین فذع انسان نے اونکو یہودیوں سے نسبت دی ہے۔ پوشاک ایک کپڑے کی ہوتی ہے اور اسے کچھ

ہامی لینڈروالون کی طرح گونگمر یا پینتے ہیں۔ عورتوں کا لباس یہ ہر کد ایک کپڑا سینہ سے پیر تک اپتا رہتا ہے۔ عادات و رسم و رواج نہایت خراب و نفرت انگیز ہیں یعنی دستور ہے کہ ایک عورت خاندان کے کل بھائیوں کے لئے بنایا جاتی ہے۔ زبان بگڑی ہوئی ٹھیل ہے۔ ہری دیو کی پرستش ہوتی ہے۔

۱۸۱۱ء میں انکا شمار ۶۹۳ تھا۔ بعد کا خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ تھوڑے ہو کر شمال سے آئے۔ جس کو ۳۰۰ برس گزرے جبکہ دزیا نگر کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی ان کی تعداد ب سے زیادہ ہے۔ دولت مند ہی تہذیب اور خوبصورتی میں دوسرے اقوام کو بھی پر فائق ہیں مگر اقوام لوڈا کو خراج تکر ہیں۔ زبان پرانی قسم کی کٹری ہے۔ رنگا سوامی کی پرستش کرتے ہیں جبکا دیول اسی نام کی پہاڑی پر بیان بنا ہوا ہے۔ ۱۸۱۱ء میں انکی مجموعی تعداد ۲۲۱۳ تھی۔

کوٹما قومی اجسم خوبصورت اور مضبوط ہوتے ہیں۔ بال لمبے رکھتے ہیں عورتیں پستہ قد اور کم خوبصورت ہوتی ہیں۔ زراعت اور کچھ صنعت پیشہ بھی ہوتے ہیں یہ لوگ اول کی دونوں قوموں کی خدمتگاری کرتے ہیں۔ پرستش دیوتاؤں کی تو کرتے ہیں مگر مورت نہیں بناتے۔ زبان پرانی اور بگڑی ہوئی کٹری ہے ۱۸۱۱ء میں انکا شمار ۱۰۶۵ تھا۔

کورمیر تمام اقوام میں یہ لوگ ذلیل اور غیر مذہب ہیں۔ پستہ قد۔ بڑے اور بڑے شکل ہوتے ہیں۔ عورت و مرد کی پوشاک قریب قریب یکساں ہوتی ہے۔

سب قوموں کی طرح یہ لوگ بھی زیورات آہنی دسی کے شایق ہیں۔ زبان بگڑی ہوئی ٹامل ہے۔ چند قدرتی اشیاء کی پرستش کرتے ہیں۔ جنگلی جانور نباتات و شہد وغیرہ پہاڑ پر سے لاکر دوسرے شہروں میں غلہ اور کپڑے تبادلہ کرتے ہیں۔ سرکاری باغات سنکونا اور قنودہ میں اکثر کام کرتے ہیں ۱۸۱۵ء میں ۳۱۸۵ تھے۔

اگرچہ یہ لوگ پہاڑ پر نہیں بلکہ نشیب میں رہتے ہیں یہ لوگ فرقہ کورمبر بلکہ کوٹا سے بعض باتوں میں افضل ہیں عورتیں قوی الجثہ مگر سیاہ جھوٹی ہیں۔ مرد گھرمین لنگوٹے اور باہر کچھ زیادہ عورتیں پارچہ کا ہتھکنا تانزا نور کھتی ہیں باقی کل اوپر کا بدن برہنہ رہتا ہے۔ عورت زیور کے شایق ہیں اگرچہ نپٹا ہر مضبوط ہوئی ہیں مگر کاموں میں سست نظر آتی ہیں۔ شکار میں مہارت اچھی ہوتی ہے۔ زبان بگڑی ہوئی ٹامل ہے دس برس کا ان کی تعداد بت گھٹ گھٹ ۱۲۰۰ تھی ۱۸۱۵ء میں ۹۲۶ رہے۔ رنگا سوامی کی پرستش ہوتی ہے اور وہیں اکثر رہتے ہیں۔

یہ قومیں قریب قریب انہیں قوموں کے ہیں جو ہمارے ملک میں بنام چنچہ رٹ اور بھیل جو پرگنہ امراباد اور عملداری سپرورٹا نامہ طور میں آباد ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصہ بنی آدم کا ہنوز جنگلون میں آباد ہے باوجود انگریزی حکومت نیگرا میں ہر تیسے ہنوز ان قوموں میں کوئی قابلیت پیدا نہیں ہوئی نہ یہ شایستہ

بچتے ہیں۔

زراعت

نیلگرمی مین گیہون۔ جو۔ مٹر۔ بھدے۔ پیاز۔ رائی۔ ارنڈ وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔ سال میں کبھی دو اور کبھی تین مرتبہ آلو کی کاشت ہوتی ہے اور روز افزوں تر تھی ہوتی جاتی ہے۔ اسکے سوا یورپ کی کل ترکاریاں اور دیگر یہاں خوب ہوتی ہیں۔

یہاں کی مشہور تجارتانہ پیداوار میں قہوہ۔ سنگونا۔ چامی ہے۔ قہوہ۔ قہوہ کی کاشت یہاں پہلے پہل ۱۸۳۵ء میں ہوئی اب کورگ اور وینا میں بھی ہوتی ہے۔ اس وقت دیسیوں کے چوٹے بڑے باغات کے سوا قریب پانچو باغچہ گورنمنٹ کے ہیں۔ ۲۵ ہزار ایکڑ زمین میں اسکی کاشت ہوتی ہے۔ ۲۳۰ ہزار ایکڑ اراضی جدید ہے اور بیس ہزار ایکڑ میں پہلے آہن موجودہ مالیت ایک کروڑ سے زائد ہے ہر جہاں اوسط چار ہزار ٹن ہر سال قہوہ باہر روانہ کی جاتی ہے جس کی ۲۳ لاکھ روپیہ قیصری سکھ کی آمدنی ہوتی ہے دس بارہ ہزار آدمی متعین کارخانہ رستہ ہیں ڈیڑھ سو یورپین کاشتکار اور باغات کی سپرنٹنڈنٹ ہیں باقی اور باغات کے صرف اہل وطن مالک مگر ان چامی۔ ۱۸۵۰ء میں پہلا باغچہ چامی تیار ہوا۔ اس وقت ۱۸۵۰ ہزار ایکڑ زمین میں ہیں ۲۸۰ ایکڑ جدید اور ۳۳۰۰ ایکڑ زمین پیدا ہوتی ہے۔ مجموعی مالیت ان باغات کی ۵ لاکھ ۷۰ لاکھ تخمینہ کی جاتی ہے۔

ہر رجبہ اوسط ۵ لاکھ ۱۰ ہزار رطل سالانہ چاسی تیار ہوتی ہے۔ نشیب میں جہاں گھاس اور گتی ہے وہاں چاسی کا تجربہ نہیں ہوا تھا جواب ہوا ہے۔ ساٹھ چارہ آدمی سے زیادہ مصروف باغات چاسے ہیں۔

سنگونا۔۔۔ ساٹھ اسٹے گورنمنٹ مدراس نے سنگونا کا تجربہ شروع کیا۔ اس میں سرکار کو شروع میں نقصان زیادہ آیا اس وقت ۹۰۰ ایکڑ زمین میں ۱۳ لاکھ سے زیادہ درخت ہیں۔ پانچ سو ساٹھ تک۔ کل سرکاری خرچ ساٹھ سو پچیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہوا اور آمدنی ۳۴ لاکھ۔ اب آئندہ اور زیادہ منفعت کی امید ہے کیونکہ اخراجات کثیرہ کا وقت گزر گیا یہ خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ کے قدم بہت کم چند اوالو الغرم اہل ملک نے سنگونا کے باغات لگائے ہیں جو کثرت سے موجود ہیں۔

جنگل

نیلمیری کے جنگلوں کی چار تقسیم ہیں۔ (۱) وہ جنگل جو مشرق اور جنوبی ڈھال میں ہے (۲) وہ جو شمالی ڈھال اور موہار وادی میں ہے (۳) وہ جو جنوب مشرق میں ہے (۴) وہ جو میدان اور پہاڑی میں ہے جنگل شولہ کہتے ہیں۔

اول میں ساگوں وغیرہ۔ دوسرے میں مندل کے درخت۔ تیسرے میں بھی شہتیر کے قابل درخت ہیں اور آنوس مل ہے۔ چوتھے میں مختلف الاقسام درخت ہیں جنگلی بلندیاں ۳۰ فٹ۔ ۴۰ فٹ تک پہنچتی ہیں اس جنگل کے درخت بہت جلد بڑھتے ہیں خاص کر بلوگم کے کہ ہر دس برس کے بعد کاٹ ڈالنے کے قابل ہو جاتا ہیں اور اوس وقت ادھلی بلند سی سو فٹ کی ہو جاتی ہے ۱۲ ٹن سالانہ ترقی کرتی ہے

مین ہوتی ہے۔

تجارت

ابھی تک یہاں عمدہ اور کثرت سے سڑکین نہیں ہیں کہ تجارت کی گرمی بڑا ہو۔ پہاڑ پر گاڑیوں کو چڑھنا بہت کچھ تجارت میں دقت ڈالتا ہے۔ مگر پہاڑی ریل کے جاری کرنے کی پختہ تجویز ہو گئی ہے۔ یہاں کوئی مخصوص صنعت تو ہوتی نہیں۔ صرف قوم بد آکا موٹے کپڑے بن لیتے ہیں۔ بہت سے مین کارخانے قائم ہیں شراب کشی کی دو بہشتیاں جاری ہیں۔ یہاں سے سکونا چامی۔ اور تھوہ۔ جاتا ہے۔ اور یورپ سے کچھ اسباب کرایشی اور غذائی آتا ہے ہر شغل کو انکمڈ مین ایک بڑا میلہ ہوتا ہے۔ ٹوٹا اور بد آکا قومیں اپنے مردوں کا سالانہ جشن کرتے ہیں اور ناچنے کے سوا بھینس وغیرہ کی قربانی کرتے ہیں۔

قحط

اس صلیع میں کبھی قحط نہیں پڑا یہاں کے قریب کی نشیبی ملکوں میں گرانی ہوتی ہے یہاں بھی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ شہر گرز بردست قحط میں بیان بھی علی العموم کل باشندوں کو تکلیف ہوئی تھی۔

موسم و صحت

اس موقع کی بلند آبادی۔ صفائی۔ قدرتی آب و ہوا۔ فضا۔ دو طرفہ بندہ کا مسادی قرب اور اوس سے مسادی بلند ی وغیرہ اس قسم کے لوازمات قدرتی ہیں جنوبی ہندوستان کے اور مقامات میں میسر نہیں۔ گرمی اپریل اور

مئی میں ہوتی ہے۔

عام انتظام

۱۸۳۱ء تک نیلگری میں منلے کو مبتور بھی داخل تھا۔ بعدہ بہت بڑا حصہ ملا باریں لگیا۔ بعدہ پھر کئی بار تغیر تبدیل ہوتا رہا۔

۱۸۸۲ء میں اس منلے کا از سر نو انتظام کیا گیا۔ اور بجائے کٹھری کے صرف کلکٹری رکھی گئی۔ جسکو اختیارات شش منی کے بھی ہیں انکے ماتحتی میں ایک پڑا سٹنٹ کلکٹر۔ اور ایک ڈپٹی کلکٹر رہتا ہے۔ انکمنڈ میں ماتحتی میں رہتا ہے جسکو محسٹریٹ درجہ اول اور جسٹس آف دی پیس کے اختیارات ہیں۔

انکمنڈ کی روز افزون ترقی رہی۔ پہلے ملٹری اسٹیشن ہوا بعدہ سول اسٹیشن بنا اور اب مرکز حکومت ہے اور کل اعلیٰ درجہ کے دفاتر موسم گرما میں یہیں ہوتے ہیں۔ عدالتوں کی تعداد ۹ اور دیوانی ۴ ہے۔ پولیس میں ۱۴۱ آدمی بھرتی ہیں جسکا سالانہ خرچ ۳۵۶۱۶ روپیہ ہے۔ انکمنڈ میں دس ہین ایک مخصوص اہل یورپ کے لئے ہے جس میں اکثر سامان راحت موجود ہے۔ دو لاکھ دستاویزوں کے لئے معمولی مجلس ہے۔

ان مجلسوں کے علاوہ اور بھی دو جیل خانے جوار میں واقع ہیں۔ کل نیلگری کے آبادی میں سات فیصدی ... علم جانتے ہیں۔ دو قابل الذکر رہتے ہیں لائسنس اسایلم واقع ٹوٹیل اور ممسوریل اسکول واقع انکمنڈ۔ یہاں ایک کتب خانہ بھی ہے جسکا نام نیلگری لائبریری ہے جو ۳۸ ہزار کی

خراج

انتظامیہ	۱۰۱۹۵۰	—
قانون و عدالت	۶۵۲۲۰	—
مذہب و طبابت	۷۵۰۵۰	—
الونس وغیرہ	۳۰۶۱۰	—
مصول اراضی	۷۰۳۷۳	—
جنگلات	۲۲۰۶	—
ڈاک خانہ	۱۷۲۲۷۰	—

۵۲۰۱۷۹

یہاں پر نیلگرمی کے مختصر بیان کو مین ختم کرتا ہوں اس سارے حالات کے اظہار سے بغیر
ہر کہ دولت فیضی کے شالیستہ احکام دار غور کی نگاہوں سے ملاحظہ کریں کہ ایک کوتاہ
بیان کو اپنے مدبرانہ کوششوں سے کیسا باغستان بنا دیا ہے جس سے باغ ارم کے جگہ
بھی داغ ہے۔ ہمارے ملک میں چند رگتی کا پہاڑ قریب قریب اسی پہاڑ کی ہو غالباً
میان تھوڑے اور چارے اور سنگونہ کی کاشت ہونا ممکن ہے۔ اگر یہ جامع سینیٹیم مقام
بنایا جائے تو مناسب ہے اور نیز ہمارے ملک میں بہت سے جنگل اور جیلان ہیں جس
آبادی اور سرسبزی میں ہنوز بہت کچھ کرنا باقی ہے پس اس ملک (جو آج کل نہایت
سرگرمی سے تعلیم پا رہا ہے) سے امید ہے کہ ایسے نفع بخش کاموں کی جانب توجہ
توجہ فرمادین گے۔

عربوں کے سویلریشن کی تاریخ

القاہرہ کی یونیورسٹی ازہرنامی سے تعلیم یافتہ جبرور دست صاحب تصنیف فاضل کلمے ہیں اون میں سے ایک مصری کا نام العزہ الطیاس ہے جو الفیوم (دربار) نیل کے مغربی ساحل پر واقع ہے) کارہنے والا ہے اور اسکندریہ کے کالج میں تاریخ کا پروفیسر رہا ہے۔ اس مصنف نے عربوں کی سویلریشن کی نہایت دلچسپ تاریخ لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام تاریخ التہذیب المعروب ہے۔ الفرند نے ۲۵ ایکچرون میں اس وسیع مضمون کو تمام کر دیا ہے۔ ان میں سے آخری لیکچر نہایت دلچسپ اور ساری کتاب کا خلاصہ ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کر کے شایع کیا جاتا ہے۔

دارۃ منطفہ بارودہ شمالی جن ملکوں میں گزرتا ہے وہ کرۂ زمین کے نصف کرۂ شمالی میں غایت درجہ اوپر کو واقع ہیں۔ یہ خط امریکہ میں جہیل بیڑا عظم (کریٹ بیڑا) اور جزیرہ انخضرا (گرین لینڈ) اور امریکائے برٹنی (برٹش امریکہ) سے گزرتا ہوا مملکت روسیہ اور اسبج زریح (سویڈن ناروی) کو عبور کرتا ہے اور خطا سرطانی جو طراوت اور عندال کا پیش خمیہ ہے صحرائے عظم افریقہ سے ہوتا ہوا مدینہ در سے کچھ اوپر دریائے نیل اور ملک مصر کو قطع کرتا ہے اور پھر واوٹے حجاز اور نجد مسقط سے عبور کر کے ہندوستان اور کوشنشین (کوچن چائنا) اور چین کے جنوب سے گزر کر مدینہ مکہ تک (مکہ کی تک پہنچتا ہے) اور ان دونوں خطوط کے درمیان جس قدر ولایتیں ہیں سویلریشن کی تاریخ میں ایک خاص حالت

جلد دوم حسن نمبر

کے لحاظ سے ممالک شتویہ (سرد ملک) کہلاتے ہیں۔ اور اکثر یہی ملکاتگی اور ترقی علم و ہنر کے معدن ہیں۔ دائرہ سرطان عرب کے جزیرہ نما کے درمیان سے گزرتا ہے اس لئے وہ تقریباً نصف منطقہ بارہ میں اور نصف منطقہ معتدلہ شمالیہ میں واقع ہے۔ لیکن یہ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ منطقہ معتدلہ کی خوشگوار آب و ہوا کا نشان تک اس خطہ میں نہیں ہے۔ بلکہ محققین جغرافیہ کے نزدیک دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ گرم ملک یہی ہے۔ کناروں کے قریب پست اور ریتیلی زمین کا حلقہ ہے جس میں درختوں اور سبزہ کا نام تک نہیں ہے۔ جو سمندر کے آبی بخارات کے جذب کرنے اور بارش ہونے میں بڑا حائل رکھتے ہیں۔ دریا خود ریت میں جذب ہو جاتے ہیں اور صحرائے عظیم افریقہ اور فارس کے جنوبی میدانوں اور ریوٹنہ (راچوٹانہ) کی ریاستوں کا حال بھی یہی ایسا ہی ہے۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ جغرافیہ طبعی اور علم طبقات الارض کے علماء کے نزدیک یہ بے آب و گیاہ اور ریتیلی میدان اور صحرا اس بڑے موجزن سمندر کے خشک ہو جانے سے پیدا ہوئے ہیں جس کے حصے بحیرہ فلسطین بحیرہ عرب اور بحیرہ روم میں اس تمام زمین کے معدنی کتلوں اور حیوانی (سیلیکا کی بنی ہوئی) چٹانوں کو بے شمار برسوں تک پانی گستا اور پستار ہا ہے۔ جس سے یہ ریگستان ابھوئے ہیں ریتیلی زمین جس قدر جلد اور زیادہ حرارت کو جذب کرتے ہیں اور سفد تیزی سے منتشر کر دیتے ہیں۔ اس لئے عموماً گرم اور ریگزار میدانوں میں جاڑے کی راتیں نہایت ٹھنڈی اور گرمی کے دن نہایت گرم

جلد دوم حسن نمبر

ہوتے ہیں۔ سرد اور گرم ملکوں میں عموماً دن کو کام کرتے ہیں اور رات کا وقت آنا
 واستراحت کے لئے مقرر کیا ہے۔ گرم ملکوں میں تو خون کی حرکت دینے کے لئے
 قدر کافی نئے تجارت موجود ہوتی ہے۔ اگر محنت کے کام کئے جائیں تو خون فائیت
 درجہ کی حرارت سے جلجلیاتا ہے اور باشندہ کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ بدن کے
 اجزاء میں تفرقہ اور سوزش کا اثر بہت تکلیف پیدا کرتا ہے اس لئے اکثر گرم
 ملکوں میں محنتی آدمیوں کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ سرد ملکوں میں انسان
 کی رگوں میں خون جسم جاتا ہے۔ اور اسکو حرکت میں لانے کے لئے محنت سے
 حرارت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان ملکوں میں بخیر اور دیران سنیں
 مزروع اور آباد ہو جاتی ہیں۔ محنت کے سامنے زمین خود بخود اپنے معدنیات
 اگل دیتی ہے۔ اور صنعت و حرفت کے راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ علم اور تعلیم
 تمدن اور تجارت خود بخود قومی جوش یا سلطانی طاقت کے متوازی آگے
 بڑھتے جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بزرگ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے باشندے
 اب تک جامہ تہذیب سے متبر ہیں اور یورپ کے دول متمدنہ اور امریکہ کی
 جمہوری سلطنتیں سرسبز اور ترقی یافتہ ہو گئیں ہیں۔ لیکن بیان ایک بڑا
 سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اصول صحیح ہیں تو عرب کے باشندے یکایک خود
 غفلت سے بیدار ہو کر کیوں اس قدر ترقی یافتہ ہو گئے کہ دنیا کی آنکھوں میں چہرہ
 سے پتلیاں سناکن ہو گئیں جو اور پھر کیوں اس قدر جلد زوال میں مل گئے خاموش
 ہو گئے۔ کہ عرب کی سنسان گھاٹیاں اور سنگلاخ میدان اور جزیرہ نما کے سال

پر قلم کی لہریں ان کی موجودہ حالت دیکھ کر سکوت کے عالم میں ہیں جہاں اس کا
 مجمل جواب یہ ہے کہ جزیرہ نما میں زر خیز زمین صرف سمندر کے کناروں کے قریب
 ہے اور وہ اس قدر کم اور غیر کافی ہے کہ آبادی کے بڑھنے اور زمین کا فونی حق پیدا
 ہونے کے آغاز سے زراعت اور سکونت پر کثرت و خون ہونے کی تاریخ رستا
 پر ڈھکھا ہو اس حالت میں جبکہ اس روز افزون قتل و غارت کے لئے اور بھی
 ملک اسباب پیدا ہو گئے تھے جیسا کہ ابن حاشم کی روایت ایام جانبت جلد ۳
 سے ظاہر ہے کہ اہل عرب کے دونوں میں کئی صدی تک یہ خیال جاگزین رہا کہ ہمارے
 اس پاس کا سمندر تمام عالم پر چھایا ہوا ہے۔ اور آباد زمین عرب کے سوا اور کوئی
 بھی نہیں ہے۔ مزرعہ زمین کی کمی کے پورا کرنے کے لئے اکثر اونٹوں کے دو
 اور کچھ روں کی قدرتی پیداوار پر گزارہ ہونے لگا۔ بلکہ مویشی پر لفظ مال کا
 اطلاق ہونے لگا۔ چنانچہ عربی زبان میں مال اونٹ کو اور نعم چارہ پاہ کو
 (جس سے لفظ نعمت نکلا ہے) اور غنم بکری کو (جس سے لفظ غنیمت نکلا ہے) کہتے تھے
 اور یہی تبادلہ کا پیمانہ ٹھہرا۔ چونکہ مویشی بھی محدود تھی اس لئے آبادی کے بڑھنے
 پر جسطرح سکونت اور زراعت کے لئے زمینوں پر جھگڑے ہوتے رہے اسی طرح مویشی
 کی چوری اور اس پر ہنگامہ آرائی شروع ہوئی گرم ملکوں میں چونکہ محنت کم اور بیماریاں
 ہوتی ہیں اس لئے بیکاری میں فاسد خیالات کی حرکت میں آیکا باعث ہوئی۔ اور
 بیکاری بھی افلاس کا باعث تھی جواب تک اہل عرب کو مالک غیر کے حجاج قتل
 و تاراج کا پانی بہانے پر مائل کرتی ہے اور چونکہ تمام دنیا کو معدوم سمجھتے تھے اگر

جلد دوم حسن نسبہ

دنیا کی جماعت تمدنی مین داخل نہ ہونے سے شایستگی اور علم سے محروم ہے۔ پس جہالت ہی نے انکے عرق شجاعت کو خیرک کیا۔ اور شراب کی مستی اور توکا سٹوائیہ کی تیزی نے اس آگ پر تیل اور روغن چھڑکا اور آخر کار ہزاروں برس کی کشت و خون اور تاخت و تاراج اور باہمی عداوتوں اور ٹرائیوں کے سبب انکے قواسے جہانی ایسے مستحکم ہو گئے تھے کہ ممالک معتدلہ کے عظیم الشان اور متبول سلطنتوں پر باسانی غالب آگئے جس طرح انکے جہانی اعضاء شہزور اور قومی بڑا ہو چکے تھے اسی طرح انکی خاموش رومین ایک قدرتی آواز کی منتظر تھیں۔ جو انکے اخلاقی طاقتوں کو بھی جو فطرت نے انکے قلوبوں میں ودیعت کھی تھیں کرمادی اور اپنے اپنے کام پر لگا دئے کہ یکایک اون کی تاریک عالم تمدن پر فائز ان اور ملنا سے نوچ چکا یعنی ایک روشن منیر ہادی کی للکارنے جسکی حکمت آمیز نصیحت کا ۲۴۰ ملین آبادی نے تہ دل سے اقرار کیا۔ حسن اخلاق کے کہہ بائے وادی نشینوں کے رگون مین دوڑا دی۔ اس ملکہ خدا داد (نبت) کے چل سالہ تفکر نے آخر کار حد نالی جمعیت سے قوم کے رفیریشن (اصلاح) پر کمر باندھ ہی اور وحشیوں کے لئے ایک آسان راستہ تیار کیا۔ جو تمام مصلحتی سلف کے تجربوں کا چھوڑا اور عرب کے انقلاب پسند طبیع تو انکے قابل تھا اسلام کے وسیع ملت اور آزاد مشرب نے سیرج الفہم مسائل سے شجاعان عرب کو ایب تنخیر کیا کہ اونکی اخلاقی دنیا بدل گئی اور اب وہ اس قابل ہو گئے کہ اسلام کے امن گستر سلطنت مین بخیر و خطر اور ملکوں مین بحری و بری تجارت کی

راہین کھولیں اور اسلامی تہذیب کے علم کے سایہ میں تمام دنیا کو لین چنانچہ سفر کے عادی ہونے اور اسکے باعث غیر ملکوں کے واقف ہونے کے سبب اپنی قدیم شجاعت سے اکاسر اور قیامہ کی زبردست سلطنتوں پر شیراز ماہو کر غالب آئے یہاں تک آئے کہ ملایا سے کاپ صان و نصان (راس سینٹ و سن سینٹ) تکت اور جبال الطای کے مشرقی بازو سے زوزبار تک پھیل گئے۔ ہندوستان میں اور تاتار میں طر لانی (تیموری) خاندان کے متمول ترین شہنشاہوں کی سلطنت وسیع ہو گئی اور دجلہ و فرات کے وادیوں میں خلافت عباسیہ کی تباہ و شوکت علم اور ثروت شایستگی اور عدل کے ساتھ سرسبز ہوئی۔ مصر اور فارس۔ تونس اور الجزائر کے اسلامی حکومتیں بھی پیدا ہو گئیں۔ افغانان بنی عمیہ نے طرابلس اور مصر کش سے آگے بڑھ کر جزیرہ نما اٹلیس اور جنوبی فرانس اور المغرب (پرتگال) میں بڑی عظمت سے ظہور کیا۔ مسلمانوں کی بحری قوت اس قدر غالب تھی کہ جزائر سروانیہ (ساروینا) اور صقلیہ (سسیلی) کے کنارے پر ۱۵۰ اساطیل (جہازات) کا بیڑا گشت کرتا تھا۔ قرطبہ (گارٹوٹا) غرناطہ (گرینیٹا) بغداد۔ بصرہ۔ دمشق۔ اصفہان۔ سکندریہ۔ قیروان میں بیت العادوم (یونیورسٹیاں) اور صدر گاہیں اور کتب خانے اور عالیشان عمارتیں بن گئیں جسکے پرانے کونڈون پر یورپ کے سیاح آجنگ آنسو بہا رہے تھے گھڑیوں اور زنگین شیشیوں کی قتار (لبیب) اور جہازات اور ہوائی

شارل میں شاہ فرانس کو جو گہری مامون رشید تو بھی تھرا ہنگ پر جس کی بیڑم میں موجود ہو۔

جلد دوم حسن نمبر

عل اور بیل بوٹے عمارتی مونون کی صفت اور نفیس کپڑوں کی ایجاد اور علوم
ریاضی اور فلسفہ کی شاخون کو ترقی دینے کے سبب یورپ میں نامور اور اہل یورپ
کے اوسناد ہو گئے۔ قسطنطین کے شاہی کتب خانہ کی فہرست ۴۴ موٹی موٹی
جلدون میں مرتب ہوئی اور مصنفون کی تعداد یسٹک بڑھی کہ انکے حالات
کی تاریخین بن گئیں۔ اور مصنفون کے معلومات یہاں تک بڑھے کہ ضخیم جلدوں
میں بھی نہ سانسکے (اللہ اکبر!) چنانچہ خطیب کی تاریخ بغداد ۷۲ جلدوں میں
اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق ۵۲ جلدوں میں اور محمد زاہد کی تفسیر ۱۰۰ جلدوں
میں اور ابوالوفاء ابن عقیل کی انسکلوپڈیا (قاموس العلوم) ۸۰ جلدوں
میں مرتب ہوئیں۔ (اللہ اکبر!!!) ان حیرت انگیز امور پر جب کو یقین نہ آئے
وہ ابن خلکان اور تاریخ عقبرری۔ کشف الظنون اور دائرة المعارف مطالعہ
کریں۔

پھر عدل اور انصاف کے سبب تمام سلطنت ہائے اسلامیہ کی زرخیز اور
سیر حاصل ولایتوں کا میصل ایک پدم چالیس کروڑ فرنگ کا بکسچ گیا۔ عربوں
سے مصر کی آمدنی ۷۰ کروڑ فرنگ کا خیال کی گئی ہو۔ پھر ایشیا میں جن سلطنتوں
میں زوال شروع ہوا اور جنھوں نے اسلام کے جمہوری اصول کو چھوڑ کر عیش
طلبی اور تمول میں غفلت شعاری اختیار کی ان کے تزلزل اور بربادی کی اسباب پر

دوہر چاند اور گنہگار قسم کر پڑے مسلمانوں نے ایجاد کئے ہیں۔

انگریزی سکرموٹ پر ہندو کے پچاس ہزار کے اندر ۲۸ کروڑ اور ایک اسلامیہ کی کل آمدنی ۴۰ ملین ہوئی ہو

امام فخر الدین رازی کی تاریخ الاول و آثار الاول کے مدلل بیانات کا اشارہ کر دینا کافی ہے اور یورپ میں انکا اقتدار اور عظمت کے انخطاط اور زوال کر اسباب پر مطلع ہونے کے لئے عقیری اور رفاعہ مصری کے خطابات و لکچر و کمپوز چاہئیں جن سے شائستگی کی عمارتوں کو صدیہ پہنچا۔ مجمل طور پر یہ ہیں کہ جب عرب سرسبز و شاداب ملکوں پر حکمران ہو چکے اور انکا متمول امن فراغت کے زمانہ میں از حد بڑھ گیا تو انہوں نے اپنی شاہانہ شوکت اور رعوت اور ہواسے لفسانی اور ذاتی اغراض کے سامنے اسلام کی آزادی اور جمہوری اصول کو شکست کربا جن کی بنیاد خلفائے راشدین کے وقت پڑ چکی تھی اور بیرونی حملوں سے غافل ہو کر عیش طلبی اور فراغت اور راحت میں نہایت شرعیہ مثل زمانہ می نوشی کے مرتکب ہو گئے۔ اور مخلوق خدا کی داد رسی اور شرح نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت سے ہاتھ کوتاہ کر دیئے اور بیشک اس وسیع الخلق کا یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ عرب کے جفاکش باشندوں کا میل جول زرخیز ملکوں کے عیاشی اور کابل سوسائٹی میں حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اسی طرح جو تلخ قبچچہ پیدا ہوئے انکا اشارہ عمود کے رفیقوں اور بہادر سپاہیوں کی اس گفتگو میں پایا جاتا ہے جس میں انہوں نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور وہاں قیام کرنے کے خلاف رائے دی تھی آخر کار سلطانی قوت کے ٹوٹ جانے سے امراس کے زمرے میں جو کثرت کے وقت ایک دوسرے پر طاقت ور ہونے کی تمنا رکھتے تھے بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی خواہش اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے باہم کشمکشوں

کینے کی دہشتیانہ پیدا ہون جس سے بلاد اسلامیہ کو بیرونی طاقتوں کے ترکہ بڑے
پیس ٹالا اور اسلام کے پولیٹیکل فریقوں کا جٹا ٹوٹ گیا۔ بیشمار اہل عرب
تہ تیغ ہوئے۔ اور ہوا تھا فاتح قوم کے مذاہب میں داخل ہو گئے۔ آخر کار خدا نے
اپنی دولت واپس کی۔ اور عجیب ترقی ہو کہ سلطنت کے ساتھ علم اور تمدن بھی
غائب ہو گیا اور سوائے دست افروز سننے کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ فصلاً
من قال۔ کل من علیہا فان ۛ یبقی وجہ سربک دفع الجلال و
الاکرام ط

اب اخیر میں ہم اس خطاب (لیکچر) کو جزیرہ نماے عرب کی ان بقیہ
نسلوں کے موجودہ تمدن پر ختم کرتے ہیں جن کی تعداد اب اس اصول کے مطابق
کہ گرم اور ریتیلی ملکوں میں سویلریشن (تہذیب) پھیلنے کے اسباب موجود نہیں
ہوتے ہیں۔ جزیرہ نما میں گہر کر کچھ ترقی نہ کر سکے اور اگر کچھ کی تو ایک عجیب نشانہ
مگر باریک اور طبعی تشبیہ کے مطابق بالکل ریتیلی زمینوں کی طرح تہذیب کی گرمی
کو جذبہ زیادہ اور جلد جذب کر سکے اس قدر جلد امنوں نے اس کو منتشر بھی کر دیا
یہاں تک کہ اخلاق حسنہ بھی ان میں سے غائب ہو گئے اور اب بیرونی مداخلت
کی آمد و رفت کے سبب صرف بحیرہ قرم کی مشرقی کنارہ پر کچھ کچھ تہذیب کے نشان
باقی رہ گئے ہیں۔ در نہ وسطی جزیرہ نما کے بدوسی اور اعراب ہر پر کر دو بارہ
اسیئے مرکز پر آگئے ہیں جیسا کہ دولت عثمانیہ کے بادشاہوں کی رپورٹوں اور
سیاحوں کے سفرناموں در الجواب اور تعلیم القایع (عمدہ کالمون) سمط ہر۔

شام کی مسجد

آج ہم دمشق کی جامع مسجد کا ذکر کرتے ہیں۔ جو امیر المومنین خلیفہ ولید بن عبد الملک بن مروان خاندان بنی امیہ کی مشہور یادگار ہے۔

اس مسجد عظیم الشان کی تعمیر کے لئے بارہ ہزار صنعت و کار گیر ملک روم اور اطراف و اکناف سے طلب کئے گئے تھے۔ اور ۵۹ھ ہجری سے ۹۶ھ ہجری تک مسلسل تعمیر جاری رہا۔ مختلف قسم کے نقش و نگار اور رنگ برنگ کے بلو لگائے گئے۔

اس مسجد کے تعمیری مصادر میں ڈھائی لاکھ لیرہ عثمانیہ یعنی پچیس لاکھ سکہ قیصری خرچ ہوئے

مشرق سے مغرب تک (دوسو سو)۔ اور شمال سے جنوب تک (دیرہ سو) (۵۰) اند چاروں طرف چار رواق چار کھنبہ پر قائم ہیں۔ چار دیواری وغیرہ اب تک زمانہ کے ناہنجار ہاتھوں سے محفوظ ہیں۔

فرش مسجد سنگ رخام کا ہے۔ صحن میں پانی کا حوض لہراتا ہے۔ مسجد کے اوپر جا بجائے ہیں۔ حرم مسجد تطیل شرق سے غرب تک نصف مسجد کے برابر چلا گیا ہے۔ سقف حرم ایسے بلند ستون پر قائم ہے کہ پچھلے جبروت کا اثر اور گزشتہ شان و شوکت کا نمونہ ظاہر کرتا ہے۔ ستونوں کے بیچ بیچ میں بلند می پر ایک قبة ہے جو صرف تمام عمارات شہر سے بلند ہی نہیں ہے بلکہ اپنے نفاست اور معمار کی دانائی سے جو اس میں خرچ کی گئی ہے۔ سیاحوں کی دلچسپی کا باعث

جلد دوم حسن منسلہ

ہوتا ہے۔ اس قبہ سے بھی زیادہ وہ منار سے بلند ہیں جس میں پانچ وقت قصد اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ فن انجینیئری کو اس موقع پر لطافت کے ساتھ دکھانا ہے۔ منارہ مؤذن کے سر پر بلند ہلال بنا ہے جسکو قبۃ النسر کہتے ہیں۔ ہلال میں دور واقین کرگس کے پر کی طرح بنی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا کرگس ہوا میں بلند پرواز ہے۔

وسط حرم میں ایک نہایت خوبصورت قبہ ہے جو قبہ نبی یحییٰ کہلاتا ہے۔ چار خوبصورت قابل دید کھنبو پیرایہ تادہ ہے۔ ان کھنبوں میں اعلیٰ صنعت چخ کی گئی ہے مسجد کے چار محراب چار مقلے کے لئے جدا جدا اسٹلٹ میں تیار ہوئے۔ علاوہ براین مقدس و مطہر بزرگان دین کی یادگارین تبرکات و تہنیت اس مسجد میں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ مثلاً یادگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت انا مار حسین علیہ السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ۔

اذان دینے کے لئے تین منارے ہیں اول موسومہ عیسیٰ واقع شرق جو مسجد کے صدر قبہ سے سو گز بلند ہے۔ اس منارہ سے تمام شہر دمشق مع قربہ جوار کے دیہات مد نظر ہوتے ہیں۔ اور عجیب پر لطف نضا کا تماشہ ہوتا ہے۔ دوسرا منارہ موسومہ یونانیہ منارہ اول کے مقابل میں مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ اول منارہ سے کی قدر چھوٹا ہے۔ منارہ اول دشانی کی نسبت بعضوں کا بیان ہے کہ انکو نہ مانہ قدیم میں یونانی اور روسیہ قوموں نے رصد کے لئے

جلد دوم حسن نمبر

تعمیر کیا تھا۔ انکے علاوہ اور قدیم منارے جو شمال و جنوب میں واقع تھے انکو زمانے کے ہاتھوں نے زندہ نہیں چھوڑا۔

تیسرا منارہ جسکو خلیفہ ولید نے تعمیر کیا ہر اوسکو مآذنۃ العروس کہتے ہیں۔ یہ منارہ اول کے دو مناروں سے بلندی میں کچھ کم ہر مگر آرایش و استحکام اور خوبصورتی میں سب سے افضل ہے۔ شعراے زمانہ اور مابعد نے اس منارہ کی بہت تعریف کی ہے مسجد کے اندر چار رواق اور باہر سات دروازے ہیں۔ ہر رواق ہر چہت میں واقع ہے جو قابل دید اور لائق تعریف ہیں۔

منجملہ ان بیرونی دروازوں کے جو قبلہ کی جانب ہیں اوسکے مختلف نام ہیں۔ باب العبرانیہ۔ باب الساعات۔ باب الزیادہ وغیرہ۔ مغرب کی جانب باب البرید۔ اور مشرق کی جانب باب البحران ہے یہ دروازہ تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ شمال کی جانب چار دروازے ہیں جنکے نام بھی کئی ہیں۔

اس مقدس اور مشہور مسجد میں بہت سے قدیم تحائف اور نادر روزگار جگہ قرآن شریف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک قرآن شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ یہاں قدیم زمانہ کی صنعت کا ایک عمدہ نمونہ بھی موجود ہے۔ یعنی گھڑی جس سے ہر موسم میں آفتاب کی روش کا صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اس مسجد میں علماء اور مدسین اور قاریوں کا ہر روز اجتماع کثیر ہوتا ہے اور ہر شب ہزاروں چرخ روشن کئے جاتے ہیں۔

جلد دوم حسن منسلہ

اس مسجد کی بنیاد کے وقت حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے وقت ایک لوح سنگی یونانی عرف و زبان میں لکھی ہوئی برآمد ہوئی جس کی عبارت ترجمہ یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس بنی آدم اگر تجھ کو اپنی توڑیسی لقبیہ نمر کا حال معلوم ہو جاتا تو تو اپنی لمبی امیدوں کو چھوڑ دینا۔ مرغوبات کم کر دیتا۔ تدابیر سے دست کش ہو جاتا۔ جب تیرا قدم پہنسیکھا (یعنی موت آگئی) تیرے اہل تنہا و چھوڑے تیرے دوست تجھ سے پہر جائیں گے۔ تیرے اقربا رخصت کریں گے۔ تو کیسے قدم جاسکیگا۔ پر تو ایسی حالت میں پہنچ جائیگا کہ تجھ کو لوگ پکارینگے اور توجواب نہ دےسکیگا۔ نہ اپنے بال بچوں کی طرف پلٹ سکیگا۔ اور نہ اپنے اعمال میں کچھ زیادتی کر سکے گا۔ پس موت کے قبل نہ کی کو غنیمت جان اور اس سے پہلے کہ تجھ سے مواخذہ کیا جائے۔ اور کسی کا رخیر کے کرنے پر تجھ کو قدرت نہ ہو اپنی قوتوں سے کام لے۔

اور جب مسجد کی بنیاد تمام ہوئی تو ولید نے حکم دیا کہ لاجور در پر سونیکے صفوں میں مسجد کی دیوار پر یہ لکھا جائے۔ ”اے ہمارے اللہ ہم سوائے تیرے کیلکی عبادت نہیں کریں گے۔“ جہاں آج اس خانہ خدا کی عظیم شان عمارت کھڑی ہے وہاں زمانہ قدیم میں ایک بڑی مورت تھی جس کو آرمین اپنا خدا تصور کرتے تھے۔ ایک مذہب تدیج بھی تھا۔ اوسے کے نمونے پر یہیکل سلیمان واقع

ایلیفٹس میں ایک یہودی بادشاہ کے حکم سے مذبح بنایا گیا تھا۔

اس مسجد کے ملحق یوحنا کے نام سے ایک عیسائی گرجا ہے۔ اس اجتماعِ مذہب کی عجیب تاریخی حکایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہانِ اسلام نے پابندیِ مٹاؤ اور نفعتِ شعاری سے واجبی شہرت حاصل کی تھی اور قوت و قابو حاصل کر پھر بھی اپنے زیر دست خیر مذہب کے معاہدوں کو قومی الاثر رکھتے تھے۔

جس وقت شہر دمشق کا محاصرہ تھا۔ اور ایک طرف مشہور آفاق سپہ سالار عرب خالد بن ولید اور دوسری طرف بحریہ کاربہر آذنا ابو عبید بن جراح کی افواج نصاریٰ سے مقابل تھیں۔ دشمن کے کل سردار مجبور ہو کر باب الحجابیہ پر حاضر ہوئے۔ اور دوم سپہ سالار فوج عرب یسعی ابن جراح سے صلح کی گفتگو کی اور کل شہر ایلطیش کردہ سپہ سالار موصوف کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد ابن جراح سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر داخل شہر دمشق ہوئے۔ جس میں ہاتھ ملابٹ تھے۔ دوسری جانب خالد بن ولید سپہ سالار افواج عرب نے اسی شب کہ باب المشرق کی طرف سے دیوار حصار میں نقب لگا کر بروز شمشیر مع فوج داخل دمشق ہوئے اور خون آشام تلوار سے دشمنوں کو مزا چکھاتے ہوئے کنیسہ میں تک حبکو اب کنیسہ یوحنا کہتے ہیں پہنچے ان دونوں سپہ سالاروں کی ملاقات اسی کنیسہ کے قریب ہوئی۔ ابو عبید بن جراح نے خالد بن ولید کو کہا کہ صلح ہو گئی اور شہر فتح ہو گیا۔ اب زیادہ کشت و خون کی ضرورت نہیں خالد نے جواباً کہا کہ ہماری فوج ظفر موج نے محض تلوار کے زور سے ملک فتح کیا

کیا۔ صلح کانہ کوئی موقع تھا۔ اور نہ اتمام جنگ مصاحبت پر ہو سکتا ہے۔ لب شمشیر منور خون آشتا ہے اور شام کے دل بادل میں برق نما توار بدستور نہ رہی ہے۔ دو دن سپہ سالاروں میں گفتگو رہی مگر سلسلہ قتال و جدال منقطع نہ ہوا۔ ابو عبیدہؓ نے برعایت مصاحبت فوج کو حکم دیا کہ تا وقتیکہ دونوں احوال العزم سپہ سالاروں میں زیر بحث مسئلہ فیصلہ نہ ہو جائے توار میان سے باہر نہ نکلے۔ چنانچہ امرائے عرب کا شور اہو کر ابو عبیدہؓ کی رائے مقبول ہوئی اور صلح پر خاتمہ ہوا۔ اور یہاں کی کل کیفیت سے خلیفہ وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اطلاع دیکر۔ اتفاق سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اسی فتح دمشق کی شب کو انتقال ہوا گو یا فتح دمشق کے منتظر تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے مجلس شورا کے فیصلہ کو منظور فرمایا۔ جس قدر حصہ شہر بزرگ شمشیر بہادر خالہ نے بوجہ عدم اطلاع مصاحبت فیما بین فتح کیا تھا وہاں کے معاہدہ و کلیہ منہدم کئے گئے اور بقیہ حصہ جسپر ابو عبیدہؓ نے صلح کے ساتھ فیصلہ کیا تھا وہاں کے گرجے وغیرہ محفوظ رکھے گئے۔ اور اب تک کامل آذادسی کے ساتھ ہیں۔

پس دمشق کی جامع مسجد امویہ ایسے موقع پر بنائی گئی ہے جہاں فتح اور صلح کے سرحدات ملتے ہیں اور دونوں کے نمایان اثرات اب تک موجود ہیں۔ کہ دیر و حرم پہلو بہ پہلو اس طرح آباد ہیں جس طرح خانہ چشم بین سیاحتی سفیر کی اس مسجد کے بنار کے وقت پہلے تو خلیفہ ولید نے عیسائیوں کو سمجھایا

کنیسہ کی ملحقہ زمین مسجد امویہ کے لئے دیدین جس کے عوض میں خلیفہ نے بہت مال و زر دینے کا وعدہ کیا مگر قسین نے زمین دینے اور روپیہ لینے سے انکار کیا اور باوجود بہت گفت و شنود کے برابر انکار کرتے رہے۔

عبداللہ الولید نے جوش حکومت سے کنیسہ کا ایک حصہ مسجد میں جبراً ملا لیا اور جب اس واقعہ کے بعد قسین نے معاوضہ کار روپیہ طلب کیا تو چونکہ فہمائش کے وقت انہوں نے مطلق توجہ نہ کی تھی اس لئے معاوضہ دینے بھی انکار کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں عیسائیوں نے اپنے کنیسہ ملحقہ کا پھر دعویٰ کیا کیونکہ پوری امید تھی کہ سلاطین اسلامیہ اپنے عہد نامہ کی عزت کرتے ہیں چنانچہ خلیفہ وقت نے پابندی احکام شریعت کے ساتھ وہ حصہ شہر جو مصلحت قبضہ میں آیا تھا واپس کر دیا اور مسجد امویہ کے ملحقہ سے کنیسہ خارج کر دیا۔ چنانچہ اس وقت تک اسی معاہدہ کی تکمیل بدستور جاری ہے۔

ایم انصاف اور پابندی عہود کی مجسم تصویر! کیا تیرے دل لکھنے والی مبارک شکل ہمارے زمانہ میں عمقا ہو گئی۔

حسن

جرمن کے دو جعلی پیغمبر

نیٹرمین ایک پارچہ فروش پیرڈولنگ نامی رہتا تھا جسے نوٹر کے مسائل اور تعلیم بہت حصہ لیا تھا اور نہایت سرگرمی دکھلایا تھا۔ اوس نے اپنے بہت لوگوں کو جمع کیا۔ بشپ اور کلر جی اور یورپ کی مخالفت میں بہت سخت کلامی کی۔ اوس وقت وہاں کا بشپ فرانسس ساکن والدیک تھا۔ یہ شخص خود تعلیمات نوٹر کی جانب بہت رجحان رکھتا تھا۔ فی الحقیقت بعد چند سے اوس کا غم مصمم ہوا کہ مذہب کیتولک کا قلع و قمع کرے کیونکہ اوس کا پورا ارادہ تھا کہ کسی صورت سے یہ موقع حکومت خاص اوس کے قبضہ اقتدار میں آجائے اور آئندہ اپنے خاندان میں محدود کر دے۔

۱۸۷۵ء عیسوی میں کیتولک کی مخالفت میں جو پروٹسٹنٹ شہزادوں اور امار کا گروہ تھا اوس گروہ میں یہ بھی مل گیا لیکن اوس کی خواہش تھی کہ یہ کارروائی آہستہ آہستہ کی جائے کیونکہ اوس کو خوف تھا کہ قہجیلی کارروائی سے ممکن ہو کہ وہ اوس زرخیر مقام پر ذاتی قبضہ کر سکے۔ پیرڈولنگ نو ایک نوجوان پرست یعنی مذہبی پیشوا منسٹرین کو اپنے مطلب کے لئے گانتھا تا کہ کسی خاص گرجے میں مذہب کیتولک کی غلط کاریوں پر وعظ کرے۔ یہ داغ ایسا آتش زبان اور فصیح البیان تھا کہ فوراً براگنچتگی پیدا کر دی اور تمام شہر میں بلوہ ہو گیا۔ اور گرجے توڑ دیے گئے۔ یہ اندوہام اور بلوہ یہاں روز افزون خطرناک ترقی کرتا رہا۔ آخر بلوہ

نے وہاں کے کل پریسٹون کو شہر بدر کر دیا۔ شہر کے متمول لوگ بغیر انکا
بینی کے گہوار چوڑ کر فرار ہو گئے۔

۱۳۲۵ء عیسوی میں رات میں نے اسطیغ طفلی کی مخالفت میں
وعظ کرنا شروع کیا۔ اور جس کی مخالفت میں لوگوں نے بھی شکایت لکھنے لگی
مگر شنوائی نہ ہوئی۔

شہر نیٹر کی اس موجودہ حالت کی خبر تمام ملک میں بہت جلد پھیلی
اور جوق جوق لوگ آنا شروع ہوئے۔ ان فووار و تماشا بینوں میں شہر
لندن کا ایک درزی جان بوگکن نامی تھا۔ رات میں نے اس وقت تعلیمات
لو تہر سے صاف انکار کیا اور اپنے تئیں ان مسائل کا جبر لو تہر اور سقوت
تک قائم تھا سخت مخالفت بیان کیا۔ منجملہ ان مسائل کے ایک اسطیغ
طفلی تھا۔ اس نیک شکل سے تمام شہر میں ہلکے پڑ گیا اور اسے نو اضطراب
اور بلوہ عام ہو گیا۔

بلوایون نے کتھڈرل پر جو کیتھولک مذہب کی عبادت گاہ
قبضہ کر لیا اور اہل کیتھولک کو خارج کر دیا اور ادائے نماز و پرستش کی
اون کو اجازت نہ دی پھر انھوں نے پیروان لو تہر کے گرجن پر حملہ
کیا اور سخت اضطراب پہیلایا۔ ۲۸ جنوری ۱۳۲۵ء عیسوی کو قوت
شام ان لوگوں (مخالفتان اسطیغ طفلی) نے گلیون اور رستون کو بند
کر دیا اور خود مسلح ہو کر مجتمع ہوئے پھانک بند کر دیے اور ہر جانب محافظت

(سنتری) متعین کر دیئے۔ اس اشارہ میں علی الصباح ناگہانی دو شخص آمو جو دھوئے جبکی پوشاک مثل پیغمبروں کے تھی اور اونکی بڑی بڑی داڑھی تھی اور لمبی چادریں اوڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں عصا تھا اور ہنوں نے پتہ امت یا ط اور سبک رفتاری سے بلوائی مجمع کے ساتھ گلیوں میں قدم کھا ان بلوائیوں نے اون میں سے ایک کو حنوق پیغمبر اور دوسرے کو الیا پیغمبر قرار دیا۔ حال آنکہ یہ دونوں شخص حقیقت میں جان بولکل اور جان مٹھیلین سر کردہ مخالفان اسطباغ طفلی ساکن ہالند تھے نہ رسولنگ اون لوگوں سے بے تکلف کیبارگی جا کر مل گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سخت ہنگامہ پرواز یاں شروع ہو گئیں۔ عورت اور مرد تمام گلیوں میں اوچلتے کودتے اور چلاتے ہوئے دوڑا کرتے تھے اور یہ کہتے کہ ہم لوگوں نے عالم زویا میں فرشتے دیکھے جو تموا کہیںچے ہوئے ہم لوگوں سے پیروان نو تھر اور اہالیان مذہب کیتھولک کو خارج کرتے ہیں چنانچہ بہت سے نو تھرین اور کیتھولک خوف زدہ ہو کر اور قتل عام کے خوف سے باہر شہر کے بھاگ گئے۔ مٹھیلین منبر پر چڑھ کر یوں بیان کرنے لگا کہ خدا اپنے معبد گاہ (گرجا) کی تقدیس چاہتا ہے اور جو شخص راہ راست پر چلتا ہوا نہو گا وہ قتل کیا جائیگا چنانچہ قتل ہونے میں تو توقف نہ تھا لیکن نہ رسولنگ نے پھر فریم پیش کی کہ ایسے گمراہوں کو قتل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر پھر سے اسطباغ کا انکار کریں تو شہر بدر کئے جائیں پس بہت سے اہالیان شہر اس جرم

میں ایسے سخت ایام میں جب کہ زمین بخ سے ڈبکی ہوئی تھی نکالے گئے جو جلد جلد نہ بھاگ سکتے تھے اونکی سزا ہوئی اور جو بیمار تھے اون کو رات میں دوبارہ اسطباغ دیا۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ ایسے ایام مصیبت دیکھنے میں نہیں آئے ہیں اپنے گو دون میں برہنہ بچوں کو لئے ہوئے تئیں اور اون کا بدن ہانپنے کے لئے بے قاعدہ چہرے ڈھونڈتے تھے اور نہیں ملتا تھا۔ غریب چوٹے چوٹے بچے اپنے باپوں کے کوٹوں کو تھامے ہوئے دلریش آواز سے چلانے لگے۔ بوڑھے آدمی ضعف پیری سے کہ شکستہ ہو گئے تھے اور بیمار عورتیں لڑکھڑا کر برف پر گر پڑتے تھے۔

یہ حالت ناقابل برداشت ہو رہی تھی اس اثناء میں وہاں کا پٹشہ نے فوج مہیا کی ان پیغمبروں کی فوج پر جو شہر میں تھے وہاں کو دیا سولہ منٹ تک شہر کا محاصرہ رہا۔ اہل شہر کا ماتر بیت یافتہ گروہ زیر حکم ٹپ درزی کے تھا اور ادھر پٹشہ کی فوج خوب مسلح اور تعداد میں بیشتر تھی۔

اس ایام میں حکومت شہر الہامی ذریعہ سے ہوتی تھی یعنی جو حکم کہ ان فرمنی پیغمبروں سے صادر ہوتا تھا اسی پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ ایک دن ان جعلی پیغمبروں نے یہ بیان کیا کہ شہر کے کل حکام اور مجسٹریٹ اپنے خدمتوں سے علیحدہ کر دئے جائیں اور ان کے عوض اون (پیغمبروں) کے نام نوا آفر متعین ہوں۔ دوسرے دن مثلیکن نے یوں بیان کیا کہ مجھ کو ہدایت ہوئی ہے کہ باسٹشہ ناری انجیل کل کتابیں جو شہر میں دستیاب

جلد دوم حسن نمبر

ہو سکین ضایع کر دیجائیں چنانچہ کل سرکاری دفاتر اور کتب خانہ کی کتابیں جمع کر کے سر بازار جلادی گئیں۔ بعدہ اوسیکو یہ بھی منکشف ہوا کہ گر جون کے منارے توڑ کر پیوٹے ستون کے برابر کر دئے جائیں تاکہ اوسپر سے دشمنوں کی نقل و حرکت کی اچھی طرح نگہداشت ہو اور بوقت جنگ اوسپر سے گول ماریں چنانچہ وہ منارے توڑ دئے گئے۔ پھر مکین اوسنے بیان کیا کہ مجھکو حکم ہوا کہ کمرچ کرنے کے لئے اہل محاصرہ سے آگے بڑھ کر مقابلہ کروں چنانچہ بہت سے اکٹھا کر کے دہاوا کیا لیکن فحلفون نے گھیر لیا اور مع اونکی فوج کے قتل کیا گیا۔

مٹھیلین کے مرنے سے اس گروہ منکراسطیغ طفلی میں اضطراب اور مضطرب واقع ہوا۔ مگر جان بوکلن نے موقع پا کر اپنے آپ کو سرغنہ قرار دیا اوس نے بیان کیا کہ مجھکو الہام ہوا کہ مٹھیلین کے مارے جانے کی وجہ خدا کی نافرمانی احکام پر کیونکہ اوسنے بہت تھوڑے آدمیوں سے مقابلہ کیا تھا حالانکہ بہت سے آدمی ایسے موقع پر درکار تھے۔ بوکلن نے یہ بھی بیان کیا کہ اوس کو عالم رویا میں پیش ہوئی کہ مٹھیلین کی بیوہ جو روستہ شادی کر لے اور بجائے اوس کے خود نکاح ہو۔ چند روز کے بعد یہ الہامی مضمون پیش کیا کہ یہ مقام (نیٹر) آسمانی معبد گاہ قرار دیا گیا ہے اور یہی مقام تمام دنیا کا دارالسلطنت ہوگا اور میں باپنا ہونگا بعدہ اوسنے حکم دیا کہ جتنے لوگ یہاں ہیں سب اپنے بیش بہا اشیاء مثل سونا۔ چاندی۔ جواہرات اور کل جنس جو انکے پاس ہوں لا کر اکٹھا کریں اور یہ بندوبست کیا کہ سب لوگ ملکر ایک ہی مقام اور ایک ہی دسترخوان

پر خور و نوش کریں اوس کے بعد پھر یون الہام کا زور ہوا کہ ہر ایک شخص حقیقہ چاہے شادی کرے چنانچہ اوسنے خود سولہ عورتیں اپنے حصہ میں رکھیں بعضوں کو اوس کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور مخالفت میں ایک سازش کی گئی جس میں ایک زرگر اور دو سو معزز آدمی تھے مگر کارگر نہ ہوئی بلکہ ظاہر ہو جائے پر بہت سے اہل سازش گرفتار ہوئے اور بہت سے ہلاک کئے گئے۔
یعنی ۲۵ آدمی گولی سے اڑا دیئے گئے۔ ۶۶ آدمیوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔ قاتل اس حجمِ خفیر کا نیرد و لنگ تھا جو جان بوکلن کا جلا و مقرر کیا ہوا تھا ان لوگوں کے خاتمہ سے مخالفت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اب یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر تباہی کے اوس مقام میں پھر بھی اس قدر آدمی کہاٹنے آئے اس کی وجہ یہ تھی کہ محاصرہ کے قبل مسکن اسطبلان طفلی ممالک ہالینڈ اور شمالی جرمنی سے کثیر تعداد میں جمع ہو گئے تھے کیونکہ اسکو متبرک اور خدا کا پندیدہ شہر سمجھتے تھے۔

اسکے بعد بوکلن نے بارہ دیوک بنائے اور ہر ایک کے خطاب جرمن کے صوبہ پر رکھے گئے۔ یہ سب کے سب درتھی جو تہ ساز پیپہ گر اور رونی والے تھے۔ اوسنے ۲۷ شاگرد بھی مقرر کئے تاکہ تمام یورپ میں گھوم کے لوگوں کو سادی کرے اور اس معبد کی جانب رجوع لائے۔

ایک با موقع حکم میں ایک ممبر اور ایک سخت بنا کر رکھا گیا جان

جلد دوم حسن نمبر

بوکلن بفتہ میں تین مرتبہ جا کر عدالت عامہ میں سرگرمی دکھلاتا تھا وہ تخت شاہی لباس میں جلوہ افروز ہوتا اور اس کے گرد دیوک اور ملازمین شان و شوکت سے دست بستہ حاضر رہتے۔ کاروبار عدالت کے ختم ہونے خود ممبر پر پہونچ کر غلط کرتا اسکے بعد پادشاہ مع اپنے سولہ واعظہ عورتوں اور امرا و نجیہ کے مکرراہل بینڈ کے گیتوں پر ناچتا اور گاتا۔

ایک دفعہ اوس کی ایک عورت نے اس بیدین اور اپنے ذلت سے بیزار ہو کر شہر کے باہر چلے جانے کی درخواست کی نہ صرف اوس کی درخواست ہی نامنظور ہوئی بلکہ پادشاہ (جان بوکلن) نے اپنی تلوار سے اوس کا سر لوگوں کے روبرو قلم کر ڈالا۔ اور نیز بشپ کا ایک سپاہی گرفتار ہو گیا تھا اوسکو مجبور کیا کہ منکران اسطیغ طفلی کی تعلیم قبول کر لے۔ اوس بہادر نے نہایت جرات سے جواب دیا کہ تمہاری تعلیم کچھ ہی کیون نہ ہو مگر اعمال سب شیطانی ہیں جس پر جان بوکلن نہایت پریشان اور ناراض ہو کر اپنے ہی ہاتھ سے قتل کر دیا آخر کار نصف ایام گرامین بوقت شب ۳۲ھ عیسوی میں بعد محاصرہ سولہ مہینے کے شہر پر فتح کیا اور بشپ کے ہاتھ آیا۔ بہت سے اہل شہر جو عیسوی پیغمبر کے ظلم۔ بیرحمی۔ اور حرکات ناشائستہ دیکھتے دیکھتے تنگ گم گئے تھے اور آئندہ کی قوت برداشت باقی نہ رہی تھی دیواروں پر چڑھنے اور دروازہ کھول دینے اور شہر میں ہنگامہ برپا کر دینے میں بشپ کی فوج کی پوری مدد کی اور نہایت شدید دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ جان بوکلن

بجائے ہمارے ہون کے سربراہی کرنے کے کسی گوشہ میں چھپ رہا لیکن بڑی تلاش کے بعد اسکا پتہ لگ گیا اور گرفتار ہوا۔ اور یہی حال پیر ڈولنگ کا ہوا۔

جب شہر لبش کے قبضہ میں آگیا تو لبش صاحب بڑی شان و شوکت سے شہر میں داخل ہوئے۔ جان بوکلن اور پیر ڈولنگ بڑی سختی سے مارے گئے۔ اون کے بدن کا گوشت سرخ گرم کئے ہوئے چمچوں سے کھا لیا اور بعد ایک خجھر سے ہر دو کا سینہ چاک لگایا گیا۔ آخر میں اون کی نعشیں آہنی پیچروں میں رکھ کر منظر کو ایک گرجا کے منارہ میں آویزان کر دی گئیں۔

پس اس طرح سے یہ عجیب و غریب جعلی پیغمبروں کا جسے تمام جرمن کو تملک میں ڈالنا تھا خاتمہ ہو گیا۔

اس تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یورپ کی حالت اور وہاں کے اعتقادات بھی ہمارے ہندوستان کے اعتقادات سے بہت کچھ بڑے ہوئے تھے۔

حج

ضمیمہ مسالہ حسن

ہم ذیل میں اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ مینجور سالہ حسن

تدبیر یو جوانی یعنی

پیر کو کرنا ہر یہ روعن جوان

یہ روعن قوت باہ کے لئے حکم الکسیر حکم کار کہتا ہر جس سے پیران ہفتاد سال تک بچان نفع ہوا
اسکے استعمال میں کسی قسم کو برہنہ کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ لگے کچھ کو برہنہ کی تنگی
بخشتا ہر اور ہر قسم کے امراض سے روکیں گوارہ وہ کسی سے نہیں ہوں۔ بچہ خلقی اور مادہ خواہ نامردی کو اگر بچہ
تائید سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کو استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا فائدہ ہر
تیل کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی صدہ محصول ۴۲۔ اور ہر ایک شیشی میں ایک لہ روغن ہوتا ہے

دوائے عجیب یعنی کشتہ زمرود

زمرود کا کشتہ جو باخراہ مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ تول کر برابر خوراک ہوتی ہے قیمت ہر شیشی
پانچ روزہ لگایا ہر روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص کن برے قوت باہ و تمام
امراض متعلقہ او کو خواہ وہ کیسے کم ہوں۔ اور نہ تو اک کہ نہ ہو خواہ جیدہ و فاعل جریان۔ مقوی جامع و تمام
رہیبہ و ارواح و نصیق النفس و سرفہ کہ نہ خواہ جدید شک ہو یا تر۔ اور ملازمی بن اور دفع باطنی
میں حکم الکسیر کہتا ہے یعنی کسی ہی ایض کی حالت دی ہو کہ خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔
الکسیر حیات۔ یعنی ہنوق بخاہ۔ امراض صنف بصر و تلغ و صفائح و انواع و در و ام
تب۔ جڑیا۔ چوہا۔ پتہ ق۔ آتشقا طحال آتشک۔ سنگ۔ جہان۔ سفیدانغ۔ ناسک۔ پانی
و بادوی۔ اور شہر بخاوی اور چاند نوشی سے خوشگی لاغری اور ضعف بگرد وغیرہ لاحق تو ہیں سب کو
بغیر ہر دفع کرنا ہر ایک تل لگایا کو کافی ہے قیمت فی بوتل صدہ محصول ۴۴۔

عجیب چیز۔ تحلیل و بہر خونی و بادوی و تحلیل در دوشہ کہ لے عجیب چیز جو چہرہ ہی تو لگایا

ضمیمہ رسالہ حسن

کے استعمال سے دو جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتے میں بغیر فصل دروستہ بالکل دفع ہو جاتے
اور پھر کہی عود نہیں کرتے وزن عرق ۱۱ ماشہ قیمت ہر محمول ۴۲ —

جہان نما۔ اس عرق کے لگانے سے کوئی روشنی تیز ہوئی ہے۔ پولی۔ درو۔ دھندلی
چشم جلد بیمار یوں کو دفع کرتا ہے۔ قیمت ہر محمول ۴۲ وزن عرق ۶ ماشہ۔

حضاب ناب

بیشکل رنگ ڈھنگ ہر نامہ در حضاب ہر نامہ کو یا کہ آمد آمد فصل شباب ہے
جیسی کہ عوام میں حضاب سے دو تین ارقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی چوتھے آٹھویں تو
میں ہندی لگا کر باندھنا اور بعد دو تین گنٹہ کر پھر دسمہ لگا کر باندھنا اسمین قریب ۶ گنٹہ کو وقت
ضایع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے بعد اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت۔ ظاہر ہے کہ سنہ
اور دسمہ کلانی جب باغ میں جذب ہو گا تو اس سے سوا نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں
جیسا کہ ایام سلا میں مثل سردی وغیرہ کچھ قدر کہیں جا ہے۔ انہیں وقتوں کے سبب یہ حضاب
ناب ہوتا ہے کیا جیسا کہ تعریف کی جا رہی ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ قیمت سے بچ کر طلب کریں
اسمین کہ فی ہالغہ نہیں۔ تہوری تعریف اسکے اجزاء کی ظاہر کرتا ہوں۔

طالع بالحقہ خارشہ سر ضعف مانع۔ علاوہ برین خوشبو میں بڑے طیر مثل کیوڑہ باعث اثر
مضج مانع ہے بالون میں سختی نہیں آتی بلکہ ملایم کہتا ہے سیلہی میں بالون کو قابل
اصل بالون کے کرتا ہے دوسری روز بطور دھن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے
ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگا کر قابل مثل اصل بالون کے سیاہ ہونے کوئی تیسرے
کر سیکھا کہ حضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۳۰ روپے بھر یعنی ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے قیمت بوتل
۴۲۔ علاوہ محمول نصف شیشی ۳۰ چارم شیشی ۳۰ اس سے کم نہیں ہے۔

ضمیمہ رسالہ حسن

میرے شفاخانہ میں علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سی سندھی خطوط یعنی سٹریٹیکٹ جی صاحبان یورپین ہسپتالوں نے میرے عمدہ علاج کو ثبوت میں عطا فرمایا ہے اور نیز ہندوستانی خطوط بہت قریب ہزار بارہ سو کم موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہوں گے۔ چاہیے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نئے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکوں کا سٹریٹیکٹ موجود ہیں آدھ آنہ تک بھیج کر طلب کریں کیونکہ بعض حکیموں نے اپنی شہرہ کرشمین سے خوشامد کر کے سٹریٹیکٹ بنائے ہیں پس میری سٹریٹیکٹ اور اُن حکیموں کو سٹریٹیکٹوں میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے سٹریٹیکٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں گنجائش سے نہیں آتی اور جس سے کثرت زندگی تا دم مرگ انسان قائم رہتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں گارخانہ طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشہر حکیم ابو الحسن شفاخانہ حکیم صفہ حسین جب صاحب شہر بنام محلہ دہلی

مغرب از مودہ شرطیہ وائین

امراض فیل کی ادویہ شفاخانہ زبدہ اکملہ کا کثرت حاصل یعنی اڑھائی سالہ حافظ صحت لاہور میں ۱۸۷۲ء سے جاری ہے مٹی میں مفصل فہرست و سٹریٹیکٹ تک آدھ آنہ سے مل سکتی ہیں۔
طلا جو استعمال بچپن کو نقص گون کی طوابع و نگارہ و رکتا ہر فینولہ للعدہ۔

سرب دافع نام دی برقت منی جویان۔ سرشت الزلال۔ جہل نام دی قہر بنیم
 اعصابی رعبہ وعدہ۔ تار کی چشم۔ درد سر وغیرہ جو کثرت مسکرات و قسام فواش سے کثرت ہوتا ہے۔

ضمیمہ رسالہ حسن

جگر دوستی لاحق ہو دور کرتا ہر فی بوتل سے۔

سٹاک قرحہ نیسا ہویا پرانہ علی العموم ۲ گھنٹہ میں اپنا اثر طرین ہم وغیرہ کو دور کرتا ہر فی بوتل سے۔
ہائیل خوشبو آ۔ بالو کو سیار کرتا ہر نزلہ کام۔ ریش دے دوسرے ضعف دماغ کو طما ہر فی بوتل سے۔

حب آتشک۔ بلا منہ آئے و فرودست دور کرتا ہر پھر ہوتا نہیں دوسرے لئے۔

کحل الجواہر۔ سرہ مقوی بصیر حافظہ میں فی دفع نزول دوسرے جلالہاں فی جانشان سے۔

عجیب الایرسون۔ دانت کا ہلکا کر لگنا ہر بوسل خون جانا مسوونکی خرابیان ۳ تولہ

حب بو اسیر۔ بادی خونی مسوونکی میں قبض کو مفید دوسرے صفان۔

حب زیبا بیطس۔ بار بار آنا پیشاب کا دپاس و کمزوری لاغری کو دفع ہر فی بوتل سے۔

حب قایم مقام۔ ایون چاند و بلا ضرر و ہرج نشہ چہو طما ہر فی بوتل سے۔

عرق مار اللحم انگوری۔ متفرج مولا خون۔ مقوی دماغ ضعف جگر و دل و دماغ

دوسرے دور دوسرے تا پکی وجہ مفاصل لاغری ضیق النفس سر نہ کونہ بقیہ

ایام حیض لقوہ فلج رعشہ فی بوتل صفان ۳ بوتل سے کم۔

دہ و لغن اعجاز۔ ناسور بگندر تالو کا سوراخ خنازیر ہر فی بوتل سے۔

کالی کہانی قایم حمل خسرو چیک کو دفع کرتا ہر ۲ تولہ صفان۔

رسالہ واقع آتشک سٹاک رسالہ ضمیمہ رسالہ بو اسیر مضرات مکررات رسالہ جامعہ

صفان
۱۲

۰۹

۰۹

۱۰

۱۱

التَّحْقِیْقُ

زبدۃ الحکماء و اکثر غلامی ہر فی بوتل سے

اشعار

- (۱) اس سالہ کی قیمت منہ محصول ٹو اک سالانہ سے ماہانہ ۴۴
- (۲) کم آمدنی والوں کو بعض جسکی تنخواہ بیڑہ سے کم نہ رہے
- (۳) جو تباہی سے اعلیٰ معنوں یا تجربہ عنایت فرمائینگے انکو ایک اشرفی نذر دی جائے گی۔
- (۴) دقیرین مضامین ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہیے۔
- (۵) ناپسند معنوں نہ طبع ہو گا نہ وایس۔

حسن بن عبد اللہ الخاں صاحب نواب عماد نواز خان صاحب

ذیل کی کتابکاتبین ہمارے فقیرین موجود ہیں

- (۱) ترجمہ تاریخ افغانستان مصنفہ بی۔ اے واکر پریسٹن لائبریری۔ قیمت ۱۰
(۲) پیکرنگی ڈسکریٹوریٹم انگریزی کی کتاب کا ترجمہ اسٹیمپڈ ٹورنٹین صبیحہ کیا ایمر انعام پاباؤ۔ ۱۸
(۳) ذراعت و کرم مصنفہ حسن بن عبداللہ الخاطبہ نواب عباد نواز خجنگ بہادر۔ ۱۸

خبرت طبع

ہمارے مطبع میں تجارتی اور معمولی حسب ذیل اجرت پر اشتہار طبع ہوتے ہیں
اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کیلئے نیم آنہ۔ شش ماہ کیلئے ار۔ سہ ماہ کیلئے ار
مگر ایک سو پیسے کم کا اشتہار بچ ہوگا۔

محمد عبد الصمد خان
حسن آبادی

جلد دوم حسن نمبر

نمبر ۸۹

مضامین

صفحہ

کروٹیدینی جنگِ صلیبی .. از نواب عمار ذوالجنگ بہا .. ۱

دنیا میں کون سا دین سب سے زیادہ مفید .. از حاتم الدین صاحب .. ۲۵

ایف سی انسٹی ٹیوشن ممبئی

قرآن مجید کی ترقیب .. از رفیع الدین صاحب کاکڑی .. ۳۱

خیر بر غصیر .. از حاجی بابا راجہ کشن پٹا بہا .. ۴۶

اسپین اور اہل عرب .. منقول از ترجمہ اخبار الامم .. ۵۷

مطبع حسن میں چھپا

اطلاع ضروری

وَلَمْ يَمُتْ تُوخْتُمْ ہو گیا اور ۱۸۶۹ء کو قریب انجمن کے مگر اکثر حضرات نے نہ چند رسالہ سن کر پتھر کو
مشکور نہیں فرمایا امید کہ بہت جلد منیجر کو شکریہ کا موقع دیں گے۔

وَلَمْ اس سالہ کی قیمت خریداران ممالک محروسہ کا عالمی زربادہ اور خریداران ممالک انگریزی
بذریعہ منی آرڈر اس سال فرما کے منیجر کو ممنون مسند مائیں۔

وَلَمْ ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے ہیں۔ بسا اوقات عدم وقیفیت تمام
سے رسالہ نہیں بھیجی جاتا یا واپس آتا ہے۔

وَلَمْ اگرچہ رسالہ جس چند اخبارات کے معوضہ میں بھیجا جاتا ہے مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام
ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس سالہ سے ہو سکے۔ مگر اکثر صاحبان مطبع اخبارات
اس سال فرما کے معوضہ میں سالہ حسن طلبہ کہتے ہیں ہم ان حضرات کا معاوضہ ہی قبول کریں
جو جتنا اپنے اخبار میں ہوا ہی ایک رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب سیدہ مرسل ہو گا طبع فرمائیں۔

محمد عبد الصمد خان منیجر رسالہ حسن

اشتہار باغستان

ہمارے باغ واقع مزیر آباد میں ایشیا اور یورپ کے مشہور شہر اور دور دراز سوائے ہوتے مختلف قسم کے
پودوں موجود ہیں جنکی نظمیہ شاید تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام مع
تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق و خواہش کیرین طلب فرمائیں۔ جو پودے تیار ہوں
تاریخ اطلاع سہ دو ماہ کے اندر پہنچا جائیں گے۔ کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

راقمی ہونڈ کمی ۴۴ اقام نے ۱۲ | ۲۱ سیب ۳۳ اقام نے ۴۰

(۳) شفا کو	۱۴	۸	(۴) آلو بخارا	۹	۸
(۵) انار	۵	۴	(۶) شہتوت	۲	۴
(۷) پیراگریزی میوہ	۶	۴	(۸) زرد آلو	۵	۴
(۹) جام (امروہ)	۷	۴	(۱۰) سنتر	۱۲	۴
(۱۱) چکوترا	۵	۴	(۱۲) انجیر	۵	۴
(۱۳) انگور	۵۲	۸	(۱۴) دھنسی (میرنگ میوہ)	۵	۴
(۱۵) لکٹ	۵	۴	(۱۶) سوپا (پیراگریزی میوہ)	۴	۴
(۱۷) سینا پھل	۴	۴	(۱۸) رام پھل	۴	۴
(۱۹) ہرن لیوڑی	۴	۴	(۲۰) سیلوٹریلا (پیراگریزی میوہ)	۴	۴
(۲۱) زیتون	۴	۴	(۲۲) موز مختلف اقسام	۴	۴
(۲۳) نکولان (انگریزی میوہ دو قسم)	۴	۴	(۲۴) استرا میری	۴	۴
(۲۵) پھنس	۸	۴	(۲۶) بریڈ فروٹ (روٹی پیل)	۴	۴
(۲۷) کمرک	۴	۴	(۲۸) ترنج	۴	۴
(۲۹) بیل پھل الہ آبادی	۸	۴	(۳۰) کاجو	۸	۴
(۳۱) لیمو	۲	۴	(۳۲) کوئیٹ	۸	۴
(۳۳) گلابی جام	۴	۴	(۳۴) گلاب پھل	۴	۴
(۳۵) کھجور	۸	۴	(۳۶) وسیر	۸	۴

کروسیڈ عیسائی جنگ صلیبی

اس کروسیڈ کے بیان میں ہم مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے ہیں بلکہ دفاعی جنگوں کا مختصر بیان ہے جو بمقابلہ عیسائیوں کے ہوئیں اور جو کروسیڈ کا اصل میں مفہوم ہے۔ مگر شاید عام ناظرین کو اس سے ایک تعلق لگا رہے کہ ابتدائیت المقدس کی فتح کب ہوئی اور کس نے کی۔ اس لئے ہم آئندہ سلسلہ قائم کرنے کے لئے ابتدائی اسلامی پیش قدمی کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ ۶۳۷ء کے موسم بہار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے عیسائی رومیوں پر جہاد کا حکم دیا۔ پر شکیم بیت المقدس کے قریب بمقام بفسانا جنگ کا آغاز ہوا۔ نیرامنکوں سے بھڑے ہوئے سہنوں کا مقابلہ ہوسیدا درنہ دلون سے کہی تو ہوا نہیں۔ رومیوں نے سخت شکست کھا کر اقلان و خیران المقدس کی راہ لی شاید کہ روح القدس کا سہارا ہو۔ حضرت عمرؓ کی فوج نے جو فنون جنگ اور موافقات حرب و ضرب سے واقف تھی جاذہ اور غاذہ اور دیگر ایسے موافقات پر قبضہ کر لیا۔ جس سے بیت المقدس کی راہ رک گئی۔

اضطراب کی حالت میں رومی جنرل قبل اسکے کہ فوج اسلام کا مقدس حکم بیت المقدس کے پاک برجوں پر لہرائے مصر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔

اور بیت المقدس کے بڑے پادری کو ادسی کی تمت پر چھوڑ دیا۔

فوج ہی نے کیا کیا تھا کہ اب پادری صاحب تن تنہا کچھ کرتے۔

عیسائی مورخوں نے یہاں پر دو ایسی باتیں لکھی ہیں جو ہمارے لکھنے پر

جلد دوم حسن نمبر

اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کے فتح ہونیکا بڑے پادری متعینہ بیت المقدس کو از روئے کتب قدیمہ علم ہونا۔

دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز خدا پرستی کی سادہ حالت جس میں تجلِ حکومت کا کچھ بھی شائبہ نہ تھا۔

پادری کو معلوم ہوا تھا کہ بیت المقدس اس شخص کے ہاتھ سے مغلوب ہوگا جس کے نام میں صرف تین حروف ہونگے۔ اور اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے نام کے حروف ثلاثہ (ح-م-س) کے لحاظ سے سمجھا تھا کہ بیت المقدس کی تثلیث کی عمر (زندگی) انہیں کے ہاتھوں ختم ہوگی۔

اسی پیش گوئی کو یقین سرمدی خیرل پست ہمت ہو کر پہلے ہی روپوش ہو گیا تھا۔ پادری نے صلح کی درخواست کی۔ اسکے ساتھ یہ بھی شرط کی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفس نفیس خود تشریف لائیں۔ کیونکہ جبکی پیشین گوئی یہودیوں کی کتابوں میں ایسے عظیم الشان کام کے متعلق صحیح ملو سے آئی ہو۔ کم سے کم اوسکا دیکھ لینا بھی نہایت ضرور تھا۔

چنانچہ حضرت حسب الطلب روانہ ہوئے۔ نہایت ہی سادہ لباس پہنکر جو اون کا معمولی لباس تھا۔ اونٹ پر سوار ہوئے۔ جبکی پست پر موٹے کپڑے کی ٹھیکیلوں میں سے ایک میں بٹھنا ہوا غلہ۔ دوسرے میں کھجور اور خشک میوے تھے۔ سامنے ایک چھاگل پانی کی تھی۔ اور پیچھے کاٹھ کا ایک برتن۔ جمین وہاں اور ان کے ہمراہی کھانا کھاتے تھے۔ انصاف اس قدر مد نظر تھا۔ کہ سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف راہ

جلد دوم حسن نمبر

کت آپ سوار ہونے تھے اور نصف راہ غلام کو سوار کرتے اور خود اونٹ کی مٹھار پکڑ کر پیادہ چلتے۔

جب اسطرح حضرت محمد بن عبد اللہؐ بیت المقدس سے ایک دن کی راہ پر تھے تو سرداران فوج بڑی شان و شوکت سے اپنے آملے نامدار کے استقبال کو پھر اونکی چمک دمک اور شان و شوکت سے حضرت خلیفہ متعجب ہو کر نگاہ فرمائے اور اس تغیر کا حال دریافت کیا۔ سببوں نے مغذرت کے ساتھ اپنی نمائشی پوشاک کو فوراً چھینک دیا۔ اور اندرونی لباس جو زرد بکسرت تھا دکھلا دیا۔ حضرت محمد بن عبد اللہؐ نے خوش ہو کر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور بیت المقدس کی جانب توجہ فرما ہوئے۔ جب قلعہ کے روبرو پہنچے تو بارہی کے موافق غلام سوار تھا اور آپ پیدل۔ جب کو دیکھ کر نصاریٰ کے شاہزادے اور افسر اور پادری وغیرہ نے حیران کر آخر کار حسب شرائط قلعہ مسلمانوں کے تفویض ہوا۔

منجملہ شروط عہد نامہ ذیل کی شرطیں بھی تھیں:-

عیسائی نہ کلیسا نہ بنائیں۔ موجودہ کلیساؤں میں مسلمان جاسکیں۔
غریب الوطن اور مسافروں کی مہمانداری کریں۔ دین اسلام کی قبولیت کا کوئی یہودی مصلحت نہ ہو۔
ان میں اور مسلمانوں میں طبرقہ لباس اور نام اور گفتار اور موت تراشی میں امتیاز نہ ہو۔
مسلمانوں کا ادب و اعزاز کریں۔ ستم کا گوشت فروخت نہ ہو۔
گھوڑ و نیزہ زین پوش رک کر سوار نہ ہوں۔ بہت یار نہ باندھیں۔
کلیسا کے گھٹے نہ بچیں۔ صلیب نہ رکھیں۔

اپنے کانفرنس ایسی کھڑکیاں قائم کریں جس سے مسلمانوں کو مکان کا سامنا پڑے یعنی نماز نہ نظر نہ آوے۔
لباس مہیش ایک قسم کا ہو۔ اور کمر بند باندھا کریں۔

الغرض سالہ میں بدعت المقدس پر مسلمانوں کا پورا قبضہ ہو گیا۔
اب اس کے بعد ہم کروسیڈ کی داستان چھیڑتے ہیں۔ جس میں صرف مختصر
طور سے واقعات کا ذکر ہے۔

وہی عصر جو چند ہزار انگریزی فوج کا آج مقبوضہ ہے۔ برسوں تمام پکا
تین تین کامیابی سے تہ مقابل رہا۔

جنگہا بدعت المقدس کا خونریز سلسلہ سات صدیوں تک رہا۔ اور لاکھوں
کروروں جانیں تلف ہو گئیں۔ اگرچہ گوہر مقصود عیسائیوں کے ہاتھ نہ آیا۔ مگر اس متواتر
قوت آزمائی سے یورپ کو بے انتہا فائدہ ہوا۔ اور آج جو تمام یورپ میں ترقی اور تہذیب
اور علم و دولت کا خوش ما جہنڈا اٹھاتا ہے۔ بہت کچھ جنگہا جس سلیمانی کا نتیجہ ہے۔
جو فائدہ قومی ان جنگوں سے اہل یورپ کو حاصل ہوا ہے اور ان کو کسی دوز ناظرین کو سنائیں گے۔
صرف مسلمانین یورپ کا پر جو جہلہ (کروسیڈ) پوسنے و دوسو برس تک لگاتار قائم رہا
ہم ان سب حملوں کو سلسلہ وار نذر ناظرین کرتے ہیں۔

اور یہ کہ دیتے ہیں کہ جو ملک محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وقت فتح ہوا ہے ہر شخص
اور ہر ایک ایک بالشت زمین گنوار کے قبضہ میں نہیں گئے۔
اور یہ پیشین گوئی کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ شانہ اخیر تا قیامت یہاں تک

مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہے۔ دیکھئے اسلام کا مجزہ کہ تمام مقدس مقامات اور کل مغربوں کے مزارات آج بھی اسلام کے قبضہ میں موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

آغازِ کروسیڈ

کروسیڈ اُن فوجی حملوں کا نام ہے جو یورپ کے عیسائیوں نے بلیطین کے مسلمانوں کے قبضہ سے چرانے کو کیا تھا۔ اسلام کے دنیا میں شاید پہلے سے بہت پہلے (یعنی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شہر کے بعد پرورشہ پر ٹائیٹس نامی بادشاہ نے قبضہ کر کے شہر کو تباہ کر ڈالا پھر اس واقع کے ساٹھ برس بعد ہلیٹرین بادشاہ نے شہر کو تباہ کر ڈالا۔ تعمیر کرا دیا اور عیسائیوں کو وہاں واپس آنے کی اجازت دی۔ تب بھی عیسائی ایسے خطرناک حالت میں رہے کہ بہت عرصہ تک اس قوم کو وہاں سرسبز بنی نصیب نہ ہوئی یہاں تک کہ کانستینٹین بادشاہ نے خود دین عیسوی اختیار کیا اور وہی شاہی مذہب قرار دیا گیا۔ اس تبدیلی سے پرورشیم کے عیسائیوں کی حالتوں میں دفعتاً تغیر و ترقی عظیم (مگر ناپائیدار) واقع ہوئی سلطنت کے آخری ایام میں جب علم کی کمی ہوئی لگی ضعف اعتقاد بھی کو ترقی ہوئی اور اہم کی روستہ تباہ ہو گئی تھی وہ غارت احکام شریعت کی غارت ہو گئی تھی اور مکانات وغیرہ کی طرف منسوب کلمہ بجائے اپنے صحیح استعمال

جلد دوم حسن نمبر

اور سمجھا گیا کہ جن اسباب و سامان سے اوس زبردست بانی کا تعلق
 کبھی تھا حقیقت میں وہی اسباب و مکان وغیرہ قابل عزت و عظمت ہیں
 اس لئے سرگرم مگر جاہل عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ کے اون مقامات و غیر
 کے دیکھنے کا بڑا شوق رہتا جہاں اونسے معجزات واقع ہوئے تھے اور
 اس کی زیارت کے لئے کثرت سے عیسائی آیا کرتے۔ اور اس سے بڑھ کر
 کوئی دوسرا ثواب کا کام تمام ممالک عیسویہ میں نہیں سمجھا جاتا تھا۔
 ۳۳۰ھ میں عربوں نے پروسٹیم پر قبضہ کر لیا جس کی تفصیل
 اوپر بیان ہوئی ہے۔ مگر ان فاتحوں نے عیسائی زائرین بیت المقدس
 کا کام سمجھا کر نہیں کیا۔

مگر جب ترکوں نے ۱۰۹۳ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تو یہ ریت
 بھی جاتی رہی۔ اگرچہ ترک حبشی اور فوجی قوت میں زیادہ تھے مگر
 شاید تنگی میں مفتوحہ اقوام سے کم تھے۔ اور چونکہ ان لوگوں کو عیسائی
 زائرین کے لوٹنے اور ذلیل کرنے میں کچھ تکلف نہ ہوتا تھا۔ اس لئے
 جو زائر یہاں سے پلٹ کر جاتا تو خوب رنگ آمیزی کر کے مصائب
 عیسائیوں کے بیان کرتا اور مسلمانوں پر جہاد کی رغبت دلاتا جو اس
 زمانہ میں نہایت مقدس کام سمجھا گیا تھا۔ تو طوے دن نہیں گزرے تھے
 کہ عیسائیوں کے خیالات نفرت آمیز غصہ ناک شکون سے منعکس ہو
 گئے۔ غیض و خصب کے شعلے جھڑکنے لگے۔ قدری جوش سے کچھ ایسے

جلد دوم حن نمبر ۱۰

اندھے ہو گئے تھے کہ اپنی توانائی بجاقت کا کچھ اندازہ نہ کیا بلکہ عام جوش و خروش سے لوگوں کو بھڑکا کر آمادہ قتال و جدال کیا جس کا نتیجہ نہایت خوریز اور تباہی ہوا۔ ہستی سے انہیں دنوں میں ایک رات تمام یورپ میں اور پہلی گرتھی کہ جس سے اور بھی بیت المقدس کی طرف حملہ کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔

یہ خیال کیا گیا تھا کہ کتا بکا شفا (متعلقہ انجیل) کے باب میون میں ہزاروں سال کا جو وعدہ لکھا ہے (حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام آسمان سے دوبارہ اور تکرار میں انصاف فرمائیں گے) وہ پورا ہو گیا۔ اس لحاظ سے اگر ضرورت نہ بھی ہو تو بیت المقدس کا سفر باعث ہزاروں خیر و برکت کا ہے کہ یہ وہی ہے جو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی قدسوسی ہوگی۔ ہر ملک عیسویہ سے ایک جمعیہ (میراث یقین) اور زائرین کا فلسطین کی جانب جوش مذہب میں بھاگتا ہوا دکھائی دیتا تھا مگر چونکہ ان بیچاروں کے پاس جوش مذہب کے سوا بے کوئی آلہ حرب و ضرب ایسا نہ تھا کہ ترکوں کے بہادرانہ حملوں اور ان کی منجھی ہوئی فوجوں کے داروگیر سے پناہ میں رہتے اس لئے کلفت یا راہ ہی ان کے نصیب میں تھی اور جب اپنی حد سے آگے بڑھتے اور ترکوں سے دوچار ہوتے تو ان کی تلواروں سے ایک کے دو اور دو کے چار ہوتے۔ جو چھٹ چھٹ کر نکل جھاگتے وہ تمام یورپ میں آتش غضب و عناد بھڑکانے کے لئے کافی ہوتے۔ کچھ واقعی اور بہت کچھ غیر واقعی باتوں سے طبایع عالم برانگیختگی کے سامان مہیا کرتے لہو کون سے کہتے پھرتے کہ بیت المقدس

جلد دوم حسن نسب

ناپاک ہو گیا۔ تثلیث کے اسرار مکتونہ پر فائزین مضحکہ کرنے ہیں۔ غضب تو یہ ہے کہ جہاں وہ اسرار میں اوجحزات کا ظہور ہوا وہیں بیٹھے بیٹھے مخالف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ عام موثر دور انگیز صدا ایسی نہ تھی کہ برائے کئے رہتی۔ پوپ گریگری ہفتم نے جسکے ہاتھوں میں حب و ستور عقیدت زمانہ تمام سلاطین عیسویہ کی باگ تھی یہ تجویز کی کہ کل عیسائی پادشاہ مسلمانوں کی مخالفت میں یک جان و چند قالب ہو جائیں۔ مگر اس نے کچھ دن پہلے مختلف بادشاہوں کے دیوانی اور خانگی کاموں میں اس قدر جابرانہ قوربت صرف کی تھی کہ اس رائے کی عام طبر سے بہت زیادہ تابد نہ ہوئی اس لئے کچھ سکون پیدا ہو گیا مگر یہ سکون ایسا ہی تھا جس طرح کہ قبل طوفان کے ہوا میں سکون ہو جاتا ہو۔ کیونکہ اس قابل یادگار ہشت کا آغاز ۱۹۶۱ء سے ہوا۔

پطرس کو، ہر مٹ کے لقب سے نامزد کرتے ہیں اس میں واقع بکارڈی کا باشندہ تھا۔ اس نے بروڈیم کا سفر کیا اور جب واپس آیا تو اودن خطرات اور اندیشہ ناک حالتوں کو بڑے زور شور سے بیان کیا جو زائرین بیت المقدس کو تھیں اور مشرقی عیسائیوں کے مصائب و تکالیف گوناگون کو موثر اور مصمم و عی الفاطمین علی الاما علان بیان کر کے نامکن العمل تجویز پیش کی کہ سلاطین عیسویہ کو مغرب میں کیے ہی دور و دراز مقاموں پر ہوں مجموعی قوت کے ساتھ ایشیائے دنیا کے فاصلہ دراز پر حملہ

جلد دوم حسن نمبر

آور ہو کر اون جنگی اور تجربہ کار فاتح اقوام سے نبرد آزمانی کرین جنہوں نے
 بیت المقدس میں بجائے تلیث کے نعرہ توحید بلند کر رکھا تھا۔
 اوسنے اپنی تجویز ابن ثانی کے روبرو پیش کی جو اوس وقت پوپ
 تھا۔ لیکن اس پوپ نے بخلاف اپنے فوائد کے جو اس نبرد مستمہم کو
 اپنے ذمے لینے سے تھے اپنے اختیارات کو اس طرح پیچیدہ کرنے اور ایسے
 معاملات میں اوس وقت تک دخل دینے سے انکار کیا جب تک کہ
 کامیابی کی صورت پیدا ہو۔ اس لئے اوسنے ایک مجلس بمقام پوسٹلیا
 منعقد کی جس میں چار ہزار پادری اور تیس ہزار عمدہ دار اور دیگر پیشہ ورجو
 مذہبی خدمات سے متعلق نہتے جمع ہوئے۔ یہاں پوپ اور ہر مٹ نے
 بڑی فصاحت اور لسانی سے اُن سماعی تکالیف کا بیان کیا جو یہاں
 مشرق پر تھیں اور کہا کہ بڑی غیرت و ندامت کی بات ہوگی اگر بیت المقدس
 بیہینون (مسلمانوں) کے ہاتھ رہیگا۔ ان خطبات کا سامعین کے
 دلوں پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ایک زبان ہو کر مہمیت جو شوق و اشتیاق
 جنگ کی آواز بلند کی اور خود اپنی اس عظیم الشان اور ثواب کے حامل
 نزعہ خود جو خدا کو شکر کر نیکا ذریعہ سمجھا گیا تھا جو شوق و اشتیاق
 اگرچہ اٹلی میں عظیم الشان بابہ ہوا اور ہزاروں دونوں میں
 جنگ و جدال پیدا کیا گیا مگر پوپ نے مناسب سمجھا کہ جب تک کامیابی
 کی نچہ صورت پیدا نہ ہو جائے ایسے عظیم مہم پر جانا خلافت عظمیٰ اس لئے

جلد دوم حسن مسالہ

خیال کیا کہ تمام جنگی اقوام یورپ سے امداد لی جائے اور اسے شرکت کے لئے کہا جائے۔ چنانچہ ہر ملٹ کو اسی غرض خاص سے یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں تالیفِ قلوب کے لئے بھیجا چنانچہ اس نے تمام شہروں میں گھوم گھوم کر اپنے پر آشوب وعطشے سے لوگوں کے دل بھر دیئے۔ اور جب کلرمانٹ میں دوسری مجلس ہوئی جس میں یورپ اور ہر ملٹ دونوں موجود تھے اور بڑے جوش کے ساتھ لوگوں کو متاثر کیا۔ اس میں دور و دراز مقامات کے پارلیون کے سوائے نہایت عالی قدر اور مشہور رؤسا و اہل ان ملک شریک تھے تو مجمع سے ایک بلند آواز جنگ کی آئی اور کہا کہ یہ خدا کی مرضی ہے اور یہی خدا کی مرضی ہے۔ ان فقروں کو ایسا اثر تھا کہ ارگ سمجھے کہ یہ آواز ارادہ پیدا نہیں ہوئی بلکہ قدرتِ محض جذبہ محبت دینی سے نکل پڑی اور ایسی متبرک خیال کی گئی کہ ہر ایک کو وسیطہ کو۔ جنگ میں برابر یہی کلمہ ہر شخص کے زبان پر بطور لغزہ جنگ یا بجائے سلامی تکبیر (اللہ اکبر) کے ہوتا۔

پس ہر قسم کے آدمی فوج میں، بھرتی ہونے لگے اور صلیب کا تثلیثی نشان (+) ہر جا ہر سپاہی کے دامن کا منہ پر بطور علامت خاص نصب کیا گیا۔ اس صلیبی نشان پر فی کر اس سے اس ہم کا نام انگریزی میں کر دیا گیا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ جہالت کے عمیق دریا میں غرق تھا ضعف

جلد دوم حسن مبارک

اعتقاد ہی کی حد نہ تھی پادریوں کا قبضہ عیسائیوں کے قلوب پر پورا پورا تھا اور لوگوں کو اپنے سخت سے سخت گناہ کا کفارہ بیز پادریوں کے غلامانہ خدمت کے کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن ان ضعیف اعتقادیوں اور بد اعمالیوں کے ساتھ جنگی عرصے بھی بڑھتے جاتے تھے جو شاید حالت کا خاصہ ہے۔ انتظام ملک شہر ملک شخص خاص کا گورنمنٹ پر منحصر نہ تھا۔ بلکہ ہر شہر بے حصار اپنے قوت پر بھروسہ کرنے والا تھا۔ اس لیے ہر ملک اور ہر شخص جنگ و جہاد کرنے اور ان کے موقوف کرنے کا بطور خود مختار تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہر شخص کو جنگی خیالات سے ایک خاص دلچسپی تھی۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی اور عزت کی بات نہ تھی اور جب مفرد جنگی خیالات ایک عظیم الشان تحریک سے متحد ہو گئے تو تمام یورپ نے بالکل ایک خیال ایک زبان ہو کر ایشیا پر حملہ کیا۔

چونکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ بہشت میں پہنچنے کا عیسائیوں کا زعم باطل میں بیسی ایک طریقہ قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے ہر طبقہ کے آدمیوں نے بشوق شرکت دی۔ روسا۔ کاریگر۔ کاشتکار۔ اور پادری جو جنگی مہمات میں عام طور سے شرکت کے قابل نہ تھے داخل ہو کر روانہ ہوئے۔ اگر کوئی شخص شرکت سے انکار کرتا تو اس کو بے ایمان اور بے وفاء قرار دیتے۔ جو روسا کہ داخل فوج ہوئے تھے ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی غرض شرکت یہ تھی کہ ایشیا میں پھونچ کر کسی حصہ ملک کو اپنے قبضہ میں لائیں اور اسی غرض سے اپنی یورپی جاہلاد کو نہایت ارزان قیمت پر فروخت کر کے شرکت کی تھی

جلد دوم حسن نمبر

اوس زمانہ کی ایشیائی تجارت اور صنعت تمام دنیا میں بہت مشہور تھی۔ کمزور اور بوڑھے آدمیوں کی شرکت کچھ روپیہ پیسے کے لالچ اور کچھ اس غمن سے تھی کہ اُن مقامات کے روبرو اپنی جان دین جان جہان حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُنکے اعتقاد کے بموجب اپنا جان دی تھی۔ یہاں تک کہ تین مرون کا لباس پہن کر اور جنگی ہتیار و اوزار سوار راستہ ہو کر بلا اظہار اپنے جنسیت کے شریک فوج ہو گئے اور شروع سے آخر تک انھوں نے دہان الی فوج کی ناجائز خواہشوں کو پورا کیا۔ جس خدمت کو انھوں نے اپنی نجات کے لئے سمجھا تھا اوس خدمت کے بجائے وہی مین نہایت سخت اور نفرت انگیز گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ معمولی بات تھی۔

اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خواہ فطرتی ضرورت سے مجبور ہو کر عام طور پر ایسے افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ غرض روز بروز کثرت لوگوں کی اس قدر ہوتی گئی کہ مجبوراً افسران بالا دست کو سوچنا پڑا کہ اگر یہی کثرت ہو تو کیا عجب کہ کثرت ہی باعث ہلاکت ہو اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ایک گرو غیر تربیت یافتہ کا جس میں ۳ لاک آدمی ہوں ہر مٹ کے ماتحتی میں قبل سے روانہ کیا جائے یا ہر مٹ کی جگہ پر گالٹریا و الٹریا مقرر ہو جس کو عدم سہولت کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ وہ محض قیمت آزمائی کے لئے نکلا تھا منی بس (بے زر) کہتے تھے۔ غرض یہ گروہ ہنگامی اور بلگیر یا ہو کر غلط فہمی کی جانب بڑھا اور چونکہ اپنی تقدیس اور نیک ارادہ سے سمجھے ہوئے تھے کہ

جلد دوم حسن نمبر

خداوند یسوع مسیح کل ہماری ضرورتوں کو رفع کر چکا لہذا انہوں نے رسد کا مطلق بندوبست نہ کیا۔ مگر ان کو بہت ہی جلد معلوم ہو گیا کہ سامان ضروری کے بہم پہنچانیکا بہ طریقہ نہیں ہے۔ آخر کار انہوں نے قرب وجوار کے ملکوں پر لوٹ مار شروع کر دی اور جو کچھ رسد کہ معجزات اور کرامات سے ملنے کی امید تھی وہ لوٹ مار سے ملنے لگی۔ مگر چونکہ فوجی تربیت سیکھی نہ تھی اور لوٹ مار اُن باشندوں کو جتنے ملک سے ہو کر گزرتے تھے پسند نہ تھی اس لئے انہیں باشندوں نے راہوں میں ہزاروں مقدس سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔

جو فوج پیچھے آ رہی تھی وہ تربیت یافتہ تھی اور وہ بحیرہ قسطنطنیہ سے گزر کر ایشیا کے کوچک کے میدان میں جمع ہوئی۔ اس مجمع عظیم کی تعداد سات لاکھ تھی۔

(۱) پس پہلا خبگ کرو سیڈ جیسا کہ اوپر بیان ہو کہ ۹۷ء میں ہوا۔

اس مہم میں علاوہ اور لوگوں کے والیان ملک مین سے کونٹ آف وینڈس برادر بادشاہ فرانس۔ ڈیوک آف نارمنڈی۔ آرل آف فلینڈس۔ آرل آف ٹولوز۔ ڈیوک آف لورین مع برادران۔ آرل آف کارٹرس و بلس۔ کونٹ آف سنٹ پال۔ انکے سوائے اور بھی بہت سے والی ملک تھے۔ قیام گاہ افواج عام طور سے قسطنطنیہ ہی تھا۔ ۹۷ء میں شہر تائس کو محاصرہ کر کے قبضہ میں لائے اور سلیمان کو شکست دیکر گوڈفری کے ماتحتی میں فوج جانب مشرق روانہ ہوئی اور بیلٹون یکے از برادران ڈیوک آف لوین نے اڈا سا فتح کیا۔ آخر ۹۷ء میں شہر انطاکیہ کو قبضہ میں لائے

جلد دوم حسن نسب

مگر قلعہ مخالف گروہ کے ہاتھوں میں رہا۔ کہتے ہیں کہ عربوں کی چہ لاکھ
 کو جو اس قلعہ کی محافظت میں پڑی تھی شکست دیا۔ مگر اس قدر پامالی
 اور خستہ حالی ہوئی کہ جب تھوڑے دنوں کے بعد یعنی سنہ ۹۹ھ میں پیر وشمیم
 پر چڑھائی کی تو دس لاکھ فوج کی مجموعی جمعیت میں سے بیسواں حصہ باقی بچا
 تھا۔ چالیس روز تک پیر وشمیم کا غاصر رہا بعدہ عیسائیوں کی فتح ہوئی
 اور نہایت بیرحمی سے کل مسلمان اور یہودی جو بیت المقدس میں تھے ہلاک
 عورت و مرد بڑے بچے اور جوان تہ تیغ کئے گئے صرف عیسائیوں کی
 محافظت رہی۔ یورپین شایستگی کے ایسے اور بھی بہت سے نمونے دیا
 میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اس نابالغ فتح کا بانی مابانی گاڈفری ڈی بوک
 آف لورین تھا اس لئے جوش خوشی میں اس کو تخت پیر وشمیم پر بٹھایا
 اور اسے سلطان مصر کے ایک بھاری فوج کو عقلمان میں شکست دیکر
 اپنے جدید تخت و تاج کو اور زیادہ مضبوط کر لیا تھا۔ مگر اس کا تخت و
 تاج چند روزہ تھا۔ پوپ نے اپنے وکیل کو وہاں کا مذہبی سردار مقرر کیا
 جسے ملک و مذہب دونوں کی حکومت اپنے دست اختیار میں لی۔
 اور گاڈفری کو صرف جافہ کی حکومت اور پیر وشمیم کے لوٹ کھسوٹ میں
 کچھ استحقاق دیا۔

جب اس طرح کی قدر مطلع صاف نظر آیا تو عیسائی کچھ کچھ واپس اپنے وطن
 کو روانہ ہوئے مگر جس قدر ادھر سے جاتے تھے اس سے بدرجاء زیادہ ملک

جلد دوم حسن نمبر

یورپ سے اپنے ہم مذہبوں کی مسیح ائمال غنیمت کی خوشخبری ان شکر چلے آئے تھے۔ جریمائی پر و شلیم۔ انطاکیہ۔ اڈیسیہ اور طرابلس میں اقامت گزین ہوئے تھے اور ان کو مجبوراً ترکون کے مقابلہ میں انہیں نوآمد عیسائیوں پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا اور انہیں کے بذور بازو سے قیام اختیار کیا تھا۔ اس طرح پہلے کروسیڈ کا خاتمہ ہوا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے بیت المقدس کو دوبارہ فتح کر لیا۔ اور عیسائیوں کو وہاں سے نکال دیا۔

۲ دوسرا کروسیڈ برنارڈ نامی پادری کے ناہمانہ جوش مذہب کا نتیجہ تھا جسے گلی کوچوں میں وعظ کر کے لاکھوں عیسائیوں کی جانیں گنوائی۔ یہ ایسا مقبول تھا کہ اسکے نام کا ایک سلسلہ اب تک قائم ہے۔ اس مرتبہ کے کروسید میں شہنشاہ کونرڈ سوم اور لونی ششم بادشاہ فرانس نے متحد ہو کر ۱۲۶۷ء عیسوی میں تین لاکھ تجربہ کار افواج سے حملہ کیا۔ مگر یہ شہنشاہ کڑو فر ترکون کے ہاتھ سے بمقام اکونیم تباہ ہو گیا اور بسکل انطاکیہ جان بچا بہاگا۔ اسی طرح بادشاہ فرانس کو سخت ہزیمت اودھانی پڑی کیونکہ جب شام کے عیسائیوں نے پہلو تہی کی تو فرانسیسی فوج نے دمشق کا محاصرہ اٹھا دیا۔ محاصرہ اٹھا دینا تھا کہ فوج فرانسیسی ہزاروں مصیبتوں میں پھنس کر ترکون کے ہاتھ سے ضائع ہو گئی۔ اکثر جگہ اسی طرح عیسائی مقامات و ممالک کے بچاؤ کے لئے جہ عجلت سے کام لیا گیا وہی عجلت باعث ہلاکت خود ثابت ہوئی۔ سلطان صلاح الدین جنگجو انگریز اور دیگر عیسائی مصنفین اپنے یگڑے ہوئے لب

جلد دوم حسن نمبر

لجھ سے صلا دن اور سولڈین لکتے ہیں فوج پر ولیم کو بمقام صبیحیت
دیکر اور گر نامی کو جسے بڑے شوق اور غور سے تاج شاہی زیب
کیا تھا مقید کر کے ریت فوج و نصرت کر ساتھ ساتھ میں داخل بیت المقدس
۳۴ تیسرا کروسیٹ سلا میں ہوا یعنی جیوں ہی صلاح الدین نے بل
کامیابی بیت المقدس میں بجایا سلاطین عیسویہ کے دلوں میں فوراً طبعاً
کا پھر شوق ہوا اور پہلے کروسیٹ کی طرح جی توڑ کر بہت سے والیان
ملک شریک ہوئے تھے جنکے نام والقاب یہ ہیں

فریڈرک دیوک آف سوابیہ	شہنشاہ فریڈرک برودسا
برٹ ہولڈ ڈیوک آف موراویا	لیو پولڈ ڈیوک آف آسٹریا
کونٹ آف فساؤ	ہیرمین مار کوکس آف بیڈن
کونٹ آف مسین	کونٹ آف تھیو رنجیا
ان والیان ملک کے سوا	کونٹ آف ہالند

نامی روسا اور شہزادے تھے۔ اور بہت سے بپ بھی ہمراہ تھے۔
اس مرتبہ فریڈرک شہنشاہ مقام اکو نیم میں سلطان سے مقابل ہو کر گریق ہو گیا
ہوا مگر اس کا بیٹا دوسری جانب سمی گرو سے ملکر جو پہلے سلطان صلاح الدین کے
ہاتھ میں قید تھا محاصرہ شہر ٹالی میں مد توں ناکامی سے کوشش کرتا رہا اور
کچھ نہ ہوا۔ اسی اثنا میں دواور بادشاہوں نے بڑے ذوق و شوق اور
کروفر سے مسلمانوں کی طرف نظر توجہ کی یعنی فلپ ثانی والی فرانس۔

اور رچرڈ اول والی انگلستان۔ ان سب کی مجموعی فوج قابل جنگ تین لاکھ سے زائد تھی۔ اس عظیم الشان مجسم کے ساتھ پھر شہر ٹالمی کا محاصرہ کیا گیا۔ اور بہت بڑی کشت و خون کے بعد جس میں فوج محاصرہ کا زیادہ تر نقصان ہوا وہ شہر منسج ہو گیا لیکن ان برائے نام فاتحان کی فوجی پامالی ایسی تھی انو خیمہ کاری کچھ ایسے تھے کہ فلیپ تو فوراً بھاگ کھڑا ہوا چارنا چار رچرڈ کو تنہا رہنا پڑا۔ شہر تو پہلے ہی لیلیا گیا تھا مگر یہ منسج بالکل روکھی سوکھی تھی بجز نام فوج کے اور مال و زریا حکومت یا اراضی کچھ ہاتھ نہ لگا بلکہ جو پامالی انجام ہوئی اوس کا کوئی صلہ نہ ملا۔ مگر فلیپ کے مقابلہ میں رچرڈ کو اپنے ملک میں فخر کرنے کا بہر حال موقع تھا۔ اب رچرڈ کا حال سنئے کہ متعدد مقابلوں سے فوج چھٹ چھٹ کر انگلیوں پر گنے کی رگڑ۔ آب و ہوا کے ملک نے تندرستی میں سخت خلل ڈالا۔ آپس کی کشاکشی اور باہمی رنجش نے بالکل بیکار کر دیا تھا اور ان اسباب سے فوج کا وہی حال ہوا جو دہوپ نکلنے سے شبنم کا ہوتا ہے۔ جب رچرڈ نے یہ حال دیکھا تو مثل اور اپنے پیشروں کے بیک بینی و دو گوش گڑھی راہ لی۔ آمد کے وقت جس طرح ایک جم غفیر ہاتھ تھا واپسی کے وقت بجز رنج و زنج کے اور کوئی رہبری نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ آسٹریا پھونکری قید سلاسل میں مسل ہو گیا اور جب تک ایک بہت بڑی دستم معاوضہ میں انگلستان سے نہ پہنچ لی شیر انگلنڈ کی آسٹریا کے

جلد دوم حسن نمبر

کٹھڑے سے رہائی نہ ہوئی۔ شام سے نکلنے کے پہلے رچرڈ نے صلاح اللہ سے صلح کر لی تھی ورنہ شاید یہاں تک فوجت ہی نہ پہنچتی۔

رچرڈ کے چلے آنے کے بعد سلطان صلاح اللہ نے انتقال کیا۔

سلطان صلاح اللہ کا انتقال مسلمانوں کے بہت بڑے مال اور زوال کا باعث ہوا۔ کیونکہ اسکو فوجی حرب و ضرب میں کمال تھا اور تمام یورپ کی متحدہ و متفقہ افواج کو جنہیں صدام اللہ العزم اور نامی جنرل تھے اپنی تنہا قوت سے پاپا مال کرتا تھا۔ یورپ میں اس نامور بہادر کے خبر انتقال سے بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ جس کے اشاروں سے اون کی گران فوجوں کی ہر میت ہوتی اور اسکا وجود باقی نہ رہا۔

۴ چنانچہ بعد اس افسوسناک واقعہ کے شہنشاہ ہنری ششم ۱۱۹۵ء میں چوتھے کروسیڈ کی بنا ڈالی۔ اور چونکہ مطلع صاف تھا کٹر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں عیسائیوں کو کامیابی ہو گئی۔ مگر شہنشاہ کی موت سے بیت المقدس چھوڑ سبھوں نے جرمنی کی راہ لی۔ اور بیت المقدس میں بدستور ہلاکی جہنم اجماع مسلمانوں کا فوجی نشان تھا خدا کے فضل و کرم سے لہر اتار رہا۔

۵ پانچواں کروسیڈ پوپ ان نو سنٹ سوم کے حکم سے ۱۱۹۸ء میں ہوا۔ مگر جو لوگ اس محاربہ عظیم میں شریک رہے مدت تک فضول گوشتیں داپسی بیت المقدس کی کین مگر کچھ بھی پیش نہ گئیں۔ کیونکہ اگرچہ جان ڈی نیول جو بیڑہ جہازات کی رہنمائی کرتا فلینڈس میں ساز و سامان مہیا کر کے

جلد دوم حسن نمبر

ٹالمی میں اس وقت پہونچا جبکہ دوسرے جنگجو مشن سیمین والی مانٹ فرٹ
ریٹنارڈ والی ڈیمپیر وغیرہ قبل اس کے موقع پر پہونچ چکے تھے لیکن مقابلہ
ایسا سخت واقع ہوا کہ غالب حصہ اک عظیم الشان گروہ کا تباہ ہو گیا۔ اور جب
یہ حال دیکھا گیا تو بقیہ حصہ سترہ کچھ چلے گئے اور کچھ وہیں کے عیسائی بڑ
شہزادوں اور رئیسوں سے پہونچی چھ لڑائیوں میں مصروف رہے۔
سلسلہ میں کینٹون کونٹ آف فینڈرس نے مسلمانوں سے جنگ کر کے
لے ایک بڑی فوج جمع کی۔ مگر خوش قسمتی سے جنگ کا آغاز خود اودن کے
ہم ملت عیسائیوں پر ان سے ہو گیا۔ جب اسی مشکوک کامیابی کے ساتھ
قسطنطنیہ پہونچی تو وہاں اس سے فریب اور دغا بازی سے چند چالاکیان
اچھی کہیں یعنی ایک دعویہ حکومت سے کامیابی کی طمع دیکر اپنے
کو مرداؤلا سیطیح دوسرے مد مقابل کو اوسے قاتل دعویہ کے ہاتھ
قتل کیا۔ اور جب مخالف کی قوت ٹوٹ گئی تو فوج کو شہر مفتوحہ کی لڑ
کی طمع دیکر آپ سخت پر بیٹھا۔ کامیابی تو ہوئی لیکن اس غرض بالا
طاق رکھی رہی۔ اور بہت ہی کم فوجی جنرل ایشیا میں قدم رکھ سکے
سب یورپ کے یورپ ہی میں رہ گئے۔

۶ چھٹوان کر وسیڈ سلسلہ میں ہوا۔ اس ہم میں عیسائیوں کے
قبضہ میں شہر دیتا گیا تھا مگر جب فرین ثانی نے ادھر سے زور کیا تو فوراً قبضہ
شہر سے دست بردار ہو گئے۔ دوسرے سال شہنشاہ فریڈرک نے سلطان مصر

جلد دوم حسن منسلہ

برادر سلطان صلاح الدین مرحوم سے دس برس کے لئے صلح کی اور صلح کی رو سے
 پرورشیم اسکے حوالہ کیا گیا۔ لیکن بیت المقدس کے ایک دوسرے اور
 زبردست دعویٰ رکھتے ہوئے (یعنی تمارہی) انہوں نے صلح و معاہدہ
 سے تو غرض نہیں رکھی مگر عیسائیوں کو فوراً بیت المقدس سے رخصت کر دیا
 ان تمارہیوں نے جو چنگیز خانی سیلاب کے پہلے نکلے تھے تمام صوبہ جوڈیا
 وغیرہ پر قبضہ کر کے عیسائیوں کو ایسا مجبور کیا کہ بجز شام کے ساحلی مقامات
 کے اور کمین قدم نہ جاسکے۔ قریب ۱۲۴۱ء کے باسی کڑھی مین پھر اہل
 آیا۔ یعنی رچرڈ آرل آف کارنوال برادر ہنری سوم والی انگلستان ایک
 فوج جو اہل لیکر داخل ملک فلسطین ہوا مگر میان امید کے خلاف کچھ اور ہی
 نفع نہ نظر آیا اور بنیتے کانپتے صلح و پیمان کر کے اُلٹے پاؤں جہاز پر سوا
 ہوا اٹلی پہونچا کیونکہ اسکے سوا اور کوئی چارہ ہی باقی نہ تھا۔

ساتواں کروسیڈ زیر فرمان و علم بادشاہ لوئی نہم ہوا جس کو
 سنٹ لوئی بھی کہتے ہیں کیونکہ سنٹ یعنی ولی اللہ کا خطاب اوس وقت
 دیا گیا جبکہ اوسنے جوش مذہب کا بمقابلہ اہل اسلام افشا کیا۔

۱۲۴۹ء مین شہر دیتا پر اس کا قبضہ ہو گیا مگر کبھی کبھی دو ایک شہر شروع
 شروع مین قبضہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی بلکہ فوج حملہ آور کے محکم
 بڑھتے اور جب لوٹ کر تشریف لیجاتے تو اپنے کامیابی اور لوٹ مار کی
 لمبی چوڑی رام کمانی اپنے اہل ملک کے روبرو سناتے اور وہ بادشاہ کی

بہادری اور جوش نہیب کے تعلق قصیدے پیش کیا کرتے چنانچہ کچھ ملکوں میں شرمندگی مٹانے کے لئے اب تک کروسیدیوں کے کارنامے بطور گیت کے گا جلتے ہیں حالانکہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ جب سنٹ لوئی نے دیتا پر قبضہ کر لیا۔ اوس وقت قبل اسکے کہ عوب کچھ پیش قدمی کرین قدرت سے بیماری افواج میں پھیل گئی۔ چرپند رفع آزار کی کوشش کی مگر کچھ ہوا مجبوراً لوئی بہادر نے گھر کی راہ لی اور بہانے میں جلدی تو بہت کی مگر عربوں کے تعاقب سے پھیانہ چوٹا۔ اور شکستہ میں قریب مصورہ کے شکست کھا کر مع کل رؤسا و صاحبین کے گرفتار ہو گیا۔ گرفتار ہونے کے بعد جب کوئی چارہ باقی نہ رہا تو مملکت جنگ کا خواہان ہوا۔ اور دس برس کی قید لگائی۔

سلطان مصر نے معمولی فیاضی کے ساتھ اپنے قیدی اور اوسکے دیگر مصائب کو بخورے سے زرخوریہ پر صلح کر کے چوڑ دیا۔ زرخوریہ کے ضرورت اس وجہ سے سمجھی گئی کہ مفت رہائی میں قحط کا موقع رہا کرتا ہے۔

مذہبی جوش اور قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنا اور شکست کھا کر صلح کا خواہان ہونا عیسائیوں کی معمولی بات ہو گئی تھی اور باوجود سخت خونریزی کے جو عیسائی سلاطین ذرا سا قابو پانے پر گزر رہے تھے سلاطین اسلامیہ کا مذہبی احکام کی رو سے دستور ہو گیا تھا کہ باوجود خونریزی اور مذہبی گناہوں کے امن و امان اور صلح کے خواہان ہونے پر وہ لوگ عیسائیوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ساتویں کروسید میں جس نے وہ

شور سے سنٹ لوئی نے حملہ کیا تھا اور سید قدرت اللہ کے ساتھ صلح ہو گیا۔ اور دس برس کی رخصت لی۔

۸ اور آٹھواں کروسیڈ ۱۲۰۲ء میں اسی ناشکر گزار بادشاہ نے پھر شروع کیا

اس مرتبہ اپنے ملک کے جنوبی حصہ سے ایک جوار فوج ہمراہ لیکر افریقہ میں پہنچا اور کارٹیج کے کھنڈروں کے پاس فروکش ہوا۔ کیونکہ ٹیولس کے عیسائی بادشاہ سے امداد لیکر آگے بڑھنے کا ارادہ تھا مگر عربوں نے فوراً محاصرہ کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ متحدہ عیسائیوں نے فوج چار ہاتھ صاف کرنا شروع کیا بیماری سے تباہی زیادہ ہوئی یہاں تک کہ خود لوئی اسی بیماری میں مبتلا ہو کر جان زار جان آفرین کو سپرد کر دی۔

اس کے بعد بادشاہ سسلی (صقلیہ) نے قوت آزمائی شروع کی اور ایک بہت بڑا جنگی جہازات کا بیڑہ لیکر فلپ سے آیا۔ یہ فلپ جبکو دیرانہ؟ بادشاہ کا رروائیوں سے بولہ یعنی جری کہتے تھے۔ لوئی بادشاہ ٹیولس کا بیٹا اور جانشین تھا۔ ان دونوں کی متحدہ افواج سے مسلمانوں سے مقابلہ ہوا۔ مگر کبھی عیسائیوں کو فتح نہ ہوئی اور پامالی ہوئے ہوتے پریشان ہو کر حسب معمول صلح کے خواہاں ہوئے۔ سلطان نے اپنے دستور کے موافق زیادہ فوج بھیج کر انہیں سمجھ کر ان کی استمداد کو مان لیا اور صرف مان ہی نہ لیا بلکہ ایسے شرائط صلح نامہ کے لکھے کہ عیسائیوں کے حق میں بہت مفید ہوئے اور صلح کر کے دونوں شاہزادے ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کو سدھارے۔

پرنس ایڈورڈ شہزادہ انگلستان جو اس صلح کے ایام میں ٹیونس پہنچا تھا براہِ تری شہرِ تعلیمی پوپنچا جان اس نے تین سوا گریزی اور فرانسیسی فوج کو اوتارا اور بندوق دارون سے محاصرہ شہر کو محفوظ رکھا۔

لیکن اس اثناء میں انگلستان کے بادشاہ نے انتقال کیا تھا اور یہی وراثت تخت تھا اس لئے بیت المقدس کی راہ چھوڑ کر انگلینڈ روانہ ہو گیا۔

۱۲۹۱ء میں سلطان مصر نے شہرِ تعلیمی پر قبضہ کر کے لوٹ لیا اور عیسائیوں کو شام کے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد پہر کوئی کروسیڈ نہیں ہوا۔ اگرچہ کئی یورپوں نے بہت زور لگایا۔ خاص کر نکولس چہارم نے ۱۲۹۲ء میں۔ اور کلیمنٹ پنجم نے ۱۳۰۰ء میں۔ مگر لوئی کے بہت پہلے جنگ منیج کی خواہش یورپ میں بالکل جاتی رہی تھی اور چونکہ توڑے سے عیسائی فلسطین میں آکر آباد ہوئے تھے انکو مجبوراً مسلمانوں کے ساتھ شادی یا کر لینے پڑتا تھا اور اس طرح جو اولاد ہوتی تھی وہ نصف عیسائی اور نصف مسلمان خیال کئے جاتے تھے جو بہت جلد بول گئے کہ ہم کو سچے اور کھان سے آئے تھے۔

جب ٹاٹر اور تعلیمی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو عیسائی بالکل مسلمان شام سے مل گئے اور ایک مقام ہی عیسائی مفتوحات سے عیسائی باہر کے قبضہ میں باقی نہ رہا۔

اور خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج بیت المقدس کی پاک زمین مسلمانوں

کا بلا لی جیٹا لہرار ہاجر اور یہ ارضِ مقدّس سلطان محمد حمید خان
 غلہ اللہ ملکہ و سلطنت کے زیرِ فرمان ہر-
 اور ہم مسلمانوں کی دلی دعا یہی ہے کہ تاقیامت کل خدا تعالیٰ
 کے مقدس مقامات اور اوقاف مسلمانوں ہی کے اہتمام میں رہے

حسن

پہلا حصہ

دب مین کو ف علم سب سے زیادہ مفید

پہلا فہر

ہم دیکھتے ہیں کہ بہ نسبت لباس کے زیور کی طرف لوگوں کی طبیعت کا میلان زیادہ ہے وہ اپنے بدن خوشنما بنانے کو گوندھتے ہیں اور اوپر مختلف قسم کے نقش اٹھاتے ہیں۔ یہ بات صاف ہے کہ نہ سرد ہو اسے پہننے کی تدبیر سوچتے ہیں نہ جاڑے سے اپنے بچاؤ کی فکر کرتے ہیں۔ بہوٹ نام ایک مشہور مسافر کہتا ہے کہ امریکہ کے وحشی رنگ خیز کر اپنے بدن بو قوموں بنانے کو بڑی سی چاہ بہتے دس بارہ روز محنت کرنے کے علاوہ سردی کے موسم میں جاڑے کے صدمے اٹھاتے ہیں مگر اوس روپیہ کو گرم لباس خریدنے میں صرف نہیں کرتے۔ وحشی قوموں میں بہ نسبت کپڑے کے کچن کے دانے قیمتی ہوتے ہیں۔ کوئی اونہیں گرتا یا قیص دیتا ہے نہیں پہنتے اور مثل دیوانوں کے عجیب طور سے لپیٹتے ہیں اونکا خیال اپنے آپ کو سجانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اوپر کی مثالوں سے اس بات کا تصفیہ کہ لوگوں کی توجہ بہ نسبت ضروری اور مفید کاموں کے زینت کی طرف زیادہ رہتی ہے نہایت سہولت سے ہو سکتا ہے۔ وحشی قوموں کی زندگی کو میلان سے یہ بات ٹھیک ہے کہ غالباً صرف زیور ہی سے اولاً لباس

پوشیہ کا خیال لوگوں کو آیا ہو گا۔ زمانہ موجودہ میں ہم اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں جنکی طبیعت کا زیادہ میلان خوشی خوش لباسی کی طرف ہے۔ یہ کپڑا صحت بدنی کے لئے مفید ہے یا ہنیز پائدار آیا نہیں۔ نہیں دیکھتے اور اوس کا استعمال اپنے آپ کو خوبصورت بنانے کو کرتے ہیں۔

اوپر کی مثالوں کو ہم علم کے ساتھ بھی تطبیق دے سکتے ہیں۔ جس علم کی تحصیل سے ناموری ہو گی۔ لوگوں میں اغوا ہو گا ہم اوسی علم کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں اور اس بات کا تصفیۃ العمل کہ ہماری زندگی کے لئے کونسا علم مفید اور کس کس علم کی تحصیل سے ہماری زندگی سرسبز اور شاداب رہیگی ہم نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ناموری اور شہرت کا خیال صرف اگلے زمانہ کے لوگوں کو تھا اب زمانہ نے اس لغو خیال کی بیخ کنی کر دی ہے اور زمانہ موجودہ میں چند لوگوں کے سوا اور لوگوں کے دلوں میں اس خیال کے ریشے پائے نہیں جاتے ذرا دشوار ہے۔ یونانیوں کے مدرسوں میں خصوصاً علم طب علم عروض۔ علم موسیقی۔ اور علم طبیعی پڑھایا جاتا تھا۔ مگر سقراط کے زمانے سے پہلے علم طبیعی کا استعمال بالعمول نہیں ہوا تھا۔ اب یونان کو کہ لوگ اپنی زندگی کی آسائش کے لئے مفید علم انتخاب نہیں کرتے مگر ہمارے کالجوں میں عربی۔ یونانی۔ عبرانی۔ سنسکرت اور فریخ

جلد دوم حصہ نمبر

زبان پڑھائی جاتی ہے مگر آئندہ زندگی کے کار بار کے لئے دس لڑکوں سے ایک لڑکے کو بھی یہ زبانیں مفید نہیں پڑتیں۔ کیا امورات خانگی اور اپنی جائیداد اور اسٹیٹ کے انتظام میں کیا دکان کے جبا لکھنے اور دیکھنے میں جن زبانوں کو ہم نے سالہا سال محنت کر کے حاصل کیا تھا ہماری زندگی کے لئے کار آمد نہیں ہوتیں۔ ان زبانوں کا استعمال نہیں ہوتا اس لئے تھوڑے عرصہ میں بے فائدہ ہو جاتی ہیں۔ پس ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیوں والدین اپنے بچوں کو یہ سب سیکھاتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ لوگوں میں اون کی عزت ہو۔ لوگ اذکو عالم کہیں اور عام جلسوں میں صدر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے اونہیں دیکھیں۔ بچوں کو زربفت اور کار چوبی لباس پہنانا اور بچوں فیصلہ کئے تعلیم دینا دونوں خیال ایک ہی مخرج سے نکلے ہیں گو اون کی صورتیں مختلف ہیں۔

انگلنڈ کے طریقہ تعلیم النساء میں ہزار ہا بجا تکلفات ہیں۔ پڑے ہیں۔ عورتوں کو گانے بجانے اور مصوری کے علاوہ خاص انداز سے بولنے اور چلنے کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ خیال کرو کہ ان تمام باتوں کو حاصل کرنے کو کتنا عرصہ درکار ہوتا ہو گا۔ انگلنڈ کی متوسط کو جرمن۔ اٹالین۔ اور سپین زبان کی کیا ضرورت ہے؟ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ مذکورہ صدر زبانوں میں جو کتابیں تصنیف اور تالیف

مہربانی بہن جن کے مطالعہ سے کسی عورت کو عملی فائدہ ہوا ہے۔ انگلیٹا
میں بعض رسومات مستحکم ہو گئیں ہیں۔ بدون ان زبانوں کے حاصل
کیے کوئی عورت اعلیٰ درجہ کی عورتوں کی سوسیٹیوں میں معزز نہیں
بھی جاتی گو آپس میں اخلاط اور میل جول رہتا ہے۔ صرف حقارت
کا خوف اور خود نمائی اور شہرت کا جوش ہزار ہا عورتوں کو ان بآلوں
کو حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے بدون اسکے اور کوئی ظاہری سبب
سمجھ میں نہیں آتا۔

علم اور لباس کے عملی فائدوں کی نسبت لوگوں کے خیالات
خوبصورتی کی طرف زیادہ قوی رہتے ہیں۔ اس امر کو واضح طور پر
بیان کرنا زیادہ مفید ہوگا کیونکہ بدون توضیح کے یہ امر ذہن نشین
ہوگا۔ زمانہ قدیم سے تو زمانہ موجودہ تک ہر انسان کے خواص پر
غور کرتے ہیں تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے اغراض اور
اپنے حاجتوں کو پورا کرنے کی فکر نہیں کرتا بلکہ جماعت اور قومی خوشحالی
اور حاجتوں کو رفع کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ گو بات معقول اور
اوسکو بھی معقول دکھائی دیتی ہو پر وہ نہیں کرتا اور وہی بات کرتا ہے
جسکا رواج جماعت اور قوم میں ہو اور جسکو جماعت یا قوم پسند کرتی ہو
اسن ہر وقت اس قوم میں کہ جماعت کے لوگوں کے دونوں
کو خطر کیا جیسے جس سے قومی اغراض حاصل ہوگا اس لئے اوسکو مطمئن

جلد دوم حسن نمبر

رکھتا ہے اور اس کی مرضی یا رسم و رواج کے برخلاف کوئی کام نہیں کرتا
 بعض لوگوں کے عندیہ میں صرف حاکم ہی لوگوں کو منحرف کر سکتے ہیں۔ حاکم کو
 مراد خواہ بادشاہ ہو یا نواب۔ پارلیمنٹ ہو یا مجلس شورعی گو کچھ بھی
 صرف حکومت ہی کے زور سے انسان کی تنخسیہ ہو سکتی ہے۔ یہ سب
 نہ صرف کمزور ہر بلکہ بے بنیاد ہے۔ ہم اس ظاہری حکومت سے انکار
 نہیں کرتے مگر مثل اسکے اور بہت سی حکومتیں ہیں گویا اصطلاحات میں اسکو
 حکومت نہیں کہتے ہیں نہ اس حکومت کے وسیع اختیارات ہیں بلکہ
 حکومت کا اثر ہر خاندان میں ہر جماعت اور ہر انجمن میں پایا جاتا ہے
 حتی الامکان ہر ایک مرد اور اسی طرح ہر ایک عورت اپنی آزادانہ
 حکومت کے ادھیڑ بن میں رہتا ہے اور اپنے تئیں حاکم آزاد بنانے
 کی سعی کرتا ہے اور اس قماش کے نواب اور بگیاں دنیا میں بہت
 ہو گئے ہیں اور میں اونکا مختار بدون اسکے کہ لوگوں کے دلوں میں بہت
 وقعت ہو اور لوگ محکو تعظیم دین اور نہیں ہوتا۔ ایسے لغو تفکرات
 میں انسان کی زندگی کا بہت ساحہ صرف ہو جاتا ہے۔ امیرانہ لباس
 سے۔ امیرانہ وضع اور آرایش مکان سے مہمان نوازی سے اور اس طرح
 اپنے علم و فضل کے غرے اور دبدبے کے بنانے سے اپنے سے کم چیز
 لوگوں پر حکومت اور بزرگی کا سکھ جایا چاہتا ہے۔ حکومت کی خواہش
 نہ صرف مہذب قوموں میں ہے بلکہ نیم وحشیوں اور وحشیوں میں بھی

جلد دوم حسن نمبر

ہر گور حکومت کا طرز اور حکومت کی صورت مختلف ہے۔ یہ بھی اور غور
خواہش بھی انسان کو اپنی حالت اور اپنی حفاظت پر غور کرنے کی
مہلت نہیں دیتی۔ باقی آئندہ

حام الدین مدرس ایف سی انسٹیٹیوشن بمبئی

قرآن مجید کی ترتیب

۱۔ فطرت۔ خدا کا کام۔ قرآن۔ خدا کا کلام۔ اور ان دونوں پر ایمان لانا اسکا نام اسلام ہے۔ حق و باطل کی تمیز و فارمان قوم کی چہان بین نے اسلام کی افضلیت اور سچائی میں کچھ شبہ باقی نہیں رکھا۔ مفسرین کی تفسیرون۔ علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف اور بزرگان دین کی تحقیقات نے وہ تمام خدشات لوگوں کے دلوں سے مٹا دیئے جو جہالت کے باعث انکے متعصب دلوں میں جاگزیں تھے۔ اسلام کی خوبیاں صرف اسلامی سوسائٹی تک محدود نہیں بلکہ علمائے مسیحی نے منفقانہ رائے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ظاہر فرمائی ہے اور اس سے وہ تمام اعتراضات جو جنت باطنی اور نقص مذہبی کے آئینہ میں بالکل مٹ گئے۔

۲۔ قرآن خدای کا وہ بے مثل کلام ہے جسے ادسکو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے زبان فیض تر جان سے خلق اللہ کو پہنچا یا۔ اور اس میں تمام دینی و دنیوی بہبودیوں کا دستور العمل۔ معاش و معاد کی پیر توحید و خدا پرستی کی پاک تاثیریں۔ آداب و اخلاق کی درستی کے مصالح۔ خوف ورجا کی حالت۔ حذاب و ثواب کے اسباب۔ دنیا و آخرت کے کیفیات۔ امور سلطنت و جہانداری کے قواعد۔ سیاست

جلد دوم حسن نمبر

مدن کے ضابطے۔ رفاہ عام کے طریقے۔ قومی بہادر دی کی تعلیم۔
 ہمسایہ کے ساتھ سلوک۔ حکمت فیلسفہ۔ منطق وغیرہ تمام علوم و فنون
 کا بیان شج و ببط سے کر کے اوسکو تمام دین و دین کی بہادریوں
 کا ملجا و ماوا قرار دیا۔

۲۔ قرآن دینی و دنیوی صفت صد کا وہ جامع و معنی قانون ہے
 جسکی ترمیم یا تنسیخ کی ضرورت (۱۳) تیرہ سو برس ہو سے نہ ایتک ہوئی
 اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگی۔ اور کیونکر ہو۔ اگر یہی ہو تو کلام
 خدا و کلام بشر تین کیا فرق رہ جاوے۔ قرآن کی بے انتہا برکتیں
 اور لازوال رحمتیں اس امر کی محتاج نہیں کہ ان کی قوت بیان کا
 دسترس اوسکے فورانی اور پاک چہرہ پر تجلیدی کلمات کے ذریعہ
 سے ہو سکے۔ عرب کی ابتدائی حالت اور قرآن کی فوری اثر کو جب
 ہم غور کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو نہ ہمکو صرف ایک معمولی حیرت۔
 بلکہ استعجاب کا بہت بڑا طلسم دکھائی دیتا ہے۔ وہ وحشی قومیں جنکا
 خد نریری ایک ادنیٰ شعار اور کینہ پروری ایک خاص شیوہ تھا
 وہ قومیں جو ایک خیف سی محاصرت پر اس درجہ براگتھے ہو جاتی تھیں
 کہ جنگی خانہ جنگیان صدیوں تک فرو ہونے کا نام نہ لیتے تھیں۔ جہالت
 جنگی تمدن پڑی تھی اور بت پرستی و وحشیانہ حرکتیں فطرت ثانی ہو ہی
 تھیں۔ تہذیب و شایستگی کا لٹن کو سون تک مفقود تھا۔ اور حق

جلد دوم حسن منسلہ

پسند می کی ہوا بھی چھوڑ گئی تھی قرآن مجید و فرقان حمید کی تعلیم اور رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی سچی پر جوش تمقین نے اون کی ایسی کایا لٹ
کر دی کہ دفعتاً وہ تمام منہ قہ چاہ ضلالت و گمراہی سے نکل کر اسلام کے خوشنما
منظر میں اپنے ایک خدا پر جان دینے والے اور اپنے سچے رسول صلی اللہ
وسلم کی پیروی کرنے کی منادی بلند کرنے کے لئے اطراف کے ملکوں میں
پھیل گئے۔ خوش اعتقاد ہی اور مستقل بہت کے ارادوں نے اونکو جہنم
میں شہنشاہ عالم کر دیا۔ قیصرہ۔ فارس۔ مصر۔ اندلس۔ کی عظیم الشان
سلطنتیں اون کے ارادوں کے ساتھ اون کے قدموں کے نیچے تھیں۔
اونکو اپنی سچی خدا پرستی پر پورا یقین۔ اور اپنے رسول مقبول ائوب
التحیۃ والنثار کے کلام پر دلی اعتماد تھا۔ ملک گیری اونکے ہوائے نفسا
کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ اشاعت کلمۃ اللہ کا صلہ تھا۔ آخر دلی لازوال نعمتوں
کی خوبیوں نے ایسا سحر نما اونکے دلوں کو مسخر کر لیا تھا کہ دنیا کی طرف
اونہوں نے نظر اڑھٹا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ دنیہ کو ہمیشہ ایک زال پیدا
سمجھتے رہے۔ اور ”الدنیہ جیفۃ و طالبہا کلاب“ پر کار بند رہے۔ انہیں
و تکلفات دنیہ اونکی نظروں میں محض سراب تھے۔ اور ظاہری آرام و
چین ”الدنیہ سجن المؤمنین و جنتہ الکافرین“ کے خیال سے حجاب آسا
عزم فتح گیری نے اونکے دلوں پر دنیا کی بے ثباتی کا پورا نقشہ جادیا تھا
اور وہ خوب سمجھ گئے تھے کہ یہ زوال پذیر دولت کل کیمان تھی اور کج

کے پاس ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور کلامِ معجز نظام کے اثر نے ادنیٰ سدرہ شکار ہمتوں کو آلائشِ دنیا سے بالکل محفوظ رکھا۔ اور اودن کی سچی خدا پرستی نے اذکو دنیا کی طرف جھٹک بھی رخ نہ کر سنے دیا۔

بیشک خوش بیانی بھی ایک زبردست قوت ہے۔ لیکن کلامِ پاک کی فصاحت و بلاغت نے فصحاءِ عرب کو اس امر کا قائل کر دیا تھا کہ قرآن کلامِ خدا ہے۔ ایسا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو محض آدمی ہو اوسکا یہ ایک معجزہ رسالت کیا کم ہے کہ اوسکا کلامِ فصحاءِ عرب کے مقابلہ میں باوجود بے علمی کے ہر امور پر فوق لگیا۔ اور اوسکے انتظامِ سیاست اور قواعدِ تمدن نے جہلاءِ عرب کو اودن کی زندگی کا مطلب اور ادنیٰ ہستی کا سبب بخوبی ذہن نشین کر دیا۔ عرب کی بادیہ گر قومیں کیا ہیر القیس ایسے فصحاءِ عرب کی طلاقتِ نبی کے قابل نہ تھیں ؟ نہیں ! نہیں ! ضرور تھیں۔ لیکن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تعین سچی خدا پرستی کی رہبر تھی۔ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیوٹا کا میابی۔ اور آپ کی تقریر کا برقی اثر فوراً محسوس ہوا۔

عرب میں قرآن کے نازل ہونے اور خدا کو اپنی تعجب انگیز حکمت کا اظہار اوس ملک میں اس وجہ سے اور زیادہ منظور ہوا کہ جہاں دنیا میں فصحاءِ عرب کی بلاغت اور فصاحت کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے وہاں شرک

جلد دوم حسن نمبر

بدعت وغیرہ رسوم و افعال منسوخہ میں بھی اسکا منبر سب سے اول تھا۔ اور
تذیب نفس و خدا پرستی میں بالکل پیچھے۔ نصاحت کا جواب تو ایک اُتمی کی
خوش بیاہنی سے دیا گیا۔ اور جہالت کا شرمناک دھبہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیم سے مٹا گیا۔ اور فضیلت میں اونکا پایہ اعزاز تکمیل رسالت
سے بڑھایا گیا۔ چند روز بعد وہی جاہل اور وحشی قومیں تذیب و شایستگی
کے نورانی لباس سے آراستہ ہو کر دین میں حکمران ہوئیں۔ اور تمام
علوم مردہ کے حق میں اون کی تالیفون نے نفس مسیحا فی کا کام کیا۔ اور
علوم جدیدہ کے اختراع نے اون کی لیاقت کو تمام دنیا میں مسلم کرادیا۔
بیشک غیر اقوام کو اب تک اس بات کا تعجب ہو کہ بمقابلہ انبیاء سابقین کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند روزہ تعلیم نے لاکھوں آدمیوں - ہزاروں
قربوں - اور متعدد ملکوں پر پورا قبضہ کر لیا۔
تواریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہو کہ انبیا معتمدین کے سیکڑوں برس کی عمر
پائی لیکن اون کی امت عشر عشیر ہی شاہراہ ہدایت پر نہ آئی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳ برس کی عمر میں ملک عرب اور بعد آپ کے قریباً
تمام یورپ - ایشیا - افریقہ کے کل ملکوں میں اسلام رائج ہو گیا۔

اسلام کی حقیقت اور سچائی کا اعتراف دیگر مذاہب میں بخوبی کر لیا گیا۔
میں بحیثیت ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اسلام کی سچائی میں سرگرم اور فرقہ خفیہ کے
پاک مشربین کا رہنما ہوں اور کافر ہوں اگر اسلام کو ہر امور میں غیر مذاہب

جلد دوم حسن نمبر

پر ترجیح نہ دُون۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ قرآن کی ترقیب موجود زمانہ حال کے بہت ناموزون ہے۔ اور اس کے مخلوط مضامین کم بینوں کی نظروں سے ضرور محفوظ ہیں۔

یہ ایک تحریک ہے جسکو میں موثق دلائل سے ثابت کرتا ہوں لیکن ہر گزیر اسے ناقص غلط ہو اور یہ بھی لیکن ہے کہ جو میں عرض کروں قوم اس کو گوش دل سے سنے۔

گویہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ میرا ارادہ بجز موخر و مقدم سورتوں کے دیکھا نہیں۔ اور جو نقص قرآنی میں کوئی نقص پیدا نہیں کر سکتا مگر ہمارے پڑھنے والوں مذہب کا تعصب اور ان کو خاموش نہ رہنے دیکھا اور کفر و الحاد کے فتون سے میری عزت افزائی میں پہلوتی نہ کی جائے گی۔ لیکن میرا قومی جوش اب بھگو متعزبین اور مخالفین کی زبان درازی برداشت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور میری مستقل ہمت ان تمام مصائب کو انگیز کرنے کے لئے بہت خوشی سے ادنا خیر مقدم کر رہی ہے۔

صدہ سے خاشاک میرے سر پہ وہ پیٹیکے تو سہی

میرے آنکھوں میں وہ مڑگان میرے سر گریو

قرآن کے منزل میں اللہ ہونے میں کسی مسلمان کو انکار نہیں اور جسکو کچھ بھی شبہ ہے وہ مسلمان نہیں۔ ہر مسلمان اس بات کو عمدہ طور پر جانتا ہے کہ قرآن شہدہ "سورتوں" میں بروقت ضرورت اور مقتضائے محل نازل ہوتا ہے

جلد دوم حن تسبیح

جس میں کہیں تو مسلمانوں کو صبر کی ہدایت ہوتی تھی۔ کہیں جہاد کی ترغیب کہیں شہداء سے غزوات کے مرتبے بیان ہوتے تھے۔ اور کہیں غازیانِ عدو شکار کی تعریف۔ اوس کی سورتیں جو مضامین کے ہیڈنگ (سرنامے) ہیں اوس میں شانِ نزول اور مقدمہ صدور کا اظہار ہے۔ اس قدر بیان سے ہمارے مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآن مجبوراً طور سے ایک مرتبہ نازل نہیں ہوا تھا بلکہ رفتہ رفتہ۔ پس اس سے یہ بات عمدہ طور پر ثابت ہو گئی کہ ترتیب کلام مجید خدا کا کام نہیں بلکہ دماغ بشری کا نتیجہ ہے۔

ہمارے پیارے محمد ﷺ ہی بھائیوں کا یہ اعتقاد کامل ہے کہ کلام مجید کی ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے ہوئی اور اسی وجہ سے آپ کا لقب ”جامع القرآن“ ہے۔

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ بروقت ترتیب کلام مجید حضرت خلیفہ ثالث نے بہت سے آیات جو محل خاص کے واسطے مخصوص۔ یا مطلب واحد کی وجہ سے بلا ضرورت یا مکرار مضمون کے باعث قابل اندراج نہ تھیں نکال ڈالیں۔ اور انتخاب میں صرف انہیں آیات کی ضرورت سمجھی گئی جو خاص اغراض کے واسطے موزون۔ یا ایک مطلب جداگانہ کے سبب لایہ تھیں۔ اور چشمہ عبور کا اتفاق اور حضرت علیؓ کے رحم و کرم سے غیر کی تصدیق تھی اور دیگر انصار و مہاجرین و انہیں کے نزدیک مستحکم۔

جلد دوم حسن نسب

انتخاب میں صرف اس امر کا التزام ملحوظ رکھا گیا کہ دینی یا دنیوی مفاد کے متعلق کوئی فرد گزاشت نہ ہو۔ پادے۔

حضرت خلیفہ اول و دوم کے زمانہ محمودین ترتیب کلام پاک کی اس وجہ سے ثبوت نہ آئی کہ پُروردہ پرمحاربات اور عظیم الشان جہادات نے کیسے اس طرف متوجہ ہونے کی حمت یا فرصت نہ ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثالث کا زمانہ نہایت پر امن زمانہ تھا اور عالمگیر فتوحات نے سرکشوں کی دماغی مخوتوں کو بالکل سرور کر دیا تھا۔ اطمینان کے باعث حمیت اسلامی۔ جوش فہمی اور طاعت الہی میں انحطاط شروع ہو گیا تھا اور نیز یہ بھی احتمال تھا کہ مہندران زمانہ کے سبب وہ کلام پاک جو لوگوں کے دلوں پر مثل گنج توحید محفوظ ہو مواتر کستی اور کاہلی سے کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ دورانِ اندیشی سے بہت سے حفاظ اس نازک وقت کے واسطے تیار کر لئے گئے تھے اور آپ خود بھی ایک زبردست حافظ تھے۔ پس ان منتشر جواہرات کا مجتمع کرنا بھلے ایک دین سے کی قیمت کو زمین کی قیمت سے بھی بہت زیادہ تھی اشد ضرور ہوا۔ اور ان منتخب کچھ سے پھولوں کا یہ ایک مختصر گلہستانہ ”کلام مجید“ کے نام سے تیار ہوا جبکہ آج ہم سینہ سے لگاے پھر رہے ہیں اور جو جہاد ایمان ہے۔

لیکن آپ کو یہی ایک کام نہ تھا۔ بلکہ حدیثوں کی ترتیب۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکات و خیرہ تمام امور دینی و دنیوی کا ایک مکمل دستور العمل مرتب کرنا

جلد دوم حسن نمبر

تھا۔ اون اہم اور ضروری امور کے ہجوم سے اسکی ترتیب کا خیال نظر انداز ہو گیا اور جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صفات باری اور ذات قہاری کی کیفیت اکیجا۔ اور توحید میں اخلاق کا مضمون شامل ہو گیا۔

یہ خیال کہ جو بزرگان دین سابق میں کر گئے ہیں وہ ”الوحی من السماء“ سمجھا جائے اور انکی رائے خطا و سہو سے پاک سمجھی جائے۔ ”الانسان مکرکب من الخلال والنیان“ ایک مشہور اور مستند مقولہ کو بالکل بلا ضرورت اور بیکار کئے دیتا ہے جسکی قوت سے از روئے نیچر کو فی لبہ انکار نہیں کر سکتا۔ ہمارے علمائے مذہب کے نئے دل تعصب کی خوفناک روشنی سے تاریک ہو گئے ہیں اور وہ ایک حرف بھی کتبہ مصنفہ کا (گو وہ درحقیقت غلط ہی کیون نہ ہو) قابل تغیر یا تبدل خیال نہیں کر سکتے۔ خدا کی لازوال بخششوں کا کفران نعمت کر کے عقل ایسی راہبر کاٹل کو جسے اونہیں خدا شناسی میں مدد دی بالکل فضول بنائے دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جنکا اعتقاد یہ ہو کہ عقل کو مذہب میں کچھ دخل نہیں۔ وہ مذہب کو روز و شب میں سرسبز رکھتے ہیں۔ مخالفت کو نہ پوچھتے کیسی عمدہ بات کیون نہ ممکن نہیں کہ یہ ہمارے بغلی گھوڑے سے بیٹھنے دیں۔ اور ہمارے کام میں رکاوٹ نہ پیدا کریں۔ پس میرا یہ کہنا کہ اگر مثنویا یا مذہب نے کسی رائے میں کوئی غلطی کی ہو یا کسی بات کا خیال نظر انداز کیا ہو غیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ نقل کلمہ ضرور ہمارے متعصب محفل ہی بجائیوں کو گراں معلوم ہوگا۔ لیکن اسکر ساتھ ہی اگر وہ اس بات کا خیال کریں گے کہ کیا حضرت خلفائے اول و دوم

میں اتنی عقل - مادہ - لیاقت - نہ تھی جو کلام مجید کو جمع کرنے پر آمادہ اور اسے احکام میں مقتضائے عقل کام لیتے - جو حضرت خلیفہ ثالث نے کیا - تو ممکنو امید ہو کہ تمام بھائی مسلمان ہمارے ہم زبان ہونگے اور کچھ خیال کر کے دل میں سکوت اختیار کریں گے -

میں اسکو بھی ایک تائید ایروسی تصور کرتا ہوں کہ اسکا خیال دفناً میرے دل میں پیدا ہوا - اور ملہنم نیبی نے میرے ناپائدار اور غیر مستقل ارادوں کو مستحکم کیا - ہندوستان ایسے مختلف الاقوام ملک میں قرآن مجید کی ترتیب موجودہ نامکمل اور ایک طور پر آدھوری ہے - میں اسکی ترتیب اپنی فہم ناقص کے مطابق ہر سیجاٹ (مضمون) پر کرنا چاہتا ہوں - تحمید باری صفات باری - اخلاقی - تمدنی - معاشرت - واقعات - فرائض وغیرہ ہر مضمون کو جدا گانہ چھانٹ کر ایک جگہ مجتمع کر دوں گا - اور انکے مضامین کو فصل و ابواب پر منقسم کر دوں گا - ہر مضمون کے شروع میں ایک مدلل اور پر جوش تحریر سے مخالفین کے اُن تمام اعتراضات کے جوابات نہایت شج و بسط سے دیئے جائیں گے جو اس حصہ پر عائد ہوتے ہیں - اور اسلام کی حقیقت اور سچی خدا پرستی کی دعوت - عام منطقی دلائل - زمانہ حال کے فلسفی سے دیا جائیگی - صرف پر اکتفا نہ کیا جائیگا - بلکہ اسکا با محاورہ اردو وانگریزی ترجمہ بھی اُن لوگوں کی تسکین کے لئے جنہوں نے اسلامی احاطہ میں آنکھ نہیں کھولی - یا جنہر کتاب اسلام کی شعاعیں نہیں پھونچیں - یا جنکو بسبب عدم واقفیت علم ہر عربیہ کے

اسلام کی بزرگیان معلوم نہیں ہوئیں۔ نہایت تسکین بخش لیاقت دینا چاہیگا۔
 اسطور پر گویا ہندو۔ عیسائی۔ بودہ۔ سکھ وغنیہ تمام دیگر مذاہب کو دعوت
 اسلام دی جاوے گی۔ اور اگر خواہش کی گم تو ”تفسیر اکبر اعظم“ کے منتخب اور عمدہ
 نوٹ جو دینی اور دنیوی مقاصد باب رحمت ہونگے حاشیہ یا ضمیمہ کے طور پر
 شامل کئے جاویں گے۔ اور کل علامات قرأت ایسے سہل الوصول طریقہ سے
 قرار کی جاوے گی کہ اجمہ خوان اور معمولی لیاقت کا آدمی بھی بلا استعانت
 دس سے ستفید ہو سکے اور توشہ آخرت جمع کر سکے۔

طہرین خیال فرما سکتے ہیں کہ اس اہم اور ایمانی کام میں کقدر ویدہ ریزی۔
 نفشانی۔ عوق ریزی کی ضرورت ہوگی لیکن چونکہ میں منجانب اللہ اس کی
 میل کا قصد رکھتا ہوں جسے میرے دلمین اس قسم کی تحریک کی۔ وہی
 بسکو اختتام پر بھی پھونچا دیگا۔ السی متی والا تمام من اللہ۔

دجو واسکے ہمنے محض ثواب اور ہندوستان کے افلاس پر نظر کر کے اس
 را لوجود یہ کی قیمت عم ہر ماہوار مقرر کی ہر جس میں محصول ڈاک بھی
 مل ہر۔ ہر ماہ میں بقدر ایک برلے کے مع اس کے زواہس کے نذرناطین
 گا۔ اور عند الخواہش المضاعف۔

ستظر میں کہ کون رئیس اسکی تکمیل کا متکفل ہو کر توشہ اُخروی اور دنیوی
 و رسول حاصل کرتا ہو۔

اسکو بھی دیکھتے ہیں کہ ملک میں اسلامی جوش کقدر ہو اور کقدر اس متبر

ہدیہ کی خواہش ہوتی ہے۔

ہمارا قصد ہے کہ خدا کا نام لیکر جنوری سن ۱۹۰۰ء عیسوی سے اپنے فرائض کی بجا آوری اور ارادہ کی تکمیل میں سرگرم ہوں۔ مغز مہر دون کو لازم ہے کہ فوراً درخواست خریداری روانہ فرمادیں۔ پانسو درخت اسے پر فوراً کام جاری کر دیا جائیگا۔ اور یہ خدا کا بیش قیمت اور انمول کلام اس سرتر تزیین کے لباس میں نذر قوم کیا جائیگا۔

(رفیع الدین احمد سعدی کا کوری)

حسن۔ حضرت سعدی کا کوری کا مضمون بالاجہ ہمارے پاس بغرض اشاعت پہنچا بجائے۔ رج کر دیا گیا۔ راقم مضمون نے اختلاف کے وجوہ بیان نہیں کئے اور نہ موجودہ مرتب قرآن مجید کی صاف طور پر ایسا بیان کیا۔ جسے شاید کسی آئندہ زمانہ کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ ہم سے درخواست انظار اسے کی کیگیم مگر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بغیر وجوہ اختلاف بیان کئے ہوئے ہم اپنی مفصل رائے کیونکر دیں۔ مگر اس قدر ضرور کہیں گے کہ کوری کے سعدی صاحب شاید اسلامی مستند کتابوں سے فائدہ ہمیں اٹھانا چاہتے انکو بعض انگریزی مضمون سے تاہد اختلاف ہوئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ موجودہ قرآن شریف اس ترتیب سے نہیں ہے جس طرح نازل ہوا تھا بلکہ حضرت جامع القرآن کی قابل وقعت اور پائدار احسان کی عملی کوششوں کا بیش بہا نتیجہ ہے۔ ہم حسب بیان

نیتینجہ نکالنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ اس خیال کی تحریک انگریزی متعصب
 تصانیف سے پیدا ہوئی۔ لہذا ہم بھی سر دست مسلمان کی مستند کتابوں
 کو بالائے طاق رکھ کر انگریزوں کی تصانیف پر سہ سہری نظر ڈالتے ہیں۔
 ہمارے رد و ایک انگریزی قرآن مترجمہ راڈول۔ ایم۔ اے۔ اوی
 ترتیب کا موجود ہے جس طرح شاید حضرت کا کوئی نے تجویز کیا ہے۔ یعنی سورہ
 علق سے شروع کیا اور سورہ مائدہ پر ختم کیا۔ یہی تجویز یک قدر اختلاف
 کے ساتھ سر ولیم میور سابق لفٹنٹ گورنر الہ آباد کی تھی اور انھوں نے
 اپنی کتاب لائف آف محمد مین ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر ویل کا بھی یہی
 مسلک ہے۔ مگر ان لوگوں کو اہل اسلام کی سطح کوئی وقت نہیں دیکھتے
 ان لوگوں نے صرف تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے۔ ان متعصب عیسائیوں
 کو موجودہ مستقل قرآن شریف میں جو اونکے لئے ایسا ہی سرمایہ رشک
 حسد ہے جس طرح ہمارے لئے فخر و عزت ایک رخنہ پیدا کرنے کی تدبیر سوچھی
 جس میں وہ کی سطح کا میاب نہیں ہو سکے۔ خود انگریزوں میں جملہ تراجم
 قرآن سے سیل کا قرآن زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے جو عربی اور اصلی قرآن
 کے موافق ترتیب دیا ہوا ہے اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک بھی کوئی وقت نہیں
 اور صاف طور سے بتلادیا گیا کہ کمر جگہ سیل نے معنی سمجھنے میں فاش ہو گیا
 کی ہے۔

موجودہ قرآن شریف جسکو حضرت عثمان با مع القرآن نے ترتیب دیا کی سطح

نازیب نہیں ہے۔ اور جو عیب مخالف کی طرف سے موجود تدوین میں نکالا جاتا ہے وہ عیب بمقابلہ صد باخوبیوں کے بیچ ہے۔ قرآن سے ہم کو کوئی سلسلہ وار تاریخ بنانا منظور نہیں ہے اور نہ ہم کو اس مخصوص فائدہ کی غرض سے اس کی از سر نو ترتیب سے کوئی معتد بہ سود و بہود حاصل ہو سکتا ہے بلکہ ہم کو صرف یہ ہے کہ ایک قصہ یا ایک واقعہ اور ایسے ہی اور باتوں کو ایک جگہ تکمیل کے ساتھ و کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف اسی غرض سے مختلف مقامات سے جو سابقہ ترتیب میں تھیں آیتوں کو چکر و اوقات کی رُو سے منسلک کیا۔ باوجود اس ترتیب کے پھر بھی ایک موقع کی آیتوں کا وجود دوسرے مواقع پر ملتا ہے مگر وہ دوسرے مواقع اُن آیتوں کے لئے پسند پہلے مواقع کے زیادہ تر موزون تھا اور اس وجہ سے وہیں تدوین ہوئی۔

اس ترتیب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی آیت کوئی لفظ یا کوئی حرف کسی مقام سے نہیں اڑایا جیسا کہ فریقین کی مستند کتاب شہادت دیتی ہے۔ سعدی کا کورومی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر وہ دھبہ لگا رہا جو قطع نظر غیر مستند اور ناقابل التفات ہونے کے مضحکہ انگیز ہے۔ علماء عیسوی نے اپنے حتم الوسع نہایت چھان بین کر کے متفق اللفظ ہو کر موجود قرآن شریف کو کامل قرار دیا۔ علماء اہل تشیع بھی علیٰ ہذا متفق ہیں۔ بعض برائے نام حال کے مولویوں نے محض نفاسیت اور اختلاف پیدا کرنے کے لئے مسلمانان سابقین پر گستاخی کے کوہنی زبان سے تحریف یا کبھی بیشی کا اہرام

لگایا۔ ہر کس از دست غیب نہ مالہ کند چہ سعدی از دست خوشیتن نہ یا
مگر کسی طبقہ نے اون کو وقعت نہیں دی۔ ہاں اون پر افسوس کر نیا لے
البتہ باقی کچھ جس کتاب کے محفوظ رہنے کا غور مسلمانوں کو ہو اور جس کو قطع
نظر اپنے علماء کے ہر واقف کا شخص غیب مذہب سے دل سے کامل اور
صحیح قرار دیکھا ہو اور اسکے مخالفت میں کمزور اور رکیک دلبلیں اون مذاہب
سے نکلی ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام سب سے بڑا ہے مگر الحمد للہ ہم مسلمان ہیں۔
ہم اپنے شہرت پسند دوست سعدی کا کوردی سے اس قدر ضلہ و متفق
ہیں کہ موجودہ قرآن شریف اس ترتیب سے نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر
و حضرت علیؓ وغیرہ نے سلسلہ وار جمع کیا تھا۔ بلکہ موجودہ تدوین کی جب
اشد ضرورت ہوئی تھی جیسا کہ قرآن کی تاریخ سے ظاہر ہے تو حضرت
عثمانؓ نے حضرت زیدؓ ابن ثابتؓ سے اس کو ترتیب دلایا۔ مگر ہم اُن سے
اس امر میں بالکل متفق نہیں ہیں کہ پہلی ترتیب میں سے عثمانی تدوین
کچھ کمی بیشی ہوئی۔ سوائے اسکے کہ آیات و سُوَر کی جگہوں میں تبدیلی
کر کے ایک ضروری مناسبت باہمی پیدا کر دی گئی۔ ہم کو خوف ہے کہ
حضرت کا کوردی و جمعی بستی مذہب اور خفی مشرب ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں
اپنے مذہب میں کسی مستند عالم کو نہ پائیں گے بلکہ یقیناً عیسائی یا اور
غیر مذہب کے نامور علماء کو جنہیں اسلام کی مصلحتیں کتاب میں حسنہ
اندازی کرنا اپنے مذہب کی خدمت بجالانا ہو اپنا ممد و مددگار نہ پائیں گے

اگرچہ غیب مذہب کی تائید یا تردید ہمارے لئے ممکن نہیں مگر چونکہ
ہم نے فرض کر لیا ہے کہ اس وادی پر خرمین سعدی کا گوروی کے قدم
رکھنے کے لئے انگریزی محفل کا فرش بچا گیا ہے۔ اس لئے ہم ایک بار
انگریزی ہی کی تحریک کا یہاں حوالہ دیتے ہیں۔ جی۔ ایم۔ رائڈول اپنے
ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے :-

یہ سچ ہے کہ جس طریقہ سے زیڈ نے (بغیر کسی قسم کی اصلاح کی)
ہوے یا قرب کی آیتوں کے ساتھ مناسبت پیدا کئے ہوئے یا محذوف
عبارت کو لکھے ہوئے یا ان تفصیلی عبارتوں کو دور کئے ہوئے جتنی
اسلام پر برائی کا اثر پڑتا تھا) صرف آیتوں کے جمع کرنے اور بہ تبدیل
مقام کلکٹنے پر اکتفا کیا وہ ثابت کرتا ہے کہ اوچون نے ترقیب میں نہایت
احتیاط کی۔ اور اس مقدس کتاب (قرآن) کی نہایت تعظیم و تکریم
کرتے تھے اور جو پوری کتاب کی کامل جامعیت اور معتبری ظاہر کرتا ہے۔
ہم نے بہت اختصار کے ساتھ سعدی کے مضمون پر نوٹ دیا ہے
اگر کوئی صاحب زیادہ وضاحت اور تہذیب سے کوئی مستقل مضمون لیا
بارہ مین کلین گے تو ہم کو دہر سالہ کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

ذیل کی تحسیر ہمارے نوجوان امیر عالیجناب راجہ کشن پرشاد صاحب بہاؤ
نبیرہ مہاراجہ مہاراجگان نرندر پرشاد بہادر مرحوم پیکار سرکار عالی نے بغرض عشا
بھیجی ہے۔ ہم فکر یہ کہ ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس ملک و کن کے قدیمی اہل
الہ پھر یہ جو خاصہ اور نیک قلم سے نکلتے ہیں خصوصیت کی نگاہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ انکی طبع آزمائی
قریب قریب ابتدائی زمانہ ہے اور جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے ہم انکی اس مہذبانہ
حوصلہ افزا خیالات کی اشاعت کی کوشش کریں گے۔ امر ہے حیدر آباد جو ضروری لیا
سے بہرہ ور ہیں عام طور سے اپنے خیالات کے افشا کر نیکا کو فی موقع نہیں پاتے تھے۔
جسکی کٹروچین تھیں۔ راجہ صاحب کی یہ دوسری تحسیر بالکل اخلاقی ہے اور ہم
اس ابتدائی خیالات کے بعد رفتہ رفتہ امید کر سکتے ہیں کہ راجہ صاحب اور کارآمد
مضامین سے اپنے دوسرے مجتہدین کو بھی ترغیب تحریر مضامین مختلفہ دیں گے۔ جو اس
زمانہ میں امر کے لئے ایک بڑا جوہر ہے۔

یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ راجہ کشن پرشاد صاحب بہادر اپنے
اوقات گرانمایہ کو بہت عمدہ مشغولیت میں صرف کرتے ہیں۔ انکا یہ اخلاقی مضامین
صاف بتاتا ہے کہ انکی موجودہ سوسائٹی اخلاق کی درستی پر بہت رجوع ہے جو
حقیقت میں پولٹیکل۔ سوشل اور مارل زندگیوں کی جڑ ہے۔

خیر بر غیب

و یامین ہر مذہب کے پیشواؤں نے مختلف قسم کے عبادات اسی کا طریقہ نکالا ہے جو اگرچہ طرز عمل میں باہم متفرق ہو مگر مقصود اصلی ہر صنف عبادت کا تحسین الہی ہے جس سے پیشوایان مذاہب نے دینی امور کی بھی اعلیٰ درجہ کی سربہا رکھی ہے اور جو انبائے جنس کے فائدہ رسانی میں نہایت درجہ مدد و معاون ہے مگر معمولی نقطہ میں عبادت کے دو بڑے شعبے ہیں اول وہ جس کا نفع ذات خاص پر محدود ہو۔ دوسرا وہ جس کا نفع انبائے جنس کے متعدد افراد تک پھونچے۔

پچھلا شعبہ مقبول اور معمولی خلائق بلا امتیاز مذہب و ملت ہے۔ اسی لئے ایسے شخص کو جو فائدہ رسانی خلائق پر کر رہے ہو تکمیل ذرائع ذاتی پر مقدم سمجھے اور علیٰ عموم خیر الناس من نفع الناس کے مبارک اور موزون القاب سے یاد کرتے ہیں۔ پس خیر ایک ایسی عمدہ شے ہے کہ ہر خاص و عام کے لئے ایک نفع عظیم ہے۔ کیا دنیا کے لئے کیا عقبی کے واسطے۔ دنیا کے لئے نیک نامی کا ذخیرہ ہے۔ آخرت کے واسطے خوشہ عقبی۔ یہ خیر جس کا بیان ہوا کوئی مستثنیٰ خیر نہیں۔

خواہ امیر ہو یا فقیر۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ خدا نے ہر ایک کے دل میں اس کا بیج بویا ہے۔ مگر افسوس ہے اور ہم ایسے ناقدرے ہیں کہ اوس کی کاشتکاری نہیں کرنے کہ جسکے نال ہرے بھرے اور بار بار ہونے سے ہزار با مخلوق کو نفع پھونچے۔ کہ جسکے دعاؤ کا پھل ملے اور اون اعمال حسنہ کی اشاعت عمدہ نمونہ قائم کر کے ہر طبقہ میں پھیلائیں جس شے سے ہزار با مخلوق کو نفع پھونچتا ہے

اور اوس سے اپنی نیکنامی کا نتیجہ نکلتا ہے تو پھر کیوں ایسی نیک بات پر
 کمر نہ باندھیں اور غم خزم کے ساتھ اوسکی چاکٹ نہ دکھلائیں۔ خیر کیا ہے؟
 جس سے نیک کو نفع پھونچے۔ یوں مشہور ہے کہ خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے
 اور چراغ گھر میں پہلے جلتا ہے بعدہ مسجد میں۔ لیکن بلا لوث اور بلا امید معاوضہ
 ممنونیت یا خدمت۔ غیر ہی پر خیرات ہوتی ہے اور اصلی اور سچی خیرات درحقیقت
 وہی ہے جو شخص بلا توسل کے ساتھ عمل میں آئے۔ پس نفع کا پہونچنا یا پھونچنا
 ایسی چیز ہے کہ جیسا چاہیں نفع پھونچا سکتے ہیں۔ اوسکے بھی کئی اقسام ہیں
 زور سے زور سے فعل سے قول سے۔ انسان کا مجموعی گروہ مختلف
 حالتوں کے افراد پر مشتمل ہے۔ اور ہر فرد کے لئے باقضاء حیثیت شخصی مکمل
 فرائض لازمی ہے ضروریات بھی علیٰ ہذا العیاس مختلف الاقسام ہیں۔ کہیں زر
 کی ناپرسیانی ہوتی ہے تو فعل کی قدر دانی۔ کہیں اعمال۔ کہیں اقوال۔ اس لئے
 ہر شخص اپنے ذاتی حیثیت کی رو سے پابند اولے فرائض ہے اور سبکو کچھ کچھ
 ضرور کرنا ہے۔ زر ایک ایسی چیز ہے کہ جسکے بغیر کوئی کام آسانی سے نہیں
 نکلتا۔ اس کی حسب قدر تعریف کی جاوے تو ٹوڑی ہے۔ مگر زر سے نفع بچانا
 دولت مند کا کام ہے۔ اس زر کے ذریعہ سے جس قسم کی نیکی اور بھلائی کرنا
 چاہے ممکن ہے۔ جو دولت مند نہ ہو زور رکھتا ہو تو اپنے قوت بازو سے غیر کو
 نفع پھونچا سکتا ہے۔ مثلاً کسی ضعیف کو ظالم و جابر کے قبضہ میں دیکھے اور اس
 کا اندیشہ ہو تو ممکن ہے کہ اپنے قوت بازو سے اوس بیچارے مظلوم کا نفع

جلد دوم حسن نمبر

ہو کر مدد سے اور ظلم سے بچاؤ سے یا ہلاکت سے نجات دے فعلیات سے وہ بتا
ہم کہ اپنے برتاؤ کو درست کرے یعنی ہر کسی سے خواہ دوست ہو یا دشمن
خوش اخلاقی سے پیش آوے ایسی نیک چلن سے چلے کہ ہر ایک فعل اور سکاخیر
کے نزدیک مقبول ہو اور بھلائی کے ساتھ دیکھا جائے ۷ لطف کن لطف
کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش ۸ انسان بالطبع ناقص و عامل حرکات غیر ہوتا ہے جب
کوئی فعل کسکو کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور مستحسن معلوم ہوتا ہے تو خود اسکو عمل
کرنے کی تحریک قدرتی ہوتی ہے اس طرح نیک چلن حضرات اپنے معمولی ثناء
مستحسن روش سے اپنے قرب و جو اچکھنے والے لوگوں کو نادانستہ نہایت
عمدہ اخلاقی سبق روزمرہ دیتے ہیں اور وہ لوگ اس سطح دوسروں کو جبکا
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام طبقہ مہذب اور شایستہ اعمال و خیال کا ایک مجموعہ
ہو جاتا ہے اور صد ہا ملکی اور اخلاقی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ قول کے ساتھ
بھلائی کرنا یہ ہے کہ کیسی طرف سے کلمہ اخیر کہدے۔ خصوصاً ایسے نیک باتوں
کا خیال بادشاہوں کے مصاحبین اور اُمراء اور مشیران باندہ بر۔ امرا
عظام کے لئے نہایت ہی ضرور اور واجبات سے ہے۔ جو مزاج دان سلاطین
و رؤساء متلون المزاج ہوتے ہیں۔ کیونکہ انکے ذریعہ سے ہزار ہا مخلوق
خداستغیث مظلوم مفلس محتاجوں کا کام نکلتا ہے۔ اکثر و مدار او نہیں لوگوں
کے عرض معروض پر ہے۔ علی ہذا بُرائی کا اثر بھی او نہیں لوگوں کے باعث
ظہور میں آتا ہے۔ جب کسی استغیث کے حق میں خواہ دو لخت ہو یا غریب مشیر

جلد دوم حسن منبالبہ

مصاحبین بجلالی کے لئے متفق اللفظ ہو کر کلمۃ الخیر کہتے اور اوسکی خوبیاں ظاہر کرتے ہیں تو ضرور حاکم وقت کے دل پر اوسکا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک تو اونکے مراتب اعلیٰ کی نظر سے دوسرے مشاورت اور مصاحبت کے خیال سے اونکا کہنا بیکار نہیں جاتا۔ علیٰ ہذا اگر کسیکی بُرائی اور بدی بیان کریں تو اوسکا بھی اثر ہو جاتا ہے۔ ہر چند حاکم وقت انصاف اور عدل پروری سے اوس بُرائی کو بُرائی سمجھے اور دشمنی دلگا و لگا حریف بھی کہے تاہم اندیشہ ہو کہ کبھی نہ کبھی اوسکا اثر پڑ جاوے۔ خاص کر اذن مولا پر جہانکے فرمان روا تابع قوانین ملکیت نہ ہوں اور ارشاد سلطانی فرمان ربانی کی طرح ناطق ہو اس لئے ضرور ہو کہ مصاحبین سلاطین راہ حق سے کبھی متجاوز نہ ہوں۔ ہر کوشش آن کند کہ او گوید + حیف باشد کہ جز نکو گوید۔ مگر یہ بھی اوسکے ساتھ لازم و ملزوم ہے کہ جیسے نیکی کرنے سے نیک نام کہلا تا ہے اور اوسکا نتیجہ دو فزونِ جہان میں حاصل ہوتا ہے۔ ویسا ہی بُرائی کا انجام بھی بُرا ہوتا ہے۔ اور جزا و سزا ضرور ایک روز کے لئے موجود ہے۔ نتیجہ کارِ بیکار بد ہے۔ خیرات باعمل کی مثال یوں ہے مثلاً کوئی اپنے سے حاجت رکھتا ہو اور وہ حاجت ہر آری اپنے سے ممکن نہ ہو اور کسی غیر سے برآمد کار کی امید ہو تو حتی الامکان سعی کرے اور اوس کو فائدہ پہنچا دے۔ الدال علی الخیر کما علہ۔ سفارش حقیقت میں پُرمی ٹیڑھی کھیر ہے جن حضرات کو مساعدت زمانہ سے افضل ترین حضرات کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور انکو بہت سے موقعے حاجت روائی کے بھی

مٹے ہیں مگر اس فرض کے تکمیل میں وہ بہت سی وہمی کمزوریوں سے قاصر تھے
ہیں کہیں خیال ہوتا ہے کہ سفارشوں سے موجودہ اعزاز و تقرب میں مندرج
آجائیگا اور کہیں حاجتمند کے اور اپنے حشیمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں کہیں اپنے
ذاتی دہنہ سے کم اشخاص سے جبکہ براہ راست تعلق کسی کام کے کرنے یا نہ
کرنیکا ہوتا ہے سفارش کرنے میں دیرینہ کرتے ہیں اور اپنی نصیحت سمجھتے ہیں
حال آنکہ کسی حالت میں حضرات سفارش کنندہ کے ذات پر اسکا اثر نہیں
پڑ سکتا تاہم وہ مختلف رلیک خیالات سے ایسے عمدہ مواقع کو ہاتھ سے
کھو دیتے ہیں اور بجائے سفارش کے بحالت لاچارسی کچھ اپنے ذات سے
کروینے پر مجبور ہوتے ہیں مگر برآوردن کار امیدوار بہ از قید بندشی شکستن
ہزارہ گرہ کشائی حاجتمند کی اور بات ہے اور اپنے گرہ سے کچھ دیگر چھوڑنا
اور بات ہے۔ اگر بنظر انصاف تو اینچ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے
کہ اس میدان دشوار گزار فیاضی و فائدہ رسانی میں ہر زمانہ اور ملک کے مجاہد
نے بڑے بڑے دور کی مسافت طر کی ہے۔ اور اپنے اسمے گرامی روزگار
کے صفحات لیل و نہار پر بہ آب زر لکھ گئی ہیں۔ چونکہ مجھکو یہاں مختصر
مثالیں دینا منظور ہیں اور پرمروانی ضرب المثال سے دل بھر گیا ہے اس لئے
یہ تھوٹے تاریخی واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) سرولیم میور لفتنٹ گورنر ہالک مغربی کے بھائی نے اپنی تمام طاقت
کو مرنے کے وقت تعلیم اہل وطن کے لئے وقف کر دیا تھا جو دس پندرہ

لاکھ سے زیادہ شمار کی جاتی ہے۔

(۲) زمانہ گزشتہ میں زبیدہ خاتون خلیفہ ہارون رشید نے سامین عرب اور حجاج بیٹا اللہ و زائرین مدینہ منورہ و عتبات عالیات وغیرہ کے لئے جہان پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہزاروں جانیں تلف ہوا کرتی تھیں اور بیت اوٹھاتے تھے ایک وسیع نہر تعمیر کی جو آج تک تشنہ کا مان تو اہل حجاج خاتون کے فیضانہ خیر و نعم رہا فی سے شیریں کام ہیں۔ چنانچہ حال کی بات ہے چھوٹے پشین پر یادگار رہے گی کہ فواب کلب علی بن مرحوم والی دارالریاست علیہ السلام عرف رامپور نے مخزنہ کور کو جو بسبب امتداد زمانہ و راز کے شکست ہوا کہ نیم طلب تھی اور جس سے حجاج وغیرہ کو اکثر وقت دستیابی آب ہوا کرتی تھی ایک لاک روپیہ سے زاید جیب خاص سے اعانت اوس بھر کی مرمت کی تخرینہ اخبار میں یہ بھی ایک مثال چھوڑ گئے کہ جامع مسجد دہلی جو مرمت طلب تھی اوسکے لئے پانچ لاک روپیہ وقف کر دیا۔

(۳) اسی ملک دکن کی تاریخ میں مدخاجہ جان وزیر سلاطین بہمنیہ کا نام بھی بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ جسے علاوہ فرائض منصبی وزارت کے اپنی کل جائداد کی آمدنی سے ایک عالیشان مدرسہ بنایا۔ اور بڑے بڑے علماء کامل کو طلب کیا جس میں ایک مولانا جامی علیہ الرحمہ بھی ہیں (۹) اور کٹر ہزار طلباء کا تکفل مع خورد و پوشش کیا جاتا تھا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ تین لاک سے زیادہ اوس مدرسہ کا خرچ تھا اور بنائے عمارت مدرسہ میں بھی قریب

کر ڈر و پیہ کے صرف ہوا تھا۔ چنانچہ آجتک وہ عمارت اپنے بانی کی یادگار اور اوس کی فیاضی اور ہمدردی پر گواہ اور صادق ہے۔ انتہائے ہمدردی کے لئے کیا یہ امر کافی نہیں کہ ایک شخص جسے منصب وزارت دکن کو تین پادشاہوں کے زمانہ میں ادا کیا اور جس ملک کی آمدنی سات کروڑ سے زیادہ اندازہ کی گئی ہو اوس کی وفات کے وقت صرف چند دیگہاڑی مسی اور قریش مدرسہ اور کچھ قلیل سرمایہ مدرسہ کے خرچ کا باقی رہ گیا تھا۔ باقی کل اوس نامور وزیر کی آمدنی بہبودی اہل ملک و نیکیاں دارین ہی میں صرف ہو گئی۔ اسے سطح اور وٹکے ضائع ذمیمہ جو بفس جھا جو بدخو بھی ہوئے ہیں۔ جن سے زمانہ خود الامان کہتا تھا اور تنگ آگیا تھا اور مختصر حال بیان کرنا خالی از لطف نہیں ہے۔ یوں تو بہت سارے اسکے واقعات مل سکتے ہیں۔ مگر میں اسی خطہ دکن کے سلاطین ماضیہ کے ایک پادشاہ کا ذکر کرنا ہوں۔ یعنی سلطان ہمایون شاہ ظالم جو سلاطین بہمنیہ کے سلسلہ میں تھا۔ بلا تخصیص جسم و گناہ ہزار ہا مردم کو تیرتیر بیدریغ کرتا تھا۔ علی گڑھ کو اکثر سادات اور ان کی اولاد صغار و عورات کو معرض ہلاکت میں ڈالتا تھا مورخین نے لکھا ہے کہ آخر ظلم و قتل و بیدریغی سے اوسکے یہاں تک فوبت پہنچی کہ اسیر دام نفس اتارہ ہو کر اہل و عیال بڑھایا پر وہ وہ بدافعالی کی کہ جسکا ذکر نہ بان قلم کی تندیب سے باہر ہے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ اوس پادشاہ کا ظلم یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ اہل دربار و مصاحبین خاص جو صائم

ہوتے تھے و داعی خصمت ہو کر وضیت ضروری کو دیتے تھے۔ اور جو دوسرے
آتے تھے تو زندہ کی تازہ سمجھتے تھے۔ مرنے ایک ہی لفظ سے اوسکے ظلم کا اندازہ
ہو سکتا ہے جس درمانہ کے تاریخی صفحات پر اوسکا نام ظالم لپکا گیا اور مشہور
ہو کہ یہی کیسے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا۔ مولانا ظفر علی اوس وقت کے شاہ
نے اوس ظالم بادشاہ کی جو تاریخ وفات لکھی ہے اوس سے اوسکے تمام رعایا
اہل ملک کے خیال کا قیاس معلوم ہو جاتا ہے وہ اوس کی مرگ کو جبکہ اوس کا
بیٹا سلطان محمود شاہ سیر سلطنت پر حکمران تھا۔ مرگ ہمایون سے یاد کرتے تھے
قطعہ تاریخ ہمایون شاہ مرد درخت عالم، ثعالی اللہ ہے مرگ ہمایون
جہاں پر ذوق شد تاریخ فوٹش، جو ہم از ذوق جہاں آرید بیرون، کیا خیر کیش
جو کچھ ہر زندگی کے ساتھ تعلق ہے۔ جب انسان اس دنیا سے فانی سے گزرتا ہے
یہی دو باتیں چوڑا ہے۔ خیر و شر۔ جو باخیر ہوگا اوسکا نام خیر کے ساتھ لیا جائیگا
جو باشر ہوگا اوسکا نام نامی برائی کے ساتھ لیا جائیگا۔ تاریخ پہلے کا زمانہ
کا آئینہ اور مابعد زمانہ کا اتالیق ہے وہ ان خیرواشرار کا ایک مرکب مجموعہ کہا
اور عبرت انگیز مرقع سامنے کر کے ہدایت نیک کردار می کی کرتا ہے اور جن لوگوں
نے اپنی چلتے آتش فتنہ و فساد برپا کی یا دیدہ و دلستہ حق العباد پر دست ظلم
دراڑ کیا یا کسی نہ کسی طرح خلق آزاری و ایذا رسانی کی اون کے بدستار و انتہا
ہمارے آنکھوں کے روبرو پیش کرتا ہے۔ تو تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات ثابت
ہے کہ اہل روم اور یونان میں پہلے کیسے کیسے خوبیاں اور خصلتیں تھیں کہ عوام

کی طرف نیکی اور نفع رسانی کا خیال ہوتے ہوئے اپنی قوم اور ملک کو نفع پہنچانے میں نہایت مستعد تھے۔ اور پہلا یہ کاغذ جو ہم ایسا تھا کہ بی طرح پست نہ ہوتا تھا۔ مگر انہوں نے ہر وقت قیامت کی بات ہر کہ اب وہ شجر خیر غفلت کی آگ سے جل رہا ہے اور آبی اور بخیر ہی کر خشک ہونیکے قریب پہنچا ہے۔ اگر ہم خیال کریں کہ وہ کوئی اور انسان تھے۔ اور ہم کوئی اور ہیں۔ نہیں۔ وہی انسان ہم بھی ہیں۔ مگر اونکے بچے بڑے قول و فعل جرات و ہمت یہ سب نیکی اور بھلائی کرنے میں صرف ہوا کرتے تھے اس لئے وہ اونہیں تک نہ دیا اب چونکہ ہماری غفلت اور جہالت اور کم جراتی اور کم ہمتی نے اب ہم کو مجبور کر رکھا ہے جیسے ایک توانا اور قوی خم جسم کا اچھا خاصہ شخص گرسنگی سے جان بلب ہو رہا ہے اور پکاسنے پر حس و حرکت کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ لیکن گرسنگی کا غلبہ ایسا اوسپر طاری ہو کہ وہ بل نہیں سکتا اور نہ کچھ اوس سے ہو سکتا ہے۔ اس طور پر اب وہ غم خیز و مڑھ ہوتا چلا۔ غرض ان واقعات متذکرہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا ایک مٹی ہے جو کھڑے کھوٹے اچھے بُرے سخی بخیل ہمدرد و خود غرض وضع و شریف خلیق و بد خلق میں امتیاز کر دیتی ہے اور اچھی طرح سے زمانہ کی دور بین لگا کر دیکھ تو یہ شعبدہ بڑے بھاری قلم سے نورانی حروف میں لکھا ہوا نظر آتا ہے ۵

ہر آنکہ تخم بدی کشت چشم نیکی داشت
دلغ بیہودہ بخت و خیال باطل است

رکشن پرشاد علی عی

اسپین اور اہل عرب

آج اتنا قریب قریب سب ہی جانتے ہیں کہ آٹھ سو برس تک ملک اسپین میں مسلمانوں کی حکومت بڑی شان و شوکت اور رعب و جلال سے قائم رہی مگر یہ نیا بہت کم لوگ جانتے ہوئے کہ اس سلطنت کے اصول کیا تھے اور وہاں کے اہل العزم شہنشاہوں نے خود کیسی ناموری حاصل کی اور اسلام کو کیا کیا ترویج دلائیں اس قسم کے واقعات کا معلوم ہونا کتب خانہ تواریخ پر منحصر ہے۔ مگر افسوس اردو میں ابھی تک تاریخ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے کہ ہم ذرا تفصیل کے ساتھ اپنے مذہبی کارناموں سے واقف ہو سکیں۔ اگر یہ سامان ہو تو عربی میں یا انگریزی میں عربی اول تو اوّل کم سمجھ سکتے ہیں۔ اور جو سمجھنے والے ہیں تو انکو وہ کتابیں دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتیں جن سے ان واقعات کا کچھ پتہ لگے جن کی آجکل ضرورت ہے۔ انگریزی میں اسپین کی بہت سی تاریخیں ہیں مگر اہل عرب اور مسلمانوں کی حکومت کا جس تفصیل سے کانڈی نے لکھا ہے اور کسی تاریخ میں کم ہوگا۔ اول تو یہ تاریخ خود ہماری عربی تاریخوں سے انتخاب کر کے لکھی گئی ہے دوسرے یہ کہ کانڈی خود اسپین کا رہنے والا ہے اور سکونتِ مورخوں سے اس بات کا زیادہ موقع ملا ہوگا کہ مورخوں کے دعوؤں کی نسبت خود اپنے وطن کی سرزمین سے بھی کرا لے۔ کیونکہ زمین اسپین کا ہر حصہ اسلامی تاریخ کے بہت سے واقعات اپنی زبان حال سے بتا رہا ہے۔ علاوہ براین سب سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ کانڈی کا حیلہ فی نصبِ مورخ کو یہ

جلد دوم حسن نسب

میں جس قدر چاہیے ڈھونڈ ہیے بہت کم نظر آئیگا۔

یہ تاریخ تین جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ اور ہر جلد مختصر یا (۴۰۰) سو پچھتر کم و زیادہ صفحوں پر تمام ہو گئی ہے۔ اور پوری تاریخ صرف اسلامی حکومت کے حالات میں ہے۔

صرف اس تاریخ کی وقت ظاہر کرنے کے لئے دو ٹرائیوں کا حال ہم اپنے طور پر اس کتاب سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔ ایک تو پہلی ٹرائی جس نے اسپین کی قیامت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کیا تھا۔ دوسری وہ پچھلی ٹرائی جس نے جوہا کو مایوسی کے ساتھ تخت و تاج اسپین سے جدا کرنا کیلئے جو زمین اسپین سے نصرت کی تھی۔ دونوں ٹرائیاں اپنے موقع پر نہایت لطف کی اور نہایت ہی مؤثر بن گئیں۔

۹۱ ہجریؑ مانہ خلافت ولید بن عبدالملک میں والی افریقہ موسیٰ بن نصیر نے دار الخلافہ دمشق سے منظوری حاصل کر لینے کے بعد کچھ فوج اپنے غلام طارق بن زیاد کے سپرد کی اور حکم دیا کہ اس اسامی سے اتر جائے جو درمیان میں حاضر ہو اور بلا واسطہ میں جہاد شروع کرے۔ طارق نے سمندر سے اترتے ہی اسامی پہاڑی پر قبضہ کیا جو آج تک اسکی جانب منسوب اور جبل الطارق کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

ان دنوں گو تھک نسل کا شاہ وان راوق اسپین میں حکمران تھا جس کے افسر کو تہ تدبیر نے اس شکست کے بعد جو خط شاہ راوق کو لکھا تھا وہی

اس تاریخ کا ترجمہ مؤید الملک اڑپرس میں شایع ہو گا چار جلدوں میں قیمت فی جلد ۵۸۔

مرثیہ تھا جو سلطنت اسپین کے اسباب زوال دیکھ کر لگتا تھا۔ یہ خط دیکھتے ہی شاہ راون کے ہوش اوڑ گئے اور اس نے ژانی کا سامان شروع کیا۔

لوگوں میں قومی جوش پیدا کر کے اتنی فوج جمع کر لی کہ شاہی خزانہ کے اسلحہ اور اس کے لئے کافی نہ ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کچھ زیادہ فوس ہوا فوج خاص گوتھک جہڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اسلحہ کی کمی سے یہ انتظام کیا گیا کہ اگلی اور پچھلی صف والے زرہ بکتر اور چار آئینہ وغیرہ سے آ رہتے تھے اور ان کے ہاتھوں میں حسب رواج ملک تیرکمان اور بھینتی ہی تھے۔ ڈھال اور تلوار اور تبر سب کے پاس تھے اور جتنے پاس تلواریں نہ تھیں ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ہتھوڑے اور تیر اور لٹھیاں تھیں۔ یہ فوج بڑے ترک داعشام سے مسلمانوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئی

تمام اعیان سلطنت اور رؤساء ملک شاہی جہڈے کے نیچے تھے اور بادشاہ کے غیرت دلانے سے ایسا جوش سب کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا کہ گویا امنین سے ہر شخص عربوں کے خون کا پیاسا تھا۔ جاتے جاتے یہ فوج سد دنیا کے میدان میں پہنچی۔ طارق کو جب بیٹار فوج کا حال معلوم ہوا تو بھی اس کے استقلال میں کوئی ذرا بھی فرق نہ آیا۔ طارق کی ہمت فقط اس خیال سے مضبوط رہی کہ عرب شمار میں جتنے کم ہیں یہ اعلیٰ بہادر ہی استقلال بدرجہا اس سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر طارق نے اب یہ انتظام کیا کہ مسلمانوں کے گرد وہ جو ادھر ادھر کے اضلاع پر تاخت و تاراج کر رہے

تھے اور ہر طرف قبضہ کرتے پھلے جاتے تھے اور سب کو ایک جھنڈیکے نیچے جمع کر لیا۔

ان تمام کوششوں سے عربی نشان کے نیچے بیس ہزار سے کچھ زیادہ فوج جمع ہو گئی۔ کیونکہ اس ٹرائی میں ایک ایک مسلمان کے مقابل چار چاہا اہل اسپین تھے۔ ان بیس ہزار عربوں کو لیکر طارق شاہ راورق کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔

میدان غاولیب میں دونوں فوجوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اہل اسپین بڑی حسرت سے دیکھ رہے تھے کہ افسوس یہی لوگ ہمیں اپنا غلام بنائے اور ہمارے زمین و آسمان پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مسلمان اپنی کمی اور دشمن کے دریا سے مواج کو دیکھ دیکھ تقدیر کا دامن پکڑ لیتے تھے کہ دیکھئے یہ کس کے حق میں فیصلہ کرتی ہے مگر پھر اپنی بہادری اور اپنے استقلال کا خیال کر کے تازہ دم ہو جاتے تھے۔

جس روز دونوں فوجوں کا سامنا ہوا ہے اتوار کا دن تھا۔ اور ماہ مبارک رمضان المبارک کے ختم ہونے کو صرف دو روز باقی رہ گئے تھے۔ دونوں فریق کے ہجوم سے زمین کا پنے لگی۔ قرنا اور طبل اور صد ہا قسم کی جنگی باجوں کی آوازیں ہوا میں گونج رہی تھیں۔ اور گویا جان فروش مجاہد اپنی ناموری کی بات پر آپ ہی مبارکباد کے شادیانے بجا رہی تھیں۔ رات تو ایک بے قراری کے انتظار میں گزری آخر صبح ہوئی۔ دونوں فوجیں

شاید رات کے اندھیرے میں آراستہ ہو گئی تھیں۔ کہ ترشکے ہی دونوں طرف سے حملہ ہوا۔ اور عرب و اہل اسپین دونوں اشعار جزیرے پر پڑے ایک دوسرے پر جا پڑے۔ ایک شیعہ اور ایک ہی رنگ سے شام تک چلا کی۔ نہ کوئی دل ہارنا تھا اور نہ کوئی تھکنے کا نام لینا تھا۔ کچھ آسمان ہی کو دونوں کی جانباز یوہر ترس گیا کہ اوسکے پہلو بدلتے ہی رات نے دونوں فوجوں کو جد کر دیا۔ مگر اللہ کے ذوق و شوق کہ دونوں طرف کے سپاہیوں نے ساری رات مبدان جنگ ہی میں گزار دی کہ اب فیصلہ ہی کر کے فرد گاہ کو جائیں گے۔ بڑے انتظار کے بعد جنگ آزمادوں نے صبح کی۔ ادھر مسلمان نے سحری کھانے سے عزم پائی۔ ادھر آسمان پر سفیدہ صبح ظاہر ہوا۔ اور دونوں فوجوں کے سپاہی بڑے تپ و تڑن کی طرح ایک دوسرے کی طرف دوڑے۔ آج بازار جنگ کل کر زیادہ گرم تھا۔ مگر لڑتے لڑتے آج بھی شام ہو گئی مگر قوت نے کچھ بھی فیصلہ نہ کیا۔ چاہتے تو نہ تھے مگر رات نے مجبوراً دونوں کو جدا کیا۔ تیسری صبح کو طارق سپہ سالار فوج عرب تڑکے اڑھا۔ دیکھا تو تھکے ہوئے اہل عرب کتنے اوس گرمی سے اپنی معین نہیں درست کرتے ہیں جسا کہ پہلے دور و زنگ ہوا کیا تھا۔ یہ دیکھ کے طارق کے دل میں خیال گزرا کہ شاید مسلمانوں کی سمتوں میں کچھ فرق آگیا ہو اور اوسکے دل توٹ گئی ہیں۔ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ اپنی صفوں کے آگے آیا۔ ادھر ادھر صفوں کے برابر گھوڑا دوڑانا چلا گیا اور پھر عین وسط میں ٹھہر کر اپنے سواروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا ”اے اہل اسلام! اگر

فاتمان ارض مغرب ! اگر بھاگ کے جانا چاہو تو کمان جاوے ؟ یوں بچے
 سبھے بھاگنے کا کیا انجام ہوگا ؟ تمہارے سامنے یہ دشمن ہیں ! تمہارے پیچھے دیکھو
 سمندر ہے ! اس غیر سرزمین پر تمہارا کوئی مددگار کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے !
 ہاں اگر تمہیں مدد مل سکتی ہے تو دو چیزوں سے یا تو خود تمہاری جرات و بہادری
 تمہاری مدد کر سکتی ہے اور یا وہ سب کا مددگار ہو سکتا ہے۔ بڑھو ! اے بہادر بڑھو !
 اے مسلمان بڑھو ! دیکھو جو کام تمہارا سردار کرتے تم بھی کرو۔ ” یہ کہہ کے طارق نے
 گھوڑے کو ایڑ بتائی اور ایک جانتان تیر کی طرح اہل اسپین کی صفوں پر جا پڑا
 جو آگے آیا اسے مار کر گرا دیا۔ جو دھننے بائیں راستہ میں پڑا اسے کاٹ کر ڈال دیا
 یونین مارتا اور کاٹ خاص گوتھک جھنڈے کے نیچے پھونچ گیا۔ وہاں شاہ
 رادرق تزک و احتشام سے کھڑا ہوا تھا اس کی وضع اور لباس اور اس کے گھوڑے
 کے ساز و سامان سے طارق نے پہچان لیا کہ شاہ اسپین یہی ہے۔ اتنا جانتے ہی
 طارق نے بڑھ کے ایک نیزہ مارا۔ اور ایک ہی کاری ضرب میں شاہ رادرق
 کو گھوڑے سے مار کر گرا دیا۔ مسلمان سپہ سالار نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تہایت
 پھرتی سے رادرق کا سر کاٹ کے اپنے نیزے پر لٹکھ لیا اور زور سے کبیر کہہ کے
 حملہ کر دیا۔ اس وقت اہل اسپین مجبوظ الحواس ہو رہے تھے اون کو بن نہیں آتا
 تھا کہ کیا کریں۔ ادھر مسلمانوں نے طارق کی یہ جرات دیکھ گئے زور سے حملہ کیا
 اور اسپین والوں میں سے جو سامنے آیا نڈر جل گیا۔ اہل اسپین بڑی بیوقوفانہ
 سے بھاگے۔ اور مسلمانوں نے میدان جنگ سے بہت دور دور تک تعاقب کر کے

جلد دوم حسن نسبہ

قتل کیا۔ آج تک کوئی اندازہ نہیں کر سکا کہ اُس لڑائی میں کتنے آدمی قتل کئے گئے۔ صرف خدا ہی کو معلوم ہے کہ اونکا شمار کس قدر ہے۔ صد ہا سال تک اوس میدان میں مردوں کی ہڈیاں پڑی رہیں۔ اور عرصہ تک گدے ٹون کا ہجوم رہا کیا۔

میدانِ عادلیت کی فوج، اشوال^{۹۱} کو ہونی جس کے بعد سنان کا قدم سرزمین اسپین میں جم گیا۔ اور بڑھتے بڑھتے وہ ملک فرانس کی عمی^{۹۲} سرزمین طوکر گئے۔ اور آٹھ سو برس تک وہاں کا جہنم اترنی شان و شوکت سے قائم رہا۔ پہلی لڑائی تو تمام ہوئی اب ہم اوس پچھلی لڑائی کا ذکر کرتے ہیں۔ جب قسطنطنیہ نے اس سرزمین کی حکومت کا مسئلہ نو نئے خلافت فیصلہ کیا ہے۔

مسلمانوں نے جو قسطنطنیہ کو لیا تھا۔ اوس وقت تمام دار الخلافہ قرطبہ، قرارز پایا تھا۔ مگر جو قسطنطنیہ ملک اونکے قبضہ سے نکلا ہے اوس وقت باہمی مخالفوں اور عداوتوں کی وجہ سے وہ حکومتیں الگ قائم تھیں۔ اور اونکے قبضہ میں بھی بہت تھوڑی تھوڑی زمین تھی۔ کیونکہ دوسرے کی لڑائی اور عداوت میں عرب کی قوت اس وجہ تو تھی کہ شاہ کیسل ایک حکمران عباسی کی قوت ترقی کرنی گئی۔ اور روز بروز اکثر بلاد عربوں کی حکومت سے نکل نکل کر سپین کے قبضہ میں جوتے گئے۔ آخر شاہ کیسل نے دو نوں کو لڑائے ایک ہی قوت باقی رکھی جس کا دارالسلطنت غرناطہ تھا۔ غرناطہ کے تخت پر پچھلا حکمران محمد ابو عبد اللہ الزفر تھا ابو عبد اللہ ایسا بہت ہمت اور دل ہار دینے والا شخص تھا کہ نقد پر کو جس کام کے

لئے اوس سے زیادہ مناسب کوئی حکمران نہیں مل سکتا تھا کہ اسلامی دولت کو زوال پہونچایا جائے اور تمام واقعات جو قوت کرکٹانے کے لئے شاہ کپٹل سر ظہور میں آئے اور ان کے بیان کرنے کی ہمیں اس وقت کچھ ضرورت نہیں۔

غرض ۱۸۹۷ء ہجری کے ابتدائی مہینوں میں اہل غناطہ اور تمام رعایا شاہ عبد اللہ الزقیر پر لڑائی کی ہیبت طاری ہو گئی۔ ان فرزند شاہ کیٹل پاس ہزار پیادے اور دس ہزار سواروں سے افضل غناطہ میں داخل ہوا۔ اور تیرے برہتے آکے خاص دارا خلافت غناطہ کا محاصرہ کر لیا۔

محمد ابو عبد اللہ الزقیر نے گجرات کے اپنے شہر کے تمام عمائد اور ہمارے قاضیوں اور فقہاء کو جمع کر کے اس بارہ خاص میں اپنے مشورہ کیا۔ مشورہ معروضہ قصر حرم میں یہ لوگ جمع ہوئے تھے۔ وزیر ابو القاسم عبد الملک نے اٹھ کے پہلے اس بات کی کہ ہمارے پاس غلہ وغیرہ کقدر ہے تاکہ معلوم ہو کہ محصور رہے ہم کیٹل کر سکتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ جو کچھ غلہ اور سامان امرا اور تاجروں کے پاس ہے اس کے علاوہ خاص شاہی کسر میں اس قدر ہے۔ پھر ایک حربہ پیش کیا جس سے مدد ہو کہ فوج شاہی کے علاوہ ہمارے شہر میں اتنے لوگ ہیں جو اس سب سے کام لے سکتے ہیں۔ یہ رپورٹ پیش کر کے وزیر ابو القاسم کہنے لگا۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا شمار زیادہ ہے مگر یہ لوگ ہمارے کس کام آسکتے ہیں؟ ان کی اہلو بندی سے سلطنت کو کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ صلح و امن کے زمانہ میں تو ہر شے ہمارے لئے آتے ہیں اور اپنے بے پھرے ہوتے

مگر ٹرائی کے وقت اودھو اودھو دیکھنے لگتے ہیں جب ان لوگوں کا یہ حال ہے تو سوائے اسکے
 ہمارا کھانا اور ہمارا سامان رسد فارت کریں اور کس کام آئیں گے۔ یہ خولک ہمارے
 تجربہ کار سپاہیوں کو دیکھتے تو ان کے دل قوی ہونگے اور وہ اطمینان سے مقابلہ
 کر سکیں گے۔ یہ تقریر سننے ہی بہادر سردار فوج موسیٰ بن اہل انصاف فی طیش میں
 آکے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”نہیں نہیں ہم کو ان لوگوں کی جانب سے کسی
 قسم کی بے اعتمادی نہیں ہے۔ اگر ہم انہیں عقلمندی اور ہوشیاری سے دیکھیں
 تو یہ لوگ بڑے کام آئیں گے۔ ہمارے وہ بہادر سوار جنہیں فوج انداز میں
 کے باغ کا پھول کہنا چاہیے۔ ہمارے وہ پیادے جو سواروں سے بھی اچھا
 کام دیتے ہیں۔ ہماری وہ جنگ آزمودہ فوجیں جو ٹرائی کی مصیبتیں برداشت
 کرنے کی عادی ہو رہی ہیں۔ کچھ انہیں پر ہماری قوت کا دار و مدار نہیں ہے
 بلکہ ان سب کے علاوہ ہم اپنی وفادار رعایا میں سے چن کر جس ہزار لیسے
 نوجوان میدان جنگ میں کھڑے کر دیتے ہیں۔ جنکے دلوں میں ٹرائی کی
 آگ بھڑک رہی ہے۔ وہ لوگ اس ٹرائی میں تجربہ اٹھا کے بڑے بڑے
 عمدہ سپاہیوں سے اچھا کام دے سکیں گے۔ تم دیکھ لینا کہ آزمودہ کا
 اور بہادر سپاہیوں کی طرح انہوں نے نہایت بہادری سے اپنے سینے دشمن
 کے سامنے کر دیئے۔“

یہ سن کر محمد ابو عبد اللہ از قیصر شاہ غناطہ تمام اعیان دولت کی طرف
 خطاب کر کے کہنے لگا ”اے عمایہ غناطہ ! ہمیں سب سلطنت کے ممبر ہو۔“

خدا نے چاہا تو ہم تمہاری ہی مدد سے اُن تمام باتوں کا انتقام لین گے جو ہم پر
اسلام کو برداشت کرنا پڑی ہیں۔ ہمارے قرائداروں اور دوستوں کی جاکا
بدلہ ہماری عورتوں کی تبہیکا معاوضہ اب تمہارے ہی ہاتھ ہے۔ میں اس
معاوضہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ صرف تمہاری ہی بہادری پر منحصر ہے۔ اب شہر کی
حفاظت اور ہماری آزادی کا بچانا تمہارا ہی کام ہے۔“

تمام شیوخ غناطہ اس شاہی اسپچ (تقریر) کو سن کے روانہ ہوئے
کہ لڑائیکا سامان کریں۔ رسد اور ہر قسم کی ضرورتوں کا اہتمام وزیر ابو القاسم
نے اپنے ذمے لیا۔ اور حکم دیدیا کہ جتنے لوگوں کا نام رجسٹر میں لکھا ہے سب
اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر حاضر ہوں۔ سردار موسیٰ بن ایل النسانی سپاہ
فوج قرار دیا گیا۔ شہر کی حفاظت اور نگہداشت اُسے اپنے ذمے لی۔ موغنیانی
کے ماتحت تعلیم بن رضوان۔ اور اسکے ماتحت محمد بن زیاد اور عبدالکریم
افران فوج مقرر کئے گئے۔ شہر پناہ کی حفاظت انہیں لوگوں کے سپرد تھی۔
مختلف اطراف میں حسب ضرورت یہ سب لوگ مامور کر دیئے گئے تھے۔
القصد اور سرخ برجوں کی گڑھیاں اور خین قاضیوں کے قبضہ میں رکھیں
جو پیشتر سے اوپر حکمران تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسوقت اسپین بھر میں صرف ایک شخص تھا
جسکی ہمت۔ شجاعت۔ عیثت۔ تمام باتوں پر صرف اسی زمانہ میں نہیں بلکہ اسپین کو
اپنی پوری آکھ سو برس کی اسلامی سلطنت میں ناز ہو سکتا ہے۔ وہ یہی موسیٰ

غسانی تھا۔ اسے بڑی بہادری سے شہر غناطہ کی نگہداشت کی۔ اسے شہر کے پھاٹک پہلے مینے میں بند رکھے۔ اور لڑائی یوں جاری رہی کہ شاہ کیٹیل کے جو گروہ لڑنے کو آتے تھے۔ ان کے مقابلہ کے لئے روزانہ تین ہزار شہر سے باہر نکلتے تھے۔ ان سواروں کے چوپنچے میں دوسری غرض موسیٰ کی یہ تھی کہ قرب جوار کے کوہستانی اضلاع سے جو رسد شہر غناطہ میں آیا کرتی تھی۔ وہ حق سے نکال لائی جائے۔ موسیٰ نے ایک بار اس مهم پر سردار محمد ظہیر الدین عطا کو روانہ کیا۔ محمد ظہیر الدین پندرہ سو سواروں کو لے کے پہاڑوں کی جانب روانہ ہوا۔

شاہ کیٹیل کی طرف سے متواتر فوجیں آتی تھیں۔ اور محمد ظہیر الدین بڑی جرات اور شجاعت سے پسپا کر دیتا تھا۔ اسمین کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں میں بہت سے بہادر مسلمان نذراہل ہو گئے۔ مگر شاہ کیٹیل کے سپاہیوں کا نقصان اس سے بدرجہا بڑا ہوا تھا۔ قصبہ پٹال کے قریب محمد ظہیر الدین نے ایک سخت مقابلہ کیا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اصل میں شاہ کیٹیل کے لوگوں نے غناطہ والوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ کیونکہ تمام کوہستانی مقامات جیسے غناطہ میں رسد آیا کرتی تھی عیسائیوں نے تاخت و تاراج کر کے تباہ کر دیئے اور ایسے جیسے بارہا ان مقامات میں دونوں طرف کی فوجوں کا مقابلہ ہو گیا مگر نتیجہ ان لڑائیوں کا یہی ہوا کہ ان تمام مقامات میں خون کا سیلاب گیا اور زمین گشتوں یا دم توڑنیوں کے زخمیوں کی لاشوں سے پٹ گئی۔

بہادر۔ پہ سالار غناطہ موسیٰ غسانی خود ایسا جانباز تھا اور زیر اس کے
 ہمراہی سوار ایسے بہادر تھے کہ اوس شاہ کیٹل کے ہمراہیوں کو سستانے با
 دم لینے کی مہلت بہت کم دیتے۔ ان سواروں کی فکر کہ آرمیوں اور سخت
 حملوں سے عیسائیوں کے دل میں رعب بیٹھ گیا۔ خود موسیٰ اب شجاع تھا کہ
 بارہا اُسے اپنے گھوڑے کو ایڑ بٹائی اور مارتا قتل کرتا ہوا دہشت زدہ
 ہمراہیان شاہ کیٹل کے لشکر گاہ تک گھس چلا گیا۔ اور بہتوں کو اپنے سینے
 سے مار کر گرا دیا۔ حتیٰ کہ بعض عیسائی خاص اپنے خیمے کے سایہ میں آج
 ہاتھ سے مارے گئے۔ مسلمانوں کے اور سرداروں نے بھی ایسی ہی بہادری
 دکھائی۔ غرض ان لڑائیوں سے غناطہ کے سواروں نے ثابت کر دیا
 کہ اپنے قدیم فاتح بزرگوں سے شجاعت میں وہ یک درجہ بھی کم نہیں ہیں۔
 مسلمانوں نے اپنے حملوں سے اس قدر عاجز کر دیا کہ مجبوراً اہل کیٹل
 نے اپنی حفاظت کے لئے اپنے لشکر گاہ کے گرد ایک دیوار سی کھینچ لی۔
 اور چونکہ دیوار کی مضبوطی پر اعتبار نہ تھا۔ اس لئے اوسکے نیچے چاروں طرف
 کھائی بھی کھدوائی۔ جس سے یہ کہنا چاہیے کہ محاصرہ کرنے کے عوض شاہ کیٹل
 کی فوج خود محاصرہ میں آگئی۔ مگر عیسائی بھی بڑی جرات سے مقابلہ کر رہے تھے۔
 لڑجھک کے پھر اٹھنوں نے غناطہ کا محاصرہ قائم کر ہی لیا۔
 موسیٰ بن اہل نے اہل کیٹل کی یہ کارروائی دیکھ کے بادشاہ ابو عبد
 الزمیر سے یہ التجا کی کہ محاصرہ کو ان لوگوں کو اجازت دے۔ بادشاہ نے جب

کر لیا تو ایک روز یہود کو ٹر کی غار کے وقت اپنے تمام سواروں اور پیادوں کی ایک بڑی جماعت لے کے وہ شہر سے نکلا۔ یہ فوج اس تزک واقعات سے روانہ ہوئی کہ کوسس کی آواز گونج رہی تھی اور طبل جگ بجاتا تھا۔ اسی سامان سے یہ لوگ شاؤ کیٹل کے لشکر پر جا بھونچے۔ مگر جلد سابق عیسائیوں نے اس موقع پر سستی نہیں کی۔ بلکہ فوراً رٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ بہت سخت لڑائی ہوئی۔ غرناطہ کے سواروں نے تو ہمیشہ شجاعت دکھائی۔ مگر پیادے نہ لڑ سکے۔ اہل کیٹل کے پہلے ہی حملہ کی تاب نہ لائے اور بڑی بدحواسی اور بے ترتیبی سے بھاگے آخر ب مسلمانوں کو بھاگ کے شہر میں پناہ لینا پڑی۔ عیسائیوں نے خاص غرناطہ کی دیواروں کے قریب اس کا تعاقب کیا۔

سپہ سالار موسیٰ جب ناکام واپس آیا ہر تو اس کی یہ کیفیت تھی کہ غصہ کے مارے جان سے بیزار تھا۔ بڑی ناامیدی سے ایک زخم خوردہ شیر کی طرح غرناطہ میں آیا کہ پھر کہی ایسا حملہ نہ کروں گا۔ اودھر عیسائیوں کو موقع مل گیا کہ بڑھ کے ان مقامات پر قبضہ کر لیا جہاں غرناطہ والوں کے طلوعہ کی فوج رہا کرتی تھی اسی جگہ پر اپنی مورچہ بندیان کر لیں۔ موسیٰ بن اہل نے حکم دیدیا تھا کہ چاکلٹ مضبوطی سے بند کر لے جاوین۔ پیدل فوج پر تو بالکل اعتماد نہیں رہا پھر کرفوج کو لے کے مقابلہ کو نکلے۔

اب اہل کیٹل روز بروز اپنی تدبیروں میں کامیاب ہونے لگے۔

شہر کے ناخبر بہ کار فوجاؤن کی نسبت وزیر ابو القاسم نے جو راسے دی تھی وہی سچ ہوئی آخر انہیں نے دغا دی اور اب منتشر ہونے لگے۔ وزیر نے یہ تمام حالات شاہ ابو عبد اللہ سے بیان کئے۔ اوس نے پریٹن ہو کے پھر تمام اراکین دولت شیوخ اور عمائد شہر کو قصہ حمراء میں جمع کر کے مٹورہ کیا اور کہا ”اب عیسائی لوگ جب تک شہر پر قبضہ نہ کر لیں گے محاصرہ سے باز نہ آئیں گے۔ ایسے نازک وقت میں کیا تدبیر کی جائے؟“

خود شاہ ابو عبد اللہ کا حوصلہ اس قدر پست ہو گیا تھا کہ اس کے سوا اوس کی زبان سے اور کوئی جملہ نہ نکل سکا۔ تمام شیوخ کی بھی راسے قرار پائی کہ اب شاہ کیٹیل سے صلح کر لی جاوے۔ اس موقع پر بباد رسپہ سالار موسیٰ بن ایبل سے نہ باگیا۔ جوش میں آ کے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ”مجھے ہا امید باقی ہے ہیکو یون ہمت نہ ہارنا چاہیے بلکہ مناسب یہی ہے کہ ہم آخر تک مقابلہ کریں۔“ مگر اس عام مجمع میں یہ ایک راسے جس کی تائید میں کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا کیا سرسبز ہو سکتی تھی۔ یہی تہہ راپا کہ خود وزیر اعظم شاہ کیٹیل کے پاس جاکے مزاج صلح طر کرے۔

وزیر ابو القاسم غنہ ناطہ کا ایک سن رسیدہ اور نیک نام شخص تھا۔ ایلمیون کی وضع بنا کے غرناطہ سے نکلا اور شاہ کیٹیل کے دربار میں حاضر ہوا وہاں اوس کی نہایت تعظیم و تکریم ہوئی۔ معمولی مزاج پر سی کے بعد صلح کی گفتگو شروع ہوئی۔ مختلف تجویزوں اور دیر تک کے مباحثہ کے بعد شاہ کیٹیل

اس پر راضی ہوا کہ ”دو مہینے تک نہ دریائی راستہ سے اور نہ خشکی کی راہ سے کوئی ملک شاہ غرناطہ تک نہ پہنچ سکے۔ بعد دو مہینے کے مدینہ غرناطہ کی یہ گڑبیاں مع شہر کے بروجوں اور قلعوں کے شاہ کٹیل کے سپرد کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ شاہ ابو عبد اللہ عہد کرے کہ ہمیشہ شاہ کیتل کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا۔ نیز اس کی رعایا اور نذرانہ سے شاہ کٹیل کو اپنا حکم تسلیم کرنا ہوگا۔ تمام عیسائی قیدی بلا کسی معاوضہ کے چھوڑ دیئے جائیں۔ اور اس وقت شہر غرناطہ کے اعلیٰ اور مغز خاندانوں کے تین سو نوجوان شاہ کٹیل کے سپرد کر دیئے جائیں تاکہ مذکورہ تمام امور کی تعمیل کے لئے وہ بطور ضمانت کے رہیں۔ جس تاریخ عہد نامہ ہوا اسکے بعد بارہ دن کے اندر تمام امور کی تعمیل ہو جائیگی۔“ غرناطہ کے مسلمان باشندے بلا کسی مزاحمت کے اپنے گھروں میں رہیں گے اور اپنی جائیداد و پیرامن و امان سے قبضہ رکھیں گے۔ بالکل اوسط طرح پہلے رہتے تھے۔ اوسنے اسلحہ اور گھوڑے کوئی نہ چھینے گا۔ اوسکے مال و اسباب میں سے کوئی چیز نہ لی جائے گی۔ اپنے مذہب پر نہایت آزادی سے قائم رہیں گے۔ خواہ علانیہ خواہ پوشیدہ کیسے جسے اون کی مزاحمت کی کوشش نہ کی جائے گی۔ اپنے مساجد پر بے روک ٹوک وہ قابض رہیں گے۔ اپنے دینی رسوم اپنے مذہبی اور قومی زبان عربی کے بارہ مہینہ کٹیل کی جانب سے وہ کوئی مخالفت نہ پائیں گے۔ انہیں کی شریعت کے مطابق اپنے مذہب حکومت کی جائے گی۔ انہیں کے ہم مذہب قبا

اوپر حکمران رہیں گے۔ قاضیوں کو شاہ کیٹیل معتمد رکھیں گے اور وہ مسلمان پور حکومت کریں گے اور سلطنت کے مشیر رہیں گے۔ مالگزار می پر کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ جعفر سنت اور شیخ کھیل می صلہ اسلام علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سنتا یعنی جعفر اور جس طرح ہمیشہ اپنے قومی بادشاہوں کو مالگزار می ادا کرتے رہتے ہیں۔ اب بھی ادا کریں گے۔ ہمیشہ تین برس کے بعد ایک مہینہ کی مالگزار می اوپر واجب الادا نہ ہوگی۔

یہ عہد نامہ تھا جو بند رعبہ وزیر ابو القاسم کے شاہ غرناطہ محمد ابو الزقیر اور شاہ کیتیل کے فی مابین قراوا پایا۔ یہ عہد نامہ بائیسویں محرم ۸۹۰ ہجری کو لکھا گیا۔

وزیر ابو القاسم جب اس عہد نامہ کو لکھا کے شہر غرناطہ میں واپس آئے اور شاہ ابو عبد اللہ کے دربار واقعہ قصہ الحارین مجمع عام کے سامنے سنایا تو جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب کے اکہنوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے ایک آٹھ سو برس کی باجاہ و جلال سلطنت کے لئے یہ ایک ایسی ذلت کا سامنا تھا کہ۔ بادشاہ۔ تمام شیوخ۔ اور کل قاضیوں اور عمائد کے سر جھک گئے۔ اور کہیں کوئی اتنی تاب نہ رہی کہ کوئی لفظ زبان سے نکال سکے۔ وہ قصہ الحارین جو خدا جاننے کیسے کیسے رعبہ داب کے منوں نے ظاہر کر چکا تھا۔ اوپر ہر طرف ایک صرست کا سکوت طاری ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد غرناطہ کا غیرت بہاؤ موسیٰ بن ایسب الفحالی اٹھ کھڑا ہوا اور تمام شیوخ غرناطہ کی طرف خطاب

کر کے کہنے لگا :-

” ہاے ! اے اہل غناط ! بچوں اور نازنین عورتوں کے سامنے یہ بیفائدہ کار و نامہ موقوف کرو۔ آؤ ہم سب جو انبردستی ہیں۔ اپنے دلوں کو ملی دین لڑکھن جو طسح کہ عورتیں آنسو ہلکے دل کی بھڑاس نکال ڈالا کرتی ہیں بلکہ اس طسح کہ اپنا خون بہاتے رہیں۔ اس وقت تک جب تک کہ ہمارے بدن سے خون کا پچھلا قطرہ ٹپکے۔ ہمارے دلوں میں جو نا اُمید می پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارا خون جو ٹھنڈا چڑ گیا ہے تو اسی پر افسوس کرنے کے جوش میں ہم بڑھیں اور دشمنوں کے نیزوں پر اپنے بہادر وں کے سینوں کی قربانی چسٹا دیں۔ آؤ ہم سب کٹے مرجائیں جیسا کہ ہمیں شایان ہے۔ میں ہمارے ساتھ چلنے کو موجود ہوں۔ اے بھائیو۔ ایسے پر جوش دینے جو بے ہمتی اور پس آنے کا نام تک نہیں جانتا۔ میدان جنگ کی مغرور اور ناموری کی موت سے ہم کیوں منہ پھیریں۔ ہمارے لئے مناسب ہے کہ اس دوسرے عالم میں اون لوگوں میں شمار کئے جائیں جو اپنے ملک کی حفاظت میں جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ نہ اون لوگوں میں جو سستی اور افسردگی سے کھڑے دیکھا کئے اور انکے وطن پر غیر ملک کے لوگوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور آخر نہایت حسرت کے ساتھ انہیں اپنے ملک کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑی۔“

” اگر حقیقت میں ایسا ہے کہ ہمارے دل نا اُمید ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے دل وہ جوش بالکل نہیں رہا ہے جو ہمیں اپنے گھروں کے پھانے کی آخری کوشش

کے لئے قدم بڑھانے پر مجبور کر دے۔ تو اب یہ کرنا چاہیے۔ کہ ہر شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دین جو مردانگی اور جرات دکھانا چاہتا ہے اسے داد و شجاعت دینے اور روائی اور ذلیل غلامی کے آگے عزت گیر جوے کے آگے اپنی گردن جھکا دینا گوارا کرتا ہے اسے اسی غلامی ہی کی زندگی اختیار کرنے دو۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک سرے سے سب کا جوش پھیکا پڑ گیا ہے۔ سب کے دل افسردہ ہو گئے ہیں۔ اور سلطنت کے بچانے کی اب کوئی تدبیر نہیں باقی مگر بایں ابھی ایک مقام ہے۔ جہاں شریف اور بہادر آدمی کو پناہ مل سکتی ہے وہ موت کے دامن میں پناہ لے سکتا ہے۔ میں یہ نسبت اون آنے والی غنائی حالتوں کے اپنی آنکھ سے دیکھنے کے لئے زندہ رہنے کے ابھی اسی وقت اس آزادی ہی کی حالت میں مرجانا پسند کرتا ہوں۔

”کیا نہیں یقین ہے کہ اہل کٹیل نے جو اقرار کئے ہیں اور پھر مہینہ بھر رہیں گے؟ اور کیا بادشاہ جو فتح حاصل کر چکا ہے کیا وہ اتنی ہی بڑا فیضانِ فتح ثابت ہوگا جیسا کہ پہلے ایک سے بدتر دشمن تھا پہلے یقین مانو یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ دیکھو۔ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو۔ یہ جیسا فی ہمارے خون کے پیاسے ہیں۔ ہماری قربانیاں یہ اپنے آرزو میں پوری کریں گے۔ یہ بدشگونیان۔ بدسلوبیان۔ جو ہمیں نظر آرہی ہیں انکا انجام صرحت ہے۔ ہماری بڑی قیمت جن امور کی تکمیل کر رہی ہے۔ وہ نہایت ہی خوفناک ہیں ہمارے گھروں کا لٹنا۔ ہماری مسجدوں کی توہین۔ بی بیوں۔ اور بیٹیوں

کی بے حرمتی اور مصیبت ہر قسم کی خرابیوں میں غیر منصفانہ احکام۔ انتقام لینے کے برتاؤ۔ ظالمانہ معاوضہ۔ غرض یہ ظالم کفار کوئی بات اور ٹھانز کھینکے یہ تمام باتیں اسقدر قریب ہیں۔ کہ ہم خود اون کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے نہیں وہی لوگ دیکھیں گے جو اس وقت اس عزت کی موت سے ڈرتے ہیں جسکو میں تجویز کرتا ہوں لیکن میں اپنی نسبت خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ دیکھوں گا۔

اتنا کہہ کے اس بہادر سپہ سالار نے اتنی امید سے کہ شاید کوئی ساتھ دیتے پر آمادہ ہو جائے۔ چاروں طرف دیکھا۔ مگر افسوس عشرت پسند نے اسقدر حوصلے پست کر دیئے تھے۔ اور ایسا بڑا بنا دیا تھا کہ سب نے سر جھکا لیا۔ اور اس مجمع میں ایک بھی نہ نکلا جو غیرت مند موسیٰ کی امیدوں کو ٹھٹھا بہت قوی کر دیتا۔ مگر موسیٰ نے اپنے دل کو ابھی مایوس نہ ہونے دیا۔ پھر اوس پر جوش بولے میں گفنت گو شروع کی۔ کہنے لگا۔

”اس میں ذرا بھی شک نہ کرو کہ موت ہر شخص کو آنے والی ہے۔ خصوصاً ہر شخص جو اس قسم میں بیٹھا ہے۔ کیونکہ اس سے تو موت بالکل قریب ہے۔ اور اب یہی ہے۔ تو ہماری زندگی کا جسقدر حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اوسکو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے اور اپنے ملک اور دین کی حمایت ہی میں کیونکہ نہ صرف کریں؟ میرے بھائی! اوہم اپنی آزادی کی حفاظت میں اپنی جان دیدیں۔ ہماری مادری زمین سے جو خاک ہمارے جسموں کے بنانے کے لئے نکلی تھی پھر اوس میں مل جائے۔ اگر ہم

جلد دوم حسن نسبہ

میں سے کسیکو گوشہ قبر بھی نصیب نہ تو کچھ پرواہ نہیں جنت اور سکواپنے گونے دین لے لیگی۔ شرف سے شیعہ غناط اگر اس بہادر سے اپنے ملک کی حفاظت میں اپنی جانیں دیدیں گے تو اگر انکی اس بہادری کو کوئی شخص نامناسب کہہ گا تو وہ خدا کا گنہگار ہو گا۔“

موسیٰ اتنا کچھ کے خاموش ہو گیا۔ مگر افسوس وہ تمام لوگ جو گردِ ڈیٹھے ہوئے تھے وہ بھی خاموش ہی رہے۔ آخر موسیٰ کا دل تو ٹ گیا۔ اور تمام شیعہ علماء۔ امراء۔ اور اراکین دولت جو بیٹھے ہوئے تھے اونکی پست ہمتی اور غرضی گوارا کر لینے کو دیکھ کے اونے اونکی طرف سے پیٹ پھیر لی۔ اور بڑی ناامیدی بڑی شکستہ دلی۔ بڑی حسرت اور مایوسی کے ساتھ قصرِ حرم سے نکل کے چلا گیا اور محل شاہی کو اوسے بے عزتی کے سکوت میں چھوڑ گیا۔ بہادر موسیٰ بن ایمل الفانی کی نسبت مورخین کی زبان سے اتنا حال معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے یعنی قصرِ حرم سے سیدھا وہ اپنے گھر گیا۔ اسلحہ سے آراستہ ہوا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور شہر غناطہ کے باب البیر سے نکلا چلا گیا۔ اس کے بعد نہیں معلوم کہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ خدا جانے زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔ پھر اوسکی صورت نظر نہ آئی موسیٰ کے جانے کے بعد دیر تک دربار میں ستنا رہا۔ آخر وزیر نے کہا ”اب خوف ہو کہ موسیٰ نے جو جوش پیدا کر دیا ہے اس کی وجہ سے بلوہ نہ ہو جا لندا مناسب ہے کہ شاہ کیل کو اطلاع کی جائے کہ وہ فوراً شہر غناطہ پر قبضہ کر لے تاکہ جو کچھ خرابی ہے اوسیکے دمانہ میں۔“ شاہ کیل نے فوراً منظور کر لیا۔

بد نصیب شاہ محمد ابو عبد اللہ الزقیر نے حکم دیا کہ دوسرے روز صبح ترکے
اوسکے تمام اغزہ اور اقربا اور کل متعلقین پو پھٹتے ہی شہر چھوٹ کے چلے جائیں
اور انشا راس کاراستہ یمن۔ اور ایک وزیر ابن تمیرہ اس خدمت پر مامور
ہوا کہ شہر پر عیسائیوں کا قبضہ کرادے۔

صبح کی بد نصیب کھڑی آپھونچی۔ محمد ابو عبد اللہ الزقیر سوار ہوا۔ او
قوا طبل و کوس اور تمام جنگی باجون کی آواز کان میں آئی۔ جس سے معلوم ہوا
کہ شاہ کئیل غناطہ کی طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ شاہ ابو عبد اللہ اپنے پی سوار
کے ساتھ استقبال کو نکلا۔ جب وہ دونوں پادشاہوں کا سامنا ہوا۔ شاہ ابو عبد
لہ نے گھوڑے سے اترنے کا قصد کیا۔ مگر شاہ کئیل نے اس ارادے سے باز
رکھا۔ آخر ابو عبد اللہ نے بڑھ کے شاہ کئیل کے داہنے ہاتھ پر بوسہ دیا
اور نہایت غمگینی کے لہجے میں یہ الفاظ زبان سے نکالے۔

”اے قوی اور طاقت ور بادشاہ۔ ہم اب تیری رعایا ہیں۔ یہ شہر
تمام ملک ہم تیرے سپرد کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا ہی کی یہ مرضی ہے۔ ہمیں یقین
ہو کہ قورعایا کے ساتھ شریفانہ اور فیاضانہ برتاؤ رکھے گا۔“

یہ کلمات سن کے شاہ کئیل پر ایسا اثر پڑا کہ جو بلا حسب اقرار شاہ
ابو عبد اللہ کے قبضہ میں رہتے اوپر کمر اور شہر اضافہ کر دیے اور تسلی والا کہہ کر
کہ ”آپ جاسیے اور اطمینان سے ان مقامات پر حکومت کیجیے“ ابو عبد اللہ
شکر یہ ادا کیا۔ غناطہ کی قیمت شاہ کئیل کے ہاتھ میں دی اور اوسکی عمارت کو

حسرت آلود نگاہوں سے دیکھتا ہوا انفسا راس کی جانب روانہ ہوا۔
 ابو عبد اللہ اسکے بعد نہایت عشم و اندوہ کی حالت میں رہا کرتا تھا
 اور اپنی یہ بیخبری اوس سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ یہ عشم اس حد تک ترقی
 کر گیا کہ وزیر یوسف ابن تمیرہ سے دیکھی نہ گزر۔ اوس نے رائے دی کہ جس قدر
 مقامات آپ کے پاس باقی ہیں اون کی حکومت آپ شاہ کیٹیل کے ہاتھ بیچ ڈالنے
 اور افریقہ میں چل کے آپ قیمت آزمائی کیجئے۔ اسی رائے پر عمل کیا گیا۔
 اور باقی سب مقامات جو ابو عبد اللہ کے قبضہ میں تھے او کو شاہ کیٹیل نے
 اسی ہزار ڈکاکٹ (ایک سوئے کے سکہ) پر خرید لیا۔ اور شاہ ابو عبد اللہ بہت
 نامراد می سے افریقہ میں او تر گیا۔

یہ پچھلا کارنامہ تھا جس نے مسلمانوں کو اسپین سے باہر کیا۔ اوس
 کے چند ہی روز کے بعد ”اللہ اکبر“ کی آواز اوس ملک میں ایسی موقوت ہوئی
 کہ پھر نہیں سنی گئی۔ اگرچہ شکستہ دیواروں پر یہ لفظ لکھا ہوا کہیں کہیں
 اب بھی نظر آجائے گا۔

نخیم الاخبار اٹاودہ

ضمیمہ مرسلہ حسن

ہم ذیل میں اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ مینیجر سال حسن

تدبیب بوجوانی یعنی

پیر کو کرنا ہر یہ روعن جوان

یہ روعن قوت باہ کے لئے حکم الکیسیر حکم کار کہتا ہے جس سے پیران ہفتاد سال تک یکسان نفع
اسکے استعمال میں کسی قسم کی پرہیز کی ضرورت ہے بلکہ دغیرہ کا کچھ خطرہ رک پٹھہ کو جبرئیل کی حکام
بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامرد کو بخیراد وہ کسی حد تک ہوں بخیر خلقی اور مادہ نواد نامردی کو اپنی
تائید سے رفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا مذہم
تیل کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی صدر محصول ۴۔ اور ہر ایک شیشی میں ایک لہ روعن ہر شاکر

دوائے عجیب یعنی کشتہ زمرہ

زمرہ کا کشتہ جو باخراہی مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ طویل کر برابر خوراک ہوتی ہے قیمت ہر جگہ
پانچ روپا لگیا رہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص کن باری قوت باہ اور تمام
امراض متعلقہ اوکڑ خواہ وہ کیتھ قسم ہوں اور سڑاک کہنے ہر خواہ جیدہ واقعہ جریان۔ مقوی دماغ و اعصاب
رہیہ وارد ارج رضیق النفس و سرکہ کہنے خواہ جدید خشک ہو یا تر۔ اور لانغری بن ابو رفیع و باقی
میں حکم الکیسیر کہتا ہے یعنی کسی ہی ایض کی حالت دی ہو کہ خراب ہو کہ نہ ہو بفضلہ صحت ہوگی۔
الکیسیر حیات۔ یعنی عوق نجاہ۔ امراض صنف بصرو دماغ و صفائح و اوتان و در و اوتان
تب۔ تجریا چوتھا پتق۔ استفا طحال آتک۔ سٹاک۔ جریان سفیدانغ۔ ناسیو۔ بالآخرینی
و بادی۔ اور شہر بخواری اور چاند نوشی سے خوشگی لانغری اور ضعف جگر و دغیرہ لاحق ہیں مہینہ سب کو
بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک بوتل لگیا کہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صدر محصول ۴۔

عجیب چیز۔ تحلیل و اہر خونی و بادی و تحلیل و در و تہ کہنے عجیب چیز ہے چلے ہی ڈالنا

ضمیمہ رسالہ حسن

کے استعمال سے در دو جہان حسن دفع ہوتا ہے اور تین ہفتے میں بغض اور دوستی بالکل دفع ہو جاتی
اور پھر کبھی عود نہیں کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴۲ ر —
جہان نما۔ اس عرق کے لگانے آنکھوں کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ پولی۔ درو۔ دھندل
چشم جلد پیار یوں کو دفع کرتا ہے۔ قیمت صہ محصول ۴۲ ر وزن عرق ۶ ماشہ۔

حضرت نایاب

بیشکی ٹنگ ہر نامور حضاب ہر گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہر
جیسی کہ عوام میں نضاب سے وقتیں واقع ہوتی ہیں ہر شخص پہ ظاہر ہیں یعنی چہ تھے آٹھین و
پہنندہ لگا کر باندھنا اور بعد وقتیں گھنٹہ کر پھر دسمہ لگا کر باندھنا اس میں قریب ۶ گھنٹہ کو وقت
تاریخ چوتھا ہے اور بال سیاہ ہونیکے ہوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت۔ ظاہر ہے کہ پہنک
دوسرے کا پانی جب باغ میں جذب ہو گا تو اس سے سوا نقصان اور کوئی فائدہ نہیں
ہے۔ تاکہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ کہ جس قدر کہیں جی ہے۔ انہیں وقتوں کے سبب یہ حضاب
نایاب تیار کیا گیا جو قہر تعریف کیجا کر جی ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھی طلب کریں
اس میں کہ فی مبالغہ نہیں۔ تہوری تعریف اسکے اثر کی ظاہر کرنا ہوں۔

طالع بالحوہ خارش سر ضعف و باغ۔ علاوہ برین خوشبو میں بڑی نظیر مثل کیوٹہ باعث ڈرائی
بہ صبح و باغ ہر بالوں میں سختی نہیں آؤ دیتا بلکہ ملائم رکھتا ہے سیاہی میں بالوں کو مقابل
اصل بالوں کے کرتا ہے و دوسرے روز بطور دھن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے
ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگا کر مقابل اصل بالوں کے سیاہ ہونے کوئی تمیز نہ
کر سکیگا کہ یہ حضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۴۰ روپے بھر یعنی ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے۔ قیمت بھی
عقد۔ علاوہ محصول لصف شیشی ہکا چار شیشی ہکا اس سے کم غیر ممکن ہے۔

صمیمہ رسالہ حسن

میرے شفا خانہ میں علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی سٹریٹکٹ جس صاحبان

یورپ میں بہادران نے میرے عمدہ علاج کو ثبوت میں عطا فرمایا ہیں اور نیز مہند و ستانی خطوط صحت

قریب ہزار بارہ سو کروڑ میں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے۔ چاہیے کہ طلب فرما کر

ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ٹھکانوں

سٹریٹکٹ موجود ہیں آدھ آنہ ٹکٹ بھی بیکر طلب کریں کیونکہ بعض حکیموں نے اپنا شہر کر ٹیپ

سے خوشامد کر کے سٹریٹکٹ بنائے ہیں پس میری سٹریٹکٹ اور آون حکیموں کو سٹریٹکٹوں

میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے سٹریٹکٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دیکھ سکیں۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں گنجائش طبع نہیں کتنی اور جس سے کلفت

زندگی تا دم مرگ انسان قائم رہتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں گناہ سے بچ

کریں بغیر کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشہر حکیم ابوالحسن شفا خانہ حکیم صفحہ حسین جب برس محلہ لکھنؤ

مغرب از مودہ شرطیہ وائیں

امراض ذیل کی ادویہ شفا خانہ زبدہ اکمل ڈاکٹر محمد لاہوری اڈیٹر رسالہ حافظہ صحت لاہور میں

۱۸۷۲ء سے جاری ہر مئی میں مفصل فہرست دس سٹریٹکٹ ٹکٹ آدھ آنہ سے مل سکتی ہیں۔

طلا جو استعمال بچپن کو نقص گون کی طوبات و بگاڑ دور کرتا ہے نیتولہ للعمہ۔

سرب دافع نام دی رقت منی۔ جریان۔ سرعت ازال۔ جملہ امراض میں مفید ہے۔

اصناف زہیہ و معدہ۔ تارکی چشم۔ درد سر و خیرہ و کثرت مسکرات و قسام فواخس سے کٹا ہوا۔

ضمیمہ رسالہ حسن

جگر دستنی لاحق ہو دو کرتا ہر فی بوتل سے۔

سٹوٹ قمر نہیا ہو پارا نہ علی العموم ۲۸ گھنٹہ میں اپنا اثر طریں ہم وغیرہ کو دو کرتا ہر فی بوتل سے۔

ہائیل خوشبو آ۔ بالو کو سیار کہتا ہر۔ نزلہ نہ کام۔ ریزش۔ دوسرے ضعف دماغ کو طماہر میٹھی

حب آتشک۔ بلا منہ آئے دفر و دست دو کرتا ہر پھر پوٹا نہیں دہشتہ لعلہ

کحل انجوا ہر۔ سرہ مقوی بصرہ حانظ بین فی دافع نزول دہشتہ جالاحاش فی جاشا ہر

عجیب الاثر سنون۔ دانت کا ہلکا کیر الگنا بد بو میل خون جانا مٹو کی خرابیاں ۴ تولہ

حب بوا سیر۔ بادی خونی موٹھی ٹھین قبض کو مفید دہشتہ سفان۔

حب ذیابیطس۔ بار بار آنا پیشاب کا دپاس و کمزوری دماغی کو دافع ہر فی بوتل سے۔

حب قایم مقام۔ انیون چاٹو بلا ضرر دہرج نشہ چہوٹا ہر فی بوتل سے۔

عرق مار اللہم انکوری۔ متفرج مولد خون۔ مقوی دماغ ضعف جگر و دماغ

دفعہ و در دسر تا پک تلی وجع مفاصل دماغی ضیق النفس سرزد کونہ بقیہ

ایم حیض لغوہ فلج رعشہ فی بوتل سفان ۳ بوتل سے کم۔

لہ و تخن اعجاز۔ ناسور بگندر تالو کا سوراخ خنازیر بد کیڑے زخون کے

کالی کھانسی تو ایام حمل خسرو چیک کو دفع کرتا ہر ۲ تولہ سفان۔

رسالہ واقع آتشک سٹوٹ رسالہ ضمیمہ رسالہ بوا سیر مضرات مکررات رسالہ جامعہ

سفر ۱۲

۰۹

۰۹

۱۱

التمنہ

زبدۃ الحکماء و اکثر غلام نبی ایڈیٹر لیا صاحب الہو

اشتہار

- (۱) اس سال کی قیمت مع محصول اک
 سالانہ سے ماہ شمار
 (۲) کم آمدنی والے یعنی جسکی تخواہ ڈوڑھ سو سے ناید نہ ہو
 لدر " ۱۲ ار
 (۳) جو حساب سے اعلیٰ معنوں زبرد عاقبت فرمائیکے اوکھو ایک شرفی نذر دی جائیگی۔
 (۴) دقیرین مضامین ہر پینے کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جائیں۔
 (۵) ناپسند معنوں نہ طبع ہوگا نہ وہیں۔
- شرح دستخط
 حن بن عبد اللہ النخاطب بہ نواب عماد نواز جنگ بہاؤ

ذیل کی بکاؤ کیا بین ہمارے دقیرین موجود ہیں

- (۱) ترجمہ تاریخ افغانان مصنفہ بی۔ اے۔ ڈاکٹر برسر اسٹالہ قیت ۴
 (۲) چوکی پر پڑھو طریقہ ڈاکٹر دیکھ کت بکا ترجمہ برائے بڑے میں صاحب نو کیا ہر اور نام پایا کر ۸
 (۳) زراعت دکن مصنفہ حن بن عبد اللہ النخاطب بہ نواب عماد نواز جنگ بہاؤ ۵

اجرت طبع

ہمارے طبع میں تجارتی اور معمولی حسب ذیل اجرت پر اشتہار طبع ہوتے ہیں :-
 اجرت فی سطر فیما ایک سال کو لے کر نیم آنہ۔ شش ماہ کیلئے ار۔ سہ ماہ کیلئے ۲
 مگر ایک روپیہ سے کم کا اشتہار درج نہوگا۔

المشتہر
 محمد عبد القہم خان
 حیدر آباد دکن

اطلاع ضروری

۱۔ ۱۹۸۵ء تو ختم ہو گیا اور ۱۹۸۶ء کے دو ہفتے باقی ہیں۔ مگر اکثر حضرات نے زبردست چندہ رسالہ حسن سے نیچر کو مشکو نہیں فرمایا۔ امید کہ بہت جلد نیچر کو شکریہ کا موقع دیں گے اور جن حضرات نے زچہ ارسال فرمایا اور گانا نام گرامی مع شکریہ ذیل میں بت کیا جلتا ہے

۲۔ اس رسالہ کی قیمت خریداران ممالک۔ مخصوصہ سرکار عالی زیر مبادلہ اور خریداران ممالک۔ انگریزی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کے نیچر کو ممنون فرمائیں۔

۳۔ ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں۔ بسا اوقات عدم دقتیت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہے یا واپس آتا ہے۔

۴۔ اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاوضہ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس سالہ سے ہو سکے۔ مگر اکثر صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں۔ ہم ان حضرات کا معاوضہ بھی قبول کرینگے۔ جو صاحب اپنے اخبار میں ماہوار یا یکبارہ رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الطلب علیحدہ مرسل ہوگا طبع فرمائیں۔

ر سید نر

جناب ڈاکٹر سید احمد خان بہادر کے سی | جناب ابراہیم احمد سیٹھت بنیر... لہر
ایس اے۔ ال۔ ال۔ ڈی۔ ۷۷ | جناب غلام حسین صاحب مدرس... سے
جناب دنر کلر بلک انٹرکشن مدرس | جناب سیف الحق صاحب اویب... سے
جناب ہرنس پرس آف آرکٹ... | جناب مولوی محمود جانا صاحب لکھا... سے

جناب اجکشن پشاور ہسپتال کے ...
 جناب سید محمد عبدالقادر صاحب مکمل ...
 جناب رام لال پورنل صاحب ...

اشہار ہائے تان

ہمارے باغ واقع منیر آباد دین الشیاء اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دور
 سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر شاید تمام ہندوستان
 میں شاید بہت کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام مع تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں
 جو صاحب شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں۔ جو پودے تیار نہ ہوں۔ تاریخ اطلاع
 دو ماہ کے اندر پہنچائے جائیں گے۔ کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی پیوندی آم	۴۴ اقام	۱۲	(۲) سیب	۳۳ قسام	۴۴
(۳) شفتالو	۱۵ اقام	۸	(۴) آلو بخارا	۹	۸
(۵) انار	۵	۴	(۶) شہتوت	۲	۴
(۷) پیر (انگریزی میوہ)	۶	۴	(۸) زرد آلو	۵	۴
(۹) جام (امروہ)	۴	۴	(۱۰) سنتر	۱۲	۴
(۱۱) چکوترا	۵	۴	(۱۲) انجیر	۵	۴
(۱۳) انگور	۵۲	۴	(۱۴) دہلی (پہلی گرت)	۵	۴

اکو سٹاک اور بوجھان بن جکے نام سبب نام
 کنکاش زمین کے گہوے
 کاپی گیلڈ جیہ گہوے گہوے

النَّاسُ بِاللِّبَاسِ

وضع کے اصل معنی کسی شے کے بناوٹ کے ہیں۔ جب کوئی کسی خاص چہرہ بنا لی جاتی ہے وہ اس کی وضع کہلاتی ہے۔ انگریزی زبان میں اس کو فیشن کہتے ہیں۔ فیشن کا ترجمہ ہماری زبان میں۔ قطع۔ صورت۔ حالت۔ یہی ہو سکتا ہے۔ جو اصطلاحی معنوں کے سوار اور حالتوں میں وضع کے ہم معنی ہیں۔ جو چہینہ ہماری زندگی بسر کرنے میں ہم کو آرام دیتی ہے۔ ہمارے جسم اور ہماری روح کو دسب دسی حالت میں فائدہ اور آرام پہنچاتی ہے۔ اور لوگوں کی فطرت میں ہم کو خوشنمائی کا جامہ پہنا دیتی ہے۔ اوس میں ایک وضع ہوتی ہے۔ انسان جس کو خدا نے اور جانوروں کی طرح ایک ہی حالت پر رہنے کے واسطے پیدا نہیں کیا۔ جو نوجوان علم و دولت میں ترقی کرتا جاتا ہے وضع کی تبدیلی میں بھی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اوس نے صرف اپنی ہی بنائی ہوئی چہینہ وین میں دست انداز نہیں کی بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بھی جیسا جیسا موقع پایا صلح دی اور دیتا ہے۔ کوئی شخص اپنے ناخن اوسی حالت پر نہیں رہنے دیتا۔ اور بالوں میں ٹونٹ نٹ موٹگانیان کی جاتی ہیں۔ مَرُو اپنے بالوں کو طبع طر کا تر شواتے ہیں۔ عورتیں اپنے بالوں میں زیادتی پسند کرتی اور ہر ممکن تدبیر سے اون کو درست رکھتی ہیں۔ مَرُو اور عورت کبھی کبھی اپنے بالوں میں دسمہ یا خالکا کر رنگتے بھی ہیں۔

جلد دوم حسن مسئلہ

ڈاڑھی کے رکھنے یا وبال سمجھ کر اوس کے خیر باد کہنے کی عورتیں بھی کچھ
 تھوڑی نظر نہیں آتیں۔ عورتیں اپنی جسمانی خوش نمائی کے واسطے کچھ
 تکلیف بھی اٹھاتی ہیں۔ علی العموم اون کے کان چھیدے جاتے ہیں
 اور بہت سے ملکوں میں ناک بھی۔ قدیم زمانہ کے مصری اور سینہ اولک
 کے لوگ لپٹے جسم پر سخت سے سخت تکلیف گوڑنے کی اٹھاتے تھے
 اب بھی ہندوستان کی بہت سی قومیں اپنے چہرے اور ہاتھوں پر نیلے
 نیلے خط و خال گوڑواتے ہیں۔ ہندوستان کی رانیان اور ٹھکانا
 اپنے دانتوں پر پگھی سیڑی رکھ کر ہمیشہ کے واسطے سیاہ کر لیتی ہیں
 اور اکثر ماڈ ڈاڑھی عورتیں اپنے دانتوں کو سونا چڑھوا کر کسندنی کرتی
 ہیں۔ چین کی عورتیں اپنے پاؤں چھوٹے کر نیچے واسطے شکنجے میں
 بکھینچتی ہیں۔ یہ چند مثالیں اس بات کی ہیں کہ بعض قدرتی
 چیزیں بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں رہنے پاتیں۔ چہرہ جو چیز انسان
 کی بنائی اور ایجاد کی ہوئی ہو اوس کی وضع اور قطع تو ہمیشہ تبدیل
 ہوا ہی کرتی ہے۔ مکان۔ لباس۔ سواری۔ کھانے کے طریقے۔
 اور اوسکے برتنوں اور دوسری چیزوں کا استعمال۔ گھر کے آؤ
 سامان کی چیزیں۔ جنکو ہم اثاثہ البیت۔ اقمشہ۔ اور سامان ارش
 یا فرخچہ کہتے ہیں۔ ہمیشہ تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ جو ملک جس قدر ترقی
 اور دولت میں اپنے نام بلند کرتا ہے۔ اوس قدر وہاں اون چیزوں کی

تبدیلی بھی جلد جلد ہوتی ہے۔ اور جو پسینہ جب قدر کم پائدار ہوتی ہے۔
 اوس بعد اوس میں تبدیلی بھی جلد ہوتی ہے۔ مثلاً مکان کی قطع کثرت
 لباس میں جلد فیشن بدلتا ہے۔ فرانس جو اپنی شائستگی میں اعلیٰ
 درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ اوس کی ایک نقل مشہور ہے۔ کہ ایک دوست نے
 اپنے دوست کو بغل میں ایک چوٹا کبس دبائے ریل پر سے لپکا
 جانے دیکھ کر پوچھا کہ کیوں یکبس لیکر دوڑتے ہو؟ اوس نے کہا
 کہ اس میں پیاری بی بی کی نوخرید ٹوپی ہے اور جلد جانے کا سبب
 ہے کہ مکان چھوٹے نمک کہیں فیشن تبدیل نہ ہو جائے۔ شاید اس نقل
 میں مبالغہ ہو اور شاعرانہ اور ظریفانہ بند نہ سنجی سے کام لیا گیا ہو
 مگر اس سے اوس ملک کا خیال جو دہان کی حالت کا عکس ہے ظاہر ہوتا
 ہے۔ مکان کی قطع۔ درختوں کے سایے اور چوٹے چھوٹے جھوڑوں
 سے بڑھ کر عمدہ عالیشان ہفت منزلہ کوٹھنوں تک پہنچ گئے۔ پچھلی
 حالت اب تک ہے اور جنگلون میں پائی جاتی ہے۔ اور آخری حالت بند
 میں بچے پورے یا یورپین پیرس کی عمدہ عمدہ عمارات اور دہلی میں
 لال قلعہ اور اوس کے دربار خاص اور انکھٹان میں ویسٹ منسٹر
 اور کرسٹل پلے کے دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہندوستان میں بھی
 پچھلی حالت بہت نظر آتی ہے۔ چنانچہ تھوڑی سی تبدیلی تو خواب شعلی
 کے فیض آباد کے سنگرمے اور لکھنؤ کے قیصر پند اور دلکشا

دس سچ بخش سے خوب تیز کی جاسکتی ہے۔ کہ ایک کے نقشہ کو دوسرے سے
 کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جنوبی ہند میں کوئی اور نگ آباد جا کر لوگوں کو
 سارک کی عمارت دیکھے جو حضرت آصف جاہ کے یا نواب نظام علی
 بہادر کے عہد میں ایسے مکانات بنے اور اب حضرت بند گانگ متھ مالے
 مدظلہ العالی حضور شاہ دکن کے چوچے مرتعل وغیرہ عمارات واقع
 حیدر آباد کو دیکھے تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ گومالیت کے حالات دونوں
 سارکین میں نسبت میں۔ سواریوں کی حالت جبکہ گھوڑے اور گدے
 جنگل سے پکڑ کر استمال میں لائے گئے تھے ریلوے ٹرین تک پہنچی
 ریلوے ٹرین کا فیشن خیال کیجئے کہ ٹیل کی گاڑیوں سے لیا گیا ہر
 کھانے کا طریقہ جنگل میں رہ کر پتوں کی پٹھوں سے سنہری روپیلی
 الٹرا سیڈ اور چینی کے برتنوں تک پہنچ گیا ہے۔ جو قوم اس زمانہ
 میں سب قوموں سے علم و دولت میں زیادہ ہے وہی اعلیٰ درجہ کی
 ترقی کی چیلنڈن کا استعمال کرتی ہے۔ زمین کی چوکی سے میز تک کھانا
 رکھنے کے واسطے متعل ہوئی۔ ہندو عموماً ابھی چوکے میں کھاتے
 ہیں۔ گو مجکو معلوم ہے کہ ۹ برس اور ہر جب ہنہائیس ہمارا جبہ
 وزیرانہ کے بیٹے کی برات چپو رگم تھی تو برائیوں نے مہاگنی کی
 عمدہ میز دن پر کھانا کھایا تھا اگرچہ برتنوں کی جگہ وہی پتوں کی
 پتل اور دونے تھے جو اس زمانہ کو یاد دلاتے تھے جب کہ برتن

بنائے کا علم انسان کو نہ آتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان عموماً رستا
خواب پر کھانا پختے ہیں۔ عرب اور ترک اور مصر میں جان بہ نسب بہانے
کچھ ترقی ہوئی ہے و بڑھ فٹ اونچی سہن پر جس کو خوان کہتے ہیں کھانا
رکھ کر زمین پر گر دیٹھ کر کھاتے ہیں۔ عموماً یورپین نے مع خاص خاص
ترکی لوگوں کے ایسی ترقی کی ہے جو اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر
ہے۔ ان کے بہان عموماً میز پر کھانا کھایا جاتا ہے۔ پینشن زمین کی
چوکی سے تبدیل ہو کر بیان تک آگیا کہ انگلیوں سے کھانا کھانے
اور ہاتھ اور دانستہ سے پکڑ کر ٹکرا گوشت کا نوچنے کی جگہ چمچے۔
کانٹے۔ چھڑیاں۔ ایجاد کی گئیں۔ مگر ایک طریقہ چینیوں میں ہے
کہ وہ بجائے چمچے کے سیلیوں سے چاول کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھ
صاف رکھنے کے واسطے انگلیاں نہیں بھرتے۔ ہند کے مسلمان بھی
کھینچ اور دودھ چاول کھانے میں چمچے کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر بجز
چند لوگوں کے اور دن کو عموماً چمچے۔ کانٹے۔ چھڑی پر ابھی اعزہ
ہے۔ مگر حیدر آباد کے امیر اس اصلاح میں ہندوستان کے تمام حصوں
سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ گھر کی آرائشی چیزوں میں ہزاروں چیزیں
ایسی ہیں جو برابر تبدیل ہوتے ہوتے اب ہمارے ملک کی کم
جہ بنیں باقی رہ گئے ہیں اور اگر اسی ملک کی ہیں تو قطع دوسرے
ملک کی ہے۔ پیڑ ہی کی جگہ کرسیاں عموماً استعمال میں آنے لگی ہیں

چراغ جس سے طہرین اُجالا تو ہوتا تھا مگر مکان سبباہ ہو جاتا تھا۔
 تبدیل ہوتے ہوئے تھے بینکس کرو سائن آیل لمپ تک پہنچ گیا ہوا اور ہوا
 سے بچانے کے واسطے کاغذ یا کپڑے کی جڈ پنکھا پر روٹ بھنی بجی
 ٹوپی جالیہ اربا بجا ہوئی ہے۔ یہ تو ہم لوگوں کا حال ہے۔ مگر جس قوم
 نے اور زیادہ ترقی کی وہاں گیاس اور اب اس سے بڑا بکر بکلی کی
 روشنی جاری ہوئی ہے۔ کپڑا رکھنے کے واسطے گھڑی۔ پھر پٹری
 پھر صندوق۔ پھر جادائی جو اس زمانہ کے پورٹ بٹن کے موافق
 ہوتی تھی ایجاد ہوئی۔ اور آخر عمدہ الماریاں دروازہ بنالی لیں
 جس میں خاص خاص قسم کے کپڑوں کے رہنے کے طریقے ایجاد ہوئے
 اور اب جو لوگ شایستہ کہلاتے ہیں ان میں اُسی کا استعمال ہوتا ہے
 گھڑی سے الماری تک جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں قابل غور ہیں
 لباس کی وضع تو اس قدر تبدیل ہوئی ہے کہ کچھ حد ہی نہیں۔ کپڑے
 ہمیشہ پھٹتے رہتے ہیں اور بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے اس میں
 موقع تبدیلی کا زیادہ ملا۔ یہ امر ذرا زیادہ غور کے لائق بھی ہے۔ گو دنیا
 کی تمام چیزوں میں ملک اور اُس کی آب و ہوا کے لحاظ سے ایجاد کی
 جاتی ہے مگر کپڑا جس سے انسان کا جسم آب و ہوا کی آفتوں۔ فصل کی
 گرمی سردی سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ نہایت غور سے ایجاد کیا جاتا ہے۔
 اور وہ ہر ملک کی تاثیر کے لحاظ سے بنایا جاتا ہے۔ کابل سے سرملک

میں ایسی سموری ٹوپی کی حاجت ہر جیسپر بڑے بڑے بال ہوں لیکن مغربی
 و شمالی بادشاہوں یا حسوبی ہند کے اضلاع میں اس کی حاجت نہیں ہے۔
 امیر شیر علی خان کو ادبچی لہی سموری ٹوپی۔ اور واجد علی شاہ کے دربار
 کی جہولے وار ٹوپی جو کرب سے بنائی جاتی تھی جس کو بہت لوگوں
 نے دیکھا ہے اس کا شہرت ہے۔ کابل میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ سر
 گرم رہتے اور ہونے کی آفتوں سے محفوظ رہتے۔ یہاں اس کی حاجت ہے کہ
 دماغ سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا پا کر دل کو شگفتہ رکھے۔ یہی ایک چیز
 جو ملک کے لحاظ سے برقی جاتی ہے۔ مگر قطع جو تبدیل ہوتی رہتی ہے اس
 میں اس کے خیال کی کچھ حاجت نہیں ہوتی۔ ہم اگر سموری چو کو شہ
 ٹوپی پہنیں تب بھی ہمیں گرمیوں میں مفید نہ ہوگی اور اگر کابل والے
 کرب کی ادبچی ٹوپی پہنیں تو انہیں بھی آرام نہ دے گی۔ لیکن ہلکی ٹوپی
 ہم کو سطح کی بنائیں ہمارے کار آمد ہوگی۔ پہاڑی سرد ملک والوں
 کو سموری اور مندے ہی کی ٹوپی چاہیے گو کسی قطع اور وضع کی ہو۔
 یہی قطع اس کی تبدیلی ہمیشہ سے مثل اور چیزوں کے ہوتی رہی ہے اور
 ہوگی۔ میں اس وقت شاہ عباس "دی گریٹ صفوی" داراے ایران
 کی تصویر دیکھنا چاہتا ہوں کہ اونکا لباس۔ اور اونکا عامہ سو لہوین صدی
 عیسوی میں کیا تھا۔ اور اب اسی ملک کے بادشاہ شاہ ناصر الدین
 کا لباس اونیویں صدی میں کیا ہے؟ ان دونوں کا مقابلہ کرنے سے بڑا

فرق معلوم ہوتا ہے۔ اگر پہلے کے سر پر عمامہ تھا تو دوسرے کے سر پر ٹوپی
 ہے جو ٹپک کھلاتی ہے۔ اس سوڈیٹھ سو برس کے اندر جو تہہ پلیمان آؤ
 یاحیدر آباد میں ہوئی ہیں میں انکو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ نواب ابو
 المنصور سعادت خان بانی حکومتِ آودھ سے لیکر واجد علی شاہ تک میں
 کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتے ہوتے اتنا بڑا فرق ہو گیا کہ اول کا لباس چ
 اور مندیل ہے۔ اور آئینہ کا چھہ کلیا انکر کھا اور گول ٹوپی۔ یاحیدر آباد
 شاہی خاندان کو دیکھئے کہ حضرت آصف جاہ اول کے وقت کا جامہ اور کپا
 ٹرکی کوٹ کس قدر ایک دوسرے کے مخالف ہے۔ یہ صورت زمانہ کے
 انقلاب کے ساتھ وضع کا انقلاب بھی بتاتی ہے۔ اس زمانہ کو چھوڑ کر جب
 لوگ جنگل کے پٹن۔ درختوں کی چھالوں۔ اور جانوروں کی کھالوں سے
 جسم چھپاتے تھے۔ ہندوؤں کی شایستگی کا زمانہ قابلِ دید ہے۔ مشہور ہے کہ
 راجہ بکراجیت جو حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل کئی صدی میں تھے۔ صرف دھوتی
 اور ایک کرتا پہنتے تھے جس کے سامنے بند لگے ہوتے تھے۔ وہ کرتا کمر
 کچھ نیچا ہوتا تھا۔ اب دیکھئے کہ مسلمانوں کے میل جول سے اُن کے لباس
 میں بجز پردہ کی سمت کے مسلمانوں کے لباس سے کوئی امتیاز باقی نہیں
 رہا۔ اس پر بھی اعتراض ہوتا تھا کہ یہ لوگ ترک ہو گئے۔ مگر اب تو اسی
 کی بندیلی کو لوگ غلطی سے اپنی پُرانی وضع کی تبدیلی خیال کرتے ہیں۔
 اب میں مسلمانوں کے لباس کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اوسمیں

کیا تبدیلی ہوئی ہو؟ چادر اور کفنی کا جو اب بھی اکثر ہندو یا مسلمان
 فقیہوں کے استعمال میں ہو کچھ ذکر نہ کر دے گا کہ وہ کیوں مکر جاری کی گئی۔
 کیونکہ اس بیان میں بہت سے پرانے مردے دکھانے پڑیں گے۔
 مگر میں صرف ضروری باتوں کا اظہار چاہتا ہوں۔ چادر اور کفنی کی اصلاح
 کے بعد کرنے کا فیصلہ جاری ہوا۔ کُرتا اور تہ بند یا دھوتی تھی جسکی جگہ
 پانجامہ ہوا۔ پانجامہ کا رواج ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم
 کے وقت تک اچھی طرح نہ ہوا تھا۔ اور یہ لباس (پانجامہ) عجیبوں سے لیا
 گیا تھا۔ اوس وقت جو مسلمانوں میں لباس کا جز نہ سمجھا جاتا تھا۔
 مگر حضرت ﷺ نے اسکو بھی جزو لباس فرمایا۔ اور جو تپاہن کر نماز بھی جائز
 کر دی۔ ہندوستان یا کہین کے مسلمان جو اکثر فرش پر پالتھی مار کر
 بیٹھتے ہیں کچھ تو فرش کے کاٹا اور کچھ ہندوؤں کی رسم کی پابندی سے
 جو تپا تار ڈالتے ہیں۔ مگر ہندو اور مسلمانوں کی رسم کے بڑے واقف
 سر جان لارنس سابق گورنر جنرل ہند نے بذریعہ ایک زریویشن کے
 ۱۸۶۹ء عیسوی میں جو تپاہن رہنے کی اجازت آفٹل اور ٹوپی آفٹل
 طبوں میں دیدی۔ جو لوگ گورنمنٹ ہوس یا گورنری دربار میں شریک
 ہوئے اونھوں نے جو تپاہن اوتارا۔ خاصکر انگریزی جوتے کی قید بھی
 ہو۔ اور اوسکا اتارنا وقت سے بھی خالی نہیں۔ مسلمانوں میں تو بالکل
 جو تپا تارنا تعلیم میں داخل نہیں رہا۔ حضور عالی پرش آف دیس جب

سلطان ٹرکی اور خدیو مصر سے ملے تو گو حضور عالی شان ہزارہ و ملیں نے
 تعظیماً ٹوپی اُتاری تھی۔ مگر سلطان اور خدیو جو تا اور ٹوپی دونوں پہن
 رہے۔ حضور شانہ زادہ و ملیں کی ملاقات میں ہندوستانی ریسوں نے
 بھی جنکی یہ وضع دستہ ارا پاگھر تھی جو تا یا ٹوپی کچھ نہ اُتارا۔ محمد علی درشا
 جب برلن کے صلحنامہ پر دستخط کرنے گئے تو انھیں بڑی دقت کا سامنا
 تھا کہ سب کی تعظیم بلکہ خورث مذکور دل سے منظور تھی۔ لیکن انھوں نے
 جو تا یا ٹوپی نہیں اُتاری۔ چنانچہ گریفک اور اسٹیسٹ لٹرن نیورک
 ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ مسلمانوں میں زمین
 سے کسی چیز کا اُتارنا داخل تعظیم نہیں ہے۔ حیدر آباد میں تو اب اسکا
 ذکر بھی نہیں ہوتا کہ جو تا کہیں اُتارا بھی جاتا ہے۔ وہ دوسرا سے ہٹل
 ہیٹس ٹریوٹ آف کناٹ ہزار اٹل ہیٹس پرنس و کٹر ان سب کے دبا
 ان سب کے ڈنر پر بہت سے مسلمانوں کو شرکت کا موقع ملا۔ جہاں پر
 مسلمان مع اپنے پگڑی ٹوپی اور جوئے کے شریک ہوئے تھے باوجود
 وہ لوگ ٹوپی اُتار لیتے تھے لیکن شمالی ہندوستان میں بجز خاص
 خاص مقامات کے مسلمان جو تا یا ٹوپی اس وجہ سے اُتار لیتے ہیں کہ
 کہیں ملاقات کا کمرہ جوئے کے مقدمے کا اجلاس گاہ نہ بن جائے۔
 یہ بات تو جو تا پہننے کے متعلق تھی مگر یہ کہ جوئے کی کیا کیا قطع تبدیل
 ہوئی قابل سننے کے ہے۔ عرب میں پہلے اس کی وضع بعینہ ایسی

یہی جیسی دیہات میں بعض عورتیں پیہستی ہیں اور جسکو سکھ تری چیل پیل بولتے
 کہتے ہیں۔ جس میں اوپر صرف شمشیر اور نیچے تالا ہوتا تھا۔ وہاں کی جامع
 مسجد میں جہاں اکثر لوگوں کے خیال کے موجب مغلیہ بادشاہوں کے
 وقت سے بعض عرب کے تبرکات احیاء کے ساتھ رکھے ہیں اسپر کا
 ایک جوتا بھی رکھا ہے جسکی زیارت کی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا ہے۔ ہندوستان میں گھٹا
 سلیم شاہی آپا شاہی جوتا کفش۔ زیر پانی۔ گول نیچے کا جوتا راج
 تھا۔ اور اب اس کے بعد انگریزی بوٹ کا رواج ہو گیا جسکا دادا
 صیتلا جوتا جامہ اور کپڑی کے ساتھ پھٹتا تھا اسکا باپ گول نیچے
 کا جوتا انگر کے پاچپکن اور عمامہ کے ساتھ پہننے لگا۔ اور اب پوتا
 چکن شیشیروانی اور انگریزی بوٹ گول ٹوپی کے ساتھ زیب جم
 رتا ہے۔ عرب کے مسلمان جب حج میمون اور کیا نیون سے ملے تب ان کے
 لباس میں تبدیلی شروع ہوئی۔ تمامہ کی جگہ ۲۵ سہری میں جو پوت
 مدی عیوی کے مطابق ہوتا ہے خلیفہ منصور نے ایک لمبی گول ٹوپی
 ایجاد کی جو بانس کی تلیوں سے بنائی جاتی تھی اور اس پر سیاہ رنگ
 سیاہ کپڑا ہوتا تھا۔ اُسی قسم کی ٹوپی اب افغانستان میں تھوڑے
 رن کے ساتھ جاری ہے جو میو رہیٹ کہلاتی ہے اور بڑے بڑے
 خنز جلیوں میں پہنی جاتی ہے۔ اس کے بعد مائیدی مسلمانوں نے ایک

سنج ٹوپی ایجاب دکی اور شاہ امجیل خضریٰ۔ نے اوس کی قطع گوک یہ تہذیب
 کر کے خوب رواج دیا جس سے وہ لال سر ولے یعنی قمر لباس شہور ہو
 ایک سنج ٹوپی اب ٹرکی میں بہت رائج ہو اور ہندوستان کے مسلمان بھی اکثر
 اوسکا استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی متعدد قطع کی ٹوپیاں نے
 رواج پایا۔ مثلاً دو پٹری۔ چو گوشہ۔ بیچ گوشہ۔ مندریں۔ تاج۔ اوگول
 ٹوپی جاری ہوئی۔ نیش پوری خاندان لکھنؤ میں جن ٹوٹوں۔ نے میرزا علی بابا
 اور میرزا والا جاہ سے مغرز و مقدس اور با علم لوگوں کو دیکھا ہوگا وہ جانتے
 ہیں کہ اُن میں ایک ٹوپی جو اسکلج کیپ کے مشابہ ہو رائج تھی اور اب بے
 بہت لوگ اُسکا استعمال کرنے لگے ہیں۔ کُرتے سے چکن جاری ہونے کا
 سبب صرف یہ تھا کہ جب عرب کے لوگ عجمیوں سے ملے اور اُن کے چپٹے لباس
 کا رآمد دیکھے تو اُسکو اختیار کیا۔ ہاں ایک لباس اور بھی جاری ہوتا
 جسکو جامہ کہتے ہیں۔ اور جو ہندوستان میں قریب قریب بالکل منورک
 ہو جانے کے باوصف ہمارے محبوب البلا وحیک آبادین اب بھی بعض
 قدیم شرفا کا گویا اصلی لباس ہو اور اکثر شادی بیاہ کے موقع پر وہی
 دُولہا کا مکلف لباس ہوتا ہے۔ یہ لباس میسرین بھی تھا۔ ملک مصر
 کے قدیم قبرستان میں پادشاہوں کی تصویریں دیکھی گئیں تو بعضوں کی
 اسی لباس میں پائی گئیں۔ اس کے بعد چکن کا رواج ہوا۔ چکن بھی اب
 موقوف ہو گئے اور اچکن اور چپٹ۔ اُس کی جگہ عوام ہم لوگوں میں مُرتج

ہر گز سیدہ آباد میں کچھ اور زیادہ ترقی ہوئی ہو اور شیردانی عام ہوتے استعمال کی جانی ہو۔ جو انجین اور کوٹ کے بیچ میں ہو۔ لیکن فوسس ہو کہ اور جمعیہ ہندوستان میں اب نوگوں کے دل اس قدر ٹھنڈے ہو گئے ہیں کہ ان میں اس ترقی اور تبدیلی کا مادہ بھی کم ہو گیا ہو۔ اب وہ مضبوطی سے اس زراعت خراش پر جمے ہیں کہ کوٹ کی جگہ شیردانی پر پوسٹیں البتہ جائز نہیں استعمال کرتے ہیں مگر پوری چھانٹ کاٹ کا خیال نہیں کرتے ہیں۔ شیردانی یا پوسٹیں اور انجین میں صرف یہ فرق ہو کہ گویا انجین کے دامن گات دیتے ہیں۔ استین وہی سیدہ ہی خول بنائی جاتی ہو اور اوس کی پوری تبدیلی میں وہ سخت اعتراض کرتے ہیں۔ جو اس کے خلاف کرتا ہو اور سکو قدیم رسم کا توڑنے والا کہتے ہیں۔ حالانکہ رسم ہمیشہ ہر وقت اور ہر زمانہ کے اقتضا سے یوں ہی تو ہتی چلی آئی ہو۔ ہر پشت میں پہلی پشت کی رسم توڑی گئی۔ رسم کے توڑنے کا باب یا تو یہ ہوتا ہو کہ قوم میں خود علم و ہنر کی ترقی ہو جائے یا وہ کسی ایسی قوم سے ملے جو علم و دولت و ہنر میں اس سے زیادہ ہو اور اوس کی چیمیزوں کی یہ قوم نقل آتا رہے۔ بالفضل ہمارا ساتھ ایک ایسی قوم سے ہوا ہو جو علم میں۔ ہنر میں۔ دولت میں۔ تجربہ میں۔ ہم سے زیادہ ہو۔ اوسکی ہم نقل کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں۔ اوس کی نکالی ہوئی اور بنائی ہوئی چیمیزیں ہمارے کام میں آتی ہیں۔ لباس جسکا یہ مانو کر ہو رہا ہو اور

کپڑا جو مقدم چپسہ ہر ہم اوسی سے لیتے ہیں۔ لیکن بیان یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ بات بغیر اعتراض کے رائج ہو گئی تھی۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ایسے کپڑے کی نسبت بھی اعتراض ہوتا تھا فتوے دئے جاتے تھے کہ جب مردے کو انگریز کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال جو بجائے خود ایک غلط اعتقاد تھا مٹ گیا۔ اب یورپ کے جولاہے بھی مثل مسلمان جولاہوں کے پاک خیال کر لئے گئے۔ اب صرف دوسرا جز ہوا کا باقی رہا۔ یعنی اوس کی قطع۔ اس پر ہماری قوم بہت مضبوطی کے ساتھ رکتی ہے۔ اسوقت اگر جولاہوں کی نلی نار جہنم کی کنجھی سمجھی جاتی تھی تو اب یورپ کی قطع پر کاٹنے والی قسبچی ورنج کی بٹری خیال کی جاتی ہے۔ جولاہے اپنی ہوشیاری سے میدان جیت گئے۔ اب درزی میدان میں آئے ہیں دیکھتے کیا ہوتا ہے۔ ہیں تو وہ بھی حق پر۔ یقین ہے کہ حقیقین گئے کیونکہ جولاہے کچھ بھی غور کرنے کا مادہ لوگوں میں باقی تھا۔ اور تعصب کو مٹا چکے تھے وہ ان وہ فتیاب ہو گئے۔ ترکی میں۔ مصر میں لوگ ان کی تقلید کرنے لگے۔ چنانچہ سلطان اور خدیو کی تصویر سے ظاہر ہوتا ہے اور ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے نظر آنے لگے ہیں۔ خاص کر حیدر آباد میں تو بہت زیادہ ان کی کامیابی کے وجہ صاف ہیں کہ وہ کپڑے کی قطع جسم کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ استین ہاتھ کی قطع کے موافق ہوتی ہے۔ پیٹھ کے جڑ کو ٹہن اسطرح کے ہوتے ہیں جو انسان کی پیٹھ میں ہوتے ہیں۔ اب صرف وصفت

نصف یا ضد کی جو اکثر انسانوں میں ہوتی ہے اور اس کو روکتی ہے۔ جس دن وہ رفع ہوئی اور غور ہوا اسی روز قطع بھی بدجائیگی۔ شاید اس ایکے مخالف کہیں گے کہ وہ ضد یا نفسانیت سے نہیں کہتے بلکہ سچائی سے اس معترض ہیں۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نثر چرینہ پر اعتراض کرنے والے جو قدیم رسم کے پابند ہیں اپنی غلطی کو اپنی سچائی سمجھتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی ہٹیلٹی عادت ان کو دوسری راہ پر چلنے کی مزاحم ہوتی ہے۔ مگر جب عام طور سے دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی حجاج نثر ایجاد میں نہیں ہے تو وہ خیال بدجائے ہیں اور یہ کچھ لباس ہی پر منحصر نہیں ہے اور عمدہ باتوں میں بھی ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے لوگ تو موجد کے دشمن بھی ہو جاتے ہیں۔ اسکو بوقوت خیال کرتے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر اسوجہ سے پاگل پھمرا گئے تھے کہ وہ دھوئین کے زور سے گاڑی کا چلانا چاہتے تھے کہ لوگ سچ نہ جانتے تھے۔ مگر آخر کو وہی رائے عزت سے قبول کی گئی جب پتھر کے چہا پہ کی جگہ سیسے کے حروف ایجاد ہوئے تو بڑے بڑے عقل مند معترض تھے کہ ژائی کے واسطے گویاں کہاں سے نہیں گی۔ مگر آئندہ کو وہ مان گئے کہ حروف بھی روز بروز زیادہ ڈھلتے جاتے ہیں۔ اور ژائیاں بھی خوب ہوتی رہتی ہیں۔ مگر سیسے کی کمی نہیں ہوئی۔ پھر ایسی نثر ایجاد کی لوگ مخالف کیوں نہ بنیں ورنہ جو فائدہ اور عمدگی چوڑیدار پائجامہ میں دھوئی یا کھلی دار پاجامہ کے مقابلہ میں تھی وہی اب ٹیکون میں بمقابلہ اس

پایجامہ کے پائی جاتی ہر بشر طیکہ پالتھی مار کر پیٹھنے کی ضرورت کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حال آنکہ یہ پالتھی مار کر پیٹھنے کی تکلیف بھی صرف نہایت تنگ پتلون میں ہوتی ہے نہ تو لوگ بیٹھتے بھی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لباس کے واسطے جس ملک کی تقلید کی جائے وہاں کی زبان بھی جانتا چاہیے۔ اس سے اگر انگریزی زبان دانی مراد ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہندوستان میں اب انگریزی زبان دانی نہ صرف لباس کی غرض سے بلکہ عمدہ طرح زندگی بسر کرنے کے واسطے بھی ضرور ہے۔ مگر لباس کو زبان دانی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہم دور کیوں جائیں اپنے ہی ملک میں نہ دیکھ لیں بہت سے ہندو جو عرب کا چٹخہ اور عمامہ استعمال کرتے ہیں وہ عربی نہیں جانتے بلکہ بہت سے مسلمان بھی عربی زبان نہیں جانتے مگر عمارہ اور چٹخہ اور صدری کا استعمال کرتے ہیں۔ انگلستان کی لیڈیان جو فرانس میں درپس پسند کرتی ہیں۔ سب فرانسیسی زبان نہیں جانتیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یورپین حکام اس لباس میں ہم کو پسند نہیں کرتے۔ مگر میں اس کے خلاف ہوں۔ گو ممکن ہے کہ بعض یورپین اس کو نا پسند کریں جیسا کہ بعض انگریزی زبان کے اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔ بعض تنہا کی ترقی کے خلاف ہیں۔ مگر عموماً یہ بارت نہیں ہے جن لوگوں نے گورنری دربار میں ہندوستانیوں کو اس لباس میں دیکھا ہوگا وہ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ لباس وہاں کی حاضری کو روک نہیں سکتا۔ اس سے بڑھ کر ایک

امر اور ہر جس سے گورنمنٹ تہذیب اور ہذاکسلینے صاحب کمانڈر انچیف بہا
 اور تمام لوکل گورنمنٹوں کی رائے ظاہر ہوتی ہے کہ جب کوئی اور وی گورنمنٹ
 تجویز کرتی ہے اور اس میں کہیں ہمارے یہاں کاچھ کالیہ چکپن یا غراریدا
 پانچامہ داخل نہیں کرتی۔ تمام ہندوستانی فوج کی وردھی اس کا ثبوت
 ہے کہ ہمارا مروجہ لباس کام کا نہیں سمجھا گیا۔ اور کل وردھی کا قطع سے طے
 ہوئی پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ نکر زمانہ کی تقریر کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ
 کی محبت یا پٹریاٹک ہونے کے واسطے ہم کو ایک ڈریس بھی ہونا چاہیے۔
 ہاں سچ ہے لیکن ہمارا کون ڈریس ہے ہمارے نیشن کا ایک ڈریس نہیں ہے۔
 یہاں تو اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے۔ جو لوگ کچھ بھی شایستہ ہوتے تھے
 ہیں اور اپنا ڈریس تبدیل کرتے جاتے ہیں ایسی حالت میں اور بھی حاجت
 ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے۔ ہمارے بنگالی بھائی ہم سے زیادہ ترقی
 کر گئے ہیں۔ آج ایک نو تعلیم یافتہ بنگالی کو دیکھ کر ذرا اور پچاس برس
 اس طرف کی تصویر سے لباس ملایا جائے تو خاطر خواہ نہ منور محسوس ہوگا
 شاید ہے کہ دس فیصد ہی اجبو کٹھنڈ بنگالی ہم کو اس وقت نہ ملیں گے جو
 بجائے دھوتی کے پتلون عام جلسوں میں نہ استعمال کرتے ہوں۔ ہاں
 نے بھی ہم سے زیادہ ترقی کی ہے۔ اُن کا لباس بھی بدل گیا۔ پُرانا لباس
 بڑے بڑے مرقون میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر غرض اب کے ڈریس
 اور اس وقت کے ملبوس سے ہے۔ کوئی یونی بمبئی جلسے اور دوپٹے میں

کسی مایوسی خاندان کی وکیسر تو فوراً تمیز کر سکے گا کہ تیس برس پہلے
لباس کی قطع کیا تھی اور اب کیا ہے دوسرے اور ان دو نومین کس قدر متن فرق
ہے۔ شاید کہا جائے گا کہ ہمارے قوم میں نسب ہم بھی ابھی اس قدر نہیں
ہوئی۔ یہ سچ ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ لوگ بھی عموماً ابھی اس طرف مائل نہیں ہوتی
اسی کا تو تعجب ہے۔ ہمارا موجودہ ڈریس جو ڈھیلہ ڈھالا ہے جس سے چلنے
پھرنے۔ سواری اور متعدد میمن جتنی نہیں نظر ہر عورتی بالکل قابل ترمیم
اور کم سے کم اس قدر ہونا چاہیے کہ تھوڑی سی ترمیم کے بعد انگریزی
قطع سے لیا جائے۔ بے شک ہر نئے چیز کے ابتداء کرنے میں کسی نہ کسی
حد تک تکلیف اور مضائقہ کو ضرور دخل ہوتا ہے۔ اور ایک جانب سے
ہنسی اور دوسری جانب سے شرم کا تقاضا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ لیکن آگے
چل کر وہی ہنسی والے اسکو آپ اختیار کرنے لگتے ہیں۔ انگریزی عملداری
کے آغاز میں جو لوگ تہذیب واری اور کو تو والی کے عہدے قبول کرنے سے
اپنے مذہب کی توہین اور اپنی کسر شان سمجھتے تھے۔ اب ان کے پوتے
کالتھیل کے عہدے کو اپنی عزت جانتے ہیں اور اسی کمائی سے اپنے
مذہبی نیک کام بھی انجام دیتے ہیں۔ پہلے خیال تھا کہ لندن جانے والا
ضرور کرسٹن ہو جاتا ہے۔ مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ سنی دونوں
فرقہ کے مسلمان بلکہ ہندو قوم کے اشراف و اعیان بھی جنہیں مسلمانوں کی
نسبت بعض امور میں نہایت درجہ کا پرہیز اور اون کی عورتیں بھی

نہایت شوق سے گئیں۔ اور اطمینان سے رہ کر واپس آئیں۔ لیکن باوجود
 اس کے مسلمان وہی مسلمان رہے اور ہندو وہی ہندو۔ جو لوگ بہاؤ
 اور مرد میدان ہیں وہ بہادر ہی سے میدان میں آ سکتے ہیں اور بغیر
 کی پہنسی کے خیال کے اپنے کائنات کی پیروی میں سرگرم رہتے ہیں

اقبال علی

حکومت

بالخاصہ بنی آدم ایک بے دوسرے سے جدا رہنا یا اپنے ہی ذاتِ خاص کے لئے کسی ایسے کام کا پسند نہیں کرتے جس کا فائدہ اُسکے بھائیوں کو نہ پہونچے یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسکو دنیا کے مسلسل تجربہ نے ثابت کر دیا۔

جب کبھی انسان کا کوئی گروہ کسی خاص مقام میں آباد ہوتا ہے تو فطرتی دستور کے موافق کچھ نہ کچھ قواعد مرتب کر ہی لیتا ہے جو باہمی فوائد پر مبنی ہوتے ہیں اور انہیں کے موافق عمل درآمد ہوتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا کسی خاص مقام میں ایک مجمع اس التزام سے قائم ہونا کوئی نئی یا اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ موروثی اور قدرتی ہے۔ لیکن چونکہ انسان اور اس کی ذات۔ قوم۔ ملک و مذہب مختلف الاقسام کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی وجہ سے اس کے انتظامات اور قوانین بھی مختلف ہوتے ہیں۔

منجملہ ان اقسام کے اس کی ہر قسم پر گفتگو کرنے کی توجہ ان ضرورت نہیں۔ مگر یہ جاننا ضرور ہے۔ کہ انسان کے۔ اخلاقی۔ دماغی۔ اور جسمانی حالتوں میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور اس قسم کے کل اختلافوں کی وجہ سے مختلف سوسائٹیاں ہوتی ہیں۔ مختلف قوانین ہوتے ہیں۔ جسکے ذریعہ حکومت کی جاتی ہے۔ اپنے اپنے حالتوں کے موافق انسان کے مختلف گروہ نے علمی لیاقت۔ اور تاریخی شہرت و شہادت وغیرہ حاصل کئے ہیں۔ پس ہر گورنمنٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منجملہ اور علوم فنون

کے خود گورنمنٹ اکیڈمیاں علم پر جسکے قواعد مقرر ہیں۔ اور وہ دو طرح سے ہیں ایک قابل تبدیل دوسرا ناقابل تبدیل۔

حکومت کے فرائض میں محکوم رعایا و ملک کے اخلاقی اور خارجی حالتوں کا دیکھنا اور اوس کی درستگی پر پوری قوت سے مائل ہونا داخل ہے۔ اور کفایت شعاری (سیاست مدن) گورنمنٹ کا ضروری جز ہے۔ جس کے بغیر انتظامات ملکیہ بیکار ہوتے ہیں۔

سوسائٹی کے طریقہ عمل کی نسبت کہ کس طرح کا ہو اور اوس کے قواعد کیا ہوں کسی خارجی علم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ملک کی حالت پر کل انحصار ہوتا ہے۔ مثلاً جو گورنمنٹ کا طرز حکومت انگلستان میں ہو گا وہی طریقہ کسی دور دراز کے دوسرے ملک میں مناسب نہیں ہو سکتا۔ تاہم سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ ایک قوم کے قانون جو ایک زمانہ میں مناسب حال ہوتے ہیں وہی قانون اوس قوم کے لئے دوسرے زمانہ میں ٹھیک نہیں ہوتے۔

(۱) گورنمنٹ کو کہتے ہیں

جب یہ امر تسلیم کر لیا گیا کہ انسان مدنی الطبع ہے تو پھر یہ سوال ہی بچا ہو گا کہ انتظام و حکومت کے لئے کچھ قواعد ہونا چاہیے یا نہیں۔ اور حکومت کے وجود یا عدم کا بھی مسئلہ ایسے موقع پر فضول ہے۔ مگر ہاں خاصہ گورنمنٹ اور اوس کے اغراض و مقاصد پر بحث ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ کے جو

کو ماننا ہوتا ہے۔ مگر اوس میں اس سوال کی گنجائش نہیں ہوتی کہ قایم رہنا یا نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کس طرح وہ گورنمنٹ ہو جس فائدہ کے ساتھ کار بر آری کی جائے۔ اس لئے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کسکو کہتے ہیں۔

کسی سوسائٹی کے باضابطہ چلانے کے لئے جو قواعد مستر کئے جاتے ہیں اور انہیں کو قانون کہتے ہیں۔ اور جس شکل یا واقعات سے ان قوانین کا استعمال ہوتا ہے اور کسکو گورنمنٹ کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دو ملکوں کا ایک ہی باضابطہ قانون ہو۔ اور پھر بھی دونوں کی گورنمنٹیں بالکل جدا ہوں۔ یا برخلاف اس کے کہ دو ملکوں کی گورنمنٹیں ایک ہوں مگر قوانین یا اختلاف ہو۔ چنانچہ اس زمانہ کی جدید ریاستوں میں اختلافات کے ساتھ گورنمنٹیں موجود ہیں۔

پس لفظ گورنمنٹ سے تین جُملے مفہوم ہوتے ہیں:-

۱ گورنمنٹ باضابطہ و قانون بناتی اور اسکا تحفظ کرتی ہے۔

۲ گورنمنٹ وہ شے ہے جس سے احکام قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔

۳ گورنمنٹ اوس مجموعہ انتظامی کا نام ہے جو حکومت کرتا ہے۔

۲ مقاصد گورنمنٹ

اگر مقصد گورنمنٹ مابین سے دریافت کرنا چاہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کے حقوق اور فوائد۔

جلد دوم حسن نسبہ

مگر عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ گورنمنٹ کا مقصد حاکم کا فائدہ ہے بلکہ اس سے زیادہ وسیع اور عمدہ غرض ثابت ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کے معنی پختہ دراز سے عام بھلائی اور بہبودی کے لئے جلتے ہیں۔ بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو گورنمنٹ کے معنی سب سے بڑے نیکی کے ہیں۔

اگر اس امر کی تحقیقات کی جائے کہ وہ کون کون بھلائی ہیں جو گورنمنٹ کے وجود سے ہوئیں یا ہونی ممکن ہے تو منجملہ اوروں کے وہ ایسی بھلائی ہیں جن کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور وہ دونوں محض انسان کے وجود پر مبنی ہیں۔

۱۔ عامہ خلائق کے معاملات تمدنی وغیرہ کا سنبھالنا۔

۲۔ عامہ خلائق کا تمدن ترقی کرنا۔

یہاں تک گورنمنٹ کے فوائد معلوم ہوئے یعنی معاملات کا انصاف اور ملک کی تمدنی ترقی۔

انصاف یعنی عدالت میں گورنمنٹ کا محدود مندرجہ ہوتا ہے اور تمدنی ترقیات میں غیر محدود۔ عدالت کا اقتدار ہے کہ وہ ایسے قواعد بنائے اور عام رعایا سے اس کو تسلیم کرائے کہ ایک دوسرے پر ناجائز طریقہ سے کوئی اثر نہ پہنچا سکے اور تمدنی ترقیات کے لئے ضرور ہے کہ افراد قوم سے ان کاموں میں زور کے ساتھ مدد لے جس سے بڑے بڑے فوائد مرتب ہوں۔ یعنی قواعد اس قسم کے بنائے جائیں کہ ہر ایک

اتفاق - محنت - تقسیم دفاتر متعہ گوشش اور قومی کام کے بے انتہا فوائد حاصل ہوں - اس لحاظ سے گورنمنٹ دھبیون میں تقسیم ہو جاتی ہے - اول عادلانہ اس میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کے متعلق بحث ہوتی ہے - دوم انتظامیہ جس کا تعلق کل مال - محصول چنگی - کروڑ گیری - وغیرہ یعنی سوسائٹی کے متعلق کل باتیں جنکا تعلق دیوانی اور فوجداری مقدمات سے نہیں ہے -

مگر چونکہ یہ دونوں شاخیں قوانین کے ماتحت اور اوسیکی پابند ہوتی ہیں اس لئے وضع قانون دونوں پر بالاتر ہے - اگرچہ مذکورہ بالا بیان اغراض گورنمنٹ پورا کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں مگر صرف اسقدر کافی نہیں ہیں -

جہاں گورنمنٹ ہوگی وہاں اوس کی ابتدا و انتہا از روئے پیمائش اراضی خواہ شمار آبادی جس پر اوس کی حکومت ہے ضرور ہوگی اور اوسے حساب سے ہر ایک ملک خواہ گورنمنٹ کی ایک حد ہوگی خواہ وہ حد بندی ان کے تقسیم قدرتی ہو خواہ ان قانون کی آبادی پر منحصر ہو -

ملاح جو سمندر میں کام کرتے رہتے ہیں اگرچہ ان کے مقامات پر کوئی گورنمنٹ مالکانہ قبضہ نہیں کرتی اور نہ اوس کا اظہار کرتی ہے مگر وہ بھی کسی نہ کسی گورنمنٹ کے ماتحت ہوتے ہیں - اور اوسے گورنمنٹ کے قواعد کی پابندی کی جاتی ہے - اس مجسوسی حالت کا نام - سلطنت - حکومت

خلافت - اور اوس کے اقام کے لحاظ سے - شہنشاہت - جمہوریت
بادشاہت وغیرہ کہتے ہیں - عشر ض نام کوئی رکھا جائے مضموم سب
کا ملک کی مجموعی حالت ہے -

ان مجموعی حالتوں کے اتحاد سے گورنمنٹ کا ایک اور مقصد
پورا ہوتا ہے یعنی ایک ملک کی حفاظت بمقابلہ کسی دوسرے گورنمنٹ
کے ہوتی ہے - اور یہی عشر ض ملک میں فوجی تعلیم وغیرہ کی ہوتی ہے
اس لئے گورنمنٹ کا تیسرا بہت بڑا مقصد اپنے ملک کی حفاظت بمقابلہ
دوسرے گورنمنٹ کے ثابت ہوتا ہے - جس سے اوس ملک کے ہر فرد
بشر کی حفاظت ہوتی ہے -

بشر شخص جو کسی سلطنت کا رعیت ہونا قبول کرتا ہے اوس کی حفاظت
گورنمنٹ ملک کے ذمے ہو جاتی ہے - جہاں بادشاہت ہوتی ہے وہاں کی عیال
تمام شاہی فوج کی بدولت حفاظت میں رہتی ہے اور جہاں بادشاہت نہیں
ہوتی بلکہ جمہوری سلطنت ہوتی ہے تو ہر ایک اہل شہر جو رعایا کی حیثیت
میں نہیں ہوتے استحقاق حفاظت خود از جانب فوج سلطنت جمہوریہ کو نہیں
مگر گورنمنٹ کے ابھی کام ختم نہیں ہوئے - ان سب کے سوا

گورنمنٹ کا ایک ضروری کام رعایا و ملازمین کو اعزاز تقسیم کرنا ہے - تقسیم
خطابات اور تمغوں کی نسبت کچھ ہی کیوں نہ خلاف رائے دی جائے مگر راج
سے ثابت ہو گیا ہے کہ تقسیم اعزاز نے انسانی سوسائٹی میں بڑا تغیر پیدا کیا ہے -

بعض آدمیوں کو روپیہ سے زیادہ اعزاز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان کو کو کسی ایسی خدمت کے صلہ میں اعزاز ملا ہے جو انہوں نے حقیقت میں پوری کی ہے تو یہ انعام اور خطاب نہایت صحیح ہوگا جس سے صاحب انعام کو اپنے خدمت اور انعام کی قدر ہوگی جو اکثر مرتبہ بغیر کسی کافی استحقاق کے بھی ملتا ہے۔ بلکہ قومی خدمت گزاری اور قومی قدر کا حال معلوم ہوگا۔ اور اگر آپ انجام حسب بیان سابقہ بلا استحقاق نہیں ہے تو عام طور سے اس کی شہرت بھی ہونی چاہیے۔ پس گورنمنٹ کے چار مقاصد معلوم ہوئے۔ اول عدالت جس میں دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصلہ ہوں۔ دوم تمدنی ترقیات اور بہبودی عام رعایا۔ سوم فوج سے محافظت ملک۔

چہارم تقسیم اعزاز۔

انہیں چارہ دونوں سے گورنمنٹ کا کام نکلتا ہے۔ مگر وضع قانون ان دونوں سے مستثنیٰ ہے۔ جو سب پر حاوی ہے۔ جس ذریعہ سے ملک میں انتظام ہوتا ہے وہ قانون ہے۔ اور یہ چارہ دونوں کا نفاذ قانون اور حاکم کر ہوتا ہے۔ اس لئے وضع قانون گورنمنٹ کے لئے سب سے بڑی بات ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ گورنمنٹ کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ عمدہ قوانین بنانا اور جاری کرنے کے قبل اس کے ہر پہلو کو دیکھ لیا جائے اور بعد نفاذ کے اس کے تحفظ میں زور دینا چاہیے۔

جلد دوم حسن نسبہ

پھر حسب اقتضائے طبائع اہل ملک ترمیم و تہذیب ہوتی رہے گی۔
 مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گورنمنٹ شروع سے اب تک غیر
 مکمل طور سے کامیاب ہوئی ہے۔ کیونکہ انسان خود مکمل نہیں ہے اور اس کے
 قوانین ہمیشہ محتاج تکمیل رہتے ہیں۔ اور ضروریات آئندہ کے لئے کوئی
 قانون حاوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس غیر مکمل حالت میں بھی راہ راست
 کا سراغ ملتا ہے۔ پس گورنمنٹ کو ہمیشہ غیر مکمل حالت ہی میں سمجھنا چاہیے
 مگر اس کے ساتھ یہ بھی اطمینان ہے کہ مشکل اور فنون کے ایام گذر
 کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی اور تکمیل ہوتی رہے گی۔ جو گورنمنٹ
 یا قانون کی سلسلہ و تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

گورنمنٹ کی تاریخ مثل اور چیزوں کی تاریخ کے پڑھنے کی کیونکہ تہذیب
 ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ اس میں گورنمنٹ کا وجود اس کی
 ترقی۔ اس کی تکمیل۔ انحطاط۔ پھر اس کا کسی دوسری شکل میں
 متحول ہونا۔ پھر عمدہ قواعد بنانا وغیرہ۔ ایسے دلچسپ حالات ہیں
 کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ کی تاریخ کی جانب لوگوں کا رجحان ہوتا ہے۔
 اگر ہم ترقی کے خیال سے چشم پوشی کریں۔ یا بھول جائیں کہ
 کیونکہ ترقی گورنمنٹ کے طرز میں ہوتی ہے تو یقیناً ہم گورنمنٹ کی تاریخ
 اچھی طرح سمجھ نہ سکیں گے۔ یا اُن تغیرات کو نظر انداز کریں جو وہ
 رفتار زمانہ کے ساتھ انسان کے پولٹیکل معاملات پر سختی سے حملہ

ہوتا ہے۔ تب بھی اس فن کی تاریخ ہماری سمجھ میں نہ آئے گی۔ ہمیشہ کے تغیر و تبدل سے ایک بات مستقل طور سے قائم ہوتی ہے اور آخر کو اس میں استقلال بھی پایا جاتا ہے۔

۳ گورنمنٹ کی بنیاد

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس کی خاصیت ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے ملکر رہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ گورنمنٹ کے قیام کی نہایت سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بنیاد کے لحاظ سے دو مختلف جگہ کا بیان کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔ ایک بنیاد تاریخی بلحاظ واقعات دوسری بنیاد منطقی بلحاظ علم سیاست۔

تاریخ جہاں تک ممکنہ مدد دے سکتی ہے ممکنہ معلوم ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کا وجود ابتدا میں فوجی رہنمائی کی حیثیت میں تھا۔ یعنی جو شخص جنگ کے قابل ہوتا یا قوت و جنگ کی ذمہ داری کرتا وہی مجسم گورنمنٹ ہوتا۔

حکومت، خاندانی وہ گورنمنٹ ہے جبکہ اعیان حکومت خاندان ایک بڑے رکن کو خواہ وہ باپ ہو یا بھائی دیدی جائے۔ بعض مرتبہ اس خاندانی حکومت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ اسکو وسعت ہوتے ہوتے متبیلہ قبیلہ پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ اس طریقہ پر اب تک بہت سی قومیں متلاعب وغیرہ اسی قدیم رسم کے پابند ہیں۔ اور یہ طرز حکومت خاندانی

عمدہ گورنمنٹوں نے بھی جنگوشائستگی میں اس وقت بڑا رتبہ حاصل کر
 فایم رکھا ہے۔ مثلاً جس ملک میں کوئی بادشاہ حکومت کرتا ہے تو اوس کی
 جانشینی وہی شخص کرتا ہے جو خاندان میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ طرز
 حکومت خاندانی جو زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ اب تک اوسکا کچھ بقیہ
 حصہ چلا جاتا ہے۔ اسکے قدیم اور ٹھیک ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ
 باپ ہی کے زیر نطرہ بچوں کی نگہداشت و پرورش ہوتی ہے جو خیر
 قاعدہ ہے لیکن اس طرح حکا کوئی حاکم جو خاندانی حکومت کے طریقے سے
 حکمرانی کرے اگر یہ سمجھے کہ کل رعایا اوس کی فرمانبردار اور اوس کے
 حکم پر چلنی والی ہے تو حقیقت میں اوس کی کوئی حکومت نہ ہوگی اور وہ
 اس زمانہ کے طرز حکومت کی راہ سے بالکل بیگانہ سمجھا جائیگا۔ کیونکہ حاکم
 کو حکومت اپنی مرضی کے موافق نہیں کرنی ہوتی بلکہ ملک کے قواعد اور
 رسم و رواج کے لحاظ سے فرمان روائی کرتا ہے اور اگر حاکم ان صفات
 کے ساتھ حکومتی خاندان کا افسہ اعلیٰ ہے تو یہ ایک اتفاقیہ بات ہوگی
 ورنہ خاندانی حکومت اوس معنی میں اب مفقود ہے۔

برخلاف اس کے فوجی سردار جو از روئے تاریخ ابتدا میں
 حکومت کرنے والا اور اپنے مجموعہ اور گردہ کو پورے طور سے ہدایت
 کرنے والا ثابت ہوتا ہے صحیح حاکم پوری قوت کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے۔
 اور خاندانی حکومت کرنے والے اور فوجی قوت سے حکومت کرنے والے

میں یہ فرق رکھا گیا ہے کہ اول الذکر از دے رشتہ برسر حکومت سچا جاتا ہے اور موخر الذکر کے پاس حقیقی عہدہ رہتا ہے۔ فوجی افسر کے پہلے مسند حکومت پر سرفراز ہوتا ہے خواہ اس کو رشتہ خاندان سے رہا ہو یا نہیں۔ اور اس لئے حکومت کی ابتدا فوجی افسر سے ثابت ہوتی ہے۔ جس میں حکومت اور وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہی اور اسی رفتار کے ساتھ یقین ہے کہ فوج کا سپہ سالار شاہ و نادار پادشاہ ملک ہو سکے گا۔

مگر منطقی بنیاد حکومت کے بارہ میں تاریخی بنیاد سے جڑی ثابت ہوتی ہے۔ اس کا تعلق ملکی اخلاق سے ہوتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حاکم کی حکومت کے لئے کونسی ابتدا اور کونسی بنیاد ہے۔ اس موقع پر اختلاف آرا ہوتا ہے۔ ایک فریق جوشاہی حکومت کا قائل ہے وہ کہتا ہے کہ حکومت کے لئے ہمیشہ سے بادشاہ کا وجود لازمی ہے۔ دوسرا فریق جو جمہوریہ سلطنت کا طرفدار ہے اس کا بیان ہے کہ جو کام ایک بادشاہ کی حکومت سے نہیں ہوا وہ جمہوریہ حکومت میں ہو گیا۔ لیکن ایک اور تیسرا خیال ہے جو کہتا ہے کہ حکومت کا انحصار ملک کے حالات اور آدمیوں کے خیالات پر ہے اور اس کے لئے کوئی کلیہ ایسا نہیں ہے جو تمام ملکوں اور وقتوں میں یکساں تسلیم کیا جائے۔ گورنمنٹ کوئی خارجی حسد نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس ملک کے ہر حالتوں سے بالکل

لگا ہوا ہے اور وہ کسی طرح اپنے ماتحت ملک کے رسم و رواج و عادات
 باشندگان اور دوسرے قدرتی حالات اور واقعات سے جدا نہیں ہوتی
 اور طرز گورنمنٹ میں ان امور کا لحاظ امر ضروری ہے۔ یہ اصول گورنٹ
 عقل اور تاریخ سے مضبوط اور ثابت ہوتے ہیں۔ اصول کی رو سے
 سلطنت جمہوری نہایت عمدہ ہے۔ مگر جہاں نصف وحشی آبادی ہو وہاں
 خود مختاری نہایت کامیابی سے چلے گی۔ گورنمنٹ محکوم کی حالتوں
 کے موافق ہوتی ہے۔ اگر وہ صحیح المزاج لایق اور تعلیم یافتہ ہیں تو
 ان کو روز افزون ترقی کے ساتھ ہر سال گورنمنٹ میں انتخاب کی
 ضرورت ہوگی ورنہ تلوار ان کی راہ راست کے لئے ضروری سمجھی جاتی
 ہے۔ پس حکومت کے دو طریقے ہیں۔ ایک جمہوری۔ اور دوسرے
 خود اختیاری۔ جمہوری سلطنت کا ادعا ہے کہ وہ لوگوں کی مرضی کے
 موافق ہوتی ہے۔ خود اختیاری گورنمنٹ کا بیان ہے کہ وہ حکومتی ضرورتوں
 سے ہوتی ہے۔ جس میں ایک شخص کی اسے کی کمالیت بھی تسلیم کر لی
 گئی ہے۔ مگر ایک طریقہ ان دونوں کی بیچ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تک
 جمہوریہ اور خود اختیاری حکومتوں کے عنصر ملے ہیں۔ اور جبکا دارو
 مدار مقام حکومت کے حالات اور باشندوں کے طبائع پر ہے۔
 پس جو ملک اور قوم کے مناظر ہماری آنکھوں کے روبرو ہمیشہ جھپٹتے
 ہیں انہیں کے موافق حکمرانی عقلاً اختیار کیا جاسکتی ہے اور بالکل خود

مختاری یا بالکل جمہوری سلطنت عام طور سے مفید نہیں خیال کی جاسکتی مگر حالات ملک اور وقت سے گورنمنٹ یا تو خود مختاری اختیار کرتی ہے۔ یا جمہوری طریقہ۔ ملک کی جمالت و شائستگی اور وحشت یا علوم و فنون کی ترقی و صلح پسندی اور کاروبار تجارت و صنعت وغیرہ کی وسعت گورنمنٹ کو ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ عہد قانون کے ہونے سے خود مختار سلطنت اچھی طرح حکمرانی کر سکتی ہے۔ مگر خوف یہی رہتا ہے کہ قوت حاصل ہو جائے پھر ظلم و بیابطنگی کی طرف رجحان ہو جاتا ہے اور اسی لئے پادشاہوں کی خود راہی اور بے مابطنگی وغیرہ روکنے کے لئے چند قواعد پابند کرنے کو بنائے جاتے ہیں۔

۴ اقسام گورنمنٹ

عام طور سے گورنمنٹ کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں:-
 اول بادشاہت جسمین ایک شخص اپنی مرضی سے حکومت کرے۔
 دوم امارت - جسمین چند امراء ملک ملکہ حکومت کریں۔
 سوم جمہوری - جسمین کل رعایا ملکہ حکومت کرے۔
 اگرچہ یہ اقسام گورنمنٹ عام طور سے کہے جاتے ہیں۔ مگر مشکل سے کوئی ایسا ملک ملے گا جہاں خالص طور سے بادشاہت یا امارت یا جمہوری رہی ہو۔ سلطنت جمہوری کے اچھے برے ہونے کی نسبت بہت کچھ لکھا پڑا گیا ہے۔ اور قدیم سلطنت جمہوری کی مثال بلکہ بارمیش کی مگر

جلد دوم حسن نمبر

ہے۔ لیکن اس امر کا محاط نہیں کیا گیا۔ کہ حقیقت میں جمہوری سلطنت اپنے اصل معنی میں کبھی نہیں ہوئی صرف اوس کے نام سے تاریخ آشنا ہے۔ اور اسی نام پر بڑا شور و غل مچایا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر سلطنت جمہوریہ میں جو زمانہ سابق میں تھیں۔ غلاموں کی کثرت تھی۔ اور غلام کا لفظ انہیں پر صادق آتا تھا جو ملکی حقوق سے خارج کر دیئے جاتے تھے اور بقیہ لوگوں میں سے منتخب اشخاص حکومت میں حصہ پاتے تھے۔ یہی حال قریب قریب پادشاہت کا ہے۔ کوئی زمانہ یا کوئی ملک ایسا نہیں گذرنا کہ کل لوگ کسی ملک میں ایک پادشاہ کے مرضی کے تابع رہے ہوں۔ امرائے وقت اور متوسلین حکمران ہمیشہ عام متابعت سے علیحدہ رہے اور ان کے حقوق عام رعایا سے افضل ثابت ہوئے بلکہ بعض اوقات امراء وغیرہ کو مساوات کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ ہر بادشاہ کے لئے ایک کونسل یا دیوان رہا ہے جو اوس کے خالص مرضی کو ایک معتدل حالت میں لاکر چلاتا رہا۔ گورکا وٹ کیسے بھی درجہ کی رہی ہو جیسا کہ روس میں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بادشاہ کی ان مرضی بالکل خود مختار نہ کہیں نہیں رہی۔ اوس کی حکومت اکثر پر ہوتی تھی مگر کل پر نہیں۔ کبھی کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہوا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ سب کے سب کلیتہاً بلا واسطہ اسی کے تابع رہتے ہوں۔ روس و روم میں گاہ گاہ ایسی حالت پیش آئی کہ جو کہ ملکی کے بادشاہ

نے کھیتا کل باقون کو اپنے خاص زیر نگرانی رکھنا چاہا مگر پھر ایسے وقت
پیش ہوئے کہ جس سے خود مختارانہ کارروائی حُرک گئی۔ ان باقوں
معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کی تقسیم محض معنی کے اختلاف ظاہر کرنے کو ہر
ورنہ قریب ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ کہیں بادشاہت کہی جاتی ہو
اور کہیں امارت اور کہیں جمہوری۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ان میں
باہمی فرق کیا ہے۔ بادشاہ تمام قوم اور کل سلطنت کا مالک اور کل
ہوتا ہے۔ اس سے کل انتظام سلطنت متعلق رہتے ہیں۔ کل انوار
کا وہی صدر رہتا ہے۔ صلح و جنگ کا اس کو اختیار رہتا ہے۔ وہ ایک
چشمہ ہے۔ جہاں سے اغراضی منفعہ بکھلتے ہیں۔ بادشاہت کے منصب
ایسے صاف صاف ہیں کہ جہاں بادشاہت نہیں ہوتی وہاں عینی
طور سے بادشاہ کے فرائض پورے کرنے کو کوئی شخص مامور ہو جا
ہے۔ مثلاً پریسڈنٹ۔ وغیرہ۔

مالک و گیر سے تعلقات رکھنے میں بادشاہ اپنے ملک و قوم کا وکیل ہوتا ہے
اور ملکی معاملات میں انتظامیہ کارروائی اوس سے متعلق ہوتی ہے
اور یہی وجہ ہے کہ بادشاہت موروثی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انصاف
ہونا لازمی ہے خواہ سلطنت اور ملک کی کوئی حالت ہو اور اس میں
یکے ہی تغیرات کے جائین مگر عدالت کی کارروائی متقل طور سے
برابر رہنی چاہیے۔ اور اس لئے متقل طور سے ایک شخص کو ہمیشہ

قائم رہنا چاہئے۔ جس کے نام سے انتظامی امور کا نفاذ ہو۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کبھی نہیں مرنے والا ہے۔ قوم کا استقلال۔ عدالتی کارروائی کا استقلال و قیام سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے جب کوئی فوجی شخص حکمران ہوتا ہے تو اس کے مرنے پر بقیہ لوگوں میں حکومت کے لئے بڑے بڑے جھگڑے ہوتے ہیں اور جب انہیں سے کوئی شخص اپنے آپ کو الگ بنا لیتا ہے تب کمین انتظام از سر نو شروع ہوتا ہے۔

اس معنی میں بادشاہ کی قوت اور اختیار کے نسبت ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ مستقل طور سے امور انتظامیہ کا مسئلہ کیا جاتا ہے تو اس حالت میں وہ بادشاہ با اختیار رہے گا۔ مگر حکومت نہ رہے گی۔ اگر بادشاہ اپنی مرضی کے موافق کارروائی ملکی میں دخل دیتا ہے تو جو خیالات رعایا کے اس کی نسبت پہلے قائم کئے گئے ہیں وہ باقی نہیں گئے۔

کیونکہ یہ ایک عام مقولہ ہے کہ بادشاہ سے غلطی نہیں ہوتی اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ بادشاہ کے فرائض براہ راست رعایا سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ اس کے فرائض اسکے مفصل سے متعلق ہوتے ہیں جس کی غایت یہ ہوئی کہ وہ صدر امور انتظامیہ ملکیہ ہوتا ہے اسلئے انتظامی حالتوں کی غلطی اور صحت سے اس کو براہ راست تعلق نہیں ہے لیکن جب وہ براہ راست دخل معاملات انتظامیہ ملکیہ میں دیکتا تو قانون

کی غلطی نفع قانون تک محدود نہ رہے گی بلکہ اس کے دخل دینے سے غلطی کا اطلاق ادھر پہنچ جائیگا۔ اور جب تک وہ اپنے اختیار وں کو بڑا راستہ کی معاملات تک نہ پھونچا لیگا اور وقت تک کوئی غلطی قانون نے غلطی سمجھی جائے گی۔

جب بادشاہ قوم متحدہ کا ایک صدر تسلیم کیا گیا تو اُمراء ماتحت اختیار اور مدارج پر قابض سمجھے جائیں گے۔ بادشاہ تمام ملک کا مالک ہو تا ہے۔ اُمراء درجہ دار فوج وغیرہ کے حصوں پر حکومت کرتے ہیں۔ تعلیقہ اور جاگیر معاوضہ خدمت فوجی دی جاتی ہے۔

امارت کے تین درجے ہیں :-

اول - سلطنت کے کسی ایک حصہ کی حکومت۔

دوم - بادشاہ کی ماتحتی میں کسی عہدہ کی انتظامت۔

سوم - تمام ملک کی فوج میں سے کسی حصہ فوج کی کمانڈ (حکومت)

زمانہ گزشتہ میں امیروں یعنی جاگیر داروں کو زمین دیکر صرف فوجی اہل کے لئے رہتے تھے اور ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے

کار نمایاں کئے۔ جس سے یہ طریقہ و زافروں ترقی پکڑا گیا۔ مگر جس ملک

میں یہ گزرا اُمراء یعنی امارت موقع اور وقت کے مناسبت سے اپنی اصلی

امارت سے متجاوز ہو کر حکومت کلی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جہاں بجائے

کہ امیروں سے معاوضہ میں فائدہ پہنچنے اور تمام سوسائٹی کی طرف سے

دکالسا پیش ہوں وہ خود عمان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی ہیں اور اس طرح حکومت امارت کی بنیاد والین اوس وقت وہ ملک نہایت درجہ کی سخت بلاؤں میں مبتلا ہو جائیگا اور اوس ملک کی تباہی فوراً ہو جائے گی۔ کیونکہ چند خاندان کا برسر حکومت ہو جانا سلطنت کی تباہی کی بڑی دلیل ہوتی ہے۔ جس ملک میں بادشاہ اور امراء بھی ہوں وہ اوس حالت سے بالکل جدا ہے جب کہ صرف امراء کی حکومت باقی رہ جائے۔

اب جبکہ سوسائٹی کی کیفیت حکومت شخصی اور حکومت امرائے ملکی بیان کی گئی تو اب صرف جمہوریہ حکومت کا بتلانا باقی رہ گیا ہے۔ جس طرح شخصی اور امراء کی حکومت کی تباہی کے مقاصد ان دونوں کے تمدنی ترقی اور عام بہبودی خالق ہے اوس طرح جمہوریہ کا بھی یہی مقصد ہے۔

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ ایک ملک کی حکومت ایک شخص یعنی بادشاہ کے ہاتھ میں رہے۔ لوگوں کو اپنے ہاتھ میں حکومت لینے کا کیوں شوق رہا کرتا ہے۔ اس کا جواب بھی بہت آسان ہے۔ کہ جب کہ عام معاملات میں ایک شخص کی رائے سے ناجائز دست اندازی ہوتی ہے۔ رعایا کے ملکی اور قومی فوائد کو خطرہ رہا کرتا ہے۔ اور موجودہ وقت سوسائٹی کے کامیابی اور ناکامی پر ہر ایک شخص کی عزت و حرمت جان و مال کا انحصار ہے تو اوس وقت ہر شخص کو اپنی رائے دینے اور معاملات میں شرکت کر لینا

حق حاصل ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ گورنمنٹ کی رفتار اوس کی رائے کے موافق ہو۔ خواہش یہی کی جاتی ہے کہ لوگوں کی خواہش پوری کی جائے جس کی اور کوئی وجہ بجز اسکے نہیں ہے کہ ”لوگوں کی خواہش“ ہے۔ اس سے زیادہ ایک اور بات مقبولیت کی یہ ہے کہ علی العموم ایک باخدا اہل غرض مستحب شدہ لوگوں کی رائے بہ نسبت کثیر التعداد لوگوں کی راجوں کے جو معاملات ملکی سے دخل رکھتے ہیں زیادہ ترمانے کے قابل ہوتی ہے اگرچہ یہ لازمی بات نہیں ہے مگر اسکان سے خارج بھی نہیں اور نہ جمہوری سلطنت کے قیام کی یہ کوئی معقول وجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ کہ لوگوں کی رائے حکومت چلانے کے لئے سب پر فایز سمجھی جائے۔ قانون مرضی کا تابع نہیں ہوا کرتا مگر قانون کا مندرجہ ہے کہ وہ انسان کی ضروریات اور حوائج کی تلاش کرے اور ان کو پورا کرے۔ اس لئے انسان کی مرضی و فتن نہیں ہو سکتی کہ کاروبار کا انحصار اوس پر کیا جائے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کسی عہدہ سے پاگل ہو گیا ہو اوس کی رائے غرض آمیز ہونے سے فائدہ بخش نہ ہو گی۔ اسی طرح ایک گروہ کسی خاص جوش یا کیفیت سے اوس طرح راہ راست سے ہٹک جائے جس طرح ایک منفرد شخص اچھے کو بُرا یا بُرے کو اچھا کر دینا جسطح بادشاہ یا امدار کے اختیار میں نہیں ہے اوس طرح عام رائے بھی ایسا پورا نفس پر پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن اگرچہ عام رائے قطعی عمدہ اور سب

سے اچھا فیصلہ کرنے پر قادر نہ ہو۔ مگر تاہم بہت سے معاملات ملکی عام
 رائے کے محتاج رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا نے عقل و تمیز دیا ہے ان مختلف
 طریقوں سے ان کے فوائد پیدہ ہیں اور سہ کار کو اپنے تمدنی اور ملکی فواید
 کی غرض سے معمولات ادا کرتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کون سا
 رکاوٹ کی ہیں۔ کمان سے کون شہر کا لدا لہی چاہیے۔ اور اس طرح
 اکثر صیغ اور ضروری نتائج نکالنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ بہ نسبت ان
 لوگوں کے جو محض سوچا کرنے میں اور جنگ و قوت مدرکہ اچھی دمی گئی ہے مگر
 اون پر کسی قسم کا دبدہ نہیں پڑا۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ دباؤ بڑا محرک
 اور معلم ہے۔ قریب قریب کل ملکوں میں ایسے قوانین جاری کئے گئے تھے
 جو عام باشندوں کو نہایت مضر اور تکلیف دہ تھے ان کی اصلاح اولین
 عمل درآمد ہونے کی قابلیت انہیں عام رائوں سے ہوئی ہے۔ چنانچہ
 انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اور امریکہ کے قوانین جو شروع میں عام
 قیاس کے خلاف تھے بعد کو بتوسط یا بلا توسط عام رائے درست ہو کر
 آج تک نہایت خوبی اور عام اطمینان کے قابل چل رہے ہیں۔
 اگر ہم انگلستان کے قواعد کو جو ولیم کے پہلے اور بڑے اعظم یورپ کے
 کو فرانسسی رولوشن کے پہلی تاریخوں میں دیکھیں اور صرف قوانین
 ملکی ہی نہیں بلکہ رسم و رواج آزادی اور پابندی وغیرہ۔ تو معلوم
 ہوگا کہ عام رائے سے کس قدر اس میں صفائی اور درستگی آگئی ہے۔

عام رائے کے معنی اگر صحیح طور سے استعمال ہو تو غیر فدراری کے ہیں۔ اور معاملات ملکی میں غیر فدراری سب سے بڑا جوہر ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے عام رائے کو ہم حکومت چلانے کے لئے قابل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگرچہ یہ تمدنی حالتوں کے درست کرنے کا زبردست آلہ ہے جس سے آزاد خیال لوگوں کو انکار نہیں مگر حکومت کے لحاظ سے جس میں کل باتیں آخر میں عام مرضی پر منحصر ہو جاتی ہیں عام رائے سبب نہیں ہوتی جو اگرچہ ایک وقت مثل اعلیٰ درجہ کے خود مختار انہ سلطنت کے مناسب وقت خیال کی جائے۔ مگر زمانہ کے تغیر سے سوسائٹی کا تغیر لازمی ہے۔ اور اس لئے پیچیدگی کا بڑھنا ضرور ہے اور اس وقت عام رائے عموماً مفید عنصر نہ ہوگی۔

۵۔ باضابطہ اور پینچایتی حکومت

یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عمدہ گورنمنٹ کے لئے تین اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے
اول۔ بادشاہ اور عدالت۔

دوم۔ گروہ اُمراء۔

سوم۔ حقوق اور فوائد عام رعایا۔

اب یہ خیال ہوتا ہے کہ آیا کوئی طے یقہ ایسا عمل میں آسکتا ہے کہ سلطنت میں ان تینوں اجزاء کا مشمول عمدہ طور سے رہے اور سلطنت کو کسی اتفاقیہ خرابی سے حفاظت ہو۔

واضح ہو کہ عمدہ گورنمنٹ وہ کہلائی جائے گی جسکے بیان آزاد۔ ریٹرو سٹیٹ
خوش اطوار رعایا ہوگی۔ جو اپنے فرائض کو بخوبی سمجھ کر کامل آزادی کے ساتھ
پورے طور سے قواعد کی پابندی کرے گی۔ حقیقت میں اگر ایسی حالت
ہو تو گویا وہ گورنمنٹ اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب ہو گئی۔ جسکے لئے یہ
ضرورت نہیں ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دے بلکہ یہ ضرور ہے کہ ایسے قواعد
جاری کرے کہ جرایم کا انداد ہو جائے۔ تمام رعایا کو اچھی طرح دشمن
کر دے کہ جرایم قانونی اور دیگر افعال بد نہایت خراب اور بدنام کنندہ
ملک میں اور خوش اطوار اور نیک کردار لوگوں کے ساتھ کامل آزادی
اور صفائی کے ساتھ برتاؤ ہوگا۔ اور جرایم کے مرتکب ہمیشہ اور بہت جلد
اپنے کیفر کردار کو پھونچیں گے۔ یہ سچ ہے کہ انسان کو اس قدر مختلف خیالات
اور خواہشات رہتے ہیں جس سے اس کی حالت محض مصنوعات کے
موافق ہمیشہ کے لئے ایک ڈبنگ پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ نیکی و بدی کا
ہونا اقتضا سے بشریت ہے مگر عمدہ گورنمنٹ کے سلسلہ انتظام پر انسان
کے فطرتی افعال بہت کچھ منحصر ہیں۔ اس کو اپنی طرف سے اچھی طرح
تیار رہنا چاہیئے۔ خواہ رعایا کے ملک بالکل حسب خاطر نہوں وہ خود رفتہ
رفتہ پابندی قواعد اور ترغیب و تعزیر گورنمنٹ نیک کردار ہو جائیگی۔
پس کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ کل فریق سلطنت کا فائدہ ملو تاکہ
اس سوال کا جواب تجربہ پر منحصر ہے۔ جو کچھ اصول و قواعد سے مستخرج

ہو مگر یہ مسئلہ درہم کہ گورنمنٹ محض کتابوں میں پڑ بنے یا صرف خیال پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ گورنمنٹ سرنا پائل عمل انتظام پر منحصر ہے اور انتظام گورنمنٹ مقامی حالتوں اور رعایا کی عادتوں پر موقوف ہے۔ پیسج کر کہ پولٹیکس کا علم ہوتا ہے مگر حکومت تو محض تجربہ پر منحصر ہے بار بار آزمائش و ناکامی ہوتی ہے مگر بار بار کی آزمائش سے ایک مرتبہ کامیابی بھی ہوتی ہے اور وہی اصول گورنمنٹ کے قرار پاتے ہیں۔ پس گورنمنٹ کے تین اجزاء یعنی بادشاہ۔ امراء۔ رعایا۔ ہیں۔

بڑی بڑی لغتیں اور تجربین اس امر کے بیان میں پیش کی گئی ہیں کہ ان تینوں گروہ کا اتصال کی سطح ممکن نہیں ہے۔ مگر انگلستان کے طرز حکومت نے جو عرصہ دراز سے جاری ہے کل تقاریر و تجارت کو روک دیا۔ جہاں ان تینوں کا پورا اتحاد کمالیت اور آزادی کے ساتھ ہے۔ گو اس کو عام طور سے کامل نہ کہا جائے مگر طریقہ کارروائی بلحاظ حالات ملک و رعایا اس طرح رکھی گئی ہے کہ انگلستان نے اپنی ناموری و عزت و عظمت کو ایک چھوٹی اور حقیر حالت سے تمام دنیا میں پھیلایا۔ اس باضابطہ حکومت کا یہ نتیجہ ہے کہ آج انگلستان کی ماتحتی میں ضرب المثل بڑی بڑی نوآبادیان اور مہندستان ہے۔ انگلستان کی حکومت بمقابلہ کسی دوسرے بادشاہ کے صرف برابر نہیں ہے بلکہ تنہا انگلستان بمقابلہ کل سلطنت ہائے یورپ کے ہے۔ جو تاریخ جغیر

سے ثابت ہے۔

اب انگریزی طرز حکومت کا کیس قدر مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ ہے کہ بادشاہ موروثی مالکِ مملکت ہوتا ہے۔ اور وہی پہلا شخص ہوتا ہے جس کے نام سے کل عدالت اور انتظام کا کام ہوتا ہے وہی سرِ حشمِ اعزاز و استیاز ہوتا ہے۔ صلح و جنگ کا اوسیکو اختیار بادشاہ کو پورا اختیار ہے کہ جس آف لاء ذر اور جس آف کا منر کے پاس کردہ قوانین کو منسوخ کر دے۔ لیکن یہ حق قانونی ہوتا ہے محض اختیار ہی نہیں ہے اور اس وقت دونوں فریق کو اپنے عزرات بیان کرنے کا پورا موقع ملتا ہے۔ اور بادشاہ اپنی مرضی کے موافق عمل کر نہیں کرتا بلکہ قانون کے موافق۔ جو صرف رعایا کے حق میں مفید نہیں ہے۔ بلکہ بادشاہت کے حق میں۔ کیونکہ اس سے جو خراب نتیجہ بادشاہ اور رعایا کے مابین بد مزگی کا ہوتا ہے وہ رُکا ہوا رہتا ہے بجائے اس کے کہ وہ منہگامہ پردازیاں ہوں جن سے بادشاہ کی جان معرضِ ہلاکت میں ہو جائے کم سے کم اوس کو تخت سے علیحدگی پر مجبور ہی ہو۔ ایسی حالت میں بادشاہ کے خاص مشیرِ علیحدہ یعنی تیل کر دئے جاتے ہیں۔ اور لوگوں کی مرضی کے موافق وزارت کے تہاولہ سے بادشاہ کا وجود گویا از سر نو قائم ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے۔ اس عمدہ اور قابلِ تعریف طریقہ

سے بادشاہ کے سر پر سے جواب دہی اُتر جاتی ہے۔ اور صرف بُرائی کی ذمہ داری وزارت پر رہتی ہے اور اس سے ہمیشہ کی تبدیل ہمیشہ کی مضبوطی کے ساتھ ہوتی ہے۔

پس جب کبھی ضرورت ہوئی تو بادشاہ کی وزارت تبدیل کر دے مگر حکومت کسی تبدیل نہیں ہو سکتی۔

انگلستان کے طرزِ حکومت سے ہمارے اکثر ناظرین واقف ہونگے کہ۔ حکمران۔ پارلیمنٹ۔ یا دوسرے لفظوں میں محض پارلیمنٹ حکومت کرتی ہے۔ پارلیمنٹ کے دو طبقے ہوتے ہیں۔
ادل ہوس آف لارڈز۔ یعنی طبقہ اُمراء جس میں اکثر موروثی جاگیر دار و رؤسا ہوتے ہیں۔

دوم ہوس آف کامنز۔ یعنی طبقہ شرفاء جو عام لوگوں کی طرف سے منتخب ہو کر وکالتا پارلیمنٹ میں نشست کرتے ہیں۔

جو قانون بنائے جاتے ہیں۔ اونکی بناء ہوس آف کامنز میں ہوتی ہے۔ مگر دونوں طبقوں کی منظوری کے بعد حکمران وقت سے تصاذ لی اجازت لی جاتی ہے۔ غرض ایک قانون کے بننے میں تین اجزائے حکومت کی منظوری ضروری ہے۔ بادشاہ کو اختیار ہوتا ہے کہ قانون پیش کردہ کو غرض کر دے۔ اس کو صلح و خجگ کے بھی اختیارات ہوتے ہیں۔ مگر زمانہ دراز سے کوئی بادشاہ ذاتی اقتدارات پر عمل آور نہیں ہوا

دو نون بلقون یعنی پارلیمنٹ کی منظوری پر بادشاہ کا بھی صاد ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے انگلستان کی حکومت میں ہر سہ اجزائے سلطنت۔ یعنی رعایا۔ امراء۔ اور بادشاہ۔ کا فی طور سے شریک ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ۔ ہوس آف کامنز کو ہوس آف لارڈز۔ سے زیادہ قوت ہے اگرچہ ماتحت ہے اس لئے یہ کہنا نازیبا نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک قسم کی جمہوری سلطنت ہے۔

چونکہ طرز حکومت انگلستان سے ہمارے ناظرین کو یقیناً واقفیت ہے اس لئے ہم یہاں پر اسی اختصار کے ساتھ اس دلچسپ مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ شاید کسی وقت تفصیل کے ساتھ لکھ سکین گے فقط

حَسَن

بقیہ سہ ماہیہ نیلگری

(ملاحظہ ہو حسن نمبر ۱ جلد ۲)

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ پیر ۱۳ شعبان

آج آٹھ بجے بیدار ہوا۔ مطلع صاف ہے۔ آفتاب روشن ہو رہا ہے۔ کم ہوا۔
برک فاسٹ ۲ بجے ہوا۔ آج پولو میاچ ہے۔ گورنرس ٹیم اور چالیکاہ (نظام)
ٹیم کھیلنے گئے۔ میں نے ہروڈ ٹیم کے مہتمم کو اطلاع دی کہ جو ٹیم بازی ہوگا
اوس کو ایک ٹپ (پیالہ) فیٹی ماحصہ دینگا۔ چنانچہ آپ بھی۔ پی۔ آر
کمپنی واقع مدراس کی شاپ سے آپکا۔ ود پھر کے بعد سبزی کا جواب شکر
آمینر پھونپنا۔ آج تین پہر کو اسٹیم (دعوت) اور ٹنس (قسم کھیل)
پارٹی مقرر تھی۔ اور ٹنس گروند صفا اور آراستہ کیا گیا ہے۔ اور اسکا
اکل و شرب بھی مہیا کیا گیا ہے۔ دائیٹر گارڈ سے بیاٹ بھی آیا ہے۔ ایکس
سے زیادہ یورپین کی دعوت ہوئی ہے۔ لیڈی کمانڈر انچیف اور دیگر
مغربی لیڈیوں کے جواب افنا لی بھی آچکے ہیں۔ گورنرس ٹیم کے سکری
نے چٹھی لکھی کہ ہم بوجہ میاچ کے ایوننگ پارٹی میں نہیں آسکتے ہم کو
اس دعوت سے بڑھ کر خوش اوس وقت ہوگی کہ ہم آپ کا کتبتین
الغرض کل تیار یان ہو چکی تھیں کہ ہم بجے سے غلیظ ابر نمودار ہوا اور
نہایت شدت سے بارش ہونے لگی۔ جس سے مہمانوں کے آنے کی
امید بالکل منقطع ہوئی۔ ساڑھے پانچ تک بارش ہوتی رہی ٹینس گروڈ

بالکل مغل آلود ہو گیا۔ ۶ بجے کے قریب ایک ڈاکٹر لیڈی اور ایک جٹلین پھونچے۔ بیانڈ شروع ہوا بعد چائے خوری کے گلگشت کو نکلے تھے کہ پھر پانی شروع ہوا۔ اور ساڑھے چھ کو کہین کم ہوا۔ مہاراجہ وزیا نگرم۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ٹی۔ ساڑھے چھ بجے تشریف لائے پھر پریوٹ سکریٹری اور اسٹاف ڈاکٹر اور منیجر آف دسی ہوس جو پین تھے موجود تھے۔ مہاراجہ نہایت خلیق اور منساہن کاڑی سے اترتے ہی بڑے تپاک سے شیک ہند کیا اور بہت دیر تک بات چیت کرتے رہے۔ ۷ بجے مہاراجہ رخصت ہوئے۔ ابر گھڑا ہوا ہے۔ بیانڈ کو حضرت ویدی گٹر۔ کیونکہ کسی کے آنے کی امید بوجہ بارش غریبی تھی۔ ساڑھے سات کو ڈنر ہوا۔

۳۰ رمضان ۱۳۵۶ھ بمطابق جمعہ

آج ساڑھے نو بجے بیدار ہوا۔ سوئی کم ہے۔ دو تین روز سے روزہ پانی بہت کم اب بارش کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ اکثر لوگ چلے جا رہے ہیں چنانچہ گورنر صاحب ضلع کنجاں کے دورہ کو گٹر ہیں۔ اور مہاراجہ پید کوٹہ۔ اور راج صاحب ونکٹ گیری۔ اور اکثر یورپین عمدہ داران پہار کے نیچے چلے گٹر ہیں۔ مین پیر کو آخر شرطین اور اسپورٹس تھی۔ مگر تین بجے سے بارش شروع ہو گئی۔ اگرچہ ساڑھے ۴ کو ترشح کچھ کم ہوا لیکن ابر محیط تھا۔ پونے پانچ کو مین مع ہر ایمان شرط گاہ جانے سوار ہوا راستہ میں معلوم ہوا کہ بوجہ

بارش ششہرہ موقوف کی گئی لہذا میں اسپنسر اور بیڈم پیل وغیرہ کی شاؤن کو گیا اور کچھ سامان خرید کیا۔ ساڑھے چھ کو مکان کو واپس آیا۔ بجے ڈنر ہوا۔ بہت سی چٹیاں بلدہ کو عید کی مبارکبادی میں لکھا۔ ساڑھے نو بجے میں اور ڈاکٹر صاحب انی روم میں بال کی دعوت میں جا کر شریک ہوئے اور پونے تین بجے واپس آئے۔ یہ جلسہ پچکرس (ناکٹھا مردوں) نے ناکٹھا اسپتال میں کروا دیا تھا۔

غرضتوال اکرم ششہرہ پوری شنبہ

آج منجے بیدار ہوا۔ اگرچہ ابرو باران نہیں ہر لیکن سردی زیادہ کر اور ٹھنڈی ہوا پیل رہی ہے۔ آج عید الفطر ہے۔ مراد علی صاحب اور میر حسن علی صاحب عید کی نماز کو گئے تھے۔ چونکہ اب بارش تین پہر کو روزانہ ہونے لگی ہے اس لئے اخیر شہر میں جو باقی بچان آج صبح کے دس بجے ہوئیں۔ میں شنب کو بال میں جا کر ۳ بجے واپس آیا تھا۔ اس لئے بوجہ تھکاوٹ کے جانہ سکا۔ علاوہ اس کے آج عید کا دن تھا معمولی رسوم عید کے ادا کرنا تھا۔ بہر حال نہایت خوشی سے عید کے معمولی رسوم ادا کئے گئے۔ نواب وقار الامرا بہادر کی بھی دعوت تھی اور نواب صاحب نے ساڑھے سات کو رونق بخش ہوئے اور ساڑھے نو بجے رخصت ہوئے۔ پونہ گم اور کاظم علی صاحب دس بیون ٹھہر کو گئے جہاں بند و بست ساقی سے ہی ہو گیا تھا۔ میں آج مدراس پریسٹنسی کے سر شہر مال کی تاریخ کو

نہایت شوق و دلچسپی سے دیکھتا رہا اور جب کو چند روز سے مطالعہ کرتا ہوں۔

۲۔ مرثوال سلسلہ ہجری یکم شنبہ

آج فوج بیدار ہوا۔ سردی بالکل نہیں ہے۔ چونکہ آج روز یکشنبہ ہے۔ نوپ جو روز ۱۲ بجے چلتی تھی آج دس بجے چلی۔ سلاطے گیارہ کو نواب وقار الامرا بہ حسب وعدہ برک فاسٹ پر قشرف لائے۔ ہمارے بنگلہ سے دو میل فاصلہ پر نہایت پرفضا جنگل میں پہلے ہی سے پکنک کے تیاری کرائی گئی تھی۔ ہم گاڑیوں میں سوار ہو کے وہاں گئے۔ دسترخوان بہت لطافت سے چاہوا تھا۔ ٹر فیشب جوئے کی وجہ سے سردی بہت تھی اور تمام زمین غم اور افسوس غصہ سے بھاڑ دکا تھا۔ بخوری دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سردی تلونوں سے سر میں پڑتی ہے۔ اس لئے چند گمانس کے گٹھے فرش کے نیچے بچھائے گئے۔ اسپریشے سے سردی کچھ کم معلوم ہوئی۔ ۱۲۔ کے بعد کھانا ہوا۔ قریب دو بجے وہاں سے واپس چلے۔ اور سیدھے نواب وقار الامرا بہادر کے دولت سرا پر آئے۔

ڈاکٹر یوسف علی صاحب کا مزاج نادرست ہونے کی وجہ سے پیدل سیدوں کے ہمراہ مکان کو چلے گئے۔ جو وہاں سے ۳ میل تھا۔ ۵ بجے بجہاں نوشی کے میں مکان کو واپس آیا۔ غلام رسول اور میرزا کاظم علی ہمراہ تھے۔ ۹ بجے ٹوڑ ہوا۔

۳۔ مرثوال سلسلہ ہجری دوشنبہ

آج فوج بیدار ہوا۔ کس قدر سردی ہے۔ طلوع صاف ہے شب میں یہ بات قرار پائی کہ چار شنبہ کی صبح کو میان سے بگلور کی طرف کوچ ہو۔ اور سنٹر صاحب کا

نارایا کو آپ بنگلہ سے میوہ ہوتے جائے۔ آج پولویاچ ہے۔ اگر شام کو باتیں ہو تو لطیف ہوگا۔ مگر بسبب بارش پولونہ ہو سکا۔ آجکا تمام دن بڑی بڑی لطفی و کھٹ سے لگا۔ مین تمام روز بستر سے اٹھ نہ سکا۔ آج شب کو چنڈیور پین کو ڈنڈ کی دعوتیہ ہے۔ ساڑھے سات سے مہمان آنے لگے۔ اور ۸ بجے ڈنڈ کے میز پر گھر خفیہ تھا ترشح تھی۔ اور سردی بھی زاید تھی۔ دعوتوں کے اتمام یہ ہیں:-

ہنر کسنسی اجونی وکیل۔ لارڈ شپ انگلڈ۔ کرنل مارٹا اولنس۔ کرنل مہر جس۔ مس آشلن۔ مس فوٹگا۔ چونکہ میز پر جائے کم تھی۔ اس لئے صرف ڈاکٹر شریک ہوئے تھے۔ دس بجے برخواست ہوئی۔

۴۴ شوال سنہ ۱۳۵۱ ہجری سنہ ۱۳۵۱

آج ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا۔ سردی خوب ہے۔ مقیاس اخوات ۶۳ درجہ پر ہے اور ابر خستہ آسمان ہے۔ طبیعت بہت مست ہے۔ فی الواقع اب بیان کی آب و ہوا اچھی تری۔ مزاج تمام دن مضحل رہتا ہے۔ اور اب ہمارے قیام میں ایک ہفتہ بانی ہے۔ کل میان سے کوچ ہوگا۔ اور بنگلہ ورجائیں گے۔ تمام دن کہیں باہر نہ جاسکا۔ رات کو ۸ بجے ڈنڈ کھایا۔ دس بجے شب کو چپراسی اور دو مغلائی باورچی اور ایک انگریزی باورچی اور فراش ورحمان علی وغیرہ لوگ مع سامان راہی مشا پام ہوئے۔ یہ لوگ مع سامان بنگلہ ورجائیں گے۔ ۱۲ بجے آرام ہوا چونکہ مین کل منیگری سے رخصت ہوتا ہوں۔ اور نیلگیری موسم سرما میں گورنر مدراس کا دارالحکومت ہے۔ اس لئے مجھے اکثر بیان حکام مال سے ملنے اور یہاں

مالی قوانین کے دیکھنے کا اتفاق رہا۔ اس موقع پر مدراس پریسٹنسی کے زمین
مالی کا چٹائی بیان کرونگا۔

غالباً یہ قوانین ہمارے ممالک تلنگانہ کے لئے بہت کچھ مفید

ہونگے فقط

میں

تاریخ انتظام محاصل اراضی احاطہ مدراس
 ریویو بورڈ میں مجلس مقرر ہوئی۔ بندوبست مائیکرونی مع اور ابواب کے مجلس مائیکرونی
 اقتدار میں ہر۔ مجلس مذکور کا ادلی فرض منصبی یہ ہے کہ محاصل کی تحصیل وقت پر
 کی جائے۔ علاوہ اس کے یہ کام ہیں کہ کرکٹ کی آبادی۔ کشکاری۔ برآمد اور درآمد
 صحت اور ترقی کے نسبت مفصل کنیت مرتب کر کے رکھے۔ مجلس مذکور خاص خاص
 قندون کی اخراجات کا بندوبست کرنی ہے۔ نابالغوں کی جائداد کو کورٹ آف
 وارڈ کی حثیت میں اپنے تفویض میں رکھتی ہے۔ جو عطیہ رقوم کہ وقف ہوتے ہیں
 اون کو بر موقع منسج کرتی ہے اور کشکاریوں کے مقدمات جو سرکاری فیلڈ
 سے غفلت رکھتے ہیں اون کو مجلس مذکور طم کرتی ہے۔

ایک فائدہ کے رو سے مجلس مذکور کے ممبروں میں مختلف کام کی
 حیثیت سے اون کے سرانجام دہی کے لئے تین مختلف طریقے مقرر ہیں۔ جو کام
 یا دو ممبر یا کم یا خود یا انجام دیتے ہیں وہ اور ممبروں کے روبرو بھی پیش ہو
 ہیں اور اس طرح گورنروں کی کونسل کے موافق کسی ایک کام کے انجام دہی
 لئے بورڈ میں ہی کام کیا جاسکتا ہے۔

افسارین اصطلاع ہر ایک کلکٹر کی تفویض میں (جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتا ہے)
 ایک ایک ضلع دیا جاتا ہے۔ جیسے اسکا۔ جوائنڈ اور رہنا ہے اور اسکے ماتحت سب کلکٹر
 ہ دھار۔ پٹی کلکٹر۔ رہتے ہیں۔ کلکٹر مذکور ادون جدا اشخاص پر حکومت اور مالی
 کرتا ہے جو بندوبست محاصل لازم ہیں۔ کلکٹر اس صدر خزانہ کا دفتر دار ہے چنانچہ

تعلقہ کا خزانہ بھیجا جاتا ہے اور جس جگہ اسٹامپ کا بڑا ذخیرہ فروخت کرنے کے واسطے جمع رہتا ہے۔ کلکٹر کو یہ بات بھی دریافت کرنی پڑتی ہے کہ آیا یہ محل اراضی وقت پر جمع ہو گیا ہے یا نہیں۔ اور جو رقم مالگزار کی رعایا سے باقی رہی ہو اس کی ادائیگی کے لئے تجویز مناسب عمل میں لائے۔ کلکٹر کو رعایا سے باقی ماندہ کا بندہ دے کر مقرر اور سرحدی تنہا نزع کا فیصلہ کرنا ہے۔ اور معاملات دیہات۔ بدستارگی کے وقت بھی اسی سے فیصلہ پائے ہیں۔ زمیندار اور کاشتکار کے درمیان جو معاملات ہوتے ہیں ان کا فیصلہ بندہ دے دینا چاہیے اور نوکل ہند جو شارع عام و دیہات افغان وغیرہ کے لئے جمع کئے جاتے ہیں ان کی کرنی کلکٹر کو رہی کرنا ہے۔ ایک کلکٹر بحیثیت ایجنٹ مجلس مالگزار میں اقوام اوقاف کے بر محل اخراجات کا فہرہ دار رہا کر بحری اضلاع میں کبھی کرڈر گری پراؤسکا اقتدار ہے۔ علاوہ اسکے اپنے اضلاع میں کلکٹر کو یہ بھی ضرور ہے کہ ان اضلاع کے باشندوں کے خیالات دریافت کرے کہ گورنمنٹ کی کارروائی اور پالیسی کی نسبت کس طرح کے ہیں۔ اور پولیس تعمیرات تعلیمات حفظان صحت اور متفرق ابواب میں گورنمنٹ کو صلاح دیتا ہے۔

عملیات کے کل اخراجات کا ایک پانچواں حصہ عدالت نوعداری میں صرف موقوف اور باقی خراج حاصل اراضی کے حساب میں محسوب ہوتا ہے۔ مگر گنجام اور وزنگاہم کے ایکسسی میں پانچواں حصہ خاص بدکاروں اور سب ٹیکسٹ کی تنخواہ عملاً اور مساب کی بابت حاصل اراضی میں سے لیا جاتا ہے۔ اور باقی کل رقم اخراجات عدالت نوعداری میں صرف ہوتی ہے۔ کلکٹر ضلع کے اقدار میں یہ بات ہے کہ کسی ملازم کو جو نوکل ہند

تخصیلاور۔ اور کلکٹر ٹی کے سررشتہ دار سے کم درجہ کا ہو معطل یا موقوف کر گئے ہوں اور جائیداد کو روک دیا اور اس شخص کی ماموری بھی اپنے اقتدار سے کر سکتا ہوں۔

کلکٹر ٹی کے سررشتہ دار۔ اور سب دیوبازن سررشتہ دار کی ماموری کے واسطے مجلس مانگڑاری کی منظوری ضرور ہے۔ اور تخصیلاور اور ڈپٹی تحصیلدار کے تقرر کے واسطے کورنٹ کی اجازت درکار ہے۔ تحصیلدار۔ اور ڈپٹی تحصیلدار صرف کورنٹ ہی کے حکم سے موقوف ہو سکتے ہیں۔ مگر کلکٹر ایسے ملازمن کو کسی بد روشی کے باعث چھ مہینے کے لئے معطل یا تبادلہ کر سکتا ہے۔ مگر درجہ کم نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسے عہدہ دار کو بورڈ مین اپیل کا اجتیار رہتا ہے۔ کلکٹر اپنے اقتدار سے سررشتہ دار تعلق کو موقوف کر سکتا ہے مگر اس امر کی اطلاع کورنٹ کو کرنی ضرور ہے تاکہ کلکٹر کے اختیارات نو جداری منسوخ کئے جاسکیں۔ کلکٹر کو اس امر کا اختیار ہے کہ اپنے ماتحتوں پر جرمانہ کر دے مگر دس روپیہ سے زیادہ جرمانہ بغیر منظوری مجلس مذکور نہیں کر سکتا۔ سب کلکٹر جو مجسٹریٹ کا کام بھی کرتے ہیں ان کی تفویض میں بہت سے کام ہوتے ہیں اور مددگار ان کلکٹر کی نسبت زیادہ مفتدر رہتے ہیں۔ ان کے عملہ میں سررشتہ دار کنسٹبل اور ملازم رہتے ہیں۔

کلکٹر کا صدر مددگار دیوبازن تعلقوں کا کام اپنے تفویض میں رکھتا ہے۔ اور کام اپنے ذمہ داری سے کرتا ہے۔ دو خاص مددگار (اسپیشلسٹسٹ) وزگاٹم اور گنجنام کے آہستان گورنر کی ماتحتی میں کام کے لئے مخصوص طور پر

مقرر رہتے ہیں۔ جب کوئی مددگار کلکٹر قانون اور زبان کے امتحان میں کامیاب ہو تا ہے تو اس کے تفویض میں ایک یا دو ضلع دیدے جاتے ہیں اور جب تک امتحان میں کامیابی حاصل نہیں کر لیتا ہے اس وقت تک کسی عمدہ دارالعلیٰ کے پاس کارآموزی کے واسطے بھیج دیا جاتا ہے۔

اکیس خزانے اضلاع میں رہتے ہیں اور ہر ایک خزانہ کے واسطے ایک یا دو ڈپٹی کلکٹر درکار ہیں۔ کیونکہ اوسطی محل ضلع وار ^{میں} لاغیر و دیہہ اور آخری بھی معتد بہ ہے۔ ڈپٹی کلکٹر کا یہ بھی منصب ہے کہ کلکٹر اور اون کے مددگاروں کو نظام حاصل میں اور عدالتی کام و امینی میں امداد دے۔ مگر ڈپٹی کلکٹر مدراس جو کہ مجسٹریٹ فرائض ادا نہیں کرتا اس سے مستثنیٰ ہے۔

پچاس ڈپٹی کلکٹر متقل ہیں۔ اور ضرورت کے وقت ہنگامی کلکٹر بھی رکھ لئے جاتے ہیں۔

ایک ضلع کو تعلقہ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور وہ تعلقہ تحصیلداروں کے تفویض میں دیے گئے ہیں۔ ایک ضلع کے تعلقوں کا شمار سولے اضلاع مدراس اور سیلگری کے کہیں تین اور کہیں دس اور کہیں اس سے زیادہ ہے۔

ایک اوسط درجہ کے تعلقہ کا رقبہ سات سو میل مربع ہے۔ اس میں دو گائون ہوتے ہیں۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار آبادی سمیٹی ہوئی ہے۔ اور فیصلہ کے کمر قریب ہوتا ہے۔ تعلقہ اپنے عہدگی کے لحاظ سے پانچ درجوں کے میں۔

تھیں۔ ایک عملہ میں ایک سررشتہ دار کے محرم منظم مالگزار سی اور نوکر غیور

ہونے ہیں۔ تعلقہ کے خزانہ کا چارج سررشتہ دار کے پاس رہتا ہے۔ اور تختہ جیٹا
 راجہ اور ماہانہ تختہ بھی سررشتہ دار کے ذمہ دہری سے تیار ہوتے ہیں۔
 محرم جو شمار میں آتا یا نو ہوتے ہیں۔ حساب۔ مہنس۔ غلامہ تختہ جیٹا۔ زراعت
 تختہ جیٹا۔ بابہ موسم دیگر ابواب محاصل۔ سکہ اور رجسٹر وغیرہ تیار کرتے ہیں
 تھریاٹ کام اور عدالتی کارروائی کو سرانجام دیتے ہیں۔ اور دفتر کے اشلہ
 وغیرہ اپنے تفویض میں رکھتے ہیں۔ قانون گوے گرد اور جو شمار میں تین یا چار جو
 ہیں تعلقات کے جسے اون کے تفویض میں دیئے جاتے ہیں اور وہ ایک گاؤں
 سے دوسرے میں دورہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور اس بات کو دیکھتے رہتے ہیں
 کہ دیہات کے افسروں کا کام بخوبی انجام پاتا ہے اور ایسے لوکل تحقیقات کرتے
 رہتے ہیں جو تحصیلدار کے کار ہوتے ہیں۔ ہر ایک تحصیلدار سب مجسٹری کا کام
 بھی دیتا ہے۔ اس حیثیت میں اس کی ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ مدد
 کرتے ہیں۔ یہ ڈپٹی تحصیلدار اور سب مجسٹریٹ بڑے بڑے قصبوں میں
 مقرر ہوتے ہیں۔ افسران مذکورین سے بعض کے تفویض بڑی بڑی خانگی
 جائدادیں جو تحصیلدار کے سرکاری اقدار میں نہیں ہوتیں کر دی جاتی ہیں۔
 اور ہر ایک افسر مذکور کے تحت ایک چوٹا عملہ ہوتا ہے۔ ^{لئے ایک} ^{لئے ایک}
 ان جملہ تعلقات کے عملجات کا اصل حسیج حال کے حساب کے لحاظ سے ^{لئے ایک} ^{لئے ایک}
 افسران دیہات بندوبست مالگزاری کے انتظام کی اصل گاؤں کے ملازمین
 سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر ایک ہنودی گاؤں میں بارہ ملازم ہوتے ہیں جو بارہ

بلوتے کے نام مشہور ہیں۔ یہ بارہ ملازم تمام صنفہ دہری کام کا سرانجام دیتے ہیں اور ان کی فہرست یہ ہے۔ امین سے پانچ سرکاری کام انجام دیتے ہیں اور ان کا مالگزاری کے رکن سمجھے گئے ہیں۔ چودھری۔ کریم۔ (ایمانی سب) صراف۔ گڑھی۔ تلاری۔ کھنار۔ شتار۔ جوشہری۔ تھار۔ تھام۔ دھوبی۔ رمال۔ امین سے چودھری سب سے بڑا افسر ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے سردار بھاجا تاجر میصل جمع کرتا ہے اور دیوانی اور عدالتی اقتدارات بھی اوس کو حاصل ہوتے ہیں۔ جیٹریٹ کی حیثیت میں وہ لوگوں کو لڑائی دنگہ کی بابت سزا دیتا ہے اور ان کی حیثیت میں ددر قومات کے مقدمے اور شخصی ملک کے جہگے جو قیمت میں سے روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتے طر کرتا ہے اور اس کے فیصلہ کا مرافعہ نہیں ہوتا۔ فریقین کی رضامندی پر دیوانی مقدمات سوریہ تک فیصلہ کرتا ہے۔ فریقین کی رضامندی پر وہ پنچایت مقرر کر سکتا ہے۔ جو مقدمات کو بعینہ کی طر رقم اور نیز بغیر مرافعہ کے طر کر دیتی ہے۔ چودھری کے پاس گاؤں میں سب سے بڑا حصہ اراضی کا ہوتا ہے۔ اور گاؤں کے باشندوں پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ چودھری گاؤں میں سرکار کی طرف سے وکیل ہوتا ہے۔ اور مالگزاری کی قسم اول اسی کے ہاتھ سے وصول ہوتی ہے۔ حج کی حیثیت میں وہ نصف سمجھا جاتا بعض اضلاع کا یہ دستور ہے کہ وہاں منصفی اور منی گاری علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک گاؤں میں کئی منی گار مقرر ہوتے ہیں۔ چودھری کے فرائض منابہلہ یا دہم بابہ ۱۱۷ عین میں مسدج ہیں۔

کرم دیہات کا محاسب ہوتا ہے اور وہ علاقہ دیوانی کا ایک اعلیٰ عہدہ دار سمجھا جاتا ہے۔ صرف اجنس دیہات میں موجود رہتا ہے۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ رعایا جو رستم چودہری کو دیتی ہے وہ اس رستم کو پرکھ لیتا ہے۔ اراضی کی آبپاشی خواہ وہ بذریعہ تالاب ہو یا بذریعہ نہر نہر گنتی سے سرانجام پاتی ہے۔ بعض دیہات میں آبپاشی ہوتی ہے لیکن نہر گنتی دیان نہیں ہوتا تو اس حالت میں گاؤں کا چیراسی آبپاشی کا کام دیکھتا ہے یا خود کاشت کار لوگ اس کا بندہ و بست کرتے ہیں۔ تلماری چودہری کے ماتحت ایک چیراسی کا کام کرتا ہے۔ اس کا کام پراکٹرینچ قوم کے لوگ مقرر ہوتے ہیں بعض وقت تلماری کو نگہبانی کا کام دیا جاتا ہے اور باقی جہلہ ملازم صرف پیشہ ور۔ لوگ ہوتے ہیں۔ جنگا ہونا گاؤں کے باشندوں کی حاجت برآری کے واسطے ضرور ہے۔ سرکار نے گاؤں کے عملہ میں تغیر تبدیل کیا ہے اس کے بخاط سے ان ملازمین کے تین مختلف کام دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے نام بھی مختلف رکھے گئے ہیں۔ جس صورت میں آبپاشی کی کوئی خدمت موردی ہوتی ہے تو اس شخص کے فوت ہونے کے بعد ایسی قانون کے بموجب اس کے وارثوں کو وہ خدمت ملتی ہے۔ مگر اس میں فرق اتنا ہی ہے کہ ہندو قانون کے بموجب اس جائیداد کے ٹکڑے نہیں کئے جاتے ہیں۔ چوہری کرم نہر گنتی۔ اور تلماری کے خدمتوں کے سوا اور خدمات میں دیہات و گاؤں خود اپنا بندہ و بست کر لیتے ہیں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو کلکٹر کو درخواست دیکر فیصلہ کرا دیتے ہیں۔ مگر خدمات نہ کو رہ پر کلکٹر حقدار خود معین کر دیتا ہے۔

امید واروں کے انتخاب میں کلکٹر نے القدر ویسی قانون کو پیش نظر رکھا ہے۔
 عورتوں یا نابالغ امید واروں کے عوض گناہتے مقرر کئے جاتے ہیں۔ مگر اس قدر
 میں کلکٹر کی منظوری ضروریات سے ہے۔ تہی کرنے کی منظوری یا نا منظوری سب
 قانون کی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو دعوی ہو تو وہ اپنا دعوی کلکٹر میں پیش
 کر سکتا ہے اس مقدمہ کے تصفیہ کے لئے کلکٹر فیقین کے نام اور نیز گواہوں کے نام
 طلب نامہ بھیجا کر و بر دلاتا ہے۔ اگر اس طلب نامہ پر کوئی شخص حاضر ہو تو اس کو
 سزا دی جاتی ہے۔ ان مقدمات پر قانون دیوانی سگرافات نافذ نہیں ہو سکتی اور ڈگری
 یاب کو خرچ نہیں دیا جاتا ہے۔ اور سرکار ہند نے ایسے دعاوی میں کورٹ میں
 معاف کی ہے۔ تین ماہ کے اندر ایسے مقدمات کا مرافعہ ہو سکتا ہے۔ تعلقہ کے حکم
 نے جس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہو اس مقدمہ کا مرافعہ کلکٹر یا مجلس مال میں فیقین
 کر سکتے ہیں۔ کلکٹر کے فیصلہ پر مجلس مالگزار میں مرافعہ ہو سکتا ہے اور مجلس مال
 کے فیصلہ پر گورنمنٹ میں اپیل ہو سکتی ہے۔ اس ضابطہ کی تعمیل کرانے کے لئے
 کوئی قانون مقرر نہیں ہے اور کسی شخص کو بیدخل بھی نہیں کیا جاسکتا مگر یہ بات
 ہے کہ تحصیلہ کے احکام کے مخالف کہیں نہیں کئے جاتے۔ کلکٹر کو اس بات
 کی فہمائش کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کا قبضہ تین برس سے زائد عرصہ سے چلا آتا ہو
 تو اس کی بیدخل کرے میں نہایت احتیاط کرنی چاہیے۔ لیکن وہ اپنے دفتر
 میں اس بات کو لکھ دیتا ہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کے مقابل دعوی پیش
 کیا تھا تا کہ بے قابض کے مرنے پر سابق کا دعویدار اپنا قبضہ کر لے۔ کلکٹر کو

اختیار ہے کہ بدر دہشی کے باعث دیہات کے ملازمین کو برطرف کر دے اور ایک صورت میں اس کا راز رت اور اس کا قیام مقام ہوگا بشرطیکہ وہ بدر دہشی کے جرم میں شریک نہ ہو۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو مجرم کے زمانہ حیات تک غائب شخص مقرر کیا جاسکتا ہے۔ دیہات کے اور ملازمین جبکہ سرکار کے کچھ فاعلین نہیں ہیں۔ دیہات داروں سے اپنی محنت کی اجرت وصول کر لیتے ہیں۔ جس عیب سکوئی ملازمین کو سرکار نے زمانہ سابق میں زمینیں دیدی ہیں اور ان کا قبضہ بحال رکھا ہوا ہے۔ مگر اب سرکار ان لوگوں کو زمین یا وظیفہ نہیں دیتی۔ دیہات کے سرکاری ملازمین کو سرکار کی طرف سے زمینیں دی جاتی ہیں۔ یہ زمینیں اکثر بغیر محصول دیجاتی ہیں اور ان میں وقت خفیف محصول لیا جاتا ہے۔ اس محصول کا نام جوڑی رکھا گیا ہے بعض وقت دوسوے کا شکار دن کے اراضی کا اور ان کے نام سے زمین کر دیا جاتا ہے بعض وقت علاوہ سرکاری محصول کے کا شکار دن سے غلہ یا نقد روپیہ ملازم کو دیا جاتا ہے۔ اور بعض وقت سرکار نقد تنخواہیں دیتی ہے۔ جس صورت میں کہ تنخواہ کے عوض زمین دی جاتی ہے تو اکثر جھگڑے واقع ہوتے ہیں ایسے مقدمات کو کلکٹر اسٹیشن کی چیئر ایکٹ کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اکثر مقدمات میں صرف اس بات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اراضی منازعہ فیہ مدعی کے قبضہ میں دلائی جاوے۔ یا یہ کہ شخص قابض ہے اس زمین کو محصول دینی کو دلا یا جاوے اور اس بات کی تحقیقات نہایت دشوار ہے کیونکہ یہ بات سرکاری عمل دخل کے زمانہ کے بیشتر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ امر نہایت غور طلب ہے اور اکثر

ایسے مقدمات میں فریقین کے بیانات کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ جو اب حال میں اراضی اور نقد روپیہ ملا کر دیہات کے سرکاری ملازمین کو دیتی ہے اس کا حصہ چھ سو روپیہ سالانہ بیٹھا ہے۔

گورنمنٹ نہیں چاہتی ہے کہ دیہات کے ملازمین کو انعام کے طور سے زمین دیکھا جائے یا کاشتکار کو گونگو میرا دیوے اور حتی الامکان سرکار ان لوگوں کو نقد مہیا دینا پسند کرتی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ایکٹ بھی سرکار نے اس غرض سے نافذ کیا تھا کہ کاشتکاروں سے ایک آنہ فی روپیہ منکر دیہات کے سرکاری ملازمین کا خرچہ ادا کرے۔ محکمہ انعام سے یہ قانون قرار پایا ہے۔ کہ اراضی انعام پر خفیہ محصول لگایا جاوے۔ اور بعض صورتوں میں اراضی انعام پر محصول بالکل نہیں لیا جاوے۔ ان قاعدوں کے جاری کرنے سے دیہات کے سرکاری ملازمین کی اجرت میں بڑا تغیر واقع ہوا۔ اور اراضی کے عوض میں نقد مہیاوارین معین کی گئیں۔ اور اس موقع پر ان کی دہان میں بھی بڑا تغیر ہوا اور جو پہلے زمین دیہات کے ملازمین وصول کر لیتے تھے اس کے واسطے ایک عمدہ بندوبست کیا گیا۔ اس بارہ میں مختلف اضلاع میں مختلف اقسام سے کارروائی کی جاتی تھی ابھی تک اس کا تعلق محکمہ بندوبست سے تھا۔ لیکن آئندہ محکمہ فزکوریسٹ کے حوالہ نہ ہوگا۔ جس رقم سے دیہات کے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں دی جاتی ہیں ان کو واپس سرورس فنڈ کہتے ہیں۔ اس رقم میں وہ تمام خفیہ محصول جمع کئے جاتے ہیں جو صرف اراضی انعام سے وصول ہوتے ہیں۔ ایکٹ چارم بابت ۱۹۶۲ء

کے محصولات ادا و ان راضی کے محصولات جو سابق میں انعام بھی اور ارضی خالصہ میں بھی
 کی گئی ہیں اسی میں شریک کئے جاتے ہیں۔ اس تغیر و تبدل سے جو نتیجہ پیدا ہوا کہ
 وہ ذیل کے دو مثالوں سے ظاہر ہے۔ فرض کرو کہ ایک دیہات کے ملازم کے پاس
 سرکاری زمین تھی اور وہ اسکا کچھ محصول نہیں دیتا تھا اور اگر دیت بھی تھا تو نہایت
 خفیہہ قسم اس سے وصول ہوتی تھی لیکن اب نئے قاعدہ کی وجہ سے سرکار اسکو
 نقد تنخواہ دیا کرے گی اور وہ زمین بھی اس کے حوالہ کر دے گی مگر اس زمین کو
 اس کی خدمت سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ اور اس زمین پر سرکار مالگزار کی لگائی
 مگر اس مالگزار کی رقم کوئی قسم کا پانچ اٹھواں حصہ ہوگا۔ کم محصول لینے کا خوف
 یہ باعث ہے کہ ان اراضی پر مدت سے اونکا قبضہ چلا آتا ہے۔ اور لوگ ان اراضی کو
 اپنی ذاتی جائیداد سمجھے گئے ہیں۔ دوسری مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک دیہات کے
 ملازم کو ایک اور کاشتکار کے زمین کا محصول مقرر کر دیا گیا ہے تو اس صورت میں
 وہ کاشتکار تمام محصول دیہات کے ملازم کے حوالہ کر دے گا اور ملازم مذکور پانچ اٹھواں
 حصہ اسکا سرکاری قسم میں جمع کر دے گا اور باقی تین اٹھواں حصہ خود لے لے گا مگر
 اس کاشتکار کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ دیہات کے سرکاری ملازمین کے فوت کے وقت
 تقسیم جائیداد کے سبب اسکا دل بے یار و مددگار ہوگا اور بیٹا بھائیوں کی وجہ سے بہت دعویدار پیدا ہوں
 ہیں بعض مقامات میں فوت شدہ ملازم کا وظیفہ دعویداروں پر تقسیم ہو جاتا ہے حالانکہ
 صرف ایک آدمی دیہات کا کام دیکھتا ہے جو وقت اس رقم کے بھی دعویدار موجود
 ہوں اور یہ ثابت ہو کہ ساہس سال سے وہ اس رقم کو پاتے ہیں گو اس طرح کئی

نقصیم و طبعاً اولاً کسی غلطی سے ہو گئے ہو تو ان سب کو رقم جمع بندی کا ۷ حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ ان قواعد و ضوابط کی تصریح بخوبی کی گئی ہے بہت سی حالتوں میں ایسا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سرکار کی طرف سے دیہات کے کام پر صرف ایک سال ہی رہا ہو تو اس کا استعفاء ویسا سمجھا جاتا ہے جیسا کہ وہ سر سے ملازمین کا اور جو کم سال تک سرکار کی فوکرسی پر ملا ہے ایسے حالتوں میں جب کہ اوپر بیان آچکا ہے باشندگان دیہات کے تینس ملازم نہ کر کو نہیں دیا جاتی بلکہ سرکار ایک آنہ فیروپیہ خود لیکر انفرین دیکر کو ماہوار میں دیدنی ہے۔ علمیات کی تربیت کے وقت پر چھوٹے چھوٹے دیہات ملا دئے جاتے ہیں تاکہ عملہ کا پتہ چلے کہ ہر ایک لیکن ملائے وقت اس بات کا لحاظ نہ در کیا جاتا ہے کہ دیہات کا اشتراک اس قدر نہ کیا جلد سے جس سے ان کے باشندوں وغیرہ کو تکلیف ہو ایک نصف اور تھلار ہر ایک کا دن کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اور حق الامکان باشندگان دیہہ کی اسے دیہات کے دیسے میں لی جاتی ہے۔

ترمیم کے وقت ملازمین کا شمار کم ہو جاتا ہے تو ان کی تنخواہوں میں ترقی کر دیا جاتی ہے۔ جب ترمیم نہ کر تمام و کمال ہو چکتی ہے تو ظاہر ہے کہ بہت سے زمینی جگہ کے اوٹھ کھرے ہونے میں شبکا تصفیہ حسب ایکٹ ثابت ۱۹۳۱ء عید کی کے کیا جاتا ہے۔

ترمیم کی حالت میں بھی وہ خدمات موردی رہیں گے جو اشتراک سے پہلے موزنی تھے۔ اور قایم مقامی کے مقدمات حسب ایکٹ مذکور قابل سماعت ہونگے۔

جس اضلاع میں اس طرح کی ترمیم ہو چکی ہے یا پوری ہے وہ یہ ہیں۔ گودا واری۔ کرنل
 تناولی۔ تسلیم چنگلیٹ۔ نیلور۔ ترچھاپلی۔ گسٹن۔ نیگاری۔ گرہ۔ کناراجلی
 اور گنجام۔ بھاری۔ اور کٹ شمالی۔ اور کومباٹور۔ میں ترمیم ہونے والی تھیں
 باقی کے اضلاع میں پُرانا قاعدہ جاری ہے۔ تنخواہ کی شرح جو ترمیم کے وقت کی گئی
 ہے مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ کرنل گودا واری اور ترچھاپلی میں جو ماہروں
 کی شرح مقرر کی گئی ہے وہ بطور نمونہ کے بھیجی جاتی ہے۔

میرالاکر

مرزا انگلو انڈین

(نمبر ۱)

سر اکلینڈ کالون

مرحوم آئرلینڈ کے راجہ کا راجہ صاحب سابق لٹننٹ گورنر ممالک شمال مغرب کے پانچویں صاحبزادے آئرلینڈ کے سر اکلینڈ کالون حال لٹننٹ گورنر شمال مغرب و چیف کمانڈر آئرلینڈ میں ہیلبری کالج کی طرف سے ہندوستانی سول سروس کے رکن مقرر ہوئے تھے۔

سر اکلینڈ کی ہندوستانی زندگی کا ابتدائی حصہ ممالک شمال مغرب میں گزرا جہاں کہ اسٹنٹ مجسٹریٹ اور اسٹنٹ کلینٹ آفس کی خدمات انجام دیتے رہے اور اسی زمانہ میں ان اعلیٰ درجہ کی معلومات و وسیع تجارت کی بنیاد قائم ہوئی جسکے لحاظ سے وہ حال کی افیشل لایف میں ایک جلیل القدر معتد عوام و سلطنت اور تجربہ کار مدبر خیال کئے جاتے ہیں۔

صاحب موصوفہ جسکی قابلیت صوبیجات متحدہ کے باہر بھی تسلیم ہو گیا ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ ہند کی جانب سے اول ہوم اور بعد کو فارین سکرٹری مقرر ہوئے۔ اس آخر الذکر صیغہ میں انھوں نے سر ہنری ڈیورڈ کے ساتھ کام کیا۔

جسکی قابلیت پر وہ نہایت اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ لیکن سر اکلینڈ کی مالی قابلیتوں نے گورنمنٹ شمال مغرب کو اذکی طلبی پر پھر مجبور کیا۔ اور آئرلینڈ میں وہ محکمہ بورڈ آف روئیو الہ آباد کے سکریٹری مقرر ہوئے جہاں کہ انھوں نے نایاب مشین

سراجم دین - جو اس درجہ مقبول ہوئیں کہ اس وقت سے ترقیوں کا سلسلہ بڑا جاری رہا۔ ۱۷۹۹ء کے مابین سکریٹری حکمہ مال ہونے کے علاوہ سر جان سکرچی کے سکریٹری گورنمنٹ بھی مقرر ہوئے تھے۔ اوسے زمانہ میں پونا اور احمد نگر میں بہ انتظامی اراضی کی وجہ سے گورنمنٹ بمبئی کے تحت میں بھی اونسکے قابل قدر تجربوں کی آزمائش کا موقع ملا تھا۔

سرایولن بیرنگ نے جو اپنے قریب تدار دیس سے لارڈ نارٹھ بروک کے زمانہ میں سر اکلینڈ کے فائنل تجربوں کا اندازہ بخوبی کر چکے تھے جبکہ مالی امور مصر کی سراجم دہی میں مصروف تھے۔ گورنمنٹ ہند کو سر اکلینڈ کالون کے روانہ کرنے کی ترغیب دی۔

حقیقت یہ ہے کہ سر اکلینڈ کی موجودگی مصر نے وہاں کی حالت میں قاعدہ اور انتظام پیدا کیا۔ اور جب سرایولن بلالے گئے اور ہندوستان کے فائنل فیسٹر مقرر ہوئے تو سر اکلینڈ کالون ایک فرینچ مہم صغیر کے ساتھ اون کے عہدہ کے خدمات بھی ادا کرتے رہے۔ اور جو عزت کہ مصر کو یورپ کے بازار تجارت میں اس وقت حاصل ہو وہ زائد تر اچھین یورپ میں مستظمین کی بھی خواہی کی شکوہ عربی پاشا کی مشہور لڑائی کے زمانہ میں سر اکلینڈ کالون نے جو اس وقت تھیں قاہرہ میں تھے اور حضور ملکہ مغطمہ کے رپرینٹسٹو سراسے مالٹ بھی نصرت دے تھے نہایت قابل تعریف کام کئے۔ ۱۸۰۱ء ستمبر کی صبح کو جبکہ عربی پاشا کے ساتھیوں کی تعداد سراسر اٹھ چلی تھی اونکی دلیرانہ صلاح یہ ہوئی کہ قبل اسکے کہ عربی

پاشا کا کوئی عذر نہ بنا جاوے خدیو کو اپنی حکومت کا اعلان تمام فوج میں کثرت
کراوینا اور باغیوں سے اذیت کی تیغ و سپر طلب کر لینا چاہیے۔

کچھ شک نہیں کہ اگر اس مدبرانہ صلاح پر عمل کیا جاتا تو مصر کی لڑائی کو
ذرا بھی طویل نہ ہوتا اور خود مولیٰ پاشا جو اپنی خام خیالی کے تیاج سے خوفزدہ
ہو کر گونجے راہ راست پر آجائے۔ مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا اور وہی سنت چہوا
جسکو سب لوگ جانتے ہیں اور یہاں اس بات کا بیان کرنا کہ جب تک عربی
پاشا کو شکست نہیں ملی خدیو میلہ و عابار سے طویل عمل کر۔

سر اگلیسٹڈ کا لون کو لہ باوی سکیناریہ کے وقت بھی موجود تھے جس سے
سر نیکیپ سیو (ایڈیٹارل) کو پیش قیمت پوسٹلک مشورون کی مدد ملی۔

اسن قایم ہوئے پر صاحب موصوف جو اسی زمانہ میں آڈیٹ آف سینٹ

میٹیکال اینڈ سینٹ جارج کے نامٹ سہو چکے تھے ہمارے فارین آفس میں

خدیو کی خاص خواہش سے واپس آکر گورنمنٹ مصر کے مشیر مال معزز ہوئے

جہاں کہ اوٹھین اپنی مشہور قابلیتوں کے صرف کرنے کا موقع شہرہ کمال

رہا۔ جب کہ وہ مہندستان میں سرایون بیرنگ کی جگہ پر طلب کر لئے گئے تھے۔

سالہائے گزشتہ میں سر اگلیسٹڈ کی مستثنیٰ لیاقتوں کا تجزیہ امتحان ہوا۔ اولاً

نمبر شہرہ کو انھوں نے سر الفرڈ لایل سے مالک متہدہ کی لفٹنٹ گورنر شپ

کا چارج لے لیا۔ اور بعد ایک ہفتہ کے جو تقریریں کیا جھیلہ آباد یونیورسٹی فرائی

گئے تھے وہ اہم اور دلچسپ تھی۔

ہم نے ایک سربراہ اور وہ مگر ان دوست انگریز کی افیشیل لایف بیان کر کے اپنے ناظرین کو یقین دلایا ہے کہ ہندوستانی سول سروس کے انگریز اہلکاروں تمام اہم خدمات کی سرانجام دہی میں نایاب ہوشیاری اور ایمانداری صرف کر سکتے ہیں جو توجہ برطانیہ اور کو سپر د کرتا ہے اور سرکلینڈ کالون کی خدائیں مصر اور ہندوستان۔ اور سالانہ بجٹ کی تیاری ہمارے یقین کی شہادتیں دے رہی ہے۔ یہ سرکلینڈ کالون ہی کی رحم دلی اور ہمدردی تھی جس نے ایک بار جبکہ گورنمنٹ ہند کی مالی ضرورتوں کے پورا کرنے کی غرض سے اگلان اٹنی کی زیادتی تجویز ہوئی۔ حکام کے ہاتھوں اور ارادوں کو اپنی مدد برائے فصاحت سے روک دیا تھا۔

علاوہ ان بھلائیوں کے جو بلحاظ فائنل نیشنل اور سرکریٹری گورنمنٹ عمل میں آئیں صاحب موصوف ہم ہندوستانیوں میں اشاعت علوم و روشنی کے بھی سچے حامی ہیں۔ جیسا کہ ان کی عام تقریروں سے واضح ہوتا ہے۔ وہ ہمارے قریبی تعلیم کا حامی ہیں۔ اینگلور۔ اور نیٹیل کالج علیگڑھ کے وزیر بھی ہیں۔ جہاں کہ گزشتہ سال تشریف لے گئے تھے۔ اور ہماری تعلیم کی بابت جن خیالات کا اظہار ہوا تھا ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت صوبجات متحدہ کے حاکم اعلیٰ ہونے کے صاحب موصوف کو حضور ملکہ معظمہ کی عامہ رعایا کی پیروی ملحوظ ہے۔ اور اس وقت تک عہد حکومت ممالک شمال و مغرب نہایت انصافانہ حکمت عملی پر مبنی رہا ہے۔ جہاں تک ہم کہتے ہیں ان سے زیادہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا ہے کہ نو عمر ہندوستانی جو اس تعلیم

تربیت کے تین سال کے عرصہ میں پیدا ہوئے اور جو ایک ”جزو اعظم“ ہیں دینی کی جاوے۔ اور جیسا کہ ۱۲ دسمبر ۱۸۷۷ء کے پاپوئیر میں ایک مدبرانہ تحریر کے ذریعہ سے اس خصوص میں بہت سے فیضانہ خیالات کا اظہار بھی ہوا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کانگریس کی فوج نے جن جن طریقوں سے کارروائی کی یا ”جتنے آلات حرب وہ استعمال“ میں لائی ہر اون سب کو وہ پسند کرتے۔

ایسے وقت کہ ”ہندوستانیوں کا خیال آگے کو بڑھتا جاتا اور اس شوق و خواہش میں تھا کہ اپنے دائرہ افعال کو وسعت دے اور جو کام اوسکے حصہ کا ہے۔ کرے۔ آمدورفت کی بڑی آسانیوں کے اثر سے بہت جلد بچگی پا کر انگلستان کے حالات سے واقف و مشتاق ہو کر اور اون موقعوں سے پر بہت بکر جو سالہلے امن و آزادی سے اوس کو حاصل ہوئے تھے۔ آخر کار اپنی قوتوں سے واقف ہونے میں اپنے یقین کا میابی کو محسوس کر ہی چلا تھا کہ اتنے میں چند دانشمند۔ خیر خواہ۔ محب وطن۔ اور نیک نیت حضرات ایک قدم آگے بڑھ کر نہیں بلکہ ہندوستان میں جمہوری اصول کے عملدرآمد۔ اور پارلیمنٹری طرز حکومت کے اجراء کے خواہشمند ہو کر کہ جس کو خود انگلستان نے تبدیل اور زمانہ دراندازی محسنوں نے حاصل کیا ہے ایک نامعلوم مقام میں حیات لگانے“ مستعد ہوئے۔

† یہ مضمون جس کی ہیڈنگ تھی کہ ”اگر یہ اصل ہی تو اس کے کیا معنی ہیں؟“ بے افہام مقبول ہوا تھا۔ اور ہندوستان و انگلستان میں ایسی اشاعت ہوئی تھی۔

بہت بڑے بنگالے اور دعوے سے یہ خواہش اگر کسی ایسے ملک میں کی جائے
جہاں کہ عامہ رعایا کو حدود و آراوی و اطاعت میں تمیز ہوتی۔ وہ اس طرح
حکومت کو جسکے اجراء کی خواہش کی گئی ہے سمجھ سکتے۔ اور سب سے بڑے بنگالے
پولٹیکل فرینڈ اور حیثیت مخالفانہ کی ذمہ داری برداشت کر سکتے جسے انہوں
نے اختیار کیا ہے۔ کچھ مضامین نہا۔ مگر ہندوستان میں صرف انگریزوں کی تعلیم
یافتہ لوگوں کی جانب سے جو ابھی تک قلیل تعداد میں ہیں اور جنکو عام آدمی
سے کوئی نسبت نہیں ہے ایک خواہش کی گئی اور اس میں غیر انگریزوں کی
تعلیم یافتہ فرقے کی شرکت کے جدوجہد میں ایسے طریق عمل اختیار کئے گئے جو
سرسے سے خلاف کانٹریڈکشن ہونے کے علاوہ اس ملک کے لئے جہنمی
مضرت پھیل پر مبنی تھے۔

”کون دانشمند خیال کر سکتا ہے کہ دولت برطانیہ اس عظیم الشان سلطنت کی
عنان حکومت و انتظام کو جسکے لئے وہ خدا اور سویلریشن دونوں کے روبرو
جوابدہ ہے ایک قلیل گروہ کے دست قدرت میں سپرد کر دینے پر قناعت کر گئی؟
کسی انتظام میں اصلاح یا فروگزاشت کا رفع ہو جانا۔ اور ایک بھلا بکا
جو سابق سے چلی آئی ہے زیادہ عرصہ تک جاری رہنا موجودہ طریق حکومت
کے اعلیٰ اور نمایاں اوصاف میں داخل ہے۔ مگر جمہوری اصول کے عمل آمد
یا اسکی اشاعت سے فی الحال کے سادہ دل ہندوستان میں بجز اس نتیجے کے
کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کہ شاہی حقوق و عزت کے ساتھ گستاخی اور ہزار بکا

برتاؤ جس کو یہاں کی تمام نمایاں صدیوں سے بادب تیسیم کرتی چلی آتی ہے اور انھیں
 کی نسبت بھی سٹریشن مکار تھی ایم۔ بی رسالہ مارٹھ امریکن ریویو کے انہی سال
 کے ایک فبرین بیان کرتے ہیں کہ وہاں "شاہی گورنمنٹ کے خلاف کبھی کوئی شہر آشوب
 نہیں ہوا اور نہ بغاوت اسباب جمہوری طرز حکومت کے اصرار اور دعوں کا کوئی زمانہ آنیوٹا
 کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے سابق ممبر ویسٹ کالینڈن کے منیشن ہوس میں یہ فرمانا کہ
 "موجودہ حاکمانہ طرز سلطنت بند دستان کے لئے بہت زمانہ لگ کافی ہوگا" نہایت
 ٹھیک ہے۔ پس بیکار اور اون لوگوں کو جو اپنے آپ کے سچے دوست ہیں اور اس خدا
 دس اور نیکوں گزہ پر کاس اعتدال کرنا اور اسکا مشکور ہونا چاہتے جس کی صدیوں
 کی بہت سی طرح کو ششمن نے جمادی انکھوں کو روشن اور ہمارے طالع نختہ کو بیدار
 کر دیا ہے اور کچھ لوگ ہم میں سے عقلی معلومات کے بڑے حصہ سے آشنا ہو چلے ہیں گو
 اونہیں عملی دوست کا آغاز نہیں ہوا ہے۔

ہم اپنے دوسرے نمبر میں ہنری وٹورڈ کی سوانح عمری سے بحث کریں گے
 جس نے ہندوستان اور مخصوص شہر کال میں بڑے تعلیمی کام کئے ہیں۔

محمد اصغر حسین

